شرح ریاض الصالحین

تالیف

امام محی الدین ابی زکریا بن شرف نووی رحمہ اللہ

۶۳۱ـ۶۷۶ھ

جلد دوم

مترجم:

ابو حمزہ مفتی ظفر جبار چشتی

شارح:

علامہ ابو التراب محمد ناصر الدین ناصر المدنی عطاری

پروگریسو بکس

شرح

ریاض الصالحین (مترجم)

جلد دوم

تالیف

امام محی الدین ابی زکریا بن شرف نووی رحمہ اللہ

۶۳۱۔۶۸۶ھ

مترجم

ابو حمزہ مفتی ظفر جبار چشتی

شارح

مولانا ناصر حسین قادری عطاری

پروگریسو بکس

یوسف مارکیٹ ۰ غزنی سٹریٹ

اردو بازار ۰ لاہور

فون 042-37124354 فیکس 042-37352795

شرح ریاض الصالحین (مترجم)

تالیف

امام محی الدین ابی زکریا بن شرف نووی رحمۃ اللہ

مترجم

ابو حمزہ مفتی ظفر جبار چشتی

شارح

مولانا ناصر حسین قادری عطاری

جلد دوم

بار اول .... مارچ 2015ء

پرنٹرز .... آصف صدیق پرنٹرز

تعداد 1100/-

ناشر .... چوہدری غلام رسول ۔ میاں جواد رسول
میاں شہزاد رسول

قیمت .... =/ روپے

ملنے کے پتے

ملت پبلی کیشنز
فیصل مسجد اسلام آباد Ph: 051-2254111
E-mail: millat_publication@yahoo.com

اسلام بک ڈپو
۱۲۔ گنج بخش روڈ لاہور فون 042-37112941
0323-8836776

شوروم ملت پبلی کیشنز دوکان نمبر 5- مکہ سنٹر نیو اردو بازار لاہور 0321-4146464
Ph: 042-37239201 Fax: 042-37239200

پروگریسو بکس
یوسف مارکیٹ ۰ غزنی سٹریٹ
اردو بازار ۰ لاہور
فون 042-37124354 فیکس 042-37352795

297.26
830 ن س
14519

فہرست

◆◆◆◆◆

دعائے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللّٰھم ارحم خلفائی

قلنا یا رسول اللہ ومن

خلفاءک قال الذین یاتون

من بعدی یروون احادیثی

ویعلمونہا الناس

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

احادیثِ مصطفیٰ کی اشاعت اور تعلیم دینے والوں کے لیے
اے اللہ میرے جانشینوں پر رحم فرما، ہم نے عرض کی
یارسول اللہ آپ کے جانشین کون ہیں؟ آپ نے فرمایا
وہ لوگ جو میرے بعد آئیں گے میری حدیثیں بیان کریں
گے اور لوگوں کو میری حدیثوں کی تعلیم دیں گے۔

(الترغیب والترہیب ج ۱، ص ۱۱۰)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

33-بَابُ مُلَاطَفَةِ الْيَتِيْمِ وَالْبَنَاتِ وَسَائِرِ الضَّعَفَةِ وَالْمَسَاكِيْنِ وَالْمُنْكَسِرِيْنَ وَالْإِحْسَانِ إِلَيْهِمْ وَالشَّفْقَةِ عَلَيْهِمْ وَالتَّوَاضُعِ مَعَهُمْ وَخَفْضِ الْجَنَاحِ لَهُمْ

یتیموں بیٹیوں کمزوروں مسکینوں ان پر احسان وشفقت کرنا اور ان کے ساتھ عاجزی اور نرمی کا رویہ برتنا

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِلْمُؤْمِنِيْنَ) (الحجر: 88)

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اپنے پہلو کو ایمان داروں کیلئے جھکایا کریں۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ وَلَا تَعْدُ عَيْنَاكَ عَنْهُمْ تُرِيْدُ زِيْنَةَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا) (الكهف: 28)

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: (اے حبیب) اپنے آپ کو ان لوگوں کے ساتھ روکیں جو اخلاص کے ساتھ صبح وشام اپنے رب کو پکارتے ہیں اور اپنی نظروں کو ان سے نہ پھیریں کہ آپ دنیوی زندگی کی زینت کا ارادہ کریں۔ (ایسا نہ کریں)

وَوَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (فَأَمَّا الْيَتِيْمَ فَلَا تَقْهَرْ وَأَمَّا السَّائِلَ فَلَا تَنْهَرْ) (الضحی: 9-10)

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: یتیم پر سختی نہ کر اور سائل کو نہ ڈانٹ۔

وَوَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (أَرَأَيْتَ الَّذِيْ يُكَذِّبُ بِالدِّيْنِ فَذٰلِكَ الَّذِيْ يَدُعُّ الْيَتِيْمَ وَلَا يَحُضُّ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ) (الماعون: 6)

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: کیا تم نے اسے دیکھا ہے جو قیامت کو جھٹلاتا ہے یہ وہ ہے جو یتیم کو دھکیلتا ہے اور مسکین کے کھانا کھلانے پر رغبت نہیں کرتا۔

(262) وَعَنْ سَعْدِ بْنِ أَبِيْ وَقَّاصٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سِتَّةَ نَفَرٍ. فَقَالَ الْمُشْرِكُوْنَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أُطْرُدْ هٰؤُلَاءِ لَا يَجْتَرِءُوْنَ عَلَيْنَا. وَكُنْتُ أَنَا وَابْنُ مَسْعُوْدٍ. وَرَجُلٌ مِّنْ هُذَيْلٍ وَّبِلَالٌ وَّرَجُلَانِ

حضرت سعد بن ابی وقاص ﷺ سے روایت ہے کہ ہم نبی اکرم ﷺ کے ساتھ کل چھ (غریب) آدمی تھے۔ مشرکوں نے نبی اکرم ﷺ سے کہا کہ ان کو بھگا دیں ہم پر جرأت نہ کریں میں اور حضرت ابن مسعود ہذیل قبیلہ کا ایک اور آدمی حضرت بلال اور دو اور آدمی جن

لَسْتُ أُسَمِّيهِمَا. فَوَقَعَ فِيْ نفس رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا شَاءَ اللهُ اَنْ يَّقَعَ فَحَدَّثَ نَفسَهُ، فَاَنْزَلَ اللهُ تعالى: (وَلَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهُ) (الْاَنعام: 52) رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

کے نام میں ذکر نہیں کرتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ ؤالہ وسلم کے قلب اقدس میں کچھ خیال آیا آپ نے سوچا تو اللہ تعالیٰ نے آیت اتاری: (اے حبیب!) ان لوگوں کو نہ بھگا' جو صبح وشام اخلاص کے ساتھ اپنے ربّ کو پکارتے ہیں۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب فی فضل سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ، ج۷، ص۱۲۷، رقم: ۶۳۹۴) (مذکورہ بالامتن کے ساتھ یہ حدیث مبارکہ صرف صحیح مسلم میں ہی موجود ہے۔ اللہ ورسولہ اعلم بالصواب!)۔

شرح حدیث: اللہ عزوجل کی رضا وخوشنودی کے لئے

ہمیں ایسا ماحول بنانا چاہیے جس میں تمامی شرکاء کا اٹھنا بیٹھنا آپس میں ملاقات کرنا اور ایک دوسرے سے محبت رکھنا فقط اللہ عزوجل کی رضا وخوشنودی کے لئے ہو اور جس میں افضلیت و برتری کی بنیاد کسی کے حسن و جمال، کسی کی دولت و ثروت اور کسی کے حسب نسب پر نہ ہو بلکہ زہد وتقویٰ پر قائم ہو۔

ارشاد خداوندی ہوتا ہے۔

وَلَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَ الْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ ؕ

ترجمہ کنز الایمان: اور دور نہ کروانہیں جو اپنے رب کو پکارتے ہیں صبح اور شام اسکی رضا چاہتے۔

(پ7، الانعام:52)

درس: کفار کی ایک جماعت سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہ وسلم کی خدمت میں آئی تو انہوں نے دیکھا کہ آپ کے گرد غریب صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی ایک جماعت حاضر ہے جو ادنیٰ درجہ کا لباس پہنے ہوئے ہے یہ دیکھ کر وہ کہنے لگے کہ ہمیں ان کے پاس بیٹھنے سے شرم آتی ہے اگر آپ انہیں اپنی مجلس سے نکال دیں تو ہم آپ پر ایمان لے آئیں گے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہ وسلم نے منظور نہ فرمایا اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (تفسیر خزائن العرفان، ص ۲۴۰)

حق گوئی اور سمجھداری

حضرت سیدنا جریر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: میں نے حضرت سیدنا حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ فرماتے سنا: ایک مرتبہ حضرت سیدنا سہیل بن عمرو، حضرت سیدنا حارث بن ہشام، حضرت سیدنا ابوسفیان بن حرب رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور قریش کے دیگر بڑے بڑے سردار حضرت سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملاقات کے لئے حاضر ہوئے۔ جب وہاں پہنچے تو دیکھا کہ حضرت سیدنا صہیب، حضرت سیدنا بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور اسی طرح کے کچھ اور بدری صحابہ کرام بھی ملاقات کے لئے آئے ہوئے تھے، جو پہلے غلامی کی زندگی گزار چکے تھے، پھر آزاد ہو گئے اور وہ دنیاوی اعتبار سے بہت

غریب تھے۔

امیر المؤمنین حضرت سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پہلے انہی غریب صحابہ کرام علیہم الرضوان کو بلایا کیونکہ یہ پہلے آئے ہوئے تھے یہ دیکھ کہ ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہنے لگے: جیسا آج ہم نے دیکھا ہے ایسا کبھی نہیں دیکھا، غریبوں کوتو بلا لیا گیا لیکن ہماری طرف توجہ ہی نہ کی گئی اور ہمیں دروازے سے باہر ہی ٹھہرا دیا گیا۔

یہ سن کر حضرت سیدنا سہیل بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو کہ بہت حق گو اور سمجھدار تھے، کہنے لگے: اے لوگو! خدا عزوجل کی قسم! آج میں تمہارے چہرے پر ناگواری کے آثار دیکھ رہا ہوں اگر غصہ کرنا ہی ہے تو اپنے آپ پر کرو کیونکہ تمہیں اور انہیں ایک ساتھ اسلام کی دعوت دی گئی، ان خوش نصیبوں نے حق بات قبول کرنے میں جلدی کی اور تم نے سستی سے کام لیا۔ ذرا غور تو کرو، اس وقت تم کیا کرو گے جب بروزِ قیامت انہیں (جنت کی طرف) جلدی بلا لیا جائے گا اور تمہیں چھوڑ دیا جائے گا۔

اس کے بعد حضرت سیدنا سہیل بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے کپڑے جھاڑے اور وہاں سے تشریف لے گئے۔
حضرت سیدنا حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: خدا عزوجل کی قسم! حضرت سیدنا سہیل بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بالکل حق فرمایا، اللہ عزوجل کبھی بھی اپنی اطاعت میں سبقت لینے والے بندے کو اس جیسا نہیں بناتا جو اس کی اطاعت میں سستی کرے۔ (عیون الحکایات مؤلف: امام ابوالفرج عبدالرحمن بن علی جوزی علیہ رحمۃ اللہ القوی صفحہ ۸۵)

(263) وَعَنْ اَبِیْ هُبَيْرَةَ عَائِذِ بْنِ عَمْرٍو الْمُزَنِّيِّ وَهُوَ مِنْ اَهْلِ بَيْعَةِ الرِّضْوَانِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ اَبَا سُفْيَانَ اَتٰى عَلٰى سَلْمَانَ وَصُهَيْبٍ وَّبِلَالٍ فِيْ نَفَرٍ، فَقَالُوْا: مَا اَخَذَتْ سُيُوْفُ اللّٰهِ مِنْ عَدُوِّ اللّٰهِ مَاْخَذَهَا. فَقَالَ اَبُوْ بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَتَقُوْلُوْنَ هٰذَا لِشَيْخِ قُرَيْشٍ وَّسَيِّدِهِمْ؟ فَاَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَاَخْبَرَهُ. فَقَالَ: يَا اَبَا بَكْرٍ، لَعَلَّكَ اَغْضَبْتَهُمْ؟ لَئِنْ كُنْتَ اَغْضَبْتَهُمْ لَقَدْ اَغْضَبْتَ رَبَّكَ فَاَتَاهُمْ فَقَالَ: يَا اِخْوَتَاهُ، اَغْضَبْتُكُمْ؟ قَالُوْا: لَا، يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكَ يَا اُخَيَّ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت ابوہبیرہ عائذ بن عمرو مزنی ﷺ سے روایت ہے آپ بیعت رضوان والوں میں سے ہیں۔ کہ ابوسفیان حضرت سلمان فارسی، حضرت صہیب رومی اور حضرت بلال کے پاس سے گزرے۔ انہوں نے (ابوسفیان کے بارے) کہا کیا اللہ کی تلواریں دشمن خدا سے اپنی جگہ تک نہیں پہنچیں۔ حضرت ابوبکر صدیق ﷺ نے کہا کیا تم قریش کے بزرگ اور سردار کو یہ کہتے ہو پھر نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں حضرت ابوبکر حاضر ہوئے اور عرض واقعہ کیا۔ تو آپ نے فرمایا: اے ابوبکر ہوسکتا ہے کہ اپنی بات سے تم نے ان کو ناراض کر دیا ہو اگر ان کو ناراض کیا ہے، تو اپنے ربّ کو ناراض کیا ہے۔ حضرت ابوبکر ان کے پاس آئے اور کہا: بھائیو! میں نے تم کو

ناراض کیا ہے! انہوں نے کہا نہیں اللہ تعالیٰ آپ کی مغفرت فرمائے اے ہمارے بھائی۔ (مسلم)

قَوْلُهُ: مَاٰخَذَهَا اَیْ: لَمْ تَسْتَوْفِ حَقَّهَا مِنْهُ.

مَاٰخَذَهَا: کا مطلب ہے اس آدمی کے حوالے سے ان کی تلواروں نے حق ادا نہیں کیا۔

وَقَوْلُهُ: یَا اُخَیَّ : رُوِیَ بِفَتْحِ الْهَمْزَةِ وَ کَسْرِ الْخَاءِ وَتَخْفِیْفِ الْیَاءِ، وَرُوِیَ بِضَمِّ الْهَمْزَةِ وَفَتْحِ الْخَاءِ وَتَشْدِیْدِ الْیَاءِ.

اُخَیَّ: میں ہمزہ پر زبر اور خا پر زیر کے ساتھ بھی پڑھا گیا ہے اور یا پر بغیر شد کے پڑھا گیا ہے۔ ایک روایت میں ہمزہ پر پیش خا پر زبر اور یا غیر شد پڑھی گئی۔

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب من فضائل سلمان وصهیب و بلال رضی اللہ عنہم، ج ۴ص ۱۶۳ ، رقم: ۶۵۶۸، المعجم الکبیر للطبرانی، من اسمه معاویة بن قرة عن عائذ، ج ۱۲ص ۱۸، رقم: ۱۴۷۳۶، مسند امام احمد بن حنبل، حدیث عائذ بن عمرو رضی اللہ عنه، ج ۵ص ۶۴ ، رقم: ۲۰۶۵۹، مسند ابن ابی شیبة، منا سمه عائذ بن عمرو المزنی، ص ۸۷۲، رقم: ۹۲۲، مسند الرویانی، مسند عائذ بن عمرو، ص ۳۹۷، رقم: ۶۵۹)

شرح حدیث: فقراء کا احترام

فقراء خصوصاً ایمان لانے میں سبقت لانے والے فقراء صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے احترام کی عظمت کا اندازہ اللہ عزوجل کے اُس فرمان سے لگایا جاسکتا ہے کہ جب مشرکین نے تاجدارِ رسالت، شہنشاہِ نُبوت صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کو ان فقراء صحابہ کے پاس بیٹھنے سے جدا کرنا چاہا اور کہا: انہیں چھوڑ دیجئے کیونکہ ہم اس بات کو پسند نہیں کرتے کہ آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم ان کے ساتھ بیٹھیں اور اگر آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے انہیں چھوڑ دیا تو قریش کے معزز سردار آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم پر ایمان لے آئیں گے۔ تو اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا:

ترجمۂ کنز الایمان: اور دور نہ کرو انہیں جو اپنے رب کو پکارتے ہیں صبح اور شام اس کی رضا چاہتے۔

(پ ۷، الانعام: ۵۲)

جب کفار اس بات سے مایوس ہو گئے کہ آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم ان فقراء صحابہ کرام علیہم الرضوان کو خود سے دور نہیں کریں گے تو انہوں نے مَخزنِ جود وسخاوت، پیکرِ عظمت وشرافت صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم سے درخواست کی: ایک دن ہمارے لئے مقرر فرما دیں اور ایک دن ان کے لئے۔ اس پر اللہ عزوجل نے یہ آیتِ مبارکہ نازل فرمائی:

وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ وَلَا تَعْدُ عَيْنٰكَ عَنْهُمْ ۚ تُرِيْدُ زِيْنَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا

ترجمۂ کنز الایمان: اور اپنی جان ان سے مانوس رکھو جو صبح وشام اپنے رب کو پکارتے ہیں اس کی رضا چاہتے

ہیں اور تمہاری آنکھیں انہیں چھوڑ کر اور پر نہ پڑیں کیا تم دنیا کی زندگانی کا سنگار چاہو گے۔

(پ15، الکھف: 28)

یعنی ان سے منہ پھیر کر اور اپنی نظرِ کرم نہ فرما کر ان پر زیادتی نہ کیجئے اور دنیا پرست لوگوں کی صحبت کو طلب نہ کیجئے۔

(264) وَعَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَنَا وَكَافِلُ الْيَتِيْمِ فِي الْجَنَّةِ هٰكَذَا وَاَشَارَ بِالسَّبَّابَةِ وَالْوُسْطٰى، وَفَرَّجَ بَيْنَهُمَا. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں اور یتیم کی پرورش کرنے والا جنت میں اس طرح ہوں گے اور آپ نے اپنی انگشت شہادت اور درمیان والی انگلی کے درمیان تھوڑی کشادگی فرمائی۔ (بخاری)

وَكَافِلُ الْيَتِيْمِ: اَلْقَائِمُ بِاُمُوْرِهٖ.

کافل الیتیم: کا مطلب ہے: یتیم کی کفالت کرنے والا نگران۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب فضل من یعقول یتیما، ج۸ص۹، رقم: ۶۰۰۵ صحیح ابن حبان، باب الرحمة، ج ۱ص۲۰۷، رقم: ۴۶۰ الاداب للبیهقی، باب فی رحمة الاولاد وتقبیلهم والاحسان الیهم، ج ۱ص۱۵، رقم: ۱۹ سنن ترمذی، باب ما جاء فی رحمة الیتیم و کفالته، ج ۲ص۳۲۱، رقم: ۱۹۱۸ مسند الحارث، باب ما جاء فی الیتام، ص۳۲۹، رقم: ۸۹۵)

شرح حدیث: یتیم پر خرچ کرنے کا ثواب

حضرتِ سیدنا ابو اُمامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سرکارِ والا تَبار، ہم بے کسوں کے مددگار، شفیعِ روزِ شُمار، دو عالَم کے مالک و مختار، حبیبِ پروردگار صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے فرمایا کہ جو اللہ عزوجل کی رضا کے لئے کسی یتیم کے سر پر ہاتھ پھیرے گا تو جس جس بال پر سے اس کا ہاتھ گزرے گا اس کے عوض ہاتھ پھیرنے والے کے لئے نیکیاں لکھی جائیں گی اور جو اپنے زیر کفالت یتیم (لڑکے یا لڑکی) کے ساتھ اچھا سلوک کریگا میں اور وہ جنت میں اس طرح ہونگے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی شہادت اور بیچ والی انگلیوں کو جدا کر دیا۔ (مسند احمد، حدیث ابی امامہ الباھلی، رقم ۲۲۲۱۵، ج ۸، ص ۲۷۲)

حضرتِ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے آقائے مظلوم، سرورِ معصوم، حسنِ اخلاق کے پیکر، نبیوں کے تاجور، مَحبوبِ رَبِّ اکبر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کی بارگاہ میں اپنے دل کی سختی کی شکایت کی تو ارشاد فرمایا کہ یتیم کے سر پر ہاتھ پھیرا کرو اور مسکین کو کھانا کھلایا کرو۔

(مجمع الزوائد، کتاب البر والصلۃ ... الخ باب ماجاء فی الایتام، رقم ۱۳۵۰۸، ج ۸، ص ۲۹۳)

حضرتِ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے نبی مُکَرَّم، نُورِ مُجسَّم، رسول اکرم، شہنشاہِ بنی آدم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کی بارگاہ میں اپنے دل کی سختی کی شکایت کی تو ارشاد فرمایا کہ کیا تو چاہتا ہے کہ تیرا دل نرم ہو جائے

اور تیری حاجتیں پوری ہوں؟ تو یتیم پر رحم کیا کر اور اسکے سر پر ہاتھ پھیرا کر اور اپنے کھانے میں سے اس کو کھلایا کر ایسا کرنے سے تیرا دل نرم ہوگا اور حاجتیں پوری ہوں گی۔

(مجمع الزوائد، کتاب البر والصلۃ، باب ماجاء فی الایتام والارامل والمساکین، رقم ۱۳۵۰۹، ج۸، ص ۲۹۳)

حضرتِ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ شہنشاہِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ، صاحبِ معطر پسینہ، باعثِ نُزولِ سکینہ، فیض گنجینہ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم نے فرمایا کہ اس ذات کی قسم! جس نے مجھے حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے کہ جس نے یتیم پر رحم کیا اور اسکے ساتھ نرمی سے گفتگو کی اور اس کی یتیمی اور کمزوری پر رحم کھایا اور اللہ عزوجل کے دیئے ہوئے مال سے اپنے پڑوسی پر فخر نہ کیا تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اسے عذاب نہ دے گا۔

(مجمع الزوائد، کتاب الزکاۃ، باب الصدقۃ علی الاقارب صدقۃ المرأۃ علی زوجھا، رقم ۴۶۵۲، ج۳، ص ۲۹۷)

حضرتِ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ تاجدارِ رسالت، شہنشاہِ نُبوت، مَخزنِ جود وسخاوت، پیکرِ عظمت و شرافت، مَحبوبِ رَبُّ العزت، محسنِ انسانیت صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم نے فرمایا کہ اللہ عزوجل کے نزدیک سب سے پسندیدہ گھر وہ ہے جہاں یتیم کی عزت کی جاتی ہو۔ (المعجم الکبیر، رقم ۱۳۴۳۴، ج ۱۲، ص ۲۹۶)

حضرتِ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر وبَر صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم نے فرمایا کہ مسلمانوں کے گھروں میں سے بہترین گھر وہ ہے جس میں یتیم کے ساتھ اچھا برتاؤ کیا جاتا ہو اور مسلمانوں کے گھروں میں سے بدترین گھر وہ ہے جہاں یتیم کے ساتھ برا سلوک کیا جاتا ہو۔

(سنن ابن ماجہ، کتاب الادب، باب حق الیتیم، رقم ۳۶۷۹، ج ۴، ص ۱۹۳)

(265) وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: كَافِلُ الْیَتِیْمِ لَهٗ اَوْ لِغَیْرِهٖ اَنَا وَهُوَ كَهَاتَیْنِ فِی الْجَنَّةِ وَاَشَارَ الرَّاوِیْ وَهُوَ مَالِكُ بْنُ اَنَسٍ بِالسَّبَّابَةِ وَالْوُسْطٰی۔ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

حضرت ابو ہریرہ ﷜ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یتیم کی پرورش کرنے والا وہ رشتہ دار ہو یا نہ ہو فرمایا میں اور وہ جنت میں ان دو کی طرح ہوں گے اور راوی امام مالک بن انس نے انگشت شہادت اور درمیانی انگلی کی طرف اشارہ کیا۔ (مسلم)

وَقَوْلُهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: اَلْیَتِیْمِ لَهٗ اَوْ لِغَیْرِهٖ مَعْنَاهُ: قَرِیْبُهٗ، اَوِ الْاَجْنَبِیُّ مِنْهُ. فَالْقَرِیْبُ مِثْلُ اَنْ تَكْفُلَهٗ اُمُّهٗ اَوْ جَدُّهٗ اَوْ اَخُوْهُ اَوْ غَیْرُهُمْ مِنْ قَرَابَتِهٖ، وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

اور آپ ﷺ کا ارشاد: الیتیم لہ او لغیرہ: یعنی یتیم رشتہ دار ہو یا اجنبی۔ اس کا معنیٰ قریبہ: یعنی کہ ماں، دادا، بھائی یا دوسرے رشتہ دار اس یتیم کی پرورش کریں۔ اور اللہ ہی زیادہ علم والا ہے۔

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب الاحسان الی الارملۃ والمسکین والیتیم، ج ۸ ص ۲۲۱، رقم: ۷۶۶۰، مسند امام

احمد: مسند ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ، ج ۲ص ۳۷۵، رقم: ۸۸۶۸ المعجم الکبیر للطبرانی: من اسمہ مرۃ الفھری، ج ۱۴ص ۳۲۰، رقم: ۱۷۵۱۵ مجمع الزوائد للھیثمی، باب ما جاء فی الیتامٰی والارامل والمساکین، ج ۸ص ۲۹۷، رقم: ۱۳۵۲۶ مسند الرویانی: من اسمہ مرۃ بن عمرو بن حبیب الفھری، ص ۶۰۵، رقم: ۱۴۷۱)

شرح حدیث: حضرت سیدنا ابراہیم خواص علیہ رحمۃ اللہ الرزاق اور یتیم گھرانہ

حضرت سیدنا معمر بن احمد بن محمد اصبہانی قدس سرہ الربانی نقل فرماتے ہیں، حضرت سیدنا ابراہیم خواص علیہ رحمۃ اللہ الرزاق نے ایک دفعہ بیان فرمایا: میں ہر روز دریا کے کنارے جاتا اور کھجور کے پتّوں سے ٹوکریاں بناتا پھر وہ ٹوکریاں دریا میں ڈال دیتا۔ نہ جانے کیا بات تھی کہ اس عمل سے مجھے دلی خوشی اور سکون حاصل ہوتا۔ مجھے یہ عمل کرتے ہوئے بہت دن گزر گئے۔ ایک دن میں نے دل میں کہا: جو ٹوکریاں میں پانی میں ڈالتا ہوں آج دیکھوں گا کہ آخر وہ کہاں جاتی ہیں۔ چنانچہ میں نے اس دن ٹوکریاں نہ بنائیں اور دریا کے کنارے کئی گھنٹے مسلسل چلتا رہا۔

آخر کار میں دریا کے کنارے ایک ایسی جگہ پہنچا جہاں ایک بڑھیا بیٹھی رو رہی تھی۔ میں نے اس سے پوچھا: تو کیوں رو رہی ہے؟ وہ کہنے لگی: میرے چھوٹے چھوٹے پانچ یتیم بچے ہیں، ہمیں فقر وفاقہ اور تنگدستی پہنچی تو میں رزقِ حلال کی تلاش میں اس دریا کے کنارے پر آگئی۔ میں نے دیکھا کہ کھجور کے پتوں سے بنی ٹوکریاں دریا میں بہتی ہوئی میری جانب آرہی ہیں۔ میں نے انہیں پکڑا اور بیچ کر ان کی قیمت کو اپنے بچوں پر خرچ کر دیا۔ دوسرے اور تیسرے دن بھی اسی طرح ہوا۔ پھر روزانہ ایسے ہی ہوتا رہا اور یوں ہمارے گھر کا خرچ چلتا رہا لیکن آج ابھی تک ٹوکریاں نہیں آئیں، میں ان کے انتظار میں یہاں پریشان بیٹھی ہوں۔

حضرت سیدنا ابراہیم خواص علیہ رحمۃ اللہ الرزاق فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے ہاتھ آسمان کی طرف بلند کئے اور رب کی بارگاہ میں عرض کرنے لگا: اے میرے رحیم کریم پروردگار عزوجل! اگر میں جانتا کہ میری کفالت میں پانچ بچے اور بھی ہیں تو میں زیادہ ٹوکریاں دریا میں ڈالتا۔ پھر میں نے اس بڑھیا سے کہا: محترمہ! آپ پریشان نہ ہوں، آج آپ لوگوں کے لئے کھانے وغیرہ کا بندوبست میں کروں گا۔ پھر میں اس کے گھر کی طرف چل دیا۔ میں نے دیکھا کہ واقعی بڑھیا غریب عورت ہے۔ چنانچہ میں کئی سال تک اسی طرح اس غریب بڑھیا اور اس کے یتیم بچوں کی پرورش کرتا رہا۔ اللہ عزوجل اس عمل کو قبول فرمائے۔ (عیون الحکایات مؤلف: امام ابوالفرج عبدالرحمن بن علی جوزی علیہ رحمۃ اللہ القوی صفحہ ۴۰۳)

امام اعظم علیہ رحمۃ اللہ الاکرم کی یتیم پر شفقت

کروڑوں حنفیوں کے عظیم پیشوا، سراج الامہ، کاشف الغمہ حضرتِ سیِّدنا امامِ اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کے شاگردِ رشید حضرت سیِّدنا امام ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم بن حبیب علیہ رحمۃ اللہ الحسیب اپنے بچپن کا واقعہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ابھی میں چھوٹا سا تھا کہ میرے سر سے باپ کا سایہ اُٹھ گیا۔ گھریلو حالات سازگار نہ تھے۔ میری والدہ

نے مجھے ایک دھوبی کے پاس بھیج دیا تاکہ وہاں کام کروں اور جو اجرت ملے اس سے گھر کا خرچہ چلتا رہے۔ میں وہاں جاتا اور کام کرتا۔ میں ایک مرتبہ علم وعمل کے روشن چراغ حضرتِ سیِّدُنا امامِ اعظم ابوحنیفہ نعمان بن ثابت رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کے حلقہ درس میں بیٹھ گیا۔ مجھے ان کی باتیں بہت پسند آئیں۔ چنانچہ، میں نے دھوبی کے پاس جانا چھوڑ دیا اور اس حلقۂ درس میں شریک ہونے لگا۔ میری والدہ کو معلوم ہوا تو مجھے وہاں سے لے گئی اور دھوبی کے پاس چھوڑ دیا۔ میں چھپ چھپ کر امام صاحب کی بارگاہ میں حاضر ہوتا جیسے ہی میری والدہ کو معلوم ہوتا مجھے وہاں سے اٹھا کر دھوبی کے پاس لے جاتی۔ حضرتِ سیِّدُنا امامِ اعظم علیہ رحمۃ اللہ الاکرم میرا شوقِ علمی دیکھ کر میری طرف خاص توجہ فرماتے۔

جب معاملہ بڑھا تو ایک دن میری والدہ استاذِ محترم حضرت سیِّدُنا امامِ اعظم علیہ رحمۃ اللہ الاکرم کے پاس آئی اور کہا: میرے اس بچے کو آپ نے بگاڑ دیا ہے۔ یہ بچہ یتیم ہے۔ کوئی ایسا نہیں جو اس کی پرورش کرے۔ میں سارا دن سُوت کاتتی ہوں جو اُجرت ملتی ہے اس سے اس کی پرورش کرتی ہوں۔ اس امید پر کہ یہ بڑا ہو جائے اور کچھ کما کر لائے۔ اسی لئے میں نے اسے دھوبی کے پاس بھیجا تھا کہ اس طرح کچھ نہ کچھ رقم مل جایا کرے گی اور ہمارا گزارہ ہوتا رہے گا۔ اب یہ سب کچھ چھوڑ کر آپ کے پاس آبیٹھتا ہے۔

میری والدہ کی یہ باتیں سن کر آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے فرمایا اے خوش بخت! اپنے اس بچے کو علم کی دولت حاصل کرنے دے، وہ دن دور نہیں کہ یہ باداموں اور دیسی گھی کا حلوہ اور عمدہ فالودہ کھائے گا۔ یہ سن کر میری والدہ بہت ناراض ہوئی اور کہا: لگتا ہے بڑھاپے کی وجہ سے آپ کا دماغ چل گیا ہے، ہم جیسے غریب لوگ باداموں اور دیسی گھی کا حلوہ کیسے کھا سکتے ہیں؟ یہ کہہ کر میری والدہ گھر چلی آئی۔ میں حضرتِ سیِّدُنا امامِ اعظم علیہ رحمۃ اللہ الاکرم کی بارگاہ میں حاضر رہ کر علمِ دین سیکھتا رہا۔ آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ مجھ پر بھرپور توجہ فرماتے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہ عَزَّ وَجَلَّ! آپ کی برکت سے مجھے علم وعمل کی بے انتہاء دولت نصیب ہوئی، اللہ عَزَّ وَجَلَّ نے مجھے رِفعت و بلندی عطا فرمائی۔ میرے محسن ومُرَبِّی استاذِ محترم دنیا سے پردہ فرما چکے تھے۔ پھر وہ وقت بھی آیا جب خلیفہ ہارون الرشید نے عہدۂ قضاء میرے سپرد کر دیا۔

خلیفہ ہارون الرشید علیہ رحمۃ اللہ المجید اکثر میری دعوت کرتے اور اپنے ساتھ کھانا کھلاتے۔ ایک مرتبہ خلیفہ نے پُر تکلُّف دعوت کا اہتمام کیا، انواع واقسام کے کھانے چُنے گئے۔ خلیفہ نے باداموں اور دیسی گھی کا حلوہ اور عمدہ فالودہ میری طرف بڑھاتے ہوئے کہا: اے امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ! یہ حلوہ کھائیے، روز روز ایسا حلوہ تیار کروانا ہمارے لئے آسان نہیں۔ یہ سن کر میں ہنسنے لگا۔ پوچھا: آپ ہنس کیوں رہے ہیں؟ میں نے کہا: اللہ عَزَّ وَجَلَّ خلیفہ کو سلامت رکھے، میرے استاذِ محترم حضرتِ سیِّدُنا امامِ اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے برسوں پہلے میری والدہ سے فرمایا تھا کہ تمہارا یہ بیٹا باداموں اور دیسی گھی کا حلوہ اور فالودہ کھائے گا آج میرے استاذِ محترم کا فرمان پورا ہو گیا۔ پھر میں نے اپنے بچپن کا سارا واقعہ خلیفہ کو سنایا تو وہ بہت متعجب ہوئے اور فرمایا: بے شک علم ضرور فائدہ دیتا اور دین ودنیا میں بلندی دِلواتا ہے، اللہ

عَزَّوَجَلَّ حضرتِ سیّدنا امامِ اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ پر اپنی کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے، جس چیز کو ان کے سر کی آنکھ نہ دیکھ سکتی اسے اپنی عقل کی آنکھ سے دیکھ لیا کرتے تھے۔

(عیون الحکایات مؤلف: امام ابوالفرج عبدالرحمن بن علی جوزی علیہ رحمۃ اللہ القوی صفحہ ۱۳۱)

(266) وَعَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَيْسَ الْمِسْكِيْنُ الَّذِيْ تَرُدُّهُ التَّمْرَةُ وَالتَّمْرَتَانِ، وَلَا اللُّقْمَةُ وَاللُّقْمَتَانِ اِنَّمَا الْمِسْكِيْنُ الَّذِيْ يَتَعَفَّفُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس کو ایک کھجور یا دو کھجور لوٹا دیں' یا ایک دو لقمے مل جائیں وہ مسکین نہیں مسکین تو وہ ہے' جو (ہمیشہ) مانگنے سے بچے۔ (متفق علیہ)

وَفِيْ رِوَايَةٍ فِي الصَّحِيْحَيْنِ: لَيْسَ الْمِسْكِيْنُ الَّذِيْ يَطُوْفُ عَلَى النَّاسِ تَرُدُّهُ اللُّقْمَةُ وَاللُّقْمَتَانِ، وَالتَّمْرَةُ وَالتَّمْرَتَانِ، وَلٰكِنَّ الْمِسْكِيْنَ الَّذِيْ لَا يَجِدُ غِنًى يُّغْنِيْهِ، وَلَا يُفْطَنُ بِهٖ فَيُتَصَدَّقَ عَلَيْهِ، وَلَا يَقُوْمُ فَيَسْاَلُ النَّاسَ۔

صحیحین کی ایک اور روایت میں ہے' مسکین وہ نہیں جو لوگوں پر چکر لگائے تاکہ اس کو ایک یا دو کھجوریں مل جائیں' یا ایک لقمہ مل جائے مسکین تو وہ ہے' جو اتنا نہ مال پائے جو اس کو کفایت کرے اور نہ لوگوں کا اندازہ ہو کہ اس پر صدقہ کیا جائے اور وہ کھڑا ہو کر لوگوں سے مانگے نہیں۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، سورۃ البقرۃ، باب (لا یسئالون الناس الحافا)، ج ٦ ص ٣٢، رقم: ٤٥٣٩ صحیح مسلم، باب المسکین الذی لا یجد غنی ولا یفطن لی فیتصدق علیه، ج ٣ ص ٩٥، رقم: ٢٤٤١ سنن الکبری للبیهقی، باب فضل الاستعفاف والاستغنا، ج ٤ ص ١٩٥، رقم: ٨١٢٠ مسند امام احمد بن حنبل، مسند ابی هریرۃ، ج ٢ ص ٢٦٠، رقم: ٧٥٣٠ مسند البزار، مسند ابی هریرۃ رضی الله عنه، ج ٢ ص ٣٩٢، رقم: ٧٨٧٥

شرح حدیث: غنیٰ کا لالچ یا مال میں اضافہ کی خاطر مال کا سوال کرنا

اللہ کے محبوب، دانائے غُیوب، مُنَزَّہٌ عَنِ الْعُیوب عزوجل وصلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا: جو شخص حاجت کے بغیر لوگوں سے سوال کرتا ہے وہ منہ میں انگارے ڈالنے والے کی طرح ہے۔

(شعب الایمان، باب فی الزکاۃ، فصل فی الاستعفاف عن المسئلۃ، الحدیث: ٣٥١٧، ج ٣، ص ٢٧١)

حضرت رزین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی روایت میں یہ اضافہ ہے کہ دافِعِ رنج وملال، صاحب جُودونوال صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا: میں کسی شخص کو عطیہ دیتا ہوں تو وہ اسے اپنی بغل میں دبا کر لے جاتا ہے حالانکہ وہ آگ ہوتی ہے۔ حضرت سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی، یا رسول اللہ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم عزوجل وصلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم! جب وہ آگ ہوتی ہے تو آپ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم کسی کو کیوں عطا فرماتے ہیں؟ آپ صلّی اللہ تعالیٰ

علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: اللہ عزوجل میرے لئے بخل کو ناپسند فرماتا ہے اور لوگ میرے سوا کسی سے سوال کرنا ناپسند کرتے ہیں۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کی، وہ غنا کون سی ہے جس کی موجودگی میں سوال نہیں کرنا چاہے؟ تو آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: صبح وشام کے کھانے جتنی مقدار۔

(الترغیب والترہیب، کتاب الصدقات، الترہیب من المسألۃ وتحریمہا۔۔۔۔۔۔الخ، الحدیث: ۱۲۰۲، ج۱، ص۳۸۶)

رسولِ بے مثال، بی بی آمنہ کے لال صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: جو شخص غنا کے باوجود لوگوں سے سوال کرے گا قیامت کے دن اس طرح آئے گا کہ اس کا سوال اس کے چہرے پر خراش ہوگا۔ عرض کی گئی: غنا کیا ہے؟ تو آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: پچاس (50) درہم یا اس کی قیمت کا سونا۔

(جامع الترمذی، ابواب الزکاۃ، باب ماجاء من لاتحل لہ الصدقۃ، الحدیث: ۶۵۰، ص۱۷۱۰)

خاتم المُرسَلین، رَحمَۃٌ لِّلعٰلمین صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: جو مجھے اس بات کی ضمانت دے دے کہ کسی سے کچھ نہ مانگے گا، میں اسے جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔

(سنن ابی داود، کتاب الزکاۃ، باب کراہیۃ المسألۃ، الحدیث: ۱۶۴۳، ص۱۳۴۶)

سیّدُ المُبلِّغین، رَحمَۃٌ لِّلعٰلمین صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: جو میری ایک بات مان لے گا میں اسے جنت کی ضمانت دیتا ہوں، وہ بات یہ ہے کہ لوگوں سے کچھ نہ مانگے گا۔

(سنن ابی داود، کتاب الزکاۃ، باب کراہیۃ المسألۃ، الحدیث ۱۶۴۳، ص۱۳۴۶)

شفیعُ المذنبین، انیسُ الغریبین، سراجُ السالکین صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: جس نے ایک اوقیہ چاندی کی قیمت موجود ہونے کے باوجود سوال کیا اس نے سوال میں بہت اصرار کیا۔

(کنز العمال، کتاب الزکاۃ، قسم الاقوال، الفصل الثانی فی ذم السوال ۱۶۷۱۲، ج۶، ص۲۱۳)

صاحبِ معطر پسینہ، باعثِ نُزولِ سکینہ، فیض گنجینہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: جو شخص خود پر سوال کا دروازہ کھول دے جبکہ وہ ابھی فاقوں کا شکار نہ ہوا ہو یا اس کے اہلِ خانہ ایسے نہ ہوں جو ان فاقوں کو برداشت کرنے کی طاقت نہ رکھتے ہوں تو اللہ عزوجل اس پر ایسی جگہ سے فاقے کا دروازہ کھول دے گا جہاں سے اُسے گمان بھی نہ ہوگا۔

(شعب الایمان، باب فی الزکاۃ، فصل فی الاستعفاف عن المسألۃ، الحدیث: ۳۵۲۶، ج۳، ص۲۷۴)

(267) وَعَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: السَّاعِيْ عَلَى الْاَرْمَلَةِ وَالْمِسْكِيْنِ، كَالْمُجَاهِدِ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَاَحْسَبُهُ قَالَ: وَكَالْقَائِمِ الَّذِيْ لَا يَفْتُرُ، وَكَالصَّائِمِ الَّذِيْ لَا

انہی سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: بیواؤں اور مسکین کیلئے ان کی بہتری کے لیے کوشش کرنے والا اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے کی طرح ہے اور میرے خیال میں فرمایا اس قیام والے کی طرح

يُفْطِرُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

ہے' جو وقفہ نہ کرے اور اس روزہ دار کی طرح جو ناغہ نہ کرتا ہو۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب فضل النفقة علی الاھل، ج ۷،ص ۶۲، رقم: ۵۳۵۳صحیح مسلم، باب الاحسان الی الارملة والمسکین والیتیم، ج ۸ص ۲۲۱، رقم: ۷۶۵۹مسند امام احمد بن حنبل، مسند ابی ھریرة، ج ۲ص ۳۶۱، رقم: ۸۷۱۷مسند اسحاق بن راھویه، زیادات الکوفیین والبصریین وغیرھم، ص ۳۶۵، رقم: ۳۷۴مصنف عبدالرزاق، باب کفالة الیتیم، ج ۱۱ص ۲۹۹، رقم: ۲۰۵۹۲)

شرح حدیث: مسکین اور محتاج کی پرورش کے لئے کوشش کرنے کا ثواب

حضرتِ سیدنا جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی مُکَرَّم، نُورِ مُجَسَّم، رسول اکرم، شہنشاہِ بنی آدم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے فرمایا، جس نے کسی یتیم یا محتاج کی کفالت کی اللہ عزوجل اسے اپنے عرش کے سائے میں جگہ عطا فرمائے گا اور جنت میں داخل فرمائے گا۔ (مجمع الزوائد، کتاب الجنائز، باب تجہیز المیت...الخ، رقم ۴۰۶۶، ج ۳،ص ۱۱۴)

ایک روایت میں ہے کہ مسکین کی پرورش کرنے والا اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے اور رات میں قیام کرنے اور دن میں روزہ رکھنے والے کی طرح ہے۔ (سنن ابن ماجہ، کتاب التجارات، باب الحث علی المکاسب، رقم ۲۱۴۰، ج ۳،ص ۷)

حضرتِ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے آقائے مظلوم، سرورِ معصوم، حسنِ اخلاق کے پیکر، نبیوں کے تاجور، مَحبوبِ رَبِّ اکبر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کی بارگاہ میں اپنے دل کی سختی کی شکایت کی تو ارشاد فرمایا کہ یتیم کے سر پر ہاتھ پھیرا کرو اور مسکین کو کھانا کھلایا کرو۔

(مجمع الزوائد، کتاب البر والصلة...الخ باب ماجاء فی الایتام، رقم ۱۳۵۰۸، ج ۸،ص ۲۹۳)

حضرتِ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے فرمایا، بیشک اللہ عزوجل روٹی کے ایک لقمے اور کھجوروں کے ایک خوشے اور مساکین کے لئے نفع بخش دیگر اشیاء کی وجہ سے تین آدمیوں کو جنت میں داخل فرمائے گا، (۱) گھر کے مالک کو جس نے صدقے کا حکم دیا (۲) اس کی زوجہ کو جس نے اسے درست کر کے خادم کے حوالے کیا (۳) اس خادم کو جس نے مسکین تک وہ صدقہ پہنچایا۔ (مجمع الزوائد، کتاب الزکاة، باب اجر الصدقة، رقم ۴۶۲۲، ج ۳،ص ۲۸۸)

بیوہ عورتوں کی بہتری کے لئے ان سے نکاح

مسلمانوں میں ہندوؤں کے میل جول سے جہاں بہت سی بیہودہ رسموں کا رواج اور چلن ہو گیا ہے ان میں سے ایک رسم یہ بھی ہے کہ بیوہ عورت کے نکاح کو برا اور عار سمجھتے ہیں اور خاص کر اپنے کو شریف کہلانے والے مسلمان اس بلا میں بہت زیادہ گرفتار ہیں حالانکہ شرعاً اور عقلاً جیسا پہلا نکاح ویسا دوسرا ان دونوں میں فرق سمجھنا انتہائی حماقت اور بے وقوفی بلکہ

شرمناک جہالت ہے عورتوں کی ایسی بری عادت ہے کہ خود دوسرا نکاح کرنا یا دوسروں کو اس کی رغبت دلانا تو درکنار اگر کوئی اللہ کی بندی اللہ عزوجل ورسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ ڈالہ وسلم کے حکم کو اپنے سر اور آنکھوں پر لے کر دوسرا نکاح کر لیتی ہے تو وہ عمر بھر حقارت کی نظر سے دیکھی جاتی ہے اور عورتیں بات بات پر اس کو طعنہ دے کر ذلیل کرتی ہیں یاد رکھو کہ دوسرا نکاح کرنے والی عورتوں کو حقیر و ذلیل سمجھنا اور نکاح ثانی کو برا جاننا یہ بہت بڑا گناہ ہے بلکہ اس کو عیب سمجھنے میں کفر کا خوف ہے کیونکہ شریعت کے کسی حکم کو عیب سمجھنا اور اس کے کرنے والے کو ذلیل جاننا کفر ہے کون نہیں جانتا کہ ہمارے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ ڈالہ وسلم کی جتنی بیبیاں تھیں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے سوا کوئی کنواری نہ تھیں ایک ایک دو دو نکاح ان کے پہلے ہو چکے تھے تو کیا نعوذ باللہ کوئی ان امت کی ماؤں کو ذلیل یا برا کہہ سکتا ہے؟ توبہ نعوذ باللہ! بہر حال یاد رکھو کہ بیوہ عورتوں سے نکاح یہ رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ ڈالہ وسلم کی سنت ہے اور حدیث شریف میں ہے کہ جو کوئی کسی چھوڑی ہوئی اور مردہ سنت کو زندہ اور جاری کرے اس کو سو شہیدوں کا ثواب ملے گا لہٰذا مسلمان مردوں اور عورتوں پر واجب ہے کہ اس بیہودہ رسم کو دنیا سے مٹا دیں اور اللہ عزوجل ورسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ ڈالہ وسلم کی خوشنودی کے لئے بیوہ عورتوں کا نکاح ضرور کر دیں اور ان بیچاری دکھیاری اللہ کی بندیوں کو بیکسی اور تباہی و بربادی سے بچا کر ایک سو شہیدوں کا ثواب حاصل کریں اور بیوہ عورتوں کو بھی لازم ہے کہ اللہ عزوجل ورسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ ڈالہ وسلم کے حکم کو اپنے سر اور آنکھوں پر رکھتے ہوئے بغیر کسی شرم اور عار کے خوشی خوشی دوسرا نکاح کر لیں اور سو شہیدوں کے ثواب کی حق دار بن جائیں۔ (جنتی زیور صفحہ ۱۴۴)

(268) وَعَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: شَرُّ الطَّعَامِ طَعَامُ الْوَلِيْمَةِ، يُمْنَعُهَا مَنْ يَّاْتِيْهَا، وَيُدْعَى اِلَيْهَا مَنْ يَّاْبَاهَا، وَمَنْ لَّمْ يُجِبِ الدَّعْوَةَ فَقَدْ عَصَى اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

اور انہی سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: سب سے برا کھانا کسی ولیمہ کا وہ کھانا ہے، جس کے لیے آنے والوں کو روکا جائے اور انکار کرنے والوں کو بلایا جائے، جس نے دعوت قبول نہ کی اس نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی کی۔ (مسلم)

وَفِيْ رِوَايَةٍ فِي الصَّحِيْحَيْنِ، عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ من قَوْلِهٖ: بِئْسَ الطَّعَامُ طَعَامُ الْوَلِيْمَةِ يُدْعَى اِلَيْهَا الْاَغْنِيَاءُ وَيُتْرَكُ الْفُقَرَاءُ۔

اور حضرت ابو ہریرہ ﷺ سے مروی صحیحین کی ایک اور روایت میں ہے برا کھانا ولیمہ کا وہ کھانا ہے، جس کیلئے اغنیاء کو بلایا جائے اور محتاج لوگوں کو چھوڑ دیا جائے۔

(مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح البخاری باب من ترک الدعوۃ فقد عصی اللہ ورسولہ ج ۵ص۱۹۸۵، رقم: ۴۸۸۲، صحیح مسلم، باب الامر باجابۃ الداعی الی دعوۃ ج ۴ص۱۵۴، رقم: ۳۵۹۸، مسند امام احمد بن حنبل، مسند ابی ہریرۃ ج ۲ص۲۶۷، رقم: ۷۶۱۳، سنن الدارمی باب فی الولیمۃ ج ۲ص۱۴۳، رقم: ۲۰۶۶، سنن سعید بن منصور، باب الولیمۃ وما جاء فیھا ج ۱ص۱۴۸، رقم:

(۵۲۶)

شرح حدیث: دعوتِ ولیمہ

دعوتِ ولیمہ سنت ہے۔ ولیمہ یہ ہے کہ شبِ زفاف کی صبح کو اپنے دوست احباب عزیز و اقارب اور محلہ کے لوگوں کی حسب استطاعت ضیافت کرے اور اس کے لیے جانور ذبح کرنا اور کھانا طیار کرانا جائز ہے اور جو لوگ بلائے جائیں ان کو جانا چاہیے کہ ان کا جانا اس کے لیے مسرت کا باعث ہوگا۔ ولیمہ میں جس شخص کو بلایا جائے اس کو جانا سنت ہے یا واجب۔ علما کے دونوں قول ہیں، بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ اِجابت سنت مؤکدہ ہے۔

ولیمہ کے سوا دوسری دعوتوں میں بھی جانا افضل ہے اور یہ شخص اگر روزہ دار نہ ہو تو کھانا افضل ہے کہ اپنے مسلم بھائی کی خوشی میں شرکت اور اس کا دل خوش کرنا ہے اور روزہ دار ہو جب بھی جائے اور صاحب خانہ کے لیے دعا کرے اور ولیمہ کے سوا دوسری دعوتوں کا بھی یہی حکم ہے کہ روزہ دار نہ ہو تو کھائے، ورنہ اس کے لیے دعا کرے۔

(الفتاوی الھندیۃ، کتاب الکراھیۃ، الباب الثاني عشر في الھدایا والضیافات، ج۵،ص ۳۴۳)(وردالمحتار، کتاب الحظر والاباحۃ، ج۹، ص ۵۷۴)

مسئلہ ۱: دعوتِ ولیمہ کا یہ حکم جو بیان کیا گیا ہے، اس وقت ہے کہ دعوت کرنے والوں کا مقصود ادائے سنت ہو اور اگر مقصود تفاخر ہو یا یہ کہ میری واہ واہ ہوگی جیسا کہ اس زمانہ میں اکثر یہی دیکھا جاتا ہے، تو ایسی دعوتوں میں نہ شریک ہونا بہتر ہے خصوصاً اہلِ علم کو ایسی جگہ نہ جانا چاہیے۔ (ردالمحتار، کتاب الحظر والإباحۃ، ج۹ص ۵۷۴)

مسئلہ ۲: دعوت میں جانا اس وقت سنت ہے جب معلوم ہو کہ وہاں گانا بجانا، لہو ولعب نہیں ہے اور اگر معلوم ہے کہ یہ خرافات وہاں ہیں تو نہ جائے۔ جانے کے بعد معلوم ہوا کہ یہاں لغویات ہیں، اگر وہیں یہ چیزیں ہوں تو واپس آئے اور اگر مکان کے دوسرے حصے میں ہیں جس جگہ کھانا کھلایا جاتا ہے وہاں نہیں ہیں تو وہاں بیٹھ سکتا ہے اور کھا سکتا ہے پھر اگر یہ شخص ان لوگوں کو روک سکتا ہے تو روک دے اور اگر اس کی قدرت اسے نہ ہو تو صبر کرے۔

یہ اس صورت میں ہے کہ یہ شخص مذہبی پیشوا نہ ہو اور اگر مقتدیٰ و پیشوا ہو، مثلاً علما و مشائخ، یہ اگر نہ روک سکتے ہوں تو وہاں سے چلے آئیں نہ وہاں بیٹھیں نہ کھانا کھائیں اور پہلے ہی سے یہ معلوم ہو کہ وہاں یہ چیزیں ہیں تو مقتدیٰ ہو یا نہ ہو کسی کو جانا جائز نہیں اگرچہ خاص اُس حصہ مکان میں یہ چیزیں نہ ہوں بلکہ دوسرے حصہ میں ہوں۔

(الھدایۃ، کتاب الکراھیۃ، فصل في الأکل والشرب، ج۲ص ۳۶۵)(والدرالمختار، کتاب الحظر والإباحۃ، ج۹ص ۵۷۴)

مسئلہ ۳: اگر وہاں لہو ولعب ہو اور یہ شخص جانتا ہے کہ میرے جانے سے یہ چیزیں بند ہو جائیں گی تو اس کو اس نیت سے جانا چاہیے کہ اس کے جانے سے منکراتِ شرعیہ روک دیے جائیں گے اور اگر معلوم ہے کہ وہاں نہ جانے سے ان لوگوں کو نصیحت ہوگی اور ایسے موقع پر یہ حرکتیں نہ کریں گے، کیونکہ وہ لوگ اس کی شرکت کو ضروری جانتے ہیں اور جب یہ معلوم ہوگا کہ اگر شادیوں اور تقریبوں میں یہ چیزیں ہوں گی تو وہ شخص شریک نہ ہوگا تو اس پر لازم ہے کہ وہاں نہ جائے تاکہ لوگوں

کو عبرت ہو اور ایسی حرکتیں نہ کریں۔ (الفتاوی الھندیۃ، کتاب الکراھیۃ، الباب الثانی عشر فی الھدایا والضیافات، ج۵، ص ۳۴۳)

مسئلہ ۴: دعوتِ ولیمہ صرف پہلے دن ہے یا اس کے بعد دوسرے دن بھی یعنی دو ۲ ہی دن تک یہ دعوت ہو سکتی ہے، اس کے بعد ولیمہ اور شادی ختم۔ (الفتاوی الھندیۃ، کتاب الکراھیۃ، الباب الثانی عشر فی الھدایا والضیافات، ج۵، ص ۳۴۳)

ہندوستان میں شادیوں کا سلسلہ کئی دن تک قائم رہتا ہے۔ سنت سے آگے بڑھنا ریا و سمعہ ہے اس سے بچنا ضروری ہے۔ (بہار شریعت حصہ شانزدہم (16) صفحہ ۳۸۸)

(269) وَعَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: مَنْ عَالَ جَارِیَتَیْنِ حَتّٰی تَبْلُغَا جَآءَ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ اَنَا وَهُوَ کَهَاتَیْنِ وَضَمَّ اَصَابِعَهٗ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جس نے دو لڑکیوں کی جوان ہونے تک پرورش کی تو قیامت کے دن میں اور وہ اس طرح ہوں گے اور آپ ﷺ نے اپنی انگلیوں کو آپس میں ملایا۔ (مسلم)

جَارِیَتَیْنِ اَیْ: بِنْتَیْنِ.

جاریتین: یعنی: دو بیٹیاں۔

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب فضل الاحسان الی البنات، ج۸ص۳۸، رقم: ۶۸۶۴، الادب المفرد للبخاری، باب من عال جاریتین أو واحدۃ، ص۳۰۸، رقم: ۸۹۴، المستدرک للحاکم، کتاب البر والصلۃ، ج۶ص۱۶۳، رقم: ۷۳۵۰، سنن ترمذی، باب النفقه علی البنات، ج۲ص۳۱۹، رقم: ۱۹۱۴)

شرح حدیث: بیٹی کی پیدائش پر ردِ عمل

بیٹا پیدا ہو یا بیٹی، انسان کو اللہ تعالیٰ کا شکر بجا لانا چاہیے کہ بیٹا اللہ عزوجل کی نعمت اور بیٹی رحمت ہے اور دونوں ہی ماں باپ کے پیار اور شفقت کے مستحق ہیں۔ عموماً دیکھا گیا ہے کہ عزیز و اقربا کی طرف سے جس مسرت کا اظہار لڑکے کی ولادت پر ہوتا ہے، محلے بھر میں مٹھائیاں بانٹی جاتی ہیں، مبارک سلامت کا شور مچ جاتا ہے لڑکی کی ولادت پر اس کا عشر عشیر بھی نہیں ہوتا۔

دنیاوی طور پر لڑکیوں سے والدین اور خاندان کو بظاہر کوئی منفعت حاصل نہیں ہوتی بلکہ اس کے برعکس ان کی شادی کے کثیر اخراجات کا بار باپ کے کندھوں پر آن پڑتا ہے شاید اسی لئے بعض نادان بیٹیوں کی ولادت ہونے پر ناک بھوں چڑھاتے ہیں اور بچی کی امی کو طرح طرح کے طعنے دیے جاتے ہیں، طلاق کی دھمکیاں دی جاتی ہیں بلکہ اوپر تلے بیٹیاں ہونے کی صورت میں اس دھمکی کو عملی تعبیر بھی دے دی جاتی ہے۔ ایسوں کو چاہیے کہ وہ ان روایات کو بار بار پڑھیں جن میں بیٹی کی پرورش پر مختلف بشارتوں سے نوازا گیا ہے۔ چنانچہ

(۱) حضرت نبیط بن شریط رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضورِ پاک، صاحبِ لولاک، سیاحِ افلاک صلی اللہ

تعالیٰ علیہ والہٖ وسلّم نے فرمایا: جب کسی کے ہاں لڑکی پیدا ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے گھر فرشتوں کو بھیجتا ہے جو آکر کہتے ہیں اے گھر والو! تم پر سلامتی ہو۔ پھر فرشتے اس بچی کو اپنے پروں کے سائے میں لے لیتے ہیں اور اس کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہتے ہیں کہ یہ ایک ناتواں وکمزور جان ہے جو ایک ناتواں سے پیدا ہوئی ہے، جو شخص اس ناتواں جان کی پرورش کی ذمہ داری لے گا تو قیامت تک مددِ خدا عزوجل اس کے شاملِ حال رہے گی۔

(مجمع الزوائد، کتاب البر والصلۃ، باب ماجاء فی الاولاد، الحدیث ۱۳۴۸۴، ج۸، ص۲۸۵)

(۲) حضرت نبیط بن شریط رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہی مروی ہے کہ شہنشاہِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ، صاحبِ معطر پسینہ، باعثِ نُزولِ سکینہ، فیض گنجینہ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلّم نے ارشاد فرمایا: بیٹیوں کو بُرا مت کہو، میں بھی بیٹیوں والا ہوں۔ بے شک بیٹیاں تو بہت محبت کرنے والیاں، غمگسار، اور بہت زیادہ مہربان ہوتی ہیں۔

(مسند الفردوس للدیلمی، الحدیث ۷۵۵۶، ج۲، ص۴۱۵)

(۳) حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم، رءوف ورحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلّم کا فرمانِ عظمت نشان ہے کہ جس کے ہاں بیٹی پیدا ہو اور وہ اسے ایذاء نہ دے اور نہ ہی برا جانے اور نہ بیٹے کو بیٹی پر فضیلت دے تو اللہ تعالیٰ اس شخص کو جنت میں داخل فرمائے گا۔

(المستدرک للحاکم، کتاب البر والصلۃ، الحدیث ۷۴۲۸، ج۵، ص۲۴۸)

(۴) حضرت سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رحمتِ عالم، نورِ مجسم، شاہِ بنی آدم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلّم نے ارشاد فرمایا: جس کی تین بیٹیاں ہوں، وہ ان کا خیال رکھے، ان کو اچھی رہائش دے، ان کی کفالت کرے تو اس کے لئے جنت واجب ہو جاتی ہے۔ عرض کی گئی: اور دو ہوں تو؟ فرمایا: اور دو ہوں تب بھی۔ عرض کی گئی: اگر ایک ہو تو؟ فرمایا: اگر ایک ہو تو بھی۔ (المعجم الاوسط، الحدیث ۶۱۹۹، ج۴، ص۳۴۷)

(۵) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا روایت کرتی ہیں کہ مدینے کے سلطان، رحمتِ عالمیان صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلّم نے ارشاد فرمایا: جس شخص پر بیٹیوں کی پرورش کا بار پڑ جائے اور وہ ان کے ساتھ حسنِ سلوک کرے تو یہ بیٹیاں اس کے لئے جہنم سے روک بن جائیں گی۔

(صحیح مسلم، کتاب البر والصلۃ، باب فضل الاحسان الی البنات، الحدیث ۲۶۲۹، ص۱۴۱۴)

(270) وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا، قَالَتْ: دَخَلَتْ عَلَيَّ امْرَاَةٌ وَّمَعَهَا ابْنَتَانِ لَهَا، تَسْاَلُ فَلَمْ تَجِدْ عِنْدِيْ شَيْئًا غَيْرَ تَمْرَةٍ وَّاحِدَةٍ، فَاَعْطَيْتُهَا

حضرت عائشہ صدیقہ ﷺ سے روایت ہے آپ فرماتی ہیں کہ میرے پاس ایک عورت اپنی دو بیٹیاں ساتھ لیے ہوئے کچھ مانگنے کیلئے آئی اس کو دینے کے

اِيَّاهَا فَقَسَمَتْهَا بَيْنَ ابْنَتَيْهَا وَلَمْ تَاْكُلْ مِنْهَا، ثُمَّ قَامَتْ فَخَرَجَتْ، فَدَخَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيْنَا، فَاَخْبَرْتُهُ فَقَالَ: مَنِ ابْتُلِيَ مِنْ هٰذِهِ الْبَنَاتِ بِشَيْءٍ فَاَحْسَنَ اِلَيْهِنَّ، كُنَّ لَهُ سِتْرًا مِّنَ النَّارِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

لیے میرے پاس ایک کھجور کے سوا کچھ نہ تھا میں نے وہ اسے دی۔ تو اس نے وہ کھجور اپنی دونوں بیٹیوں میں آدھی آدھی تقسیم کر دی اور خود کچھ نہ چکھا پھر اٹھ کر چل دی پس جب نبی اکرم ﷺ میرے ہاں تشریف لائے تو میں نے آپ ﷺ کو یہ بات بتائی تو آپ نے فرمایا جو بیٹیوں میں کسی چیز کے ساتھ آزمائش میں ڈالا جائے پھر وہ ان سے بھلائی کرے تو یہ بیٹیاں اس کے لئے آگ سے رکاوٹ بن جائیں گی۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب اتقوا لنار ولو بشق تمرة والقلیل من الصدقة، ج ۲ ص ۵۱۴، رقم: ۱۳۵۲، صحیح مسلم، باب فضل الاحسان الی البنات، ج ۸ ص ۳۸، رقم: ۶۸۶۲، مسند امام احمد، حدیث السیدة عائشه رضی الله عنها، ج ۶ ص ۱۶۶، رقم: ۲۵۳۷۱، مسند عبد بن حمید، من مسند الصدیقة عائشه، ص ۴۲۹، رقم: ۱۴۷۳، مصنف عبدالرزاق، باب نفقه الرجل علی اهله، ج ۱۰ ص ۴۵۷، رقم: ۱۹۶۹۳)

شرح حدیث: مدنی آقا صلّی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلّم کی بیٹیوں پر شفقت

(۱) حضرت سیدتنا فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جب اللہ عزوجل کے محبوب، دانائے غیوب، مُنَزَّہٌ عَنِ الْعُیُوب صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلّم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوتیں تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہٖ وسلّم کھڑے ہو جاتے، ان کی طرف متوجہ ہو جاتے، پھر ان کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیتے، اسے بوسہ دیتے پھر ان کو اپنے بیٹھنے کی جگہ پر بٹھاتے۔ اسی طرح جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہٖ وسلّم حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ہاں تشریف لے جاتے تو وہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہٖ وسلّم کو دیکھ کر کھڑی ہو جاتیں، آپ کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیتیں پھر اس کو چومتیں اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہٖ وسلّم کو اپنی جگہ پر بٹھاتیں۔ (سنن ابی داود، کتاب الادب، باب ماجاء فی القیام، الحدیث ۵۲۱۷، ج ۴ ص ۴۵۴)

(۲) حضرت سیدتنا زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا رسول اکرم، نورِ مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہٖ وسلّم کی سب سے بڑی شہزادی ہیں جو اعلانِ نبوت سے دس سال قبل مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئیں۔ جنگِ بدر کے بعد حضور پرنور، شافعِ یوم النشور صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہٖ وسلّم نے ان کو مکہ سے مدینہ بلا لیا۔ جب یہ ہجرت کے ارادہ سے اونٹ پر سوار ہو کر مکہ سے باہر نکلیں تو کافروں نے ان کا راستہ روک لیا۔ ایک ظالم نے نیزہ مار کر ان کو اونٹ سے زمین پر گرا دیا جس کی وجہ سے ان کا حمل ساقط ہو گیا۔ نبی کریم رءوف رحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہٖ وسلّم کو اس واقعے سے بہت صدمہ ہوا چنانچہ آپ نے ان کے فضائل میں ارشاد فرمایا: هِيَ اَفْضَلُ بَنَاتِيْ اُصِيْبَتْ فِيَّ یعنی یہ میری بیٹیوں میں اس اعتبار سے فضیلت والی ہے

کہ میری طرف ہجرت کرنے میں اتنی بڑی مصیبت اٹھائی۔ جب آٹھ ہجری میں حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا انتقال ہوگیا تو نمازِ جنازہ پڑھا کر خود اپنے مبارک ہاتھوں سے قبر میں اتارا۔

(شرح العلامۃ الزرقانی، باب فی ذکر اولادہ الکرام، ج ۴، ص ۳۱۸، ماخوذ)

سیدنا صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اپنی بیٹی پر شفقت

حضرت سیدنا براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ کسی غزوہ سے حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینہ منورہ تشریف لائے میں ان کے ساتھ ان کے گھر گیا، کیا دیکھتا ہوں کہ ان کی صاحبزادی حضرت سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بخار میں مبتلا ہیں اور لیٹی ہوئی ہیں چنانچہ حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کے پاس تشریف لائے اور پوچھا کہ میری بیٹی! طبیعت کیسی ہے؟ اور (از راہِ شفقت) ان کے رخسار پر بوسہ دیا۔

(سنن ابی داود، کتاب الادب، باب فی قبلۃ الخد، الحدیث ۵۲۲۲، ج ۴، ص ۴۵۵)

(271) وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا، قَالَتْ: جَائَتْنِيْ مِسْكِيْنَةٌ تَحْمِلُ ابْنَتَيْنِ لَهَا، فَأَطْعَمْتُهَا ثَلَاثَ تَمَرَاتٍ، فَأَعْطَتْ كُلَّ وَاحِدَةٍ مِنْهُمَا تَمْرَةً وَّرَفَعَتْ إِلٰى فِيْهَا تَمْرَةً لِتَأْكُلَهَا، فَاسْتَطْعَمَتْهَا ابْنَتَاهَا، فَشَقَّتِ التَّمْرَةَ الَّتِيْ كَانَتْ تُرِيْدُ اَنْ تَأْكُلَهَا بَيْنَهُمَا، فَأَعْجَبَنِيْ شَأْنُهَا، فَذَكَرْتُ الَّذِيْ صَنَعَتْ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: إِنَّ اللّٰهَ قَدْ أَوْجَبَ لَهَا بِهَا الْجَنَّةَ، أَوْ أَعْتَقَهَا بِهَا مِنَ النَّارِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

حضرت عائشہ صدیقہ ﷞ سے روایت ہے آپ فرماتی ہیں کہ میرے پاس ایک محتاج عورت آئی اس نے اپنی دو بیٹیاں اٹھائی ہوئی تھیں۔ میں نے اس کو تین کھجوریں دیں اس نے ان میں سے ہر ایک کو ایک ایک کھجور دی اور کھانے کے لئے ایک اپنے منہ کی طرف اٹھائی اس کی بیٹیوں نے وہ اس سے طلب کی تو اس نے اس کھجور کو دو ٹکڑے کر کے انہیں دے دیا جس کھجور کو اس نے کھانے کا ارادہ کیا تھا مجھے اس عورت کا یہ کام بہت پسند آیا میں نے رسول اللہ ﷺ سے اس عورت کے اس عمل کا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا: اس عمل کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے جنت کو واجب کر دیا۔ یا فرمایا اس کی وجہ سے اس کو آگ سے آزاد فرمایا۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب فضل الاحسان الی البنات، ج ۸ ص ۳۸، رقم: ۶۸۶۳ صحیح ابن حبان، باب صلة الرحم وقطعها، ج ۱ ص ۱۹۲، رقم: ۴۴۸ المعجم الاوسط للطبرانی، من اسمه علی، ج ۴ ص ۲۲۳، رقم: ۴۰۹۳ مسند امام احمد بن حنبل، حدیث السیدۃ عائشه رضی الله عنها، ج ۶ ص ۹۲، رقم: ۲۴۶۵۵ جامع الاصول لابن اثیر، الباب الثانی فی بر الاولاد والاقارب، ج ۱ ص ۴۱۱، رقم: ۲۱۱)

شرح حدیث: ایثار کی فضیلت

جان لیجئے! سخاوت میں سب سے بلند درجہ ایثار کا ہے، اس کا معنی یہ ہے کہ اپنی ضرورت کے باوجود مال کے ساتھ سخاوت کرنا اور اللہ عَزَّ وَجَلَّ نے صحابۂ کرام علیہم الرضوان کی تعریف کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

وَ يُؤْثِرُوْنَ عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ وَ لَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ

ترجمۂ کنزالایمان: اور اپنی جانوں پر ان کو ترجیح دیتے ہیں اگر چہ انہیں شدید محتاجی ہو۔ (پ28، الحشر:9)

نبیٔ رحمت، شفیعِ امت، قاسمِ نعمت صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلَّم نے ارشاد فرمایا:

أَيُّمَا رَجُلٍ اِشْتَهٰى شَهْوَةً فَرَدَّ شَهْوَتَهُ، وَآثَرَ عَلٰى نَفْسِهٖ غُفِرَ لَهُ۔

ترجمہ: جو شخص کسی چیز کی خواہش رکھتا ہو پھر اپنی خواہش ترک کر دے اور دوسرے کو اپنے اوپر ترجیح دے تو اس کی بخشش کر دی جائے گی۔ (الکامل فی ضعفاء الرجال لابن عدی، الرقم ۱۲۸۹۔ عمرو بن خالد، ج۶، ص ۲۲۳)

رسولِ اکرم، نورِ مجسم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلَّم کی خدمت میں ایک مہمان آیا اور آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلَّم نے اپنے گھر میں کچھ نہ پایا تو ایک انصاری آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلَّم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور مہمان کو اپنے گھر لے گئے پھر اس کے سامنے کھانا رکھا اور بیوی کو چراغ بجھانے کا حکم دیا، خود کھانے کی طرف ہاتھ بڑھاتے رہے جیسے کھا رہے ہوں حالانکہ کھا نہیں رہے تھے یہاں تک کہ مہمان نے کھانا کھالیا۔ جب صبح ہوئی تو رسول اللہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلَّم عَزَّ وَجَلَّ وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلَّم نے ارشاد فرمایا:

لَقَدْ عَجِبَ اللّٰهُ مِنْ صَنِيْعِكُمْ إِلٰى ضَيْفِكُمْ۔

ترجمہ: تمہارا اپنے مہمان سے (حسنِ) سلوک سے پیش آنا اللہ عَزَّ وَجَلَّ کو بہت پسند آیا۔

(صحیح مسلم، کتاب الاشربۃ، باب اکرام الضیف ــــــ الخ، الحدیث ۵۳۵۹، ص ۱۰۴۵)

تو یہ آیت کریمہ نازل ہوئی:

وَ يُؤْثِرُوْنَ عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ وَ لَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ

ترجمۂ کنزالایمان: اور اپنی جانوں پر ان کو ترجیح دیتے ہیں اگر چہ انہیں شدید محتاجی ہو۔ (پ28، الحشر:9)

لکڑی کا بُرادہ میدہ بن گیا

حضرتِ سیِّدُنا ابو مسلم خولانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ صدقہ وایثار کو بہت زیادہ پسند کرتے تھے۔ بعض اوقات اپنی غذا بھی صدقہ کر دیتے اور خود رات کو بھوکے سوتے۔ ایک صبح اس حالت میں کی کہ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے گھر سوائے ایک درہم کے کچھ نہ تھا۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی زوجۂ محترمہ نے عرض کی: اس درہم سے آٹا خرید لائیں تا کہ ہم اسے گوندھ کر بچوں کے لئے روٹی پکا لیں، بچے مزید بھوک برداشت نہیں کریں گے۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک درہم اور توشہ دان

(کھانے کا برتن) لیا اور بازار کی طرف چل پڑے۔ سردی بہت شدید تھی، راستے میں آپ کو ایک سائل ملا، آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ وہاں سے ہٹ کر دوسری طرف سے جانے لگے تو اس نے آپ کو روک لیا اور اپنی تنگدستی بیان کرتے ہوئے آپ کو قسم دی۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے وہ درہم اسے دے دیا۔ پھر یہ فکر لاحق ہوگئی کہ اپنے اہل وعیال کے پاس کیا لے کر جاؤں گا۔ چنانچہ، اسی فکر میں آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ایک مضبوط درخت کے قریب سے گزرے لوگ اس کو چیر رہے تھے۔ انہوں نے توشہ دان کھولا اور آرے سے چیرے جانے کے باعث جو برادہ گر رہا تھا اس سے توشہ دان بھر کر منہ بند کر دیا اور گھر جا کر بیوی کو کچھ بتائے بغیر رکھ دیا اور خود مسجد کی طرف چل پڑے۔ جب آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی اہلیہ محترمہ نے توشہ دان کھول کر دیکھا تو اس میں سفید باریک میدہ موجود تھا۔ اس نے گوندھ کر بچوں کے لئے کھانا پکایا۔ بچوں نے خوب سیر ہو کر کھایا اور پھر کھیلنے لگ گئے۔ جب سورج خوب بلند ہو گیا تو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بیوی، بچوں کی بھوک کا خوف محسوس کرتے ہوئے گھر تشریف لائے۔ جب آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بیٹھ گئے تو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی بیوی نے دسترخوان اور کھانا لا کر سامنے رکھا، آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کھانا کھا کر فارغ ہوئے تو پوچھا: یہ کھانا کہاں سے آیا؟ عرض کی: میرے سرتاج! اسی توشہ دان سے جو آپ لے کر آئے تھے۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بہت حیران ہوئے اور اللہ عَزَّ وَجَلَّ کے لطف وکرم اور حُسنِ کاریگری پر اس کا شکر ادا کیا۔

(اَلرَّوْضُ الْفَائِقُ فِی الْمَوَاعِظِ وَالرَّقَائِقِ مُصَنِّف اَلشَّیْخ شُعَیْب حَرِیْفِیْش رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ اَلْمُتَوَفّٰی ۸۱۰ھ صفحہ ۳۱۱)

(272) وَعَنْ اَبِیْ شُرَیْحٍ خُوَیْلِدِ بْنِ عَمْرٍو الْخُزَاعِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ، قَالَ: قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اُحَرِّجُ حَقَّ الضَّعِیْفَیْنِ: الْیَتِیْمِ وَالْمَرْاَۃِ حَدِیْثٌ حَسَنٌ رَوَاہُ النَّسَائِیُّ بِاِسْنَادٍ جَیِّدٍ.

حضرت ابوشریح خویلد بن عمرو الخزاعی ﷺ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے کہا: اے اللہ! میں نے دو کمزوروں کے حق کا تنگی والا ہونا واضح کر دیا۔ یعنی یتیم اور عورت کا۔ یہ حدیث حسن ہے اس کو نسائی نے جید سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔

ومعنٰی اُحَرِّجُ: اُلْحِقُ الْحَرَجَ وَھُوَ الْاِثْمُ بِمَنْ ضَیَّعَ حَقَّھُمَا، وَاُحَذِّرُ مِنْ ذٰلِكَ تَحْذِیْرًا بَلِیْغًا، وَّاَزْجُرُ عَنْہُ زَجْرًا اَکِیْدًا.

اُحَرِّجُ کا مطلب ہے ان دونوں کے حق ضائع کرنے والے پر بڑے گناہ کا بیان کرتا ہوں اور اس پر خوب ڈانٹتا ہوں اور سختی کرتا ہوں۔

تخریج حدیث: (سنن الکبری للنسائی، باب حق المرأۃ علی زوجھا، ج ۵ص ۳۶۳، رقم: ۹۱۴۹، مسند امام احمد، مسند ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ، ج ۲ص ۴۳۹، رقم: ۹۶۶۴، سنن ابن ماجہ، باب حق الیتیم، ج ۲ص ۱۲۱۳، رقم: ۳۶۷۸، معرفۃ السنن والآثار للبیھقی، باب ما علی القاضی فی الخصوم والشھود، ج ۱۴ص ۲۹۵، رقم: ۶۰۵۱)

شرح حدیث: عورت اسلام سے پہلے

اسلام سے پہلے عورتوں کا حال بہت خراب تھا دنیا میں عورتوں کی کوئی عزت ووقعت ہی نہیں تھی مردوں کی نظر میں اس

سے زیادہ عورتوں کی کوئی حیثیت ہی نہیں تھی کہ وہ مردوں کی نفسانی خواہش پوری کرنے کا ایک کھلونا تھیں عورتیں دن رات مردوں کی قسم قسم کی خدمت کرتی تھیں اور طرح طرح کے کاموں سے یہاں تک کہ دوسروں کی محنت مزدوری کر کے جو کچھ کماتی تھیں وہ بھی مردوں کو دے دیا کرتی تھیں مگر ظالم مرد پھر بھی ان عورتوں کی کوئی قدر نہیں کرتے تھے بلکہ جانوروں کی طرح ان کو مارتے پیٹتے تھے ذرا ذرا سی بات پر عورتوں کے کان ناک وغیرہ اعضاء کاٹ لیا کرتے تھے اور کبھی قتل بھی کر ڈالتے تھے عرب کے لوگ لڑکیوں کو زندہ دفن کر دیا کرتے تھے اور باپ کے مرنے کے بعد اس کے لڑکے جس طرح باپ کی جائیداد اور سامان کے مالک ہو جایا کرتے تھے اسی طرح اپنے باپ کی بیویوں کے مالک بن جایا کرتے تھے اور ان عورتوں کو زبردستی لونڈیاں بنا کر رکھ لیا کرتے تھے عورتوں کو ان کے ماں باپ بھائی بہن یا شوہر کی میراث میں سے کوئی حصہ نہیں ملتا تھا نہ عورتیں کسی چیز کی مالک ہوا کرتی تھیں عرب کے بعض قبیلوں میں یہ ظالمانہ دستور تھا کہ بیوہ ہو جانے کے بعد عورتوں کو گھر سے باہر نکال کر ایک چھوٹے سے تنگ و تاریک جھونپڑے میں ایک سال تک قید میں رکھا جاتا تھا وہ جھونپڑے سے باہر نہیں نکل سکتی تھیں نہ غسل کرتی تھیں نہ کپڑے بدل سکتی تھیں کھانا پانی اور اپنی ساری ضرورتیں اسی جھونپڑے میں پوری کرتی تھیں بہت سی عورتیں تو گھٹ گھٹ کر مر جاتی تھیں اور جو زندہ بچ جاتی تھیں تو ایک سال کے بعد ان کے آنچل میں اونٹ کی مینگنیاں ڈال دی جاتی تھیں اور ان کو مجبور کیا جاتا تھا کہ وہ کسی جانور کے بدن سے اپنے بدن کو رگڑیں پھر سارے شہر کا اسی گندے لباس میں چکر لگائیں اور ادھر ادھر اونٹ کی مینگنیاں پھینکتی ہوئی چلتی رہیں یہ اس بات کا اعلان ہوتا تھا کہ ان عورتوں کی عدت ختم ہوگئی ہے اسی طرح کی دوسری بھی طرح طرح کی خراب اور تکلیف دہ رسمیں تھیں جو غریب عورتوں کے لئے مصیبتوں اور بلاؤں کا پہاڑ بنی ہوئی تھیں اور بے چاری مصیبت کی ماری عورتیں گھٹ گھٹ کر اور رو رو کر اپنی زندگی کے دن گزارتی تھیں ہندوستان میں تو بیوہ عورتوں کے ساتھ ایسے ایسے دردناک ظالمانہ سلوک کئے جاتے تھے کہ جن کو سوچ سوچ کر کلیجہ منہ کو آجاتا ہے ہندو دھرم میں ہر عورت کے لئے فرض تھا کہ وہ زندگی بھر قسم قسم کی خدمتیں کر کے "پتی پوجا" (شوہر کی پوجا) کرتی رہے اور شوہر کی موت کے بعد اس کی "چتا" کی آگ کے شعلوں پر زندہ لیٹ کر "ستی" ہو جائے یعنی شوہر کی لاش کے ساتھ زندہ عورت بھی جل کر راکھ ہو جائے غرض پوری دنیا میں بے رحم اور ظالم مرد عورتوں پر ایسے ایسے ظلم و ستم کے پہاڑ توڑتے تھے کہ ان ظلموں کی داستان سن کر ایک دردمند انسان کے سینے میں رنج و غم سے دل ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتا ہے ان مظلوم اور بیکس عورتوں کی مجبوری و لاچاری کا یہ عالم تھا کہ سماج میں نہ عورتوں کے کوئی حقوق تھے نہ ان کی مظلومیت پر داد و فریاد کے لئے کسی قانون کا کوئی سہارا تھا ہزاروں برس تک یہ ظلم و ستم کی ماری دکھیاری عورتیں اپنی اس بے کسی اور لاچاری پر روتی بلبلاتی اور آنسو بہاتی رہیں مگر دنیا میں کوئی بھی ان عورتوں کے زخموں پر مرہم رکھنے والا اور ان کی مظلومیت کے آنسوؤں کو پونچھنے والا دور دور تک نظر نہیں آتا تھا نہ دنیا میں کوئی بھی ان کے دکھ درد کی فریاد سننے والا تھا نہ کسی کے دل میں ان عورتوں کے لئے بال برابر بھی رحم و کرم کا کوئی جذبہ تھا عورتوں کے اس حال زار پر انسانیت رنج و غم سے بے چین اور بے

قرار تھی مگر اس کے لئے اس کے سوا کوئی چارہ کار نہیں تھا کہ وہ رحمت خداوندی کا انتظار کرے کہ ارحم الراحمین غیب سے کوئی ایسا سامان پیدا فرمادے کہ اچانک ساری دنیا میں ایک انوکھا انقلاب نمودار ہوجائے اور لاچار عورتوں کا سارا دکھ درد دور ہو کران کا بیڑا پار ہوجائے چنانچہ رحمت کا آفتاب جب طلوع ہوگیا تو ساری دنیا نے اچانک یہ محسوس کیا کہ۔

جہاں تاریک تھا، ظلمت کدہ تھا، سخت کالا تھا کوئی پردے سے کیا نکلا کہ گھر گھر میں اجالا تھا

عورت اسلام کے بعد

جب ہمارے رسول رحمت حضرت محمد مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ ؤالہٖ وسلّم خدا کی طرف سے دین اسلام لے کر تشریف لائے تو دنیا بھر کی ستائی ہوئی عورتوں کی قسمت کا ستارہ چمک اٹھا۔ اور اسلام کی بدولت ظالم مردوں کے ظلم وستم سے کچلی اور روندی ہوئی عورتوں کا درجہ اس قدر بلند وبالا ہوگیا کہ عبادات ومعاملات بلکہ زندگی اور موت کے ہر مرحلہ اور ہر موڑ پر عورتیں مردوں کے دوش بدوش کھڑی ہوگئیں اور مردوں کی برابری کے درجہ پر پہنچ گئیں مردوں کی طرح عورتوں کے بھی حقوق مقرر ہوگئے اور ان کے حقوق کی حفاظت کیلئے خداوندی قانون آسمان سے نازل ہوگئے اور ان کے حقوق دلانے کے لئے اسلامی قانون کی ماتحتی میں عدالتیں قائم ہوگئیں عورتوں کو مالکانہ حقوق حاصل ہوگئے چنانچہ عورتیں اپنے مہر کی رقموں، اپنی تجارتوں، اپنی جائدادوں کی مالک بنادی گئیں اور اپنے ماں باپ، بھائی بہن اولاد اور شوہر کی میراثوں کی وارث قرار دی گئیں۔ غرض وہ عورتیں جو مردوں کی جوتیوں سے زیادہ ذلیل وخوار اور انتہائی مجبور ولاچار تھیں وہ مردوں کے دلوں کا سکون اور ان کے گھروں کی ملکہ بن گئیں۔

(273) وَعَنْ مُصْعَبِ بْنِ سَعْدِ بْنِ اَبِیْ وَقَّاصٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا، قَالَ: رَاٰی سَعْدٌ اَنَّ لَہٗ فَضْلًا عَلٰی مَنْ دُوْنَہٗ. فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: ھَلْ تُنْصَرُوْنَ وَتُرْزَقُوْنَ اِلَّا بِضُعَفَائِکُمْ رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ ھٰکَذَا مُرْسَلًا. فَاِنَّ مُصْعَبَ بْنَ سَعْدٍ تَابِعِیٌّ. وَرَوَاہُ الْحَافِظُ اَبُوْ بَکْرٍ الْبَرْقَانِیُّ فِیْ صَحِیْحِہٖ مُتَّصِلًا عَنْ مُّصْعَبٍ، عَنْ اَبِیْہِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ.

حضرت مصعب بن سعد بن ابی وقاص ﷺ سے روایت ہے کہ حضرت سعد نے اپنے آپ کو دوسروں سے فضیلت والا سمجھا تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تم کو مدد اور رزق تمہارے کمزوروں کی وجہ سے عطا کئے جاتے ہیں۔ (بخاری) بخاری میں یہ مرسل روایت ہے کیونکہ مصعب بن سعد تابعی ہیں اور حافظ ابوبکر برقانی نے سند متصل کے ساتھ یہ حدیث اپنی صحیح میں ذکر کی ہے۔ از حضرت مصعب انہوں نے اپنے والد ﷺ سے۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب من استعان بالضعفاء والصالحین فی الحرب، ج ۳ ص ۱۰۶۱، رقم: ۲۷۳۹، مسند امام احمد، مسند سعد بن ابی وقاص، ج ۱ ص ۱۷۳، رقم: ۱۴۹۳، مصنف عبد الرزاق، باب لمن الغنیمة، ج ۵ ص ۳۰۲، رقم: ۹۶۹۱، کتب

الزھد للمعافی بن عمران الموصلی، ص۱۲۰، رقم:۱۲۰)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

حضرت سعد ابن ابی وقاص مالدار بھی تھے اور بڑے سخی بہادر بھی، ایک بار ان کے دل میں خیال آیا کہ میں فلاں فقیر مہاجر صحابی سے افضل ہوں آپ نے منہ سے کچھ نہ کہا تھا تب حضور انور نے یہ فرمایا اللہ تعالٰی نے حضور کو دلوں کے خطرات پر مطلع فرمایا ہے آپ کا یہ خیال بطور شکر ہوگا نہ کہ بطور فخر مگر چونکہ یہ تصور کہ میں بہادری اور سخاوت میں فلاں سے افضل ہوں آپ کی شان کے لائق نہ تھا اس لیے یہ ارشاد ہوا۔

مزید فرماتے ہیں: کہ تمہارے کمزوروں کی وجہ سے یعنی اے سعد تمہاری سخاوت تو دولت سے ہے اور شجاعت طاقت وقوت سے مگر دولت، قوت، فتح فقراء کی برکت سے وہ تم حضرات کے لیے وسیلہ عظمٰی ہیں اس سے توسل ثابت ہوا۔ یہاں مرقات میں فرمایا کہ فقراء مسلمین بندوں کے لیے قطب اور اوطار ہیں جیسے خیمہ میخوں اور قطب چوب سے قائم ہے ایسے ہی دنیا ان لوگوں سے قائم ہے۔ فقراء کی برکت سے بندوں کو رزق ملتا ہے، ان کے طفیل بارشیں ہوتی ہیں، غرضیکہ اللہ تعالٰی کی نعمتیں ملنے کا ذریعہ یہ لوگ ہیں۔ (مرقات) (مرآۃ المناجیح، ج۷، ص۷۶)

فقراء اور ان کی مجالس کو حقیر نہ جانو

پیارے اسلامی بھائی! جو چیز تجھے جنت سے قریب اور جہنم سے دور کردے گی وہ اللہ عزوجل کے بندوں کا احترام ہے،۔۔۔۔۔ بالخصوص نیک و پرہیزگار فقراء کی تعظیم وتکریم کرنا،۔۔۔۔۔ اُنکی قدر و منزلت کو سمجھنا،۔۔۔۔۔ اور اُن سے دوستی ایسی ہو جیسی تم اغنیاء اور مالداروں سے کرتے ہو،۔۔۔۔۔ اگر وہ تیرے پاس کوئی حاجت لے آئیں تو اپنے منصب ومال کے ذریعے ان کی غم گساری کر،۔۔۔۔۔ انہیں حقیر مت جان ہوسکتا ہے کہ وہ تجھ سے بڑھ کر اللہ تعالٰی کے قریب ہوں۔

زاہد نگاہ تنگ سے کسی رند کو نہ دیکھ　　　شاید کہ اس کریم کو تو ہے کہ وہ پسند

اغنیاء سے پہلے جنت میں داخل ہونے والے

حضرت سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے کہ شہنشاہِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ، باعثِ نُزولِ سکینہ، فیض گنجینہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمان جنت نشان ہے: بروزِ قیامت مسلمان فقراء مالداروں سے نصف دن پہلے جنت میں داخل ہوں گے اور وہ نصف دن پانچ سو سال کے برابر ہوگا۔

(جامع الترمذی، کتاب الزھد، باب ماجاء ان فقراء۔۔۔۔۔ الحدیث: ۲۳۵۳۔۵۴، ص۱۸۸۸)

جنت میں فقراء زیادہ ہوں گے

حضرت سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے کہ سردارِ مکہ مکرمہ، سلطانِ مدینہ منورہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ

وآلہ وسلّم کا فرمانِ عالیشان ہے: میں نے جنت کے اندر جھانکا تو اہل جنت میں فقراء (یعنی غریبوں) کو زیادہ دیکھا اور دوزخ کے اندر جھانکا تو اہل دوزخ میں اغنیاء (یعنی مالداروں) اور عورتوں کو زیادہ دیکھا۔

(المسند احمد بن حنبل، مسند عبداللہ بن عمرو بن العاص، الحدیث: ۶۶۲۲، ج ۲، ص ۵۸۲)

حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ سرورِ ذیشان، رحمتِ عالمیان، نبی غیب دان صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم کا فرمانِ غیب نشان ہے: دو مومن جنت کے دروازے پر ملاقات کریں گے، جن میں سے ایک دنیا میں غنی (یعنی مالدار) تھا اور دوسرا فقیر (یعنی غریب)۔ فقیر کو جنت میں داخل کر دیا جائے گا اور غنی کو جب تک اللہ عزوجل چاہے گا روک دیا جائے گا۔ پھر اُسے بھی جنت میں داخل کر دیا جائے گا۔ جب فقیر اس سے ملے گا تو پوچھے گا: اے بھائی! کس چیز نے تجھے (اتنی دیر تک) روک دیا، اللہ عزوجل کی قسم! تجھے اتنی دیر تک روکا گیا حتی کہ میں تیرے بارے میں خوف کرنے لگا۔ غنی جواب دے گا: اے میرے بھائی! تمہارے بعد مجھے انتہائی تکلیف دہ اور ناپسندیدہ رکاوٹ کا سامنا تھا اور تم تک پہنچتے پہنچتے (روکے جانے کے سبب) میرا اتنا پسینہ نکلا کہ اگر اُس کو نمکین اور کڑوی بوٹی چرنے والے ایک ہزار پیاسے اونٹ پینے کے لئے اترتے تو سیراب ہو جاتے۔ (المسند احمد بن حنبل، مسند عبداللہ بن العباس، الحدیث: ۱۷۷۲، ج ۱، ص ۶۵۲)

(274) وَعَنْ اَبِي الدَّرْدَاءِ عُوَيْمِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُوْلُ: اِبْغُوْنِي الضُّعَفَاءَ، فَاِنَّمَا تُنْصَرُوْنَ وَتُرْزَقُوْنَ، بِضُعَفَائِكُمْ رَوَاهُ اَبُوْ دَاوُدَ بِاِسْنَادٍ جَيِّدٍ.

حضرت ابوالدرداء عویمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا کہ نے فرمایا: مجھے کمزوروں میں تلاش کیا کرو کیونکہ تمہیں مدد اور رزق تمہارے کمزوروں کی وجہ سے عطا ہوتے ہیں۔ اس حدیث کو ابوداوٗد نے جید سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد، باب فی الانتعار برذل الخیل والضعفه، ج ۲ ص ۳۳۷، رقم: ۲۵۹۶ سنن الکبری للبیهقی، باب استحباب الخروج بالضعفاء والصبيان والعبيد، ج ۳ ص ۳۴۵، رقم: ۶۱۸۱ سنن الکبری للنسائی، باب الاستنصار بالضعیف، ج ۳ ص ۳۰، رقم: ۴۳۸۸، تحفة الاشراف للمزی، من اسمه جبیر بن نفیر الحضرمی، ج ۸ ص ۲۱۸، رقم: ۱۰۹۲۳)

شرح حدیث: حکیمُ الاُمّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

ضعفاء سے مراد وہ نیک مؤمن ہیں جن میں کبھی شیخی شان نہیں ہوتی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ مجھے ایسے نیک مؤمنوں میں ڈھونڈو میں ان میں ملوں گا۔ ڈھونڈو کا مطلب یہ ہے کہ ان فقراء و مساکین کی خدمت کرو جس سے وہ راضی ہو جائیں ان کی مجلسوں میں حاضر رہو۔ یہاں مرقات نے بحوالہ ابن مالک فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم روحانی توجہ سے تو ہر دم ان مقبولوں کی مجلس میں رہتے ہیں مگر کبھی کبھی جسمًا وصورۃً بھی ان مجلسوں میں تشریف فرما ہوتے ہیں۔ (مرقات) ایسی پاک مجلسوں میں اگر کوئی اجنبی شخص پر نظر پڑے تو اس سے مصافحہ ضرور کرے، ممکن ہے کہ اس گروہ میں کوئی شہسوار ہو۔ حضرت جبریل شکل انسانی میں حضور کی بارگاہ میں آتے تھے، خضر علیہ السلام مختلف انسانی شکلوں میں

لوگوں سے ملاقات کرتے رہتے ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے بعض امتیوں کے جنازہ میں شرکت کرتے ہیں، حضرت ابو ہریرہ اور حضور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب کی پہلی محراب ختم ہونے پر ختم شریف کی مجلس میں شرکت فرمائی۔ چنانچہ فتاویٰ عزیزیہ کے مقدمہ ص ۱۳ میں شاہ عبدالعزیز صاحب کے حالات میں یہ واقعہ بالتفصیل مذکور ہے۔ عبارت یہ ہے نامش پرسیدند گفت ابو ہریرہ کہ نعت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرمودہ بودند امروز ختم قرآن عبدالعزیز است ماخواہیم رفت ومرا درجاء دیگر بکارے فرستادہ بودند ازیں جہت تاخیر واقع شد ایں گفت وغائب شد۔ فتاویٰ عزیزیہ ص ۱۳ عرس بزرگاں، میلاد شریف کی مجلسوں، بزرگان دین کی زیارات میں شرکت کرنے کا مقصد یہ ہی ہوتا ہے کہ شاید یہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قدم بوسی نصیب ہو جائے۔

گدا بن کر میں ڈھونڈوں تم کو گھر گھر　　مرے آقا مجھے چھوڑا ہے کس پر

آخرت میں حضور کے ملنے کے تین مقام ہیں: لب کوثر، میزان، صراط۔ دنیا میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ملنے کی جگہ بزرگوں کی مجلسیں ہیں ان سے دوری اللہ رسول سے دوری ہے۔ مولانا فرماتے ہیں شعر

چوں شدی دور از حضور اولیاء　　ایں چنیں واں دور گشتی از خدا

مزید فرماتے ہیں:

کیونکہ ضعفاء میں قطب اور اوتاد ولی ہوتے ہیں، قطبوں اوتادوں سے دنیا کا نظام قائم ہے اگر یہ رہیں تو دنیا رہے جیسے خیمہ چوب اور طناب میخوں سے قائم ہے اگر یہ نہ رہیں تو خیمہ گر جائے آسمان کا خیمہ ان بزرگوں سے قائم ہے۔

(مرقات) (مرآۃ المناجیح، ج ۷، ص ۷۶)

34- بَابُ الْوَصِيَّةِ بِالنِّسَاءِ
عورتوں کے ساتھ بھلائی کی وصیت

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ) (النساء:19)

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اور ان (عورتوں) کے ساتھ اچھی زندگی بسر کرو۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (وَلَنْ تَسْتَطِيْعُوْا اَنْ تَعْدِلُوْا بَيْنَ النِّسَآءِ وَلَوْ حَرَصْتُمْ فَلَا تَمِيْلُوْا كُلَّ الْمَيْلِ فَتَذَرُوْهَا كَالْمُعَلَّقَةِ وَاِنْ تُصْلِحُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا) (النساء: 129)

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: تم عورتوں کے درمیان انصاف کی طاقت نہیں رکھتے اگرچہ تم یہ چاہو تو ایک ہی طرف مائل ہو کر دوسری کو لٹکتی ہوئی نہ چھوڑ دو اگر تم اصلاح کرو اور تقویٰ اختیار کرو تو یقینا اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

(275) وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اسْتَوْصُوْا

حضرت ابو ہریرہ ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: عورتوں سے بھلائی کا سلوک کرو

بِالنِّسَاءِ خَيْرًا ، فَإِنَّ الْمَرْأَةَ خُلِقَتْ مِنْ ضِلَعٍ، وَّاِنَّ اَعْوَجَ مَا فِي الضِّلَعِ اَعْلَاهُ، فَاِنْ ذَهَبْتَ تُقِيْمُهٗ كَسَرْتَهٗ، وَاِنْ تَرَكْتَهٗ، لَمْ يَزَلْ اَعْوَجَ فَاسْتَوْصُوْا بِالنِّسَاءِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

عورت کی تخلیق پسلی سے ہے اور ان میں سے زیادہ پر والی زیادہ ٹیڑھی ہے اگر تم اس کو سیدھا کرنے لگو گے تو اس کو توڑ دو گے اور اگر چھوڑو گے تو ٹیڑھی رہے گی' پس عورتوں سے بھلائی کے سلوک کرو۔ (متفق علیہ)

وَفِيْ رِوَايَةٍ فِي الصَّحِيْحَيْنِ: اَلْمَرْاَةُ كَالضِّلَعِ اِنْ اَقَمْتَهَا كَسَرْتَهَا، وَاِن اسْتَمْتَعْتَ بِهَا، اسْتَمْتَعْتَ وَفِيْهَا عَوَجٌ۔

صحیحین کی ایک روایت میں ہے کہ عورت پسلی کی طرح ہے اگر اسے سیدھا کرو گے تو توڑ دو گے اور اس سے نفع اٹھانا ہے' تو ٹیڑھ کے ساتھ ہی نفع اٹھاؤ۔

وَفِيْ رِوَايَةٍ لِّمُسْلِمٍ: اِنَّ الْمَرْاَةَ خُلِقَتْ مِنْ ضِلَعٍ، لَنْ تَسْتَقِيْمَ لَكَ عَلٰى طَرِيْقَةٍ، فَاِنِ اسْتَمْتَعْتَ بِهَا اسْتَمْتَعْتَ بِهَا وَفِيْهَا عَوَجٌ وَّاِنْ ذَهَبْتَ تُقِيْمُهَا كَسَرْتَهَا، وَكَسْرُهَا طَلَاقُهَا۔

اور مسلم کی ایک اور روایت میں ہے کہ عورت پسلی سے پیدا ہوئی ہے تیرے لیے ایک طریقہ پر درست نہ ہو گی پس اگر تو اس سے نفع اٹھانا چاہتا ہے' تو ٹیڑھ سمیت اٹھا لو اور اگر اس کو سیدھا کرنے لگے تو توڑ دو گے۔ اس کو توڑنا اس کو طلاق دینا ہے۔

قَوْلُهٗ: عَوَجٌ هُوَ بِفَتْحِ الْعَيْنِ وَالْوَاوِ۔

عوج: عین اور واؤ پر زبر ہے' مطلب اس کا ٹیڑھا پن ہے۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب خلق آدم صلوات علیه وذریته صلصال، ج ۲ص ۱۳۳، رقم: ۳۳۳۱ صحیح مسلم، باب الوصیة بالنساء، ج ۴ص ۱۷۸، رقم: ۳۷۲۰ سنن الکبری للبیهقی، باب حق المرأة علی الرجل، ج ۷ص ۲۹۵، رقم: ۱۵۱۱۹ سنن ابن ماجه، باب حق المرأة علی زوجها، ج ۱ص ۵۹۳، رقم: ۱۸۵۱ مصنف ابن ابی شیبة، باب فی مداراة النساء، ج ۴ص ۱۹۷، رقم: ۱۹۲۷۲)

شرح حدیث: حضرت حواء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی پیدائش

جب حضرت آدم علیہ السلام کو خداوند قدوس نے بہشت میں رہنے کا حکم دیا تو آپ جنت میں تنہائی کی وجہ سے کچھ ملول ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے آپ پر نیند کا غلبہ فرمایا اور آپ گہری نیند سو گئے تو نیند ہی کی حالت میں آپ کی بائیں پسلی سے اللہ تعالیٰ نے حضرت حواء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو پیدا فرما دیا۔

جب آپ نیند سے بیدار ہوئے تو یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ ایک نہایت ہی خوبصورت اور حسین و جمیل عورت آپ کے پاس بیٹھی ہوئی ہے۔ آپ نے ان سے فرمایا کہ تم کون ہو؟ اور کس لئے یہاں آئی ہو؟ تو حضرت حواء رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جواب دیا کہ میں آپ کی بیوی ہوں اور اللہ تعالیٰ نے مجھے اس لئے پیدا فرمایا ہے تاکہ آپ کو مجھ سے اُنس اور سکون قلب حاصل ہو۔ اور مجھے آپ سے اُنسیت اور تسکین ملے اور ہم دونوں ایک دوسرے سے مل کر خوش رہیں اور پیار و محبت کے

ساتھ زندگی بسر کریں اور خداوندِ قدوس عزوجل کی نعمتوں کا شکرادا کرتے رہیں۔

(تفسیر روح المعانی، ج۱،ص۳۱۶، پ۱، البقرۃ:۳۵)

ٹیڑھی پسلی

منقول ہے کہ حضرت سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علی نبینا و علیہ الصلوٰۃ و السلام نے اللہ عزوجل کی بارگاہ میں حضرت سیدتنا سارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے خُلق کی شکایت کی، اللہ عزوجل نے ان کی طرف وحی فرمائی: مَیں نے عورت کو ٹیڑھی پسلی سے پیدا کیا ہے اور وہ یوں کہ عورت یعنی حوا (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کو (حضرت) آدم (علیہ السلام) کی ٹیڑھی بائیں پسلی سے پیدا کیا گیا اور ٹیڑھی پسلی کو اگر تم سیدھا کرنا چاہو گے تو توڑ ڈالو گے۔ لہٰذا اسے برداشت کرو اور وہ جیسی بھی ہو اس کے ساتھ گزارہ کرو، ہاں! اگر دین میں کمی دیکھو تو ضرور پورا کرو۔

(قُرَّۃُ الْعُیُوْنِ وَمُفَرِّحُ الْقَلْبِ الْمَحْزُوْن مؤلف فقیہ ابواللیث نصر بن محمد سمرقندی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ صفحہ ۸۵۔۸۶)

میرے شیخِ طریقت، امیرِ اہلسنّت، بانیِ دعوتِ اسلامی حضرت علامہ مولانا محمد الیاس عطار قادری دامت برکاتہم العالیہ اپنی کتاب پردے کے بارے میں سوال جواب میں لکھتے ہیں:

حُضُورِ اکرم، نُورِ مُجَسَّم، شاہِ بنی آدم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلَّم نے فرمایا: تم میں اچھے لوگ وہ ہیں جو عورتوں سے اچھی طرح پیش آئیں۔ (سُنَنِ ابن ماجہ ج ۲ ص ۴۷۸ حدیث ۱۹۷۸) مرد اپنی عورت کو نیکی کی دعوت دیتا، اِس کو ضروری مسائل سکھاتا رہے، اس کے کھانے پینے کا لحاظ رکھے اور اگر کبھی کوئی خلافِ مزاج بات ہو جائے تو درگزر سے کام لے یہ نہ ہو کہ مار پٹائی پر اتر آئے کہ اس طرح ضد پیدا ہو جاتی ہے اور سُلجھی ہوئی بات اُلجھ جاتی ہے۔ دو فرامینِ مصطفےٰ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلَّم ملاحظہ ہوں: (1) عورت پسلی سے پیدا کی گئی وہ تیرے لئے کبھی سیدھی نہیں ہو سکتی اگر تو اسے برتنا چاہے تو اسی حالت میں برت سکتا ہے اور سیدھا کرنا چاہے گا تو توڑ دے گا اور توڑنا طَلاق دینا ہے۔ (صَحیح مُسلم ص ۷۷۵ حدیث ۱۴۶۸)

(2) مسلمان مرد (اپنی) عورتِ مومِنہ کو مَبْغُوض نہ رکھے (یعنی اِس سے نفرت و بغض نہ رکھے) اگر اس کی ایک عادت بُری معلوم ہوتی ہے، دوسری پسند ہو گی (ایضاً حدیث ۱۴۶۹) مطلب یہ ہے کہ اگر بیوی کی کوئی ایک آدھ عادت خراب محسوس ہوتی ہے تو بعض خصلتیں اچھی بھی لگتی ہوں گی لہٰذا اُس کی اچھائیوں پر نظر کرے اور خامیوں کی مناسب طریقے سے اصلاح کی کوشش جاری رکھے۔

نمک زیادہ ڈال دیا

اپنی زوجہ کے خلافِ مزاج حرکت پر صبر کرنے والے ایک خوش نصیب شخص کی ایمان افروز حکایت پڑھئے اور جھومئے، دعوتِ اسلامی کے اشاعتی ادارے مکتبۃ المدینہ کی مطبوعہ 472 صَفحات پر مشتمل کتاب، بیاناتِ عطاریہ حصہ دُوُم کے صَفْحہ 164 پر ہے: ایک آدمی کی بیوی نے کھانے میں نمک زیادہ ڈال دیا۔ اسے غُصّہ تو بہُت آیا مگر یہ سوچتے ہوئے

وہ غصے کو پی گیا کہ میں بھی تو خطائیں کرتا رہتا ہوں اگر آج میں نے بیوی کی خطا پر سختی سے گرفت کی تو کہیں ایسا نہ ہو کہ کل بروزِ قیامت اللہ عَزَّ وَجَلَّ بھی میری خطاؤں پر گرفت فرمالے۔ چُنانچہ اُس نے دل ہی دل میں اپنی زَوجہ کی خطا مُعاف کردی۔ اِنتِقال کے بعد اس کو کسی نے خواب میں دیکھ کر پوچھا: اللہ عَزَّ وَجَلَّ نے آپ کے ساتھ کیا مُعامَلہ فرمایا؟ اُس نے جواب دیا کہ گناہوں کی کثرت کے سبب عذاب ہونے ہی والا تھا کہ اللہ عَزَّ وَجَلَّ نے فرمایا: میری بندی نے سالن میں نمک زیادہ ڈال دیا تھا اور تم نے اُس کی خطا مُعاف کر دی تھی، جاؤ میں بھی اُس کے صِلے میں تم کو آج مُعاف کرتا ہوں۔

اللہ کی رحمت سے تو جنّت ہی ملے گی — اے کاش! محلّے میں جگہ اُن کے ملی ہو

(پردے کے بارے میں سوال جواب صفحہ ۱۲۰)

(276) وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ زَمْعَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ، وَذَكَرَ النَّاقَةَ وَالَّذِيْ عَقَرَهَا، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: (اذ انْبَعَثَ اَشْقَاهَا) انْبَعَثَ لَهَا رَجُلٌ عَزِيْزٌ، عَارِمٌ مَّنِيْعٌ فِيْ رَهْطِهِ، ثُمَّ ذَكَرَ النِّسَآءَ، فَوَعَظَ فِيْهِنَّ، فَقَالَ: يَعْمِدُ اَحَدُكُمْ فَيَجْلِدُ امْرَاَتَهُ جَلْدَ الْعَبْدِ فَلَعَلَّهُ يُضَاجِعُهَا مِنْ اٰخِرِ يَوْمِهِ ثُمَّ وَعَظَهُمْ فِيْ ضَحِكِهِمْ مِنَ الضَّرْطَةِ، وَقَالَ: لِمَ يَضْحَكُ اَحَدُكُمْ مِمَّا يَفْعَلُ؟! مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت عبداللہ بن زمعہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو خطبہ دیتے ہوئے سنا۔ آپ نے خاص ڈاچی اور اس کو شہید کرنے والے کا ذکر کیا' پس رسول اللہ ﷺ نے آیت اذا انبعث اشقاھا تلاوت کی پھر فرمایا جب ان میں سے بظاہر معزز' شرارتی اور اپنے خاندان کا باوقار شخص اٹھا' پھر رسول اللہ ﷺ نے عورتوں کا ذکر کیا اور ان کے حقوق کے متعلق نصیحتیں کی۔ تو فرمایا تم میں سے کوئی اپنی بیوی کا ارادہ کرتا ہے اس کو یوں مارتا ہے جیسے زرخرید غلام کو مارتا ہے کہ پھر دن کے پچھلے پہر اس سے جماع کرتا ہے پھر آپ ﷺ نے لوگوں کو آواز سے ہوا خارج ہونے پر مذاق کرنے سے منع فرمایا اور فرمایا تم کیوں ہنستے ہو جب تم میں سے کوئی ایسا کرتا ہے۔ (متفق علیہ)

وَالْعَارِمُ بِالْعَيْنِ الْمُهْمَلَةِ وَالرَّاءِ: هُوَ الشِّرِّيْرُ الْمُفْسِدُ، وَقَوْلُهُ: انْبَعَثَ، اَيْ: قَامَ بِسُرْعَةٍ.

عارم: عین اور واؤ مہملہ کے ساتھ اس کا مطلب ہے شرارتی فسادی' انبعث: یعنی تیزی سے اٹھا۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری' سورة الشمس و ضحاها' ج ۴ص ۱۸۸۸' رقم: ۴۶۵۸ (دار ابن کثیر یمامه' بیروت)' صحیح مسلم' باب النار یدخلها الجبارون والجنة خلها الضعفاء' ج ۸ص ۱۵۴' رقم: ۷۳۷۰' صحیح ابن حبان' باب المزاح والضحك' ج ۱۳ص ۱۱۰' رقم: ۵۷۹۳' الاحاد والمثانی' ومن ذکر عبدالله بن زمعة بن المطلب بن اسد' ج ۱ص ۴۰۹' رقم: ۶۰۵' سنن ترمذی' باب ومن

سورۃ الشمس وضحاھا، ج ۴ص ۲۴۰، رقم: ۳۳۴۳)

شرح حدیث: حکیم الاُمّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں

سختی و بے دردی کے ساتھ نہ مارے، اس میں اشارۃً فرمایا جارہا ہے کہ اصلاح کے لیے بیوی کو قدرے مار سکتے ہیں، رب تعالیٰ فرماتا ہے: اِضْرِبُوْھُنَّ کیونکہ خاوند بیوی کا حاکم ہے، حاکم اپنے محکوم کی اصلاح مار سے بھی کرسکتا ہے، استاذ شاگرد کو، باپ بیٹے کو مارسکتا ہے۔

مزید فرماتے ہیں:

یعنی چونکہ آخر اس عورت سے صحبت ومحبت بھی کرتا ہے لہذا اسے غلاموں کی طرح نہ مارو پیٹو، ماتعجب ہے کہ اب تو تم اسے اسی طرح مارو اور پھر عنقریب گلے بھی لگاؤ گے، بزرگ فرماتے ہیں ایک آنکھ لڑنے کی رکھو دوسری ملنے کی۔ بعض لوگوں نے کہا کہ یہ حدیث منسوخ ہے بعد میں بیویوں کو مارنے پیٹنے کی اجازت دے دی گئی مگر یہ غلط ہے سخت مار سے ممانعت ہے نرم مار کی اجازت۔ (مرقات)

ہنسنے سے متعلق فرماتے ہیں:

سبحان اللہ! کیسا پیارا قاعدہ بیان فرمایا کہ جو کام خود بھی کرتے ہو اس کام کی بنا پر دوسروں پر کیوں ہنستے ہو۔ شعر

اوی کل انسان یری عیب غیرہ ویعمی عن العیب الذی ھو فیہ

حضرت حاتم اصم بہرے نہ تھے ایک بار آپ کی بیوی کی ہوا آواز سے نکل گئی تو آپ نے فرمایا زور سے بات کرو میں اونچا سنتا ہوں تاکہ اسے خجالت نہ ہو، پھر آخر تک بہرے ہی بنے رہے۔ (مرقات) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آواز سے گوز (ہوا) نہ نکالے، لیکن اگر کسی کی ہوا آواز سے نکل جائے تو اس پر نہ ہنسے نہ مذاق کرے کہ اس میں مسلمان کو شرمندہ کرنا ہے۔ (مرآۃ المناجیح، ج۵، ص ۱۶۳)

بیوی کو کب مار سکتا ہے؟

عورت کو بلا کسی بڑے قصور کے کبھی ہرگز ہرگز نہ مارے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلّم نے فرمایا کہ کوئی شخص عورت کو اس طرح نہ مارے جس طرح اپنے غلام کو مارا کرتا ہے پھر دوسرے وقت اس سے صحبت بھی کرے۔

(صحیح البخاری، کتاب النکاح۔ ۹۴۔ باب ما یکرہ من ضرب النساء، رقم ۵۲۰۴، ج۳، ص ۴۶۵)

ہاں البتہ اگر عورت کوئی بڑا قصور کر بیٹھے تو بدلہ لینے یا دکھ دینے کے لئے نہیں بلکہ عورت کی اصلاح اور تنبیہ کی نیت سے شوہر اس کو مار سکتا ہے مگر مارنے میں اس کا پوری طرح دھیان رہے کہ اس کو شدید چوٹ یا زخم نہ پہنچے۔

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے کہ شوہر اپنی بیوی کو چار باتوں پر سزا دے سکتا ہے اور وہ چار باتیں یہ ہیں۔

(۱) شوہر اپنی بیوی کو بناؤ سنگھار اور صفائی ستھرائی کا حکم دے لیکن پھر بھی وہ پھوہڑ اور میلی کچیلی بنی رہے۔

(۲) شوہر صحبت کرنے کی خواہش کرے اور بیوی بلا کسی عذر شرعی منع کرے۔

(۳) عورت حیض اور جنابت سے غسل نہ کرتی ہو۔

(۴) بلا وجہ نماز ترک کرتی ہو۔ (الفتاوی القاضی خان، کتاب النکاح، فصل فی حقوق الزوجیۃ، ج ۱، ص ۲۰۳)

ان چاروں صورتوں میں شوہر کو چاہے کہ پہلے بیوی کو سمجھائے اگر مان جائے تو بہتر ہے ورنہ ڈرائے دھمکائے۔ اگر اس پر بھی نہ مانے تو اس شرط کے ساتھ مارنے کی اجازت ہے کہ منہ پر نہ مارے۔ اور ایسی سخت مار نہ مارے کہ ہڈی ٹوٹ جائے یا بدن پر زخم ہو جائے۔

میاں بیوی کی خوشگوار زندگی بسر ہونے کے لئے جس طرح عورتوں کو مردوں کے جذبات کا لحاظ رکھنا ضروری ہے اسی طرح مردوں کو بھی لازم ہے کہ عورتوں کے جذبات کا خیال رکھیں ورنہ جس طرح مرد کی ناراضگی سے عورت کی زندگی جہنم بن جاتی ہے اس طرح عورت کی ناراضگی بھی مردوں کے لئے وبال جان بن جاتی ہے۔ اس لئے مرد کو لازم ہے کہ عورت کی سیرت وصورت پر طعنہ نہ مارے اور عورت کے میکا والوں پر بھی طعنہ زنی اور نکتہ چینی نہ کرے۔ نہ عورت کے ماں باپ اور عزیز واقارب کو عورت کے سامنے برا بھلا کہے کیونکہ ان باتوں سے عورت کے دل میں مرد کی طرف سے نفرت کا جذبہ پیدا ہو جاتا ہے جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ میاں بیوی کے درمیان ناچاقی پیدا ہو جاتی ہے اور پھر دونوں کی زندگی دن رات کی جلن اور گھٹن سے تلخ بلکہ عذاب جان بن جاتی ہے۔ (جنتی زیور صفحہ ۷۱۔ ۷۲)

(277) وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا يَفْرَكْ مُؤْمِنٌ مُّؤْمِنَةً اِنْ كَرِهَ مِنْهَا خُلُقًا رَّضِيَ مِنْهَا اٰخَرَ، اَوْ قَالَ: غَيْرَهُ رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ایمان دار مرد ایمان دار عورت سے بغض نہ رکھے اگر اس کو اس کی کوئی بات ناپسند ہے تو دوسری پسند ہوگی یا آپ نے فرمایا: اس کے علاوہ۔ (مسلم)

وَقَوْلُهُ: يَفْرَكْ هُوَ بِفَتْحِ الْيَاءِ وَاِسْكَانِ الْفَاءِ وَفَتْحِ الرَّاءِ مَعْنَاهُ: يُبْغِضُ، يُقَالُ: فَرِكَتِ الْمَرْاَةُ زَوْجَهَا، وَفَرِكَهَا زَوْجُهَا، بِكَسْرِ الراء يَفْرَكُهَا بِفَتْحِهَا: اَيْ اَبْغَضَهَا، وَاللّٰهُ اَعْلَمُ.

يَفْرَكْ: یا پر زبر اور فا ساکن اور را مفتوح کے ساتھ اس کا مطلب ہے۔ بغض رکھتا ہے عربی محاورہ ہے فَرِكَتِ الْمَرْاَةُ زَوْجَهَا کہ عورت نے شوہر سے بغض رکھا وَفَرِكَهَا زَوْجُهَا: را پر زیر کے ساتھ اور زبر کے ساتھ۔ اس کا مطلب ہے شوہر نے بیوی سے بغض رکھا۔ اور اللہ ہی زیادہ علم والا ہے۔

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب الوصیۃ بالنساء، ج ۲ ص ۱۷۸، رقم: ۳۷۲۱ سنن الکبرٰی للبیہقی، باب حق المرأۃ علی

الرجل، ج ۷،ص ۲۹۵ ، رقم: ۱۳۵۰۴ مسند ابی یعلیٰ، مسند شهر بن حوشب عن ابی هريرة، ج ۱۱ص ۳۰۴ ، رقم: ۶۴۱۹ مسند امام احمد بن حنبل، مسند ابی هريرة رضی الله عنه ، ج ۳ ص ۳۲۹ ، رقم: ۸۳۴۵ اطراف المسند المعتلیٰ لابن حجر، من اسمه عمر بن الحكم الانصاری، ج ۷،ص ۴۲۷، رقم: ۱۰۱۰۰ (دار ابن كثير بيروت)

شرح حدیث: حکیمُ الْاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں

سبحان اللہ! کیسی نفیس تعلیم، مقصد یہ ہے کہ بے عیب بیوی ملنا ناممکن ہے، لہذا اگر بیوی میں دو ایک برائیاں بھی ہوں تو اسے برداشت کرو کہ کچھ خوبیاں بھی پاؤ گے۔ یہاں مرقات نے فرمایا کہ جو شخص بے عیب ساتھی کی تلاش میں رہے گا وہ دنیا میں اکیلا ہی رہ جائے گا، ہم خود ہزار ہا برائیوں کا چشمہ ہیں، ہر دوست عزیز کی برائیوں سے درگزر کرو، اچھائیوں پر نظر رکھو، ہاں اصلاح کی کوشش کرو، بے عیب تو رسول اللہ ہیں۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۶، ص ۶۳)

بہترین شوہر وہ ہے!

(۱) جو اپنی بیوی کے ساتھ نرمی، خوش خلقی اور حسن سلوک کے ساتھ پیش آئے!

(۲) جو اپنی بیوی کے حقوق کو ادا کرنے میں کسی قسم کی غفلت اور کوتاہی نہ کرے!

(۳) جو اپنی بیوی کا اس طرح ہو کر رہے کہ کسی اجنبی عورت پر نگاہ نہ ڈالے۔

(۴) جو اپنی بیوی کو اپنے عیش و آرام میں برابر کا شریک سمجھے۔

(۵) جو اپنی بیوی پر کبھی ظلم اور کسی قسم کی بے جا زیادتی نہ کرے۔

(۶) جو اپنی بیوی کے تند مزاجی اور بد اخلاقی پر صبر کرے۔

(۷) جو اپنی بیوی کی خوبیوں پر نظر رکھے اور معمولی غلطیوں کو نظر انداز کرے۔

(۸) جو اپنی بیوی کی مصیبتوں، بیماریوں اور رنج و غم میں دل جوئی، تیمارداری اور وفاداری کا ثبوت دے۔

(۹) جو اپنی بیوی کو پردہ میں رکھ کر عزت و آبرو کی حفاظت کرے۔

(۱۰) جو اپنی بیوی کو دینداری کی تاکید کرتا رہے اور شریعت کی راہ پر چلائے۔

(۱۱) جو اپنی بیوی اور اہل و عیال کو کما کما کر رزق حلال کھلائے۔

(۱۲) جو اپنی بیوی کے مَیکا والوں اور اسکی سہیلیوں کے ساتھ بھی اچھا سلوک کرے۔

(۱۳) جو اپنی بیوی کو ذلت و رسوائی سے بچائے رکھے۔

(۱۴) جو اپنی بیوی کے اخراجات میں بخیلی اور کنجوسی نہ کرے۔

(۱۵) جو اپنی بیوی پر اسطرح کنٹرول رکھے کہ وہ کسی برائی کی طرف رخ بھی نہ کر سکے۔ (جنتی زیور صفحہ ۸۵)

(278) وَعَنْ عَمْرِو بْنِ الْاَحْوَصِ الْجُشَمِيِّ حضرت عمرو بن احوص جشمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے

رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ: اَنَّہٗ سَمِعَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ حَجَّۃِ الْوَدَاعِ یَقُوْلُ بَعْدَ اَنْ حَمِدَ اللّٰہَ تَعَالٰی، وَاَثْنٰی عَلَیْہِ وَذَکَّرَ وَوَعَظَ. ثُمَّ قَالَ: اَلَا وَاسْتَوْصُوْا بِالنِّسَاءِ خَیْرًا، فَاِنَّمَا ھُنَّ عَوَانٍ عِنْدَکُمْ لَیْسَ تَمْلِکُوْنَ مِنْھُنَّ شَیْئًا غَیْرَ ذٰلِكَ اِلاَّ اَنْ یَّاْتِیْنَ بِفَاحِشَۃٍ مُّبَیِّنَۃٍ، فَاِنْ فَعَلْنَ فَاھْجُرُوْھُنَّ فِی الْمَضَاجِعِ، وَاضْرِبُوْھُنَّ ضَرْبًا غَیْرَ مُبَرِّحٍ. فَاِنْ اَطَعْنَکُمْ فَلَا تَبْغُوا عَلَیْھِنَّ سَبِیْلًا ؛ اَلَا اِنَّ لَکُمْ عَلٰی نِسَآئِکُمْ حَقًّا، وَّلِنِسَآئِکُمْ عَلَیْکُمْ حَقًّا ؛ فَحَقُّکُمْ عَلَیْھِنَّ اَنْ لاَّ یُوْطِئْنَ فُرُشَکُمْ مَنْ تَکْرَھُوْنَ، وَلَا یَاْذَنَّ فِیْ بُیُوْتِکُمْ لِمَنْ تَکْرَھُوْنَ ؛ اَلَا وَحَقُّھُنَّ عَلَیْکُمْ اَنْ تُحْسِنُوْا اِلَیْھِنَّ فِیْ کِسْوَتِھِنَّ وَطَعَامِھِنَّ رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ، وَقَالَ: حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ۔

کہ انہوں نے حجۃ الوداع میں نبی اکرم ﷺ کو خطبہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا: آپ نے اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا بیان کی اور وعظ ونصیحت کیا اور فرمایا: سنو عورتوں سے اچھا سلوک کرنا وہ تمہارے پاس قیدی کی طرح ہیں تم اس (خاص شئی) کے سوا کسی چیز کے مالک نہیں ہاں اگر وہ کھلی بے حیائی کریں (تو سزا کی مستحق ہوسکتی ہیں) سو اگر وہ اس کا ارتکاب کریں تو ان کو بستروں سے الگ کردو (اگر یہ تدبیر غیر مؤثر ہو تو) ان کو اس طرح مارو کہ وہ مار حسن یا جسم میں عیب کا سبب نہ بنے پھر اگر وہ تمہاری اطاعت کریں تو ان پر اعتراض کا راستہ تلاش نہ کرو خبردار تمہارا تمہاری بیویوں پر حق ہے اور تمہاری بیویوں کا تم پر حق ہے ان پر تمہارا حق یہ ہے۔ کہ تمہارے بستر پر تمہارے ناپسندیدہ لوگوں کو نہ بیٹھنے دیں اور نہ ان کو گھر میں آنے دیں خبردار اور عورتوں کا حق تم پر یہ ہے کہ تم ان کی طرف کپڑے اور کھانے کے سلسلے میں بھلائی کرو۔ امام ترمذی نے اس حدیث کو روایت کیا اور کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

قَوْلُہٗ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: عَوَانٍ اَیْ: اَسِیْرَاتٌ جَمْعُ عَانِیَۃٍ، بِالْعَیْنِ الْمُھْمَلَۃِ، وَھِیَ الْاَسِیْرَۃُ، وَالْعَانِیْ: الْاَسِیْرُ. شَبَّہَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الْمَرْاَۃَ فِیْ دُخُوْلِھَا تَحْتَ حُکْمِ الزَّوْجِ بِالْاَسِیْرِ وَالضَّرْبُ الْمُبَرِّحُ : ھُوَ الشَّاقُّ الشَّدِیْدُ وَقَوْلُہٗ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: فَلَا تَبْغُوْا عَلَیْھِنَّ سَبِیْلًا اَیْ: لَا تَطْلُبُوْا طَرِیْقًا تَحْتَجُّوْنَ بِہٖ عَلَیْھِنَّ وَتُؤْذُوْنَھُنَّ بِہٖ، وَاللّٰہُ اَعْلَمُ۔

اور آپ ﷺ کے فرمان ''عون'' کا مطلب ہے قیدی عورتیں اس کی جمع عانیہ ہے۔ عین مہملہ کے ساتھ اور ''عانی'' قیدی کو کہتے ہیں۔ خاوند کے ماتحت ہونے میں رسول اللہ ﷺ نے عورت کو قیدی سے تشبیہ دی۔ الضرب المبرح: سخت تکلیف دہ مار' اور آپ ﷺ کا ارشاد: لاتبغوا علیھن سبیلا: ان پر بہانوں سے اعتراض کا راستہ تلاش نہ کرو یعنی ایسے طریقے جن کے ساتھ تم ان کو تنگ کرو اور تکلیف دو۔ اور اللہ ہی زیادہ علم

والا ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ما جاء فی حق المرأۃ علی زوجھا، ج ۳ص۴۶۷، رقم: ۱۱۶۳سنن ابن ماجہ، باب حق المرأۃ علی زوجھا، ج ۱ص۵۹۴، رقم: ۱۸۵۱جامع الاصول لابن اثیر، الفرع الثانی فی حق المرأۃ علی زوج ج ۶ص۵۰۴، رقم: ۴۷۱۸مسند ابن ابی شیبۃ، حدیث عمرو بن الاحوص، ص۴۷۱، رقم: ۵۶۲معرفۃ الصحابۃ لابی نعیم، ج ۱۶ص۲۱۶، رقم: ۴۴۸۸)

شرح حدیث: شوہر کے حقوق

اللہ تعالیٰ نے شوہروں کو بیویوں پر حاکم بنایا ہے اور بہت بڑی بزرگی دی ہے اس لئے ہر عورت پر فرض ہے کہ وہ اپنے شوہر کا حکم مانے اور خوشی خوشی اپنے شوہر کے ہر حکم کی تابعداری کرے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے شوہر کا بہت بڑا حق بنایا ہے یاد رکھو کہ اپنے شوہر کو راضی وخوش رکھنا بہت بڑی عبادت ہے اور شوہر کو ناخوش اور ناراض رکھنا بہت بڑا گناہ ہے۔رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہٖ وسلّم نے فرمایا کہ اگر میں خدا کے سوا کسی دوسرے کے لئے سجدہ کرنے کا حکم دیتا تو میں عورتوں کو حکم دیتا کو وہ اپنے شوہروں کو سجدہ کیا کریں۔(جامع الترمذی، کتاب الرضاع (۱۰) باب ماجاء فی حق الزوج علی المرأۃ، رقم ۱۱۶۲، ج ۲، ص ۳۸۶)

اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہٖ وسلّم نے یہ بھی فرمایا ہے کہ جس عورت کی موت ایسی حالت میں آئے کہ مرتے وقت اس کا شوہر اس سے خوش ہو وہ عورت جنت میں جائے گی۔

(سنن ابن ماجہ، کتاب النکاح، ۴۴۔باب حق الزوج علی المرأۃ، رقم ۱۸۵۴، ج ۲، ص ۴۱۲)

اور یہ بھی فرمایا کہ جب کوئی مرد اپنی بیوی کو کسی کام کے لئے بلائے تو وہ عورت اگرچہ چولھے کے پاس بیٹھی ہو اس کو لازم ہے کہ وہ اٹھ کر شوہر کے پاس چلی آئے۔

(جامع الترمذی، کتاب الرضاع، باب ماجاء فی حق الزوج علی المرأۃ (ت:۱۰) رقم ۱۱۶۳، ج ۲، ص ۳۸۶)

حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ عورت چاہے کتنے بھی ضروری کام میں مشغول ہو مگر شوہر کے بلانے پر سب کاموں کو چھوڑ کر شوہر کی خدمت میں حاضر ہو جائے۔

اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہٖ وسلّم نے عورتوں کو یہ بھی حکم دیا کہ اگر شوہر اپنی عورت کو یہ حکم دے کہ پیلے رنگ کے پہاڑ کو کالے رنگ کا بنادے اور کالے رنگ کے پہاڑ کو سفید بنادے تو عورت کو اپنے شوہر کا یہ حکم بھی بجالانا چاہے۔

(سنن ابن ماجہ، کتاب النکاح، ۴/۴۔باب حق الزوج علی المرأۃ، رقم ۱۸۵۲، ج ۲، ص ۴۱۱)

حدیث کا مطلب یہ ہے کہ مشکل سے مشکل اور دشوار سے دشوار کام کا بھی اگر شوہر حکم دے تو جب بھی عورت کو شوہر کی نافرمانی نہیں کرنی چاہے بلکہ اس کے ہر حکم کی فرماں برداری کے لئے اپنی طاقت بھر کمر بستہ رہنا چاہے اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہٖ وسلّم کا یہ بھی فرمان ہے کہ شوہر بیوی کو اپنے بچھونے پر بلائے اور عورت آنے سے انکار کردے اور اس کا شوہر اس بات سے ناراض ہو کر سو رہے تو رات بھر خدا کے فرشتے اس عورت پر لعنت کرتے رہتے ہیں۔

(صحیح مسلم، کتاب النکاح، باب تحریم امتناعھا من فراش زوجھا، رقم ۱۴۳۶، ص ۷۵۳)

پیاری بہنو! ان حدیثوں سے سبق ملتا ہے کہ شوہر کا بہت بڑا حق ہے اور ہر عورت پر اپنے شوہر کا حق ادا کرنا فرض ہے شوہر کے حقوق بہت زیادہ ہیں ان میں سے نیچے لکھے ہوئے چند حقوق بہت زیادہ قابل لحاظ ہیں۔

۱۔ عورت بغیر اپنے شوہر کی اجازت کے گھر سے باہر کہیں نہ جائے نہ اپنے رشتہ داروں کے گھر نہ کسی دوسرے کے گھر۔

۲۔ شوہر کی غیر موجودگی میں عورت پر فرض ہے کہ شوہر کے مکان اور مال وسامان کی حفاظت کرے اور بغیر شوہر کی اجازت کسی کو بھی نہ مکان میں آنے دے نہ شوہر کی چھوٹی بڑی چیز کسی کو دے۔

۳۔ شوہر کا مکان اور مال وسامان یہ سب شوہر کی امانتیں ہیں اور بیوی ان سب چیزوں کی امین ہے اگر عورت نے اپنے شوہر کی کسی چیز کو جان بوجھ کر برباد کر دیا تو عورت پر امانت میں خیانت کرنے کا گناہ لازم ہوگا اور اس پر خدا کا بہت بڑا عذاب ہوگا۔

۴۔ عورت ہرگز ہرگز کوئی ایسا کام نہ کرے جو شوہر کو ناپسند ہو۔

۵۔ بچوں کی نگہداشت ان کی تربیت اور پرورش خصوصاً شوہر کی غیر موجودگی میں عورت کے لئے بہت بڑا فریضہ ہے۔

۶۔ عورت کو لازم ہے کہ مکان اور اپنے بدن اور کپڑوں کی صفائی ستھرائی کا خاص طور پر دھیان رکھے۔ پھوہڑ میلی کچیلی نہ بنی رہے بلکہ بناؤ سنگھار سے رہا کرے تاکہ شوہر اس کو دیکھ کر خوش ہو جائے۔ حدیث شریف میں ہے کہ بہترین عورت وہ ہے کہ جب شوہر اس کی طرف دیکھے تو وہ اپنے بناؤ سنگھار اور اپنی اداؤں سے شوہر کا دل خوش کر دے اور اگر شوہر کسی بات کی قسم کھا جائے تو وہ اس قسم کو پوری کر دے اور اگر شوہر غائب رہے تو وہ اپنی ذات اور شوہر کے مال میں حفاظت اور خیر خواہی کا کردار ادا کرتی رہے۔ (سنن ابن ماجہ، کتاب النکاح، باب فضل النساء، رقم ۱۸۵۷، ج ۲، ص ۴۱۴)

(جنتی زیور صفحہ ۵۰)

(279) وَعَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ حَيْدَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، مَا حَقُّ زَوْجَةِ اَحَدِنَا عَلَيْهِ؟ قَالَ: اَنْ تُطْعِمَهَا اِذَا طَعِمْتَ، وَتَكْسُوْهَا اِذَا اكْتَسَيْتَ، وَلَا تَضْرِبِ الْوَجْهَ، وَلَا تُقَبِّحْ، وَلَا تَهْجُرْ اِلَّا فِي الْبَيْتِ حَدِيْثٌ حسنٌ رَوَاهُ اَبُوْ دَاوُدَ

حضرت معاویہ بن حیدہ ﷺ سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! ہم میں سے کسی کی بیوی کا ہم پر کیا حق ہے آپ نے فرمایا یہ حق ہے کہ جو تم کھاؤ اس کو کھلاؤ اور جو تم پہنو تو اس کو پہناؤ۔ اس کے چہرے پر نہ مارو اس کو برا نہ کہو اس سے علیحدگی اختیار نہ کرو مگر گھر کے اندر یہ حدیث حسن ہے، اسے ابوداؤد نے روایت کیا ہے۔

وَقَالَ: معنیٰ لا تُقَبِّحِ اَیْ: لَا تَقُلْ: قَبَّحَكِ اللّٰهُ۔ لاتقبح: کامعنی ہے کہ اس کو یہ نہ کہو کہ اللہ نے تجھ کو بدصورت بنایا ہے یا یہ نہ کہو کہ اللہ تجھ کو بدصورت بنادے۔

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد، باب فی حق المرأة علی زوجها، ج ۲ص۲۱۰، رقم: ۲۱۴۲ سنن الکبری للبیهقی، باب لا یضرب الوجه ولا یقبح ولا یهجر، ج ۷ص۳۰۵، رقم: ۱۵۱۷۶ جامع الاصول لابن اثیر، الفرع الثانی فی حق المرأة علی زوج ج ۶ص۵۰۵، رقم: ۴۷۱۴ سنن الکبری للنسائی، باب تحریم ضرب الوجه فی الادب، ج ۵ص۳۷۳، رقم: ۹۱۷۱ مسند امام احمد بن حنبل، حدیث حکیم بن معاویه، ج ۷ص۲۳۶، رقم: ۲۰۰۲۵)

شرح حدیث: بیوی کے حقوق

اللہ تعالیٰ نے جس طرح مردوں کے کچھ حقوق عورتوں پر لازم فرمائے ہیں اسی طرح عورتوں کے بھی کچھ حقوق مردوں پر لازم ٹھہرادیئے ہیں۔ جن کا ادا کرنا مردوں پر فرض ہے۔ چنانچہ قرآن مجید میں ہے۔

وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِیْ عَلَیْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ

یعنی عورتوں کے مردوں کے اوپر اسی طرح کچھ حقوق ہیں جس طرح مردوں کے عورتوں پر اچھے برتاؤ کے ساتھ (پ2، البقرہ:228) اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ تم میں اچھے لوگ وہ ہیں جو عورتوں کے ساتھ اچھی طرح پیش آئیں۔ (مشکوٰۃ المصابیح، کتاب النکاح، باب عشرۃ النساء وما لکل واحدۃ من الحقوق، رقم ۳۲۶۴، ج ۲، ص ۲۴۰)

اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ بھی فرمان ہے کہ میں تم لوگوں کو عورتوں کے بارے میں وصیت کرتا ہوں لہٰذا تم لوگ میری وصیت کو قبول کرو۔ (صحیح البخاری، کتاب احادیث الانبیاء، باب خلق آدم صلوات اللہ علیہ الخ، رقم ۳۳۳۱، ج ۲، ص ۴۱۲)

اور ایک حدیث شریف میں یہ بھی ہے کہ کوئی مومن مرد کسی مومنہ عورت سے بغض و نفرت نہ رکھے کیونکہ اگر عورت کی کوئی عادت بری معلوم ہوتی ہو تو اسکی کوئی دوسری عادت پسندیدہ بھی ہوگی۔

(صحیح مسلم، کتاب الرضاع۔ ۱۸۔ باب الوصیۃ بالنساء، رقم ۱۴۶۹، ص ۷۷۵)

حدیث کا مطلب یہ ہے کہ ایسا نہیں ہوگا کہ کسی عورت کی تمام عادتیں خراب ہی ہوں بلکہ اس میں کچھ اچھی کچھ بری ہر قسم کی عادتیں ہوں گی تو مرد کو چاہے کہ عورت کی صرف خراب عادتوں ہی کو نہ دیکھتا رہے بلکہ خراب عادتوں سے نظر پھرا کر اس کی اچھی عادتوں کو بھی دیکھا کرے۔ بہر حال اللہ عزوجل و رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے عورتوں کے کچھ حقوق مردوں کے اوپر لازم قرار دے دیئے ہیں۔ لہٰذا ہر مرد پر ضروری ہے کہ نیچے لکھی ہوئی ہدایتوں پر عمل کرتا رہے ورنہ خدا کے دربار میں بہت بڑا گنہگار اور برادری اور سماج کی نظروں میں ذلیل و خوار ہوگا۔

(۱) ہر شوہر کے اوپر اس کی بیوی کا یہ حق فرض ہے کہ وہ اپنی بیوی کے کھانے، پہننے اور رہنے اور دوسری ضروریات زندگی کا

اپنی حیثیت کے مطابق اور اپنی طاقت بھر انتظام کرے اور ہر وقت اس کا خیال رکھے کہ یہ اللہ کی بندی میرے نکاح کے بندھن میں بندھی ہوئی ہے اور یہ اپنے ماں، باپ، بھائی بہن اور تمام عزیز و اقارب سے جدا ہو کر صرف میری ہو کر رہ گئی ہے اور میری زندگی کے دکھ سکھ میں برابر کی شریک بن گئی ہے اس لئے اس کی زندگی کی تمام ضروریات کا انتظام کرنا میرا فرض ہے۔ یاد رکھو! جو مرد اپنی لاپروائی سے اپنی بیویوں کے نان و نفقہ اور اخراجات زندگی کا انتظام نہیں کرتے وہ بہت بڑے گنہگار، حقوق العباد میں گرفتار اور قہر قہار و عذاب نار کے سزاوار ہیں۔

(۲) عورت کا یہ بھی حق ہے کہ شوہر اس کے بستر کا حق ادا کرتا رہے۔ شریعت میں اس کی کوئی حد مقرر نہیں ہے مگر کم سے کم اس قدر تو ہونا چاہیے کہ عورت کی خواہش پوری ہو جایا کرے اور وہ ادھر ادھر تاک جھانک نہ کرے جو مرد شادی کر کے بیویوں سے الگ تھلگ رہتے ہیں اور عورت کے ساتھ اس کے بستر کا حق نہیں ادا کرتے وہ حق العباد یعنی بیوی کے حق میں گرفتار اور بہت بڑے گنہگار ہیں۔ اگر خدا نہ کرے شوہر کسی مجبوری سے اپنی عورت کے اس حق کو نہ ادا کر سکے تو شوہر پر لازم ہے کہ عورت سے اس کے اس حق کو معاف کرا لے بیوی کے اس حق کی کتنی اہمیت ہے اس بارے میں حضرت امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک واقعہ بہت زیادہ عبرت خیز و نصیحت آمیز ہے۔ منقول ہے کہ امیر المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ رات کو رعایا کی خبر گیری کے لئے شہر مدینہ میں گشت کر رہے تھے اچانک ایک مکان سے دردناک اشعار پڑھنے کی آواز سنی۔ آپ اسی جگہ کھڑے ہو گئے اور غور سے سننے لگے تو ایک عورت یہ شعر بڑے ہی دردناک لہجہ میں پڑھ رہی تھی کہ۔

فَوَ اللهِ لَوْ لَا اللهُ تُخْشٰى عَوَاقِبُهٗ لَزُحْزِحَ مِنْ هٰذَا السَّرِيْرِ جَوَانِبُهٗ

یعنی خدا کی قسم اگر خدا کے عذابوں کا خوف نہ ہوتا تو بلا شبہ اس چارپائی کے کنارے جنبش میں ہو جاتے۔

امیر المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے صبح کو تحقیقات کی تو معلوم ہوا کہ عورت کا شوہر جہاد کے سلسلہ میں عرصہ دراز سے باہر گیا ہوا ہے اور یہ عورت اس کو یاد کر کے رنج و غم میں یہ شعر پڑھتی رہتی ہے امیر المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دل پر اس کا اتنا گہرا اثر پڑا کہ فوراً ہی آپ نے تمام سپہ سالاروں کو یہ فرمان لکھ بھیجا کہ کوئی شادی شدہ فوجی چار ماہ سے زیادہ اپنی بیوی سے جدا نہ رہے۔ (تاریخ الخلفاء للسیوطی، عمر فاروق رضی اللہ عنہ، فصل فی نبذ من اخبارہ وقضایاہ، ص ۱۱۰) (جنتی زیور صفحہ ۵۰)

(280) وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَكْمَلُ الْمُؤْمِنِيْنَ اِيْمَانًا اَحْسَنُهُمْ خُلُقًا، وَخِيَارُكُمْ خِيَارُكُمْ لِنِسَآئِهِمْ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ.

حضرت ابو ہریرہ ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ایمان داروں میں سے کامل اہل ایمان وہ ہیں جن کے اخلاق زیادہ اچھے ہیں۔ اور تم میں سے بہتر وہ ہیں جو اپنی بیویوں کے لئے بہتر ہیں۔ اس کو امام ترمذی نے روایت کیا اور کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ما جاء فی حق المرأۃ علی زوجھا، ج ۳ص۳۶۶، رقم: ۱۱۶۲صحیح ابن حبان، باب معاشر الزوجین، ج ۹ص۴۸۳، رقم: ۴۱۷۶اتحاف الخیرۃ المھرۃ للبوصیری، کتاب النکاح، باب عشرۃ النساء، ج ۳ص۶۵، رقم: ۳۱۸۰الاداب للبیھقی، باب فی حسن الخلق وسلامۃ الصدر ولین الجانب، ج ۱ص۹۱، رقم: ۱۵۳المستدرک للحاکم، کتاب الایمان، ج ۱ص۱، رقم: ۲)

شرح حدیث: حُسنِ اخلاق کا ثواب اور اس کی فضیلت

اللہ عزوجل اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہٖ وسلم کی مدح بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے:

وَإِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ O

ترجمۂ کنزالایمان: اور بے شک تمہاری خُوبو (خلق) بڑی شان کی ہے (پ29، القلم:4)

اس بارے میں احادیثِ مقدسہ

حضرتِ سیدنا عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ شہنشاہِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ، صاحبِ معطر پسینہ، باعثِ نُزولِ سکینہ، فیض گنجینہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہٖ وسلَّم نہ تو فحش گو تھے اور نہ ہی بدکلامی کرنے والے تھے اور فرمایا کرتے تھے، تم میں سے بہترین شخص وہ ہے جس کا اخلاق اچھا ہے۔

(بخاری، کتاب المناقب، باب صفۃ النبی صلی اللہ علیہ ؤالہٖ وسلم، رقم ۳۵۵۹، ج ۲، ص ۴۸۹)

حضرتِ سیدنا نواس بن سمعان رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہٖ وسلَّم سے گناہ اور نیکی کے بارے میں پوچھا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہٖ وسلم نے فرمایا کہ حسن اخلاق نیکی ہے اور جو تیرے دل میں کھٹکے اور جس بات پر لوگوں کا مطلع ہونا تجھے ناپسند ہو وہ گناہ ہے۔

(مسلم، کتاب فضائل الصحابۃ، باب تفسیر البر، رقم ۲۵۵۳، ص ۱۳۸۲)

ام المؤمنین حضرتِ سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ حضورِ پاک، صاحبِ لَولاک، سیاحِ افلاک صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہٖ وسلَّم نے فرمایا، کامل ترین مؤمن وہ ہے جس کے اخلاق سب سے بہتر ہوں اور جو اپنے گھر والوں پر سب سے زیادہ نرمی کرنے والا ہو۔ (ترمذی، کتاب الایمان، باب ماجاء فی استکمال الایمان، رقم ۲۶۲۱، ج ۴، ص ۲۷۸)

حضرتِ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہٖ وسلم نے فرمایا، کیا میں تمہیں نہ بتاؤں کہ تم میں سے بہترین شخص کون ہے؟ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کیا، کیوں نہیں یارسول اللہ! فرمایا، تم میں سے عمر رسیدہ اور زیادہ حسن اخلاق والا۔

(الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان، کتاب البر والاحسان، باب حسن الخلق، رقم ۴۸۴، ج ۱، ص ۳۵۲)

حضرتِ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ سَیِّدُ المبلغین، رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِین صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہٖ وسلَّم

نے فرمایا، مومنوں میں کامل ترین شخص وہ ہے جو ان میں زیادہ اچھے اخلاق والا ہے اور تم میں سے بہترین شخص وہ ہے جو اپنے اہل خانہ کے معاملہ میں بہتر ہو۔

(جامع ترمذی، کتاب الایمان، باب ماجاء فی استکمال الایمان وزیادتہ ونقصانہ، رقم ۲۶۲۱، ج ۴، ص ۲۷۸)

حضرتِ سیدنا ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ سیّدُ المبلغین، رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِیْن صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے فرمایا کہ قیامت کے دن مؤمن کے میزان میں حسنِ اخلاق سے زیادہ وزنی کوئی شے نہیں ہوگی۔

(جامع الترمذی، کتاب البر والصلۃ، باب ماجاء فی حسن، رقم ۲۰۰۹، ج ۳، ص ۴۰۴)

(281) وَعَنْ اِیَاسِ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ اَبِیْ ذُبَابٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: لَا تَضْرِبُوْا اِمَاءَ اللّٰہِ فَجَاءَ عُمَرُ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: ذَئِرْنَ النِّسَآءُ عَلٰی اَزْوَاجِھِنَّ، فَرَخَّصَ فِیْ ضَرْبِھِنَّ، فَاَطَافَ بِاٰلِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نِسَآءٌ کَثِیْرٌ یَّشْکُوْنَ اَزْوَاجَھُنَّ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: لَقَدْ اَطَافَ بِاٰلِ بَیْتِ مُحَمَّدٍ نِسَآءٌ کَثِیْرٌ یَّشْکُوْنَ اَزْوَاجَھُنَّ لَیْسَ اُولٰٓئِکَ بِخِیَارِکُمْ رَوَاہُ اَبُوْ دَاوٗدَ بِاِسْنَادٍ صَحِیْحٍ۔

حضرت ایاس بن عبداللہ بن ابی ذباب ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ کی بندیوں کو نہ مارو تو حضرت عمر ﷺ رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے عرض کیا: یارسول اللہ! عورتیں ہم پر شیر ہوگئی ہیں، پس آپ ﷺ نے ان کو مارنے کی اجازت دی۔ تو رسول اللہ ﷺ کے گھر بہت سی خواتین اپنے شوہروں کی شکایت لے کر آئیں تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: محمد (ﷺ) کے گھر بہت سی عورتیں اپنے شوہروں کی شکایت لے کر آئی ہیں ایسے لوگ تم میں سے اچھے نہیں۔ اسے ابوداؤد نے اسناد حسن کے ساتھ روایت کیا۔

قَوْلُہٗ: ذَئِرْنَ ھُوَ بِذَالٍ مُعْجَمَۃٍ مَّفْتُوْحَۃٍ، ثُمَّ ھَمْزَۃٍ مَّکْسُوْرَۃٍ، ثُمَّ رَاءٍ سَاکِنَۃٍ، ثُمَّ نُوْنٍ، اَیْ اِجْتَرَاْنَ، قَوْلُہٗ: اَطَافَ اَیْ: اَحَاطَ۔

ذئرن: ذال معجمہ پر زبر پھر ہمزہ پر زیر اور راء ساکنہ کے ساتھ پھر نون کے ساتھ اس کا مطلب ہے بہادر ہوگئی ہیں شیر ہوگئی ہیں۔ اطاف: یعنی چکر لگایا۔

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد، باب فی ضرب النساء، ج ۲ ص ۲۱۱، رقم: ۲۱۴۸، سنن الصغریٰ، باب نشوز المرأۃ علی الرجل، ج ۲ ص ۲۸۲، رقم: ۲۷۵۴، المستدرک للحاکم، کتاب النکاح، ج ۲ ص ۲۸۸، رقم: ۲۸۸، سنن الدارمی، باب فی النھی عن ضرب النساء، ج ۲ ص ۱۹۸، رقم: ۲۲۱۹)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

جیسے مرد اللہ کے بندے ہیں ایسے ہی عورتیں اللہ کی بندیاں ہیں جیسے مولیٰ اپنے غلام کو مارنے والے پر ناراض ہوتا

ہے ایسے ہی اللہ تعالٰی ظلمًا مارنے والے پر ناراض ہوگا نہ کسی مرد کو نہ عورت کو اور یہاں النساء ذئرن کا فاعل نہیں ہے ورنہ فعل واحد آتا بلکہ فاعل کا بدل ہے جیسے رب تعالٰی فرماتا ہے: اَضَلُّوْا كَثِيْرًا مطلب یہ تھا کہ جب عورتوں کو پتہ لگ گیا کہ ہمارے خاوند ہم کو قطعًا مار سکتے نہیں، تو وہ کچھ دلیری سی ہوگئیں یہاں معلوم ہوتا ہے کہ اولًا قصور پر مارنے کی بھی اجازت نہ تھی اب قصور پر مارنے کی اجازت دی گئی معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مالک احکام ہیں اور یہ بھی معلوم ہوا کہ یہاں آل سے مراد بیویاں ہیں، قرآن شریف میں آل بیویوں کو ہی کہا گیا ہے بیویاں اہل بیت سکونت ہوتی ہیں اور بچے اہل بیت ولادت یعنی عورتیں براہ راست بارگاہ نبوی میں حاضری کی تو ہمت نہ کرسکیں اس لیے ازواج پاک کی خدمت میں حاضر ہوکر بالواسطہ اپنے خاوندوں کی شاکی ہوئیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ قصور مند بیوی کو اصلاح کے لیے مارنا جائز ہے مگر نہ مارنا اور وعظ ونصیحت سے اصلاح کرنا بہتر ہے بلاقصور مارنا حرام جس پر پکڑ ہوگی، یونہی بہت مارنا بے دردی سے یہ حرام ہے، بیوی کی سختی برداشت کرنا، یونہی خاوند کی سختی جھیلنا اور نباہ کرنا بڑے اجر کا باعث ہے۔ (مرٰاۃ المناجیح، ج۵، ص۱۸۱)

نرمی وآسانی

اللہ کے محبوب، دانائے غُیوب، مُنَزَّہٌ عَنِ الْعُیوب عزوجل وصلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: بے شک اللہ عزوجل ایسا نرمی فرمانے والا ہے کہ ہر کام میں نرمی کو پسند فرماتا ہے۔

(صحیح البخاری، کتاب استتابۃ المرتدین، باب اذا عرض الذمی ۔۔۔۔۔۔الخ، الحدیث: ۶۹۲۷، ص۵۷۸)

شہنشاہِ خوش خِصال، پیکرِ حُسن وجمال صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: آسانی پیدا کرو اور مشکل میں نہ ڈالو اور خوشخبری سناؤ اور متنفِّر نہ کرو۔

(صحیح مسلم، کتاب الجھاد، باب فی الامر بالتیسیر ۔۔۔۔۔۔الخ، الحدیث: ۴۵۲۵، ص۹۸۵، بتقدم وتاخر)

مُخزنِ جود وسخاوت، پیکرِ عظمت وشرافت صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: جس چیز میں نرمی ہوتی ہے اسے زینت بخشتی ہے اور جس چیز سے نرمی نکل جاتی ہے اُسے عیب دار کردیتی ہے۔

(صحیح مسلم، کتاب البر والصلۃ، باب فضل الرفق، الحدیث: ۶۶۰۲، ص۱۱۳۱)

مَحبوبِ رَبُّ العزت، مُحسنِ انسانیت عزوجل وصلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: جو نرمی سے محروم رہا وہ ہر بھلائی سے محروم رہا۔ (المرجع السابق، الحدیث: ۶۵۹۸، ص۱۱۳۱)

حضرت سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ ارشاد فرماتے ہیں: ایک شخص نے عرض کی: یارسول اللہ عزوجل وصلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم! میرے کچھ رشتہ دار ہیں، میں تو اُن سے صلہ رحمی کرتا ہوں لیکن وہ مجھ سے قطع رحمی کرتے ہیں اور میں ان سے اچھا سلوک کرتا ہوں جبکہ وہ مجھ سے برا سلوک کرتے ہیں، میں ان سے بردباری سے پیش آتا ہوں جبکہ وہ مجھ سے جہالت کا برتاؤ کرتے ہیں۔ تو اللہ کے محبوب، دانائے غُیوب، مُنَزَّہٌ عَنِ الْعُیوب عزوجل وصلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم نے

ارشاد فرمایا: اگر تم واقعی ایسا کرتے ہو جیسا تم نے کہا تو گویا تم انہیں گرم راکھ کھلا رہے ہو اور جب تک تم ایسا کرتے رہو گے اللہ عزوجل کی طرف سے ان کے مقابلے میں تمہارے ساتھ ایک مددگار موجود ہوگا۔

(صحیح مسلم، کتاب البر والصلۃ، باب صلۃ الرحم۔۔۔۔۔۔الخ، الحدیث: ۶۵۲۵، ص ۱۱۲۶)

حضور نبیِّ کریم، رءُوف رحیم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: کیا میں تمہیں نہ بتاؤں کہ کون سے لوگ جہنم پر حرام ہیں؟ یا ارشاد فرمایا: کن لوگوں پر جہنم حرام ہے؟ ہم نے عرض کی: یارسول اللہ عزوجل وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم! ضرور بتایئے۔ تو آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: ہر آسانی پیدا کرنے والے نرم اور خوش گفتار شخص پر جہنم حرام ہے۔ (جامع الترمذی، ابواب صفۃ القیامۃ، باب فضل کل قریب۔۔۔۔۔۔الخ، الحدیث: ۲۴۸۸، ص ۱۹۰۲)

(282) وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: اَلدُّنْيَا مَتَاعٌ، وَّخَيْرُ مَتَاعِهَا الْمَرْاَةُ الصَّالِحَةُ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

حضرت عبداللہ بن عمرو العاص ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: دنیا سامان نفع ہے اور اس کے نفع اٹھانے کی چیزوں میں سے بہتر عورت ہے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب خیر متاع الدنیا المرأۃ الصالحۃ، ج ۲ص ۱۷۸، رقم: ۳۷۱۶، مسند الشھاب، باب الدنیا متاع وخیر متاعھا المرأۃ الصالحۃ، ج ۲ص ۲۳۶، رقم: ۱۲۶۴، المعجم الاوسط للطبرانی، من اسمہ مطلب، ج ۸ص ۲۸۱، رقم: ۸۶۳۹، مسند عبد بن حمید، مسند عبداللہ بن عمرو، ص ۱۳۲، رقم: ۳۲۷، تفسیر ابن ابی حاتم، تحت تفسیر سورۃ آل عمران: ۱۴، ج ۳ص ۶۰، رقم: ۳۳۲۱)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

کہ انسان اسے (دنیا کو) برت کر چھوڑ جاتا ہے رب تعالیٰ فرماتا ہے: قُلْ مَتٰعُ الدُّنْيَا قَلِيْلٌ۔ صوفیا فرماتے ہیں کہ اگر دنیا دین سے مل جائے تو لازوال دولت ہے قطرے کو ہزار خطرے ہیں دریا سے مل جائے تو روانی طغیانی سب کچھ اس میں آجاتی ہے اور خطرات سے باہر ہو جاتا ہے۔

مزید فرماتے ہیں:

کیونکہ نیک بیوی مرد کو نیک بنادیتی ہے وہ اخروی نعمتوں سے ہے۔ حضرت علی نے "ربنا اتنا فی الدنیا حسنۃ" کی تفسیر میں فرمایا کہ خدایا ہم کو دنیا میں نیک بیوی دے آخرت میں اعلیٰ حور عطا فرما اور آگ یعنی خراب بیوی کے عذاب سے بچا۔ (مرقات) جیسے اچھی بیوی خدا کی رحمت ہے ایسی ہی بری بیوی خدا کا عذاب۔ (مرأۃ المناجیح، ج ۵، ص ۱۸۱)

شادی کے وقت نیک عورت کا انتخاب

عمدہ سے عمدہ بیج بھی اسی وقت اپنے جوہر دکھا سکتا ہے جب اس کے لئے عمدہ زمین کا انتخاب کیا جائے۔ ماں بچے کے

لئے گویا زمین کی حیثیت رکھتی ہے، لہٰذا بیوی کے انتخاب کے سلسلے میں مرد کو بہت احتیاط سے کام لینا چاہیے کہ ماں کی اچھی یا بری عادات کل اولاد میں بھی منتقل ہوں گی۔ متعدد احادیثِ کریمہ میں مرد کو نیک، صالحہ اور اچھی عادات کی حامل پاک دامن بیوی کا انتخاب کرنے کی تاکید کی گئی ہے چنانچہ

(۱) حضرت سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ تاجدارِ رسالت، شہنشاہِ نُبوت، پیکرِ عظمت وشرافت، محبوبِ رَبُّ العزت، محسنِ انسانیت صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہٖ وسلّم نے فرمایا: کسی عورت سے نکاح کرنے کے لیے چار چیزوں کو مدنظر رکھا جاتا ہے، (۱) اس کا مال، (۲) حسب نسب، (۳) حسن و جمال اور (۴) دین۔ پھر فرمایا: تمہارا ہاتھ خاک آلود ہو تم دیندار عورت کے حصول کی کوشش کرو۔

(صحیح بخاری، کتاب النکاح، باب الاکفاء فی الدین، الحدیث ۵۰۹۰، ج ۳، ص ۴۲۹)

(۲) حضرتِ سیدنا ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حبیبِ پروردگار، ہم بے کسوں کے مددگار، شفیعِ روزِ شُمار، دو عالَم کے مالک ومختار صلَّی اللہ تعالی علیہ والہٖ وسلم نے فرمایا: تقوٰی کے بعد مومن کے لیے نیک بی بی سے بہتر کوئی چیز نہیں اگر اسے حکم کرتا ہے تو وہ اطاعت کرتی ہے اور اسے دیکھے تو خوش کردے اور اس پر قسم کھا بیٹھے تو قسم سچی کردے اور اگر وہ کہیں چلا جائے تو اپنے نفس اور شوہر کے مال میں بھلائی کرے (یعنی خیانت وضائع نہ کرے)۔

(سنن ابن ماجہ، کتاب النکاح، باب فضل النساء، الحدیث ۱۸۵۷، ج ۲، ص ۴۱۴)

(۳) حضرت سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، نبی مُکَرَّم، نُورِ مُجسَّم، رسول اکرم، شہنشاہِ بنی آدم صلَّی اللہ تعالی علیہ والہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: بے شک دنیا بہترین استعمال کی چیز ہے لیکن اس کے باوجود نیک اور صالحہ عورت دنیا کے مال ومتاع سے بھی افضل وبہترین ہے۔

(سنن ابن ماجہ، کتاب النکاح، باب فضل النساء، الحدیث ۱۸۵۵، ج ۲، ص ۴۱۲)

(۴) حضرت سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ رسول پاک، صاحب لولاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہٖ وسلّم نے ارشاد فرمایا: عورتوں سے ان کے حسن کی وجہ سے نکاح نہ کرو اور نہ ہی ان کے مال کی وجہ سے نکاح کرو، کہیں ایسا نہ ہو کہ ان کا حسن اور مال انہیں سرکشی اور نافرمانی میں مبتلا کردے، بلکہ ان کی دینداری کی وجہ سے ان کے ساتھ نکاح کرو۔ کیونکہ چپٹی ناک، اور سیاہ رنگ والی کنیز دین دار ہو تو بہتر ہے۔

(سنن ابن ماجہ، کتاب النکاح، باب تزویج ذات الدین، الحدیث ۱۸۵۹، ج ۲، ص ۴۱۵)

(2) اچھی قوم میں نکاح کرے

نکاح کے سلسلے میں عورت کے اہل خانہ کے طرزِ زندگی کو بھی مدِنظر رکھنا ضروری ہے چنانچہ ام المؤمنین حضرت سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے نبی مُکَرَّم، نُورِ مُجسَّم، رسول اکرم، شہنشاہِ بنی آدم صلَّی اللہ تعالی علیہ والہٖ وسلم

نے ارشادفرمایا: اپنے نطفہ کے لئے اچھی جگہ تلاش کرو کہ عورتیں اپنے ہی بہن بھائیوں کے مشابہ بچے پیدا کرتی ہیں۔
(کنز العمال: الکامل فی ضعفاء الرجال، عیسی بن میمون الجروی، ج٦ ص ٤٢٣)

(3) نکاح کے لئے اچھی نیتیں کرے

حضرت سیدنا انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے حضورِ پاک، صاحب لولاک، سیاحِ افلاک صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کو فرماتے سنا: جس نے کسی عورت سے اس کی عزت کی وجہ سے نکاح کیا تو اللہ تعالیٰ اس کی ذلت کو بڑھائے گا، جس نے عورت کے مال ودولت (کے لالچ) کی وجہ سے نکاح کیا، اللہ تعالیٰ اس کی غربت میں اضافہ کریگا، جس نے عورت کے حسب نسب (یعنی خاندانی بڑائی) کی بنا پہ نکاح کیا، اللہ تعالیٰ اس کی کمینگی کو بڑھائے گا اور جس نے صرف اور صرف اس لئے نکاح کیا کہ اپنی نظر کی حفاظت کرے، اپنی شرمگاہ کو محفوظ رکھے، یا صلہ رحمی کرے تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے عورت میں برکت دے گا اور عورت کے لئے مرد میں برکت دے گا۔ (المعجم الاوسط: الحدیث ٢٣٤٢، ج٢ ص١٨)

35- بَابُ حَقِّ الزَّوْجِ عَلَى الْمَرْاَةِ

شوہر کا بیوی پر حق

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی: (اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَی النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰہُ بَعْضَھُمْ عَلٰی بَعْضٍ وَّبِمَآ اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِھِمْ فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ حٰفِظٰتٌ لِّلْغَیْبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰہُ) (النساء:34)

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: مرد عورتوں پر حاکم ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے بعض کو دوسرے بعض پر فضیلت عطا فرمائی ہے اور اس لیے کہ انہوں نے اپنے مال خرچ کیے ہیں۔ پس نیک عورتیں اطاعت گزار شوہر کی عدم موجودگی میں اپنی عصمت کی حفاظت کرنے والی ہیں یہ حفاظت اللہ نے ان کے ذمہ لگائی ہے۔

حضرتِ صدر الاُفاضل سیّدنا مولینا محمد نعیم الدین مُراد آبادی علیہ رحمۃ اللہ الھادی خزائنُ العرفان میں اس کے تحت لکھتے ہیں: تو عورتوں کو اُن کی اطاعت لازم ہے اور مردوں کو حق ہے کہ وہ عورتوں پر رِعایا کی طرح حکمرانی کریں اور اُن کے مصالح اور تدابیر اور تادیب وحفاظت کا سرانجام کریں

شانِ نزول: حضرت سعد بن ربیع نے اپنی بی بی حبیبہ کو کسی خطا پر ایک طمانچہ مارا اُن کے والِد انہیں سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں لے گئے اور انکے شوہر کی شکایت کی اِس باب میں یہ آیت نازل ہوئی۔ (خزائن العرفان)

وَاَمَّا الْاَحَادِیْثُ فَمِنْھَا حَدِیْثُ عَمْرِو بْنِ الْاَحْوَصِ السَّابِقُ فِی الْبَابِ قَبْلَهٗ.

اور احادیث میں سے حضرت عمرو بن احواص والی حدیث پچھلے باب میں گزر چکی ہے مزید راویات درج ذیل ہیں۔

(283) وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: اِذَا دَعَا الرَّجُلُ امْرَاَتَهٗ اِلٰی فِرَاشِهٖ فَلَمْ تَاْتِهٖ، فَبَاتَ غَضْبَانَ عَلَیْهَا، لَعَنَتْهَا الْمَلَآئِكَةُ حَتّٰی تُصْبِحَ مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب مرد اپنی بیوی کو اپنے بستر کی طرف بلائے تو وہ نہ آئے اور مرد ناراضگی میں رات گزارے تو اس عورت پر فرشتے صبح تک لعنت کرتے ہیں۔ (متفق علیہ)

وَفِیْ رِوَایَةٍ لَّهُمَا: اِذَا بَاتَتِ الْمَرْاَةُ هَاجِرَةً فِرَاشَ زَوْجِهَا لَعَنَتْهَا الْمَلَآئِكَةُ حَتّٰی تُصْبِحَ۔

اور صحیحین کی ایک روایت میں ہے، جب عورت شوہر کا بستر چھوڑ کر رات گزارے تو اس پر فرشتے صبح تک لعنت کرتے ہیں۔

وَفِیْ رِوَایَةٍ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِهٖ مَا مِنْ رَّجُلٍ یَّدْعُوْ امْرَاَتَهٗ اِلٰی فِرَاشِهٖ فَتَاْبٰی عَلَیْهِ اِلاَّ کَانَ الَّذِیْ فِی السَّمَآءِ سَاخِطًا عَلَیْهَا حَتّٰی یَرْضٰی عَنْهَا۔

اور ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے، جو شوہر اپنی بیوی کو اپنے بستر کی طرف بلائے اور عورت انکار کرے تو اس عورت پر اللہ تعالیٰ بھی اس وقت تک ناراض رہتا ہے جب تک کہ شوہر اس سے راضی نہ ہو جائے۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب اذا باتت المهاجرة فراش زوجها، ج ۷،ص ۳۰، رقم: ۵۱۹۳، صحیح مسلم، باب تحریم امتناعها من فراش زوجها، ج ۴،ص ۱۵۶، رقم: ۳۶۱۱، صحیح ابن حبان، باب معاشر الزوجین، ج ۹،ص ۴۸۰، رقم: ۴۱۶۷، الاداب للبیهقی، باب فی مراعاة حق الازواج، ج ۱،ص ۲۷، رقم: ۳۶، سنن ابوداؤد، باب فی حق الزوج علی المراة، ج ۲،ص ۲۱۰، رقم: ۲۱۴۳)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

رات کے وقت صحبت کے لیے یا کسی اور خدمت کے لیے پہلے معنی زیادہ ظاہر ہیں، اس سے اشارۃً چند مسئلے معلوم ہوئے: ایک یہ کہ گھر میں چند بستر رکھنا جائز ہے خاوند کا علیحدہ بیویوں کا علیحدہ، دوسرے یہ کہ صحبت میں پردہ علیحدگی بہت ضروری ہے، تیسرے یہ کہ عورت کا مرد کے بستر پر جانا بہتر ہے، بمقابلہ اس کے کہ مرد عورت کے بستر پر جائے عموماً مرد کا بستر بمقابلہ عورت کے بستر کے پاک و صاف ہوتا ہے عورت کا بستر بچوں کی وجہ سے میلا۔ اور بغیر عذر آنے سے انکار کردے (کہ متعلق) فقہاء فرماتے ہیں کہ بحالت حیض بھی مرد کے بلانے پر پہنچ جائے کہ حیض میں صحبت حرام ہے نہ کہ بوس وکنار اور ساتھ لیٹنا وغیرہ۔ (مرقات)

اور یہاں رات کو بلانے کا خصوصیت سے ذکر ہے اس لیے ہوا کہ عموماً بیویوں کے پاس رہنا سہنا رات ہی کو ہوتا ہے

دن میں کم ورنہ اگر دن میں خاوند بلائے عورت نہ آئے تو شام تک فرشتے اس پر لعنت کرتے ہیں، رات کی لعنت صبح کو اس لیے ختم ہوجاتی ہے کہ صبح ہونے پر خاوند کام وکاج میں لگ جاتا ہے رات کا غصہ ختم یا کم ہوجاتا ہے۔

اور اللہ تعالٰی (بھی ناراض ہوتا ہے) جس کی حکومت، ملکیت، آسمان میں بھی ہے رب تعالٰی فرماتا ہے: فِي السَّمَآءِ اِلٰهٌ وَّ فِي الْاَرْضِ اِلٰهٌ اگر چہ زمین وآسمان والامکان سب ہی اللہ تعالٰی کی ملکیت ہیں مگر چونکہ آسمان فیض دینے والا ہے زمین فیض لینے والی، اس حیثیت سے آسمان زمین سے اشرف ہے اسی لیے صرف آسمان کا ذکر ہوا، یا آسمان میں رہنے والے فرشتے، تب یہ حدیث پچھلے مضمون کے موافق ہے، اس سے معلوم ہوا کہ آسمان میں رہنے والے فرشتے زمین والوں کے ہر کھلے چھپے حالات سے خبردار ہیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا علم ان فرشتوں سے کہیں زیادہ ہے آپ بھی ہمارے ہر ظاہر وپوشیدہ حالات سے باخبر ہیں۔

یہاں سے معلوم ہوا کہ خاوند کی رضا میں رب تعالٰی اور فرشتوں کی رضا ہے جب خاوند کی رضامندی شہوت نفسانی میں اتنی اہم ہے تو دینی امور میں اسے راضی کرنا کتنا ضروری ہوگا، مگر خیال رہے کہ شرعی حرام کاموں میں خاوند تو کیا کسی کی رضا حاصل نہ کرے، لہٰذا بحالت حیض خاوند کو صحبت نہ کرنے دے۔ (مرآۃ المناجیح، ج۵، ص۱۶۷)

(284) وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَيْضًا: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: لَا يَحِلُّ لِامْرَاَةٍ اَنْ تَصُوْمَ وَزَوْجُهَا شَاهِدٌ اِلَّا بِاِذْنِهٖ، وَلَا تَاْذَنَ فِيْ بَيْتِهٖ اِلَّا بِاِذْنِهٖ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَهٰذَا لَفْظُ الْبُخَارِيِّ.

یہ بھی حضرت ابوہریرہ ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: شوہر کی موجودگی میں اس کی اجازت کے بغیر عورت کو (نفلی) روزہ رکھنا حلال نہیں اور عورت شوہر کی اجازت کے بغیر کسی کو گھر میں نہ آنے دے۔ (متفق علیہ) یہ الفاظ بخاری کے ہیں۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب لا تاذن المرأۃ فی بیت زوجها لاحد الا باذنه، ج ۵ص۱۹۹۴، رقم: ۴۸۹۹ صحیح ابن حبان، باب معاشر الزوجین، ج ۹ص۴۷۸، رقم: ۴۱۷۰ سنن الکبری للنسائی، باب صوم المرأۃ بغیر اذن زوجها، ج ۲ص۱۷۵، رقم: ۲۹۲۱، صحیح مسلم، باب ما انفق العبد من مال مولاہ، ج ۳ص۹۱، رقم: ۲۴۱۷)

عورت کا شوہر کی موجودگی میں اُس کی اجازت کے بغیر نفلی روزہ رکھنا

سیدنا امام احمد رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کی روایت میں یہ اضافہ ہے: سوائے (ماہِ) رمضان المبارک کے (یعنی اس ماہ میں عورت شوہر کی اجازت کے بغیر بھی روزہ رکھ سکتی ہے)۔ (المسند للامام احمد بن حنبل، مسند ابی ہریرہ، الحدیث: ۹۷۴۰، ج۳، ص۴۵۱)

سرکار ابد قرار، شافعِ روزِ شمار صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: عورت رمضان المبارک کے علاوہ شوہر کی موجودگی میں اس کی اجازت کے بغیر کسی دن کا روزہ نہ رکھے۔

(جامع الترمذی، ابواب الصلاۃ، باب ماجاء فی کراہیۃ ۔۔۔۔۔۔ الخ، الحدیث: ۷۸۲، ص۱۷۲۴)

شاہِ ابرار، ہم غریبوں کے غمخوار صَلَّی اللہُ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: جو عورت شوہر کی اجازت کے بغیر روزہ رکھے پھر اس کا شوہر اس کے ساتھ کسی کام (یعنی ہم بستری وغیرہ) کا ارادہ کرے لیکن وہ منع کر دے تو اللہ عزوجل اس عورت پر تین کبیرہ گناہ لکھتا ہے۔ (المعجم الاوسط، الحدیث: ۲۳۰، ج۱، ص۱۶)

رسولِ انور، صاحبِ کوثر صَلَّی اللہُ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: عورت پر شوہر کے حقوق میں سے ایک حق یہ بھی ہے کہ وہ اس کی اجازت کے بغیر روزہ نہ رکھے پھر اگر اس نے ایسا کیا تو بھوکی پیاسی رہے گی اور اس کا روزہ قبول نہ ہوگا۔ (مجمع الزوائد، کتاب النکاح، باب حق الزوج علی المرأۃ، الحدیث: ۷۶۳۸، ج۴، ص ۵۶۳)

اس حدیثِ پاک میں جس اَمر کی طرف اشارہ کیا گیا ہے وہ عورت کا روزہ وغیرہ پر مقدم حق یعنی وطی سے روکنے کے سبب شوہر کو ایذاء دینا ہے، قطع نظر اس بات کے کہ شرعاً اس کے لئے وطی کرنا لازم ہو تو گناہ عورت پر ہوگا کیونکہ عام طور پر انسان عبادت کو باطل کرنے سے ڈرتا ہے جیسا کہ اس کی تصریح گزر چکی ہے اور جب وہ ڈرے گا تو عورت سے وطی کرنے سے رُک جائے گا اگرچہ اسے وطی کرنے کی ضرورت ہو پس یقیناً اسے شدید تکلیف پہنچے گی اور اس میں کوئی شک نہیں کہ دوسرے کے حق کو روکنے یا اس کا سبب بننے کے ساتھ ساتھ اس کو شدید تکلیف پہنچانا کبیرہ گناہ ہے پس جو میں نے ذکر کیا اس میں غور وفکر کریں اور حدیثِ پاک بھی یہاں اس مؤقف کو تقویت دے رہی ہے۔

(285) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: كُلُّكُمْ رَاعٍ، وَكُلُّكُمْ مَسْؤُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ: وَالْأَمِيرُ رَاعٍ، وَالرَّجُلُ رَاعٍ عَلَى أَهْلِ بَيْتِهِ، وَالْمَرْأَةُ رَاعِيَةٌ عَلَى بَيْتِ زَوْجِهَا وَوَلَدِهِ، فَكُلُّكُمْ رَاعٍ، وَكُلُّكُمْ مَسْؤُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے نبی اکرم ﷺ سے روایت کی ہے کہ تم میں ہر ایک نگران ہے اور اس کی رعایا کے بارے میں اس سے سوال کیا جائے گا امیر نگہبان ہے اور آدمی اپنے گھر پہ نگران ہے اور عورت اپنے خاوند کے گھر کی اور اس کے بچوں کی نگران ہے۔ سو تم میں سے ہر ایک نگہبان ہے اور ہر ایک سے اس کی رعایا کے متعلق سوال ہوگا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح البخاری، باب الجمعة فی القری والمدن، ج۲ ص۵، رقم: ۸۹۳ صحیح مسلم، باب فضیلة الامام العادل وعقوبة الجائر، ج۶ ص۷، رقم: ۴۸۲۸ سنن ابوداؤد، باب ما یلزم الامام من حق الرعیة، ج۳ ص۹۱، رقم: ۲۹۳۰ سنن ترمذی، باب ما جاء فی الامام، ج۴ ص۲۰۸، رقم: ۱۷۰۵ صحیح ابن حبان، باب فی الخلافة والامارة، ج۱۰ ص۳۴۲، رقم: ۴۴۸۹)

شرح حدیث: ہر ایک سے اس کی رعایا کے متعلق سوال ہوگا

مرد پر لازم ہے کہ وہ اپنی زوجہ، اولاد، غلاموں اور باندیوں کے ساتھ حسنِ سلوک سے پیش آئے ان کو کھانا کھلانا، کپڑے مہیا کرنا اور دینی (فرض) اُمور کی تعلیم دینا بھی اس پر لازم ہے اور یہ سب حلال طریقہ سے کرے اور اس

کے لئے ان معاملات میں کسی بھی وجہ سے کوتاہی جائز نہیں جیسا کہ اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَ اَهْلِيْكُمْ نَارًا وَّ قُوْدُهَا النَّاسُ وَ الْحِجَارَةُ عَلَيْهَا مَلٰٓئِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَّا يَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَآ اَمَرَهُمْ وَ يَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ ○

ترجمہ کنزالایمان: اے ایمان والو اپنی جانوں اور اپنے گھر والوں کو آگ سے بچاؤ جس کے ایندھن آدمی اور پتھر ہیں اُس پر سخت کرّے (طاقتور) فرشتے مقرر ہیں جو اللہ کا حکم نہیں ٹالتے اور جو انہیں حکم ہو وہی کرتے ہیں۔ (پ28، تحریم:6)

(اس آیتِ کریمہ میں) اللہ عزوجل نے انسان کو حکم دیا ہے کہ وہ اپنے آپ کو (جہنم کی) آگ سے بچائے اور اپنے گھر والوں کو بھی اسی طرح اس سے بچائے جس طرح اپنے آپ کو بچاتا ہے۔

سرکارِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ، باعثِ نُزولِ سکینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ عالیشان ہے: بروزِ قیامت ہر حاکم سے اس کی رعایا کے بارے میں سوال ہوگا، مرد اپنے گھر والوں پر حاکم ہے اُس سے اُن کے متعلق پوچھا جائے گا اور عورت اپنے شوہر کے مال میں حاکم ہے اس سے اس کے متعلق باز پُرس ہوگی۔

نبیٔ کریم، رءُوف رحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے: مرد اپنے رب عزوجل سے اس حال میں ملے گا کہ اس کا کوئی گناہ اس سے بڑھ کر نہ ہوگا کہ وہ (دنیا میں) اپنے گھر والوں سے لاعلم رہا تھا۔

مروی ہے کہ مرد سے تعلق رکھنے والوں میں پہلے اس کی زوجہ اور اس کی اولاد ہے، یہ سب (یعنی بیوی، بچے قیامت میں) اللہ عزوجل کے سامنے کھڑے ہو کر عرض کریں گے: اے ہمارے رب عزوجل! ہمیں اس شخص سے ہمارا حق لے کر دے، کیونکہ اس نے کبھی ہمیں دینی اُمور کی تعلیم نہیں دی اور یہ ہمیں حرام کھلاتا تھا جس کا ہمیں علم نہ تھا پھر اس شخص کو حرام کمانے پر اس قدر مارا جائے گا کہ اس کا گوشت جھڑ جائے گا پھر اس کو میزان کے پاس لایا جائے گا، فرشتے پہاڑ کے برابر اس کی نیکیاں لائیں گے تو اس کے عیال میں سے ایک شخص آگے بڑھ کر کہے گا: میری نیکیاں کم ہیں۔ تو وہ اس کی نیکیوں میں سے لے لے گا، پھر دوسرا آ کر کہے گا: تُو نے مجھے سود کھلایا تھا۔ اور اس کی نیکیوں میں سے لے لے گا اس طرح اس کے گھر والے اس کی سب نیکیاں لے جائیں گے اور وہ اپنے اہل وعیال کی طرف حسرت ویاس سے دیکھ کر کہے گا: اب میری گردن پر وہ گناہ ومظالم رہ گئے جو مَیں نے تمہارے لئے کئے تھے۔

(اس وقت) فرشتے کہیں گے: یہ وہ (بدنصیب) شخص ہے جس کی نیکیاں اس کے گھر والے لے گئے اور یہ ان کی وجہ سے جہنم میں چلا گیا۔

پس مرد پر واجب ہے کہ وہ حرام سے بچے اور اپنے گھر والوں سے حسنِ سلوک کے ساتھ پیش آئے۔

(286) وَعَنْ اَبِيْ عَلِيٍّ طَلْقِ بْنِ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ حضرت ابوعلی طلق بن علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: اِذَا دَعَا الرَّجُلُ زَوْجَتَهُ لِحَاجَتِهٖ فَلْتَاْتِهٖ وَاِنْ كَانَتْ عَلَى التَّنُّوْرِ ۔ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالنِّسَائِيُّ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ: حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ ۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مرد اپنی بیوی کو ضرورت کے لئے جب بھی بلائے وہ اس کے پاس آجائے اگرچہ وہ تنور پر ہو۔ امام ترمذی اور امام نسائی نے اس کو روایت کیا اور امام ترمذی نے اسے حسن صحیح کہا ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ما جاء فی حق الزوج علی المرأۃ، ج ۲ص ۴۶۵، رقم: ۱۱۶۰ سنن الکبرٰی للبیھقی، باب فی المرأۃ تبیت مھاجرۃ لفراش زوجھا، ج ۵ص ۳۱۳، رقم: ۸۹۷۱ مصنف ابن ابی شیبۃ، باب ما حق الزوج علی امرأتہ، ج ۴ص ۳۰۶، رقم: ۱۷۴۲۰ مجمع الزوائد للھیثمی، باب فیمن کانت لہ الی اھلہ حاجۃ، ج ۴ص ۵۴۲، رقم: ۷۵۶۸)

شرح حدیث: حضرت ام سُلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی قربانی

یہ ہمارے پیارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہ وسلّم کے سب سے پیارے خادم حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ماں ہیں ان کے پہلے شوہر کا نام مالک تھا بیوہ ہوجانے کے بعد ان کا نکاح حضرت ابوطلحہ صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہوگیا۔ (الاستیعاب، کتاب کنی النساء، باب السین ۳۵۹۷، ام سلیم بنت ملحان، ج ۴، ص ۴۹۴)

یہ رشتہ میں ایک طرح سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہ وسلّم کی خالہ ہوتی تھیں اور ان کے بھائی حضور علیہ الصلوۃ و السلام کے ساتھ ایک جہاد میں شہید ہوگئے تھے ان سب باتوں کی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہ وسلّم ان پر بہت مہربان تھے اور کبھی کبھی ان کے گھر بھی تشریف لے جایا کرتے تھے بخاری شریف وغیرہ میں ان کا ایک بہت ہی نصیحت آموز اور عبرت خیز واقعہ لکھا ہوا ہے اور وہ یہ ہے کہ حضرت ام سلیم کا ایک بچہ بیمار تھا جب حضرت ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ صبح کو اپنے کام دھندے کے لئے باہر جانے لگے تو اس بچہ کا سانس بہت زور زور سے چل رہا تھا ابھی حضرت ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مکان پر نہیں آئے تھے کہ بچہ کا انتقال ہوگیا حضرت بی بی ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے سوچا کہ دن بھر کے تھکے ماندے میرے شوہر مکان پر آئیں گے اور بچے کے انتقال کی خبر سنیں گے تو نہ کھانا کھائیں گے نہ آرام کرسکیں گے اس لئے انہوں نے بچے کی لاش کو ایک الگ مکان میں لٹا دیا اور کپڑا اوڑھا دیا اور خود روزانہ کی طرح کھانا پکایا پھر خوب اچھی طرح بناؤ سنگار کرکے بیٹھ کر شوہر کے آنے کا انتظار کرنے لگیں جب حضرت ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ رات کو گھر میں آئے تو پوچھا کہ بچہ کا کیا حال ہے؟ تو بی بی ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہہ دیا کہ اب اس کا سانس ٹھہر گیا ہے حضرت ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مطمئن ہوگئے اور انہوں نے یہ سمجھا کہ سانس کا کھنچاؤ تھم گیا ہے پھر فوراً ہی کھانا سامنے آگیا اور انہوں نے شکم سیر ہو کر کھانا کھایا پھر بیوی کے بناؤ سنگار کو دیکھ کر انہوں نے بیوی سے صحبت بھی کی جب سب کاموں سے فارغ ہو کر بالکل ہی مطمئن گئے تو بی بی ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا کہ اے میرے پیارے شوہر! مجھے یہ مسئلہ بتائیے کہ اگر ہمارے پاس کسی کی کوئی امانت ہو اور وہ اپنی امانت ہم سے لے لے تو کیا ہم کو برا ماننے یا ناراض ہونے کا کوئی حق ہے؟ حضرت ابوطلحہ

رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ہرگز نہیں امانت والے کو اس کی امانت خوشی خوشی دے دینی چاہے شوہر کا یہ جواب سن کر حضرت ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا کہ اے میرے سرتاج! آج ہمارے گھر میں یہی معاملہ پیش آیا کہ ہمارا بچہ جو ہمارے پاس خدا کی ایک امانت تھا آج خدا نے وہ امانت واپس لے لی اور ہمارا بچہ مرگیا یہ سن کر حضرت ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ چونک کر اٹھ بیٹھے اور حیران ہو کر بولے کہ کیا میرا بچہ مرگیا؟ بی بی نے کہا کہ جی ہاں حضرت ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ تم نے تو کہا تھا کہ اس کے سانس کا کھنچاؤ تھم گیا ہے بیوی نے کہا کہ جی ہاں مرنے والا کہاں سانس لیتا ہے؟ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بے حد افسوس ہوا کہ ہائے میرے بچے کی لاش گھر میں پڑی رہی اور میں نے بھر پیٹ کھانا کھایا اور صحبت کی۔ بیوی نے اپنا خیال ظاہر کر دیا کہ آپ دن بھر کے تھکے ہوئے گھر آئے تھے میں فوراً ہی اگر بچے کی موت کا حال کہہ دیتی تو آپ رنج وغم میں ڈوب جاتے نہ کھانا کھاتے نہ آرام کرتے اس لیے میں نے اس خبر کو چھپایا حضرت ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ صبح کو مسجد نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم میں نماز فجر کے لیے گئے اور رات کا پورا ماجرا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم سے عرض کر دیا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم نے حضرت ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے یہ دعا فرمائی کہ تمہاری رات کی اس صحبت میں اللہ تعالیٰ خیر و برکت عطا فرمائے اس دعائے نبوی کا یہ اثر ہوا کہ اسی رات میں حضرت بی بی ام سلیم کے حمل ٹھہر گیا اور ایک بچہ پیدا ہوا جس کا نام عبداللہ رکھا گیا اور ان عبداللہ کے بیٹوں میں بڑے بڑے علماء پیدا ہوئے۔

مسلمان ماؤں اور بہنو! حضرت بی بی ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے صبر کرنا سیکھو اور شوہر کو آرام پہنچانے کا طریقہ اور سلیقہ بھی اس واقعہ سے ذہن نشین کرو اور دیکھو کہ بی بی ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کیسی اچھی مثال دے کر شوہر کو تسلی دی اگر ہر آدمی اس بات کو اچھی طرح سمجھ لے تو کبھی بے صبری نہ کریگا اور دیکھو کہ صبر کا پھل خداوند کریم نے کتنی جلدی حضرت بی بی ام سلیم کو دیا کہ حضرت عبداللہ ایک سال پورا ہونے سے پہلے ہی پیدا ہو گئے اور پھر ان کا گھر عالموں سے بھر گیا۔

(جنتی زیور صفحہ ۵۱۷)

(287) وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: لَوْ كُنْتُ اٰمِرًا اَحَدًا اَنْ يَّسْجُدَ لِاَحَدٍ لَاَمَرْتُ الْمَرْاَةَ اَنْ تَسْجُدَ لِزَوْجِهَا رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ، وَقَالَ: حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ.

حضرت ابوہریرہ ﷺ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اگر میں کسی کے لئے کسی کو سجدہ کرنے کا حکم دیتا تو عورت کو حکم دیتا کہ وہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے۔ اسے امام ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ما جاء فی حق الزوج علی المرأة، ج ٣ص ٤٦٥، رقم: ١١٥٩، الاداب للبيهقی، باب فی مراعاة حق الازواج، ج ١ص ٢٧، رقم: ٣٥، سنن الكبرى للبيهقی، باب ما جاء فی عظم حق الزوج علی المرأة، ج ٧، ص ٢٩١، رقم:

۱۵۱۰۱ المستدرك للحاكم، كتاب النكاح، ج ۲ ص ۲۸۷، رقم: ۲۷۶۳، سنن ابوداؤد، باب فی حق الزوج علی المرأة، ج ۲ ص ۲۰۹، رقم: ۲۱۴۲)

شرح حدیث: حکیم الاُمّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

ہمارے شریعت میں غیر خدا کو سجدہ حرام ہے، سجدہ عبادت کفر ہے، سجدہ تعظیم حرام، دوسری شریعتوں میں بندوں کو سجدہ تعظیم جائز تھا۔ اس عبارت سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مالک احکام ہیں کہ فرماتے ہیں اگر میں کسی کو سجدہ کا حکم دیتا اس کی پوری تحقیق ہماری کتاب سلطنت مصطفٰی میں دیکھئے۔ یہاں حکم سے مراد وجوبی حکم ہے یا استحبابی یا اباحت کا۔

مزید یہ کہ خاوند کے حقوق بہت زیادہ ہیں اور عورت اس کے احسانات کے شکریہ سے عاجز ہے اسی لیے خاوند ہی اس کے سجدے کا مستحق ہوتا۔ (مرقات) اس سے معلوم ہوا کہ خاوند کی اطاعت و تعظیم اشد ضروری ہے اس کی ہر جائز تعظیم کی جائے، اسی قاعدے سے فقیر کہتا ہے کہ اگر اسلام میں کسی بندے کے لیے سجدہ جائز ہوتا تو میں اپنے نبی کو بلکہ ان کے نام کو سجدہ کرتا۔ خیر دل تو ان کو ساجد ہی ہے۔ شعر

اے جوش دل گران کو یہ سجدہ روا نہیں　　　اچھا وہ سجدہ کیجئے کہ سر کو خبر نہ ہو

(مرآۃ المناجیح، ج ۵، ص ۱۶۷)

اپنے شوہر کی اطاعت کرے

حضرتِ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْ وَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ ﷺ وسلَّم نے فرمایا کہ جو عورت پانچوں نمازیں پڑھے اور اپنی شرمگاہ کی حفاظت کرے اور اپنے شوہر کی اطاعت کرے وہ جنت کے جس دروازے سے چاہے داخل ہو جائے گی۔

(الترغیب والترھیب، کتاب النکاح، باب فی الوفاء بحق زوجته والمراة، رقم ۱۳، ج ۳، ص ۳۳)

حضرتِ سیدنا عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضورِ پاک، صاحبِ لَولاک صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ ﷺ وسلَّم نے فرمایا، عورت جب پانچوں نمازیں پڑھے، رمضان کے روزے رکھے، اپنی شرمگاہ کی حفاظت کرے اور اپنے شوہر کی اطاعت کرے تو اس سے کہا جائے گا کہ جنت کے جس دروازے سے چاہو جنت میں داخل ہو جاؤ۔

(مسند احمد بن حنبل، مسند عبدالرحمن بن عوف، رقم ۱۶۶۱، ج ۱، ص ۴۰۶)

ام المومنین حضرتِ سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے سیّدُ المبلغین، رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِیْن صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ ﷺ وسلَّم کی بارگاہ میں سوال کیا کہیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! عورت پر سب سے زیادہ کس کا حق ہے؟ فرمایا کہ اس کے شوہر کا۔ میں نے عرض کیا، تو پھر مرد پر سب سے زیادہ حق کس کا ہے؟ فرمایا کہ اس کی ماں کا۔

(مستدرک، کتاب البر والصلۃ، باب برّ اُمّک ۔۔۔۔۔۔ الخ، رقم ۷۳۲۶، ج ۵، ص ۲۰۸)

حضرتِ سیدنا اَنس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ عزوجل کے مَحبوب، دانائے غُیوب، مُنَزَّہٌ عَنِ الْعُیوب صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم نے فرمایا کہ کیا میں تمہیں نہ بتاؤں کہ تم میں سے کون سے مرد جنت میں ہوں گے؟ ہم نے عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ضرور ارشاد فرمایئے۔ فرمایا کہ ہر نبی جنت میں ہوگا، ہر صدیق جنت میں ہوگا، جو شخص صرف اللہ عزوجل کی رضا کے لئے اپنے کسی بھائی سے ملنے شہر کے مضافات میں جائے وہ جنت میں ہوگا۔ پھر فرمایا، اور کیا میں تمہیں نہ بتاؤں کہ تمہاری عورتوں میں سے کون سی عورتیں جنت میں ہوں گی؟ ہم نے عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! ضرور ارشاد فرمایئے۔ فرمایا کہ ہر محبت کرنے والی اور زیادہ بچے جننے والی عورت کہ جب اسے غصہ دلایا جائے یا اس کا شوہر اس سے ناراض ہوتو وہ کہے کہ میرا یہ ہاتھ تیرے ہاتھ میں ہے جب تک تو راضی نہ ہوگا میں سوؤں گی نہیں۔

(المعجم الکبیر، باب الف، رقم ۱۷۴۳، ج۱، ص ۲۷۴)

حضرتِ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ایک صحابیہ رضی اللہ عنہا نے بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوکر عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم! میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس عورتوں کی طرف سے نمائندہ بن کر حاضر ہوئی ہوں۔ ان میں سے ہر عورت خواہ وہ میرے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہونے کو جانتی ہو یا نہ جانتی ہو مگر وہ اسے پسند ضرور کرتی ہوگی۔ اللہ عزوجل مرد وعورت دونوں کا رب اور خدا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم مرد وعورت دونوں کی طرف اللہ عزوجل کے بھیجے ہوئے رسول ہیں۔ اللہ عزوجل نے مردوں پر جہاد فرض کیا ہے اگر وہ اس میں زخمی ہوتے ہیں تو غنیمت پاتے ہیں اور اگر شہید ہوجائیں تو اپنے رب عزوجل کے پاس زندہ ہوتے ہیں اور انہیں رزق دیا جاتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں ایسا عمل ارشاد فرمایئے جو ان کے اس عمل کے مساوی ہو۔

تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ عمل عورت کا اپنے شوہر کی اطاعت کرنا اور اس کے حقوق کو پہچاننا ہے اور تم میں سے بہت کم عورتیں ہیں جو ایسا کرتی ہیں۔

ایک روایت میں ہے کہ ایک عورت نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں عورتوں کی طرف سے نمائندہ بن کر حاضر ہوئی ہوں، اللہ عزوجل نے مردوں پر جہاد فرض فرمایا ہے اگر یہ زخمی ہوں تو اجر پائیں اور اگر شہید ہوجائیں تو اپنے رب عزوجل کے پاس زندہ رہیں اور رزق دیئے جائیں اور ہم عورتیں ان کے گھر کی دیکھ بھال کرتی ہیں لہٰذا ہمارے لئے اس میں کیا اجر ہے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم جس عورت سے بھی ملو تو اسے بتادو کہ شوہر کی فرمانبرداری کرنا اور اس کے حق کو پہچاننا جہاد کے برابر ہے اور تم میں سے بہت کم عورتیں ایسا کرتی ہیں۔ (الترغیب والترھیب، کتاب النکاح، باب الزوج فی الوفاء بحق زوجتہ، رقم ۱۷، ج ۳، ص ۳۴)

(288) وَعَنْ اُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا، قَالَتْ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے آپ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب عورت اس حالت

أَيُّمَا امْرَأَةٍ مَاتَتْ، وَزَوْجُهَا عَنْهَا رَاضٍ دَخَلَتِ الْجَنَّةَ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ۔

میں فوت ہو کہ اس کا شوہر اس سے راضی ہو تو وہ جنت میں داخل ہو گی۔ امام ترمذی نے اس حدیث کو روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ما جاء فی حق الزوج علی المرأة، ج ۳ص۳۶۶، رقم: ۱۱۶۱، المستدرك للحاكم، كتاب البر والصلة، ج ۶ص۱۵۷، رقم: ۷۳۲۸، سنن ابن ماجه، باب حق الزوج علی المرأة، ج ۱ص۵۹۵، رقم: ۱۸۵۴، مسند ابی يعلى، مسند أم سلمة زوج النبی صلی الله عليه وسلم، ج ۱۲ص۳۳۱، رقم: ۶۹۰۳، مسند عبد بن حميد، حديث ام سلمة رضی الله عنها، ص۴۴۵، رقم: ۱۵۴۱)

شرح حدیث: جنت کے جس دروازے سے چاہے داخل ہو

حضرتِ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا کہ جو عورت پانچوں نمازیں پڑھے اور اپنی شرمگاہ کی حفاظت کرے اور اپنے شوہر کی اطاعت کرے وہ جنت کے جس دروازے سے چاہے داخل ہو جائے گی۔

(الترغیب والترھیب، کتاب النکاح، باب فی الوفاء بحق زوجتہ والمراۃ، رقم ۱۳، ج ۳، ص ۳۳)

حضرتِ سیدنا عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضورِ پاک، صاحبِ لَولاک صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا، عورت جب پانچوں نمازیں پڑھے، رمضان کے روزے رکھے، اپنی شرمگاہ کی حفاظت کرے اور اپنے شوہر کی اطاعت کرے تو اس سے کہا جائے گا کہ جنت کے جس دروازے سے چاہو جنت میں داخل ہو جاؤ۔

(مسند احمد بن حنبل، مسند عبدالرحمن بن عوف، رقم ۱۶۶۱، ج ۱، ص ۴۰۶)

ام المومنین حضرتِ سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے سیِّدُ المبلغین، رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِین صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم کی بارگاہ میں سوال کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! عورت پر سب سے زیادہ کس کا حق ہے؟ فرمایا کہ اس کے شوہر کا۔ میں نے عرض کیا، تو پھر مرد پر سب سے زیادہ حق کس کا ہے؟ فرمایا کہ اس کی ماں کا۔

(مستدرک، کتاب البر والصلۃ، باب برّ اُمّک ۔۔۔۔۔۔ الخ، رقم ۷۳۲۶، ج ۵، ص ۲۰۸)

حضرتِ حُصَین بن مُحْصَن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میری پھوپھی شہنشاہِ خوش خِصال، پیکرِ حُسن و جمال،، دافعِ رنج و مَلال، صاحبِ جُود و نوال، رسولِ بے مثال، بی بی آمنہ کے لال صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم کی خدمت میں حاضر ہوئیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کیا تم شادی شدہ ہو؟ انھوں نے عرض کیا، جی ہاں! آپ نے دریافت فرمایا، تمہارا اپنے شوہر کے ساتھ رویہ کیسا ہے؟ عرض کیا کہ میں اس کے حقوق پورے کرنے میں کوئی کمی نہیں کرتی مگر جس سے میں عاجز آجاؤں۔ ارشاد فرمایا، تم اس سے جیسا بھی رویہ اختیار کرو وہی تمہاری جنت اور تمہاری جہنم ہے۔

(مسند احمد بن حنبل، مسند حصین بن محصن، رقم ۱۹۰۲۵، ج ۷، ص ۲۱ بتغیر ما)

حضرتِ سیدتنا ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں خاتم المرسلین، رحمۃ للعٰلمین، شفیع المذنبین، انیس الغریبین، سراج السالکین، محبوبِ ربُّ العٰلمین، جنابِ صادق وامین صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وٰلہٖ وسلّم نے فرمایا کہ جس عورت کے مرتے وقت اس کا شوہر اس سے راضی ہو وہ جنت میں داخل ہوگی۔ (ترمذی، کتاب الرضاع، باب فی حق الزوج، رقم ۱۱۶۴، ج ۲، ص ۳۸۶)

(289) وَعَنْ مُّعَاذِ بْنِ جَبَلٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: لَا تُؤْذِيْ امْرَاَةٌ زَوْجَهَا فِي الدُّنْيَا اِلَّا قَالَتْ زَوْجَتُهُ مِنَ الْحُوْرِ الْعِيْنِ لَا تُؤْذِيْهِ قَاتَلَكِ اللّٰهُ ! فَاِنَّمَا هُوَ عِنْدَكِ دَخِيْلٌ يُوْشِكُ اَنْ يُّفَارِقَكِ اِلَيْنَا رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: حَدِيْثٌ حَسَنٌ۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: دنیا میں کوئی عورت جب اپنے شوہر کو اذیت دیتی ہے' تو حوریں اس کی بیوی کو مخاطب کر کے کہتی ہیں۔ اس کو تنگ نہ کر تجھے اللہ مارے اسے نہ ستا یہ تیرے پاس تھوڑے وقت کے لئے ہے عنقریب تجھے چھوڑ کر ہمارے پاس آ جائے گا۔ امام ترمذی نے اس حدیث کو روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ما جاء فی کراھیۃ الدخول علی المغیبات، ج ۳ ص ۴۷۶، رقم: ۱۱۷۴، مسند امام احمد بن حنبل، حدیث معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ، ج ۵ ص ۲۴۲، رقم: ۲۲۱۵۴، سنن ابن ماجہ، باب فی المرأۃ تؤذی زوجھا، ج ۱ ص ۶۴۹، رقم: ۲۰۱۴، مسند الشامیین، من اسمہ بحیر عن خالد عن کثیر، ج ۲ ص ۱۹۰، رقم: ۱۱۲۶، اطراف المسند المعتلی، من اسمہ کثیر بن مرۃ، ج ۵ ص ۳۰۹، رقم: ۶۱۹۶)

شرح حدیث: حکیمُ الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اس حدیث سے چند مسئلے معلوم ہوئے: ایک یہ کہ حوریں نورانی ہونے کی وجہ سے جنت میں زمین کے واقعات دیکھتی ہیں، دیکھو یہ لڑائی ہو رہی ہے کسی گھر کی بند کوٹھڑی میں اور حور دیکھ رہی ہے، یہاں مرقات نے فرمایا کہ ملاءِ اعلیٰ دنیا والوں کے ایک ایک عمل پر خبردار ہیں۔ دوسرے یہ کہ حوروں کو لوگوں کے انجام کی خبر ہے کہ فلاں مؤمن متقی مرے گا۔ تیسرے یہ ہے کہ حوروں کو لوگوں کے مقام کی خبر ہے کہ بعد قیامت یہ جنت کے فلاں درجہ میں رہے گا۔ چوتھے یہ کہ حوریں آج بھی اپنے خاوند انسانوں کو جانتی پہچانتی ہیں، پانچواں یہ کہ آج بھی حوروں کو ہمارے دکھ سے دکھ پہنچتا ہے ہمارے مخالف سے ناراض ہوتی ہیں۔ جب حوروں کے علم کا یہ حال ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم جو تمام خلق سے بڑے عالم ہیں ان کے علم کا کیا پوچھنا، آج لوگ حضور کو حاضر ناظر ماننا شرک کہتے ہیں، یہاں سے معلوم ہوا کہ حور حاضر ناظر ہے، چھٹے یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جنت کے حالات حوروں کے کلام سے خبردار ہیں جب ہی حور کا یہ کلام نقل فرما رہے ہیں وہ ہے حور، حضور ہیں نور، صلی اللہ علیہ وسلم ہر حور دنیا کے ہر گھر کے ہر حال سے خبردار ہے مگر یہ کلام وہ ہی حور کرتی ہے جس کا زوج اس گھر میں ہو۔

مزید فرماتے ہیں:

ترمذی کی روایت میں یہ حدیث غریب ہے ابن ماجہ کی روایت میں نہیں مگر یہ غرابت مضر نہیں کیونکہ اس حدیث کی

تائید قرآن کریم سے ہو رہی ہے، رب تعالیٰ فرشتوں کے متعلق فرماتا ہے: يَعْلَمُوْنَ مَا تَفْعَلُوْنَ تمہارے کام فرشتے جانتے ہیں اور ابلیس و ذریت ابلیس کے متعلق فرماتا ہے: اِنَّهٗ يَرٰىكُمْ هُوَ وَقَبِيْلُهٗ مِنْ حَيْثُ لَا تَرَوْنَهُمْ جب حدیث کی تائید قرآن مجید سے ہو جائے تو ضعیف بھی قوی ہو جاتی ہے۔ (مرآۃ المناجیح، ج۵،ص۱۷۸)

(290) وَعَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: مَا تَرَكْتُ بَعْدِيْ فِتْنَةً هِيَ اَضَرُّ عَلَى الرِّجَالِ مِنَ النِّسَآءِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت اسامہ بن زید ﷛ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: میں نے اپنے بعد مردوں کے لئے عورتوں سے بڑھ کر زیادہ خطرناک فتنہ نہیں چھوڑا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب ما یتقی من شوم المرأۃ، ج ۷،ص۸، رقم: ۵۰۹۶،صحیح مسلم، باب اکثر اھل الجنۃ الفقراء واکثر اھل النار النساء، ج ۸ص۸۹، رقم: ۷۱۲۱،سنن الکبری للبیھقی، باب ما یتقی من فتنۃ النساء، ج ۷،ص۹۱، رقم: ۱۳۹۰۵،المعجم الاوسط للطبرانی، من اسمہ صالح، ج ۴ص۸۴، رقم: ۳۶۷۵،صحیح ابن حبان، باب ما جاء فی الفتن، ج۱۳ص۳۰۶، رقم: ۵۹۶۷)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں

دنیا میں مردوں کے لیے عورتیں بڑے فتنہ کا باعث ہیں کہ عورت کے سبب آپس کی عداوت، لڑائی جھگڑے بلکہ خونریزی بہت ہوگی، عورت ہی حب دنیا کا ذریعہ ہے اور حب دنیا تمام گناہوں کی جڑ ہے۔ مِنْ بَعْدِیْ فرمانے میں اس طرف اشارہ ہے کہ حضور کے زمانہ میں عورتوں کے فتنہ کا ظہور صحابہ کرام پر نہ ہوا کہ وہ حضرات نور مصطفوی سے بہت منور تھے بعد میں اس کا ظہور ہوا آج بھی عورتوں کی وجہ سے فساد و قتل و خون بہت ہو رہے ہیں۔ علماء فرماتے ہیں کہ زمین میں پہلا قتل عورت کی وجہ سے ہوا کہ قابیل نے اپنے بھائی ہابیل کو اقلیما عورت کی وجہ سے مارا۔ شعر

جھگڑے کی بنیادیں تین زن ہے زر ہے اور زمین

عورتوں کے فتنے سے بچنے کا واحد ذریعہ شریعت اسلامیہ کی مضبوطی سے پیروی ہے۔ (مرآۃ المناجیح، ج۵،ص۶)

عورت کا فتنہ

حضرت عبدالمُنعم بن ادریس رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت سیدنا وہب بن منبہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا: بنی اسرائیل میں ایک عبادت گزار شخص تھا جو اپنے زمانے کا سب سے بڑا عبادت گزار شمار کیا جاتا تھا، وہ بستی سے الگ تھلگ ایک مکان میں اللہ عزوجل کی عبادت کیا کرتا، اسی بستی میں تین بھائی اپنی ایک جوان کنواری بہن کے ساتھ رہا کرتے تھے، اچانک ان کے ملک پر دشمن حملہ آور ہو گیا، ان تینوں بہادر نوجوانوں نے جہاد پر جانے کا عزمِ مصمّم کر لیا، لیکن انہیں اس بات کی فکر لاحق ہوئی کہ ہم اپنی جوان بہن کس کے سپرد کر کے جائیں انہوں نے بہت غور و فکر

کیا لیکن کوئی ایسا قابل اعتماد شخص نظر نہ آیا جس کے پاس وہ اپنی جوان کنواری بہن کو چھوڑ کر جاتے، پھر انہیں اس عابد کا خیال آیا اور وہ سب اس بات پر راضی ہو گئے کہ یہ عابد قابل اعتماد ہے، ہم اپنی بہن کو اس کی نگرانی میں چھوڑ کر چلے جاتے ہیں۔

چنانچہ وہ تینوں اس عابد کے پاس آئے اور اسے صورت حال سے آگاہ کیا۔ عابد نے صاف انکار کرتے ہوئے کہا: میں یہ ذمہ داری ہرگز قبول نہیں کروں گا، لیکن وہ تینوں بھائی اس کی منت سماجت کرتے رہے بالآخر وہ عابد اس بات پر راضی ہو گیا کہ مَیں تمہاری بہن کو اپنے ساتھ نہیں رکھوں گا بلکہ میرے مکان کے سامنے جو خالی مکان ہے تم اپنی بہن کو اس میں چھوڑ جاؤ، وہ تینوں بھائی اس پر راضی ہو گئے اور اپنی بہن کو اس عابد کے مکان کے سامنے والے مکان میں چھوڑ کر جہاد پر روانہ ہو گئے۔

وہ عابد روزانہ اپنے عبادت خانے سے نیچے اُترتا اور دروازے پر کھانا رکھ دیتا پھر اپنے عبادت خانے کا دروازہ بند کر کے اُوپر اپنے عبادت خانے میں چلا جاتا پھر لڑکی کو آواز دیتا کہ کھانا لے جاؤ، لڑکی وہاں سے کھانا لے کر چلی جاتی۔

اس طرح کافی عرصہ تک عابد اور اس لڑکی کا آمنا سامنا نہ ہوا۔ وقت گزرتا رہا، ایک مرتبہ شیطان مردود نے اس عابد کے دل میں یہ وسوسہ ڈالا کہ وہ بے چاری اکیلی لڑکی ہے، روزانہ یہاں کھانا لینے آتی ہے، اگر کسی دن اس پر کسی مرد کی نظر پڑ گئی اور وہ اس کے عشق میں گرفتار ہو گیا تو یہ کتنی بری بات ہے، کم از کم اتنا تو کر کہ دن کے وقت تو اس لڑکی کے دروازے پر کھانا رکھ آیا کر، تا کہ اسے باہر نہ نکلنا پڑے، اس طرح تجھے زیادہ اجر بھی ملے گا اور وہ لڑکی غیر مردوں کے شر سے بھی محفوظ رہے گی، اس عابد کے دل میں یہ وسوسہ گھر کر گیا اور وہ شیطان کے جال میں پھنس گیا۔

چنانچہ وہ روزانہ دن میں لڑکی کے مکان پر جاتا اور کھانا دے کر واپس آ جاتا لیکن اس سے گفتگو نہ کرتا پھر کچھ عرصہ بعد شیطان نے اسے ترغیب دلائی کہ تیرے لئے نیکی کمانے کا کتنا عظیم موقع ہے کہ تُو کھانا اس کے گھر میں پہنچا دیا کر، تا کہ اس لڑکی کو پریشانی نہ ہو، اس طرح تجھے اس کی خدمت کا ثواب زیادہ ملے گا، چنانچہ اس عابد نے اب گھر میں جا کر کھانا دینا شروع کر دیا کچھ عرصہ اسی طرح معاملہ چلتا رہا، شیطان نے اسے پھر مشورہ دیا کہ دیکھ وہ لڑکی کتنے دنوں سے اکیلی اس مکان میں رہ رہی ہے، اسے تنہائی میں وحشت ہوتی ہوگی، اگر تُو اس سے کچھ دیر بات کر لے اور اس کے پاس تھوڑی بہت دیر بیٹھ جائے تو اس کی وحشت ختم ہو جائے گی اور اس طرح تجھے بہت اجر و ثواب ملے گا۔ عابد پھر شیطان لعین کے چکر میں پھنس گیا اور اس نے اب لڑکی کے پاس بیٹھنا اور اس سے بات چیت کرنا شروع کر دی، پہلے پہل تو اس طرح ہوا کہ وہ عابد اپنے عبادت خانے سے بات کرتا اور لڑکی اپنے مکان سے، پھر وہ دونوں دروازوں پر آ کر گفتگو کرنے لگے، پھر شیطان کے اُکسانے پر وہ عابد اس لڑکی کے مکان میں جا کر اس کے پاس بیٹھتا اور باتیں کرتا، بالآخر شیطان نے اب اسے ورغلانا شروع کر دیا کہ دیکھ یہ لڑکی کتنی خوبصورت ہے! کیسی حسین و جمیل ہے! جب اس نے جوان لڑکی کی جوانی پر نظر ڈالی تو اس

کے دل میں گناہ کا اِرادہ ہوا۔ ایک دن اس نے لڑکی سے بہت زیادہ قربت اِختیار کی اور اس کی ران پر ہاتھ رکھا پھر اس سے بوس و کنار کیا، بالآخر اس بدبخت عابد نے شیطان کے بہکاوے میں آ کر اس لڑکی سے زنا کیا جس کے نتیجے میں لڑکی حاملہ ہوگئی اور اس حمل سے ایک بچہ پیدا ہوا۔

پھر شیطان مردود نے اس عابد کے پاس آ کر کہا: دیکھ! تیری حرکت کی وجہ سے یہ سب کچھ ہوا ہے، تیرا کیا خیال ہے کہ جب اس لڑکی کے بھائی آئیں گے اور وہ اپنی بہن کو اس حالت میں دیکھیں گے تو تجھے کتنی رسوائی ہوگی اور وہ تیرے ساتھ کیا معاملہ کریں گے؟ تیری بہتری اسی میں ہے کہ تُو اس بچے کو مار ڈال تا کہ انہیں اس واقعہ کی خبر ہی نہ ہو اور تُو رسوائی سے بچ جائے۔ چنانچہ اس بدبخت نے بچے کو ذبح کر ڈالا اور ایک جگہ دفن کر دیا، اب وہ مطمئن ہو گیا کہ لڑکی اپنی رسوائی کے خوف سے اپنے بھائیوں کو اس واقعے کی خبر نہ دے گی لیکن شیطان ملعون دوبارہ اس عابد کے پاس آیا اور کہا: اے جاہل انسان! کیا تُو نے یہ گمان کر لیا ہے کہ یہ لڑکی اپنے بھائیوں کو کچھ نہیں بتائے گی، یہ تیری بھول ہے، یہ ضرور تیری حرکتوں کے بارے میں اپنے بھائیوں کو آگاہ کرے گی اور تجھے ذلت و رسوائی کا سامنا کرنا پڑے گا، تیری بہتری اسی میں ہے کہ تُو اس لڑکی کو بھی قتل کر کے دفن کر دے تا کہ معاملہ ہی ختم ہو جائے۔ عابد نے شیطان کے مشورہ پر عمل کیا اور لڑکی کو قتل کر کے اسے بھی بچے کے ساتھ ہی دفن کر دیا اور عابد دوبارہ مصروفِ عبادت ہو گیا۔

وقت گزرتا رہا جب اس لڑکی کے بھائی جہاد سے واپس آئے تو انہوں نے اس مکان میں اپنی بہن کو نہ پا کر عابد سے پوچھا تو اس نے بڑے مغموم انداز میں روتے ہوئے جواب دیا: تمہارے جانے کے بعد تمہاری بہن کا انتقال ہو گیا اور یہ اس کی قبر ہے، وہ بہت نیک لڑکی تھی، اتنا کہنے کے بعد وہ عابد رونے لگا اور اس کے بھائی بھی قبر کے پاس رونے لگے۔ کافی دن وہ اسی مکان میں اپنی بہن کی قبر کے پاس رہے پھر اپنے گھروں کو لوٹ گئے اور انہیں اس عابد کی باتوں پر یقین آ گیا۔

ایک رات جب وہ تینوں بھائی اپنے اپنے بستروں پر آرام کے لئے لیٹے اور ان کی آنکھ لگ گئی تو شیطان ان تینوں کے خواب میں آیا اور سب سے بڑے بھائی سے سوال کیا: تمہاری بہن کہاں ہے؟ اس نے کہا: وہ تو مر چکی ہے اور فلاں جگہ اس کی قبر ہے۔ شیطان نے کہا: اس عابد نے تم سے جھوٹ بولا ہے، اس نے تمہاری بہن کے ساتھ زنا کیا اور اس سے بچہ پیدا ہوا، پھر اس نے رسوائی کے خوف سے تمہاری بہن اور اس بچے کو مار ڈالا اور ان دونوں کو ایک ساتھ دفن کر دیا، اگر تمہیں یقین نہیں آئے تو تم وہ جگہ کھود کر دیکھ لو۔ اس طرح اس نے تینوں بھائیوں کو خواب میں آ کر ان کی بہن کے متعلق بتایا، جب صبح سب کی چنانچہ وہ تینوں بھائی اسی مکان میں پہنچے اور جب اس جگہ کو کھودا جس کی شیطان نے نشاندہی کی تھی تو وہ یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ وہاں ان کی بہن اور ایک بچہ ذبح شدہ حالت میں موجود ہیں۔ چنانچہ وہ اس بدبخت عابد کے پاس پہنچے اور اس سے پوچھا: سچ سچ بتا تُو نے ہماری بہن کے ساتھ کیا کیا ہے؟ عابد نے جب ان کا غصہ دیکھا تو اپنے گناہ کا اعتراف کر لیا اور سب کچھ بتا دیا۔ چنانچہ وہ تینوں بھائی اسے پکڑ کر بادشاہ کے دربار میں لے گئے، بادشاہ نے ساری بات سن کر اسے

پھانسی کا حکم دے دیا۔

جب اس بد بخت عابد کو پھانسی دی جانے لگی تو شیطان مردود اپنا آخری وار کرنے پھر اس کے پاس آیا اور اسے کہا: میں ہی تیرا وہ ساتھی ہوں جس کے مشوروں پر عمل کر کے تو عورت کے فتنے میں مبتلا ہوا، پھر تُو نے اسے اور اس کے بچے کو قتل کر دیا، ہاں! اگر آج تُو میری بات مان لے گا تو میں تجھے پھانسی سے رہائی دلوادوں گا۔ عابد نے کہا: اب تو مجھ سے کیا چاہتا ہے؟ شیطان لعین بولا: تُو اللہ عزوجل کی وحدانیت کا انکار کر دے اور کافر ہو جا، اگر تُو ایسا کریگا تو میں تجھے آزاد کروا دوں گا۔ یہ سن کر کچھ دیر تو عابد سوچتا رہا لیکن پھر دنیاوی عذاب سے بچنے کی خاطر اُس نے اپنی زبان سے کفریہ کلمات بکے اور اللہ عزوجل کی وحدانیت کا منکر ہو گیا (والعیاذ باللہ تعالیٰ)۔ جب شیطان ملعون نے اس بد بخت عابد کا ایمان بھی برباد کروا دیا تو اُسے حالتِ کفر میں پھانسی دے دی گئی اور وہ فوراً اپنے ساتھیوں سمیت وہاں سے غائب ہو گیا۔

شیطان کی شیطانیت کے بارے میں قرآن کریم بیان فرماتا ہے:

كَمَثَلِ الشَّيْطٰنِ اِذْ قَالَ لِلْاِنْسَانِ اكْفُرْ ۚ فَلَمَّا كَفَرَ قَالَ اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّنْكَ اِنِّيْٓ اَخَافُ اللّٰهَ رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ ○

ترجمہ کنزالایمان: شیطان کی کہاوت جب اس نے آدمی سے کہا کفر کر پھر جب اس نے کفر کر لیا بولا میں تجھ سے الگ ہوں میں اللہ سے ڈرتا ہوں جو سارے جہان کا رب۔ (پ28، الحشر:16)

(تفسیر القرطبی، سورۃ الحشر، تحت الآیۃ:١٦، الجزء الثامن عشر، جلد ٩ ص ٣٠ تا ٣٢)

(اے ہمارے پروردگار عزوجل! عورت کے فتنوں اور شیطان کی مکاریوں سے ہماری حفاظت فرما، ہمیں دنیوی اور اُخروی ذلت و رسوائی اور عذاب سے محفوظ فرما، ہماری عصمتوں اور ہمارے ایمان کی حفاظت فرما، اے اللہ عزوجل! ہم تیری ہی عطا سے مسلمان ہیں، تجھے تیرے پیارے حبیب صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا واسطہ! ہمارا خاتمہ بالخیر فرما)

(عیون الحکایات مؤلف: امام ابوالفرج عبدالرحمن بن علی جوزی علیہ رحمۃ اللہ القوی صفحہ ١٩٧)

36-بَابُ النَّفَقَةِ عَلَى الْعِيَالِ
اہل وعیال پر خرچ کرنا

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (وَعَلَى الْمَوْلُوْدِ لَهٗ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ) (البقرۃ: 233)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور والد پر ان (پرورش کرنے والیوں) کے لئے خرچہ اور لباس ہے دستور کے مطابق۔

شرح: حضرتِ صدر الاُفاضل سیّدُنا مولٰینا محمد نعیم الدین مُراد آبادی علیہ رحمۃ اللہ الھادی خزائنُ العرفان میں اس کے تحت لکھتے ہیں:

مسئلہ: بچہ کی پرورش اور اس کو دودھ پلوانا باپ کے ذمہ واجب ہے اس کے لئے وہ دودھ پلانے والی مقرر کرے لیکن

اگر ماں اپنی رغبت سے بچہ کو دودھ پلائے تو مستحب ہے۔

مسئلہ: شوہر اپنی زوجہ پر بچہ کے دودھ پلانے کے لئے جبر نہیں کرسکتا اور نہ عورت شوہر سے بچہ کے دودھ پلانے کی اجرت طلب کرسکتی ہے جب تک کہ اس کے نکاح یا عدت میں رہے۔

مسئلہ: اگر کسی شخص نے اپنی زوجہ کو طلاق دی اور عدت گزر چکی تو وہ اس سے بچہ کے دودھ پلانے کی اجرت لے سکتی ہے۔

مسئلہ: اگر باپ نے کسی عورت کو اپنے بچہ کے دودھ پلانے پر بہ اجرت مقرر کیا اور اس کی ماں اسی اجرت پر یا بے معاوضہ دودھ پلانے پر راضی ہوئی تو ماں ہی دودھ پلانے کی زیادہ مستحق ہے اور اگر ماں نے زیادہ اجرت طلب کی تو باپ کو اس سے دودھ پلوانے پر مجبور نہ کیا جائے گا۔ (تفسیر احمدی مدارک) المعروف سے مراد یہ ہے کہ حسب حیثیت ہو بغیر تنگی اور فضول خرچی کے۔ (خزائن العرفان)

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (لِيُنْفِقْ ذُوْ سَعَةٍ مِّنْ سَعَتِهٖ وَمَنْ قُدِرَ عَلَيْهِ رِزْقُهٗ فَلْيُنْفِقْ مِمَّآ اٰتٰىهُ اللّٰهُ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا مَآ اٰتٰىهَا) (الطلاق: 7)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: فراخی والے کو اپنی فراخی سے خرچ کرنا چاہیے اور تنگ دست کو اس میں سے خرچ کرنا چاہئے جو اس کو اللہ تعالیٰ نے دیا ہے اور اللہ کسی جان کو اتنا ہی پابند بناتا ہے جتنا اس کو دیا ہے۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (وَمَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَهُوَ يُخْلِفُهٗ) (سبأ: 39).

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: تم جو خرچ کرو وہ اس کے پیچھے ہی عطاء فرماتا ہے۔

(291) وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: دِيْنَارٌ اَنْفَقْتَهٗ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ، وَدِيْنَار اَنْفَقْتَهٗ فِيْ رَقَبَةٍ، وَدِيْنَارٌ تَصَدَّقْتَ بِهٖ عَلٰى مِسْكِيْنٍ، وَدِيْنَارٌ اَنْفَقْتَهٗ عَلٰى اَهْلِكَ، اَعْظَمُهَا اَجْرًا الَّذِيْ اَنْفَقْتَهٗ عَلٰى اَهْلِكَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت ابو ہریرہ ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ایک دینار وہ ہے جس کو تو نے اللہ کی راہ میں خرچ کیا اور ایک دینار غلام آزاد کرنے کے لئے تو نے خرچ کیا اور ایک دینار تو مسکین پر صدقہ کرتا ہے اور ایک دینار تو گھر والوں پر خرچ کرتا ہے تو ان میں ثواب میں زیادہ بڑھنے والا دینار وہ ہے جو تو نے اپنے گھر والوں پر خرچ کیا۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب فضل النفقة على العيال والمملوك، ج ٣ص٧٨، رقم: ٢٣٥٨، مسند امام احمد مسند ابی هريرة رضی الله عنه، ج ٢ص٤٧٣، رقم: ١٠١٢٣، اطراف لامسند المعتلی، من اسمه مجاهد بن جبر المكی، ج ٨ص٢٠، رقم: ١٠١٢٣، جامع الاصول لابن اثیر، الفصل العاشر، فی فضل النفقه، ج ٩ص٥٢٥، رقم: ٧٢٦٠)

شرح حدیث: میزان میں سب سے پہلے

حضرتِ سیدنا جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی مُکَرَّم ،نُورِ مُجَسَّم ،رسول اکرم ،شہنشاہِ بنی آدم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ ٖالہٖ وسلَّم نے فرمایا کہ بندے کے میزان میں سب سے پہلے اس کے اپنے گھر والوں پر خرچ کئے گئے مال کو رکھا جائے گا۔(المعجم الاوسط،رقم ۶۱۳۵،ج ۴،ص ۳۲۹)

حضرتِ سیدنا عمرو بن اُمَیَّہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ حضرتِ سیدنا عثمان بن عفان یا عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہما ایک اونی چادر کو خریدنے کے لئے بھاؤ طے کر رہے تھے کہ میرا وہاں سے گزر ہوا اور میں نے وہ چادر خرید کر اپنی بیوی سُخَیْلَہ بنت عُبَیْدَہ رضی اللہ عنہا کو اوڑھادی۔ جب حضرتِ سیدنا عثمان یا عبدالرحمن رضی اللہ عنہما کا وہاں سے گزر ہوا تو انہوں نے پوچھا کہ تم نے جو چادر خریدی تھی اس کا کیا ہوا؟ میں نے کہا، اسے میں نے سخیلہ بنت عبیدہ رضی اللہ عنہا پر صدقہ کر دیا ہے۔تو انہوں نے پوچھا، جو کچھ تم اپنے گھر والوں پر خرچ کرتے ہو کیا وہ صدقہ ہے؟ میں نے جواب دیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی طرح فرماتے ہوئے سنا ہے۔جب میری یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ذکر کی گئی تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ ٖالہٖ وسلم نے فرمایا، عمرو نے سچ کہا ہے تم جو کچھ اپنے گھر والوں پر خرچ کرتے ہو وہ ان پر صدقہ ہی ہے۔(الترغیب والترھیب، کتاب النکاح، الترغیب فی النفقۃ ....الخ، رقم ۱۵، ج ۳، ص ۴۳)

حضرتِ سیدنا کَعْب بن عُجْرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص تاجدارِ رسالت، شہنشاہِ نُبوت، مَخْزنِ جودوسخاوت، پیکرِ عظمت وشرافت، مَحبوبِ رَبُّ العزت، مُحسنِ انسانیت صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ ٖالہٖ وسلَّم کے قریب سے گزرا تو صحابہ کرام علیہم الرضوان نے اس کے پھرتیلے بدن کی مضبوطی اور چستی کو دیکھا تو عرض کیا، یارسول اللہ! کاش! اس کا یہ حال اللہ عزوجل کی راہ میں ہوتا۔تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ ٖالہٖ وسلم نے فرمایا، اگر یہ شخص اپنے چھوٹے بچوں کے لئے رزق کی تلاش میں نکلا ہے تو یہ اللہ عزوجل کی راہ میں ہے اور اگر یہ شخص اپنے بوڑھے والدین کے لئے رزق کی تلاش میں نکلا ہے تو بھی یہ اللہ عزوجل کی راہ میں ہے اور اگر یہ اپنی پاکدامنی کے لئے رزق کی تلاش میں نکلا ہے تو بھی یہ اللہ عزوجل کی راہ میں ہے اور اگر یہ دکھاوے اور تفاخر کے لئے نکلا ہے تو یہ شیطان کی راہ میں ہے۔

(الترغیب والترھیب، کتاب النکاح، باب الترغیب فی النفقۃ علی الزوجۃ، رقم ۱۰، ج ۳، ص ۴۲)

(292) وَعَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰہِ، وَیُقَالُ اَبِیْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ثَوْبَانَ بْنِ بُجْدُدَ مَوْلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: اَفْضَلُ دِیْنَارٍ یُنْفِقُہُ الرَّجُلُ: دِیْنَارٌ یُّنْفِقُہُ عَلٰی عِیَالِہٖ، وَدِیْنَارٌ یُّنْفِقُہُ عَلٰی دَآبَّتِہٖ فِیْ

حضرت ابوعبداللہ اور یہ بھی کہا گیا کہ ابوعبدالرحمن ثوبان بن بجدد ﷛ سے جو رسول اللہ ﷺ کے آزاد کردہ غلام ہیں' ان سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا سب سے زیادہ فضیلت والا دینار جس کو آدمی خرچ کرتا ہے وہ ہے' جس کو وہ اپنے عیال پر خرچ کرتا ہے۔اور پھر

سَبِيْلِ اللهِ، وَدِيْنَارٌ يُنْفِقُهُ عَلٰى اَصْحَابِهٖ فِيْ سَبِيْلِ اللهِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

وہ دینار ہے جس کو آدمی اللہ کی راہ میں اپنی سواری پر خرچ کرتا ہے، اور پھر وہ دینار ہے جو آدمی اپنے ساتھیوں پر اللہ کی راہ میں خرچ کرتا ہے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب فضل النفقه علی العیال والمملوك، ج ۳ ص ۷۸، رقم: ۲۲۵۷، الادب المفرد للبخاری، باب نفقة الرجل علی اهله، ص ۲۶۲، رقم: ۷۴۸، سنن الکبری للبیهقی، باب فضل النفقة علی الاهل، ج ۷ ص ۳۶۷، رقم: ۱۶۱۱۶، سنن ابن ماجه، باب فضل النفقه، ج ۲ ص ۹۲۲، رقم: ۲۷۶۰، مسند امام احمد، ومن حدیث ثوبان رضی الله عنه، ج ۵ ص ۲۷۹، رقم: ۲۲۴۵۹)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں

ظاہر یہ ہے کہ یہاں دوستوں سے مراد سفر جہاد یا سفرِ حج کے ساتھی ہیں ان پر خرچ کرنا دوہرا ثواب ہے ساتھی سے سلوک اور حاجی یا غازی کی امداد۔ خیال رہے کہ اس حدیث سے یہ تو معلوم ہوا کہ یہ تین خرچ دوسرے خرچوں سے افضل ہیں مگر ان تین میں سے کون دوسرے سے افضل ہے یہ پتہ نہ لگا کیونکہ واؤ جمع کے لیے آتا ہے ترتیب نہیں چاہتا لہٰذا ان میں سے ایک دوسرے کی افضلیت موقعہ ومحل کے لحاظ سے ہوگی، اگر جہاد کی سخت ضرورت آپڑی ہے تو غازیوں پر خرچ افضل اور گھر والے بہت ہی ضرورت مند ہوں تو ان پر خرچ بہتر۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۳، ص ۱۵۸)

غازی کی مدد کرنے کا ثواب

حضرتِ سیدنا زید بن خالد جُہنی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ شہنشاہِ خوش خِصال، پیکرِ حُسن وجمال، دافعِ رنج ومَلال، صاحبِ جُود ونوال، رسولِ بے مثال، بی بی آمنہ کے لال صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے فرمایا، جس نے اللہ عزوجل کی راہ میں جہاد کرنے والے کو سامان مہیا کیا تو اس نے بھی جہاد کیا اور جس نے غازی کے جہاد پر جانے کے بعد اس کے اہل خانہ کے ساتھ اچھا برتاؤ کیا تو اس نے بھی جہاد کیا۔

(بخاری، کتاب الجہاد، باب فضل من جہز غازیا۔۔۔۔۔۔الخ، رقم ۲۸۴۳، ج ۲، ص ۲۶۷)

ایک روایت میں ہے کہ جس نے اللہ عزوجل کی راہ میں جہاد کرنے والے کو سامان مہیا کیا یا مجاہد کے اہل خانہ کی دیکھ بھال کی تو اس کیلئے مجاہد کے ثواب کی مثل ثواب لکھا جائے گا اور مجاہد کے ثواب میں بھی کمی نہیں آئے گی۔

(الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان، کتاب السیر، باب فضل الجہاد، رقم ۴۶۱۱، ج ۷، ص ۷۱)

حضرتِ سیدنا سہل بن حُنَیف رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ خاتَمُ المُرسَلین، رَحمۃٌ لِّلعٰلمین، شفیعُ المذنبین، انیسُ الغریبین، سراجُ السالکین، مَحبوبِ ربُّ العٰلمین، جنابِ صادق وامین صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے فرمایا، جس نے اللہ عزوجل کی راہ میں جہاد کرنے والے کی مدد کی یا مقروض کی اس کے اہل خانہ کے معاملہ میں مدد کی یا مکاتب (وہ غلام جو

اپنے آقا کو مال دیکر آزاد ہونا چاہتا ہو) کو آزادی میں مدد دی تو اللہ عزوجل اس دن اسے اپنے عرش کے سائے میں جگہ دے گا جس دن عرش کے سوا کوئی سایہ نہ ہوگا۔ (مسند احمد، حدیث سھل بن حنیف عن ابیہ، رقم ۱۵۹۸۶، ج ۵، ص ۴۱۲)

حضرتِ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ تاجدارِ رسالت، شہنشاہِ نُبوت، مَخْزنِ جود وسخاوت، پیکرِ عظمت وشرافت، مَحبوبِ رَبُّ العزت، محسنِ انسانیت صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم نے فرمایا، جس نے مجاہد کے سر پر سایہ کیا اللہ عزوجل اسے قیامت کے دن سایہ عطا فرمائے گا، اور جس نے اللہ عزوجل کی راہ میں جہاد کرنے والے مجاہد کی مدد کی اس کے لئے مجاہد کے اجر کی مثل ثواب ہے، اور جس نے ایسی مسجد بنائی جس میں اللہ عزوجل کا ذکر کیا جائے اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت میں ایک گھر بنائے گا۔ (الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان، کتاب السیر، باب فضل الجہاد، رقم ۴۶۰۹، ج ۷، ص ۸۰)

ایک روایت میں ہے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا، جس نے اللہ عزوجل کی راہ میں جہاد کرنے والے کو سامان مہیا کیا اور وہ اس پر قدرت بھی رکھتا ہو تو اس کے لئے اس مجاہد کے شہید ہوجانے یا لوٹنے تک اتنا ہی ثواب ہے جتنا اس مجاہد کا ہے۔

(ابن ماجہ، کتاب الجہاد، باب من جھز غازیا، رقم ۲۷۵۸، ج ۳، ص ۳۳۸)

(293) وَعَنْ اُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا، قَالَتْ: قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، هَلْ لِيْ اَجْرٌ فِيْ بَنِيْ اَبِيْ سَلَمَةَ اَنْ اُنْفِقَ عَلَيْهِمْ، وَلَسْتُ بِتَارِكَتِهِمْ هٰكَذَا وَهٰكَذَا اِنَّمَا هُمْ بَنِيَّ؟ فَقَالَ: نَعَمْ، لَكِ اَجْرُ مَا اَنْفَقْتِ عَلَيْهِمْ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے آپ فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! اگر میں ابوسلمہ کے بیٹوں پر خرچ کروں تو کیا مجھے ثواب ملے گا حالانکہ میں ان کو اس حال چھوڑنے کی روادار نہیں کہ وہ اِدھر اُدھر بھٹکتے پھریں وہ میرے بیٹے ہیں۔ آپ نے فرمایا: ہاں تو ان پر خرچ کر تجھے اس کا اجر ملے گا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب وعلی الوارث مثل ذلك، ج ۳ص ۲۰۵۴، رقم: ۵۰۵۴، صحیح مسلم، باب فضل النفقة، ج ۳ص ۸۰، رقم: ۲۳۶۷، سنن الکبری للبیهقی، باب النفقه علی الاولاد، ج ۷ص ۴۷۸، رقم: ۱۶۱۵۳، مسند امام احمد بن حنبل، حدیث أم سلمة زوج النبی صلی الله علیه وسلم، ج ۶ص ۲۹۲، رقم: ۲۶۵۵۲، مصنف عبدالرزاق، باب العتق افضل أم صلة الرحم، ج ۱۰ص ۲۳۷، رقم: ۱۹۶۲۸)

شرح حدیث: ام المؤمنین سیدہ ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

سیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نام ہند بنت ابی امیہ بن مغیرہ بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم ہے، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی والدہ کا نام عاتکہ بنت عامر بن ربیعہ ہے۔ (مدارج النبوت، قسم پنجم، باب دوم، درذکر ازواج مطہرات وی، ج ۲، ص ۴۷۵)

سیدہ ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا پہلا نکاح حضرت ابوسلمہ ابن عبدالاسد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہوا۔ جن سے چار بچے

پیدا ہوئے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنے شوہر کے ہمراہ حبشہ کی طرف ہجرت کی پھر حبشہ سے مدینہ طیبہ واپس آئیں۔

(مدارج النبوت، قسم پنجم، باب دوم، درذکر ازواج مطہرات وی، ج ۲، ص ۴۷۵)

حضرت ابوسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ غزوۂ احد میں شریک ہوئے۔ لڑائی کے دوران جو زخم آئے کچھ عرصہ مندمل ہونے کے بعد دوبارہ تازہ ہو گئے۔ اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انہی زخموں کی وجہ سے ۴ھ میں اس دارِفانی سے کوچ فرمایا۔

(مدارج النبوت، قسم پنجم، باب دوم، درذکر ازواج مطہرات وی، ج ۲، ص ۴۷۵)

مصیبت پر نعم البدل ملنے کی دعاء

حضرت اُم المؤمنین بی بی اُمِ سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے یہ سنا تھا کہ کسی مسلمان کو کوئی مصیبت پہنچے تو وہ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ اَللّٰھُمَّ اْجُرْنِیْ فِیْ مُصِیْبَتِیْ وَاخْلُفْ لِیْ خَیْرًا مِّنْھَا پڑھ لے تو اللہ تعالیٰ اس مسلمان کو اس کی ضائع شدہ چیز سے بہتر چیز عطا فرمائے گا۔

حضرت بی بی اُمِ سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ جب میرے شوہر حضرت ابوسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا انتقال ہو گیا تو میں نے (دل میں) کہا کہ بھلا ابوسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بہتر کون مسلمان ہوگا؟ یہ پہلا گھر ہے جو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ پہنچا لیکن پھر میں نے اس دعا کو پڑھ لیا تو اللہ تعالیٰ نے مجھے ابوسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بہتر شوہر عطا فرمایا کہ رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھ سے نکاح فرمالیا۔

(صحیح مسلم، کتاب الجنائز، باب مایقال عند المصیبۃ، الحدیث: ۹۱۸، ص ۴۵۷)

حضرت بی بی ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حسن و جمال کے ساتھ ساتھ عقل و فہم کے کمال کا بھی ایک بے مثال نمونہ تھیں۔ امام الحرمین کا بیان ہے کہ میں حضرت ام سلمہ کے سوا کسی عورت کو نہیں جانتا کہ اس کی رائے ہمیشہ درست ثابت ہوئی ہو۔ صلح حدیبیہ کے دن جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے لوگوں کو حکم دیا کہ اپنی اپنی قربانیاں کر کے سب لوگ احرام کھول دیں اور بغیر عمرہ ادا کئے سب لوگ مدینہ واپس چلے جائیں کیونکہ اسی شرط پر صلح حدیبیہ ہوئی ہے۔ تو لوگ اس قدر رنج و غم میں تھے کہ ایک شخص بھی قربانی کے لئے تیار نہیں تھا۔ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے اس طرزِ عمل سے روحانی کوفت ہوئی اور آپ نے معاملہ کا حضرت بی بی ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے تذکرہ کیا تو انہوں نے یہ رائے دی کہ یا رسول اللہ! (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) آپ کسی سے کچھ بھی نہ فرمائیں اور خود اپنی قربانی ذبح کر کے اپنا احرام اتار دیں۔ چنانچہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایسا ہی کیا یہ دیکھ کر کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے احرام کھول دیا ہے سب صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم مایوس ہو گئے کہ اب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صلح حدیبیہ کے معاہدہ کو ہرگز ہرگز نہ بدلیں گے اس لئے سب صحابہ نے بھی اپنی اپنی قربانیاں کر کے احرام اتار دیا اور سب لوگ مدینہ منورہ واپس چلے گئے۔

حسن و جمال اور عقل و رائے کے ساتھ ساتھ فقہ و حدیث میں بھی ان کی مہارت خصوصی طور پر ممتاز تھی۔ تین سو اٹھتر

حدیثیں انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کی ہیں اور بہت سے صحابہ وتابعین حدیث میں ان کے شاگرد ہیں اوران کے شاگردوں میں حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی شامل ہیں۔ مدینہ منورہ میں چوراسی برس کی عمر پا کر وفات پائی اوران کی وفات کا سال ۵۳ھ ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی اور یہ جنت البقیع میں ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کے قبرستان میں مدفون ہوئیں۔ بعض مؤرخین کا قول ہے کہ ان کے وصال کا سال ۵۹ھ ہے اور ابراہیم حربی نے فرمایا کہ ۶۲ھ میں ان کا انتقال ہوا اور بعض کہتے ہیں کہ ۶۳ھ کے بعد ان کی وفات ہوئی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (المواہب اللدنیۃ وشرح الزرقانی، باب ام سلمۃ ام المؤمنین، ج ۴، ص ۳۹۶۔ ۴۰۳ وباب امر الحدیبیۃ، ج ۳، ص ۲۲۶ ومدارج النبوت، قسم پنجم، باب دوم، ج ۲، ص ۴۷۶)

یتیم کے سر پر ہاتھ پھیرا کرو

حضرتِ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ شہنشاہِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ، صاحبِ معطر پسینہ، باعثِ نُزولِ سکینہ، فیض گنجینہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا کہ اس ذات کی قسم! جس نے مجھے حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے کہ جس نے یتیم پر رحم کیا اور اسکے ساتھ نرمی سے گفتگو کی اور اس کی یتیمی اور کمزوری پر رحم کھایا اور اللہ عزوجل کے دیئے ہوئے مال سے اپنے پڑوسی پر فخر نہ کیا تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اسے عذاب نہ دے گا۔

(مجمع الزوائد، کتاب الزکاۃ، باب الصدقۃ علی الاقارب صدقۃ المراۃ علی زوجھا، رقم ۴۶۵۲، ج ۳، ص ۲۹۷)

حضرتِ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے آقائے مظلوم، سرورِ معصوم، حسنِ اخلاق کے پیکر، نبیوں کے تاجور، مَحبوبِ رَبِّ اکبر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم کی بارگاہ میں اپنے دل کی سختی کی شکایت کی تو ارشاد فرمایا کہ یتیم کے سر پر ہاتھ پھیرا کرو اور مسکین کو کھانا کھلایا کرو۔

(مجمع الزوائد، کتاب البر والصلۃ... الخ باب ماجاء فی الایتام، رقم ۱۳۵۰۸، ج ۸، ص ۲۹۳)

(294) وَعَنْ سَعْدِ بْنِ اَبِیْ وَقَّاصٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ فِیْ حَدِیْثِهِ الطَّوِیْلِ الَّذِیْ قَدَّمْنَاهُ فِیْ اَوَّلِ الْكِتَابِ فِیْ بَابِ النِّیَّةِ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ لَهُ: وَاِنَّكَ لَنْ تُنْفِقَ نَفَقَةً تَبْتَغِیْ بِهَا وَجْهَ اللّٰهِ اِلَّا اُجِرْتَ بِهَا حَتّٰی مَا تَجْعَلُ فِیْ فِیْ امْرَاَتِكَ مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ.

حضرت سعد بن ابی وقاص ﷺ سے ان کی لمبی حدیث میں جو شروع کتاب باب النیۃ میں ہم ذکر کر آئے ہیں روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کو فرمایا تم اللہ کی رضا طلب کرتے ہوئے جو بھی کرو گے اس پر تم کو ثواب ملے گا یہاں تک کہ وہ لقمہ جو تم اپنی بیوی کے منہ میں ڈالو۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب رثی النبی صلی اللہ علیہ وسلم سعد بن خولۃ، ج ۲ ص ۸۱، رقم: ۱۲۹۵، صحیح مسلم، باب الوصیۃ بالثلث، ج ۵ ص ۷۱، رقم: ۴۲۹۶، سنن الکبرٰی للبیہقی، باب الوصیۃ بالثلث، ج ۲ ص ۸۲، رقم: ۱۲۹۴۱، موطأ امام مالک،

باب الوصیة فی الثلث لا تتعدی، ص ۹۹۰، رقم: ۲۸۲۴ مسند ابی یعلیٰ، مسند سعد بن ابی وقاص، ج ۲ص ۱۲۵، رقم: ۸۳۳)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

مؤمن کی نیت عمل سے افضل ہے، دیکھو بیوی کے منہ میں لقمہ دینا خوشی و محبت کے وقت ہوتا ہے جس میں عبادت کا احتمال بھی نہیں مگر اس پر بھی رب کا وعدہ ہے اپنے وارثوں سے عدل و انصاف کرنا ضروری ہے۔ (مرقات)

(مرْاٰۃ المناجیح، ج ۴، ص ۲۶۵)

اپنے خرچ کی ابتداء

حضرتِ سیدنا ابواُمامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَرصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلَّم نے فرمایا، اے ابن آدم! اگر تم اپنا ضرورت سے زائد مال خرچ کردو تو یہ تمہارے لیے بہتر ہے اور اگر تم اسے روکے رکھو گے تو یہ تمہارے حق میں بُرا ہے اور تمہیں اتنے مال پر ملامت نہ کی جائے گی جو تمہیں قناعت کی صورت میں لوگوں کی محتاجی سے محفوظ رکھے اور اپنے خرچ کی ابتداء اپنے زیرِ کفالت لوگوں سے کرو، اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے۔ (مسلم، کتاب الزکاۃ، باب بیان فضل الصدقۃ، بیان ان الید العلیا خیر من الید السفلی، رقم ۱۰۳۶، ص ۵۱۶)

حضرتِ سیدنا قَیس بن سَلَع انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میرے بھائیوں نے سرکارِ والا تَبار، ہم بے کسوں کے مددگار، شفیعِ روزِ شُمار، دوعالَم کے مالک و مختار، حبیبِ پروردگار صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلَّم سے میری شکایت کی کہ، یہ اپنا مال بے تحاشا خرچ کرتے ہیں اور اس معاملہ میں انکا ہاتھ بہت کھلا ہے۔ میں نے عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں پھلوں میں سے اپنا حصہ لے کر راہِ خدا عزوجل میں اور اپنے ساتھیوں پر خرچ کردیتا ہوں۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے سینہ پر دستِ اقدس مار کر تین مرتبہ فرمایا، خرچ کر اللہ عزوجل تجھ پر خرچ کریگا۔ اس دن کے بعد جب میں اللہ عزوجل کی راہ میں نکلتا تو میرے ساتھ ایک قافلہ ہوتا اور آج میں اپنے گھر والوں میں سب سے زیادہ مالدار اور خوشحال ہوں۔ (المعجم الاوسط، رقم ۸۵۳۶، ج ۶، ص ۲۱۰)

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آقائے مظلوم، سرورِ معصوم، حسنِ اخلاق کے پیکر، نبیوں کے تاجور، مَحبوبِ رَبِّ اکبر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلَّم نے فرمایا، اے بلال! حالتِ فقر میں مرنا اور مالدار ہو کر نہ مرنا۔ میں نے عرض کیا، میں ایسا کس طرح کرسکتا ہوں؟ ارشاد فرمایا، جو رزق تجھے حاصل ہواُسے مت چھپا اور اگر تجھ سے سوال کیا جائے تو منع نہ کر۔ تو میں نے عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں ایسا کیوں کر کرسکتا ہوں؟ فرمایا، یا یہ کرلو یا جہنم لے لو۔

(مجمع الزوائد، کتاب الزکاۃ، باب فی الادخار، رقم ۴۶۹۱، جلد ۳، ص ۳۱۱)

(295) وَعَنْ اَبِیْ مَسْعُوْدِ الْبَدْرِیِّ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: اِذَا

حضرت ابومسعود بدری ﷜ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: آدمی ثواب سمجھتے ہوئے جو گھر

اَنْفَقَ الرَّجُلُ عَلٰى اَهْلِهٖ نَفَقَةً يَّحْتَسِبُهَا فَهِيَ لَهٗ صَدَقَةٌ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔ والوں پرخرچ کرتا ہے یہ اس کے لیے صدقہ ہے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث :(صحیح بخاری، باب ما جاء ان الاعمال بالنية، ج ا ص۲۰، رقم: ۵۵صحیح مسلم، فضل النفقة والصدقة على الاقربين والزوج، ج۱۳ص۸۱، رقم: ۲۳۶۹صحیح ابن حبان، باب النفقه، ج ۱۵۰۰ص، رقم: ۴۲۳۹معرفة الصحابة لابی نعیم، من اسمه عاصم، ج۵ص۴۴۵، رقم: ۴۸۲۶سنن نسائی، باب ای الصدقة افضل، ج ۵ص۶۹، رقم: ۲۵۴۵)

شرح حدیث: حکیم الاُمّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

گھر والوں سے مراد بیوی بچے اور سارے عزیز ہیں، انکی ترتیب کتب فقہ میں دیکھو۔اور طلب اجر سے مراد یہ ہے کہ ان سب پر خرچ کرے سنت جناب مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم سمجھ کر۔صوفیائے کرام فرماتے ہیں کہ سنت کی نیت سے تو خود اپنا کھانا، سونا، ہنسنا، رونا بلکہ جینا مرنا عبادت ہے، اللہ تعالیٰ نیت خیر نصیب کرے۔دنیا کو دکھانے اور اپنی ناموری کے لیے تو نماز پڑھنا بھی عبادت نہیں چہ جائیکہ یہ خرچ لہذا بیاہ شادیوں میں جو مختلف رسوم کے ماتحت اہل قرابت کو یا کمیوں کو نیک دستور یا حقوق دیئے جاتے ہیں ثواب نہیں کہ وہ اللہ کے لیے نہیں اپنے نام کے لیے ہیں۔اس سید الفصحاء صلی اللہ علیہ وسلم نے طلب ثواب کی قید لگائی، اللہ تعالیٰ نیت خیر واخلاص نصیب کرے۔آمین!(مرأۃ المناجیح، ج۴،ص ۶۶۵)

غار کا عابد

لوگوں کو دکھانے اور واہ واہ کروانے کی نیّت سے کئے جانے والے پہاڑ جتنے بڑے بڑے اَعمال بھی نامقبول ہوتے ہیں چُنانچِہ منقول ہے: بنی اسرائیل کے ایک عابِد (یعنی عبادت کرنے والے) نے ایک غار میں چالیس برس تک اللہ تعالیٰ کی عبادت کی۔فرِشتے اُس کے اعمال لے کر آسمانوں پر جاتے اور وُہ قبول نہ کیے جاتے۔فرِشتوں نے عرض کی: "اے ہمارے پَروَردگار تیری عزّت کی قسم! ہم نے تیری طرف صحیح (اعمال) اُٹھائے ہیں۔" اللہ عزوجل فرماتا ہے: اے میرے فرِشتوں! تم نے سچ کہا، مگر (عبادت میں اُس کی نیّت بُری ہوتی ہے) وہ چاہتا ہے کہ اِس کا مقام (سب کو) معلوم ہو جائے (یعنی رِیا وشہرت کا طلبگار ہے)۔(ایضاص ۲۶۴)

نیت کی بَرَکت سے مغفرت کی دلچسپ حِکایت

منقول ہے کہ ایک عَجَمی (یعنی غیر عَرَبی شخص) چند آدمیوں (عَرَبیوں) کے پاس سے گزرا جو بیٹھے مذاق اور چھیڑ چھاڑ میں مصروف تھے۔(عَرَبی کے جملے سُن کر) وہ غریب سمجھا کہ یہ لوگ ذِکرُ اللہ عزوجل کر رہے ہیں، اس نے حُسنِ نیّت کے مطابق (یعنی اچھی نیت کے ساتھ) اُن کی طرح کہنا شروع کر دیا۔کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اچھی نیت کی وجہ سے اُس عَجَمی کو بخش دیا۔(قوتُ القلوب ج ۲ ص ۲۶۳)

اچھی نیتیں دشوار ہیں، اِس سے تو پیٹھ پر کوڑے کھانا آسان ہے

اچھی اچھی نیتیں کرنے کیلئے ضروری ہے کہ ذہن حاضر رہے، جو اچھی نیتوں کا عادی نہیں ہے اُسے شُروع میں بہ تکلُّف اس کی عادت بنانی پڑے گی لہٰذا ابتداءً اِس کیلئے سر جھکائے، آنکھیں بند کر کے ذِہن کو مختلف خیالات سے خالی کر کے یکسو ہو جانا مُفید ہے۔ اِدھر اُدھر نظریں گھماتے ہوئے، بدن سہلاتے کھجاتے ہوئے، کوئی چیز رکھتے اٹھاتے ہوئے یا جلد بازی کے ساتھ نیتیں کرنا چاہیں گے تو شاید ہو نہیں پائیں گی۔ نیتوں کی عادت بنانے کیلئے اِن کی اَھمیّت پر نظر رکھتے ہوئے آپ کو سنجیدگی کے ساتھ پہلے اپنا ذِہن بنانا پڑے گا۔ حضرتِ سیِّدُنا نُعیم بن حَمّاد علیہ رحمۃ اللہ الجواد فرماتے ہیں: "ہماری پیٹھ کا کوڑے کھانا اچھی نیت کے مقابلے میں آسان ہے۔" (تنبیہُ المُغترّین ص ۲۵)

(296) وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: كَفٰى بِالْمَرْءِ اِثْمًا اَنْ يُّضَيِّعَ مَنْ يَّقُوْتُ حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ وَغَيْرُهٗ.

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آدمی کے لئے یہ گناہ کافی ہے کہ وہ ان کو ضائع کر دے جن کی روزی کا ذمہ دار ہے۔ یہ حدیث صحیح ہے اور اسے ابوداؤد وغیرہ نے روایت کیا۔

وَرَوَاهُ مُسْلِمٌ فِيْ صَحِيْحِهٖ بِمَعْنَاهُ، قَالَ: كَفٰى بِالْمَرْءِ اِثْمًا اَنْ يَّحْبِسَ عَمَّنْ يَّمْلِكُ قُوْتَهٗ.

مسلم نے اپنی صحیح میں اسی کی مثل روایت کی ہے کہ آدمی کے لئے یہ گناہ کافی ہے کہ آدمی جس کی روزی کا ذمہ دار ہے ان سے (روزی رزق) روک لے۔

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد، باب فی صلة الرحم، ج ۲ ص ۵۹، رقم: ۱۶۹۲، صحیح مسلم، باب فضل النفقه علی العیال والمملوك، ج ۳ ص ۸۷، رقم: ۲۳۵۹، سنن الکبری للبیهقی، باب وجوب النفقه للزوجة، ج ۷ ص ۴۶۷، رقم: ۱۶۱۱۲، سنن الکبری للنسائی، باب اثم من ضیع عیاله، ج ۵ ص ۳۷۴، رقم: ۹۱۷۷، مسند امام احمد، مسند عبدالله عمرو، ج ۲ ص ۱۶۰، رقم: ۶۴۹۵)

شرح حدیث: حکیم الاُمّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اس طرح کہ انہیں کھانا نہ دے حتی کہ وہ ہلاک ہو جائیں یہ تو سخت ظلم ہے بلکہ قتل ہے یا اس طرح کہ انہیں بہت کم روزی دے جس سے وہ دبلے کمزور ہو جائیں دو چار فاقے کرا کر ایک وقت دے دے یا پیٹ بھر کر نہ دے یہ بھی ظلم ہے۔ اس حکم میں لونڈی، غلام پالے ہوئے جانور سب شامل ہیں، بنی اسرائیل کی ایک بوڑھی عورت اسی لیے دوزخ میں گئی کہ اس نے پالی ہوئی بلی کو بھوکا باندھے رکھا حتی کہ وہ مر گئی، آج کل بعض قصائی جانوروں کو کئی کئی وقت بھوکا پیاسا رکھ کر ذبح کرتے ہیں یہ سخت ظلم ہے، شرعی حکم تو یہ ہے کہ شکم سیر جانور کو بھی ذبح سے پہلے کھانا پانی دکھا لو کھلا لو۔

علماء فرماتے ہیں کہ جانور پر ظلم کرنا انسان پر ظلم کرنے سے زیادہ گناہ ہے کیونکہ انسان تو کسی سے اپنا دکھ درد کہہ سکتا ہے

بے زبان جانور کس سے کہے اس کا اللہ کے سواء فریاد سننے والا کون ہے، بھوکے پیاسے اونٹوں نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے مالکوں کی شکایت کیں اور سرکار نے ان کے اعلیٰ انتظامات فرمائے صلی اللہ علیہ وسلم۔ شعر

خلق کے دادرس سب کے فریادرس کہف روز مصیبت پہ لاکھوں سلام

ان احادیث سے پتہ چلتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم رحمۃ عالمین ہیں، آج ہم سگے بھائیوں سے وہ سلوک نہیں کرتے جو سلوک غلاموں سے کیا جاتا تھا۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۴، ص ۶۶۵)

کن کا نفقہ واجب ہے

نفقہ سے مراد کھانا کپڑا رہنے کا مکان ہے اور نفقہ واجب ہونے کے تین سبب ہیں زوجیت۔ نسب۔ مِلک۔

(الجوہرۃ النیرۃ، کتاب النفقات، الجزء الثانی، ص ۱۰۸)

جس عورت سے نکاح صحیح ہوا اُس کا نفقہ شوہر پر واجب ہے اور شوہر کی جانب کوئی شرط نہیں بلکہ کتنا ہی صغیر السن (کم عمر) ہو اُس پر نفقہ واجب ہے اُس کے مال سے دیا جائے گا۔ اور اگر اُس کی ملک میں مال نہ ہو تو اُس کی عورت کا نفقہ اُس کے باپ پر واجب نہیں ہاں اگر اُس کے باپ نے نفقہ کی ضمانت کی ہو تو باپ پر واجب ہے۔ اس کی تفصیل جاننے کے لئے بہار شریعت کا مطالعہ فرمائیں۔

باپ پر نادار نابالغ اولاد کا نفقہ واجب ہے۔ یوں ہی ان نابالغ اولاد کا جو کمانے سے عاجز ہوں۔ اگر کوئی بالغ فرزند ایسا ہے جو کمانے پر قادر ہے۔ مگر طالبِ علم دین میں مشغول ہے تو اس کا خرچ باپ پر واجب ہے یا نہیں؟ بعض نے کہا واجب ہے بعض نے کہا نہیں ہے، جن علماء نے واجب کہا انہوں نے یہ قید لگادی ہے کہ وجوب اس صورت میں ہے جب طالب علم فرزند نیک سیرت اور واقعی طالب علم ہو۔ ورنہ اس کا نفقہ باپ پر واجب نہیں۔ صاحب منیہ وقنیہ وصاحب مشقی فرماتے ہیں کہ اکثر طلبہ رشد وصلاح والے نہیں۔ اور حکم اکثر ہی کے اعتبار سے ہوتا ہے۔ لہذا مطلقا کہا جائے گا کہ باپ پر طالب علم کا نفقہ واجب نہیں، فاضل بریلوی کا استدلال بس اتنے ہی سے ہے کہ حکم باعتبار اکثر ہوا کرتا ہے رہا یہ کہ دور حاضر میں حکم کیا ہونا چاہیے تو راقم کے خیال سے اس میں تحقیق وتفصیل کی ضرورت ہے۔ کیونکہ اب طلبہ کی کئی قسمیں اور مختلف حالتیں ہیں۔ یوں ہی اب علم دین کے لیے حالات زمانہ بھی مختلف ہیں۔

(297) وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: مَا مِنْ يَوْمٍ يُصْبِحُ الْعِبَادُ فِيْهِ اِلَّا مَلَكَانِ يَنْزِلَانِ، فَيَقُوْلُ اَحَدُهُمَا: اَللّٰهُمَّ اَعْطِ مُنْفِقًا خَلَفًا، وَيَقُوْلُ الْاٰخَرُ: اَللّٰهُمَّ اَعْطِ مُمْسِكًا تَلَفًا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ہر دن جس میں بندے صبح کرتے ہیں دو فرشتے اترتے ہیں۔ ایک کہتا ہے اے اللہ! خرچ کرنے والے کو بدل عطا فرما اور دوسرا کہتا ہے اے اللہ! بخل کرنے والے کے مال کو ضائع کردے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب قول اللہ تعالیٰ "فاما من اعطی واتقی وصدق بالحسنیٰ" ج ۲ ص ۱۶۵، رقم: ۱۴۴۲، صحیح مسلم، باب فی المنفق والممسک، ج ۲ ص ۸۲، رقم: ۲۳۸۳، السنن الکبریٰ للبیہقی، باب کراھیۃ البخل والشح والاقتار، ج ۴ ص ۱۸۷، رقم: ۸۰۶۸، السنن الکبریٰ للنسائی، باب اثم من ضیع عیالہ، ج ۵ ص ۳۷۵، رقم: ۹۱۷۸)

شرح حدیث: آخرت کی کھیتی

حضرتِ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آقائے مظلوم، سرورِ معصوم، حسنِ اخلاق کے پیکر، نبیوں کے تاجور، مَحبوبِ رَبِّ اکبر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے یہ آیت مبارکہ تلاوت فرمائی:

مَنْ كَانَ يُرِيْدُ حَرْثَ الْاٰخِرَةِ نَزِدْ لَهٗ فِيْ حَرْثِهٖ ۚ وَ مَنْ كَانَ يُرِيْدُ حَرْثَ الدُّنْيَا نُؤْتِهٖ مِنْهَا ۙ وَمَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ نَّصِيْبٍ ۝

ترجمۂ کنزالایمان: جو آخرت کی کھیتی چاہے ہم اس کے لئے اس کی کھیتی بڑھائیں اور جو دنیا کی کھیتی چاہے ہم اسے اس میں سے کچھ دیں گے اور آخرت میں اس کا کچھ حصہ نہیں۔

پھر ارشاد فرمایا کہ اللہ عزوجل فرماتا ہے، اے ابن آدم! تو میری عبادت کے لئے فارغ ہوجا، میں تیرا سینہ غناء سے بھردوں گا اور تیرے فقر کو ختم کردوں گا اور اگر تو نے ایسا نہ کیا تو میں تیرے سینے کو مصروفیت سے بھردوں گا اور تیرے فقر کو ختم نہیں کروں گا۔ (پ 25، الشوریٰ: 20) (المستدرک، کتاب التفسیر، باب اسباب نزول، رقم ۳۷۰۹، ج ۳، ص ۲۳۳)

حضرتِ سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے خاتَمُ الْمُرْسَلین، رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلمین، شفیعُ المذنبین، انیسُ الغریبین، سراجُ السالکین، مَحبوبِ ربُّ العٰلمین، جنابِ صادق وامین صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کو فرماتے ہوئے سنا، جس کا مقصود دنیا ہوگی اللہ عزوجل اس کے کام متفرق کردے گا اور اس کا فقر اس پر ظاہر کردے گا اور اسے دنیا سے اتنا ہی ملے گا جتنا اس کے لئے لکھا گیا ہے، اور جس کا مقصود آخرت ہوگی اللہ عزوجل اس کے کام جمع فرمادے گا اور اسکے دل کو غنا سے بھردے گا اور دنیا اس کے پاس ذلیل ہوکر آئے گی اور جس کا مقصود دنیا ہوگی اللہ عزوجل اس کا فقر اس کے ماتھے پر لکھ دے گا اور اس کی جمعیت کو ٹکڑے ٹکڑے کردے گا، دنیا میں سے اس کے پاس وہی کچھ آئے گا جو اس کے مقدر میں ہوگا۔

(ابن ماجہ، کتاب الزھد، باب الھم بالدنیا، رقم ۴۱۰۵، ج ۴، ص ۴۲۴)

حضرتِ سیدنا ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجوَر، سلطانِ بَحر و بَر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے فرمایا کہ جب بھی سورج طلوع ہوتا ہے اس کے پہلو میں دو فرشتے بھیجے جاتے ہیں جو زمین والوں کو مخاطب کرتے ہیں، جن وانس کے علاوہ ساری مخلوق ان کی آواز سنتی ہے، وہ کہتے ہیں، اے لوگو! اپنے رب عزوجل کی طرف آؤ کیونکہ جو چیز کم ہو اور کفایت کرے وہ اس چیز سے بہتر ہے جو زیادہ ہو مگر غفلت میں ڈالے۔ اور جب بھی سورج غروب ہوتا ہے اس کے دونوں پہلوؤں میں دو فرشتے بھیجے جاتے ہیں وہ ندا کرتے ہیں اے اللہ عزوجل! خرچ

کرنے والوں کو جلد بدلہ عطا فرما اور بخل کرنے والوں کا مال جلدی ضائع فرما۔

(المستدرک، کتاب التفسیر، باب ماقل وکفی...الخ، رقم ۳۴۱۷، ج۳، ص ۲۳۵)

حضرتِ سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ شہنشاہِ خوش خِصال، پیکرِ حُسن وجمال، دافِعِ رنج و مَلال، صاحبِ جُودو نوال، رسولِ بے مثال، بی بی آمنہ کے لال صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا کہ جو دنیا سے قطع تعلّق کر کے اللہ عزوجل کی بارگاہ میں آجائے گا اللہ عزوجل اس کی ہر معاملہ میں کفایت فرمائے گا اور اسے ایسی جگہ سے رزق عطا فرمائے گا جہاں سے اسے گمان بھی نہ ہوگا اور جو (اللہ عزوجل کو) چھوڑ کر دنیا کی طرف آئے گا اللہ عزوجل اس کا معاملہ دنیا کے سپرد کردے گا۔ (مجمع الزوائد کتاب الزھد، باب ماجاء فی العزلۃ، رقم ۱۸۱۸۹، ج۱۰، ص ۵۴۶)

(298) وَعَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: اَلْيَدُ الْعُلْيَا خَيْرٌ مِّنَ الْيَدِ السُّفْلٰى، وَابْدَاْ بِمَنْ تَعُوْلُ، وَخَيْرُ الصَّدَقَةِ مَا كَانَ عَنْ ظَهْرِ غِنًى، وَّمَنْ يَّسْتَعْفِفْ يُعِفَّهُ اللهُ، وَمَنْ يَّسْتَغْنِ يُغْنِهِ اللهُ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ۔

انہی سے روایت ہے نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے اور ابتداء ان سے کر جن کا تو ذمہ دار ہے۔ اور بہتر صدقہ وہ ہے' جس کے بعد آدمی غنی رہے اور جو حرام یا سوال سے بچنا چاہتا ہے اس کو اللہ تعالیٰ بچائے گا' اور جو غنا کو طلب کرے اس کو اللہ تعالیٰ غنی کر دیتا ہے۔ (بخاری)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب الاستعفاف عن المسئالۃ، ج ۲ ص ۱۲۳، رقم: ۱۴۷۲، السنن الکبریٰ للبیھقی، باب بیان الیہ العلیا والید السفلی، ج ۴ ص ۱۹۷، رقم: ۸۱۳۳، موطأ امام مالک، باب ما جاء فی التعفف عن المسألۃ، ص ۹۹۸، رقم: ۱۸۱۳، سنن ابوداؤد، باب فی الاستعفاف، ج ۲ ص ۴۴، رقم: ۱۶۵۰، سنن الدارمی، باب فی فضل الید العلیا، ج ۱ ص ۴۷۶، رقم: ۱۶۵۲)

شرح حدیث: دو بزرگ اور دو پرندے

حضرتِ سیّدُنا خَلَف بن تَمیم علیہ رحمۃ اللہ الرحیم سے منقول ہے، ایک مرتبہ دو عظیم بزرگ حضرت سیّدُنا ابراہیم بن اَدْہَم اور حضرتِ سیّدُنا شَقیق بَلْخی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما مکہ مکرمہ زَادَھَا اللہُ شَرَفاً وَّتَعْظِیْماً پہنچے۔ جب دونوں کی ملاقات ہوئی تو حضرتِ سیّدُنا ابراہیم بن اَدْہَم علیہ رحمۃ اللہ الاعظم نے حضرتِ سیّدُنا شَقیق علیہ رحمۃ اللہ الرفیق سے پوچھا: وہ کون سا پہلا واقعہ ہے جس کی وجہ سے آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو یہ عظمت و بزرگی نصیب ہوئی؟

آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا: ایک مرتبہ میں جنگل میں تھا اچانک مجھے ایک پرندہ نظر آیا جس کے پر ٹوٹے ہوئے تھے، میں نے اپنے دل میں کہا: یہ پرندہ اپنی غذا کیسے حاصل کرتا ہوگا؟ بس اس خیال کے آتے ہی میں وہیں کھڑا ہو گیا اور ارادہ کیا کہ آج یہ دیکھ کر جاؤں گا کہ اس پرندے کو غذا کہاں سے ملتی ہے؟ میں وہیں کھڑا سوچتا رہا۔ کچھ دیر بعد ایک پرندہ اپنی چونچ میں ایک ٹِڈی پکڑے ہوئے وہاں آیا اور اس ٹوٹے پروں والے پرندے کے منہ میں وہ ٹڈی ڈال کر واپس

اڑ گیا۔ اللہ عَزَّ وَجَلَّ کی اس شانِ رزّاقی پر میں عَش عَش کر اٹھا اور اپنے نفس سے کہا: اے نفس! جس خدائے بزرگ و برتر ،خالق و مالک نے صحیح وسالم پرندے کے ذریعے جنگل و بیابان میں اس پر ٹوٹے ہوئے پرندے کو رزق عطا فرمایا وہ پروردگار عَزَّ وَجَلَّ مجھے رزق عطا فرمانے پر قادر ہے، چاہے میں کہیں بھی ہوں۔ بس اس دن سے میں نے تمام دنیوی مشاغل ترک کر دیئے اور عبادتِ الٰہی میں مصروف ہو گیا اور آج آپ کے سامنے ہوں۔

یہ سن کر حضرتِ سیِّدُنا ابراہیم بن اَدْہَم علیہ رحمۃ اللہ الاعظم نے فرمایا: اے شَقِیق علیہ رحمۃ اللہ اللطیف! تم اس پرندے کی طرح کیوں نہ ہو گئے جو تندرست تھا اور بیمار پرندے تک اس کا رزق پہنچا رہا تھا۔ اگر تم اس جیسے ہوتے تو تمہارے لئے بہت اچھا تھا، کیا تم نے شہنشاہِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ، صاحبِ معطر پسینہ، باعثِ نُزولِ سکینہ، فیض گنجینہ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا یہ فرمانِ تقرب نشان نہیں سنا: اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے۔

(عیون الحکایات مؤلف: امام ابوالفرَج عبدالرحمن بن علی جوزی علیہ رحمۃ اللہ القوی صفحہ ۱۴۴)

37-بَابُ الْإِنْفَاقِ مِمَّا يُحِبُّ وَمِنَ الْجَيِّدِ — پسندیدہ اور عمدہ چیزیں خرچ کرنا

قَالَ اللهُ تَعَالٰى: (لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ) (آل عمران:92)

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: تم اس وقت تک بھلائی کو نہیں پا سکتے جب تک اپنی پسندیدہ چیزوں میں سے خرچ نہ کرو۔

حضرتِ صدر الاُفاضل سیِّدُنا مولٰینا محمد نعیم الدین مُراد آبادی علیہ رحمۃ اللہ الھادی خَزائنُ العرفان میں اس کے تحت لکھتے ہیں: بر سے تقوی وطاعت مراد ہے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ یہاں خرچ کرنا عام ہے تمام صدقات کا یعنی واجبہ ہوں یا نافلہ سب اس میں داخل ہیں حسن کا قول ہے کہ جو مال مسلمانوں کو محبوب ہو اور اسے رضائے الٰہی کے لئے خرچ کرے وہ اس آیت میں داخل ہے خواہ ایک کھجور ہی ہو (خازن) عمر بن عبدالعزیز شکر کی بوریاں خرید کر صدقہ کرتے تھے ان سے کہا گیا اس کی قیمت ہی کیوں نہیں صدقہ کر دیتے فرمایا شکر مجھے محبوب ومرغوب ہے یہ چاہتا ہوں کہ راہِ خدا میں پیاری چیز خرچ کروں (مدارک) بخاری ومسلم کی حدیث ہے کہ حضرت ابوطلحہ انصاری مدینے میں بڑے مالدار تھے انہیں اپنے اموال میں بیرحا (باغ) بہت پیارا تھا جب یہ آیت نازل ہوئی تو انہوں نے بارگاہِ رسالت میں کھڑے ہو کر عرض کیا مجھے اپنے اموال میں بیرحا سب سے پیارا ہے میں اس کو راہِ خدا میں صدقہ کرتا ہوں حضور نے اس پر مسرت کا اظہار فرمایا اور حضرت ابوطلحہ نے بایمائے حضور اپنے اقارب اور بنی عم میں اس کو تقسیم کر دیا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ابوموسی اشعری کو لکھا کہ میرے لئے ایک باندی خرید کر بھیج دو جب وہ آئی تو آپ کو بہت پسند آئی آپ نے یہ آیت پڑھ کر اللہ کے لئے اس کو آزاد کر دیا۔ (خزائن العرفان)

وَقَالَ اللهُ تَعَالٰى: (يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا أَنْفِقُوْا

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اے اہل ایمان تم

مِنْ طَيِّبَاتِ مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّا اَخْرَجْنَا لَكُمْ مِنَ الْاَرْضِ وَلَا تَيَمَّمُوا الْخَبِيْثَ مِنْهُ تُنْفِقُوْنَ) (البقرة: 267)

ان پاکیزہ چیزوں میں سے جن کو تم نے کمایا ہے اور جن کو ہم نے تمہارے لیے زمین سے نکالا ہے' خرچ کرو اور اس میں سے خراب چیز کو خرچ کرنے کا ارادہ نہ کرو۔

(299) عن اَنَسٍ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: كَانَ اَبُوْ طَلْحَةَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ اَكْثَرَ الْاَنْصَار بِالْمَدِيْنَةِ مَالًا مِّنْ نَّخْلٍ، وَكَانَ اَحَبُّ اَمْوَالِهِ اِلَيْهِ بَيْرَحَاء، وَكَانَتْ مُسْتَقْبِلَةَ الْمَسْجِدِ وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدْخُلُهَا وَيَشْرَبُ مِنْ مَّاءٍ فِيْهَا طَيِّبٍ۔ قَالَ اَنَسٌ: فَلَمَّا نَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ: (لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ) قام اَبُوْ طَلْحَةَ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى اَنْزَلَ عَلَيْكَ: (لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ) وَاِنَّ اَحَبَّ مَالِىْ اِلَىَّ بَيْرَحَاءُ، وَاِنَّهَا صَدَقَةٌ لِلّٰهِ تَعَالٰى، اَرْجُوْ بِرَّهَا، وَذُخْرَهَا عِنْدَ اللّٰهِ تَعَالٰى، فَضَعْهَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ حَيْثُ اَرَاكَ اللّٰهُ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: بَخٍ ! ذٰلِكَ مَالٌ رَابِحٌ، ذٰلِكَ مَالٌ رَابِحٌ، وَقَدْ سَمِعْتُ مَا قُلْتَ، وَاِنِّىْ اَرٰى اَنْ تَجْعَلَهَا فِى الْاَقْرَبِيْنَ، فَقَالَ اَبُوْ طَلْحَةَ: اَفْعَلُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، فَقَسَّمَهَا اَبُوْ طَلْحَةَ فِىْ اَقَارِبِهٖ، وَبَنِىْ عَمِّهٖ۔ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

حضرت انس ﷺ سے روایت ہے کہ حضرت ابوطلحہ ﷺ انصار صحابہ میں سے کھجور کے باغات کے اعتبار سے سب سے زیادہ امیر تھے اور ان کے جائیداد میں سے بیرحاء ان کو بہت زیادہ پسند تھا یہ باغ مسجد نبوی کے سامنے تھا۔ رسول اللہ ﷺ اس باغ میں تشریف لایا کرتے اس کا نفیس پانی نوش فرماتے۔ حضرت انس کہتے ہیں جب یہ آیت (لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ) اتری: ''کہ تم اس وقت تک بھلائی کو نہیں پا سکتے جب تک اپنی پسندیدہ چیزوں میں سے خرچ نہ کرو''۔ تو حضرت ابوطلحہ رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر عرض گزار ہوئے یارسول اللہ! بے شک اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری ہے اور میرے مالوں میں زیادہ پسند مجھے بیرحاء ہے وہ اللہ کیلئے صدقہ ہے میں اللہ تعالیٰ کے پاس اس کے ثواب اور بھلائی کی امید رکھتا ہوں' یارسول اللہ! اللہ کی عطا کردہ سمجھ کے آپ جہاں مناسب سمجھیں اس کو خرچ فرمادیں تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: واہ واہ یہ بڑے نفع والا مال ہے یہ بڑے نفع والا مال ہے۔ جو تم نے کہا میں نے سن لیا ہے۔ میری رائے یہ ہے کہ تم اس کو اپنے رشتہ داروں میں تقسیم کر دو۔ حضرت ابوطلحہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! میں یہ تقسیم کر دیتا ہوں' تو حضرت ابوطلحہ نے وہ اپنے رشتہ داروں اور اپنے چچا کے بیٹوں میں تقسیم کر دیا۔ (متفق علیہ)

قَوْلُهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَالٌ رَابِحٌ، رُوِيَ فِي الصَّحِيحِ رَابِحٌ وَرَايِحٌ بِالْبَاءِ الْمُوَحَّدَةِ وَبِالْيَاءِ الْمُثَنَّاةِ، أَيْ: رَابِحٌ عَلَيْكَ نَفْعُهُ، وَبَيْرَحَاءُ: حَدِيقَةُ نَخْلٍ، وَرُوِيَ بِكَسْرِ الْبَاءِ وَفَتْحِهَا۔

آپ ﷺ کا فرمان مالٌ رابح صحیح میں رابح اور رائح دونوں طرح باموحدہ اور یا مثناۃ کے ساتھ روایت کیا گیا ہے اس کا مطلب ہے تیرے لیے اس کا نفع بڑھنے والا ہے۔ بیرحاء: کھجور کے ایک باغ کا نام باء پرزبر اور زیر دونوں روایت کیے گئے۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب استعذاب الماء، ج ۲ص ۱۰۹، رقم: ۵۶۱۱صحیح مسلم، باب فضل النفقة والصدقة علی القربین، ج ۳ص ۷۹، رقم: ۲۳۶۲صحیح ابن حبان، باب صدقة التطوع، ج ۸ص ۱۲۹، رقم: ۳۳۴۰سنن الکبری للبیهقی، باب الصدقة فی الاقربین، ج ۶ص ۱۶۴، رقم: ۱۲۲۷۰مشکوة المصابیح، باب افضل الصدقة، ج ۱ص ۴۳۸، رقم: ۱۹۳۵)

شرح حدیث: شاداب باغ

حضرتِ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ شہنشاہِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ، صاحبِ معطر پسینہ، باعثِ نُزولِ سکینہ، فیض گنجینہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے فرمایا، ایک شخص کسی ویران جگہ سے گزر رہا تھا تو اس نے بادل میں سے ایک آواز سنی کہ فلاں کے باغ کو سیراب کرو تو وہ بادل جھک گیا اور اس نے اپنا پانی ایک پتھریلی زمین میں برسا دیا تو وہاں کے نالوں میں سے ایک نالے میں وہ سارا پانی جمع ہوگیا اور ایک سمت بہنے لگا تو وہ شخص اس نالی کے ساتھ چل دیا تو اس نے دیکھا کہ وہ پانی ایک باغ میں داخل ہوا جہاں ایک کسان کھڑا تھا تو اس نے اس کسان سے پوچھا اے اللہ تعالیٰ کے بندے! تیرا نام کیا ہے؟ اس نے کہا، فلاں یہ وہی نام تھا جو اس نے بادل سے آنے والی آواز سے سنا تھا۔ اس کسان نے کہا ، اے اللہ کے بندے! تو نے میرا نام کیوں پوچھا؟ تو اس شخص نے کہا، جس بادل سے یہ بارش برس رہی ہے تیرا نام میں نے اس سے سنا ہے، یہ بادل کہہ رہا تھا کہ فلاں کے باغ کو سیراب کرو، تو اپنے کھیت میں ایسا کیا کرتا ہے (کہ تیری زمین کو بادل نے سیراب کیا)؟ تو اس نے جواب میں کہا، جب تو نے یہ بات پوچھ ہی لی ہے تو سن لے کہ جو کچھ میرے اس باغ سے نکلتا ہے تو میں اس کے تین حصے کرلیتا ہوں ایک حصہ صدقہ کردیتا ہوں اور ایک حصہ خود کھاتا ہوں اور اپنے عیال کو کھلاتا ہوں اور تیسرے حصے کو اسی زمین میں کاشت کرلیتا ہوں۔ (مسلم، کتاب الزھد والرقائق، الصدقۃ فی المساکین، رقم ۲۹۸۴، ص ۱۵۹۳)

آٹا سائل کو دے دیا

حضرت سیدنا حبیب عجمی علیہ رحمۃ اللہ القوی کے دروازے پر ایک سائل نے صدا لگائی۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی زوجہ محترمہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہا گندھا ہوا آٹا رکھ کر پڑوس سے آگ لینے گئی تھیں تاکہ روٹی پکائیں۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے وہی آٹا اٹھا کر سائل کو دے دیا۔ جب وہ آگ لے کر آئیں تو آٹا ندارد (یعنی غائب)۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا، اسے روٹی پکانے کے لیے لے گئے ہیں۔ بہت پوچھا تو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے خیرات کردینے کا واقعہ بتایا، وہ

بولیں سبحان اللہ! یہ تو بہت اچھی بات ہے مگر ہمیں بھی تو کچھ کھانے کے لیے درکار ہے اتنے میں ایک شخص ایک بڑی لگن میں بھر کر گوشت اور روٹی لے آیا۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا دیکھو تمہیں کس قدر جلد لوٹا دیا گیا گویا روٹی بھی پکا دی اور گوشت کا سالن مزید بھیج دیا! (روض الریاحین، ص ۱۵۲)

38- بَابُ وُجُوْبِ اَمْرِهٖ اَهْلَهٗ وَاَوْلَادَهُ الْمُمَيِّزِيْنَ وَسَائِرَ مَنْ فِيْ رَعِيَّتِهٖ بِطَاعَةِ اللّٰهِ تَعَالٰى وَنَهْيِهِمْ عَنِ الْمُخَالَفَةِ وَتَأْدِيْبِهِمْ وَمَنْعِهِمْ مِّنِ ارْتِكَابِ مَنْهِيٍّ عَنْهُ

اپنے گھر والوں سمجھدار اولاد اور باقی ماتحتوں کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کا حکم کرنا واجب ہے اور ان کو اللہ تعالیٰ کی (اطاعت) کی مخالفت سے روکنا اور ممنوعہ کام کے کرنے سے منع کرنا اور اس پر سزا دینا

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (وَاْمُرْ اَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا) (طٰهٰ: 132)

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم دے اور اس پر صابر ہو جا۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا) (التحريم: 6)

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اے اہل ایمان اپنی جانوں اور اپنے گھر والوں کو آگ سے بچالو۔

(300) عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: اَخَذَ الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا تَمْرَةً مِّنْ تَمْرِ الصَّدَقَةِ فَجَعَلَهَا فِيْ فِيْهِ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: كِخْ كِخْ اِرْمِ بِهَا، اَمَا عَلِمْتَ اَنَّا لَا نَاْكُلُ الصَّدَقَةَ!؟ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما نے (بچپن میں) صدقہ کی کھجوروں میں سے ایک کھجور اٹھائی اور منہ میں ڈال لی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کخ کخ اس کو پھینک دو کیا تم کو علم نہیں کہ ہم صدقہ نہیں کھاتے۔ (متفق علیہ)

وَفِيْ رِوَايَةٍ: اِنَّا لَا تَحِلُّ لَنَا الصَّدَقَةُ۔

اور ایک روایت میں ہے کہ ہمارے لیے صدقہ حلال نہیں۔

وَقَوْلُهٗ: كِخْ كِخْ يُقَالُ: بِاِسْكَانِ الْخَاءِ، وَيُقَالُ: بِكَسْرِهَا مَعَ التَّنْوِيْنِ وَهِيَ كَلِمَةُ زَجْرٍ لِلصَّبِيِّ عَنِ الْمُسْتَقْذَرَاتِ، وَكَانَ الْحَسَنُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ صَبِيًّا۔

اور آپ کا فرمان: کخ کخ خاء ساکن کے ساتھ۔ یہ وہ کلمہ ہے جو ناپسندیدہ چیزوں سے بچے کو بچانے کیلئے استعمال ہوتا ہے اور سیدنا حسن رضی اللہ عنہ اس وقت بچے تھے۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب ما يذكر فى الصدقة للنبى صلى الله عليه وسلم، ج ۲ ص ۱۲۷، رقم: ۱۳۹۱، صحیح

مسلم، باب تحریم الزکاۃ علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وعلی آلہ، ج ۳ص۱۱۷، رقم: ۲۵۲۲،سنن الکبرٰی للبیہقی، باب آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم ، لا یعطون من الصدقات، ج ۷ص۲۹، رقم: ۱۳۶۱۱،مستخرج ابوعوانۃ، باب بیان تحریم الصدقۃ للنبی صلی اللہ علیہ وسلم ، ج ۳ص۱۲۲، رقم: ۲۱۰۹،مسند الطیالسی، حدیث محمد بن زیاد القرشی عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ ، ج ۱ص۳۲۵، رقم: ۲۴۸۲)

شرحِ حدیث: حَکِیْمُ الْاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں

اس حدیث نے فیصلہ فرمادیا کہ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہ وسلم کی اولاد کو زکوٰۃ لینا حرام ہے اُنا جمع فرما کر تاقیامت اپنی اولاد کو شامل فرمالیا، یہ ہی حق ہے اسی پر فتویٰ ہے، بعض لوگ جو کہتے ہیں کہ یہ حکم اس زمانہ میں تھا اب سید زکوٰۃ لے سکتے ہیں یا سید کی زکوٰۃ سید لے سکتے ہیں، یہ تمام مرجوع قول ہیں، فتویٰ اس پر نہیں خیال رہے کہ بنی ہاشم سے مراد آل عباس، آل جعفر، آل عقیل، آل حارث بن مطلب اور آل رسول ہیں ابولہب کی مسلمان اولاد اگرچہ بنی ہاشم تو ہیں مگر یہ زکوٰۃ لے سکتے تھے اور لے سکتے ہیں، کیونکہ زکوٰۃ کی حرمت کرامت وعزّت کے لئے ہے، ابولہب حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہ وسلم کی ایذاء کی کوشش میں رہا اسی لئے وہ اور اس کی اولاد اس عظمت کی مستحق نہ ہوئی (ازلمعات) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اپنی ناسمجھ اولاد کو بھی ناجائز کام نہ کرنے دے وہ دیکھو حضرت حسن اس وقت بہت ہی کمسن اور ناسمجھ تھے جیسا کہ کخ کخ فرمانے سے معلوم ہورہا ہے مگر حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہ وسلم نے انہیں بھی زکوٰۃ کا چھوہارا نہ کھانے دیا۔ فقہاء فرماتے ہیں کہ ناسمجھ لڑکوں کو سونے چاندی کا زیور پہنانا حرام ہے۔ اس مسئلہ کی ماخذ یہ حدیث بھی ہوسکتی ہے یہ قاعدہ بہت مفید ہے۔ (مرقات) (مرآۃ المناجیح، ج ۳، ص ۵۰)

حضرت عبد المطلب بن ربیعہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں، خاتم المرسلین، رحمۃ للعالمین، شفیع المذنبین، انیس الغریبین، سراج السالکین، محبوبِ رب العلمین، جنابِ صادق وامین صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہ وسلم نے فرمایا، یہ صدقات لوگوں کے میل ہی ہیں، نہ یہ محمد کو حلال ہیں اور نہ محمد کی آل کو۔

مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ صدقات لوگوں کے میل ہیں کے تحت فرماتے ہیں اس طرح کہ زکوٰۃ فطرہ نکل جانے سے لوگوں کے مال اور دل پاک وصاف ہوتے ہیں جیسے میل نکل جانے سے جسم یا کپڑا، رب تعالیٰ فرماتا ہے: (خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيْهِمْ بِهَا) ترجمہ: اے محبوب ان کے مال میں سے زکوٰۃ تحصیل کرو جس سے تم انہیں ستھرا اور پاکیزہ کردو [التوبۃ: ۹ / ۱۰۳] (کنز الایمان) لہٰذا یہ مسلمانوں کا دھوون ہے۔

یہ حدیث ایسی واضح اور صاف ہے جس میں کوئی تاویل نہیں ہوسکتی، یعنی مجھے اور میری اولاد کو زکوٰۃ لینا اس لئے حرام ہے کہ یہ مال کا میل ہے لوگ ہمارے میل سے ستھرے ہوں ہم کسی کا میل کیوں لیں۔ اب بعض کا کہنا کہ چونکہ سادات کو خمس نہیں ملتا اس لئے اب وہ زکوٰۃ لے سکتے ہیں غلط ہے کہ نص کے مقابل چونکہ اور کیونکہ نہیں سنا جاتا۔

(مرآۃ المناجیح شرح مشکاۃ المصابیح، ج ۳، ص ۴۶)

ایک اور حدیث میں ہے: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں، تاجدارِ رسالت، شہنشاہِ نُبوت، مَخزنِ جودوسخاوت، پیکرِ عظمت وشرافت، مَحبوبِ رَبُّ العزت، مُحسنِ انسانیت صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہ وسلم کے پاس جب کوئی کھانا لایا جاتا تو اس کے متعلق پوچھتے کہ آیا یہ ہدیہ ہے یا صدقہ، اگر کہا جاتا کہ صدقہ ہے تو صحابہ سے رماتے کھالو، اور خود نہ کھاتے اور اگر عرض کیا جاتا کہ ہدیہ ہے تو ہاتھ شریف بڑھاتے اور اُن کے ساتھ کھاتے۔

غنی صحابہ اپنے واجب ونفلی صدقہ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہ وسلم کی خدمت میں پیش کرتے تھے تاکہ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہ وسلم اپنے ہاتھ سے غربا میں تقسیم فرمادیں کہ آپ کے ہاتھ کی برکت سے رب تعالیٰ قبول فرمائے حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہ وسلم اصحاب صفہ وغیرہ فقراء وصحابہ پر تقسیم فرمادیتے تھے، اور بعض لوگ خود حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہ وسلم کے لئے ہدیہ ونذرانہ لاتے تھے، چونکہ دوقسم کے مال حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہ وسلم کے پاس آتے تھے، اس لئے اگر لانے والا صاف صاف نہ کہتا، تو سرکار خود پوچھ لیتے تھے۔ ہدیہ سے خود بھی کھالیتے تھے مگر صدقہ خود استعمال نہ فرماتے تھے۔ یہاں صحابہ سے مراد فقراء صحابہ ہیں جو صدقہ واجبہ لے سکتے ہیں حضرت عثمان غنی وغیرہم غنی صحابہ مرادنہیں۔

فرماتے کھالو، اور خود نہ کھاتے اور اگر عرض کیا جاتا کہ ہدیہ ہے تو ہاتھ شریف بڑھاتے اور اُن کے ساتھ کھاتے۔

غنی صحابہ اپنے واجب ونفلی صدقہ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہ وسلم کی خدمت میں پیش کرتے تھے تاکہ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہ وسلم اپنے ہاتھ سے غربا میں تقسیم فرمادیں کہ آپ کے ہاتھ کی برکت سے رب تعالیٰ قبول فرمائے حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہ وسلم اصحاب صفہ وغیرہ فقراء وصحابہ پر تقسیم فرمادیتے تھے، اور بعض لوگ خود حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہ وسلم کے لئے ہدیہ ونذرانہ لاتے تھے، چونکہ دوقسم کے مال حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہ وسلم کے پاس آتے تھے، اس لئے اگر لانے والا صاف صاف نہ کہتا، تو سرکار خود پوچھ لیتے تھے۔ ہدیہ سے خود بھی کھالیتے تھے مگر صدقہ خود استعمال نہ فرماتے تھے۔ یہاں صحابہ سے مراد فقراء صحابہ ہیں جو صدقہ واجبہ لے سکتے ہیں حضرت عثمان غنی وغیرہم غنی صحابہ مرادنہیں۔

سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام ہدیہ ونذرانہ کا کھانا خود بھی کھاتے اور موجود صحابہ کو بھی اپنے ہمراہ کھلاتے تھے۔ خیال رہے کہ غنی اور سید کو صدقہ نفل لینا جائز ہے وہ صدقہ ان کے لئے ہدیہ بن جاتا ہے مگر حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہ وسلم صدقہ نفل بھی نہ لیتے تھے کیونکہ اس میں صدقہ دینے والا لینے والے پر رحم وکرم کرتا ہے جس کا ثواب اللہ سے چاہتا ہے سب حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہ وسلم کے رحم کے خواستگار ہیں حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہ وسلم پر کون انسان رحم کرتا ہے، ہاں صدقہ جاریہ جیسے کنوئیں کا پانی، مسجد وقبرستان کی زمین اس کا حکم دوسرا ہے کہ یہ غنی وفقیر بلکہ خود صدقہ کرنے والے واقف کو بھی اس کا استعمال جائز ہے، یہ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہ وسلم کے لئے بھی مباح تھا (از مرقات وغیرہ)۔

(مرآۃ المناجیح، ج ۳، ص ۷۴)

(301) وَعَنْ اَبِیْ حَفْصٍ عُمَرَ بْنِ اَبِیْ سَلَمَةَ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ الْاَسَدِ رَبِیْبِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: كُنْتُ غُلَامًا فِیْ حَجْرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَتْ یَدِیْ تَطِیْشُ فِی الصَّحْفَةِ. فَقَالَ لِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: یَا غُلَامُ، سَمِّ اللّٰهَ تَعَالٰى، وَكُلْ بِیَمِیْنِكَ، وَكُلْ مِمَّا یَلِیْكَ فَمَا زَالَتْ تِلْكَ طِعْمَتِیْ بَعْدُ. مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ.

حضرت ابوحفص عمر بن ابی سلمہ عبداللہ بن عبدالاسد رضی اللہ عنہ (یہ اُم مسلمہ کے پہلے شوہر سے بیٹے تھے اور جو رسول اللہ ﷺ کی گود میں پلے تھے) سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ کی گود میں بچہ تھا میرا ہاتھ پیالے میں چکر لگاتا اس پر رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا: اے لڑکے اللہ کا نام لے کر کھا اور اپنے دائیں ہاتھ سے اور سامنے سے کھا اس کے بعد میرا کھانے کا طریقہ ہمیشہ یہی رہا۔ (متفق علیہ)

وَتَطِیْشُ: تَدُوْرُ فِیْ نَوَاحِی الصَّحْفَةِ.

تطیش: کا مطلب ہے پیالے میں گھومتا، چکر لگاتا۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب التسمية على الطعام والاكل باليمين، ج ٧، ص ٦٨، رقم: ٥٣٧٦، صحیح مسلم، باب آداب الطعام والشراب واحكامهما، ج ٦، ص ١٠٩، رقم: ٥٣٨٨، سنن الكبرى للنسائى، باب اكل الانسان مما يليه اذا كان معه من ياكل، ج ٣، ص ١٧٥، رقم: ٦٧٥٩، المعجم الكبير للطبرانى، من اسمه عمر بن ابى سلمه، ج ٩، ص ٢٧، رقم: ٨٣١٥ (مكتبة العلوم والحكم الموصل) سنن ابن ماجه، باب الاكل باليمين، ج ٢، ص ١٠٨٧، رقم: ٣٢٦٧ (دار الفكر، بيروت)

شرح حدیث: بائیں ہاتھ سے کھانا پینا

بائیں ہاتھ سے کھانا، پینا یا کوئی چیز بائیں ہاتھ سے لینا دینا ممنوع ہے۔ حدیثوں میں اس کی ممانعت آئی ہے۔ چنانچہ نیچے تحریر کی ہوئی حدیثوں کو بغور پڑھیے۔

حدیث ۱: حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ہرگز ہرگز تم میں کوئی بائیں ہاتھ سے نہ کوئی چیز کھائے نہ کچھ پئے۔ کیونکہ شیطان بائیں ہاتھ سے کھاتا پیتا ہے اور حضرت نافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس حدیث میں اتنا اور بھی بیان کرتے ہیں کہ بائیں ہاتھ سے نہ کوئی چیز لے نہ دے۔

(الترغیب والترہیب، کتاب الطعام وغیرہ، الترہیب من الاکل والشرب...الخ، الحدیث ۱، ج ۳، ص ۹۲۔ صحیح مسلم، کتاب الاشربۃ، باب آداب الطعام...الخ، الحدیث ۲۰۲۰، ص ۱۱۱۷)

حدیث ۲: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں ہر ایک داہنے ہاتھ سے کھائے اور داہنے ہاتھ سے پئے اور داہنے سے ہر چیز دے اور لے۔ اس لئے کہ شیطان بائیں ہاتھ سے کھاتا پیتا اور لیتا دیتا ہے۔ (سنن ابن ماجہ، کتاب الاطعمۃ، باب الاکل بالیمین، الحدیث: ۳۲۶۶، ج ۴، ص ۱۲)

اپنی اولاد کی اصلاح کیجئے

اگر بچہ آگ کی طرف بڑھ رہا ہو تو والدین جب تک لپک کر اپنے بچے کو پکڑ نہ لیں انہیں چین نہیں آتا۔ مگر افسوس یہی اولاد جب رب کریم کی نافرمانیوں میں ملوث ہو کر جہنم کی طرف تیزی سے بڑھنے لگتی ہے، والدین کے کان پر جوں تک نہیں رینگتی۔ بچہ اگر اسکول سے چھٹی کرلے تو اسے ٹھیک ٹھاک ڈانٹ پلائی جاتی ہے مگر افسوس نماز نہ پڑھنے پر اسے سرزنش نہیں کی جاتی۔

امامِ اہلسنّت، مجدِدِ دین وملت الشاہ مولانا احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن کی بارگاہ میں کسی نے استفتاء پیش کیا کہ والدین کا حق، اولادِ بالغ کو تنبیہ خیر واجب ہے یا فرض؟ اس کا جواب دیتے ہوئے آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا: جو حکم فعل کا ہے وہی اس پر آگاہی دینی ہے، فرض پر فرض، واجب پہ واجب، سنّت پہ سنّت، مستحب پہ مستحب۔ مگر بشرطِ قدرت بقدرِ قدرت بامید منفعت ورنہ

عَلَیْکُمْ اَنْفُسَکُمْ ۚ لَا یَضُرُّکُمْ مَّنْ ضَلَّ اِذَا اهْتَدَیْتُمْ

ترجمہ کنزالایمان: تم اپنی فکر رکھو تمہارا کچھ نہ بگاڑے گا جو گمراہ ہوا جب کہ تم راہ پر ہو۔

(پ ۷، سورۃ المائدۃ: ۱۰۵) (فتاوٰی رضویہ، ج ۲۴، ص ۳۷۱)

لیکن اولاد کی اصلاح کا انداز ایسا ہونا چاہیے کہ ان کی اصلاح بھی ہو جائے اور وہ والدین سے باغی بھی نہ ہوں۔ اس لئے جب بھی بچے کو سمجھائیں تو نرمی سے سمجھائیں ۔ بچوں کے جذبات بہت نازک ہوتے ہیں۔ بعض والدین کی عادت ہوتی ہے کہ جونہی بچے نے کوئی غلطی کی وہ اس کے احساسات کا خیال کئے بغیر کوسنا شروع کر دیتے ہیں۔ اس سے بچے احساسِ کمتری کا شکار ہو جاتے ہیں اور والدین کو اپنا مخالف سمجھنا شروع کر دیتے ہیں۔ ایسا نہ کیا جائے بلکہ بچوں کی غلطی مثبت اور نرم انداز میں ان پر آشکار کی جائے تا کہ وہ اپنے آپ کو قیدی تصور نہ کریں اور سمجھانے والے کو اپنا خیر خواہ اور ہمدرد سمجھیں۔ ام المومنین حضرتِ سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حضورِ پاک، صاحب لولاک، سیاحِ افلاک صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم نے فرمایا: نرمی جس چیز میں ہوتی ہے اسے زینت بخشتی ہے اور جس چیز سے نرمی چھین لی جاتی ہے اسے عیب دار کر دیتی ہے۔ (صحیح مسلم، کتاب البر والصلۃ، باب فضل الرفق، الحدیث ۲۵۹۴، ص ۱۳۹۸)

حضرت سیدنا ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلّم نے فرمایا: جسے نرمی میں سے حصہ دیا گیا اسے بھلائی میں سے حصہ دیا گیا اور جو نرمی کے حصے سے محروم رہا وہ بھلائی میں سے اپنے حصے سے محروم رہا۔

(جامع الترمذی، کتاب البر والصلۃ، باب ماجاء فی الرفق، الحدیث ۲۰۲۰، ج ۳، ص ۴۰۸)

(302) وَ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے

قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُوْلُ: كُلُّكُمْ رَاعٍ، وَّكُلُّكُمْ مَّسْئُوْلٌ عَنْ رَّعِيَّتِهٖ: الْاِمَامُ رَاعٍ وَّمَسْئُوْلٌ عَنْ رَّعِيَّتِهٖ، وَالرَّجُلُ رَاعٍ فِيْ اَهْلِهٖ وَمَسْئُوْلٌ عَنْ رَّعِيَّتِهٖ، وَالْمَرْاَةُ رَاعِيَةٌ فِيْ بَيْتِ زَوْجِهَا وَمَسْئُوْلَةٌ عَنْ رَّعِيَّتِهَا، وَالْخَادِمُ رَاعٍ فِيْ مَالِ سَيِّدِهٖ وَمَسْئُوْلٌ عَنْ رَّعِيَّتِهٖ، فَكُلُّكُمْ رَاعٍ وَّمَسْئُوْلٌ عَنْ رَّعِيَّتِهٖ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

رسول اللہ ﷺ کوفرماتے سنا کہ تم میں ہرایک نگران ہے اوراس کی رعایا کے بارے میں اس سے سوال کیا جائے گا امیر نگہبان ہے اس سے اس کی رعایا کے متعلق سوال ہوگا۔مرد اپنے گھر کا نگران ہے اس سے اس کی رعایا کے متعلق سوال ہوگا' عورت اپنے خاوند کے گھر کی نگران ہے اس سے اس کے متعلق' سوال ہوگا اور خادم نگران ہے اپنے مالک کے مال کا اس سے اس کی رعایا کے متعلق سوال ہوگا پس تم میں سے ہرایک نگران ہے اور اس سے اس کی رعایا کے متعلق سوال ہوگا۔(متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح البخاری، باب الجمعة فی القری والمدن، ج ۲ص۵، رقم: ۸۹۳ صحیح مسلم، باب فضیلة الامام العادل وعقوبة الجائر، ج ۲ص۷۰، رقم: ۴۸۲۸ سنن ابوداؤد، باب ما یلزم الامام من حق الرعیة، ج ۳ص۹۱، رقم: ۲۹۳۰ سنن ترمذی، باب ما جاء فی الامام، ج ۲ص۲۰۸، رقم: ۱۷۰۵ صحیح ابن حبان، باب فی الخلافة والامارة، ج ۱۰ص۳۴۲، رقم: ۴۴۸۹)

شرح حدیث: اپنے گھر والوں کو آگ سے بچاؤ

ہرایک پر لازم ہے کہ وہ اپنی زوجہ، اولاد، رشتہ داروں اورنوکروں کے ساتھ حسنِ سلوک سے پیش آئے ان کو کھانا کھلانا، کپڑے مہیا کرنا اور دینی (فرض) اُمور کی تعلیم دینا بھی اس پر لازم ہے اور یہ سب حلال طریقہ سے کرے اور اس کے لئے ان معاملات میں کسی بھی وجہ سے کوتاہی جائز نہیں جیسا کہ اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْۤا اَنْفُسَكُمْ وَ اَهْلِيْكُمْ نَارًا وَّ قُوْدُهَا النَّاسُ وَ الْحِجَارَةُ عَلَيْهَا مَلٰٓىِٕكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَّا يَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَاۤ اَمَرَهُمْ وَ يَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ ۝

ترجمہ کنزالایمان: اے ایمان والو اپنی جانوں اوراپنے گھر والوں کو آگ سے بچاؤ جس کے ایندھن آدمی اور پتھر ہیں اُس پر سخت کرّے (طاقتور) فرشتے مقرر ہیں جو اللہ کا حکم نہیں ٹالتے اور جو انہیں حکم ہو وہی کرتے ہیں۔(پ28،تحریم:6)

(اس آیتِ کریمہ میں) اللہ عزوجل نے انسان کو حکم دیا ہے کہ وہ اپنے آپ کو (جہنم کی) آگ سے بچائے اوراپنے گھر والوں کو بھی اسی طرح اس سے بچائے جس طرح اپنے آپ کو بچاتا ہے۔

سرکارِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ، باعثِ نُزولِ سکینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ عالیشان ہے: بروزِ قیامت ہر حاکم سے اس کی رعایا کے بارے میں سوال ہوگا، مرد اپنے گھر والوں پر حاکم ہے اُس سے اُن کے متعلق پوچھا جائے گا اور عورت

اپنے شوہر کے مال میں حاکم ہے اس سے اس کے متعلق باز پُرس ہوگی۔

نبیِّ کریم، رءُوف رحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے: مرد اپنے رب عزوجل سے اس حال میں ملے گا کہ اس کا کوئی گناہ اس سے بڑھ کر نہ ہوگا کہ وہ (دنیا میں) اپنے گھر والوں سے لاعلم رہا تھا۔

مروی ہے کہ مرد سے تعلق رکھنے والوں میں پہلے اس کی زوجہ اور اس کی اولاد ہے، یہ سب (یعنی بیوی، بچے قیامت میں) اللہ عزوجل کے سامنے کھڑے ہو کر عرض کریں گے: اے ہمارے رب عزوجل! ہمیں اس شخص سے ہمارا حق لے کر دے، کیونکہ اس نے کبھی ہمیں دینی اُمور کی تعلیم نہیں دی اور یہ ہمیں حرام کھلاتا تھا جس کا ہمیں علم نہ تھا پھر اس شخص کو حرام کمانے پر اس قدر مارا جائے گا کہ اس کا گوشت جھڑ جائے گا پھر اس کو میزان کے پاس لایا جائے گا، فرشتے پہاڑ کے برابر اس کی نیکیاں لائیں گے تو اس کے عیال میں سے ایک شخص آگے بڑھ کر کہے گا: میری نیکیاں کم ہیں۔ تو وہ اس کی نیکیوں میں سے لے لے گا، پھر دوسرا آکر کہے گا: تُو نے مجھے سود کھلایا تھا۔ اور اس کی نیکیوں میں سے لے لے گا اس طرح اس کے گھر والے اس کی سب نیکیاں لے جائیں گے اور وہ اپنے اہل وعیال کی طرف حسرت و یاس سے دیکھ کر کہے گا: اب میری گردن پر وہ گناہ و مظالم رہ گئے جو مَیں نے تمہارے لئے کئے تھے۔

(اس وقت) فرشتے کہیں گے: یہ وہ (بدنصیب) شخص ہے جس کی نیکیاں اس کے گھر والے لے گئے اور یہ ان کی وجہ سے جہنم میں چلا گیا۔

پس مرد پر واجب ہے کہ وہ حرام سے بچے اور اپنے گھر والوں سے حسنِ سلوک کے ساتھ پیش آئے۔

(قُرَّۃُ الْعُیُوْنِ وَمُفَرِّحُ الْقَلْبِ الْمَحْزُوْن صفحہ ۸۷)

(303) وَعَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ اَبِيْهِ، عَنْ جَدِّهٖ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مُرُوْا اَوْلَادَكُمْ بِالصَّلٰوةِ وَهُمْ اَبْنَاءُ سَبْعِ سِنِيْنَ، وَاضْرِبُوْهُمْ عَلَيْهَا، وَهُمْ اَبْنَاءُ عَشْرٍ، وَفَرِّقُوْا بَيْنَهُمْ فِي الْمَضَاجِعِ حَدِيْثٌ حَسَنٌ رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ بِاِسْنَادٍ حَسَنٍ۔

حضرت عمرو بن شعیب از والد خود از جد خود ﷛ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اپنی اولاد کو نماز کا حکم دو جب وہ سات سال کے ہوں اور وہ دس سال کے ہوں تو نماز نہ پڑھنے کی وجہ سے انہیں مارو اور ان کے بستر علیحدہ کر دو۔ یہ حدیث حسن ہے اسے ابوداؤد نے حسن اسناد کے ساتھ روایت کیا ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد، باب متی یومر الغلام بالصلاۃ، ج۱ص۱۸۵، رقم: ۴۹۵، جامع الاصول، الکتاب الاول فی الصلاۃ، ج۵ص۱۸۶، رقم: ۳۲۴۳، مشکوۃ المصابیح، کتاب الصلاۃ، ج۱ص۱۲۶، رقم: ۵۷۲، المقاصد الحسنہ للسخاوی، ص۶۰۰، رقم: ۱۰۱۳، (دار الکتاب العربی)، (جبکہ ترمذی شریف میں ہی حدیث مبارکہ کچھ تبدیلی متن کے ساتھ مندرجہ ذیل مقام پر موجود ہے:) سنن ترمذی، باب ما جاء متی یؤمر الصبی بالصلاۃ، ج۲ص۴۵۹، رقم: ۴۰۷، المستدرک للحاکم، باب التامین، ج۱ص۳۸۹، رقم: ۹۴۸)

شرح حدیث: سات برس کی عمر سے نماز کی تاکید کیجئے

جب بچہ سات سال کا ہو جائے تو اسے نماز پڑھنا سکھائیں اور اسے پانچوں وقت کی نماز ادا کروائیں تاکہ بچپن ہی سے ادائیگی نماز کی عادت پختہ ہو۔ بچے کو بالخصوص صبح سویرے اٹھنے اور وضو کر کے نماز پڑھنے کی عادت ڈالئے۔ مگر سردیوں میں بچے کو وضو کے لئے نیم گرم پانی مہیا کیجئے تاکہ وہ سرد پانی کی مشقت سے گھبرا کر وضو اور نماز سے جی نہ چرائے۔ بلکہ والد صاحب کو چاہیے کہ اسے مسجد میں اپنے ساتھ لے جائیں لیکن پہلے اسے مسجد کے آداب سے آگاہ کر دیں کہ مسجد میں شور نہیں مچانا، ادھر ادھر نہیں بھاگنا، نمازیوں کے آگے سے نہیں گزرنا وغیرہ۔ پھر اسے جماعت کی سب سے آخری صف میں دوسرے بچوں کے ساتھ کھڑا کریں۔ اس حکمتِ عملی کی بدولت بچے کا مسجد کے ساتھ روحانی رشتہ قائم ہو جائے گا، ان شاء اللہ عزوجل۔

شاہِ بنی آدم، نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلّم نے فرمایا: بچوں کو سات سال کی عمر ہو جانے پر نماز سکھاؤ اور دس سال کے ہو جانے پر انہیں نماز کے معاملے پر مارو۔

(سنن ترمذی، ابواب الصلوۃ، باب ماجاء متی یومر الصبی بالصلوۃ، الحدیث ۴۰۷، ج۱، ص۴۱۶)

نماز کے عادی

جب محدثِ اعظم حضرت علامہ مولانا سردار احمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بچپن میں چلنے پھرنے کے قابل ہوئے تو اپنے والد ماجد کے ہمراہ مسجد میں نماز پڑھنے کے لئے جانا شروع کر دیا۔ (حیاتِ محدثِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ، ص۴۰)

بچے بڑے ہو جائیں تو بستر الگ کر دیجئے

حضرت سیدنا عبدالملک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رحمتِ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلّم نے ارشاد فرمایا: جب تمہارے بچے سات سال کے ہو جائیں تو ان کے بستر الگ الگ کر دو۔

(المستدرک، کتاب الصلوۃ، باب فی فضل الصلوات الخمس، الحدیث ۷۴۸، ج۱، ص۴۴۹)

اولاد کب بالغ ہوتی ہے؟

لڑکا بارہ سال اور لڑکی نو برس سے کم عمر تک ہرگز بالغ و بالغہ نہ ہوں گے اور لڑکا لڑکی دونوں پندرہ برس کامل کی عمر میں ضرور شرعاً بالغ و بالغہ ہیں، اگرچہ آثارِ بلوغ کچھ ظاہر نہ ہوں۔ ان عمروں کے اندر اگر آثار پائے جائیں، یعنی خواہ لڑکے خواہ لڑکی کو سوتے خواہ جاگتے میں انزال ہو۔۔ یا۔۔ لڑکی کو حیض آئے۔۔ یا۔۔ جماع سے لڑکا (کسی عورت کو) حاملہ کر دے۔۔ یا۔۔ (جماع کی وجہ سے) لڑکی کو حمل رہ جائے تو یقیناً بالغ و بالغہ ہیں۔ اور اگر آثار نہ ہوں، مگر وہ خود کہیں کہ ہم بالغ و بالغہ ہیں اور ظاہر حال ان کے قول کی تکذیب نہ کرتا (یعنی جھٹلاتا نہ) ہو تو بھی بالغ و بالغہ سمجھے جائیں گے اور تمام احکام، بلوغ کے نفاذ

پائیں گے اور داڑھی مونچھ نکلنا یا لڑکی کے پستان میں ابھار پیدا ہونا کچھ معتبر نہیں۔ (فتاویٰ رضویہ، ج۱۹، ص۹۳۰)

(304) وَعَنْ اَبِیْ ثُرَیَّةَ سَبْرَةَ بْنِ مَعْبَدٍ الْجُهَنِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: عَلِّمُوا الصَّبِیَّ الصَّلٰوةَ لِسَبْعِ سِنِیْنَ، وَاضْرِبُوْهُ عَلَیْهَا ابْنَ عَشْرِ سِنِیْنَ حَدِیْثٌ حَسَنٌ رَوَاهُ اَبُوْ دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِیُّ، وَقَالَ: حَدِیْثٌ حَسَنٌ وَلَفْظُ اَبِیْ دَاوُدَ: مُرُوا الصَّبِیَّ بِالصَّلٰوةِ اِذَا بَلَغَ سَبْعَ سِنِیْنَ۔

حضرت ابوثریہ بن معبد جہنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بچے کو نماز سکھاؤ جب وہ سات سال کا ہو اور جب دس سال کی عمر میں ہو تو اسے مارو۔ یہ حدیث حسن ہے اسے ابوداؤد اور ترمذی نے روایت کیا اور ترمذی نے کہا: یہ حدیث حسن ہے۔ یہ الفاظ حدیث ابوداؤد کے ہیں کہ بچہ جب سات سال کا ہو جائے تو اس کو نماز کا حکم دو۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ما جاء متی یؤمر العبی بالصلاۃ، ج۲ص۲۵۹، رقم:۴۰۷، سنن ابوداؤد، باب متی یؤمر الغلام بالصلاۃ، ج۱ص۱۸۵، رقم:۴۹۴، السنن الصغریٰ للبیہقی، باب متی یؤمر العبی بالصلاۃ، ج۱ص۱۹۱، رقم:۵۵۸)

شرح حدیث: سیِّدُنا ابویزید علیہ رحمۃ اللہ المجید کا ذوقِ عبادت

حضرت سیِّدُنا ابنِ ظفر علیہ رحمۃ الرَّب بیان فرماتے ہیں کہ حضرت سیِّدُنا ابویزید بسطامی قُدِّسَ سِرُّہُ النّورَانِی کو بچپن میں جب مدرسہ داخل کیا گیا اور آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ قرآنِ کریم کی تعلیم حاصل کرتے ہوئے اس آیتِ مبارکہ پر پہنچے: یٰۤاَیُّهَا الْمُزَّمِّلُ ۝ قُمِ الَّیْلَ اِلَّا قَلِیْلًا ۝ ترجمۂ کنزالایمان: اے جھرمٹ مارنے والے! رات میں قیام فرما سوا کچھ رات کے۔ (پ۲۹، المزمل۱۔۲) تو اپنے والدِ محترم حضرت سیِّدُنا طیفور بن عیسیٰ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں عرض کی: یہاں اللہ عَزَّوَجَلَّ کس سے مخاطب ہے؟ تو انہوں نے جواب دیتے ہوئے فرمایا: اے میرے بیٹے! یہ ہمارے آقا و مولیٰ حضرت سیِّدُنا احمدِ مجتبیٰ، محمدِ مصطفی صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم ہیں۔ پوچھا: اے میرے ابا جان! پھر آپ بھی حضور نبیٔ کریم، رءُوف رحیم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کی سُنّت پر عمل کیوں نہیں کرتے۔ تو انہوں نے جواب دیا: پیارے بیٹے! یہ حکم خاص حضور صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کو فرمایا گیا پھر سورۂ طٰہٰ میں اس میں تخفیف کر دی گئی۔

جب آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا سبق اس آیتِ مبارکہ پر پہنچا: اِنَّ رَبَّكَ یَعْلَمُ اَنَّكَ تَقُوْمُ اَدْنٰی مِنْ ثُلُثَیِ الَّیْلِ وَ نِصْفَهٗ وَ ثُلُثَهٗ وَ طَآىٕفَةٌ مِّنَ الَّذِیْنَ مَعَكَ ؕ ترجمۂ کنزالایمان: بے شک تمہارا رب جانتا ہے کہ تم قیام کرتے ہو کبھی دو تہائی رات کے قریب کبھی آدھی رات کبھی تہائی اور ایک جماعت تمہارے ساتھ والی۔ (پ۲۹، المزمل:۲۰) تو پھر پوچھنے لگے: اے میرے والدِ محترم! میں سن رہا ہوں کہ اس میں ایک ایسے گروہ کا ذکرِ خیر بھی ہے جو راتوں کو قیام کرتا ہے۔ تو والدِ محترم نے بتایا: جی ہاں! وہ ہمارے پیارے آقا، دوعالم کے داتا صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کے صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین ہیں۔ تو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے عرض کی: اس چیز کو ترک کرنے میں کوئی بھلائی نہیں جو رسول اللہ

عَزَّ وَجَلَّ وصَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم اور آپ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کیا کرتے تھے۔ چنانچہ، اس کے بعد آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے والدِ محترم ساری ساری رات قیام کرنے لگے۔ ایک رات آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بیدار ہوئے اور اپنے والدِ محترم سے عرض کی: مجھے بھی سکھلائیے، میں بھی آپ کے ساتھ نماز ادا کروں گا۔ والد صاحب فرمانے لگے: بیٹے! ابھی تم چھوٹے ہو۔ عرض کی: اے میرے ابا جان! جس دن لوگ الگ الگ اپنے رب عَزَّ وَجَلَّ کے حضور حاضر ہوں گے تا کہ اپنے اعمال دیکھیں، اور اگر میرے رب عَزَّ وَجَلَّ نے مجھ سے پوچھ لیا، اے ابو یزید! تم نے کیا کیا؟ تو میں جواب دوں گا: میں نے اپنے والدِ محترم سے عرض کی تھی کہ مجھے سکھلائیے تا کہ میں بھی آپ کے ساتھ نماز پڑھا کروں تو انہوں نے مجھے کہا تھا، ابھی تم چھوٹے ہو۔ یہ سن کر فوراً آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے والدِ محترم کہنے لگے: نہیں، خدا عَزَّ وَجَلَّ کی قسم! میں نہیں چاہتا کہ تم ایسی بات کہو۔ پھر آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو والد صاحب نے نماز سکھائی اور آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بھی رات کا اکثر حصہ نماز ادا کرتے رہتے۔

سُبْحَانَ اللہ عَزَّ وَجَلَّ! کیا شان ہے ان لوگوں کی جن کے ذوق وشوق کی سواری مقصد کے حصول کے لئے راتوں کو چلتی رہتی یہاں تک کہ وہ اپنی منزلِ مراد پر پہنچ جاتے اور انہیں عنایتِ خداوندی حاصل ہو جاتی۔

(الرَّوضُ الفائق فی المَواعِظِ وَالرَّقائق مصنفا لشیخ شُعَیب حَرِیفِیش رَحمۃُ اللہِ تعالٰی عَلَیہِ المُتَوَفّٰی ۸۱۰ھ صفحہ ۳۶۳)

39-بَابُ حَقِّ الْجَارِ وَالْوَصِيَّةِ بِهٖ

پڑوسی کا حق اور اس کی وصیت

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّبِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتَامٰى وَالْمَسَاكِيْنِ وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبٰى وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْبِ وَابْنِ السَّبِيْلِ وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ) (النساء: 36)

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اور اللہ کی بندگی کرو اور اس کا شریک کسی کو نہ ٹھہراؤ اور ماں باپ سے بھلائی کرو اور رشتہ داروں اور یتیموں اور محتاجوں اور پاس کے ہمسائے اور دور کے ہمسائے اور کروٹ کے ساتھی اور راہ گیر اور اپنی باندی غلام سے۔

(305) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ وَعَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَا: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا زَالَ جِبْرِيْلُ يُوْصِيْنِيْ بِالْجَارِ حَتّٰى ظَنَنْتُ اَنَّهٗ سَيُوَرِّثُهٗ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابن عمر اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جبریل مجھے ہمیشہ پڑوسی کے بارے نصیحت کرتے رہے یہاں تک کہ میں نے خیال کیا کہ وہ عنقریب اس کو وارث بنا دے گا۔

(متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب الوصاۃ بالجار، ج۸ص۱۰ رقم: ۶۰۱۵ صحیح مسلم، باب الوصیۃ بالجار والاحسان الیہ، ج۸ص۳۶ رقم: ۶۸۵۲ سنن ابوداؤد، باب فی حق الجوار، ج۴ص۵۰۲ رقم: ۵۱۵۳ سنن ترمذی، باب ما جاء فی حق الجوار،

ج۲ص۳۲۲، رقم: ۱۹۳۲، صحیح ابن حبان، باب الجار، ج۲ص۲۶۵، رقم: ۵۱۱)

(306) وَعَنْ اَبِيْ ذَرٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَا اَبَا ذَرٍّ، اِذَا طَبَخْتَ مَرَقَةً، فَاَكْثِرْ مَاءَهَا، وَتَعَاهَدْ جِيْرَانَكَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

حضرت ابوذر ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے ابوذر! جب تم سالن پکاؤ تو اس کا پانی زیادہ کرو اور اپنے پڑوسی کا خیال کرو۔ (مسلم)

وَفِيْ رِوَايَةٍ لَّهُ عَنْ اَبِيْ ذَرٍّ، قَالَ: اِنَّ خَلِيْلِيْ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَوْصَانِيْ: اِذَا طَبَخْتَ مَرَقًا فَاَكْثِرْ مَاءَ هَا، ثُمَّ انْظُرْ اَهْلَ بَيْتٍ مِّنْ جِيْرَانِكَ، فَاَصِبْهُمْ مِنْهَا بِمَعْرُوْفٍ۔

اور مسلم کی ایک اور روایت حضرت ابوذر سے ہے کہ میرے خلیل ﷺ نے مجھے حکم فرمایا کہ جب تم شوربا والا سالن پکاؤ تو پانی زیادہ ڈالا کرو پھر پڑوسیوں میں سے کوئی گھر دیکھ کر ان کو اس میں سے اچھے طریقے سے دے دیا کرو۔

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب الوصیۃ بالجار والاحسان الیہ، ج۸ص۳۷، رقم: ۶۸۵۵، الادب المفرد للبخاری، باب یکثر ماء المرق فیقسم فی الجیران، ص۵۳، رقم: ۱۱۴، سنن الدارمی، باب فی اکثار الماء فی القدر، ج۲ص۱۴۷، رقم: ۲۰۷۹، جامع الاصول لابن اثیر، الفصل الرابع عشر فی حفظ الجار، ج۶ص۶۴۰، رقم: ۴۹۲۲)

شرح حدیث: پڑوسیوں کے حقوق

حضرت سیدنا معاویہ بن حیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں: میں نے بارگاہِ رسالت مآب صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلَّم میں عرض کی: یا رسول اللہ عزوجل وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلَّم! آدمی پر پڑوسی کے کیا حقوق ہیں؟ تو آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: اگر وہ بیمار ہو تو اس کی عیادت کرو، اگر مر جائے تو اس کے جنازے میں شرکت کرو، اگر قرض مانگے تو اسے قرض دے دو اور اگر وہ عیب دار ہو جائے تو اس کی پردہ پوشی کرو۔ (المعجم الکبیر، الحدیث: ۱۰۱۴، ج۱۹، ص۴۱۹)

حضرت ابوشیخ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی روایت میں ہے: اگر وہ تم سے مدد طلب کرے تو اس کی مدد کرو اور اگر وہ محتاج ہو تو اسے عطا کرو، کیا تم سمجھ رہے ہو جو میں تمہیں کہہ رہا ہوں؟ پڑوسی کا حق کم لوگ ہی ادا کرتے ہیں جن پر اللہ عزوجل کا رحم وکرم ہوتا ہے۔ (الترغیب والترہیب، کتاب البر والصلۃ، باب الترہیب من اذی۔۔۔۔۔الخ، الحدیث: ۳۹۱۵(۲۱)، ج۳، ص۲۴۳)

ایک اور روایت میں ہے: اگر وہ تنگدست ہو جائے تو اسے تسلی دو، اگر اسے خوشی حاصل ہو تو مبارک باد دو، اگر اُسے مصیبت پہنچے تو اس سے تعزیت کرو، اگر وہ مر جائے تو اس کے جنازے میں شرکت کرو، اس کی اجازت کے بغیر اس کے گھر سے اونچی عمارت بنا کر اس سے ہوا نہ روکو، بھنے ہوئے گوشت سے اسے تکلیف نہ پہنچاؤ ہاں یہ کہ اسے بھی مٹھی بھر دے دو تو صحیح ہے، اگر پھل خرید کر لاؤ تو اسے بھی اس میں سے کچھ تحفہ بھیجو اور ایسا نہ کر سکو تو اسے چھپا کر اپنے گھر لاؤ اور اپنے

بچوں کو پھل دے کر باہر نہ جانے دو کہ کہیں اس سے پڑوسی کے بچے احساس کمتری کا شکار نہ ہوں۔

(شعب الایمان، باب فی اکرام الجار، الحدیث: ۹۵۶۰، ج ۷، ص ۸۳)

خاتم المرسلین، رحمۃ للعلمین صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم کا فرمانِ عالیشان ہے: جو جانتا ہو کہ اس کا پڑوسی اس کے پہلو میں بھوکا ہے پھر بھی شکم سیر ہو کر رات گزارے تو اس کا مجھ پر ایمان نہیں۔ (المعجم الکبیر، الحدیث: ۷۵۱، ج ۱، ص ۲۵۹)

سید المبلغین، رحمۃ للعلمین صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم کا فرمانِ عالیشان ہے: جو خود شکم سیر ہو اور اس کا پڑوسی بھوکا ہو وہ ایمان دار نہیں۔ (المرجع السابق، الحدیث: ۱۲۷۴۱، ج ۱۲، ص ۱۱۹) (الزواجر عن اقتراف الکبائر، صفحہ: ۸۰۶۔ ۸۰۷)

(307) وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: وَاللّٰهِ لَا يُؤْمِنُ، وَاللّٰهِ لَا يُؤْمِنُ، وَاللّٰهِ لَا يُؤْمِنُ! قِيْلَ: مَنْ يَّا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ: اَلَّذِيْ لَا يَاْمَنُ جَارُهُ بَوَائِقَهُ! مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اللہ کی قسم وہ ایماندار نہیں، اللہ کی قسم وہ ایماندار نہیں، عرض کیا گیا: یا رسول اللہ! کون؟ تو آپ نے فرمایا: جس کا پڑوسی اس کی شرارتوں سے بے خوف نہیں۔ (متفق علیہ)

وَفِيْ رِوَايَةٍ لِّمُسْلِمٍ: لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مَنْ لَّا يَاْمَنُ جَارُهُ بَوَائِقَهُ.

اور مسلم کی ایک روایت میں ہے، جس کا پڑوسی اس کی شرارتوں سے محفوظ نہ ہو وہ جنت میں داخل نہ ہوگا۔

اَلْبَوَائِقُ: اَلْغَوَائِلُ وَالشُّرُوْرُ.

بوائق: کا مطلب ہے: مصیبتیں اور شرارتیں۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب اثم من لا یؤمن جارہ بوائقہ، ج۵ص۲۲۴۰، رقم: ۵۶۷۰، صحیح مسلم، باب بیان تحریم ایذاء الجار، ج۱ص۴۹، رقم: ۱۸۱، الاداب للبیہقی، باب فی الاحسان الی الجیران، ج۱ص۳۶، رقم: ۶۶، المعجم الکبیر للطبرانی، من اسمه هانی بن عمرو بن شریح، ج۲۲ص۱۸۷، رقم: ۱۸۳۳۹، مسند امام احمد، مسند ابی هریرة، ج۲ص۳۳۶، رقم: ۸۴۱۳ (مؤسسة قرطبة القاهره)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

تین بار فرمانا تاکید کے لیے ہے، لا یؤمن میں کمال ایمان کی نفی ہے یعنی مؤمن کامل نہیں ہوسکتا نہیں ہوسکتا نہیں ہوسکتا۔

اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی وضاحت (جان بوجھ کر) پہلے ہی نہ فرمادی بلکہ سائل کے پوچھنے پر بتایا تاکہ سننے والوں کے دل میں یہ بات بیٹھ جاوے جو بات انتظار اور پوچھ گچھ کے بعد معلوم ہو وہ بہت دلنشین ہوتی ہے اگرچہ ہر مسلمان کو اپنی شر سے بچانا ضروری ہے مگر پڑوسی کو بچانا نہایت ہی ضروری کہ اس سے ہر وقت کام رہتا ہے وہ ہمارے اچھے اخلاق کا زیادہ مستحق ہے، رب تعالیٰ فرماتا ہے: وَالْجَارِ ذِی الْقُرْبٰی وَالْجَارِ الْجُنُبِ۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۶، ص ۵۹۲)

مؤمن اور مسلم میں فرق

حسنِ اخلاق کے پیکر، نبیوں کے تاجور، مَحبوبِ ربِّ اکبر عزوجل وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: مؤمن وہ ہے جس سے لوگ بے خوف رہیں اور مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے لوگ محفوظ رہیں اور مہاجر وہ ہے جو برائی کو چھوڑ دے، اس ذاتِ پاک کی قسم جس کے دستِ قدرت میں میری جان ہے! جس کے شر سے اس کا پڑوسی بے خوف نہ ہو وہ بندہ جنت میں داخل نہ ہوگا۔ (المسند للامام احمد بن حنبل، مسند انس بن مالک بن النضر، الحدیث ۱۲۵۶۲، ج ۴، ص ۳۰۸)

سرکارِ ابد قرار، شافعِ روزِ شمار صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: اللہ عزوجل نے تمہارے درمیان تمہارے اخلاق اس طرح تقسیم کئے ہیں جس طرح تمہارے درمیان تمہارا رزق تقسیم فرمایا ہے اور اللہ عزوجل دنیا تو اسے بھی عطا فرماتا ہے جس سے محبت فرماتا ہے اور جس سے محبت نہیں فرماتا اسے بھی عطا فرماتا ہے مگر دین صرف اسی کو عطا فرماتا ہے جس سے محبت فرماتا ہے، لہذا اللہ عزوجل نے جسے دین عطا فرمایا بے شک اسے اپنا محبوب بنالیا، اس ذاتِ پاک کی قسم جس کے دستِ قدرت میں میری جان ہے! بندہ اس وقت تک مسلمان نہیں ہوسکتا جب تک کہ اس کا دل اور زبان مسلمان نہ ہوجائے اور وہ اس وقت تک مؤمن نہیں ہوسکتا جب تک کہ اس کا پڑوسی اس کے شر سے محفوظ نہ ہوجائے۔

راوی کہتے ہیں، میں نے عرض کی: اس کے شر سے کیا مراد ہے؟ تو آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: بددیانتی اور ظلم، نیز جو بندہ حرام مال کمائے پھر اس میں سے خرچ کرے تو اس میں برکت نہ ہوگی اور اگر صدقہ کریگا تو وہ قبول نہ ہوگا اور اگر اسے چھوڑ کر مرجائے گا تو وہ اس کے لئے جہنم کا زادِ راہ ہوگا، اللہ عزوجل برائی کو برائی کے ذریعے نہیں مٹاتا البتہ اچھائی کے ذریعے برائی کو ضرور مٹا دیتا ہے، بیشک برائی برائی کو نہیں مٹاتی۔

(المرجع السابق، مسند عبد اللہ بن مسعود، الحدیث: ۳۶۷۲، ج ۲، ص ۳۳)

شاہِ ابرار، ہم غریبوں کے غمخوار صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: جس نے اپنے پڑوسی کو ایذاء دی بیشک اس نے مجھے ایذاء دی اور جس نے مجھے ایذاء دی اس نے اللہ عزوجل کو ایذاء دی، نیز جس نے اپنے پڑوسی سے جھگڑا کیا اس نے مجھ سے جھگڑا کیا اور جس نے مجھ سے لڑائی کی بیشک اس نے اللہ عزوجل سے لڑائی کی۔

(کنز العمال، کتاب الصحبۃ، الحدیث: ۲۴۹۲۲، ج ۹، ص ۲۵)

(308) وَعَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَا نِسَآءَ الْمُسْلِمَاتِ، لَا تَحْقِرَنَّ جَارَةٌ لِجَارَتِهَا وَلَوْ فِرْسِنَ شَاةٍ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے مسلمان عورتو! ایک پڑوسن اپنی پڑوسن کو (تحفہ دینے کے لیے) حقیر نہ سمجھے اگرچہ بکری کا کھر ہی کیوں نہ ہو۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، کتاب الھبة وفضلھا والتحریض علیھا، ج۲ص ۱۵۲، رقم: ۲۵۶۶، صحیح مسلم، باب الحث

على الصدقة ولو بالقليل ولا تمتنع من القليل، ج۳ص۹۳، رقم: ۲۴۲۶، مسند امام احمد، مسند ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ، ج۳ص۳۰۷، رقم: ۸۰۵۲، مسند الحارث، باب ما بذل ما ینتفع به وان قل، ص۱۳۸، رقم: ۲۹۷، مسند البزار، مسند ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ، ج۲ص۴۳۵، رقم: ۸۴۳۶)

(309) وَعَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا يَمْنَعْ جَارٌ جَارَهُ اَنْ يَّغْرِزَ خَشَبَةً فِيْ جِدَارِهِ . ثُمَّ يَقُوْلُ اَبُوْ هُرَيْرَةَ: مَا لِيْ اَرَاكُمْ عَنْهَا مُعْرِضِيْنَ ! وَاللّٰهِ لَاَرْمِيَنَّ بِهَا بَيْنَ اَكْتَافِكُمْ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

انہی سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: پڑوسی دوسرے پڑوسی کو اپنی دیوار میں لکڑی گاڑنے سے منع نہ کرے، پھر حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مجھے نظر آتا ہے کہ تم اس سے منہ موڑتے ہو اللہ کی قسم! میں اسے ضرور تمہارے کندھوں کے درمیان پھینک دوں گا۔ (متفق علیہ)

رُوِيَ خُشُبَهُ بِالْاِضَافَةِ وَالْجَمْعِ. وَرُوِيَ خَشَبَةً بِالتَّنْوِيْنِ عَلَى الْاِفْرَادِ. وَقَوْلُهُ: مَا لِيْ اَرَاكُمْ عَنْهَا مُعْرِضِيْنَ: يَعْنِيْ عَنْ هٰذِهِ السُّنَّةِ.

خُشُبَه: بطور اضافت اور جمع دونوں طرح روایت کیا گیا اور خَشَبَةً: تنوین کے ساتھ مفرد بھی روایت کیا گیا ہے۔ اس کا ہے مطلب اپنی لکڑیاں اور ان (حضرت ابوہریرہ) کا قول کہ مَا لِيْ اَرَاكُمْ عَنْهَا مُعْرِضِيْنَ کہ تمہیں کیا ہوگیا کہ تم اس سے منہ پھیر رہے ہو یعنی اس کی سنت سے۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب لا یمنع جار جارہ ان یغرز خشبه فی جدارہ، ج۳ص۱۳۲، رقم: ۲۴۶۳، صحیح مسلم، باب غرز الخشب فی جدار الجار، ج۵ص۵۷، رقم: ۴۲۱۵، سنن الکبری للبیھقی، باب من قضی فیما بین الناس بما فیه صلاحهم، ج۶ص۱۵۷، رقم: ۱۲۲۲۸، مسند امام احمد، حدیث مجمع بن یزید رضی اللہ عنہ، ج۳ص۴۷۹، رقم: ۱۵۹۸۰، معرفة الصحابة، من اسمه مجمع بن یزید، ج۶ص۳۷۹، رقم: ۵۵۶۷)

شرح حدیث: تمہارا پڑوسی ہوں

حضرت سیدنا ابوحسین بن شمعون رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں، مجھے احمد بن سلیمان قطیعی علیہ رحمۃ اللہ القوی نے بتایا: ایک مرتبہ میں بہت زیادہ محتاج ہوگیا تو حضرت سیدنا ابراہیم حربی علیہ رحمۃ اللہ القوی کے پاس اپنی کیفیت بیان کرنے چلا گیا۔ انہوں نے مجھ سے فرمایا: اس معاملہ میں تیرا دل تنگ نہیں ہونا چاہے۔ اللہ عزوجل غیب سے مدد فرمانے والا ہے۔ ایک مرتبہ میں بھی اتنا محتاج ہوگیا تھا کہ نوبت فاقوں تک پہنچ گئی تھی۔ میری زوجہ نے مجھ سے کہا: ہم دونوں تو صبر کرلیں گے مگر ہمارے ان دو بچوں کا کیا بنے گا؟ اپنی کتابوں میں سے کوئی کتاب ہی لے آؤ تاکہ اسے بیچ کر یا کسی کے پاس رہن رکھ کر ہم بچوں کے لئے کھانے کا بندوبست کرلیں۔ مجھے اپنی دینی کتابوں سے بہت زیادہ محبت تھی اس لئے میں

نے کہا: ان بچوں کے لئے کوئی چیز ادھار لے لو اور مجھے آج کے دن اور رات کی مہلت دو۔

میرے گھر کی دہلیز پر ایک کمرہ تھا جس میں میری کتابیں تھیں، میں وہیں بیٹھ کر کتابوں کا مطالعہ اور تحریری کام کرتا تھا۔ اس رات بھی میں اسی کمرے میں تھا کہ کسی نے دروازہ کھٹکھٹایا۔ میں نے پوچھا: کون ہے؟ اس نے کہا: تمہارا پڑوسی ہوں۔ میں نے کہا: اندر آجاؤ۔ اس نے کہا: پہلے چراغ بجھاؤ تب میں داخل ہوں گا۔ میں نے چراغ پر برتن اوندھا کر دیا اور کہا: آجاؤ۔ وہ اندر آیا اور میرے پاس کوئی شے چھوڑ کر چلا گیا۔ میں نے چراغ سے برتن ہٹایا تو کیا دیکھتا ہوں کہ ایک نہایت قیمتی رومال ہے جس میں انواع واقسام کے کھانے اور پانچ سو درہم ہیں۔ میں نے اپنی بیوی کو بلا کر کہا: بچوں کو جگاؤ تاکہ وہ کھانا کھالیں۔ دوسرے دن ہم پر جتنا قرض تھا وہ ان دراہم سے ادا کر دیا۔ پھر خراسان سے حاجیوں کے قافلوں کی آمد کا وقت آ گیا لہٰذا اگلی رات میں اپنے گھر کے دروازے پر بیٹھ گیا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ ایک ساربان ساز وسامان لدے دو اونٹ لئے آرہا ہے اور ابراہیم حربی کے گھر کے متعلق پوچھ رہا ہے۔ یہاں تک کہ وہ میرے پاس پہنچا تو میں نے کہا: میں ہی ابراہیم حربی ہوں۔ چنانچہ اس شخص نے اونٹوں سے سامان اتارا اور کہنے لگا: یہ دونوں اونٹ خراسان کے ایک شخص نے آپ کے لئے بھیجے ہیں۔ میں نے پوچھا: وہ نیک شخص کون ہے؟ کہنے لگا: اس نے مجھ سے قسم لی تھی کہ میں اس کے متعلق کسی کو نہ بتاؤں لہٰذا میں آپ کو اس کا نام نہیں بتا سکتا۔

(عیون الحکایات مؤلف: امام ابوالفرج عبدالرحمن بن علی جوزی علیہ رحمۃ اللہ القوی صفحہ ۴۰۵)

(310) وَعَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ، فَلَا يُؤْذِ جَارَهُ، وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ، فَلْيُكْرِمْ ضَيْفَهُ، وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ، فَلْيَقُلْ خَيْرًا اَوْ لِيَسْكُتْ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو اللہ اور روز حشر پر ایمان رکھتا ہے وہ اپنے پڑوسی کو اذیت نہ دے اور جو اللہ اور روز حشر پر ایمان رکھتا ہے اس کو چاہیے کہ مہمان کی عزت کرے اور جو اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہے وہ اچھی بات کرے یا چپ رہے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب اکرام الضیف وخدمته اياه بنفسه، ج۴ص۳۲، رقم: ۶۱۳۶، صحیح مسلم، باب الحث على اكرام الجار والضيف ولزوم الصمت، ج۱ص۵۰، رقم: ۱۸۵، سنن ابوداؤد، باب فی حق الجوار، ج۴ص۵۰۳، رقم: ۵۱۵۶، صحیح ابن حبان، باب الجار، ج۲ص۲۷۳، رقم: ۵۱۶، مسند امام احمد بن حنبل، مسند ابی هريرة رضی الله عنه، ج۲ص۳۶۳، رقم: ۹۹۶۸)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

مہمان کا احترام یہ ہے کہ اس سے خندہ پیشانی سے ملے اس کے لیے کھانے اور دوسری خدمات کا انتظام کرے حتی الامکان اپنے ہاتھ سے اس کی خدمت کرے، بعض حضرات خود مہمان کے آگے دسترخوان بچھاتے اس کے ہاتھ دھلاتے

ہیں یہ اسی حدیث پر عمل ہے، بعض لوگ مہمان کے لیے بقدر طاقت اچھا کھانا پکاتے ہیں وہ بھی اس عمل پر ہے جسے کہتے ہیں مہمان کی خاطر تواضع۔ اس حدیث کا مطلب یہ نہیں کہ جو مہمان کی خدمت نہ کرے وہ کافر ہے۔ مطلب یہ ہے کہ مہمان کی خاطر تقاضاء ایمان کا ہے جیسے باپ اپنے بیٹے سے کہے کہ اگر تو میرا بیٹا ہے تو میری خدمت کر، مہمان کی خاطر مؤمن کی علامت ہے۔ خیال رہے کہ پہلے دن مہمان کے لیے کھانے میں تکلف کر، پھر دو دن درمیانہ کھانا پیش کر، تین دن کی بھی مہمانی ہوتی ہے بعد میں صدقہ ہے۔ (مرقات)

پڑوسی کو اذیت نہ دے کہ متعلق فرماتے ہیں:

اس کو تکلیف دینے کے لیے کوئی کام نہ کرے۔ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑوسی کے گیارہ حق ہیں: (۱) جب اسے تمہاری مدد کی ضرورت ہو اس کی مدد کرو (۲) اگر معمولی قرض مانگے دے دو (۳) اگر وہ غریب ہو تو اس کا خیال رکھو (۴) وہ بیمار ہو تو مزاج پرسی بلکہ ضرورت ہو تیمارداری کرو (۵) مرجائے تو جنازہ کے ساتھ جاؤ (۶) اس کی خوشی میں خوشی کے ساتھ شرکت کرو (۷) اس کے غم و مصیبت میں ہمدردی کے ساتھ شریک رہو (۸) اپنا مکان اتنا اونچا نہ بناؤ کہ اس کی ہوا روک دو مگر اس کی اجازت سے (۹) گھر میں پھل فروٹ آئے تو اسے ہدیۃً بھیجتے رہو نہ بھیج سکو تو خفیہ رکھو اس پر ظاہر نہ ہونے دو، تمہارے بچے اس کے بچوں کے سامنے نہ کھائیں (۱۰) اپنے گھر کے دھوئیں سے اسے تکلیف نہ دو (۱۱) اپنے گھر کی چھت پر ایسے نہ چڑھو کہ اس کی بے پردگی ہو۔ قسم اس کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے پڑوسی کے حقوق وہ ہی ادا کر سکتا ہے جس پر اللہ رحم فرمائے۔ (مرقات) کہا جاتا ہے ہمسایا اور ماں جایا برابر ہونے چاہئیں۔ افسوس! مسلمان یہ باتیں بھول گئے۔ قرآن کریم میں پڑوسی کے حقوق کا ذکر فرمایا بہرحال پڑوسی کے حقوق بہت ہیں ان کے ادا کی توفیق رب تعالیٰ سے مانگئے۔

خیر سے مراد یا اچھی بات ہے خواہ واجب ہو یا فرض یا سنت یا مستحب یا ہر مباح بات ہے۔ صوفیاء فرماتے ہیں کہ مباح بات بھی زیادہ نہ کرے تاکہ ناجائز بات میں نہ پھنس جائے۔ تجربہ ہے کہ زیادہ بولنے سے اکثر ناجائز باتیں منہ سے نکل جاتی ہیں۔ مشہور مقولہ ہے کہ جو خاموش رہا وہ سلامت رہا جو سلامت رہا وہ نجات پا گیا۔ فی صدی پچانوے گناہ زبان سے ہوتے ہیں اور پانچ فی صدی گناہ دوسرے اعضاء سے۔ مطلب یہ ہے کہ مؤمن کامل وہ ہے جو بھلی بات منہ سے نکالے ورنہ خاموش رہے۔ خیال رہے کہ بات ہی ایمان ہے، بات ہی کفر، بات ہی مقبول ہے، بات ہی مردود۔

(مرأۃ المناجیح، ج۶، ص۹۱)

(311) وَعَنْ أَبِي شُرَيْحٍ الْخُزَاعِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ، فَلْيُحْسِنْ إِلَى جَارِهِ.

حضرت ابوشریح خزاعی ﷺ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جو اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہے اسے چاہیے کہ اپنے پڑوسی سے بھلائی کرے

وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ، فَلْيُكْرِمْ ضَيْفَهٗ وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ، فَلْيَقُلْ خَيْرًا اَوْلِيَسْكُتْ رَوَاهُ مُسْلِمٌ بِهٰذَا اللَّفْظِ، وَرَوَى الْبُخَارِيُّ بَعْضَهٗ.

اور جو اللہ اور روز حشر پر ایمان رکھتا ہے اس کو چاہیے کہ اپنے مہمان کی عزت کرے اور جو اللہ اور روز حشر پر ایمان رکھتا ہے اس کو چاہیے کہ اچھی بات کرے یا چپ رہے۔ یہ مسلم کے الفاظ ہیں' بخاری نے اس کا بعض حصہ روایت کیا۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری' باب من کان یؤمن باللہ والیوم الاخر فلا یؤذ جارہ' ج۴ص۱۱' رقم: ۶۰۱۸' صحیح مسلم' باب الحث علی اکرام الجار والضیف ولزوم الصمت' ج۱ص۵۰' رقم: ۱۸۳' سنن الدارمی' باب فی الضیافۃ' ج۲ص۱۳۴' رقم: ۲۰۳۶' مسند امام احمد بن حنبل' حدیث ابی شریح الخزاعی' ج۴ص۳۱' رقم: ۱۶۳۱۷' مسند الحمیدی' حدیث ابی شریح الکعبی' ص۲۶۱' رقم: ۵۷۵)

شرح حدیث: اچھی بات کے سوا کچھ نہ بولو

حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام سے پوچھا گیا: ہمیں ایسا عمل بتایئے جسے کرنے سے ہم جنت میں داخل ہو جائیں۔ تو آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: کبھی نہ بولو۔ عرض کیا گیا: ہم ایسا نہیں کر سکتے۔ فرمایا: (پھر) اچھی بات کے علاوہ کچھ نہ بولو۔

شیطان پر غالب آنے کا طریقہ

نبی کریم، رؤف رحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اچھی بات کے علاوہ اپنی زبان کو روکے رکھو اس طرح تم شیطان پر غالب آجاؤ گے۔ (الترغیب والترھیب، کتاب الادب وغیرہ، باب الترغیب فی الصمت... الخ، رقم ۲۹، ج ۳، ص ۳۴۱)

بولنے میں اللہ عزوجل سے ڈرو

نبیٔ اکرم، شفیعِ معظم، شاہِ بنی آدم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ عزوجل ہر بولنے والی زبان پر نگہبان ہے لہٰذا عقلمند کو چاہے کہ بولتے وقت اللہ عزوجل سے ڈرے۔

(کتاب الزھد لابن المبارک، باب حفظ اللسان، الحدیث ۳۶۷، ص ۱۲۵ بتصرف)

اچھی بات یا خاموشی

اللہ کے محبوب، دانائے غیوب، منزّہٌ عنِ العُیوب عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ عالی شان ہے: جو اللہ عزوجل اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہے اسے چاہے کہ اچھی بات کہے یا خاموش رہے۔

(صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب الحث علی اکرام الجار... الخ، رقم ۴۸، ص ۴۴)

رسول اکرم، نورِ مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ عزوجل اس بندے پر رحم فرمائے جو اچھی بات کہتا ہے یا

پھر خاموش رہتا ہے۔

(کتاب الزھد لابن المبارک، باب حفظ اللسان، رقم ۳۸۰، ص ۱۲۸ بتصرف وکشف الخفاء، رقم ۱۳۷۲، ج ۱، ص ۳۷۷، بدون عبدا)

اکثر خطاؤں کا سبب

نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سرور، دوجہاں کے تاجور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ارشادِ پاک ہے کہ آدمی سے اکثر خطائیں اس کی زبان کے باعث ہوتی ہیں۔

(شعب الایمان، باب فی حافظ اللسان، فصل فی فضل السکوت عما لا یعنیہ، رقم ۴۹۳۳، ج ۴، ص ۲۴۰۔۲۴۱)

عقل منداور جاہل کے کلام میں فرق

اللہ کے محبوب، دانائے غیوب، منزّہٌ عنِ العُیُوب عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ ذیشان ہے کہ عقلمند کی زبان اس کے دل کے تابع ہوتی ہے لہذا جب وہ گفتگو کا ارادہ کرتا ہے تو اپنے دل سے مشورہ کرتا ہے اگر وہ بات اس کے حق میں بہتر ہوتی ہے تو وہ بولتا ہے اور اگر اس کے لئے نقصان دہ ہوتی ہے تو بات کرنے سے رُک جاتا ہے اور جاہل کا دل اس کی زبان کے تابع ہوتا ہے اس لئے اس کے جی میں جو آتا ہے وہ بولتا رہتا ہے۔

(کتاب الزھد لابن المبارک، باب حفظ اللسان، رقم ۳۹۰، ص ۱۳۱ بتصرف ومن قول الحسن بصری ۱۶۹)

(312) وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللهِ، اِنَّ لِيْ جَارَيْنِ، فَاِلٰى اَيِّهِمَا اُهْدِيْ؟ قَالَ: اِلٰى اَقْرَبِهِمَا مِنْكِ بَابًا رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے آپ فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! میرے دو پڑوسی ہیں ان میں سے کس کو ہدیہ دوں تو آپ نے فرمایا: جس کا دروازہ تمہارے قریب تر ہے۔ (بخاری)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب ای الجوار اقرب، ج۳ص۸۸ رقم: ۲۲۵۹، مستدرک للحاکم، کتاب البر والصلة، ج۶ص۱۴۹ رقم: ۷۳۰۹، الاداب للبیھقی، باب فی الاحسان الی الجیران، ج۱ص۳۶ رقم: ۶۷، المعجم الکبیر للطبرانی، من اسمہ معاویة بن الحکم السلمی، ج۱۹ص۳۲۱ رقم: ۱۶۶۸۹، مسند امام احمد بن حنبل، حدیث السیدة عائشہ رضی اللہ عنہا، ج۶ص۲۳۹ رقم: ۲۶۰۶۸)

شرح حدیث: حکیم الاُمّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اس حدیث سے چند مسئلے معلوم ہوئے: ایک یہ کہ پڑوسیوں کو ہدیہ دینا سنت ہے کہ اس سے محبت بڑھتی ہے۔ دوسرے یہ کہ اس کی علت پڑوسیت ہے جس قدر پڑوسیت قوی ہوگی اسی قدر ہدیہ کا استحقاق زیادہ ہوگا۔ تیسرے یہ کہ پڑوس کا قرب دروازہ سے ہوتا ہے نہ چھت سے نہ دیوار سے۔ اگر ایک شخص کے مکان کی دیوار اور چھت تو ہمارے مکان سے ملی ہو مگر دروازہ دور ہو اور دوسرے کی نہ چھت ملی ہو نہ دیوار مگر دروازہ قریب ہو تو زیادہ قریب یہ دوسرا ہی مانا جائے گا اور

اس کی وجہ بھی ظاہر ہے کیونکہ دروازہ کی وجہ سے ملاقات ہوتی ہے اور اسی کے ذریعہ زیادہ خلط ملط رہتا ہے اور ایک کو دوسرے کے درد وغم میں شرکت کا زیادہ موقع ملتا ہے۔ یہ حدیث اس آیتِ کریمہ کی تفسیر ہے وَالْجَارِ ذِی الْقُرْبٰی وَالْجَارِ الْجُنُبِ۔ حدیث کا مطلب یہ نہیں کہ دور والے پڑوسی کو بالکل نہ دو مطلب یہ ہے کہ سب کو دو مگر قریب کو ترجیح دو۔

(مرآۃ المناجیح، ج ۳، ص ۱۶۲)

آتش پرست پڑوسی کو اسلام کی دعوت

سیّدنا مالک بن دینار علیہ رحمۃ اللہ الغفار صدیوں پُرانے بُزرگ ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنے دور کی حالت بیان کر کے عذاب کی تشویش کا اظہار فرمایا جبکہ اب تو حالات بے انتہا اَبتر (اَب۔تَر) ہو چکے ہیں۔ صد کروڑ افسوس! اب تو مسلمانوں کی بھاری اکثریت ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر دنیا کی شیدائی ہو چکی ہے اور حالات اتنے خراب ہو چکے ہیں کہ کسی کو نیکی کی دعوت دینا کُجا! نیکی کی دعوت دینے والے کی باضابِطہ مخالَفت کی جانے لگی ہے اور بُرائی سے کسی کو مَنع کرنا تو بَہُت دُور رہا! اب تو خوب خوب بُرائی کی دعوت پیش کی جاتی ہے۔ آہ! نہ اپنی اِصلاح کی فکر ہے نہ گھر بار کی سُدھار کی پرواہ ہے اور نہ ہی پڑوسیوں کی آخرت بہتر بنانے کی سوچ ہے۔ بَہرحال ہمیں چاہئے کہ ہم خود سدھرنے کی سعی کے ساتھ ساتھ دیگر اسلامی بھائیوں کو بھی نیکی کی دعوت پیش کریں نیز اپنے پڑوسیوں پر بھی اِنفرادی کوشِش کیا کریں۔ الحمد للہ عزوجل ہمارے بُزرگانِ دِین رحمھم اللہ المبین کے اپنے پڑوسیوں پر اِنفرادی کوشِش کے کئی واقِعات ہیں، چُنانچہ شَمعُون نامی ایک آتَش پرست حضرتِ سَیِّدُنا حسن بصری علیہ رحمۃ اللہ القوی کا پڑوسی تھا۔ جب اُس کے اِنتِقال کا وَقت قریب آیا تو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اُس کے پاس تشریف لے گئے، کیا دیکھتے ہیں کہ اُس کا سارا جسم آگ کے دُھوئیں کی وجہ سے سیاہ پڑ گیا ہے! آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اِنفِرادی کوشِش کرتے ہوئے اُسے اسلام قَبول کرنے کی دعوت پیش کی اور رَحمتِ الٰہی عزوجل کی اُمید دلائی۔ اُس نے عَرض کی کہ میں تین چیزوں کی وجہ سے اسلام سے دُور ہوں: (۱) جب اسلام کے نزدیک ''دُنیا'' بَہُت بُری شے ہے تو پھر تم لوگ اس کے حُصُول کی جُستجو (جُست۔جُو) کیوں کرتے ہو؟ (۲) موت کو یقینی تصوُّر کرنے کے باوُجود اُس کے لئے تیاری کیوں نہیں کرتے؟ (۳) تمہارے کہنے کے مطابق دیدارِ الٰہی عزوجل بَہُت بڑی نعمت ہے تو پھر تم دنیا میں اُس کی مرضی کے خِلاف کام کیوں کرتے ہو؟ حضرتِ سَیِّدُنا حسن بصری علیہ رحمۃ اللہ القوی نے ارشاد فرمایا: ''ان سب چیزوں کا تعلُّق تو اعمال سے ہے عَقائد سے نہیں، تم یہ تو غور کرو کہ آتَش پرستی میں وَقت ضائع کر کے تمہیں حاصل کیا ہوا؟ مُؤمن خواہ جیسا بھی ہو کم از کم اللہ عزوجل کی وَحدانیَّت (یعنی ایک ہونے) کو تو تسلیم کرتا ہے۔ دیکھو! تم نے 70 سال تک اِس آگ کو پُوجا ہے اِس کے باوُجود ہم دونوں اگر آگ میں کود یں تو یہ ہم دونوں کو یکساں یعنی برابر جلائے گی یقیناً تمہارا اس کی عبادت کرنا تمہیں نہیں بچا سکے گا، ہاں میرے مالِک و مولیٰ عزوجل میں ضَرور یہ طاقت ہے کہ اگر وہ چاہے تو یہ آگ مجھے ذرَّہ برابر نقصان نہ پہنچا سکے۔'' یہ فرما کر آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنے ہاتھ میں آگ

اُٹھائی لیکن اُس نے آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو کوئی نُقصان نہ پہنچایا۔ یہ دیکھ کر شَمعُون بڑا متأثر ہوا مگر اُداس ہو کر کہنے لگا: ''میں ستّر سال آتش پرستی میں مبتلا رہا، اب آخری وَقت میں کیا مسلمان ہُوں گا!'' آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اُس پر انفِرادی کوشِش جاری رکھی، آخر کار اُس نے عرض کی: ''میں اِس شَرط پر مسلمان ہوسکتا ہوں کہ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مجھے یہ عَہد نامہ لکھ کر دیں کہ میرے مسلمان ہوجانے کے بعد اللہ عزوجل میرے تمام گناہوں کی بخشِش فرمادے گا۔'' آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اُسی مضمون کا عَہد نامہ لکھ کر اُس کے حوالے کر دیا، لیکن اُس نے کہا: ''اِس پر عادِل لوگوں کی گواہی بھی دَرج کروایئے۔'' آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اُس کا یہ مطالبہ بھی پورا کر دیا۔ اِس کے بعد وہ مسلمان ہو گیا اور وصیَّت کی کہ میرے مرنے کے بعد مجھے آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ خود غسل دیکر یہ ''عہد نامہ'' میرے ہاتھ میں تھما دیجئے گا تاکہ میدانِ مَحشَر میں میرے مُؤمِن ہونے کا ثُبوت بن سکے۔ یہ وصیَّت کرنے کے بعد اُس نے کلمۂ شہادت پڑھا اور اُس کی روح قفسِ عُنصری سے پرواز کرگئی۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اُس کی وصیَّت پوری فرمائی۔ اُسی شب آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے خواب میں دیکھا کہ وہ بہُت قیمتی (قی۔مَ۔تی) لباس اور نقش و نِگار سے مُزَیَّن تاج پہنے جنّت کی سَیر میں مصروف ہے۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے پوچھا: تجھ پر کیا گزری؟ اُس نے عرض کی ''خدا عزوجل نے میری مغفِرت فرمادی اور مجھے ایسے ایسے اِنعامات سے نوازا کہ میں بتا نہیں سکتا، لہٰذا! اب آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ پر کوئی بار (یعنی بوجھ) نہیں اور یہ ''عہد نامہ'' واپَس لے لیجئے کیونکہ اب مجھے اِس کی حاجت نہیں۔'' جب بیدار ہوئے تو وہ عہد نامہ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ہاتھ میں موجود تھا۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اِس کامیابی پر اللہ عزوجل کا شکر ادا کیا۔

(تذکرۃ الاولیاء ج ۱ ص ۴۱)

(313) وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: خَيْرُ الْاَصْحَابِ عِنْدَ اللّٰهِ تَعَالٰى خَيْرُهُمْ لِصَاحِبِهٖ، وَخَيْرُ الْجِيْرَانِ عِنْدَ اللّٰهِ تَعَالٰى خَيْرُهُمْ لِجَارِهٖ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: حَدِيْثٌ حَسَنٌ۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے ہاں ساتھیوں میں سے بہتر وہ ہے جو اپنے ساتھی کے لیے بہتر ہو اور اللہ کے ہاں پڑوسیوں میں بہترین پڑوسی وہ ہے جو اپنے پڑوسی کیلئے بہتر ہو۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ما جاء فی حق الجوار، ج۳ص۳۳۳ رقم: ۱۹۴۴ (دار احیاء التراث العربی، بیروت) الادب المفرد، باب خیر الجیران، ص۵۳ رقم: ۱۱۵ (دار بشائر الاسلامیہ، بیروت) الاداب للبیھقی، باب المواسات مع الاصحاب وخدمۃ بعضھم بعضا، ج۱ص۳۹۷ رقم: ۶۵۵ سنن الدارمی، باب فی حسن الصحابۃ، ج۲ص۲۸۴ رقم: ۲۴۳۷ (دار الکتاب العربی، بیروت) صحیح ابن حبان، باب الجار، ج۲ص۲۷۶ رقم: ۵۱۸)

شرح حدیث: پڑوسیوں کو دین ضرور سکھائے

ایک دن دافعِ رنج وملال، صاحبِ جُود ونوال صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے خطبہ ارشاد فرمایا اور مسلمانوں کے کچھ گروہوں کی تعریف فرمائی، پھر ارشاد فرمایا: ان لوگوں کا کیا حال ہے جو اپنے پڑوسیوں کو نہیں سمجھاتے نہ سکھاتے، نہ نیکی کی دعوت دیتے اور نہ ہی برائی سے منع کرتے ہیں، اور ان لوگوں کا کیا حال ہے جو اپنے پڑوسیوں سے نہیں سیکھتے، نہ ان سے سمجھتے اور نہ ہی نصیحت طلب کرتے ہیں، اللہ عزوجل کی قسم! چاہے کہ ایک قوم اپنے پڑوسیوں کو ضرور دین سکھائے، سمجھائے، نصیحت کرے اور نیکی کی دعوت دے، اسی طرح دوسری قوم کو چاہے کہ اپنے پڑوسیوں سے دین سیکھے، سمجھے اور نصیحت حاصل کرے ورنہ جلد ہی انہیں اس کا انجام بھگتنا پڑے گا۔

پھر آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم منبر شریف سے نیچے تشریف لے آئے، تو صحابہ کرام علیہم الرضوان نے (ایک دوسرے سے) استفسار فرمایا کہ آپ کے خیال میں رسولِ بے مثال، بی بی آمنہ کے لال صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ان لوگوں سے کون سے لوگ مراد لئے ہیں؟ تو دوسروں نے انہیں بتایا: ان سے مراد اشعری قبیلہ والے ہیں کیونکہ وہ فقہاء کی قوم ہے اور ان کے پڑوسی جفا کار اعرابی ہیں۔

جب یہ بات اشعریوں تک پہنچی تو وہ خاتَمُ الْمُرْسَلین، رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمین صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور عرض کی: یارسول اللہ عزوجل وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم! آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ایک قوم کی بھلائی اور ایک کی برائی کا ذکر فرمایا، ہم ان میں سے کس میں ہیں؟ تو آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: چاہے کہ ایک قوم اپنے پڑوسیوں کو ضرور دین سکھائے، انہیں سمجھائے، نصیحت کرے، نیکی کی دعوت دے اور برائی سے منع کرے، اسی طرح دوسری قوم کو چاہے کہ اپنے پڑوسیوں سے دین سیکھے، سمجھے اور ان سے نصیحت طلب کرے ورنہ جلد دنیا میں ہی اس کا انجام بھگتے گی۔ انہوں نے دوبارہ عرض کی یا رسول اللہ عزوجل وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم! کیا ہم دوسرے لوگوں کو نصیحت کریں؟ تو آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے یہی بات دہرائی، انہوں نے پھر یہی عرض کی کیا ہم دوسروں کو نصیحت کریں۔ تو شفیع المذنبین، انیس الغریبین، سراج السالکین صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: ہاں ایسا ہی ہے۔ انہوں نے پھر عرض کی ہمیں ایک سال کی مہلت دیجئے۔ تو آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے انہیں ایک سال کی مہلت عطا فرما دی تاکہ یہ لوگوں کو دین سکھائیں اور نصیحت کریں، پھر آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے یہ آیتِ مبارکہ تلاوت فرمائی:

ترجمۂ کنز الایمان: لعنت کئے گئے وہ جنہوں نے کفر کیا بنی اسرائیل میں داؤد اور عیسیٰ بن مریم کی زبان پر یہ بدلہ ان کی نافرمانی اور سرکشی کا۔ (پ6، المآئدۃ:78)

(مجمع الزوائد، کتاب العلم، باب فی تعلیم من لا یعلم، الحدیث ۷۴۸، ج۱، ص ۴۰۲، انفظ بدلہا نفطن) (الزواجر عن اقتراف الکبائر، صفحہ ۳۰۸)

40- بَابُ بِرِّ الْوَالِدَيْنِ وَصِلَةِ الْأَرْحَامِ

والدین سے بھلائی اور رشتہ داروں سے حسن سلوک کرنا

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّبِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتَامٰى وَالْمَسَاكِيْنِ وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبٰى وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْبِ وَابْنِ السَّبِيْلِ وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ) (النساء: 36)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: تم اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہراؤ اور والدین کے ساتھ بھلائی کرو اور رشتہ داروں سے اور یتیموں، مسکینوں، رشتہ دار پڑوسیوں، اجنبی پڑوسیوں اور ساتھ والوں کے ساتھ اور مسافروں اور غلاموں سے بہتر سلوک کرو۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْ تَسَاءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ) (النساء: 1)

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اللہ سے ڈرو جس کا نام لے کر تم ایک دوسرے سے سوال کرتے ہو اور رشتہ داریوں کے بارے میں ڈرو۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (وَالَّذِيْنَ يَصِلُوْنَ مَا اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖ اَنْ يُّوْصَلَ) (الرعد: 21)۔

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور وہ لوگ جوڑتے ہیں اسے جسے اللہ نے جوڑنے کا حکم فرمایا ہے۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حُسْنًا) (العنکبوت: 8)

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ہم نے انسان کو والدین کے ساتھ بھلائی کی تاکید کا حکم فرمایا۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْا اِلَّا اِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا اِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَا اَوْ كِلَاهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَا اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا وَّاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيَانِيْ صَغِيْرًا) (الاسراء: 23-24)۔

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: تیرے ربّ نے فیصلہ کیا ہے کہ تم صرف اسی کی عبادت کرو اور والدین کے ساتھ بھلائی کرو اگر وہ دونوں، یا ان میں سے ایک بڑھاپے کو پہنچ جائے، تو ان کو اف تک مت کہہ اور ان کو ڈانٹ نہ اور ان کیلئے عزت والی بات کہہ ان کیلئے عاجزی کے پہلو کو جھکا۔ اور کہہ اے میرے ربّ ان دونوں پر رحم کر جس طرح انہوں نے میرے بچپن میں مجھ پر رحم کر کے میری پرورش کی۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ وَهْنًا عَلٰى وَهْنٍ وَّفِصَالُهٗ فِيْ

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور ہم نے آدمی کو اس کے ماں باپ کے بارے میں تاکید فرمائی اس کی ماں

عَامَیْنِ اَنِ اشْکُرْ لِیْ وَلِوَالِدَیْكَ) (لقمان 14)

نے اسے پیٹ میں رکھا کمزوری پر کمزوری جھیلتی ہوئی اور اس کا دودھ چھوٹنا دو برس میں ہے یہ کہ حق مان میرا اور اپنے ماں باپ کا۔

(314) وَعَنْ اَبِیْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: سَاَلْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: اَیُّ الْعَمَلِ اَحَبُّ اِلَی اللّٰهِ تَعَالٰی؟ قَالَ: اَلصَّلٰوةُ عَلٰی وَقْتِهَا ، قُلْتُ: ثُمَّ اَیٌّ؟ قَالَ: بِرُّ الْوَالِدَیْنِ. قُلْتُ: ثُمَّ اَیٌّ؟ قَالَ: اَلْجِهَادُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ.

حضرت ابوعبدالرحمن عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا کونسا عمل اللہ تعالیٰ کو زیادہ محبوب ہے۔ تو آپ نے فرمایا: وقت پر نماز ادا کرنا عرض کی: پھر کونسا؟ فرمایا: والدین سے بھلائی میں نے عرض کیا: پھر کونسا عمل؟ تو فرمایا: اللہ کی راہ میں جہاد۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب فضل الصلاۃ لوقتھا، ج۱ص۱۹۷، رقم: ۵۰۴ صحیح مسلم، باب بیان کون الایمان باللہ تعالیٰ افضل الاعمال، ج۱ص۶۳، رقم: ۲۶۴ سنن الدارقطنی، باب ما جاء فی ان افضل الاعمال الصلاۃ، ج۱ص۲۳۱، رقم: ۹۷۹ مسند امام احمد، مسند عبداللہ بن مسعود، ج۱ص۴۰۹، رقم: ۳۸۹۰ مسند ابی عوانۃ، بیان افضل الاعمال، ص۶۵، رقم: ۱۸۲)

شرح حدیث: ابو حامد حضرتِ سیدنا امام محمد بن محمد غزالی علیہ رحمۃ اللہ الوالی اپنی منفرد تصنیف اَلْاَدَبُ فِی الدِّیْن میں فرماتے ہیں:

والدین کے آداب

(بیٹے کو چاہیے کہ) والدین کی بات توجہ سے سنے، ماں باپ جب کھڑے ہوں تو تعظیماً اُن کے لئے کھڑا ہو جائے، جب وہ کسی کام کا حکم دیں تو فوراً بجا لائے، ان دونوں کے کھانے پینے کا انتظام و انصرام کرے اور نرم دلی سے ان کے لئے عاجزی کا بازو بچھائے، وہ اگر کوئی بات بار بار کہیں تو اُن سے اُکتا نہ جائے، ان کے ساتھ بھلائی کرے تو ان پر احسان نہ جتلائے، وہ کوئی کام کہیں تو اُسے پورا کرنے میں کسی قسم کی شرط نہ لگائے، اُن کی طرف حقارت کی نگاہ سے نہ دیکھے اور نہ ہی کسی معاملے میں ان کی نافرمانی کرے۔ (اَلْاَدَبُ فِی الدِّیْن صفحہ ۵۲)

اطاعتِ والدین، سایہ عرش کے حصول کا ذریعہ ہے

حضرت سیّدُنا ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جس وقت حضرت سیّدُنا موسیٰ کلیم اللہ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام کو اپنے کلام کا شرف بخشنے کے لیے کوہ طور پر اپنا قرب عطا فرمایا تو آپ علیہ السلام نے ایک شخص کو عرش کے سائے میں بیٹھے ہوئے دیکھا تو اپنے رب عَزَّ وَجَلَّ کی بارگاہ میں عرض کی: اے میرے پروردگار عَزَّ وَجَلَّ! یہ کون ہے؟ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: یہ وہ بندہ ہے کہ اللہ عَزَّ وَجَلَّ نے بندوں کو اپنے فضل سے جو نعمتیں عطا فرمائی ہیں یہ ان

پر حسد نہیں کرتا تھا، اپنے والدین سے اچھا سلوک کرتا تھا اور چغلی نہیں کرتا تھا۔

(کتاب الدعاء لابی عبدالرحمن محمد بن فضیل، الحدیث ۱۰۲، ج۱، ص ۲۸۰)

حضرت سیِّدُنا عمر و رضی اللہ تعالیٰ عنہ کسی صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں، وہ ارشاد فرماتے ہیں کہ حضرت سیِّدُنا موسیٰ کلیم اللہ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام نے اپنے رب عَزَّ وَجَلَّ کی طرف جلدی کی تو ایک شخص کو عرش کے نیچے بیٹھے ہوئے دیکھا جس پر آپ علیہ السلام کو تعجب ہوا، آپ علیہ السلام نے عرض کی: اے میرے رب عَزَّ وَجَلَّ! یہ کون ہے؟ اللہ عَزَّ وَجَلَّ نے ارشاد فرمایا: میں یہ نہیں بتاتا کہ وہ کون ہے، بلکہ اس کی تین صفات کی خبر دیتا ہوں (۱) اللہ عَزَّ وَجَلَّ نے اپنے فضل سے بندوں کو جو نعمتیں عطا فرمائی ہیں یہ شخص ان پر حسد نہیں کرتا تھا (۲) اپنے والدین کی نافرمانی نہیں کرتا تھا اور (۳) چغلی نہیں کھاتا تھا۔ (شعب الایمان، باب فی الاصلاح بین الناس۔۔۔۔۔۔الخ، الحدیث ۱۱۱۱۸، ج ۷، ص ۴۹۷)

عرش کا نور

حضرت ابو مخارق رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے مرسل روایت ہے کہ اللہ کے پیارے حبیب، حبیب لبیب عَزَّ وَجَلَّ وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: معراج کی رات عرش کے نور میں نہائے ہوئے ایک شخص کے پاس سے میرا گزر ہوا، میں نے کہا: یہ کون ہے؟ کیا کوئی فرشتہ ہے؟ عرض کی گئی: نہیں۔ میں نے دوبارہ کہا: کیا یہ نبی ہیں؟ عرض کی گئی: نہیں۔ تو میں نے کہا: تو پھر یہ شخص کون ہے؟ عرض کی گئی: یہ وہ شخص ہے دنیا میں جس کی زبان ذکرِ الٰہی عَزَّ وَجَلَّ سے تر رہتی تھی، اس کا دل مسجدوں میں لگا رہتا تھا اور اس نے کبھی بھی اپنے والدین کو برا نہیں کہا۔

(الترغیب والترھیب، کتاب الذکر والدعاء، باب الترغیب فی الاکثار من ذکر۔۔۔۔۔۔الخ، الحدیث ۲۳۰۰، ج ۲، ص ۲۴۲)

سایہ عرش میں کس کو دیکھا؟

حضرت سیِّدُنا عمرو بن میمون رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب حضرت سیِّدُنا موسیٰ کلیم اللہ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام نے اپنے رب عَزَّ وَجَلَّ کی طرف جلدی کی تو آپ نے ایک شخص کو عرش کے سائے میں دیکھا تو اس کے مقام ومرتبہ پر انہیں بہت رشک آیا اور فرمانے لگے یقیناً یہ شخص اللہ عَزَّ وَجَلَّ کے ہاں بزرگی والا ہے۔ پس آپ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اس کا نام جاننے کے لئے عرض کی تو اللہ عَزَّ وَجَلَّ نے ارشاد فرمایا: بلکہ میں تمہیں اس کا عمل بتاتا ہوں (جس کے سبب اسے یہ مقام ملا) میں نے اپنے بندوں کو اپنے فضل سے جو نعمتیں عطا فرمائی ہیں یہ شخص ان پر حسد نہیں کرتا تھا، چغلی نہیں کھاتا تھا اور اپنے والدین کی نافرمانی نہیں کرتا تھا۔ (حلیۃ الاولیاء، الحدیث ۵۱۲۱، ج ۴، ص ۱۶۳)

(315) وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا يَجْزِيْ

حضرت ابوہریرہ ﷛ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: پیدا ہونے والا اپنے باپ کا حق ادا

وَلَدٌ وَّالِدًا اِلاَّ اَنْ يَّجِدَهٗ مَمْلُوْكًا فَيَشْتَرِيَهٗ فَيُعْتِقَهٗ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

نہیں کرسکتا لیکن اگر اس کو غلام پائے تو خرید کر آزاد کردے (تو ایک حد تک بدلہ بنتا ہے) (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب فضل عتق الوالد، ج۳ص۲۱۸، رقم: ۳۸۷۲، سنن الصغرىٰ للبیهقی، باب من یعتق بالملک، ج۳ص۳۲۴، رقم: ۴۷۸۳، سنن ابن ماجه، باب بر الوالدین، ج۲ص۱۲۰۷، رقم: ۳۶۵۹، سنن النسائی الکبرىٰ، باب ای الرقاب افضل، ج۳ص۱۷۳، رقم: ۴۸۹۶، الالمام باحادیث الاحکام لابن دقیق العید، ج۲ص۵۹۵، رقم: ۱۱۷۲ (دار ابن حزم السعودیه)

شرح حدیث: والدین کا ادب واحترام

حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ سرکارِ مدینہ، فیض گنجینہ، راحتِ قلب وسینہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے فرمایا: جس نے اپنے ماں باپ کی فرمانبرداری کی حالت میں صبح کی تو اس کے لئے جنت کے دو دروازے کھول دیئے جاتے ہیں، اور اگر والدین میں سے ایک ہو تو ایک دروازہ کھلتا ہے۔ اور جس نے اس حال میں صبح کی کہ وہ اپنے والدین کا نافرمان ہو تو اس کے لئے جہنم کے دو دروازے کھول دیے جاتے ہیں اور اگر والدین میں سے ایک ہو تو ایک دروازہ کھلتا ہے۔ ایک شخص نے عرض کی: اگرچہ والدین ظلم کریں؟ ارشاد فرمایا: اگرچہ ظلم کریں، اگرچہ ظلم کریں، اگرچہ ظلم کریں۔ (شعب الایمان، باب فی برالوالدین، فصل فی حفظ اللسان... الخ، الحدیث ۷۹۱۶، ج۶، ص۲۰۶)

حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ حضورِ پاک، صاحبِ لولاک، سیاحِ افلاک صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے فرمایا: جو نیک اولاد اپنے والدین کی طرف محبت کی نگاہ سے دیکھے تو اللہ عزوجل اس کی ہر نگاہ کے بدلے ایک مقبول حج کا ثواب لکھے گا۔ عرض کی گئی: اگرچہ روزانہ سو مرتبہ دیکھے؟ فرمایا: ہاں، اللہ تعالیٰ سب سے بڑا اور پاک ہے۔

(شعب الایمان، کتاب الایمان، باب فی برالوالدین، الحدیث ۷۸۵۹، ج۶، ص۱۸۶)

حضرت سیدنا جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضورِ پاک، صاحبِ لولاک، سیاحِ افلاک صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے فرمایا: اپنے والدین کے ساتھ نیک سلوک کرو، تمہارے بچے تمہارے ساتھ نیک سلوک کریں گے۔

(المستدرک، کتاب البر والصلۃ، باب بروا آباءکم، الحدیث ۷۳۴۱، ج۵، ص۲۱۴)

حضرت ثابت بنانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ کسی مقام پر ایک آدمی اپنے باپ کو مار رہا تھا۔ لوگوں نے اسے ملامت کی کہ اے نابجار! یہ کیا ہے؟ اس پر باپ بولا: اسے چھوڑ دو کیونکہ میں بھی اسی جگہ اپنے باپ کو مارا کرتا تھا، یہی وجہ ہے کہ میرا بیٹا بھی مجھے اسی جگہ مار رہا ہے، یہ اسی کا بدلہ ہے اسے ملامت مت کرو۔

(تنبیہ الغافلین، باب حق الولد علی الوالد، ص۶۹)

(316) وَعَنْهُ اَيْضًا رَّضِيَ اللهُ عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: مَنْ كَانَ

حضرت ابوہریرہ ﷺ سے ہی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو اللہ اور آخرت کے دن پر

يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ، فَلْيُكْرِمْ ضَيْفَهٗ، وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ، فَلْيَصِلْ رَحِمَهٗ، وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ، فَلْيَقُلْ خَيْرًا اَوْلِيَصْمُتْ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

ایمان رکھتا ہے اسے چاہئے کہ وہ مہمان کی عزت کرے اور جو اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہے اسے چاہئے کہ صلہ رحمی کرے اور جو اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہے اسے چاہئے اچھی بات کرے ورنہ چپ رہے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب من كان يؤمن بالله واليوم الاخر ولا يؤذن جارہ، ج۸ص۱۱، رقم: ۶۱۰۸ صحیح مسلم، باب الحث على اكرام الجار والضيف ولزوم الصمت، ج۱ص۴۹، رقم: ۱۸۲ مسند امام احمد، مسند ابی هريرة رضى الله عنه، ج۳ص۲۶۷، رقم: ۷۶۱۵، الاداب للبيهقي، باب في الاحسان الى الجيران، ج۱ص۳۵، رقم: ۶۵ سنن ابوداؤد، باب فی حق الجوار، ج۴ص۵۰۴، رقم: ۵۱۵۶)

شرح حدیث: صلہ رحمی اور قطع رحمی کا بیان

حضور نبئ پاک، صاحبِ لَولاک، صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ عالیشان ہے: صلہ رحمی رزق کو بڑھاتی اور عمر میں زیادتی کرتی ہے، صلہ رحمی عرش سے لٹکی ہوئی اللہ عزوجل کی بارگاہ میں التجا کرتی ہے: اے اللہ عزوجل! تُو اسے ملا جو مجھے ملائے اور تُو اسے کاٹ جو مجھے کاٹے۔ تو اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے: میری عزت وجلال کی قسم! مَیں ضرور اس کو ملاؤں گا جو تجھے ملائے گا اور ضرور اسے قطع کروں گا جو تجھے قطع کریگا۔

ایک عبرت ناک واقعہ

ایک بزرگ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا بیان ہے: ایک نیک وصالح عجمی شخص میرا دوست تھا اور وہ مکہ مکرمہ کے پاس رہا کرتا تھا، ساری ساری رات بَیْتُ اللّٰہ (یعنی خانہ کعبہ) کا طواف کرتا رہتا اور ہمیشہ قرآنِ پاک کی تلاوت کیا کرتا۔ عرصۂ دراز تک اس کا یہی معمول رہا، میں نے اُسے کچھ سونا بطورِ امانت دیا اور خود یمن چلا گیا جب میں واپس لوٹا تو وہ مر چکا تھا میں نے اس کی اولاد سے اپنی امانت کے متعلق دریافت کیا تو انہوں نے جواب دیا: اللہ عزوجل کی قسم! تم جو کہتے ہو ہمیں اس کی کچھ خبر نہیں اور نہ ہمیں اس امانت کا علم ہے۔ مجھے بے حد دُکھ ہوا، خیر! میری ملاقات حضرت سیدنا مالک بن دینار علیہ رحمۃ الغفار سے ہوئی تو آپ نے مجھ سے فرمایا: اے میرے بھائی! تمہیں کیا پریشانی ہے؟ میں نے سارا ماجرا انہیں کہہ سنایا تو انہوں نے فرمایا: جمعہ کو آدھی رات کے وقت مَطاف (یعنی طواف کی جگہ) میں کوئی نہ ہو تو تم رکن ومقام (یعنی رکن یمانی اور مقام ابراہیم) کے درمیان کھڑے ہو کر باآوازِ پکارنا، اے فلاں! تو اگر وہ واقعی اللہ عزوجل کا مقبول وصالح بندہ ہوا تو اس کی روح تجھ سے کلام کرے گی اس لئے کہ ارواحِ مومنین رکن ومقام کے درمیان جمع ہوتی ہیں۔ وہ بزرگ فرماتے ہیں کہ جب جمعہ کی رات آئی تو آدھی رات کے وقت میں نے رکن ومقام کے درمیان کھڑے ہو کر بلند آواز سے پکارا، اے فلاں

!لیکن کسی نے مجھ سے کوئی کلام نہ کیا، جب صبح ہوئی تو میں نے حضرت سیدنا مالک بن دینار علیہ رحمۃ اللہ الغفار کو بتایا تو آپ نے یہ آیت پڑھی: اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّاۤ اِلَیْهِ رٰجِعُوْنَ ترجمہ کنزالایمان: ہم اللہ کے مال ہیں اور ہم کو اُسی کی طرف پھرنا۔(پ ۲ ،البقرۃ:۱۵۶) اور فرمایا: وہ عجمی شخص جہنمی تھا لیکن تم ایسا کرو کہ یمن چلے جاؤ، وہاں ایک کنواں ہے جس کا نام بِئرِ بَرَھُوْت ہے اس کنوئیں میں عذاب دیئے جانے والوں کی روحیں جمع ہوتی ہیں اور وہ کنواں جہنم کے منہ پر ہے۔ تم آدھی رات کے وقت کنوئیں کے کنارے کھڑے ہو کر یوں ندا کرنا: اے فلاں کی روح! تو اس کی روح تجھ سے کلام کرے گی۔ چنانچہ (یمن پہنچنے کے بعد) میں اس کنوئیں کے قریب جا کر بیٹھ گیا، آدھی رات کے وقت میں نے دیکھا کہ دو شخصوں کو لا کر اس کنوئیں میں اتارا گیا، دونوں رو رہے تھے ایک نے دوسرے سے پوچھا: تو کون ہے؟ دوسرے نے جواب دیا: میں ایک ظالم شخص کی روح ہوں جو دنیا میں بادشاہ کا پہرے دار تھا اور حرام کھاتا تھا، ملک الموت علیہ السلام نے مجھے اس کنوئیں میں پھینک دیا اور اب مجھے اس میں عذاب دیا جائے گا۔ دوسرے نے کہا: مَیں عبدالملک بن مروان کی روح ہوں جو نافرمان اور ظالم شخص تھا اب مجھے اس کنوئیں میں عذاب دینے کے لئے لایا گیا ہے۔ جب میں نے ان دونوں کی چیخ و پکار سنی تو گھبراہٹ کی شدت سے میرے بدن کے رَونگٹے کھڑے ہو گئے پھر میں نے اس کنوئیں میں جھانک کر با آواز پکارا: اے فلاں تو اس شخص کی آواز آئی: لَبَّیْكَ (یعنی میں موجود ہوں) اور وہ اس حالت میں تھا کہ اسے عذاب دیتے ہوئے مارا پیٹا جا رہا تھا، میں نے اس سے پوچھا: اے میرے بھائی! وہ امانت کہاں ہے جو میں نے تیرے پاس رکھوائی تھی؟ اس نے جواب دیا: وہ امانت فلاں جگہ فلاں زینے کے نیچے مدفون ہے۔ پھر میں نے پوچھا: اے میرے بھائی! کس گناہ کے سبب تجھے بدبختوں کے مقام پر لایا گیا؟ اس نے جواب دیا: میری بہن کے سبب، اس لئے کہ میری ایک غریب بہن مجھ سے کہیں دور سرزمینِ عجم پر رہتی تھی، میں اس کی پرواہ کئے بغیر اللہ عزوجل کی عبادت میں مشغول ہو گیا اور مکہ مکرمہ میں رہنے لگا اور اس مدت میں نہ مجھے اس کی کوئی فکر ہوئی اور نہ میں نے اس کے بارے میں (کسی آنے والے سے) کچھ پوچھا، جب میں مر گیا تو اللہ عزوجل نے اسی بات پر میری پکڑ فرمائی اور (مجھ سے) فرمایا: تو اس کو کیسے بھول گیا؟ اس کے پاس کپڑے نہیں تھے اور تو کپڑے پہنے ہوئے زندگی گزارتا تھا، وہ بھوکی رہتی اور تو سیر ہو کر کھاتا، وہ پیاسی رہتی اور تو سیر ہو کر پیتا تھا (پھر اللہ عزوجل نے فرمایا) میری عزت و جلال کی قسم! مَیں قطع رحمی کرنے والے پر رحم نہیں کروں گا، اسے لے جاؤ اور بِئرِ بَرَھُوْت میں ڈال دو۔ تو ملکِ الموت علیہ السلام نے مجھے اس کنوئیں میں ڈال دیا اور آہ! اب مجھے عذاب دیا جا رہا ہے۔ اے میرے بھائی! تم میری بہن کے پاس جا کر اس سے (میرے لئے) معافی کی درخواست کرو اور اس عذاب سے میرے چھٹکارے کے لئے کچھ کرو ممکن ہے اللہ عزوجل مجھ پر رحم فرمائے کیونکہ اللہ عزوجل کے ہاں قطع رحمی کے علاوہ میرا کوئی اور گناہ نہیں۔

وہ بزرگ فرماتے ہیں: (پہلے میں) اس جگہ گیا (جہاں امانت مدفون تھی) اور اس کو کھودا، اس سے ایک تھیلی نکلی جس میں میری امانت موجود تھی وہ اسی حالت میں تھی جیسی میں نے اپنے ہاتھ سے باندھی تھی۔ چنانچہ اپنی امانت کو لے کر میں عجم

کے شہر چلا گیا وہاں جا کر اس کی بہن کے متعلق لوگوں سے معلومات کی، بالآخر! جب میری اس سے ملاقات ہوئی تو میں نے اسے اول تا آخر سارا ماجرا کہہ سنایا تو وہ رونے لگی پھر میں نے اس کے بھائی کے چھٹکارے کے لئے اس سے کہا تو وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں محتاجی کی شکایت کرنے لگی، میں نے کچھ دنیاوی مال اسے دے دیا اور وہاں سے لوٹ آیا۔ پس ہر مؤمن کو چاہیے کہ صلۂ رحمی کو اختیار کرے۔

(قُرَّۃُ الْعُیُوْنِ وَمُفَرِّحُ الْقَلْبِ الْمَحْزُوْنِ مؤلف فقیہ ابو اللیث نصر بن محمد سمرقندی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ صفحہ ۸۹-۹۲)

(317) وَعَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى خَلَقَ الْخَلْقَ حَتّٰى إِذَا فَرَغَ مِنْهُمْ قَامَتِ الرَّحِمُ، فَقَالَتْ: هٰذَا مُقَامُ الْعَائِذِ بِكَ مِنَ الْقَطِيْعَةِ، قَالَ: نَعَمْ، اَمَا تَرْضَيْنَ اَنْ اَصِلَ مَنْ وَّصَلَكِ، وَاَقْطَعَ مَنْ قَطَعَكِ؟ قَالَتْ: بَلٰى، قَالَ: فَذٰلِكَ لَكِ، ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اقْرَؤُوْا اِنْ شِئْتُمْ: (فَهَلْ عَسَيْتُمْ اِنْ تَوَلَّيْتُمْ اَنْ تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ وَتُقَطِّعُوْا اَرْحَامَكُمْ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فَاَصَمَّهُمْ وَاَعْمٰى اَبْصَارَهُمْ) (محمد: 22-23) مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو تخلیق فرمایا حتیٰ کہ جب فارغ ہوا تو رشتہ داری کھڑی ہوگئی اور کہا یہ اس شخص کا مقام ہے جو قطع رحمی سے تیری پناہ چاہے۔ فرمایا: ہاں۔ کیا تو اس پر خوش نہیں کہ جو تجھے ملائے اس کو میں ملاؤں اور جو تجھے قطع کرے اس کو میں قطع کردوں۔ عرض کرنے لگی کیوں نہیں فرمایا یہ تیرے لیے ہے پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر چاہو تو پڑھو''اگر تم کو حکومت مل جائے' تو اس بات کے قریب ہو کہ تم زمین میں فساد برپا کرو گے۔ رشتہ داریاں کاٹو گے۔ ایسے لوگوں پر اللہ نے لعنت کی پس ان کو بہرا کر دیا اور ان کی آنکھوں کو اندھا کر دیا۔ (متفق علیہ)

وَفِيْ رِوَايَةٍ لِلْبُخَارِيِّ: فَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: مَنْ وَّصَلَكِ، وَصَلْتُهٗ، وَمَنْ قَطَعَكِ، قَطَعْتُهٗ۔

اور بخاری کی ایک روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: جس نے تجھے ملایا اس کو میں ملاؤں گا اور جس نے تجھے قطع کیا اس کو میں قطع کروں گا۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب من وصل وصله الله، ج۵ص۲۲۳۲، رقم: ۵۶۴۱، صحیح مسلم، باب صلة الرحم و تحریم قطیعتها، ج۸ص۷، رقم: ۶۶۸۲، سنن الکبریٰ للنسائی، سورۃ محمد، ج۶ص۳۶۱، رقم: ۱۱۴۹۷، مستدرک للحاکم، باب قراۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ج۳ص۶۷، رقم: ۲۰۰۵)

شرح حدیث: قطع رحمی کے باوجود صلہ رحمی کرنے کا ثواب

خَثعم قبیلہ کے ایک شخص سے مروی ہے کہ میں خاتم المرسلین، رحمۃ للعٰلمین، شفیع المذنبین، انیس الغریبین، سراج

السالکین، محبوبِ ربُّ العٰلمین، جنابِ صادق وامین صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کی بارگاہ میں حاضر ہوا تو آپ صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم صحابہ کرام علیہم الرضوان کے جھرمٹ میں رونق افروز تھے۔ میں نے عرض کیا، کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی وہ شخص ہیں جو اپنے آپ کو اللہ عزوجل کا رسول کہتے ہیں؟ فرمایا، ہاں۔ میں نے عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اللہ عزوجل کے نزدیک سب سے پسندیدہ عمل کون سا ہے؟ فرمایا اللہ عزوجل پر ایمان لانا۔ میں نے عرض کیا پھر کون سا؟ فرمایا، صلہ رحمی کرنا۔

میں نے عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اللہ عزوجل کے نزدیک سب سے ناپسندیدہ عمل کون سا ہے؟ فرمایا: ''کسی کو اللہ عزوجل کا شریک ٹھہرانا۔'' میں نے عرض کیا، ''پھر کونسا؟'' فرمایا، رشتہ داروں سے قطع تعلقی کرنا میں نے عرض کیا پھر کون سا؟ فرمایا، برائی کا حکم دینا اور بھلائی سے منع کرنا۔

حضرتِ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ تاجدارِ رسالت، شہنشاہِ نُبوت، مَخزنِ جودوسخاوت، پیکرِ عظمت و شرافت، مَحبوبِ رَبُّ العزت، محسنِ انسانیت صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے فرمایا، کہ جو اللہ عزوجل اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہے اسے چاہیے کہ اپنے مہمان کا اکرام کرے اور جو اللہ عزوجل اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہے اسے چاہیے کہ اپنے رشتہ داروں سے تعلق جوڑے رکھے اور جو اللہ عزوجل اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہے اسے چاہیے کہ اچھی بات کہے یا خاموش رہے۔ (صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب الحث علی اکرام الجار، رقم ۴۷، ص ۴۳)

حضرتِ سیدنا ابوہریرہ سے روایت ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْ وَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے فرمایا، کہ جو اپنے رزق میں کشادگی اور عمر میں اضافہ پسند کرتا ہے اسے چاہیے کہ وہ اپنے رشتہ داروں سے تعلق جوڑے رکھے۔ (صحیح مسلم، کتاب البر والصلۃ، باب صلۃ، رقم ۲۵۵۷، ص ۱۳۸۴)

حضرتِ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ تورات میں ہے کہ جو اپنی عمر میں اضافہ اور رزق میں کشادگی چاہتا ہے وہ اپنے رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی کیا کرے۔

(المستدرک علی الصحیحین، کتاب البر والصلۃ، ارحموا اھل الارض یرحمکم اھل السماء، رقم ۷۳۶۱، ج ۵، ص ۲۲۲)

حضرتِ سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سرکارِ والا تَبار، ہم بے کسوں کے مددگار، شفیعِ روزِ شُمار، دو عالَم کے مالک ومختار، حبیبِ پروردگار صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے فرمایا کہ جو اپنی عمر میں اضافہ اور رزق میں کشادگی اور بری موت سے تحفّظ چاہتا ہے وہ اللہ عزوجل سے ڈرے اور صلہ رحمی کرے۔ (مسند احمد، مسند علی بن ابی طالب، رقم ۱۲۱۲، ج ۱، ص ۳۰۲)

حضرتِ سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نُور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْ وَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے فرمایا کہ بیشک اللہ عزوجل صدقہ اور صلہ رحمی کے سبب عمر میں اضافہ کرتا ہے اور بری موت کو دور کرتا ہے اور مکروہ وناپسندیدہ چیزوں سے بچاتا ہے۔ (مسند ابی یعلی، رقم ۴۰۹۰، ج ۳، ص ۳۹۸)

ام المومنین حضرت سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضورِ پاک، صاحبِ لَولاک، سیاحِ افلاک صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم نے فرمایا، جسے نرمی عطا کی گئی اسے دنیا وآخرت کی اچھائیوں میں سے حصہ دیا گیا اور رشتہ داروں سے تعلق جوڑنا، پڑوسیوں کے ساتھ اچھا سلوک کرنا اور حسن اخلاق گھروں کو آباد رکھتے اور عمر میں اضافہ کرتے ہیں۔

(مسند احمد، رقم ۲۵۳۱۴، ج ۹، ص ۵۰۴)

حضرتِ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ سیّدُ المبلغین، رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِیْن صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ بیشک اللہ عزوجل ایک قوم کی وجہ سے دنیا کو آباد رکھتا ہے اور انکی وجہ سے مال میں اضافہ کرتا ہے اور جب سے انہیں پیدا فرمایا ہے ان کی طرف ناپسندیدہ نظر سے نہیں دیکھا۔ عرض کیا گیا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! وہ کیسے؟ فرمایا، انکے اپنے رشتہ داروں کے ساتھ تعلق جوڑنے کی وجہ سے۔ (المعجم الکبیر، رقم ۱۲۵۵۶، ج ۱۲، ص ۶۷۰)

حضرتِ سیدتنا عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ اللہ عزوجل کے محبوب، دانائے غُیوب، مُنَزَّہٌ عَنِ الْعُیُوب صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ رشتہ داری عرش کے ساتھ لٹکتی ہوئی کہتی ہے کہ جو میرے ساتھ تعلق جوڑے گا اللہ عزوجل اسکے ساتھ تعلق جوڑے گا اور جو میرے ساتھ تعلق توڑے گا اللہ تعالیٰ اسکے ساتھ تعلق توڑے گا۔

(صحیح مسلم، کتاب البر والصلۃ، باب صلۃ الرحم، رقم ۲۵۵۵، ص ۱۳۸۳)

حضرتِ سیدنا عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم کو فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ عزوجل فرماتا ہے، میں ہی رحمن ہوں میں نے رشتہ داری کو پیدا کیا اور اسے اپنے نام کا ایک حصہ عطا فرمادیا لہذا جو اسکے ساتھ تعلق جوڑے گا میں اسکے ساتھ تعلق جوڑوں گا اور جو اس کے ساتھ تعلق توڑے گا میں اس کے ساتھ تعلق توڑوں گا۔

(سنن ابی داؤد، کتاب الزکاۃ، باب فی صلۃ الرحم، رقم ۱۶۹۴، ج ۲، ص ۱۸۵)

(318) وَعَنْهُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، مَنْ اَحَقُّ النَّاسِ بِحُسْنِ صَحَابَتِيْ؟ قَالَ: اُمُّكَ قَالَ: ثُمَّ مَنْ؟ قَالَ: اُمُّكَ. قَالَ: ثُمَّ مَنْ؟ قَالَ: اُمُّكَ. قَالَ: ثُمَّ مَنْ؟ قَالَ: اَبُوْكَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے ایک آدمی رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا اس نے عرض کیا: یارسول اللہ! لوگوں میں سے کون میرے حسن سلوک کا زیادہ مستحق ہے' تو آپ نے فرمایا: تیری ماں' پھر عرض کیا: پھر کون فرمایا: تیری ماں' پھر عرض کیا: پھر کون فرمایا: تیری ماں' پھر عرض کیا' پھر کون تو آپ نے فرمایا: تیرا باپ۔ (متفق علیہ)

وَفِيْ رِوَايَةٍ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، مَنْ اَحَقُّ بِحُسْنِ

ایک اور روایت میں ہے عرض کیا: یارسول اللہ!

الصُّحْبَةِ؟ قَالَ: أُمُّكَ، ثُمَّ أُمُّكَ، ثُمَّ أُمُّكَ، ثُمَّ أَبَاكَ، ثُمَّ أَدْنَاكَ.

زیادہ حسن سلوک کا حقدار کون ہے فرمایا تیری ماں پھر تیری ماں پھر تیری ماں پھر تیرا باپ پھر تیرے قریبی۔

وَالصَّحَابَةُ بِمَعْنَى: الصُّحْبَةِ. وَقَوْلُهُ: ثُمَّ أَبَاكَ هٰكَذَا هُوَ مَنْصُوبٌ بِفِعْلٍ مَحْذُوفٍ، أَيْ: ثُمَّ بِرَّ أَبَاكَ. وَفِي رِوَايَةٍ: ثُمَّ أَبُوكَ، وَهٰذَا وَاضِحٌ.

الصحابه: بمعنی محبت ہے (یعنی رسول اللہ ﷺ کے ساتھ رہنے والے)۔ بعض روایات میں اباك ہے بعض میں ابوك، اباك ہو تو فعل برّ محذوف ہوگا' معنی ہو گا اپنے باپ سے بھلائی کر اور ابوك ہو تو معنی واضح ہے۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب من احق الناس بحسن الصحبة، ج۴ص۲۲۲، رقم: ۵۹۷۱ صحیح مسلم، باب بر الوالدين وانهما احق به، ج۸ص۲، رقم: ۶۶۶۴ جامع الاصول لابن اثیر، الباب الاول فی بر الوالدین، ج۱ص۳۹۷، رقم: ۱۸۸ تغلیق التعلیق لابن حجر عسقلانی، کتاب الادب، باب من احق الناس بحسن الصحبة، ج۵ص۷۶)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

صحابۃ صاد کے کسرہ سے بمعنی مدد یا برتاوا، خدمت اسی سے ہے صحبت و ہمراہی جو الفت خدمت و مدد کے ساتھ ہو اس لیے جن کفار نے حضور انور کے ساتھ مجلس کی انہیں صحابی نہیں کہا جاتا کہ وہ ہمراہی الفت و خدمت کے ساتھ نہ تھی یعنی میرے رشتہ دار قریبی دور کے بہت ہی ہیں اچھا برتاوا کس سے کروں اس کا کون مستحق ہے۔

اس فرمان عالی سے معلوم ہوا کہ ماں کا حق باپ سے تین گنا زیادہ ہے کیونکہ ماں بچہ پر تین احسان کرتی ہے باپ ایک احسان۔ پیٹ میں رکھنا، جننا، پرورش کرنا باپ صرف پرورش ہی کرتا ہے۔ بیٹا ماں باپ دونوں کی خدمت کرے مگر مقابلہ کی صورت میں ادب و احترام باپ کا زیادہ کرے خدمت و انعام ماں کی زیادہ۔ (اشعہ) ماں باپ کے ساتھ سلوک یہ ہے کہ ان سے نرم اور نیچی آواز سے کلام کرے، مالی و بدنی خدمت کرے یعنی اپنے نوکروں سے ہی ان کا کام نہ کرائے بلکہ خود کرے، ان کا ہر جائز حکم مانے، انہیں نام لے کر نہ پکارے، اگر وہ غلطی پر ہوں تو نرمی سے ان کی اصلاح کرے، اگر قبول نہ کریں تو ان پر ڈانٹ ڈپٹ نہ کرے، ان کی سختی پر تحمل کرے، یہ آداب قرآن مجید میں اور حضرت خلیل اللہ علیہ السلام کے عمل شریف میں مذکور ہیں اس کے متعلق ہماری تفسیر نعیمی کا مطالعہ فرماؤ۔

مزید فرماتے ہیں:

یعنی ماں باپ کے ساتھ ان کے عزیزوں کے حق بھی ادا کرے کہ چچا ماموں، دادا نانا، بہن بھائی وغیرہم کے حقوق ادا کرے۔ (مرآۃ المناجیح، ج۶، ص۵۴۱)

سب سے افضل صدقہ

حضرتِ سیدنا ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ شہنشاہِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ، صاحبِ معطر پسینہ، باعثِ نزولِ سکینہ، فیض گنجینہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلَّم نے فرمایا، رشتہ دار پر کئے جانے والے صدقہ کا ثواب دوگنا کردیا جاتا ہے۔

(المعجم الکبیر، رقم ۷۸۳۴، ج۸، ص ۲۰۶)

حضرتِ سیدنا سلمان بن عامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلَّم نے فرمایا، مسکین پر صدقہ کرنا ایک صدقہ ہے اور رشتہ دار پر صدقہ کرنے میں دو صدقے ہیں، صدقہ اور صلہ رحمی۔ (ابن خزیمہ، کتاب الزکاۃ، باب استحباب ابتاء الم،،، الخ، رقم ۲۳۸۵، ج ۴، ص ۷۷)

حضرتِ سیدتنا ام کلثوم بنت عُقبہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضورِ پاک، صاحبِ لولاک، سیاحِ افلاک صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلَّم نے فرمایا، سب سے افضل صدقہ کینہ پرور رشتہ دار پر کیا جانے والا صدقہ ہے۔

(صحیح ابن خزیمہ، کتاب الزکاۃ، باب فضل الصدقۃ علی ذہ الرحم الکاشح، رقم ۲۳۸۶، ج ۴، ص ۷۸)

(319) وَعَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: رَغِمَ اَنْفُ، ثُمَّ رَغِمَ اَنْفُ، ثُمَّ رَغِمَ اَنْفُ مَنْ اَدْرَكَ اَبَوَيْهِ عِنْدَ الْكِبَرِ، اَحَدُهُمَا اَوْ كِلَاهُمَا فَلَمْ يَدْخُلِ الْجَنَّةَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

انہی سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اس کی ناک خاک آلود ہو پھر اس کی ناک خاک آلود ہو پھر اس کی ناک خاک آلود ہو، جس نے اپنے والدین دونوں کو یا کسی ایک کو بڑھاپے میں پایا پھر جنت میں داخل نہ ہوا۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب رغم انف من ادرك ابویه او احدهما عند الکبر، ج۸ص۵، رقم: ۶۶۷۴، الادب المفرد للبخاری، باب من ادرك والدیه فلم یدخل الجنة، ص۲۱، رقم: ۲۱، مسند البزار، مسند ابی حمزه عن انس بن مالك، ج۲ص۲۷۴، رقم: ۶۲۵۲، السنن الکبری للبیهقی، باب فی فضل شهر رمضان وفضل الصیام، ج۴ص۳۰۴، رقم: ۸۲۸۷)

شرح حدیث: سب سے بڑا کبیرہ گناہ

حسنِ اخلاق کے پیکر، نبیوں کے تاجور، مَحبوبِ رَبِّ اکبر عزوجل وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: کیا میں تمہیں سب سے بڑے کبیرہ گناہ کے بارے میں نہ بتاؤں؟ وہ گناہ اللہ عزوجل کے ساتھ شرک کرنا اور والدین کی نافرمانی کرنا ہے۔ نبیٔ کریم، رء ُوف رحیم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم یہ بات ارشاد فرماتے وقت حالتِ احتباء میں (یعنی گھٹنے کھڑے کرکے کپڑے کے ذریعے پیٹھ اور گھٹنوں کو باندھ کر) تشریف فرما تھے، یہ بات ارشاد فرمانے کے بعد نبیٔ مُکَرَّم، نُورِ مُجَسَّم، شاہِ بنی آدم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے وہ کپڑا کھول دیا پھر اپنی زبانِ حق ترجمان کو پکڑ کر ارشاد فرمایا سن لو اور جھوٹی بات کرنا بھی (کبیرہ گناہ ہے)۔ (مجمع الزوائد، کتاب الایمان، باب فی الکبائر، الحدیث: ۳۸۳، ج ۱، ص ۲۹۲)

رسولِ اکرم، نورِ مجسّم، شاہِ بنی آدم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: کیا میں تمہیں سب سے بڑے کبیرہ گناہ کے بارے میں نہ بتاؤں؟ وہ اللہ عزوجل کا شریک ٹھہرانا ہے، پھر آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی:

وَمَنۡ يُّشۡرِكۡ بِاللّٰهِ فَقَدِ افۡتَرٰٓى اِثۡمًا عَظِيۡمًا O

ترجمۂ کنزالایمان: اور جس نے خدا کا شریک ٹھہرایا اس نے بڑا گناہ کا طوفان باندھا۔ (پ5، النسآء:48)

پھر ارشاد فرمایا: اور والدین کی نافرمانی کرنا۔ اور پھر یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی:

اَنِ اشۡكُرۡ لِىۡ وَلِـوَالِدَيۡكَ ؕ اِلَىَّ الۡمَصِيۡرُ O

ترجمۂ کنزالایمان: یہ کہ حق مان میرا اور اپنے ماں باپ کا آخر مجھی (میرے) تک آنا ہے۔ (پ21، لقمٰن:14)

یہ بات ارشاد فرماتے وقت آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم ٹیک لگا کر تشریف فرما تھے، پھر آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم زانو پر سیدھے بیٹھ گئے اور ارشاد فرمایا: سن لو اور جھوٹی بات کہنا بھی (کبیرہ گناہ ہے)۔

(المعجم الکبیر، الحدیث: ۲۹۳، ج۱۸، ص۱۴۰)

حضور نبئ پاک، صاحبِ لولاک، سیاحِ افلاک صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: سب سے بڑے گناہ یہ ہیں: اللہ عزوجل کے ساتھ شرک کرنا، والدین کی نافرمانی کرنا اور یہ کہ کوئی شخص جھوٹی قسم کھائے اور پھر اُس کی مچھر کے پَر برابر بھی خلاف ورزی کرے تو اللہ عزوجل اس کے دل میں ایک داغ بنا دے گا جس کا اثر قیامت تک رہے گا۔

(المسند للامام احمد بن حنبل، حدیث عبداللہ بن انس، الحدیث: ۱۶۰۴۳، ج۵، ص۴۳۰)

اللہ کے محبوب، دانائے غُیوب، مُنَزَّہٌ عَنِ الْعُیوب عزوجل وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: سب سے بڑے گناہ یہ ہیں: اللہ عزوجل کے ساتھ شرک کرنا، والدین کی نافرمانی کرنا، ضرورت سے زائد پانی سے دوسروں کو روکنا اور نر جانور کو جفتی سے روکنا۔ (البحر الزخار المعروف بمسند البزار، مسند بریدۃ بن حصیب، الحدیث: ۴۴۳۷، ج۱۰، ص۳۱۴)

(320) وَعَنۡهُ رَضِیَ اللّٰهُ عَنۡهُ: اَنَّ رَجُلًا قَالَ: يَا رَسُوۡلَ اللّٰهِ، اِنَّ لِیۡ قَرَابَةً اَصِلُهُمۡ وَيَقۡطَعُوۡنَنِیۡ، وَاُحۡسِنُ اِلَيۡهِمۡ وَيُسِيۡئُوۡنَ اِلَیَّ، وَاَحۡلُمُ عَنۡهُمۡ وَيَجۡهَلُوۡنَ عَلَیَّ، فَقَالَ: لَئِنۡ كُنۡتَ كَمَا قُلۡتَ، فَكَاَنَّمَا تُسِفُّهُمُ الۡمَلَّ، وَلَا يَزَالُ مَعَكَ مِنَ اللّٰهِ ظَهِيۡرٌ عَلَيۡهِمۡ مَا دُمۡتَ عَلٰی ذٰلِكَ رَوَاهُ مُسۡلِمٌ۔

اور انہی (حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے ایک آدمی نے عرض کیا: یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! میرے کچھ رشتہ دار ہیں میں ان سے صلہ رحمی کرتا ہوں وہ مجھ سے قطع تعلقی کرتے ہیں میں ان کی طرف بھلائی کرتا ہوں وہ مجھ سے برائی کرتے ہیں۔ میں ان سے درگزر کرتا ہوں وہ مجھ پر جاہل بنتے ہیں آپ نے فرمایا: جس طرح تو کہہ رہا ہے اگر ایسا ہی ہے' تو تم (راکھ ان کے

منہ میں ڈالتے ہو اور ان کے مقابلہ کیلئے تیرے ساتھ اللہ کی طرف سے ایک حمایتی رہے گا' جب تک تو اس طریقہ پر کاربند رہے گا۔ (مسلم)

وَتُسِفُّهُمْ بِضَمِّ التَّاءِ وَكَسْرِ السِّيْنِ الْمُهْمَلَةِ وَتَشْدِيْدِ الْفَاءِ. وَالْمَلُّ بِفَتْحِ الْمِيْمِ، وَتَشْدِيْدِ اللَّامِ وَهُوَ الرَّمَادُ الْحَارُّ: أَيْ كَأَنَّمَا تُطْعِمُهُمُ الرَّمَادَ الْحَارَّ، وَهُوَ تَشْبِيْهٌ لِمَا يَلْحَقُهُمْ مِنَ الْإِثْمِ بِمَا يَلْحَقُ آكِلَ الرَّمَادِ الْحَارِّ مِنَ الْأَلَمِ، وَلَا شَيْءَ عَلَى هٰذَا الْمُحْسِنِ إِلَيْهِمْ، لٰكِنْ يَنَالُهُمْ إِثْمٌ عَظِيْمٌ بِتَقْصِيْرِهِمْ فِي حَقِّهِ، وَإِدْخَالِهِمُ الْأَذَى عَلَيْهِ، وَاللّٰهُ أَعْلَمُ۔

تسفھم: تا پر زبر سین مہملہ پر زیر اور فا پر شد کے ساتھ ہے۔ والملّ: اس میں میم پر زبر لام پر شد ہے گرم راکھ کو کہتے ہیں۔ یعنی اس کے لیے تشبیہ اس لیے دی کیونکہ ان لوگوں کو اسی طرح گناہ ہوگا' جیسے گرم راکھ کھانے والے کو تکلیف ہوتی ہے اور ان کے ساتھ اچھائی کرنے والے کو کوئی نقصان نہیں ہے' لیکن اسے لوگوں کو اس آدمی کے حق میں کمی کرنے کی وجہ سے بڑا ہی گناہ ہوگا اور اس آدمی کو تکلیف دینے میں بھی گناہ ہوگا اور اللہ ہی زیادہ علم والا ہے۔

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب صلة الرحم وتحریم قطعیتها، ج۸ص۸، رقم: ۶۶۸۹ صحیح ابن حبان، باب صلة الرحم وقطیعتها، ج۲ص۱۹۵، رقم: ۴۵۰ مسند امام احمد بن حنبل، مسند ابی هريرة رضی الله عنه، ج۲ص۳۰۰، رقم: ۷۹۷۹ مشکوٰة المصابیح، باب السلام، ج۳ص۶۷، رقم: ۴۹۲۴ کنز العمال، حرف الباء، ج۲اص۱۳۳، رقم: ۶۹۲۴)

شرح حدیث: لوگوں سے درگزر کرنے کی فضیلت

حضرت سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور سرکار مدینہ صَلَّی اللہُ تعَالیٰ علیہ وَالہٖ وَسلَّم نے ارشاد فرمایا، قیامت کے دن جب لوگ حساب کے لیے کھڑے ہوں گے تو ایک مُنادی اعلان کریگا، جسکا کچھ ذمہ اللہ کی طرف نکلتا ہے وہ اٹھے اور جنت میں داخل ہو جائے۔ (لیکن کوئی کھڑا نہ ہوگا) منادی پھر اعلان کریگا، جسکا ذمہ اللہ تعالیٰ کی طرف نکلتا ہے وہ کھڑا ہو۔ لوگ حیرانی سے پوچھیں گے، اللہ کی طرف کسی کا ذمہ کیسے نکل سکتا ہے؟ جواب ملے گا، (وہ) جو لوگوں کو معاف کرنے والے تھے۔ پھر اس اس طرح لوگ کھڑے ہونگے اور بغیر حساب وکتاب جنت میں داخل ہو جائیں گے۔

(الترغیب والترہیب، کتاب الحدود، باب الترغیب فی العفو عن القاتل، ج ۳، رقم ۱۷، ص ۲۱۱)

حضرت سیدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں رسول کائنات، فخر موجودات صَلَّی اللہُ تعَالیٰ علیہ وَالہٖ وَسلَّم کی بارگاہ میں حاضر ہوا تو حضور سرورِ کونین صَلَّی اللہُ تعَالیٰ علیہ وَالہٖ وَسلَّم نے میرا ہاتھ پکڑا اور فرمایا، اے عقبہ! کیا میں تمہیں دنیا و آخرت والوں میں سے اچھے اخلاق کے بارے میں نہ بتاؤں؟ میں نے عرض کی ضرور ارشاد فرمائیں۔ رسول اکرم صَلَّی

اللہ تعالیٰ علیہ وَالہٖ وَسلَّم نے ارشاد فرمایا، جو تم سے ناطہ توڑے تم اس سے جوڑو، جو تمہیں محروم کرے اُسکو عطا کرو اور جو تم پر ظلم کرے تم اُسے معاف کرو۔ (مسند احمد بن حنبل، ج ٦،ص ١٤٨، رقم ١٢٦)

حضرت سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم پرنور صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وَالہٖ وَسلَّم نے ارشاد فرمایا، جسے یہ پسند ہو کہ اُسکے لیے (جنت میں) کنگروں والا محل بنایا جائے اور اُسکے درجات بلند کیے جائیں، اُسے چاہیے کہ جو اُس پر ظلم کرے یہ اُسے معاف کرے اور جو اُسے محروم کرے یہ اُسے عطا کرے اور جو اُس سے قطع تعلق کرے یہ اُس سے ناطہ جوڑے۔ (مستدرک، کتاب التفسیر، باب شرح آیۃ کنتم خیرامۃ اخرجت للناس، ج ٣، رقم ٣٢١٥، ص ١٢)

حضرت سیدنا ابو عبداللہ جدلی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وَالہٖ وَسلَّم کے اخلاق کے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا، حضور صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وَالہٖ وَسلَّم نہ تو فحش باتیں کرنے والے تھے، نہ لعن طعن کرنے والے تھے، نہ بازاروں میں شور مچانے والے تھے اور نہ ہی برائی کا بدلہ برائی سے دینے والے تھے بلکہ وہ تو معاف کرنے والے اور حاجات پوری کرنے والے تھے۔

(ترمذی، کتاب البر والصلۃ، باب ماجاء فی خلق النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ج ٣، رقم ٢٠٢٣، ص ٤٠٩)

(321) وَعَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، قَالَ: مَنْ اَحَبَّ اَنْ یُّبْسَطَ لَہٗ فِیْ رِزْقِہٖ، وَیُنْسَاَ لَہٗ فِیْ اَثَرِہٖ، فَلْیَصِلْ رَحِمَہٗ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ۔

حضرت انس ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو اپنے رزق میں فراخی اور عمر میں برکت چاہے اسے چاہیے کہ وہ صلۂ رحمی کرے۔ (متفق علیہ)

وَمَعْنٰی یُنْسَاَ لَہٗ فِیْ اَثَرِہٖ، اَیْ: یُؤَخَّرَ لَہٗ فِیْ اَجَلِہٖ وَعُمُرِہٖ۔

ینساء لہ فی اثرہ: کا مطلب ہے یعنی اس کی عمر میں اضافہ اور اس کی موت میں تاخیر ہوگی۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب من وصل وصلہ اللہ، ج ٥ص ٢٢٣٢، رقم: ٥٦٣٩، صحیح مسلم، باب صلۃ الرحم ج ٨ص ٧، رقم: ٦٦٨٣، صحیح ابن حبان، باب صلۃ الرحم وقطعھا، ج ٢ص ١٨٨، رقم: ٤٣٥، مسند ابو یعلیٰ، مسند عائشہ رضی اللہ عنہا، ج ٧ص ٤٢٣، رقم: ٤٤٣٦، سنن الکبریٰ للبیہقی، باب الرجل یقسم صدقتہ علی قرابتہ وجیرانہ، ج ٢ص ٣٤٣، رقم: ١٣٦٠٠)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

نساء کہتے ہیں دیر لگانے کو اس لیے ادھار کو نسیہ کہا جاتا ہے کہ وہاں مال دیر سے ملتا ہے۔ اثر کہتے ہیں نشان قدم کو، مرنے سے نشان قدم جاتے رہتے ہیں کہ پھر انسان چلتا پھرتا نہیں، پھر زندگی کو اثر کہنے لگے کہ زندگی میں نشان قدم زمین میں پڑتے ہیں۔ موت میں دیر لگانے سے مراد ہے عمر دراز دینا یعنی جو رزق میں برکت عمر میں درازی چاہے وہ رشتہ داروں سے اچھا سلوک کرے۔ خیال رہے کہ تقدیر تین قسم کی ہے: مبرم، معلق، مشابہ مبرم، تقدیر مبرم میں کمی وبیشی ناممکن

ہے مگر باقی دو تقدیروں میں کمی بیشی ہوتی رہتی ہے۔ دعا نیک اعمال سے عمر بڑھ جانے اور بد دعا بدعمل سے عمر گھٹ جانے کا یہ ہی مقصد ہے کہ آخری دو قسم کی عمریں گھٹ بڑھ جاتی ہیں۔ ہم یہ مسئلہ باب القدر میں بیان کر چکے ہیں اور تفسیر نعیمی کے پہلے پارہ میں بھی عرض کر چکے ہیں۔ دیکھو حضرت آدم علیہ السلام کی دعا سے حضرت داؤد علیہ السلام کی عمر بجائے ساٹھ سال کے سو ۱۰۰ برس ہوگئی، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دعا سے وفات یافتہ لوگ جی جاتے تھے اور زندہ رہتے تھے۔

(مرآۃ المناجیح، ج ۶، ص ۲۶۰)

تقدیر حدیث کی رو سے

بہت سی احادیث میں بھی اس مسئلہ پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے زمین وآسمان پیدا کرنے سے پچاس ہزار سال قبل تمام مخلوقات کی تقدیریں لکھ دی تھیں، یہ تب کی بات ہے جب اس کی حکمرانی پانی پر تھی۔'' تقدیر کی اقسام: تقدیر قطعاً ایسی چیز نہیں جس میں تبدیلی نہ ہوسکے۔ تقدیر کی درج ذیل تین اقسام ہیں:

1. تقدیر مبرم حقیقی 2. تقدیر مبرم غیر حقیقی 3. تقدیر معلق

تقدیر مبرم حقیقی؛ پہلی قسم تقدیر مبرم حقیقی ہے۔ یہ آخری فیصلہ ہوتا ہے جس کو اللہ تعالیٰ کے حکم سے لوح محفوظ پر لکھ دیا جاتا ہے اور اس میں تبدیلی ناممکن ہے اسی لیے جب فرشتے قوم لوط علیہ السلام پر عذاب کا حکم لے کر آئے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بارگاہ خداوند میں عرض کے باوجود اللہ تعالیٰ نے عذاب نازل کرنے کا حکم دیا اور فرمایا: يَا إِبْرَاهِيمُ أَعْرِضْ عَنْ هَٰذَا إِنَّهُ قَدْ جَاءَ أَمْرُ رَبِّكَ وَإِنَّهُمْ آتِيهِمْ عَذَابٌ غَيْرُ مَرْدُودٍ (فرشتوں نے کہا) اے ابراہیم! اس بات سے درگزر کیجیے، بیشک اب تو آپ کے رب کا حکم (عذاب) آچکا ہے اور انہیں عذاب پہنچنے ہی والا ہے جو پلٹایا نہیں جا سکتا۔'' چونکہ یہ عذاب قضائے مبرم حقیقی تھا اس لیے نہ ٹل سکا۔

تقدیر مبرم غیر حقیقی؛ دوسری قسم تقدیر مبرم غیر حقیقی ہے، جو عام حالات میں تو طے شدہ ہوتی ہے مگر خاص حالات میں اکابر اولیاء وصالحین کی دعا سے اس میں تبدیلی ممکن ہے۔ اسی نسبت احادیث میں ارشاد ہوتا ہے: 1۔ لَا يَرُدُّ الْقَضَاءَ إِلَّا الدُّعَاءُ. صرف دعا ہی قضا کو ٹالتی ہے۔ 2۔ إِنَّ الدُّعَاءَ يَرُدُّ الْقَضَاءَ الْمُبْرَمَ بے شک دعا قضائے مبرم کو ٹال دیتی ہے۔

تقدیر معلق؛ تیسری اور آخری قسم قضائے معلق کی ہے، جس تک اللہ تعالیٰ کے اکثر صالح اور نیک بندوں کی رسائی ہو سکتی ہے، خواہ وہ اللہ تعالیٰ کی عطا سے ہو یا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت سے ہو یا اولیاء کرام کی دعاؤں سے، والدین کی خدمت سے یا صدقہ وخیرات سے ہو۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھی یہ وعدہ ہے کہ اگر کوئی بندہ چاہے تو ہم اس کے بدلنے والے ارادے، نیت اور دعا کے ساتھ ہی اس کی تقدیر بھی بدل دیں گے۔ سورۃ الرعد میں ارشاد فرمایا: يَمْحُو اللَّهُ مَا يَشَاءُ وَيُثْبِتُ وَعِنْدَهُ أُمُّ الْكِتَابِ اللہ جس (لکھے ہوئے) کو چاہتا ہے مٹا دیتا ہے اور (جسے چاہتا ہے) ثبت فرما دیتا ہے

اوراسی کے پاس اصل کتاب (لوح محفوظ) ہے۔

(322) وَعَنْهُ، قَالَ: كَانَ اَبُوْ طَلْحَةَ اَكْثَرَ الْاَنْصَارِ بِالْمَدِيْنَةِ مَالًا مِّنْ نَّخْلٍ، وَّكَانَ اَحَبُّ اَمْوَالِهِ اِلَيْهِ بَيْرَحَاءَ، وَكَانَتْ مُسْتَقْبَلَةَ الْمَسْجِدِ، وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدْخُلُهَا، وَيَشْرَبُ مِنْ مَّاءٍ فِيْهَا طَيِّبٍ، فَلَمَّا نَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ: (لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ) (آل عمران: 92) قَامَ اَبُوْ طَلْحَةَ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، اِنَّ اللّٰهَ تبارك وَتَعَالٰى، يَقُوْلُ: (لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ) وَاِنَّ اَحَبَّ مَالِيْ اِلَيَّ بَيْرَحَاءُ، وَاِنَّهَا صَدَقَةٌ لِلّٰهِ تَعَالٰى، اَرْجُوْ بِرَّهَا وَذُخْرَهَا عِنْدَ اللّٰهِ تَعَالٰى، فَضَعْهَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، حَيْثُ اَرَاكَ اللّٰهُ. فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: بَخٍ! ذٰلِكَ مَالٌ رَابِحٌ، ذٰلِكَ مَالٌ رَابِحٌ! وَقَدْ سَمِعْتُ مَا قُلْتَ، وَاِنِّيْ اَرٰى اَنْ تَجْعَلَهَا فِي الْاَقْرَبِيْنَ. فَقَالَ اَبُوْ طَلْحَةَ: اَفْعَلُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، فَقَسَّمَهَا اَبُوْ طَلْحَةَ فِيْ اَقَارِبِهِ وَبَنِيْ عَمِّهِ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

اور انہی سے روایت ہے کہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابوطلحہ ﷺ مدینہ کے انصار صحابہ میں باغوں کی ملکیت میں سب سے زیادہ مال دار تھے اور ان کے پسندیدہ مالوں میں ''بیرحاء'' ان کو سب سے زیادہ محبوب تھا اور یہ مسجد کے بالکل سامنے تھا۔ رسول اللہ ﷺ اس میں تشریف لاتے اس کا میٹھا پانی پیتے۔ پس جب یہ آیت نازل ہوئی کہ ''کہ تم ہرگز نیکی کو نہیں پاسکتے جب تک کہ تم اپنی پسندیدہ چیز نہ خرچ کرو (اللہ کی راہ میں)۔ تو حضرت ابوطلحہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور عرض کی: یارسول اللہ! بے شک اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''تم ہرگز نیکی کو نہیں پا سکتے جب کہ تم اپنی پسندیدہ چیز خرچ نہ کرو''۔ تو میرا پسندیدہ مال ''بیرحاء'' ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کے لیے (اس کی راہ میں) صدقہ ہے میں اس کے اجر وثواب کا اللہ تعالیٰ سے امیدوار ہوں۔ یارسول اللہ! آپ اسے جہاں خرچ کریں جیسے اللہ تعالیٰ آپ کو حکم فرمائے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بہت خوب یہ مال نفع مند ہے یہ مال نفع مند ہے اور جو تو نے کہا: میں نے سن لیا اور میں یہ سمجھتا ہوں کہ تو اسے اپنے قریبی رشتہ داروں کو دے دے۔ حضرت ابوطلحہ نے عرض کی: یارسول اللہ! میں ایسا ہی کروں گا۔ پس حضرت ابوطلحہ نے وہ باغ اپنے رشتہ داروں میں اور اپنے چچازادوں میں تقسیم کردیا۔

(متفق علیہ)

وَسَبَقَ بَيَانُ اَلْفَاظِهِ فِيْ بَابِ الْاِنْفَاقِ مِمَّا يُحِبُّ.

''باب الانفاق مما یحب'' میں ان الفاظ کا بیان گزر چکا ہے۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب الهدیة للمشرکین، ج۲ص۱۶۴، رقم: ۲۶۲۰، صحیح مسلم، باب فضل النفقة والصدقة علی الاقربین وللزوج، ج۲ص۸۱، رقم: ۲۳۶۲، مسند امام احمد بن حنبل، حدیث اسماء بنت ابی بکر، ج۶ص۳۴۴، رقم: ۲۶۹۶۰، مصنف عبدالرزاق، باب اتباع المسلم جنازة، ج۶ص۳۸، رقم: ۹۹۳۲، المعجم الکبیر للطبرانی، من اسمه اسماء بنت ابی بکر، ج۱۳ص۸، رقم: ۲۰۲۲۴)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

حضرت طلحہ کے ایک باغ کا نام ہے۔اس نام کے محدثین نے آٹھ معنے کئے ہیں: جن میں سے ایک یہ کہ حاء ایک آدمی کا نام تھا جس نے یہ کنواں کھدوایا تھا، چونکہ یہ کنواں اس باغ میں تھا لہذا باغ کا نام بھی یہ ہی ہوا، وہ کنواں اب تک موجود ہے۔فقیر نے اس کا پانی پیا ہے۔دوسرے یہ کہ بیرحاء بروزن فعیل ہے ایک ہی لفظ ہے براح سے مشتق، بمعنی کھلی زمین پہلی صورت میں اس کے معنے ہوں گے حاء کا کنواں دوسری صورت میں معنے ہوں گے کھلا باغ۔(ازمرقات وغیرہ)

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی یہاں کا پانی بہت محبوب تھا اسی لیے حجاج باخبر ضرور اس کا پانی برکت کے لیے پیتے ہیں۔

(قرآن پاک کی وہ آیت) جس میں ارشاد ہوا کہ تم بھلائی یعنی رضائے الٰہی یا جنت اس وقت تک نہیں پاسکتے جب تک کہ اپنی پیاری چیز خرچ نہ کرو۔اس آیت کی مکمل تفسیر ہماری تفسیر "نور العرفان" میں ملاحظہ فرمایئے۔

مزید فرماتے ہیں:

حضرت ابوطلحہ کے اس عرض ومعروض کا مقصد یہ تھا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے اس عمل خیر پر گواہ ہوجائیں اور مسلمانوں میں اس وقف کا اعلان ہوجائے۔خیال رہے کہ دوسرے نفلی صدقات اکثر خفیہ دینا بہتر ہیں مگر وقف کا ہر طرح اعلان کردینا سخت ضروری ہے تاکہ آئندہ اس موقوف چیز پر کوئی ناجائز قبضہ نہ کرسکے حتی کہ مسجد کی عمارت میں مینار گنبد وغیرہ ایسے نشانات قائم کردیئے جائیں جس سے وہ دور سے ہی مسجد معلوم ہو اس میں ریا نہیں بلکہ وقف کا باقی رکھنا ہے، نیز آپ کا اپنا دلی اخلاص ظاہر کرنا ریاء کے لیے نہ تھا بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دعا حاصل کرنے کے لیے تھا لہذا حدیث پاک پر کوئی اعتراض نہیں۔

حضرت ابوطلحہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اجازت دے رہے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جہاں چاہیں اس باغ کی آمدنی لگادیں کہ وہاں خرچ ہوتی رہے، چونکہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا چاہنا اپنے نفس کی طرح سے نہیں ہوتا بلکہ رب تعالیٰ کی طرف سے ہوتا ہے اسی لیے اس طرح عرض کیا حَیْثُ اَرَاکَ اللّٰہُ صحابہ کرام اپنے صدقے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک سے خرچ کراتے تھے تاکہ اس ہاتھ کی برکت سے قبول ہوجائیں، رب تعالیٰ فرماتا ہے: خُذْ مِنْ اَمْوٰلِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيْهِمْ بِهَا یعنی آپ ان کے مالوں کے صدقے وصول فرمالیں اور ان کے ذریعہ انہیں پاک و صاف فرمادیں آج مسلمان ختم وفاتحہ میں عرض کرتے ہیں نذر اللہ نیاز رسول اللہ اس کا ماخذ یہ حدیث بھی ہے۔

عربی میں نہایت خوشی کے اظہار کے وقت کہا جاتا ہے بخ بخ یعنی خوب خوب۔ رابح ربح سے بنا، بمعنی نفع، رب تعالیٰ فرماتا ہے: فَمَا رَبِحَتْ تِّجٰرَتُهُمْ یعنی یہ مال بہت نفع والا ہے جیسے لابن دودھ والا اور تامر چھواروں والا یعنی اے ابوطلحہ! تمہیں اس باغ کے وقف سے بہت نفع ہوگا۔ معلوم ہوتا ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو اعمال کی قبولیت کی بھی خبر ہے اور یہ بھی کہ کس کا کون سا عمل کس درجہ کا قبول ہے یہ باغ کیوں قبول نہ ہوتا باغ بھی اچھا تھا وقف کرنے والے بھی اچھے یعنی صحابی اور جن کی طفیل وقف کیا گیا وہ اچھوں کے شہنشاہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم مشورہ دے رہے ہیں کہ اپنے عزیز و اقارب فقراء کو اس کا مصرف بنا دو کہ ہمیشہ وہ اس کی آمدنی کھایا کریں تاکہ تمہیں صدقہ کے ساتھ اہل قرابت کے حقوق ادا کرنے کا بھی ثواب ملتا رہے۔ خیال رہے کہ بعض اوقاف وہ ہوتے ہیں جن سے امیر و غریب حتی کہ وقف کرنے والا بھی نفع حاصل کر سکتا ہے جیسے کنواں، مسجد، قبرستان، مسافر خانہ۔

عزیزوں اور چچازادوں میں تقسیم کر دیا کی شرح بیان کرتے ہوئے مفتی صاحب فرماتے ہیں:

اس کے دو معنے ہو سکتے ہیں: ایک یہ کہ باغ تو وقف رہا مگر اس کی تولیت تقسیم کر دی گئی کہ اتنے حصے کے فلاں متولی کہ خود کھائیں اور دوسروں کو کھلائیں اور اتنے حصے کے فلاں۔ دوسرے یہ کہ خود باغ ہی کو تقسیم کر دیا کہ ان لوگوں کو ان حصوں کا مالک بنا دیا مگر اشعۃ اللمعات میں شیخ نے فرمایا کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانہ میں ان کے اہل قرابت سے وہ باغ خرید لیا اور وہاں اپنی عمارتیں بنائیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ تقسیم بطریق تملیک تھی بطریق تقسیم تولیت نہ تھی حضرت حسان ابن ثابت و ابی ابن کعب کو بھی اس سے حصہ ملا تھا۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۳، ص ۱۷۱)

(323) وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ: اَقْبَلَ رَجُلٌ اِلٰى نَبِيِّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَقَالَ: اُبَايِعُكَ عَلَى الْهِجْرَةِ وَالْجِهَادِ اَبْتَغِي الْاَجْرَ مِنَ اللّٰهِ تَعَالٰى. قَالَ: فَهَلْ لَّكَ مِنْ وَّالِدَيْكَ اَحَدٌ حَيٌّ؟ قَالَ: نَعَمْ، بَلْ كِلَاهُمَا. قَالَ: فَتَبْتَغِي الْاَجْرَ مِنَ اللّٰهِ تَعَالٰى؟ قَالَ: نَعَمْ. قَالَ: فَارْجِعْ اِلٰى وَالِدَيْكَ، فَاَحْسِنْ صُحْبَتَهُمَا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ، وَهٰذَا لَفْظُ مُسْلِمٍ.

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک آدمی نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور کہنے لگا: میں اللہ تعالیٰ سے ثواب طلب کرتے ہوئے ہجرت و جہاد پر بیعت کرتا ہوں، آپ نے فرمایا: کیا تیرے والدین میں سے کوئی زندہ ہے اس نے عرض کیا: بلکہ دونوں زندہ ہیں۔ فرمایا: تو اللہ سے ثواب کا طالب ہے؟ عرض کیا: ہاں۔ فرمایا: اپنے والدین کے پاس لوٹ جا ان کے ساتھ اچھا سلوک کر۔ (متفق علیہ) یہ الفاظ حدیث مسلم کے ہیں۔

وَفِيْ رِوَايَةٍ لَّهُمَا: جَآءَ رَجُلٌ فَاسْتَاْذَنَهُ فِي الْجِهَادِ، فَقَالَ: اَحَيٌّ وَّالِدَاكَ؟ قَالَ: نَعَمْ، قَالَ:

صحیحین کی ایک اور روایت میں ہے ایک آدمی حاضر خدمت ہوا اس نے جہاد کی اجازت طلب کی فرمایا

فَفِیْہِمَا فَجَاهِدْ۔ کیا تیرے والدین زندہ ہیں۔ اس نے عرض کی ہاں تو فرمایا ان کی خدمت میں کوشش کر (یہی تیرا جہاد ہے۔)۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب الھدیۃ للمشرکین، ج۳ص۱۶۳، رقم: ۲۶۲۰ صحیح مسلم، باب فضل النفقۃ والصدقۃ علی الاقربین وللزوج، ج۳ص۸۱، رقم: ۲۳۷۲ مسند امام احمد بن حنبل، حدیث اسماء بنت ابی بکر، ج۶ص۳۴۴، رقم: ۲۶۹۶۰ مصنف عبدالرزاق، باب اتباع المسلم جنازۃ، ج۶ص۳۸، رقم: ۹۹۳۲ المعجم الکبیر للطبرانی، من اسمہ اسماء بنت ابی بکر، ج۱۴ص۷۸، رقم: ۲۰۲۲۴)

شرح حدیث: جنت ان کے قدموں میں

حضرتِ سیدنا ابودرداء رضی اللہ عنہ کے پاس ایک شخص آیا اور کہا میری ایک بیوی ہے اور میری ماں مجھے اپنی بیوی کو طلاق دینے کا حکم دیتی ہے۔ تو انہوں نے فرمایا: میں نے مدنی آقا صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم کو فرماتے ہوئے سنا کہ والد جنت کے دروازوں میں سے وسطی دروازہ ہے چاہے تو اسے ضائع کر دو اور چاہے تو اسکی حفاظت کرو۔

(جامع الترمذی، کتاب البر والصلۃ، باب ماجاء من الفضل فی رضا الوالدین، رقم ۱۹۰۶، ج ۳، ص ۳۵۹)

ایک روایت میں ہے کہ ایک شخص حضرتِ سیدنا ابودرداء رضی اللہ تعالٰی عنہ کے پاس آیا اور عرض کیا کہ میرے والد مجھ سے اصرار کرتے رہے یہاں تک کہ انہوں نے میری شادی کرادی اور اب وہ مجھ سے اپنی بیوی کو چھوڑنے کا کہتے ہیں۔ تو حضرتِ سیدنا ابودرداء رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا کہ میں نہ تو تجھے والدین کی نافرمانی کا کہوں گا اور نہ ہی اپنی بیوی کو طلاق دینے کا مشورہ دوں گا بلکہ اگر تو چاہے تو میں تجھے ایک ایسی حدیث سناتا ہوں جو میں نے حضور صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم سے سنی کہ ''والد جنت کے دروازوں میں بیچ والا دروازہ ہے چاہو تو اس دروازے کی حفاظت کرو یا اسے چھوڑ دو۔ راوی کہتے ہیں کہ پھر اس شخص نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی۔

(الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان کتاب البر والاحسان، باب حق الوالدین، رقم ۴۲۶، ج ۱، ص ۳۲۶)

حضرتِ سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ سرکارِ والا تبار، ہم بے کسوں کے مددگار، شفیعِ روزِ شمار، دو عالَم کے مالک و مختار، حبیبِ پروردگار صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے فرمایا، والد کی رضا میں اللہ عزوجل کی رضا ہے اور اللہ عزوجل کی ناراضگی والد کی ناراضگی میں ہے۔ ایک اور روایت کے الفاظ یوں ہیں کہ اللہ عزوجل کی رضا والدین کی رضا میں ہے۔ (سنن الترمذی، کتاب البر والصلۃ، باب ماجاء من الفضل فی رضاء الوالدین، رقم ۱۹۰۷، ج ۳، ص ۳۶۰)

حضرتِ سیدنا معاویہ بن جاھمہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میرے والد حضرتِ سیدنا جاھمہ رضی اللہ عنہ نے اللہ عزوجل کے محبوب، دانائے غیوب، مُنَزَّہٌ عَنِ الْعُیُوب صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم کی بارگاہ میں حاضر ہو کر عرض کیا، یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم میرا جہاد کرنے کا ارادہ ہوا تو میں آپ صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں مشورہ کرنے کیلئے چلا

آیا۔تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، کیا تیری ماں ہے؟ عرض کیا، ہاں ۔فرمایا، تو اسکی خدمت کو اپنے اوپر لازم کرلو کیونکہ جنت اسکے قدم کے پاس ہے۔(سنن النسائی، کتاب الجھاد، باب فضل من یجاھد فی سبیل اللہ، ج ٦، ص ١١)

ایک روایت میں ہے کہ حضرتِ سیدنا جاھمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضور نبی کریم صلّی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلّم سے جہاد کے بارے میں مشورہ کرنے کے لئے حاضر ہوا تو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، کیا تیرے والدین زندہ ہیں؟ میں نے عرض کیا، ہاں ۔فرمایا، انکی خدمت خود پر لازم کرلو کیونکہ جنت ان کے قدموں کے نیچے ہے۔

(الترغیب والترھیب، کتاب البر والصلاۃ، باب برالوالدین، رقم ١٢، ج ٣، ص ٢١٧)

حضرتِ سیدنا ابواُمامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک شخص نے عرض کیا: یارسول اللہ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلّم! والدین کا اپنی اولاد پر کیا حق ہے؟ فرمایا، وہ ہی تیری جنت اور تیری دوزخ ہیں۔

(سنن ابن ماجہ، کتاب الادب، باب برالوالدین، رقم ٣٦٦٢، ج ٤، ص ١٨٦)

حضرتِ سیدنا طلحہ بن معاویہ سلمی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے خاتم المُرسلین، رَحمۃٌ لّلعٰلمین، شفیعُ المذنبین، انیسُ الغریبین، سراجُ السالکین، مَحبوبِ ربُّ العٰلمین، جنابِ صادق و امین صلّی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلّم کی بارگاہ میں حاضر ہوکر عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں اللہ عزوجل کی راہ میں جہاد کرنا چاہتا ہوں۔فرمایا، کیا تیری ماں زندہ ہے؟ میں نے عرض کیا، جی ہاں ۔فرمایا، اسکے قدموں سے لگے رہو جنت وہیں ہے۔(الطبرانی الکبیر، رقم ٨١٦٢، ج ٨، ص ٣١١)

(324) وَعَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: لَيْسَ الْوَاصِلُ بِالْمُكَافِئِ، وَلٰكِنَّ الْوَاصِلَ الَّذِيْ إِذَا قَطَعَتْ رَحِمُهُ وَصَلَهَا رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

انہی سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اچھائی کا بدلہ اچھائی سے دینے سے صلہ رحمی کرنے والا نہیں، صلہ رحمی کرنے والا تو وہ ہے کہ جب اس سے قطع رحمی کی جائے تو وہ صلہ رحمی کرے۔(بخاری)

وَ قَطَعَتْ بِفَتْحِ الْقَافِ وَالطَّاءِ. وَ رَحِمُهُ مَرْفُوْعٌ.

وقطعت: قاف اور طا پر زبر کے ساتھ ہے اور رحمہ: مرفوع ہے۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب الزکاۃ علی الزوج والایتام فی الحجر، ج٢ص٣٣٣، رقم: ١٣٩٧، صحیح مسلم، باب فضل النفقہ والصدقۃ علی اقربین، ج٣ص٨٠، رقم: ٢٣٦٥، سنن الکبری للبیھقی، باب الاختیار فی صدقۃ التطوع، ج٤ص١٧٨، رقم: ٨٠١٠، مسند امام احمد، حدیث زینب امرأۃ عبداللہ، ج٦ص٣٦٣، رقم: ٢٧٠٩٣، معرفۃ الصحابۃ لابی نعیم، من اسمہ زینب بنت ابی معاویہ، ج٣ص١٤٣، رقم: ٧٠١١)

شرح حدیث: تین خصلتیں

حضرتِ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ

بَحر و بَر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ ٖوآلہٖ وسلّم نے فرمایا، جس میں تین خصلتیں ہوں گی، اللہ عزوجل اس کا حساب آسانی سے لے گا اور اسے اپنی رحمت سے جنت میں داخل فرمائے گا۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کیا، یارسول اللہ! ہمارے ماں اور باپ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان! وہ خصلتیں کونسی ہیں؟ فرمایا، جو تمہیں محروم کرے اسے عطا کرو اور جو تم سے تعلق توڑے تم اس سے تعلق جوڑو اور جو تم پر ظلم کرے اسے معاف کردو، جب تم یہ اعمال بجالاؤ گے تو اللہ عزوجل تمہیں جنت میں داخل فرمادے گا۔ (المستدرک، کتاب التفسیر، باب ثلاث من کن فیہ الخ، رقم ۳۹۶۸، ج ۳، ص ۳۶۲)

امیر المومنین حضرتِ سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ شہنشاہِ خوش خِصال، پیکرِ حُسن و جمال،، دافعِ رنج و مَلال، صاحبِ جُودو نوال، رسولِ بے مثال، بی بی آمنہ کے لال صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ ٖوآلہٖ وسلّم نے فرمایا کہ کیا میں تمہیں دنیا و آخرت کے سب سے بہترین اخلاق کے بارے میں نہ بتاؤں؟ جو تم سے تعلق توڑے تم اس سے تعلق جوڑو اور جو تمہیں محروم کرے اس کو عطا کرو اور جو تم پر ظلم کرے اسے معاف کردو۔ (المعجم الاوسط للطبرانی، رقم ۵۵۶۷، ج ۴، ص ۵۵۶۷)

حضرت سیدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا، یارسول اللہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ ٖوآلہٖ وسلّم! مجھے سب سے افضل عمل کے بارے میں بتائیے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ ٖوآلہٖ وسلم نے فرمایا، اے عُقبہ! جو تجھ سے تعلق توڑے تُو اس کے ساتھ تعلق جوڑ اور جو تجھے محروم کرے اسے عطا کر اور جو تجھ پر ظلم کرے اسے معاف کردے۔

(الترغیب والترھیب، کتاب البر والصلۃ، باب الترغیب فی صلۃ الرحم... الخ، رقم ۲۷، ج ۳، ص ۲۳۲)

حضرتِ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے بارگاہ رسالت میں عرض کی کہ "میرے کچھ رشتہ دار ہیں جن سے میں تعلق جوڑتا ہوں حالانکہ وہ مجھ سے تعلق توڑتے ہیں اور میں انکے ساتھ اچھا سلوک کرتا ہوں حالانکہ وہ میرے ساتھ برا سلوک کرتے ہیں اور میں ان سے نرمی کرتا ہوں حالانکہ وہ مجھ سے جہالت کا برتاؤ کرتے ہیں۔ فرمایا، اگر تم ایسا ہی کرتے ہو جیسا تم نے بتایا ہے تو گویا تم انہیں گرم راکھ کھلا رہے ہو اور جب تک تم ایسا کرتے رہو گے اللہ عزوجل کی طرف سے ان کے مقابلہ میں ایک فرشتہ تمہاری مدد کرتا رہے گا۔

(صحیح مسلم، کتاب البر والصلۃ، باب صلۃ الرحم.... الخ، رقم ۲۵۵۸، ص ۱۳۸۴)

حضرتِ سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ہم ایک جگہ جمع تھے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ ٖوآلہٖ وسلّم ہمارے پاس تشریف لائے اور فرمایا، اے گروہِ مسلمین! اللہ عزوجل سے ڈرو اور اپنے رشتہ داروں کے ساتھ تعلق جوڑو کیونکہ کوئی ثواب صلہ رحمی سے زیادہ تیز نہیں اور بغاوت سے بچتے رہو کیونکہ کوئی عقوبت بغاوت سے تیز نہیں اور والدین کی نافرمانی سے بچتے رہو کیونکہ جنت کی خوشبو ایک ہزار سال کی مسافت سے سونگھی جاسکتی ہے مگر اللہ عزوجل کی قسم! والدین کا نافرمان اور قطع رحمی کرنے والا اور غرور کی وجہ سے اپنا تہبند لٹکانے والا اسے نہیں پاسکے گا، کیونکہ کبریائی اللہ رب العالمین ہی کے لئے ہے۔ (المعجم الاوسط، رقم ۵۶۶۴، ج ۴، ص ۱۸۷)

(325) وَعَنْ عَآئِشَةَ، قَالَتْ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَلرَّحِمُ مُعَلَّقَةٌ بِالْعَرْشِ تَقُوْلُ: مَنْ وَّصَلَنِيْ، وَصَلَهُ اللهُ، وَمَنْ قَطَعَنِيْ، قَطَعَهُ اللهُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

حضرت عائشہ صدیقہ ﷺ سے روایت ہے آپ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: رشتہ داری عرش سے چمٹی ہوئی ہے کہتی ہے' جو مجھے ملائے اللہ اسے ملائے گا اور جو مجھے کاٹے اللہ اس کو کاٹے گا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب من وصل وصله الله، ج۵ص۲۲۳۲، رقم: ۵۶۴۲ صحیح مسلم، باب صلة الرحم، ج۸ص۷، رقم: ۶۶۸۳ صحیح ابن حبان، باب صلة الرحم وقطعها، ج۲ص۱۸۸، رقم: ۴۴۵ مسند ابویعلی، مسند عائشه رضی الله عنها، ج۷ص۴۲۳، رقم: ۴۴۴۶ سنن الکبرٰی للبیهقی، باب الرجل يقسم صدقته على قرابته وجيرانه، ج۲ص۳۷۳، رقم: ۱۳۶۰۰)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اس عبارت کے معنی پہلے بیان ہو چکے کہ جو رشتہ داروں کا حق ادا کرے گا اللہ سے قرب پائے گا اور جو ادا نہ کرے گا یا ان پر ظلم کرے گا وہ اللہ کی رحمت سے دور ہو جاوے گا۔ اس میں گفتگو ہے کہ رشتہ داروں کی حد کہاں تک ہے جس کے حقوق ادا کرنا ضروری ہیں۔ بعض علماء نے فرمایا کہ جن سے نکاح حرام ہے وہ ذی رحم ہیں لہذا چچا زاد خالہ زاد ذی رحم نہیں، بعض نے فرمایا کہ جن دو کو نکاح میں جمع کرنا حرام ہے وہ ذی رحم ہے، بعض کے نزدیک جن کو میراث پہنچ سکے وہ ذی رحم ہے لہذا والدین، اولاد، بھائی، بہن چچا ماموں ان کی اولاد سب ذی رحم ہیں یہ ہی قول قوی ہے۔ (مرقات) رب تعالٰی فرماتا ہے: وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ۔ یہ گفتگو ذی رحم کے متعلق ہے ان کے علاوہ دوسرے قرابت دار جیسے ساس، سالا، رضاعی ماں رضاعی بھائی یعنی ان کے ساتھ بھی سلوک کرے، رب تعالٰی فرماتا ہے: اٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حلیمہ اور جناب ثوبیہ کے عزیزوں سے سلوک کئے۔

قاطع سے مراد یا تو ڈاکو ہے یعنی قاطع طریق (راہ مار) یا قاطع رحم یعنی رحم یعنی حقوق ادا نہ کرنے والا دوسرے معنی زیادہ ظاہر ہیں اس لیے یہ حدیث اس باب میں لائی گئی یعنی یہ لوگ اولاً جنت میں نہ جائیں گے پہلے سزا پائیں گے پھر جائیں۔ (مِرْاٰۃُ المناجیح، ج۶، ص۵۲۷)

عرش سے معلق

رسولِ انور، صاحبِ کوثر صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: 3 چیزیں عرش سے معلق ہیں: (۱) رشتہ داری کہتی ہے: اے اللہ عزوجل! میں تیری وجہ ہی سے ہوں لہذا مجھے نہ توڑا جائے۔ (۲) امانت کہتی ہے: یا اللہ عزوجل! میں تیری وجہ سے ہی ہوں لہذا مجھ میں خیانت نہ کی جائے۔ اور (۳) نعمت کہتی ہے: یا الٰہی عزوجل! میں تیری طرف سے ہوں لہذا میری ناشکری نہ کی جائے۔ (البحر الزخار بمسند البزار، مسند ثوبان، الحدیث: ۴۱۸۱، ج۱۰، ص۱۱۷)

اچھی نیت بھی عرش سے چمٹ جاتی ہے

مخزنِ جودوسخاوت، پیکرِ عظمت وشرافت صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: اچھی نیت عرش سے چمٹ جاتی ہے پس جب کوئی بندہ اپنی نیت کو سچا کر دیتا (یعنی اپنی نیت کے مطابق عمل کرتا) ہے تو عرش ہلنے لگ جاتا ہے، پھر اس بندے کو بخش دیا جاتا ہے۔ (تاریخ بغداد، القاسم بن الحسن، الحدیث: ۶۹۲۶، ج ۱۲، ص ۴۴۴)

(326) وَعَنْ اُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ مَيْمُوْنَةَ بِنْتِ الْحَارِث رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا: اَنَّهَا اَعْتَقَتْ وَلِيْدَةً وَّلَمْ تَسْتَاْذِنِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَلَمَّا كَانَ يَوْمُهَا الَّذِيْ يَدُوْرُ عَلَيْهَا فِيْهِ، قَالَتْ: اَشَعَرْتَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، اَنِّيْ اَعْتَقْتُ وَلِيْدَتِيْ؟ قَالَ: اَوَ فَعَلْتِ؟ قَالَتْ: نَعَمْ. قَالَ: اَمَا اِنَّكِ لَوْ اَعْطَيْتِهَا اَخْوَالَكِ كَانَ اَعْظَمَ لِاَجْرِكِ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

اُم المؤمنین حضرت میمونہ بنت حارث رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انہوں نے ایک باندی کو آزاد کیا اور نبی اکرم ﷺ سے اجازت نہ لی۔ پس جب ان کا دن آیا جس دن آپ (ﷺ) ان کے ہاں ہوتے تھے۔ تو انہوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! کیا آپ کو پتہ ہے کہ میں نے ایک باندی آزاد کی ہے۔ آپ نے فرمایا کیا تم نے ایسا کر دیا ہے۔ عرض کیا: ہاں فرمایا اگر تم وہ اپنے ماموؤں کو دیتی' تو اس کا ثواب زیادہ ہوتا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب هبة المرأة لغير زوجها وعتقها، ج۲ص۱۵۸، رقم: ۲۵۹۲، صحیح مسلم، باب فضل النفقة والصدقة على الاقربين، ج۳ص۷۹، رقم: ۲۳۶۴، المستدرك للحاكم، كتاب الزكاة، ج۲ص۴۹، رقم: ۱۵۱۳، سنن ابوداؤد، باب فى صلة الرحم، ج۲ص۵۹، رقم: ۱۶۹۲، مسند امام احمد، حديث ميمونة بنت الحرث، ج۶ص۳۳۲، رقم: ۲۶۸۶۰)

شرح حدیث: حضرتِ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی زوجہ حضرتِ سیدتنا زینب ثقفیہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ سرکارِ والاتبار، ہم بے کسوں کے مددگار، شفیعِ روزِ شُمار، دوعالَم کے مالک ومختار، حبیبِ پروردگار صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے فرمایا، اے عورتو! صدقہ کیا کرو اگرچہ اپنے زیورات ہی سے کرو۔ تو میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس گئی اور ان سے کہا، آپ ایک تنگدست شخص ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں صدقہ کرنے کا حکم دیا ہے، جایئے اور آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھیے کہ اگر میں آپ پر صدقہ کروں تو کیا میری طرف سے صدقہ ادا ہو جائے گا ورنہ میں اسے آپ کے علاوہ کسی اور پر صدقہ کر دوں۔ تو سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھ سے فرمایا، تم خود ہی چلی جاؤ۔ لہٰذا میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضری کے لئے روانہ ہوئی تو میں نے دیکھا کہ انصار کی ایک عورت بھی یہی سوال کرنے کے لئے درِ دولت پر حاضر ہے۔

ہم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے مرعوب رہتیں تھیں چنانچہ جب حضرتِ سیدنا بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہماری طرف آئے تو ہم نے ان سے کہا، رسول اللہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کی خدمت میں جا کر عرض کرو کہ دو عورتیں دروازے

پر یہ سوال کرنے کے لئے کھڑی ہیں کہ اگر وہ اپنے شوہر اور اپنے زیر کفالت یتیموں پر صدقہ کریں تو کیا انکی طرف سے صدقہ ادا ہو جائے گا؟ اور اے بلال! حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ نہ بتانا کہ ہم کون ہیں۔

تو حضرتِ سیدنا بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اللہ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم کی خدمت میں حاضر ہو کر یہ سوال کیا تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم نے دریافت فرمایا، وہ عورتیں کون ہیں؟ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے عرض کیا، انصار کی ایک عورت اور زینب ہے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم نے فرمایا، کونسی زینب؟ عرض کیا، عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زوجہ۔ تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم نے فرمایا، ان دونوں کے لئے دُگنا اجر ہے، ایک رشتہ داری کا اور دوسرا صدقہ کا۔ (صحیح مسلم، کتاب الزکاۃ، باب فضل النفقۃ..الخ، رقم ۱۰۰۰، ص ۵۰۱)

حضرتِ سیدنا ابواُمامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ شہنشاہِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ، صاحبِ معطر پسینہ، باعثِ نُزولِ سکینہ، فیض گنجینہ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم نے فرمایا، رشتہ دار پر کئے جانے والے صدقہ کا ثواب دوگنا کر دیا جاتا ہے۔ (المعجم الکبیر، رقم ۷۸۳۴، ج ۸، ص ۲۰۶)

تاجدار، سلطانِ بحر و برصلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم نے فرمایا، مسکین پر صدقہ کرنا ایک صدقہ ہے اور رشتہ دار پر صدقہ کرنے میں دو صدقے ہیں، صدقہ اور صلہ رحمی۔ (ابن خزیمہ، کتاب الزکاۃ، باب استحباب ابتاء الم،،، الخ، رقم ۲۳۸۵، ج ۴، ص ۷۷)

(327) وَعَنْ اَسْمَآءَ بِنْتِ اَبِیْ بَکْرِ نِ الصِّدِّیْقِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا، قَالَتْ: قَدِمَتْ عَلَیَّ اُمِّیْ وَھِیَ مُشْرِکَۃٌ فِیْ عَھْدِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، فَاسْتَفْتَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، قُلْتُ: قَدِمَتْ عَلَیَّ اُمِّیْ وَھِیَ رَاغِبَۃٌ، اَفَاَصِلُ اُمِّیْ؟ قَالَ: نَعَمْ، صِلِیْ اُمَّكِ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ.

وَقَوْلُھَا: رَاغِبَۃٌ اَیْ: طَامِعَۃٌ عِنْدِیْ تَسْاَلُنِیْ شَیْئًا؛ قِیْلَ: کَانَتْ اُمُّھَا مِنَ النَّسَبِ، وَقِیْلَ: مِنَ الرَّضَاعَۃِ، وَالصَّحِیْحُ الْاَوَّلُ.

حضرت اسماء بنت ابوبکر صدیق ﷺ سے روایت ہے کہ میری ماں حالت شرک میں مجھے ملنے رسول اللہ ﷺ کی حیات ظاہری میں آئی تو میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا تھا کہ میری ماں آئی ہے وہ کچھ چاہتی ہیں تو کیا میں اپنی امی سے کچھ صلہ رحمی کروں؟ تو آپ نے فرمایا: ہاں اپنی ماں سے صلہ رحمی کرو۔ (متفق علیہ)

اور ان کا قول: راغبة: یعنی وہ کسی چیز کی مجھ سے خواہاں ہے۔ کہا گیا ہے یہ آپ کی ماں نسبی تھی یہ بھی کہا گیا ہے کہ رضاعی ماں تھیں اور راجح پہلا قول ہی ہے۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب الھدیۃ للمشرکین، ج۲ص۱۶۴، رقم: ۲۶۲۰، صحیح مسلم، باب فضل النفقۃ والصدقۃ علی الاقربین والزوج، ج۳ص۸۱، رقم: ۲۳۷۲، مسند امام احمد بن حنبل، حدیث اسماء بنت ابی بکر، ج۶ص۳۴۴، رقم: ۲۶۹۶۰، مصنف عبدالرزاق، باب اتباع المسلم جنازۃ، ج۶ص۳۸، رقم: ۹۹۳۲، المعجم الکبیر للطبرانی، من اسمہ اسماء بنت ابی بکر، ج۲۴ص۷۸، رقم: ۲۰۲۴۴)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:
صلح حدیبیہ کے بعد کفار مدینہ منورہ آنے جانے لگے تھے اس دوران میں حضرت ابوبکر صدیق کی پہلی بیوی حضرت اسماء کی والدہ آئیں، مشکوۃ شریف کے بعض نسخوں میں راغمۃ ہے میم سے مگر اکثر نسخوں میں راغبۃ ب سے ہے، راغمۃ میم سے بمعنی عاجز، ذلیل، خوار، مسکین وغریب یعنی وہ میرے پاس عاجز ومحتاج ہوکر آئی ہے میرے مال کی حاجت مند ہے۔ راغبۃ ب سے ہوتو اس میں دو احتمال ہیں: ایک یہ کہ بمعنی رغبت خواہش ہو یعنی وہ میرے مال میری خدمت کی خواہش مند ہے، دوسرے یہ کہ بمعنی بے رغبتی و روگردانی ہو یعنی وہ اسلام سے بے رغبت ہے اسے اسلام کی طرف رغبت ومیلان نہیں، اگر رغبت کے بعد فی ہو تو بمعنی میلان ہوتی ہے اگر عن ہو تو بمعنی بے رغبتی۔

مزید فرماتے ہیں:
معلوم ہوا کہ کافر ومشرک ماں باپ کی بھی خدمت اولاد پر لازم ہے۔ فقہاء فرماتے ہیں کہ مشرک باپ کو بت خانہ لے نہ جائے مگر جب وہاں پہنچ چکا ہو تو وہاں سے گھر لے آئے کہ لے جانے میں بت پرستی پر مدد ہے اور لے آنے میں خدمت ہے، دوسرے عزیز وقرابت دار بھی اگر مشرک وکافر ہو مگر محتاج ہوں تو ان کی مالی خدمت کرے۔ (از اشعہ)

(مرٰاۃ المناجیح، ج۶، ص ۳۴۳)

اپنی مشرکہ ماں پر اسلام کی کوشش

حضرت سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ میری ماں پہلے مشرکہ تھی۔ میں اسے بار بار اسلام کی دعوت پیش کیا کرتا تھا۔ ایک دن جب میں نے اسے دعوتِ اسلام دی تو اس نے مجھے مدنی آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہٖ وسلّم کے بارے میں بہت ناگوار باتیں کہیں۔ میں روتا ہوا رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہٖ وسلّم کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور عرض کی ، یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہٖ وسلّم! میں اپنی ماں کو اسلام کی دعوت دیتا رہتا تھا اور وہ انکار کردیتی تھی، لیکن آج جب میں نے اسے اسلام کی دعوت دی تو اس نے آپ کے بارے میں بہت ناگوار باتیں کیں، آپ اللہ عزوجل سے دعا کریں کہ وہ ابوہریرہ (رضی اللہ تعالی عنہ) کی ماں کو ہدایت دے۔ یہ سن کر آپ نے فوراً دعا کی، اے اللہ عزوجل! ابوہریرہ (رضی اللہ تعالی عنہ) کی ماں کو ہدایت عطا فرما۔

میں آپ کی دعا کے بعد وہاں سے بہت خوش ہوکر اپنے گھر آیا اور جیسے ہی دروازہ کھولنا چاہا تو میری ماں نے میرے قدموں کی آہٹ سن کر کہا، ابوہریرہ! وہیں ٹھہرے رہو۔ پھر میں نے پانی گرنے کی آواز سنی۔ کچھ دیر بعد میری ماں نے دروازہ کھولا اور کہا، اے ابوہریرہ! میں گواہی دیتی ہوں کہ اللہ عزوجل کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ عزوجل کے رسول ہیں۔ میں نے پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہٖ وسلّم کی بارگاہ میں حاضر ہوکر یہ خوشخبری سنائی تو آپ نے اللہ عزوجل کا شکر ادا کیا اور دعائے خیر فرمائی۔

(صحیح مسلم، کتاب المناقب، باب من فضائل ابی ھریرۃ الدوسی، رقم الحدیث: ۲۴۹۱)

(328) وَعَنْ زَيْنَبَ الثَّقَفِيَّةِ امْرَاَةِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَ عَنْهَا، قَالَتْ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: تَصَدَّقْنَ يَامَعْشَرَ النِّسَاءِ وَلَوْ مِنْ حُلِيِّكُنَّ. قَالَتْ: فَرَجَعْتُ اِلٰى عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ، فَقُلْتُ لَهٗ: اِنَّكَ رَجُلٌ خَفِيْفُ ذَاتِ الْيَدِ، وَاِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ اَمَرَنَا بِالصَّدَقَةِ فَأْتِهٖ، فَاسْاَلْهُ. فَاِنْ كَانَ ذٰلِكَ يُجْزِئُ عَنِّيْ وَاِلاَّ صَرَفْتُهَا اِلٰى غَيْرِكُمْ. فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ: بَلِ ائْتِيْهِ اَنْتِ، فَانْطَلَقْتُ، فَاِذَا امْرَاَةٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ بِبَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَاجَتِيْ حَاجَتُهَا، وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ اُلْقِيَتْ عَلَيْهِ الْمَهَابَةُ، فَخَرَجَ عَلَيْنَا بِلَالٌ، فَقُلْنَا لَهٗ: ائْتِ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَاَخْبِرْهُ اَنَّ امْرَاَتَيْنِ بِالْبَابِ تَسْاَلَانِكَ: اَتُجْزِئُ الصَّدَقَةُ عَنْهُمَا عَلٰى اَزْوَاجِهِمَا وَعَلٰى اَيْتَامٍ فِيْ حُجُوْرِهِمَا؟ وَلَا تُخْبِرْهُ مَنْ نَّحْنُ، فَدَخَلَ بِلَالٌ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَسَاَلَهٗ، فَقَالَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ هُمَا؟ قَالَ: امْرَاَةٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ وَزَيْنَبُ. فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَيُّ الزَّيَانِبِ هِيَ؟ ، قَالَ: امْرَاَةُ عَبْدِ اللّٰهِ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَهُمَا اَجْرَانِ: اَجْرُ الْقَرَابَةِ وَاَجْرُ الصَّدَقَةِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی بیوی حضرت زینب ثقفیہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے عورتو! صدقہ کرو اگرچہ تمہارے زیورات میں سے ہو۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں اپنے خاوند کے پاس لوٹ کر آئی اور ان سے کہا: رسول اللہ ﷺ نے ہمیں صدقہ کا حکم دیا ہے' تو آپ ﷺ کے پاس جا کر سوال کرو اگر تم پر خرچ کرنا مجھے کافی ہو تو بہتر ورنہ میں تم سے اوروں کی طرف پھیر دوں۔ حضرت عبداللہ نے کہا تم خود ہی جاؤ پس میں حاضر خدمت ہوئی تو اچانک ایک انصاری عورت رسول اللہ ﷺ کے دروازہ اقدس پر حاضر تھی اس کا کام میرے والا تھا اور رسول اللہ ﷺ کو خداداد ہیبت عطا کی گئی تھی۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ ہمارے پاس باہر آئے' تو ہم نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ سے عرض کرو کہ دروازہ پر دو عورتیں ہیں آپ سے سوال کرتی ہیں کہ کیا ہمیں اپنے شوہروں اور گود میں یتیم بچوں پر خرچ کرنا صدقہ سے کفایت کرے گا یا نہ اور یہ نہ ذکر کرنا کہ ہم کون ہیں؟ حضرت بلال نے رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر سوال ذکر کیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: وہ کون ہیں؟ کہا ایک انصاری عورت اور زینب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: زینبوں میں سے کونسی؟ (کئی صحابیات زینب نام کی تھیں) عرض کیا: عبداللہ (بن مسعود) کی بیوی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ان کو دوہرا اجر ملے گا۔ رشتہ داری (ملانے) کا ثواب اور صدقہ کا ثواب۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب الزکاۃ علی الزوج والایتام فی الحجر، ج۲ص۳۳۳، رقم: ۱۴۶۷، صحیح مسلم، باب فضل النفقه والصدقة علی اقربین، ج۳ص۸۰، رقم: ۲۳۶۵، سنن الکبریٰ للبیهقی، باب الاختیار فی صدقة التطوع، ج۴ص۱۷۸، رقم: ۸۰۱۰، مسند امام احمد، حدیث زینب امرأۃ عبداللّٰه، ج۶ص۳۶۳، رقم: ۲۷۰۹۳، معرفة الصحابة لابی نعیم، من اسمه زینب بنت ابی معاویه، ج۴ص۱۷۴، رقم: ۷۰۱۱)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

غالبًا حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد عید کے دن تھا، چونکہ اس زمانہ میں عورتیں بھی نماز عید کے لیے عید گاہ جاتی تھیں اور ان کے لیے بعد نماز مخصوص وعظ ہوتا تھا اس وعظ میں آپ سے یہ سنا۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ عورتوں کے استعمالی زیور پر زکوۃ فرض ہے اور یہ زکوۃ خود عورت پر فرض ہے نہ کہ اس کے خاوند پر خواہ میکے سے زیور ملا ہو یا سسرال والوں نے دیا ہو بشرطیکہ مالک کر دیا ہو لہذا یہ حدیث امام اعظم کی دلیل ہے، امام شافعی کے ہاں پہننے کے زیور میں زکوۃ نہیں۔ ان شاء اللہ اس کی تحقیق مصارف زکوۃ میں ہوگی۔ اس صورت میں زیور سے مراد چاندی سونے کا زیور ہے کیونکہ پہننے کے موتی، مرجان، لعل، ہیرے پر زکوۃ نہیں۔

شوہر کو صدقہ دینے سے متعلق مفتی صاحب فرماتے ہیں:

اگر تم کو میرا صدقہ دینا درست ہو تب تو میں تم ہی کو صدقہ دے دوں ورنہ کسی اور کو دوں۔ اس سے معلوم ہوا کہ غنی عورت کا خاوند اور غنی خاوند کی بیوی ایک دوسرے کے غنی سے غنی نہ مانے جائیں گے جیسے امیر کی بالغ اولاد باپ کی غنا سے غنی نہیں ہوتی۔ دیکھو حضرت ابن مسعود کی بیوی غنیہ تھیں مگر خود ابن مسعود مسکین تھے اور حضرت ابن مسعود کی کچھ اولاد بھی تھی جو دوسری بیوی سے تھی اور اب حضرت زینب ان کی پرورش فرماتی تھیں۔ غیر کم میں ان سب سے خطاب ہے یعنی اگر تمہیں اور تمہارے ان بچوں کو میرا صدقہ لینا درست ہو تو میں تمہیں دے دوں ورنہ دوسروں کو دوں۔

مجھے (یعنی حضرت ابن مسعود کو) حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ مسئلہ پوچھتے شرم آتی ہے کہ اس سے بعض لوگ مجھے طمعی سمجھیں گے۔ اس سے معلوم ہوا کہ خاوند اپنی بیوی سے باہر کا کام بھی کرا سکتا ہے جب کہ حجاب و پردہ سے ہو، یہ بھی معلوم ہوا کہ مسئلہ خود نہ پوچھنا کسی دوسرے سے پوچھوا لینا بھی درست ہے جب اس سے کچھ مانع ہو۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مذی کا مسئلہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے خود نہ پوچھا بلکہ حضرت مقداد سے پوچھوایا۔

مرعوب رہنے سے متعلق مفتی صاحب فرماتے ہیں:

یعنی رب العلمین نے دلوں میں آپ کی ہیبت ڈال دی تھی جس کی وجہ سے ہر شخص بغیر اجازت خدمت میں حاضر ہونے، عرض معروض کرنے کی ہمت نہ کرتا تھا اور حاضرین بارگاہ بھی ایسے خاموش اور باادب بیٹھتے تھے جیسے ان کے سروں پر پرندے ہیں، حالانکہ سرکار انتہائی خلیق اور بہت رحیم و کریم تھے۔ شعر

ہیبت حق است ایں از خلق نیست ہیبت ایں مردِ صاحب دلق نیست

اسی وجہ سے یہ دونوں بیبیاں دروازے پر کھڑی رہ گئیں، بارگاہ پاک میں باریاب نہ ہوئیں۔

خود تو شرم و ہیبت کی وجہ سے حاضر نہیں ہوتیں میری معرفت یہ مسئلہ پوچھوا رہی ہیں۔ اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے: ایک یہ کہ مسئلہ براہ راست پوچھنا بھی جائز اور کسی کی معرفت پوچھوانا بھی۔ دوسرے یہ کہ دینی باتوں میں ایک کی خبر معتبر ہے گواہی قائم کرنے کی ضرورت نہیں۔ دیکھو حضرت بلال ان بیبیوں کو جو بھی مسئلہ آکر بتاتے یہ قبول کرلیتیں۔ فقہاء فرماتے ہیں کہ جب مطلع گردآلود ہو تو رمضان کے چاند میں ایک کی خبر قبول ہے اور محدثین کہتے ہیں کہ حدیثوں میں خبر واحد معتبر ہے، ان کے دلائل قرآنی آیات اور احادیث صحیحہ ہیں ان میں ایک حدیث یہ بھی ہے۔

زیر کفالت یتیموں پر خرچ کرنے سے متعلق مفتی صاحب فرماتے ہیں:

شاید یتیموں سے ان کے خاوندوں کی وہ اولاد مراد ہے جن کی والدہ فوت ہو چکی تھیں، یعنی ان کی سوتیلی اولاد۔ انہیں یتیم کہنا مجازاً ہے ورنہ انسان یتیم وہ نابالغ ہوتا ہے جس کا باپ فوت ہو جائے اور جانوروں میں وہ بچہ یتیم جس کی ماں مرجائے۔ ان بیبیوں کا خیال یہ تھا کہ چونکہ یہ سب لوگ ہمارے ساتھ ہی رہتے سہتے ہیں اور ساتھ کھاتے پیتے ہیں اگر انہیں صدقہ دیا گیا تو اس کا کچھ حصہ ہمارے کھانے میں بھی آجائے گا لہذا ناجائز ہونا چاہیئے۔

حضرت بلال کا جواب نہایت ایمان افروز ہے کیونکہ ان بیبیوں نے کہا تھا کہ ہمارا نام نہ بتانا حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نام بتاؤ تو حکم رسول و حکم امتی میں تعارض ہوا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کو ترجیح ہوئی اور امتی کا حکم قابل عمل نہ رہا۔ مرقات نے یہاں فرمایا کی حضرت بلال پر نام بتادینا فرض شرعی ہو گیا کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ماننا فرض ہے، انہیں دوسری بی بی کا نام معلوم نہیں تھا ورنہ وہ بھی بتادیتے، مدینہ منورہ میں بہت عورتوں کا نام زینب ہے صاف بتاؤ کونسی زینب ہیں تب حضرت بلال نے عرض کیا کہ عبداللہ کی بیوی، اگرچہ عبداللہ نام کے بہت صحابہ تھے عبداللہ ابن عمر، عبداللہ ابن عباس، عبداللہ ابن زبیر، عبداللہ ابن عمرو ابن عاص وغیرہم مگر ان سب میں عبداللہ ابن مسعود بہت مشہور فقیہ ترین تھے، علم فقہ کی باعث فقط عبداللہ کہنے پر لوگوں کے ذہن انہیں کی طرف جاتے تھے اسی لیے حضرت بلال نے ابن مسعود نہ فرمایا بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا پھر نہ پوچھنا کون عبداللہ اسی جلالت شان کی طرف اشارہ کررہا ہے۔ ہمارے امام اعظم ابوحنیفہ اکثر فقیہات میں حضرت عبداللہ ابن مسعود ہی کے پیروکار ہیں۔

سارے آئمہ اس پر متفق ہیں کہ خاوند اپنی بیوی کو اپنی زکوۃ نہیں دے سکتا مگر اس میں اختلاف ہے کہ بیوی خاوند کو زکوۃ دے سکتی ہے یا نہیں۔ ہمارے امام اعظم فرماتے ہیں کہ نہیں دے سکتی، دیگر آئمہ فرماتے ہیں کہ دے سکتی ہے، ان بزرگوں کی دلیل یہ حدیث ہے۔ امام اعظم فرماتے ہیں کہ یہاں صدقہ نفل مراد ہے صدقہ فرض کی تصریح نہیں ممانعت کی صریح حدیث آگے آرہی ہے، نیز عورت و خاوند کے مال قریباً مشترک ہوتے ہیں تو جب خاوند بیوی کو زکوۃ نہ دے سکا تو بیوی خاوند کو زکوۃ کیسے دے سکتی ہے۔ صدقہ کا لفظ صدقہ نفلی پر عام شائع ہے۔ چنانچہ کتاب الزکوۃ کی آخری حدیث میں

آئے گا کہ ایک عورت نے اپنی ماں کو صدقہ دیا یعنی صدقہ نفلی۔ (مرآۃ المناجیح، ج۶ ص ۷۴۳)

(329) وَعَنْ اَبِي سُفْيَانَ صَخْرِ بْنِ حَرْبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فِي حَدِيْثِهِ الطَّوِيْلِ فِي قِصَّةِ هِرَقْلَ: اَنَّ هِرَقْلَ قَالَ لِاَبِي سُفْيَانَ: فَمَاذَا يَاْمُرُكُمْ بِهِ؟ يَعْنِي النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: قُلْتُ: يَقُوْلُ: اعْبُدُوا اللّٰهَ وَحْدَهُ، وَلَا تُشْرِكُوْا بِهِ شَيْئًا، وَّاتْرُكُوْا مَا يَقُوْلُ اٰبَاؤُكُمْ، وَيَاْمُرُنَا بِالصَّلٰوةِ، وَالصِّدْقِ، وَالْعَفَافِ، وَالصِّلَةِ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابوسفیان صخر بن حرب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہرقل بادشاہ والی لمبی حدیث میں ہرقل کے قصہ میں ہے کہ ہرقل نے کہا کہ وہ نبی تمہیں کس بات کا حکم دیتے ہیں یعنی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم۔ ابوسفیان کہتے ہیں کہ میں نے کہا وہ کہتے ہیں کہ اللہ اکیلے کی عبادت کرو اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤ جو باتیں تمہارے باپ دادا کہتے تھے ان کو چھوڑ دو اور وہ ہمیں نماز، سچائی، پاکدامنی اور صلہ رحمی کا حکم دیتے ہیں۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب دعا النبی صلی اللہ علیہ وسلم الناس الی الاسلام والنبوۃ، ج۲ص۴۰، رقم: ۲۹۴۱ صحیح مسلم، باب کتاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم الی ہرقل یدعوہ الی الاسلام، ج۵ص۱۶۳، رقم: ۴۷۰۷ سنن الکبرٰی للبیہقی، باب اظہار دین النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ج۹ص۱۷۷، رقم: ۱۹۰۷۸ سنن الکبرٰی للنسائی، سورۃ آل عمران، ج۶ص۳۰۹، رقم: ۱۱۰۶۴ مسند امام احمد، مسند عبداللہ بن عباس، ج۱ص۲۶۲، رقم: ۲۳۷۰)

شرح حدیث: ہرقل کی انبیاء علیہم السلام سے محبت

ہرقل نے ہمیں (مسلمانوں کو) باعزاز واکرام ایک مکان میں اتارا، دونوں وقت عزت کی مہمانیاں بھیجتا، ایک رات ہمیں پھر بلا بھیجا، ہم گئے اس وقت اکیلا بالکل تنہا بیٹھا تھا، ایک بڑا صندوقچہ زرنگار منگا کر کھولا اس میں چھوٹے چھوٹے خانے تھے ہر خانے پر دروازہ لگا تھا، اس نے ایک خانہ کھول کر سیاہ ریشم کا کپڑا تہہ کیا ہوا نکالا اسے کھولا تو اس میں ایک سرخ تصویر تھی، مرد فراخ چشم بزرگ سرین کہ ایسے خوبصورت بدن میں ایسی لمبی گردن کبھی نہ دیکھی تھی سر کے بال نہایت کثیر (بے ریش دو گیسو غایت حسن وجمال میں) ہرقل بولا: انہیں پہچانتے ہو؟ ہم نے کہا: نہ، کہا: یہ آدم ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پھر وہ تصویر رکھ کر دوسرا خانہ کھولا، اس میں سے ایک سیاہ ریشم کا کپڑا نکالا، اس میں خوب گورے رنگ کی تصویر تھی، مرد بسیار موئے سر مانند موئے قبطیاں، فراخ چشم، کشادہ سینہ، بزرگ سر (آنکھیں سرخ، داڑھی خوبصورت) پوچھا: انہیں جانتے ہو؟ ہم نے کہا: نہ، کہا یہ نوح ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ پھر اسے رکھ کر اور خانہ کھولا، اس میں سے حریر سبز کا ٹکڑا نکالا اس میں نہایت گورے رنگ کی ایک تصویر تھی، مرد خوب چہرہ، خوش چشم، دراز بینی (کشادہ پیشانی)، رخسارے ستے ہوئے، سر پر نشانِ پیری، ریش مبارک سپید نورانی، تصویر کی یہ حالت ہے کہ گویا جان رکھتی ہے، سانس لے رہی ہے (مسکرا رہی ہے) کہا: ان سے واقف ہو؟ ہم نے کہا: نہ، کہا: یہ ابراہیم ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ پھر اسے رکھ کر ایک اور خانہ کھولا، اس

میں سے سبز ریشم کا پارچہ نکالا، اسے جو ہم نظر کریں تو محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تصویر منیر تھی، بولا: انہیں پہچانتے ہو؟ ہم رونے لگے اور کہا: یہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں، وہ بولا: تمہیں اپنے دین کی قسم یہ محمد ہیں؟ ہم نے کہا: ہاں ہمیں اپنے دین کی قسم یہ حضور اکرم کی تصویر پاک ہے گویا ہم حضور کو حالتِ حیات دنیوی میں دیکھ رہے ہیں، اسے سنتے ہی وہ اچھل پڑا بے حواس ہو گیا سیدھا کھڑا ہوا پھر بیٹھ گیا دیر تک دم بخود رہا پھر ہماری طرف نظر اٹھا کر بولا: اما انه اخر البیوت ولکنی عجلته لانظر ما عندکم، سنتے ہو یہ خانہ سب خانوں کے بعد تھا مگر میں نے جلدی کر کے دکھایا کہ دیکھوں تمہارے پاس اس باب میں کیا ہے، یعنی اگر ترتیب وار دکھاتا آتا تو احتمال تھا کہ تصویر حضرت مسیح کے بعد دکھانے پر تم خواہ مخواہ کہہ دو کہ یہ ہمارے نبی کی تصویر ہے اس لئے میں نے ترتیب قطع کر کے اسے پیش کیا کہ اگر یہ وہی نبی موعود ہیں تو ضرور پہچان لو گے، بحمد اللہ تعالیٰ ایسا ہی ہوا، اور یہی دیکھ کر اس حرماں نصیب کے دل میں درد اٹھا کہ حواس جاتے رہے اٹھا بیٹھا دم بخود رہا۔

واللہ متم نورہ ولو کرہ الکٰفرون O اللہ تعالیٰ اپنے نور کو تام فرمائیگا اگرچہ کافر ناپسند کریں۔ (القران الکریم ۶۱/۸)

والحمدللہ رب العٰلمین O القرآن الکریم ۱/۱

(330) وَعَنْ اَبِیْ ذَرٍّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: اِنَّکُمْ سَتَفْتَحُوْنَ اَرْضًا یُّذْکَرُ فِیْہَا الْقِیْرَاطُ ۔ وَفِیْ رِوَایَۃٍ: سَتَفْتَحُونَ مِصْرَ وَھِیَ اَرْضٌ یُّسَمّٰی فِیْہَا الْقِیْرَاطُ، فَاسْتَوْصُوْا بِاَھْلِہَا خَیْرًا؛ فَاِنَّ لَھُمْ ذِمَّۃً وَّرَحِمًا

حضرت ابوذر ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم ایک زمین عنقریب فتح کرو گے اس میں قیراط کا ذکر ہوتا ہے ایک روایت ہے کہ تم مصر فتح کرو گے اس زمین میں قیراط کا لفظ بولنے کا رواج ہے۔ وہاں کے لوگوں سے بھلائی کا خاص سلوک کرنا کیونکہ ان کا ہمارے ساتھ تعلق اور رشتہ داری ہے۔

وَفِیْ رِوَایَۃٍ: فَاِذَا فَتَحْتُمُوْھَا، فَاَحْسِنُوْا اِلٰی اَھْلِہَا؛ فَاِنَّ لَھُمْ ذِمَّۃً وَّرَحِمًا. اَوْ قَالَ: ذِمَّۃً وَّصِھْرًا رَوَاہُ مُسْلِمٌ۔

ایک اور روایت میں ہے کہ جب تم اس کو فتح کرو اس کے باسیوں سے بھلائی کرنا کیونکہ ان کے ساتھ تعلق اور رشتہ داری ہے یا فرمایا تعلق اور سسرالی رشتہ ہے۔

(مسلم)

قَالَ الْعُلَمَاءُ: اَلرَّحِمُ: اَلَّتِیْ لَھُمْ کَوْنُ ھَاجَرَ اُمِّ اِسْمَاعِیْلَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِنْھُمْ، وَالصِّھْرُ: کَوْنُ مَارِیَۃَ اُمِّ اِبْرَاھِیْمَ ابْنِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِنْھُمْ۔

علماء نے فرمایا: رشتہ داری سے مراد اسماعیل علیہ السلام کی ماں حضرت ہاجرؑ کی رشتہ داری کا ان سے ہونا ہے اور سسرالی رشتہ کا مطلب حضرت ماریہ قبطیہ جو رسول اللہ ﷺ کے شہزادے حضرت ابراہیم کی ماں ہیں ان کا ان سے ہونا ہے۔

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب وصیة النبی صلی اللہ علیہ وسلم بأهل مصر، ج۷، ص۱۹۰، رقم: ۶۶۵۷، المعجم الاوسط للطبرانی، من اسمه مطلب، ج۸، ص۳۰۳، رقم: ۸۷۰۱، سنن الکبری للبیهقی، باب الوصاة بأهل الذمة، ج۹، ص۲۰۶، رقم: ۱۹۲۰۹، جامع الوصول لابن اثیر، الکتاب السادس فی صلة الرحم، ج۶، ص۴۹۱، رقم: ۴۷۰۲، صحیح ابن حبان، باب اخبارہ صلی اللہ علیہ وسلم، ج۱۵، ص۶۷، رقم: ۶۶۷۶)

شرح حدیث: حکیمُ الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

مصر سے مراد یہ ہی مشہور شہر مصر ہے جہاں یوسف علیہ السلام نے سلطنت فرمائی، اور قیراط بہت چھوٹا سا وزن ہے یعنی دینار کا بیسواں حصہ یعنی وہاں کے تاجرین بہت ہی بے مروت ہیں کسی کی رعایت رتی بھر بھی نہیں کرتے قیراط تک کا حساب کرتے رہتے ہیں اگر چہ وہ چند رتی کا ہو یہ کہتے رہتے ہیں اتنی چھٹانک اتنی رتی۔ معلوم ہوا کہ اہل مصر معاملات میں بہت سخت ہیں، یہ بھی معلوم ہوا کہ تاجر کو سخت گیر ہونا نہیں چاہیے معمولی چیزوں میں تولہ رتی کا جساب نہ کرے سونا چاندی اور چیز ہے اس میں رتی کا بھی حساب لگتا ہے۔

اور اگر چہ مصر والے معاملات میں سخت ہیں ان کے مزاج بھی سخت ہیں طبیعت بھی تیز ہے مگر تم ان کی سختی برداشت کرنا ان سے برتاؤ اچھا کرنا ان کی سختی کا بدلہ نرمی سے کرنا۔

سسرالی رشتہ داری سے متعلق مفتی صاحب فرماتے ہیں:

ہم کو مصر والوں سے دو طرح تعلق ہے ایک یہ کہ ماریہ قبطیہ مصر سے آئی تھیں جن کے بطن شریف سے ابراہیم ابن رسول اللہ پیدا ہوئے لہذا وہاں کے لوگوں کو ہماری طرف سے امان ہے ذمہ بمعنی امان، دوسرا تعلق یہ ہے کہ ہماری دادی صاحبہ حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا مصر ہی سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ملی تھیں انہیں کی اولاد سے ہم ہیں وہ ہماری دادی کا وطن ہے لہذا ان لوگوں سے ہماری قرابت داری بھی ہے۔ صہر کے معنی ہیں سسرالی رشتہ یعنی ہماری لونڈی ماریہ مصر کی ہیں لہذا مصر میں ہمارا سسرالی رشتہ ہے۔ اس فرمان عالی سے دو مسئلہ معلوم ہوئے: ایک یہ کہ مسلمان کو چاہیے کہ اپنے نسبی رشتہ کی طرح سسرالی رشتہ کا بھی احترام کرے، ساس سسر کو اپنا ماں باپ سمجھے، ان کی قرابت داروں کو اپنا عزیز جانے بلکہ انکی بستی کا وہاں کے باشندوں کا احترام کرے کہ وہ ساس وسسر کے ہم وطن ہیں۔ دوسرے یہ کہ نبی کے رشتہ داروں بلکہ نبی کے ملک والوں کا بھی ادب کرے لہذا ہم پر لازم ہے کہ حضور کی اولاد کا مکہ والوں کا احترام وادب کریں ان کی سختی پر تحمل کریں اہل عرب کی سختی پر سختی تحمل کرنے والوں کے لیے شفاعت کا وعدہ ہے وہ لوگ کیسے ہی سہی مگر ہمارے رسول کے اہل وطن ہیں حضور کے پڑوسی ہیں۔ ایک بزرگ گولڑوی غلام محی الدین صاحب حج کے بعد جناب حلیمہ سعدیہ کے گاؤں پہنچے وہاں سات دن قیام کیا ہر روز الگ الگ جماعتوں کی دعوت فرماتے رہے حتی کہ ایک دن وہاں کے کتوں کی دعوت کی حلوہ پوری وغیرہ پکوا کر خود انہیں کھلاتے تھے روتے جاتے تھے کہ یہ جناب حلیمہ کے وطن کے کتے ہیں ان سب باتوں کا ماخذ یہ حدیث

ہے۔غرض یہ کہ وہاں کے در و دیوار کی عزت کرے افسوس! ان بے دینوں پر جو ازواج پاک یا صحابہ کبار کی برائیاں کرتے ہیں وہ یہ نہیں سمجھتے کہ اس سے حضور کو ایذا ہوتی ہے۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۷، ص ۱۷۳)

تعظیم و توقیر

اُمت پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حقوق میں ایک نہایت ہی اہم اور بہت ہی بڑا حق یہ بھی ہے کہ ہر امتی پر فرض عین ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور آپ سے نسبت و تعلق رکھنے والی تمام چیزوں کی تعظیم و توقیر اور ان کا ادب و احترام کرے اور ہرگز ہرگز کبھی ان کی شان میں کوئی بے ادبی نہ کرے۔ احکم الحاکمین جل جلالہٗ کا فرمان والا شان ہے کہ

اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِیْرًاۙ لِّتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ تُعَزِّرُوْهُ وَ تُوَقِّرُوْهُؕ وَ تُسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّ اَصِیْلًا O پ۲۶، الفتح: ۸،۹

بے شک ہم نے تمہیں (اے رسول) بھیجا حاضر و ناظر اور خوشخبری دینے والا اور ڈر سنانے والا تا کہ اے لوگو! تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور رسول کی تعظیم و توقیر کرو اور صبح و شام اللہ کی پاکی بولو۔

(331) وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: لَمَّا نَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰیَةُ: (وَاَنْذِرْ عَشِیْرَتَكَ الْاَقْرَبِیْنَ) (الشعراء: 214) دَعَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قُرَیْشًا، فَاجْتَمَعُوْا فَعَمَّ وَخَصَّ، وَقَالَ: یَا بَنِیْ عَبْدِ شَمْسٍ، یَا بَنِیْ كَعْبِ بْنِ لُؤَیٍّ، اَنْقِذُوْا اَنْفُسَكُمْ مِنَ النَّارِ، یَا بَنِیْ مُرَّةَ بن كَعْبٍ، اَنْقِذُوْا اَنْفُسَكُمْ مِنَ النَّارِ، یَا بَنِیْ عَبْدِ مَنَافٍ، اَنْقِذُوْا اَنْفُسَكُمْ مِنَ النَّارِ، یَا بَنِیْ هاشم، اَنقذوا اَنفسكم من النار، یَا بَنِیْ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ، اَنْقِذُوْا اَنْفُسَكُمْ مِنَ النَّارِ، یَا فَاطِمَةُ، اَنْقِذِیْ نَفْسَكِ مِنَ النَّارِ. فَاِنِّیْ لَا اَمْلِكُ لَكُمْ مِنَ اللّٰهِ شَیْئًا، غَیْرَ اَنَّ لَكُمْ رَحِمًا سَاَبُلُّهَا بِبِلَالِهَا رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، جب آیت وَاَنْذِرْ عَشِیْرَتَكَ الْاَقْرَبِیْنَ کہ ''اتری کہ ''اپنے قریبی رشتہ داروں کو ڈر سناؤ'' تو رسول اللہ ﷺ نے قریش کی دعوت کی اور خاص و عام سب لوگ جمع ہو گئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اے بنی عبد شمس! اے بنی کعب بن لوی! اپنے نفسوں کو آگ سے بچاؤ اے بنی مرہ بن کعب! اپنے آپ کو آگ سے بچاؤ، اے بنی عبد مناف! اپنے آپ کو آگ سے بچاؤ۔ اے بنی ہاشم اپنی جانوں کو آگ سے بچاؤ اے بنی عبد المطلب اپنے آپ کو آگ سے بچالو۔ اے فاطمہ اپنے آپ کو آگ سے بچا، میں (بذاتِ خود) تمہارے لیے اللہ کی طرف سے کسی چیز کا مالک نہیں۔ ہاں رشتہ داری ہے، جس کو میں تر رکھوں گا، (مراد پورا خیال رکھوں گا)۔ (مسلم)

قَوْلُهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: بِبِلَالِهَا هُوَ بِفَتْحِ الْبَاءِ الثَّانِیَةِ وَكَسْرِهَا، وَالْبِلَالُ: الْمَاءُ.

آپ ﷺ کا قول ببلالها...... دوسری با پر زبر کے ساتھ اور زیر کے ساتھ۔ البلال: کا مطلب ہے

وَمَعْنَى الْحَدِيثِ: سَأَصِلُهَا. شَبَّهَ قَطِيعَتَهَا بِالْحَرَارَةِ تُطْفَأُ بِالْمَاءِ وَهٰذِهِ تُبَرَّدُ بِالصِّلَةِ.

اور حدیث کا معنیٰ ہے میں تم سے صلہ رحمی کروں گا آپ نے قطع رحمی کو حرارت سے تشبیہ دی جو پانی سے بجھائی جاتی ہے۔ اسی طرح قطع رحمی کی حرارت صلہ رحمی سے ٹھنڈی کی جاتی ہے۔

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب فی قوله تعالىٰ "وانذر عشیرتك الاقربین" ج۱ص۱۳۳ رقم: ۵۲۲، الادب المفرد للبخاری، باب وجوب صلة الرحم، ص۳۱ رقم: ۴۸، السنن الکبرٰی للنسائی، باب اذا وصی لعشیرته الاقربین، ج۴ص۸۷، رقم: ۶۴۷۱، سنن ترمذی، باب ومن سورة الشعراء، ج۵ص۳۳۸ رقم: ۳۱۸۵، صحیح ابن حبان، باب الخوف والتقوی، ج۲ص۴۱۲ رقم: ۶۴۶)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

عشیرہ اور اقربین کا فرق ہماری تفسیر میں ملاحظہ فرمانا۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس اجتماع میں عمومی تبلیغ بھی کی اور خصوصی بھی کہ اے فلاں اے فلاں قبیلہ والے لوگو ادھر آؤ ایمان قبول کرو۔ معلوم ہوا کہ خصوصی تبلیغ بھی سنت ہے، اس کی تفصیل اگلا کلام ہے جب کہ کس خاص شخص یا خاص قوم کے ایمان لانے سے دوسروں کے ایمان کی امید ہو تو اسے خصوصی تبلیغ ضرور کی جاوے، حضور انور نے کفار بادشاہوں کو تبلیغی خطوط بھیجے۔

یہ ہیں حضور کی عمومی تبلیغیں، چونکہ عرب میں قریش بہت عزت والے مانے جاتے تھے اور قریش میں ان مذکورہ خاندانوں کا بڑا وقار تھا اس لیے حضور نے ان خاندانوں کو مخاطب فرما کر تبلیغ فرمائی۔ اپنی جانوں کو آگ سے بچانے کے معنی یہ ہیں کہ تم لوگ ایمان قبول کرلو تا کہ تم نار جہنم سے بچ جاؤ، اس آگ سے بچنے کا ذریعہ ایمان واطاعت ہے۔

فاطمہ اپنی جان آگ سے بچالو کے متعلق مفتی صاحب فرماتے ہیں

اس سے معلوم ہوا کہ چھوٹے بچوں کو بھی اسلام کی تبلیغ کی جاوے کیونکہ اس وقت جناب فاطمہ چھوٹی بچی تھیں سب لوگوں کے سامنے علانیہ حضرت فاطمہ کو تبلیغ فرمانا لوگوں کو سنانے کے لیے ہے کہ بغیر ایمان قبول کیے نبی کی قرابتداری بلکہ نبی کی اولاد ہونا کافی نہیں۔ کنعان نبی زادہ تھا مگر کفر کی وجہ سے جہنمی ہوگیا۔ ایمان کی ضرورت سب کو ہے جیسے کوئی شخص سید ہو یا غیر سید دھوپ ہوا پانی غذا سے مستغنی نہیں، یوں ہی کوئی شخص ایمان قرآن اعمال سے بے نیاز نہیں۔ آج اپنے کو اعمال سے بے نیاز ماننے والے غذا پانی ہوا سے بے نیاز بن کر دکھائیں بلکہ مر کر انسان ان چیزوں سے بے نیاز ہو جاتا ہے مگر حضور کی ضرورت پھر بھی رہتی ہے کہ قبر و حشر میں حضور کی غلامی کا سوال ہوتا ہے۔

کسی چیز کا مالک نہیں ہوں کے متعلق مفتی صاحب فرماتے ہیں:

اے فاطمہ اگر تم نے ایمان قبول نہ کیا اور تم آخرت میں سزا کی مستحق ہوگئیں تو وہ سزا میں تم سے دفع نہیں کر سکتا اور تم عذاب الٰہی سے نہیں بچ سکتیں لہذا یہ حدیث نہ تو اس آیت کے خلاف ہے وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ کیونکہ اس

آیت میں دنیاوی عذاب مراد ہے حضور کی برکت سے کفار پر دنیاوی عذاب نہیں آتا اور یہاں اخروی عذاب مراد ہے اور نہ اس حدیثِ شفاعت کے خلاف ہے شفاعتی لاھل الکبائر من امتی کہ میری شفاعت میری امت کے گناہ کبیرہ والوں کو بھی پہنچے گی کہ وہاں امت کا ذکر ہے یہاں کفار کا ذکر ہے۔ خیال رہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے خدمت گار کافر کا عذاب ہلکا ہوسکتا ہے مگر دفع نہیں ہوسکتا۔ ابوطالب کا عذاب بہت ہلکا ہے، ابولہب کو سوموار کے دن عذاب ہلکا دیا جاتا ہے اور انگلی سے پانی ملتا ہے۔ (بخاری شریف کتاب الرضاع) ابوطالب نے خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کی اور ابولہب کی لونڈی ثویبہ نے حضور کو دودھ پلایا، بہر حال یہ حدیث بالکل برحق ہے ان آیات واحادیث کے خلاف نہیں۔ اس فرمان عالی کا مطلب ابھی عرض ہو چکا۔ اللہ تعالیٰ حضور کے نام کی برکت سے حضور کے خدام کے صدقہ سے آفتیں مصیبتیں دفع فرما دیتا ہے، حضور کا نام دافع بلا ہے، یہاں اللہ کے مقابل اخروی عذاب کفار سے دفع فرمانے کی نفی ہے۔

(مرآۃ المناجیح، ج ۷، ص ۲۲۰)

(332) وَعَنْ اَبِيْ عَبْدِ اللهِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جِهَارًا غَيْرَ سِرٍّ، يَقُوْلُ: اِنَّ اٰلَ بَنِيْ فُلَانٍ لَيْسُوْا بِاَوْلِيَائِيْ، اِنَّمَا وَلِيِّيَ اللهُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِيْنَ، وَلٰكِنْ لَّهُمْ رَحِمٌ اَبُلُّهَا بِبِلَالِهَا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ، وَاللَّفْظُ لِلْبُخَارِيِّ.

حضرت ابوعبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے میں نے رسول اللہ ﷺ کو علی الاعلان کہتے ہوئے سنا ہے کہ بنو فلاں کی آل میرے والی نہیں میرے حمایتی' تو اللہ اور صالح ایماندار لوگ ہیں ہاں وہ رشتہ داری والے ہیں۔ اس تعلق کا میں خیال رکھوں گا۔

(متفق علیہ) یہ لفظ بخاری کے ہیں۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب تبل الرحم ببلالها، ج۸ص۶، رقم: ۵۹۹۰ صحیح مسلم، باب موالاة المؤمنین ومقاطعة غیرهم، ج۱ص۱۳۶، رقم: ۵۳۱ مسند امام احمد، حدیث عمرو بن العاص، ج۶ص۲۰۳، رقم: ۱۷۸۲۷ اطراف المسند المعتلی لابن حجر، من مسند عمرو بن العاص، ج۵ص۱۳۲، رقم: ۶۸۱۵)

شرح حدیث: میرا محبوب ترین شخص

حضرتِ سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے سرکارِ والا تبار، ہم بے کسوں کے مددگار، شفیعِ روزِ شُمار، دوعالَم کے مالک ومختار، حبیبِ پروردگار صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کو فرماتے ہوئے سنا کیا میں تمہیں خبر نہ دوں کہ قیامت کے دن تم میں سے میرا محبوب ترین اور سب سے زیادہ قریب کون شخص ہوگا؟ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے یہ سوال تین یا دو مرتبہ دہرایا تو صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کیا، یا رسول اللہ! ضرور خبر دیجئے۔ فرمایا کہ تم میں جس کے اخلاق سب سے اچھے ہوں گے۔ (المسند للامام احمد بن حنبل، رقم ۶۷۴۷، ج ۲، ص ۶۱۰)

حضرتِ سیدنا ابو ثعلبہ خُشَنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آقائے مظلوم، سرورِ معصوم، حسنِ اخلاق کے

پیکر، نبیوں کے تاجور، محبوبِ ربِّ اکبر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ ڈالہٖ وسلّم نے فرمایا کہ بیشک تم میں سے مجھے سب سے زیادہ محبوب اور آخرت میں میرے سب سے زیادہ قریب وہ شخص ہوگا جو تم میں بہترین اخلاق والا ہوگا اور تم میں سے مجھے سب سے زیادہ ناپسند اور آخرت میں مجھ سے زیادہ دور وہ شخص ہوگا جو تم میں بدترین اخلاق والا ہوگا۔

(المسند للامام احمد بن حنبل، رقم ۱۷۷۴۷، ج ۶ ص ۲۲۰)

حضرتِ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی مُکَرَّم، نُورِ مُجَسَّم، رسول اکرم، شہنشاہِ بنی آدم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ ڈالہٖ وسلّم نے فرمایا کہ میرے نزدیک تم میں سب سے زیادہ پسندیدہ لوگ وہ ہیں جو تم میں بہترین اخلاق والے، نرم دل، لوگوں سے محبت کرنے والے ہیں اور جن سے لوگ محبت کرتے ہونگے اور تم میں میرے سب سے زیادہ ناپسندیدہ لوگ وہ چغل خور ہیں جو دوستوں کے درمیان تفرقہ ڈالیں اور پاکدامن لوگوں میں عیب ڈھونڈیں۔

(مجمع الزوائد، کتاب الادب، باب ماجاء فی حسن الخلق، رقم ۱۵۶۶۸، ج ۸ ص ۴۸

(333) وَعَنْ اَبِیْ اَیُّوب خَالِدِ بْنِ زَیْدٍ الْاَنْصَارِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ: اَنَّ رَجُلًا قَالَ: یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ، اَخْبِرْنِیْ بِعَمَلٍ یُّدْخِلُنِی الْجَنَّۃَ، وَیُبَاعِدُنِیْ مِنَ النَّارِ. فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: تَعْبُدُ اللّٰہَ، وَلَا تُشْرِكُ بِہٖ شَیْئًا، وَّتُقِیْمُ الصَّلٰوۃَ، وَتُؤْتِی الزَّکٰوۃَ، وَتَصِلُ الرَّحِمَ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ.

حضرت ابوایوب خالد بن زید انصاری ﷺ سے روایت ہے ایک آدمی نے عرض کیا: یارسول اللہ! مجھے ایسے عمل کی خبر دیں جو مجھ کو جنت میں داخل کردے اور جہنم سے مجھ کو دور کردے تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تو اللہ کی عبادت کر اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرا نماز قائم کر زکوٰۃ ادا کر اور صلہ رحمی کر۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب وجوب الزکاۃ، ج۱ص۵۰۵، رقم: ۱۳۳۲ صحیح مسلم، باب بیان الایمان الذی یدخل بہ الجنۃ، ج۱ص۳۲، رقم: ۱۱۳ الاداب للبیھقی، باب فی صلۃ الرحم، ج۱ص۷، رقم: ۵ السنن الکبریٰ للنسائی، باب ثواب من اقام الصلاۃ، ج۱ص۱۳۵، رقم: ۳۲۸ صحیح ابن حبان، باب فضل الزکاۃ، ج۸ص۳۷، رقم: ۳۲۴۵)

شرح حدیث: کن رشتہ داروں کو زکوٰۃ دے سکتے ہیں؟

ان رشتہ داروں کو زکوٰۃ دے سکتے ہیں جبکہ زکوٰۃ کے مستحق ہوں:

(1) بہن (2) بھائی (3) چچا (4) پھوپھی (5) خالہ (6) ماموں (7) بہو (8) داماد (9) سوتیلا باپ (10) سوتیلی ماں (11) شوہر کی طرف سے سوتیلی اولاد (12) بیوی کی طرف سے سوتیلی اولاد۔ (ماخوذ از فتاوٰی رضویہ مُخرَّ جہ، ج۱۰، ص۱۱۰)

رشتہ داروں پر صدقہ کرنے کا ثواب

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے،

فَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰی حَقَّہٗ وَ الْمِسْکِیْنَ وَابْنَ السَّبِیْلِ ؕ ذٰلِكَ خَیْرٌ لِّلَّذِیْنَ یُرِیْدُوْنَ وَجْہَ اللّٰہِ ۫ وَ اُولٰٓئِكَ

هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ O

ترجمہ کنزالایمان: تو رشتہ دار کو اس کا حق دو اور مسکین اور مسافر کو یہ بہتر ہے ان کے لئے جو اللہ کی رضا چاہتے ہیں اور انہی کا کام بنا۔ (پ21، الروم:38)

اور فرماتا ہے:

وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالْكِتٰبِ وَالنَّبِيّٖنَ ۚ وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ ۙ وَالسَّآئِلِيْنَ وَفِي الرِّقَابِ ۚ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ ۚ وَالْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا عٰهَدُوْا ۚ وَالصّٰبِرِيْنَ فِي الْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ وَحِيْنَ الْبَاْسِ ؕ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا ؕ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ O

ترجمہ کنزالایمان: ہاں اصل نیکی یہ کہ ایمان لائے اللہ اور قیامت اور فرشتوں اور کتاب اور پیغمبروں پر اور اللہ کی محبت میں اپنا عزیز مال دے رشتہ داروں اور یتیموں اور مسکینوں اور راہ گیر اور سائلوں کو اور گردنیں چھوڑانے میں اور نماز قائم رکھے اور زکوٰۃ دے اور اپنا قول پورا کرنے والے جب عہد کریں اور صبر والے مصیبت اور سختی میں اور جہاد کے وقت، یہی ہیں جنہوں نے اپنی بات سچی کی اور یہی پرہیز گار ہیں۔ (پ2، البقرۃ:177)

سورہ بقرہ میں ہے:

قُلْ مَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ خَيْرٍ فَلِلْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ؕ وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ O

ترجمہ کنزالایمان: تم فرماؤ جو کچھ مال نیکی میں خرچ کرو تو وہ ماں باپ اور قریب کے رشتہ داروں اور یتیموں اور محتاجوں اور راہ گیر کے لئے ہے اور جو بھلائی کرو بے شک اللہ اسے جانتا ہے۔ (پ2، البقرۃ:215)

بے وفا دنیا پہ مت کر اعتبار

حضرتِ سیِّدُنا ابوبکر ہُذَلی علیہ رحمۃ اللہ الولی کا بیان ہے: ایک مرتبہ ہم حضرتِ سیِّدُنا حسن بَصری علیہ رحمۃ اللہ القوی کے پاس حاضر تھے اتنے میں ایک شخص آیا اور کہنے لگا: اے ابوسعید علیہ رحمۃ اللہ المجید! ابھی کچھ دیر قبل ہم عبداللہ بن اَہْتَم کے پاس گئے، اس کا آخری وقت تھا۔ ہم نے پوچھا: اے اَبُومَعْمَر! اپنے آپ کو کیسا محسوس کر رہے ہو؟ کہا: بخدا میں اپنے آپ کو بہت مصیبت زدہ محسوس کر رہا ہوں اور میرا گمان ہے کہ شاید! اب زندہ نہ بچ سکوں، اچھا! یہ بتاؤ کہ ان ایک لاکھ دراہم کے بارے میں تم کیا کہتے ہو جو میں نے جمع کر رکھے ہیں؟ نہ تو ان کی زکوٰۃ ادا کی گئی اور نہ ہی کسی قریبی رشتہ دار پر خرچ کئے گئے۔ ہم نے کہا: اے ابومَعْمَر! تم نے یہ درہم کیوں جمع کئے تھے؟ کہا: گردشِ ایام، اہل وعیال کی کثرت اور بادشاہ کی طرف سے جفاکشی کے خوف سے جمع کر رکھے تھے۔ اس شخص کی یہ بات سن کر حضرتِ سیِّدُنا حسن بصری علیہ رحمۃ

اللہ القوی نے فرمایا: اس غمزدہ پریشان شخص کو دیکھو جس کے پاس سے یہ آرہا ہے۔ دراصل اس مرنے والے کے پاس شیطان آیا اور اسے بادشاہ کی طرف سے جفاکشی، اہل وعیال کی کثرت اور گردشِ ایام کا خوف دلایا اور خوف بھی اس چیز کے بارے میں کہ جو اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس کے لئے مقرر فرمادی ہے اور اس دنیا میں اُس کی مدتِ حیات بھی مقرر فرمادی ہے۔ بخدا! وہ شخص اس دنیا سے اس حال میں جائے گا کہ غمگین، مصیبت زدہ، ملامت کیا ہوا اور پریشان حال ہوگا۔

توجہ سے سن! تو اس دنیا سے ہرگز دھوکا نہ کھانا جس طرح کہ تیرا مرنے والا دوست دھوکا کھا چکا۔ تیرے پاس حلال مال پہنچا ہے، مال کے فتنے سے بچتے رہنا ایسا نہ ہو کہ یہ تیرے لئے وبالِ جان بن جائے۔ یاد رکھ! جو شخص مال جمع کرنے میں لگا رہے اور کنجوسی سے کام لے، دن رات مال جمع کرنے کی تدبیر میں مصیبت بھرے سفر اور ہر طرح کا دکھ برداشت کرے پھر مال کو سنبھال کر گن گن کر رکھے، نہ اس کی زکوٰۃ ادا کرے، نہ کسی رشتہ دار پر خرچ کرے تو وہ شخص حسرت زدوں میں ہوگا۔ اور سب سے بڑی حسرت یہ ہے کہ کل بروزِ قیامت جب اعمال کا وزن کیا جارہا ہو تو وہ اپنے مال کو دوسرے کے ترازو میں دیکھے۔ کیا تم جانتے ہو کہ ایسا معاملہ کب ہوتا ہے؟ سنو! یہ سب وبال اس طرح ہوتا ہے کہ انسان کو اللہ ربُّ العزّت جَلَّ جَلَالُہٗ نے اپنے خزانوں میں سے مال دیتا اور اپنی راہ میں خرچ کرنے کا حکم دیتا ہے لیکن انسان کنجوسی وبخل سے کام لیتا اور مال جمع کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ اسے موت اُچک لیتی ہے اور اس کا سارا مال وارث لے جاتے ہیں، اس طرح وہ اپنے مال کو غیر کے ترازو میں دیکھتا ہے یا اسے ایسی ٹھوکر لگتی ہے کہ سنبھلنا بہت مشکل ہو جاتا ہے اور توبہ کی دولت بھی اس کے ہاتھ سے جاتی رہتی ہے اور وہ حسرت زدہ توبہ جیسی دولت سے بھی محروم رہتا ہے۔

(عیون الحکایات مؤلف: امام ابوالفرج عبدالرحمن بن علی جوزی علیہ رحمۃ اللہ القوی صفحہ ۱۷۳)

(334) وَعَنْ سَلْمَانَ بْنِ عَامِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: إِذَا أَفْطَرَ أَحَدُكُمْ، فَلْيُفْطِرْ عَلَى تَمْرٍ؛ فَإِنَّهُ بَرَكَةٌ، فَإِنْ لَّمْ يَجِدْ تَمْرًا، فَالْمَاءُ؛ فَإِنَّهُ طَهُورٌ، وَقَالَ: اَلصَّدَقَةُ عَلَى الْمِسْكِيْنِ صَدَقَةٌ، وعَلٰى ذِي الرَّحِمِ ثِنْتَانِ: صَدَقَةٌ وَّصِلَةٌ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: حَدِيْثٌ حَسَنٌ۔

حضرت سلمان بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تم میں جب کوئی افطار کرے تو اسے چاہیے کہ کھجور سے افطار کرے کیونکہ وہ برکت کا سبب ہے۔ اگر کھجور نہ ملے تو پانی سے افطار کرے کیونکہ یہ پاک کرنے والا ہے اور فرمایا مسکین پر صدقہ کرنا صدقہ ہے اور رشتہ دار پر صدقہ کرنا صدقہ بھی ہے اور صلہ رحمی بھی ہے۔ (دوہرا ثواب ہے)۔ اسے امام ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ما جاء فی الصدقة علی ذی القرابة، ج۲ص۳۶ رقم: ۶۵۸ سنن الکبرٰی للبیهقی، باب الاختیار ان یؤثر بزکاة فطره، ج۴ص۱۷۴ رقم: ۷۹۸۵ الاحاد والمثانی ومن خبة بن ادبن طابخة، ج۲ص۳۶۳ رقم: ۱۱۳۶ المعجم

الکبیر للطبرانی، من اسمہ زید بن سہل ابو طلحۃ، ج۵ص۱۰۱، رقم: ۴۷۲۷، سنن ابن ماجہ، باب فضل الصدقۃ، ج۱ص۵۹۱، رقم: ۱۸۴۴)

شرح حدیث: رشتہ دار پر صدقہ

سرکارِ والا تَبار، ہم بیکسوں کے مددگار صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: اس ذاتِ پاک کی قسم جس نے مجھے حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے! اللہ عزوجل قیامت کے دن اس شخص کو عذاب نہ دے گا جس نے یتیم پر رحم کیا، اس سے گفتگو میں نرمی کی اور اس کی یتیمی اور کمزوری پر ترس کھایا اور اللہ عزوجل کے عطا کردہ مال سے اپنے پڑوسی پر فخر نہ کیا، اے امتِ محمد! اس ذات پاک کی قسم جس نے مجھے حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے! اللہ عزوجل اس شخص کا صدقہ قبول نہیں فرماتا جس کے رشتہ دار اس کے حسنِ سلوک کے محتاج ہوں اور وہ صدقہ کو دوسرے لوگوں کی طرف پھیر دے۔ اس ذاتِ پاک کی قسم جس نے مجھے حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے! اللہ عزوجل قیامت کے دن اس پر نظرِ رحمت نہ فرمائے گا۔

(المعجم الاوسط، الحدیث: ۸۸۲۸، ج۶، ص۲۹۶)

حضرت سیدنا بہز بن حکیم علیہ رحمۃ اللہ الکریم اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں: میں نے عرض کی، یا رسول اللہ عزوجل وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم! میں کس کے ساتھ بھلائی کروں؟ تو آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: اپنی ماں کے ساتھ، پھر اپنی ماں، پھر اپنے باپ، پھر اپنے قریبی رشتہ داروں اور پھر دیگر رشتہ داروں کے ساتھ۔

(سنن ابی داؤد، کتاب الادب، باب فی برالوالدین، الحدیث: ۵۱۳۹، ص۱۵۹۹)

شفیعِ روزِ شُمار، دوعالم کے مالک ومختار باذنِ پروردگار عزوجل وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: کوئی آدمی اپنے آقا سے اس کے پاس موجود ضرورت سے زائد چیز مانگے اور وہ اس سے وہ چیز روک لے تو ضرورت سے زائد وہ چیز قیامت کے دن اَلشُّجَاعُ الْاَقْرَعنامی اژدھے کی صورت میں اسے بلائے گی۔

(سنن ابی داؤد، کتاب الادب، باب فی برالوالدین، الحدیث: ۵۱۳۹، ص۱۵۹۹)

امام ابو داؤد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ارشاد فرماتے ہیں: اَقْرَع وہ سانپ ہے جس کے سر کے بال زہر کی وجہ سے جھڑ جائیں۔

حسنِ اخلاق کے پیکر، نبیوں کے تاجور، مَحبوبِ رَبِّ اکبر عزوجل وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: جس شخص کے پاس اس کا چچازاد بھائی آکر اس کے زائد مال میں سے سوال کرے تو وہ انکار کر دے تو اللہ عزوجل قیامت کے دن اس سے اپنا فضل روک لے گا۔ (المعجم الاوسط، الحدیث: ۱۱۹۵، ج۱، ص۳۳۰)

حضرت سیدنا جریر بن عبد اللہ بجلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: جو شخص اپنے کسی قریبی رشتہ دار کے پاس آکر اس کی حاجت سے زائد وہ شئے مانگے جو اسے اللہ عزوجل نے عطا فرمائی ہے لیکن وہ اس پر بخل کرے تو اللہ عزوجل جہنم سے ایک اژدھا نکالے گا جس کا نام شجاع ہوگا وہ

منہ سے زبان نکالے ہوگا پھر وہ اس شخص کے گلے کا طوق بن جائے گا۔ (المعجم الاوسط، الحدیث: ۵۵۹۳، ج۴، ص۱۶۷)

(335) وَ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ: كَانَتْ تَحْتِي امْرَاَةٌ، وَّ كُنْتُ اُحِبُّهَا، وَكَانَ عُمَرُ يَكْرَهُهَا، فَقَالَ لِي: طَلِّقْهَا، فَاَبَيْتُ، فَاَتَى عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَذَكَرَ ذٰلِكَ لَهُ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: طَلِّقْهَا رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میری ایک بیوی تھی میں اس سے محبت کرتا تھا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس کو ناپسند کرتے تھے آپ نے مجھے اس کو طلاق دینے کا حکم دیا میں نے انکار کیا' تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر اس کا ذکر کر دیا تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اس کو طلاق دے دو۔ اس حدیث کو ابوداؤد اور ترمذی نے روایت کیا اور کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ما جاء فی الرجل یسأله ابوه ان یطلق زوجته، ج۲ص۳۹۳ رقم: ۱۱۸۹۔ المستدرک للحاکم، کتاب الطلاق، ج۲ص۲۹۹ رقم: ۲۷۹۸۔ المعجم الکبیر للطبرانی، من اسمه عبدالله بن عمر، ج۱۲ص۳۲۵ رقم: ۱۳۲۸۴۔ سنن ابوداؤد، باب فی بر الوالدین، ج۴ص۳۹۹ رقم: ۵۱۴۰۔ صحیح ابن حبان، باب حق الوالدین، ج۲ص۱۷۰ رقم: ۴۲۷)

شرح حدیث: والدین کا ادب واحترام

اپنی اولاد کو والدین کا ادب بھی سکھایئے۔ حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ سرکارِ مدینہ، فیض گنجینہ، راحتِ قلب وسینہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ ٖالہ وسلَّم نے فرمایا: جس نے اپنے ماں باپ کی فرمانبرداری کی حالت میں صبح کی تو اس کے لئے جنت کے دو دروازے کھول دیئے جاتے ہیں، اور اگر والدین میں سے ایک ہو تو ایک دروازہ کھلتا ہے۔ اور جس نے اس حال میں صبح کی کہ وہ اپنے والدین کا نافرمان ہو تو اس کے لئے جہنم کے دو دروازے کھول دیے جاتے ہیں اور اگر والدین میں سے ایک ہو تو ایک دروازہ کھلتا ہے۔ ایک شخص نے عرض کی: اگرچہ والدین ظلم کریں؟ ارشاد فرمایا: اگرچہ ظلم کریں، اگرچہ ظلم کریں، اگرچہ ظلم کریں۔

(شعب الایمان، باب فی برالوالدین، فصل فی حفظ اللسان...الخ، الحدیث ۷۹۱۶، ج۶، ص۲۰۶)

حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ حضور پاک، صاحبِ لَولاک، سیاحِ افلاک صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ ٖالہ وسلَّم نے فرمایا: جو نیک اولاد اپنے والدین کی طرف محبت کی نگاہ سے دیکھے تو اللہ عزوجل اس کی ہر نگاہ کے بدلے ایک مقبول حج کا ثواب لکھے گا۔ عرض کی گئی: اگرچہ روزانہ سو مرتبہ دیکھے؟ فرمایا: ہاں، اللہ تعالیٰ سب سے بڑا اور پاک ہے۔

(شعب الایمان، کتاب الایمان، باب فی برالوالدین، الحدیث ۷۸۵۹، ج۶، ص۱۸۶)

حضرت سیدنا جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضورِ پاک، صاحبِ لَولاک، سیاحِ افلاک صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ

وآلہ وسلم نے فرمایا: اپنے والدین کے ساتھ نیک سلوک کرو، تمہارے بچے تمہارے ساتھ نیک سلوک کریں گے۔

(المستدرک، کتاب البر والصلۃ، باب بروا آباؤکم، الحدیث ۷۳۴۱، ج ۵، ص ۲۱۴)

حضرت ثابت بنانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ کسی مقام پر ایک آدمی اپنے باپ کو مار رہا تھا۔ لوگوں نے اسے ملامت کی کہ اے نابکار! یہ کیا ہے؟ اس پر باپ بولا: اسے چھوڑ دو کیونکہ میں بھی اسی جگہ اپنے باپ کو مارا کرتا تھا، یہی وجہ ہے کہ میرا بیٹا بھی مجھے اسی جگہ مار رہا ہے، یہ اسی کا بدلہ ہے اسے ملامت مت کرو۔ (تنبیہ الغافلین، باب حق الولد علی الوالد، ص ۶۹)

(336) وَعَنْ اَبِی الدَّرْدَاءِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ: اَنَّ رَجُلًا اَتَاہُ، قَالَ: اِنَّ لِی امْرَاَۃً وَّاِنَّ اُمِّی تَاْمُرُنِی بِطَلَاقِهَا؟ فَقَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، یَقُوْلُ: اَلْوَالِدُ اَوْسَطُ اَبْوَابِ الْجَنَّۃِ، فَاِنْ شِئْتَ، فَاَضِعْ ذٰلِکَ الْبَابَ، اَوِ احْفَظْہُ رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ، وَقَالَ: حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ.

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی ان کے پاس آیا اور اس نے کہا میری ایک بیوی ہے اور میری ماں مجھے طلاق دینے کا حکم دیتی ہے، تو فرمایا میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: والد (جہنم کا سبب بننے والا) جنت کے دروازوں میں سے درمیان والا دروازہ ہے پس تو چاہے تو اس دروازہ کو ضائع کر یا اس کی حفاظت کر۔ اسے امام ترمذی نے روایت کیا اور کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ما جاء من الفضل فی رضا الوالدین، ج۳ص۳۱۱، رقم: ۱۹۰۰، المستدرک للحاکم، کتاب الطلاع، ج۲ص۳۹۹، رقم: ۲۷۹۹، سنن ابن ماجہ، باب الرجل یأمرہ ابوہ بطلاق امرأتہ، ج۱ص۶۷۵، رقم: ۲۰۸۹، صحیح ابن حبان، باب حق الوالدین، ج۲ص۱۶۷، رقم: ۴۲۵، مسند امام احمد، بقیۃ حدیث ابی الدرداء، ج۶ص۴۴۷، رقم: ۲۷۵۶۸)

شرح حدیث: ماں باپ کی خدمت

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں جنت میں داخل ہوا تو میں نے سنا کہ وہاں کوئی شخص قرآن مجید کی قرأت کررہا ہے جب میں نے دریافت کیا کہ قرأت کرنے والا کون ہے؟ تو فرشتوں نے بتایا کہ آپ کے صحابی حارثہ بن نعمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اے میرے صحابیو! دیکھ لو یہ ہے نیکو کاری اور ایسا ہوتا ہے اچھے سلوک کا بدلہ حضرت حارثہ بن نعمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سب لوگوں سے زیادہ بہترین سلوک اپنی ماں کے ساتھ کرتے تھے۔ (شرح السنۃ، کتاب البر والصلۃ، باب بر الوالدین، رقم ۳۳۱۲۔۳۳۱۳، ج ۶، ص ۴۲۶)

اور دوسری حدیث میں ہے کہ خدا کی خوشی باپ کی خوشی میں اور خدا کی ناراضگی باپ کی ناراضگی میں ہے۔

(السنن الترمذی، کتاب البر والصلۃ، باب ما جاء من الفضل فی رضا الوالدین، رقم ۱۹۰۷، ج ۳، ص ۳۶۰)

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جو

شخص اپنے ماں باپ کا فرماں بردار ہوتا ہے اُس کیلئے جنت کے دو دروازے کھل جاتے ہیں اور اگر ماں باپ میں سے کوئی ایک ہی موجود ہو اور وہ ایک ہی کا فرماں بردار ہو تو اس کیلئے جنت کا ایک دروازہ کھل جاتا ہے۔ اور جو شخص اپنے ماں باپ کا نافرمان ہوتا ہے اُس کیلئے جہنم کے دو دروازے کھل جاتے ہیں اور اگر ماں باپ میں سے ایک ہی موجود ہو اور وہ ایک ہی کا نافرمان ہو تو جہنم کا ایک ہی دروازہ اُس کیلئے کھلتا ہے۔ یہ سن کر ایک صحابی نے عرض کیا اگرچہ اُس کے ماں باپ اس پر ظلم کرتے ہوں؟ تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگرچہ اُس کے ماں باپ نے اُس پر ظلم کیا ہو۔ اگرچہ اس کے ماں باپ نے اس پر ظلم کیا ہو۔ اگرچہ اس کے ماں باپ نے اس پر ظلم کیا ہو۔ (اس جملہ کو تین مرتبہ ارشاد فرمایا)

(شعب الایمان للبیہقی، باب فی برالوالدین، فصل فی حفظ حق الوالدین بعد موتھا)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہ وسلم نے تین مرتبہ فرمایا کہ اُس شخص کی ناک مٹی میں مل جائے، اُس شخص کی ناک مٹی میں مل جائے اِن الفاظ کو سن کر کسی صحابی نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہ وسلم! کس کی ناک مٹی میں مل جائے؟ تو حضورِ انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہ وسلم نے فرمایا وہ شخص جو اپنے ماں باپ کو پائے کہ ان میں ایک یا دونوں بڑھاپے میں ہوں پھر وہ اُن کی خدمت کر کے جنت میں نہیں داخل ہوا تو اس کی ناک مٹی میں مل جائے۔ (یعنی وہ ذلیل وخوار اور نامراد ہو جائے۔)

(صحیح مسلم، کتاب البر والصلۃ، باب رغم من ادرک... الخ، الحدیث ۲۵۵۱، ص ۱۳۸۱)

(337) وَعَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: اَلْخَالَةُ بِمَنْزِلَةِ الْاُمِّ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: خالہ ماں کے درجہ میں ہے۔ اس حدیث کو امام ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حسن ہے۔ اس باب میں صحیح میں بہت سی احادیث مشہور ہیں۔

وَفِي الْبَابِ اَحَادِيْثُ كَثِيْرَةٌ فِي الصَّحِيْحِ مَشْهُوْرَةٌ؛ مِنْهَا حَدِيْثُ اَصْحَابِ الْغَارِ، وَحَدِيْثُ جُرَيْجٍ وَقَدْ سَبَقَا، وَاَحَادِيْثُ مَشْهُوْرَةٌ فِي الصَّحِيْحِ حَذَفْتُهَا اِخْتِصَارًا، وَمِنْ اَهَمِّهَا حَدِيْثُ عَمْرِو بْنِ عَبَسَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ الطَّوِيْلُ الْمُشْتَمِلُ عَلٰى جُمَلٍ كَثِيْرَةٍ مِّنْ قَوَاعِدِ الْاِسْلَامِ وَاٰدَابِهِ، وَسَاَذْكُرُهٗ بِتَمَامِهٖ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ تَعَالٰى فِيْ بَابِ الرَّجَاءِ، قَالَ فِيْهِ:

ان میں سے غار والوں کی حدیث اور جریج راہب والی حدیث پیچھے گزر چکی ہیں کچھ احادیث کو میں نے عمداً حذف کر دیا ہے کہ اختصار پیش نظر ہے ان میں سے اہم حضرت عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ والی لمبی حدیث ہے جو کہ بہت سے قواعد اسلام پر اور آداب پر مشتمل ہے میں عنقریب اس پوری حدیث کو باب الرجاء میں ذکر کروں گا اس میں ہے کہ میں مکہ میں نبی اکرم ﷺ کے ہاں (یعنی

دَخَلْتُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَكَّةَ - يَعْنِي: فِي أَوَّلِ النُّبُوَّةِ - فَقُلْتُ لَهُ: مَا أَنْتَ؟ قَالَ: نَبِيٌّ، فَقُلْتُ: وَمَا نَبِيٌّ؟ قَالَ: أَرْسَلَنِي اللهُ تَعَالَى، فَقُلْتُ: بِأَيِّ شَيْءٍ أَرْسَلَكَ؟ قَالَ: أَرْسَلَنِي بِصِلَةِ الْأَرْحَامِ وَكَسْرِ الْأَوْثَانِ، وَأَنْ يُوَحَّدَ اللهُ لَا يُشْرَكُ بِهِ شَيْءٌ... وَذَكَرَ تَمَامَ الْحَدِيثِ. وَاللهُ أَعْلَمُ.

ابتدائی دورِ نبوت میں) داخل ہوا میں نے عرض کیا: آپ کون ہیں؟ فرمایا: نبی۔ میں نے پوچھا: نبی کیا ہوتا ہے؟ فرمایا: مجھے اللہ تعالیٰ نے بھیجا ہے۔ میں نے کہا: کس چیز کے ساتھ؟ فرمایا: صلہ رحمی اور بت شکنی کے لئے اور اللہ کی توحید کے لئے کہ کسی کو اس کا شریک نہ بنایا جائے پوری حدیث ذکر فرمائی اور اللہ ہی زیادہ علم والا ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ما جاء فی اکرام صدیق الوالد، ج۲ص۳۱۳، رقم: ۱۹۰۴، صحیح بخاری، باب کم اعتمر النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ج۲ص۶۳۰، رقم: ۱۶۸۵، سنن ابوداؤد، باب من احق بالولد، ج۲ص۲۵۲، رقم: ۲۲۸۲، مسند امام احمد، مسند علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ، ج۱ص۱۱۵، رقم: ۹۳۱، مسند ابی یعلی، مسند علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ، ج۱ص۲۲۵، رقم: ۴۰۵)

شرح حدیث: عمرۃ القضاء

چونکہ حدیبیہ کے صلح نامہ میں ایک دفعہ یہ بھی تھی کہ آئندہ سال حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مکہ آ کر عمرہ ادا کریں گے اور تین دن مکہ میں ٹھہریں گے۔ اس دفعہ کے مطابق ماہ ذوالقعدہ ۷ھ میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عمرہ ادا کرنے کے لئے مکہ روانہ ہونے کا عزم فرمایا اور اعلان کرا دیا کہ جو لوگ گزشتہ سال حدیبیہ میں شریک تھے وہ سب میرے ساتھ چلیں۔ چنانچہ بجز ان لوگوں کے جو جنگ خیبر میں شہید یا وفات پا چکے تھے سب نے یہ سعادت حاصل کی۔

جب رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خاص حرم کعبہ میں داخل ہوئے تو کچھ کفار قریش مارے جلن کے اس منظر کی تاب نہ لا سکے اور پہاڑوں پر چلے گئے۔ مگر کچھ کفار اپنے دار الندوہ (کمیٹی گھر) کے پاس کھڑے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر بادۂ توحید و رسالت سے مست ہونے والے مسلمانوں کے طواف کا نظارہ کرنے لگے اور آپس میں کہنے لگے کہ یہ مسلمان بھلا کیا طواف کریں گے؟ ان کو تو بھوک اور مدینہ کے بخار نے کچل کر رکھ دیا ہے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مسجد حرام میں پہنچ کر اضطباع کر لیا۔ یعنی چادر کو اس طرح اوڑھ لیا کہ آپ کا داہنا شانہ اور بازو کھل گیا اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خدا اس پر اپنی رحمت نازل فرمائے جو ان کفار کے سامنے اپنی قوت کا اظہار کرے۔ پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ساتھ شروع کے تین پھیروں میں شانوں کو ہلا ہلا کر اور خوب اکڑتے ہوئے چل کر طواف کیا۔ اس کو عربی زبان میں رمل کہتے ہیں۔ چنانچہ یہ سنت آج تک باقی ہے اور قیامت تک باقی رہے گی کہ ہر طواف کعبہ کرنے والا شروع طواف کے تین پھیروں میں رمل کرتا ہے۔

(المواھب اللدنیۃ مع شرح الزرقانی، باب عمرۃ القضاء، ج۳، ص۳۱۶۔۳۲۳ ملخصاً)

حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صاحبزادی

تین دن کے بعد کفار مکہ کے چند سردار حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آئے اور کہا کہ شرط پوری ہوچکی۔اب آپ لوگ مکہ سے نکل جائیں۔حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بارگاہ نبوت میں کفار کا پیغام سنایا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اسی وقت مکہ سے روانہ ہوگئے۔ چلتے وقت حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک چھوٹی صاحبزادی جن کا نام امامہ تھا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو چچا چچا کہتی ہوئی دوڑی آئیں۔حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جنگِ اُحد میں شہید ہو چکے تھے۔ان کی یہ یتیم چھوٹی بچی مکہ میں رہ گئی تھیں۔جس وقت یہ بچی آپ کو پکارتی ہوئی دوڑی آئیں تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنے شہید چچا جان کی اس یادگار کو دیکھ کر پیار آ گیا۔اس بچی نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بھائی جان کہنے کی بجائے چچا جان اس رشتہ سے کہا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے رضائی بھائی ہیں، کیونکہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اور حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ثویبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا دودھ پیا تھا۔جب یہ صاحبزادی قریب آئیں تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آگے بڑھ کر ان کو اپنی گود میں اٹھالیا لیکن اب ان کی پرورش کے لئے تین دعویدار کھڑے ہوگئے۔حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ کہا کہ یارسول اللہ! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یہ میری چچازاد بہن ہے اور میں نے اس کو سب سے پہلے اپنی گود میں اٹھالیا ہے اس لئے مجھ کو اس کی پرورش کا حق ملنا چاہے۔حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ گزارش کی کہ یارسول اللہ! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یہ میری چچازاد بہن بھی ہے اور اس کی خالہ میری بیوی ہے اس لئے اس کی پرورش کا میں حقدار ہوں۔حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یہ میرے دینی بھائی حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی لڑکی ہے اس لئے میں اس کی پرورش کروں گا۔تینوں صاحبوں کا بیان سن کر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ فیصلہ فرمایا کہ خالہ ماں کے برابر ہوتی ہے لہٰذا یہ لڑکی حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پرورش میں رہے گی۔پھر تینوں صاحبوں کی دلداری و دل جوئی کرتے ہوئے رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا کہ اے علی! تم مجھ سے ہو اور میں تم سے ہوں۔اور حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ اے جعفر! تم سیرت وصورت میں مجھ سے مشابہت رکھتے ہو۔اور حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ فرمایا کہ اے زید! تم میرے بھائی اور میرے مولیٰ (آزاد کردہ غلام) ہو۔

(صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب عمرۃ القضائ۔۔۔الخ، الحدیث ۴۲۵۱، ج ۳، ص ۹۴) (والمواھب اللدنیۃ وشرح الزرقانی، باب عمرۃ القضائ، ج ۳، ص ۳۲۵، ۳۲۶ ملخصاً)

41-بَابُ تَحْرِيمِ الْعُقُوقِ وَقَطِيعَةِ الرَّحِمِ — والدین کی نافرمانی اور قطع رحمی کی حرمت

قَالَ اللهُ تَعَالیٰ: (فَهَلْ عَسَيْتُمْ اِنْ تَوَلَّيْتُمْ — اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: تم اگر اقتدار والے بن

اَنْ تُفْسِدُوْا فِی الْاَرْضِ وَتُقَطِّعُوْا اَرْحَامَكُمْ اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فَاَصَمَّهُمْ وَاَعْمٰی اَبْصَارَهُمْ) (محمد: 22-23)

جاؤ تو اس بات کے قریب ہو جاؤ کہ تم زمین میں فساد برپا کرو گے اور رشتہ داریاں کاٹو گے ایسے لوگ وہ ہیں کہ ان پر اللہ تعالیٰ نے لعنت فرمائی ان کو بہرہ کر دیا اور ان کی آنکھوں کو اندھا کر دیا۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: (وَالَّذِیْنَ یَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْ بَعْدِ مِیْثَاقِهٖ وَیَقْطَعُوْنَ مَا اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖ اَنْ یُّوْصَلَ وَیُفْسِدُوْنَ فِی الْاَرْضِ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ سُوْٓءُ الدَّارِ) (الرعد: 25).

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: جو اللہ تعالیٰ کے وعدہ کو پختہ کرنے کے بعد توڑ دیتے ہیں اور جس چیز کو ملانے کو حکم ہے اس کو کاٹ دیتے ہیں اور زمین میں فساد برپا کرتے ہیں ان پر لعنت ہے اور ان کے لیے بُرا گھر ہے۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: (وَقَضٰی رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِیَّاهُ وَبِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا اِمَّا یَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَآ اَوْ كِلٰهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِیْمًا وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّیٰنِیْ صَغِیْرًا) (الإسراء: 23-24).

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: تیرے ربّ نے فیصلہ فرمایا کہ صرف اسی کی عبادت کرو اور والدین سے بھلائی کرو اگر وہ دونوں یا ان میں سے ایک تیرے پاس بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو ان کو اُف کہو نہ تم ان کو جھڑکو ان کی عزت کرو ان کے لئے رحمت سے نرمی کا پہلو جھکا دیا کرو اور کہو: اے میرے ربّ ان دونوں پر رحم فرما جس طرح انہوں نے بچپن میں میری پرورش کی ہے۔

شرح: حضرتِ صدرالاُ فاضل سیّدُ نا مولینا محمد نعیم الدین مُراد آبادی علیہ رحمۃ اللہ الھادی خزائنُ العرفان میں اس کے تحت لکھتے ہیں:

مسئلہ: ماں باپ کو ان کا نام لے کر نہ پکارے یہ خلافِ ادب ہے اور اس میں ان کی دل آزاری ہے لیکن وہ سامنے نہ ہوں تو ان کا ذکر نام لے کر کرنا جائز ہے۔

مسئلہ: ماں باپ سے اس طرح کلام کرے جیسے غلام وخادم آقا سے کرتا ہے۔ یعنی بہ نرمی وتواضع پیش آ اور ان کے ساتھ تھکے وقت میں شفقت ومحبت کا برتاؤ کر کہ انہوں نے تیری مجبوری کے وقت تجھے محبت سے پرورش کیا تھا اور جو چیز انہیں درکار ہو وہ ان پر خرچ کرنے میں دریغ نہ کر۔

مدعا یہ ہے کہ دنیا میں بہتر سلوک اور خدمت میں کتنا بھی مبالغہ کیا جائے لیکن والدین کے احسان کا حق ادا نہیں ہوتا، اسلئے بندے کو چاہیے کہ بارگاہِ الٰہی میں ان پر فضل ورحمت فرمانے کی دعا کرے اور عرض کرے کہ یاربّ میری خدمتیں

ان کے احسان کی جزا نہیں ہوسکتیں تو ان پر کرم کر کہ ان کے احسان کا بدلہ ہو۔

مسئلہ: اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ مسلمان کے لئے رحمت و مغفرت کی دعا جائز اور اسے فائدہ پہنچانے والی ہے، مُردوں کے ایصالِ ثواب میں بھی ان کے لئے دعائے رحمت ہوتی ہے لہٰذا اس کے لئے یہ آیت اصل ہے۔

مسئلہ: والدین کافر ہوں تو ان کے لئے ہدایت و ایمان کی دعا کرے کہ یہی ان کے حق میں رحمت ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ والدین کی رضا میں اللہ تعالٰی کی رضا اور ان کی ناراضی میں اللہ تعالٰی کی ناراضی ہے، دوسری حدیث میں ہے والدین کا فرمانبردار جہنمی نہ ہوگا اور ان کا نافرمان کچھ بھی عمل کرے گرفتارِ عذاب ہوگا، ایک اور حدیث میں ہے سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا والدین کی نافرمانی سے بچو اس لئے کہ جنّت کی خوشبو ہزار برس کی راہ تک آتی ہے اور نافرمان وہ خوشبو نہ پائے گا، نہ قاطعِ رحم، نہ بوڑھا زناکار، نہ تکبّر سے اپنی ازار ٹخنوں سے نیچے لٹکانے والا۔ (خزائن العرفان)

(338) وَعَنْ اَبِیْ بَکْرَةَ نُفَیْعِ بْنِ الْحَارِثِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: اَلَا اُنَبِّئُکُمْ بِاَکْبَرِ الْکَبَائِرِ؟ - ثلاثًا - قُلْنَا: بَلٰی، یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، قَالَ: اَلْاِشْرَاكُ بِاللّٰهِ، وَعُقُوْقُ الْوَالِدَیْنِ، وَکَانَ مُتَّکِئًا فَجَلَسَ، فَقَالَ: اَلَا وَقَوْلُ الزُّوْرِ وَشَهَادَةُ الزُّوْرِ فَمَا زَالَ یُکَرِّرُهَا حَتّٰی قُلْنَا: لَیْتَهٗ سَکَتَ. مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ.

حضرت ابوبکر نفیع بن حارث رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا میں تم کو سب سے بڑے کبیرہ گناہ کی خبر نہ دوں۔ یہ آپ نے تین دفعہ فرمایا: ہم نے عرض کیا: کیوں نہیں۔ یارسول اللہ! فرمایا: اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرانا' والدین کی نافرمانی کرنا اور آپ بیٹھے تھے کہ سیدھے بیٹھ گئے اور فرمایا خبردار جھوٹی بات اور جھوٹی گواہی آپ کا تکرار کرتے رہے حتیٰ کہ ہم نے کہا: کاش آپ خاموش ہو جائیں'' (تو بہتر ہے کہ رسول اللہ ﷺ پر مشقت محسوس ہوتی تھی)''۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب عقوق الوالدین من الکبائر، ج۸ص۴، رقم: ۵۹۷۶، صحیح مسلم، باب بیان الکبائر واکبرھا، ج۱ص۶۴، رقم: ۲۶۹، مسند امام احمد بن حنبل، حدیث ابی بکرۃ، ج۵ص۳۶، رقم: ۲۰۴۰۱، اطراف المسند المعتلی، من مسند ابی بکرۃ الثقفی، ج۶ص۱۰۷، رقم: ۷۸۶۳)

شرح حدیث: والدین کی نافرمانی کی مذمت پر احادیث مبارکہ

(۱) شہنشاہِ خوش خِصال، پیکرِ حُسن و جمال، دافعِ رنج و مَلال، صاحبِ جُودو نوال، رسولِ بے مثال، بی بی آمنہ کے لال صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ عالیشان ہے: اگر کلامِ عرب میں لفظِ اُف کے علاوہ کوئی اور ایسا لفظ ہوتا جس میں لفظ اُف کی بجائے کم تکلیف کا معنی پایا جاتا تو اللہ عزوجل یہ نہ فرماتا: فَلَا تَقُلْ لَّهُمَاۤ اُفٍّ (بلکہ وہی کم تکلیف والا لفظ فرمایا جاتا) بے شک اللہ تبارک وتعالٰی نے والدین کے ساتھ حسنِ سلوک کرنے کا تاکیدی حکم ارشاد فرمایا ہے۔

(۲) سرکارِ والاتبار، ہم بے کسوں کے مددگار، شفیعِ روزِ شُمار، دو عالَم کے مالک و مختار، حبیبِ پروردگار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ عبرت نشان ہے: والدین کا نافرمان اگرچہ روزہ رکھے اور نماز پڑھے یہاں تک کہ وہ اس (نماز وروزہ) میں یکتا و منفرد ہو جائے اور اس کا انتقال اس حال میں ہو کہ اس کے والدین اس پر ناراض ہوں تو وہ اللہ عزوجل سے اس حال میں ملے گا کہ اللہ عزوجل اس پر غضب فرمائے گا۔

(۳) تاجدارِ رسالت، شہنشاہِ نُبوت، مخزنِ جود و سخاوت، پیکرِ عظمت و شرافت، محبوبِ ربُّ العزت، محسنِ انسانیت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے: جہنم میں والدین کے نافرمان اور شیطان کے درمیان صرف ایک درجہ کا فرق ہوگا۔

(۴) اللہ کے محبوب، دانائے غُیوب، مُنَزَّہٌ عَنِ الْعُیوب عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ عبرت نشان ہے: شبِ معراج مجھے آسمان کی سیر کرائی گئی میں نے دیکھا کہ کچھ لوگ آگ کی شاخوں پر لٹکے ہوئے ہیں، میں نے اَمینِ وحی حضرت جبرائیل علیہ السلام سے پوچھا: اے میرے بھائی جبرائیل! یہ کون لوگ ہیں؟ انہوں نے عرض کی: یہ والدین کے نافرمان ہیں۔

(۵) حُسنِ اَخلاق کے پیکر، نبیوں کے تاجور، محبوبِ ربِّ اَکبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ عالیشان ہے: جس نے اپنے والدین کو گالی دی اس کے سر پر جہنم میں اس قدر آگ کے انگارے برسیں گے جس قدر آسمان سے زمین پر بارش کے قطرے برستے ہیں۔

ہم اللہ عزوجل کی ناراضگی، جہنم کی آگ اور اس میں داخل کرنے والے ہر عمل سے اللہ عزوجل کی پناہ مانگتے ہیں۔

(قُرَّۃُ الْعُیُوْنِ وَمُفَرِّحُ الْقَلْبِ الْمَحْزُوْن مؤلف فقیہ ابو اللیث نصر بن محمد سمرقندی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ صفحہ ۹۵۔۹۶)

جھوٹی بات

حسنِ اخلاق کے پیکر، نبیوں کے تاجور، محبوبِ ربِّ اکبر عزوجل وصلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم کا فرمانِ عالیشان ہے: کیا میں تمہیں سب سے بڑے کبیرہ گناہ کے بارے میں نہ بتاؤں؟ وہ گناہ اللہ عزوجل کے ساتھ شرک کرنا اور والدین کی نافرمانی کرنا ہے۔ نبیٔ کریم، رءُوف رحیم صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم یہ بات ارشاد فرماتے وقت حالتِ احتباء میں (یعنی گھٹنے کھڑے کرکے کپڑے کے ذریعے پیٹھ اور گھٹنوں کو باندھ کر) تشریف فرما تھے، یہ بات ارشاد فرمانے کے بعد نبیٔ مُکرَّم، نُورِ مُجسَّم، شاہِ بنی آدم صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم نے وہ کپڑا کھول دیا پھر اپنی زبانِ حق ترجمان کو پکڑ کر ارشاد فرمایا سن لو اور جھوٹی بات کرنا بھی (کبیرہ گناہ ہے)۔ (مجمع الزوائد، کتاب الایمان، باب فی الکبائر، الحدیث: ۳۸۳، ج۱، ص ۲۹۲)

(339) وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: اَلْكَبَائِرُ: اَلْاِشْرَاكُ بِاللّٰهِ، وَعُقُوْقُ الْوَالِدَيْنِ،

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص ﷠ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: کبیرہ گناہ یہ ہے اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرانا' والدین کی نافرمانی کرنا' کسی کو قتل

وَقَتْلُ النَّفْسِ، وَالْيَمِيْنُ الْغَمُوْسُ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ۔

کرنا اور جھوٹی قسم کھانا۔ (بخاری)

اَلْيَمِيْنُ الْغَمُوْسُ : اَلَّتِيْ يَحْلِفُهَا كَاذِبًا عَامِدًا، سُمِّيَتْ غَمُوْسًا، لِاَنَّهَا تَغْمِسُ الْحَالِفَ فِي الْاِثْمِ۔

الیمین الغموس: جان بوجھ کر جھوٹی قسم کھانا اس کا نام غموس رکھا گیا۔ کیونکہ یہ اٹھانے والے کو گناہ میں ڈبو دیتی ہے۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب الیمین الغموس، ج۸ص۱۳۷، رقم: ۶۶۷۵سنن ترمذی، باب ومن سورة النساء، ج۵ص۲۳۶، رقم: ۳۰۲۰المعجم الاوسط للطبرانی، من اسمه بکر، ج۳ص۳۰۵، رقم: ۳۲۳۷صحیح ابن حبان، کتاب الحظر والاباحة، ج۱۲ص۳۷۴، رقم: ۵۵۶۳مسند امام احمد، مسند عبداللہ بن عمرو، ج۲ص۲۰۱، رقم: ۶۸۸۴)

شرح حدیث: شرک

شرک اکبرالکبائر یعنی تمام بڑے بڑے گناہوں میں سب سے زیادہ بڑا گناہ ہے۔ اِس کے بارے میں خداوندِ قدوس نے قرآن مجید میں فرمایا کہ

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ ۚ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدِ افْتَرٰٓى اِثْمًا عَظِيْمًا O

ترجمہ کنزالایمان: بے شک اللہ اسے نہیں بخشتا کہ اس کے ساتھ کفر کیا جائے اور کفر سے نیچے جو کچھ ہے جسے چاہے معاف فرمادیتا ہے اور جس نے خدا کا شریک ٹھہرایا اس نے بڑے گناہ کا طوفان باندھا۔

(پ5، النساء: 48)

اسی طرح دوسری آیت میں ارشاد فرمایا کہ

وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا بَعِيْدًا O

ترجمہ کنزالایمان: اور جو اللہ کا شریک ٹھہرائے وہ دور کی گمراہی میں پڑا۔ (پ5، النساء: 116)

شرک کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا اعلان ہے کہ وہ اِس گناہ کو کبھی بھی نہ بخشے گا۔ باقی شرک کے سوا دوسرے تمام گناہوں کو جس کیلئے وہ چاہے گا بخش دے گا اور مشرک ہمیشہ ہمیشہ کیلئے ضرور جہنم میں جائے گا۔ مشرک کی کوئی عبادت مقبول نہیں۔ بلکہ عمر بھر کی عبادت شرک کرنے سے غارت و برباد ہوجاتی ہے چنانچہ قرآن مجید میں ہے کہ

لَئِنْ اَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ

ترجمہ کنزالایمان: کہ اے سننے والے اگر تو نے اللہ کا شریک کیا تو ضرور تیرا سب کیا دھرا اکارت جائے گا

(پ24، الزمر: 65)

حدیث: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی

اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہٖ وسلم سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہٖ وسلم کون سا گناہ اللہ عزوجل کے نزدیک سب سے زیادہ بڑا ہے؟ تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: یہ ہے کہ تم اللہ عزّوجل کیلئے کوئی شریک ٹھہراؤ حالانکہ اسی نے تم کو پیدا کیا ہے۔ (صحیح البخاری، کتاب التوحید، باب قول اللہ یاایھا الرسول ... الخ، الحدیث ۷۵۳۲، ج ۴، ص ۵۸۸)

اِن کے علاوہ دوسری بہت سی آیات اور حدیثیں بھی شرک کی ممانعت میں وارد ہوئی ہیں۔ لہٰذا جہنم کے عذاب سے بچنے کیلئے شرک سے بچنا انتہائی ضروری ہے۔

والدین کا نافرمان

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہٖ وسلم نے تین مرتبہ فرمایا کہ اُس شخص کی ناک مٹی میں مل جائے، اُس شخص کی ناک مٹی میں مل جائے اِن الفاظ کو سن کر کسی صحابی نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہٖ وسلم! کس کی ناک مٹی میں مل جائے؟ تو حضورِ انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہٖ وسلم نے فرمایا وہ شخص جو اپنے ماں باپ کو پائے کہ ان میں ایک یا دونوں بڑھاپے میں ہوں پھر وہ اُن کی خدمت کر کے جنت میں نہیں داخل ہوا تو اس کی ناک مٹی میں مل جائے۔ (یعنی وہ ذلیل وخوار اور نامراد ہو جائے۔)

(صحیح مسلم، کتاب البر والصلۃ، باب رغم من ادرک... الخ، الحدیث ۲۵۵۱، ص ۱۳۸۱)

مسلمان کا قتل

قرآن مجید میں ہے کہ

وَمَنۡ يَّقۡتُلۡ مُؤۡمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ خٰلِدًا فِيۡهَا وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَلَعَنَهٗ وَاَعَدَّ لَهٗ عَذَابًا عَظِيۡمًا ۝

ترجمہ کنزالایمان: اور جو کوئی مسلمان کو جان بوجھ کر قتل کرے تو اس کا بدلہ جہنم ہے کہ مدتوں اس میں رہے اور اللہ نے اس پر غضب کیا اور اس پر لعنت کی اور اس کیلئے تیار رکھا بڑا عذاب۔ (پ5، النساء: 93)

مسلمان کا خونِ ناحق کرنا یہ بھی جہنم میں لے جانے والا گناہ کبیرہ ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ دنیا کا ہلاک ہو جانا اللہ کے نزدیک ایک مسلمان کے قتل ہونے سے ہلکا ہے۔ (تفسیر خزائن العرفان، پ ۵، النساء: ۹۳)

(340) وَعَنۡهُ اَنَّ رَسُوۡلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: مِنَ الۡكَبَائِرِ شَتۡمُ الرَّجُلِ وَالِدَيۡهِ!، قَالُوۡا: يَا رَسُوۡلَ اللّٰهِ، وَهَلۡ يَشۡتُمُ الرَّجُلُ وَالِدَيۡهِ؟! قَالَ: نَعَمۡ. يَسُبُّ اَبَا الرَّجُلِ، فَيَسُبُّ اَبَاهُ، وَيَسُبُّ اُمَّهٗ، فَيَسُبُّ اُمَّهٗ مُتَّفَقٌ عَلَيۡهِ.

انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہ کبائر میں سے ہے کہ آدمی اپنے والدین کو گالی دے صحابہ کرام ﷺ نے عرض کیا۔ یارسول اللہ! کیا کوئی اپنے والدین کو کوئی گالی دیتا ہے؟ فرمایا ہاں دوسرے کے باپ کو گالی دینا جواب میں وہ اس کے باپ کو گالی دے

یہ اس کی ماں کو گالی دے جواب میں وہ اس کی ماں کو گالی دے۔ (متفق علیہ)

وَفِيْ رِوَايَةٍ: إِنَّ مِنْ أَكْبَرِ الْكَبَائِرِ أَنْ يَّلْعَنَ الرَّجُلُ وَالِدَيْهِ! قِيْلَ: يَا رَسُوْلَ اللهِ، كَيْفَ يَلْعَنُ الرَّجُلُ وَالِدَيْهِ؟! قَالَ: يَسُبُّ أَبَا الرَّجُلِ، فَيَسُبُّ أَبَاهُ، وَيَسُبُّ أُمَّهُ، فَيَسُبُّ أُمَّهُ۔

اور ایک روایت میں ہے کہ زیادہ بڑے کبیرہ گناہوں میں سے یہ ہے کہ آدمی اپنے والدین کو لعنت کرے عرض کیا گیا: یارسول اللہ! کس طرح آدمی اپنے والدین کو لعنت کرتا ہے' فرمایا: یہ دوسرے کے باپ کو گالی دے جواب میں وہ اس کے والد کو گالی دے یہ اس کی ماں کو گالی دے جواب میں وہ اس کی ماں کو گالی دے۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب لا یسب الرجل والدیه، ج۴ص۳، رقم: ۵۹۷۳، صحیح مسلم، باب بیان الکبائر واکبرھا، ج۱ص۶۴، رقم: ۲۷۳، سنن الکبریٰ للبیھقی، باب شھادۃ اھل العصبیة، ج۱۰ص۲۳۵، رقم: ۲۱۶۱۶، مصنف ابن ابی شیبة، باب من قال لا نسب احدا او لا تلعنه، ج۵ص۳۲۸، رقم: ۲۶۵۷۶)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

(یعنی ایک طرح سے) اپنے ماں باپ کو یا ان میں سے ایک کو گالی دیتا ہے (اور صحابہ نے) فرمایا ہاں یہ بات عقل کے خلاف ہے کہ کوئی بیٹا اپنے ماں باپ کو گالی دے سبحان اللہ! وہ زمانہ قدوسیوں کا تھا کہ یہ جرم ان کی عقل میں نہ آتا تھا اب تو کھلم کھلا نالائق لوگ اپنے ماں باپ کو گالیاں دیتے ہیں ذرا شرم نہیں کرتے۔

خیال رہے کہ سب ہر قسم کے برا کہنے کو کہتے ہیں گالی ہو یا اور کچھ مگر شتم گالی کو کہا جاتا ہے، کبھی سب بمعنی شتم آتا ہے اور شتم بمعنی سب، کسی سے کہا تیرا باپ احمق ہے یہ ہے سب، کسی سے کہا تیرا باپ زانی ہے حرامی ہے یہ ہے شتم۔ مطلب یہ ہے کہ کسی کے بزرگوں کو تم برا نہ کہو تا کہ وہ تمہارے بزرگوں کو برا نہ کہے، یہ ہی حکم اولاد و عزیزوں کے متعلق ہے تم کسی کی بیٹی بہن بھانجی کو گالی نہ دو تا کہ وہ تمہاری بیٹی بہن بھانجی کو گالی نہ دے جیسے کہو گے ویسی سنو گے بہت اعلیٰ اخلاق کی تعلیم ہے کسی نے کیا خوب کہا۔ شعر

گر مادر خویش دوست داری ٭ دشنام مکن بہ مادر من

ابن ابی الدنیا میں بروایت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ مرفوعًا ہے کہ کسی مسلمان کی آبروریزی کرنا اسے بہتان لگانا گناہ کبیرہ میں سے ہے۔ (مرقات) (مرآۃ المناجیح، ج۶، ص۶۶۰)

اللہ کی لعنت

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: اللہ کی لعنت اس پر جو اپنے ماں باپ کو گالی دے (ابن حبان نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اسے روایت کیا۔)

(الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان، کتاب الحدود، باب الزنا وحدہ، الحدیث: ۴۴۰۰، ج ۴، ص ۲۹۹)

(341) وَعَنْ اَبِیْ مُحَمَّدٍ جُبَیْرِ بْنِ مُطْعِمٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: لَا یَدْخُلُ الْجَنَّةَ قَاطِعٌ قَالَ سُفْیَانُ فِیْ رِوَایَتِهٖ: یَعْنِیْ: قَاطِعَ رَحِمٍ. مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ.

حضرت ابو محمد جبیر بن مطعم ﷛ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: رشتہ داری کاٹنے والا جنت میں داخل نہ ہوگا۔ سفیان راوی نے اپنی روایت میں وضاحت کی کہ آپ کا ارادہ قاطع رحم کا تھا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب اثم القاطع، ج۴ص۵، رقم: ۵۹۸۴ صحیح مسلم، باب صلة الرحم وتحریم قطیعتها، ج۸ص۷، رقم: ۶۶۸۴ سنن ابوداؤد، باب فی صلة الرحم، ج۲ص۶۰، رقم: ۱۶۹۸ الاداب للبیهقی، باب فی صلة الرحم، ج۱ص۷، رقم: ۸ المعجم الاوسط للطبرانی، من اسمه مفضل، ج۹ص۸۰، رقم: ۹۱۸۶)

شرح حدیث: رشتہ داریوں کو کاٹ دینا

اللہ تعالیٰ نے خاندانی وسسرالی رشتہ داریوں کو اپنی نعمت بتایا ہے جس سے انسانوں کو نوازا ہے اور یہ حکم دیا ہے کہ تم رشتہ داریوں کو جانو پہچانو اور ان رشتہ داروں کے ساتھ اچھا سلوک اور نیک برتاؤ کرتے رہو اور اللہ تعالیٰ نے ان رشتہ داروں سے بگاڑ اور قطع تعلق کو حرام فرمایا ہے۔ اور حکم دیا ہے کہ ان رشتہ داریوں کو نہ کاٹو۔ یعنی ایسا مت کرو کہ بھائیوں اور بہنوں، چچاؤں، پھوپھیوں، بھتیجوں، بھانجوں اور نواسوں وغیرہ سے اس طرح کا بگاڑ کر لو کہ یہ کہہ دو کہ تم میری بہن نہیں اور میں تمہارا بھائی نہیں اور یہ کہہ کر بالکل رشتہ داری کا تعلق ختم کر لو۔ ایسا کرنے کو قطع رحم اور رشتہ کاٹنا کہتے ہیں۔ یہ شریعت میں حرام اور بڑا سخت گناہ کا کام ہے اور اس کی سزا جہنم کا دردناک عذاب ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا:

فَهَلْ عَسَیْتُمْ اِنْ تَوَلَّیْتُمْ اَنْ تُفْسِدُوْا فِی الْاَرْضِ وَ تُقَطِّعُوْۤا اَرْحَامَكُمْ ۝ اُولٰٓىٕكَ الَّذِیْنَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فَاَصَمَّهُمْ وَ اَعْمٰۤى اَبْصَارَهُمْ ۝

ترجمہ کنز الایمان: تو کیا تمہارے یہ لچھن نظر آتے ہیں کہ اگر تمہیں حکومت ملے تو زمین میں فساد پھیلاؤ اور اپنے رشتے کاٹ دو یہ ہیں وہ لوگ جن پر اللہ نے لعنت کی اور انہیں حق سے بہرا کر دیا اور ان کی آنکھیں پھوڑ دیں۔ (پ26، محمد: 22-23)

اسی طرح حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم نے فرمایا:

حضرت عبداللہ بن ابی اوفی نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہٖ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اُس قوم پر رحمت نہیں نازل ہوتی جس قوم میں کوئی رشتہ داریوں کو کاٹنے والا موجود ہے۔ (مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الآداب، باب البر والصلۃ، الفصل الثانی، الحدیث: ۴۹۳۱، ج ۳، ص ۶۱۔ شعب الایمان للبیھقی، باب فی صلۃ الارحام، الحدیث ۷۹۶۲، ج ۶، ص ۲۲۳)

حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہٖ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں اللہ ہوں اور میں رحمن ہوں، میں نے رشتوں کو پیدا کیا ہے۔ اور اپنے نام سے اس کے نام کو مشتق کیا ہے۔ تو جو شخص رشتہ کو ملائے گا میں اس کو ملاؤں گا اور جو اس کو کاٹ دے گا۔ میں اس کو کاٹ دوں گا۔

(سنن الترمذی، کتاب البر والصلۃ، باب ماجاء فی قطیعۃ الرحم، الحدیث ۱۹۱۴، ج ۳، ص ۳۶۳)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہٖ وسلم نے فرمایا ہے کہ تم لوگ اپنے نسب ناموں کو جان لو۔ تاکہ اس کی وجہ سے تم اپنے رشتہ داروں کے ساتھ نیک سلوک کرو۔ یقین جانو کہ رشتہ داروں کے ساتھ نیک سلوک کرنا یہ گھر والوں میں محبت اور مال میں زیادتی، اور عمر میں درازی کا سبب ہے۔

(سنن الترمذی، کتاب البر والصلۃ، باب ماجاء فی تعلیم النسب، الحدیث ۱۹۸۶، ج ۳، ص ۳۹۴)

(342) وَعَنْ اَبِيْ عِيْسَى الْمُغِيْرَةَ بْنِ شُعْبَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى حَرَّمَ عَلَيْكُمْ: عُقُوْقَ الْاُمَّهَاتِ، وَمَنْعًا وهاتِ، وَوَأْدَ الْبَنَاتِ، وكَرِهَ لَكُمْ: قِيْلَ وَقَالَ، وَ كَثْرَةَ السُّؤَالِ، وَاِضَاعَةَ الْمَالِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

حضرت ابو عیسیٰ مغیرہ بن شعبہ ﷺ سے روایت ہے کہ حدیث ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے تم پر ماؤں کی نافرمانی اور روکنا اور لینا اور بیٹیوں کو زندہ درگور کرنا حرام کیا ہے اور فضول بحث کو اور سوالات کی کثرت کو اور مال ضائع کرنے کو مکروہ بنایا ہے۔ (متفق علیہ)

قَوْلُهٗ: مَنْعًا مَعْنَاهُ: مَنْعُ مَا وَجَبَ عَلَيْهِ، وَ هَاتِ: طَلَبُ مَا لَيْسَ لَهٗ۔ وَ وَأْدَ الْبَنَاتِ مَعْنَاهُ: دَفْنُهُنَّ فِي الْحَيَاةِ، وَ قِيْلَ وَقَالَ مَعْنَاهُ: الْحَدِيْثُ بِكُلِّ مَا يَسْمَعُهٗ، فَيَقُوْلُ: قِيْلَ كَذَا، وقَالَ فُلَانٌ كَذَا مِمَّا لَا يَعْلَمُ صِحَّتَهٗ، وَلَا يَظُنُّهَا، وَ كَفٰى بِالْمَرْءِ كَذِبًا اَنْ يُّحَدِّثَ بِكُلِّ مَا سَمِعَ۔ وَ اِضَاعَةُ الْمَالِ: تَبْذِيْرُهٗ وَصَرْفُهٗ فِيْ غَيْرِ الْوُجُوْهِ الْمَاْذُوْنِ فِيْهَا مِنْ مَقَاصِدِ الْاٰخِرَةِ وَالدُّنْيَا، وَتَرْكُ حِفْظِهٖ مَعَ اِمْكَانِ

مَنْعًا: اس کا معنیٰ ہے جس کو خرچ کرنا لازم ہے اس کو روک لینا' ھات: دوسرے کی چیز مانگنا جس پر اپنا حق نہیں واد البنات: بیٹیوں کو زندہ درگور کرنا۔ قیل وقال: ہر سنی بات کہہ دینا کہ سنا ہے اور اس طرح کہا گیا' فلاں نے یہ کہا ہے ایسی بات جس کے درست ہونے کا گمان غالب یا یقین نہ ہو اور آدمی کے لئے یہ جھوٹ بہت کافی ہے کہ سنی سنائی بات کہہ دے۔ اضاعۃ المال: مال ضائع کرنا فضول خرچی کرنا اور ایسے طریقے

اَلْحِفْظِ۔ وَ كَثْرَةُ السُّؤَالِ : اَلْاِلْحَاحُ فِيْمَا لَا حَاجَةَ اِلَيْهِ۔ پر خرچ کرنا کہ دنیا و آخرت کے کسی مقصد میں اس کی اجازت نہ ہو اور حفاظت پر قدرت کے باوجود بلا حفاظت چھوڑ دینا' کثرۃ السؤال کسی چیز کے سوال میں مبالغہ کرنا حالانکہ اس کی ضرورت ہی نہ ہو۔

تخریج حدیث :(صحیح بخاری، باب عقوق الوالدین من الکبائر، ج۸ص۴، رقم: ۵۹۷۵،صحیح مسلم، باب النھی عن کثرۃ المسائل من غیر حاجۃ، ج۵ص۱۳۰، رقم: ۴۵۸۰،السنن الکبرٰی للبیھقی، باب النھی عن اضاعۃ المال فی غیر حقہ، ج۶ص۶۳، رقم: ۱۱۶۷۳، صحیح ابن حبان، کتاب الحظر والاباحۃ، ج۱۲ص۳۶۶، رقم: ۵۵۵۵،مجمع الزوائد، باب ما جاء فی العقوق، ج۸ص۲۷۰، رقم: ۱۳۴۳۰)

شرح حدیث: مال کو روک کر رکھنے والے

حسنِ اخلاق کے پیکر، نبیوں کے تاجور، محبوبِ ربِّ اکبر عزوجل وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: ہر وہ دن جس میں بندے صبح کرتے ہیں اس میں دو فرشتے نازل ہوتے ہیں، ان میں سے ایک دعا مانگتا ہے کہ اے اللہ عزوجل! خرچ کرنے والے کو بدلہ عطا فرما۔ اور دوسرا دعا کرتا ہے کہ اے اللہ عزوجل! مال کو روک کر رکھنے والے کا مال ضائع فرما۔

(صحیح البخاری، کتاب الزکاۃ، باب قول اللہ تعالیٰ فاما من اعطی ۔۔۔۔۔۔الخ، الحدیث: ۱۴۴۲، ص ۱۱۳)

جبکہ ابن حبان کی روایت میں یہ الفاظ ہیں: جنت کے دروازوں میں سے ایک دروازے پر فرشتہ کہتا ہے کہ جو آج قرض دے گا وہ کل جزاء پائے گا۔ اور دوسرے دروازے پر ایک فرشتہ دعا کرتا ہے: اے اللہ عزوجل! (مال) خرچ کرنے والے کو بدلہ عطا فرما اور روک کر رکھنے والے کا مال ضائع فرما۔

(صحیح ابن حبان، کتاب الزکاۃ، باب صدقۃ التطوع، الحدیث: ۳۳۲۳، ج ۵، ص ۱۴۰)

سرکارِ ابد قرار، شافعِ روزِ شمار صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: آسمان کے دروازوں میں سے ایک دروازے پر فرشتہ کہتا ہے کہ جو آج قرض دے گا وہ کل جزاء پائے گا۔ اور دوسرے دروازے پر فرشتہ دعا کرتا ہے کہ اے اللہ عزوجل! (مال) خرچ کرنے والے کو بدلہ عطا فرما اور روک کر رکھنے والے کا مال ضائع فرما۔

(المسند للامام احمد بن حنبل، مسند ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ، الحدیث: ۸۰۶۰، ج ۳، ص ۱۷۳)

شاہِ ابرار، ہم غریبوں کے غمخوار صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے کہ اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے: خرچ کر میں تجھ پر خرچ کروں گا۔ اور پھر رسولِ انور، صاحبِ کوثر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: اللہ عزوجل کے خزانے بھرے ہوئے ہیں دن رات جود و کرم کے ساتھ خرچ کرنے سے ان میں کمی نہیں ہوتی، کیا تم نہیں دیکھتے کہ جب سے اس نے زمین و آسمان پیدا فرمائے ہیں برابر خرچ کر رہا ہے مگر اس کے خزانے میں کوئی کمی واقع نہیں ہوئی جبکہ اس کا

عرش پانی پر ہے اور میزانِ عدل اس کے دستِ قدرت میں ہے، وہ اسے پست و بلند کرتا ہے۔

(صحیح البخاری، کتاب التفسیر، سورۂ ھود (علیہ السلام)، باب قولہ وکان عرشہ علی الماء، الحدیث: ۴۶۸۴، ص ۳۸۹)

رسولِ اکرم، شہنشاہِ بنی آدم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: ہمیشہ طلوعِ آفتاب کے وقت سورج کے پہلو میں دو فرشتے ہوتے ہیں جو نداء دیتے ہیں: اے اللہ عزوجل! (مال) خرچ کرنے والے کو بدلہ عطا فرما اور روک کر رکھنے والے کا مال ضائع فرما۔ (صحیح ابن حبان، کتاب الرقائق، باب الفقر والزھد۔۔۔۔۔۔الخ، الحدیث: ۶۸۵، ج ۲، ص ۳۷، مفہوما)

ایک اور روایت میں ہے: ان دونوں فرشتوں کی آواز جن وانس کے علاوہ ساری مخلوق سنتی ہے، وہ کہتے ہیں: لوگو! اپنے رب عزوجل کی طرف آجاؤ، بے شک جو چیز کم ہو اور کفایت کرے وہ اس چیز سے بہتر ہے جو زیادہ ہو مگر غفلت میں ڈال دے۔ (المرجع السابق، الحدیث: ۳۳۱۹، ج ۵، ص ۱۳۸)

وَفِي الْبَابِ اَحَادِيْثٌ سَبَقَتْ فِي الْبَابِ قَبْلَهٗ كَحَدِيْثِ: واَقْطَعُ مَنْ قَطَعَكَ ، وَحَدِيْثُ: مَنْ قَطَعَنِيْ قَطَعَهُ اللهُ۔

اس باب سے متعلق کئی احادیث پہلے گزر چکی ہیں جیسے اقطع من قطعك۔ اور حديث من قطعنی قطعه الله۔

42-بَابُ فَضْلِ بِرِّ اَصْدِقَاءِ الْاَبِ وَالْاُمِّ وَالْاَقَارِبِ وَالزَّوْجَةِ وَسَائِرِ مَنْ يُّنْدَبُ اِكْرَامُهٗ

ماں باپ کے دوستوں رشتہ داروں اور بیوی سے بھلائی کرنا اور وہ باقی لوگ جن کی تعظیم وتوقیر مستحب ہے

(343) عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: اِنَّ اَبَرَّ الْبِرِّ اَنْ يَّصِلَ الرَّجُلُ وُدَّ اَبِيْهِ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت ابن عمر ﷺ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: بہت زیادہ بھلائی کی بات یہ ہے کہ آدمی اپنے باپ کے اہل محبت سے صلۂ رحمی کرے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب فضل صلة اصدقا الاب والام ونحوهما، ج۸ص۶ رقم: ۶۶۷۷، الادب المفرد للبخاری، باب بر من کان یصله ابوه، ص۲۹ رقم: ۴۱، سنن ابوداؤد، باب فی بر الوالدین، ج۴ص۵۰۱ رقم: ۵۱۳۵، سنن الکبری للبیهقی، باب ابر البر أن یصل الرجل ودابیه، ج۴ص۱۸۰ رقم: ۷۵۵۶، سنن ترمذی، باب ما جاء فی اکرام صدیق الوالد، ج۳ص۳۱۳ رقم: ۱۹۰۳)

شرحِ حدیث: حضرتِ سوّار اور نابینا نوجوان

حضرتِ سیّدنا سوّار علیہ رحمۃ اللہ الغفار فرماتے ہیں: ایک دن جب میں خلیفہ مہدی کے دربار سے واپس آیا تو نہ جانے کیوں بے قراری و بے چینی سی محسوس ہونے لگی، نیند میری آنکھوں سے کوسوں دور تھی۔ میں اٹھا سواری تیار کی اور

باہر آ گیا راستے میں اپنے کاروباری وکیل سے ملاقات ہوئی، اس کے پاس دراہم کی تھیلیاں تھیں میں نے پوچھا: یہ رقم کہاں سے آئی ؟ کہا: یہ کاروباری نفع کے دو ہزار (2000) درہم ہیں۔ میں نے کہا: انہیں اپنے پاس رکھو اور میرے پیچھے پیچھے چلے آؤ۔ اتنا کہہ کر میں نہر کی جانب چل پڑا، پُل عبور کر کے شارع دارِ رفیق کی طرف صحراء کے قریب پہنچ کر کچھ دیر بابِ انبار کے گرد گھومتا رہا، پھر بابِ انبار کی سڑک پر چلتا ہوا ایسے صاف ستھرے مکان کے قریب رُکا جو سرسبز و شاداب اور درختوں سے بھرا ہوا تھا۔

دروازے پر خادم موجود تھا۔ میں نے پانی مانگا تو وہ خوشبودار میٹھے پانی سے بھرا ایک بہترین گھڑا لے آیا۔ میں نے پانی پی کر اس کا شکریہ ادا کیا اور نمازِ عصر کے لئے قریب ہی ایک مسجد میں چلا گیا۔

نمازِ عصر کے بعد ایک نابینا شخص نظر آیا جو کسی کو ڈھونڈ رہا تھا۔ میں نے کہا: اے بندۂ خدا! تجھے کس کی تلاش ہے؟ کہا: میں آپ ہی کو ڈھونڈ رہا ہوں۔ میں نے کہا: کہو! کیا کام ہے؟ اس نے بیٹھتے ہوئے کہا: میں نے آپ سے بہت عمدہ خوشبو سونگھ کر یہ گمان کیا ہے کہ آپ مالدار لوگوں میں سے ہیں۔ میں آپ سے کچھ کہنا چاہتا ہوں، اگر اجازت ہو تو عرض کروں؟ میں نے کہا: بتاؤ! کیا بات ہے؟ اس نے قریب ہی موجود ایک عمدہ محل کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا: آپ اس محل کو دیکھ رہے ہیں؟ میں نے کہا: ہاں۔ کہا: یہ عظیم الشان محل میرے والد کا تھا اسے بیچ کر ہم خراسان چلے گئے۔ گردشِ ایام کی زَد میں آ کر ہم اپنی نعمتوں سے محروم ہوتے چلے گئے، تنگدستی و مفلسی نے ہمارے آنگن میں ڈیرے ڈال لئے، بالآخر میں مجبور ہو کر یہاں آیا تا کہ اس نئے مالک سے کچھ امداد کا مطالبہ کروں اور اپنے والد کے بہترین دوست سَوَّار کے پاس پہنچ کر اپنی حالت سے آگاہ کروں۔

نابینے نوجوان کی گفتگو سُن کر میں نے پوچھا: تمہارے والد کا نام کیا ہے؟ جب اس نے اپنے والد کا نام بتایا تو وہ واقعی میرا بہترین اور سچا دوست تھا۔ میں نے اس نوجوان سے کہا: اے نوجوان! اللہ عَزَّوَجَلَّ نے تجھے تیرے مطلوب تک پہنچا دیا، اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس سے نیند اور کھانے پینے کو روکے رکھا یہاں تک کہ اسے تیرے پاس لے آیا۔ سنو! میں ہی تمہارے والد کا دوست سَوَّار ہوں۔ آؤ! میرے قریب آ کر بیٹھو۔ نوجوان یہ سن کر حیرانی و خوشی کے عالَم میں میرے قریب آ بیٹھا۔ میں نے اپنے کاروباری وکیل سے دو ہزار درہم لئے اور اس نوجوان کو دیتے ہوئے کہا: ابھی یہ رقم اپنے پاس رکھ لو اور کل میرے گھر چلے آنا۔ یہ کہہ کر میں وہاں سے چلا آیا۔ میں نے سوچا کیوں نہ اس واقعہ کی اطلاع خلیفہ مہدی کو دی جائے۔ چنانچہ، میں خلیفہ کے پاس پہنچا اور اوّل سے آخر تک سب واقعہ کہہ سنایا۔ خلیفہ یہ سن کر بہت متعجب ہوا اور میرے لئے دو ہزار درہم دینے کا حکم دیا۔ میں واپس آنے لگا تو کہا: بیٹھو اور یہ بتاؤ کہ کیا تم پر کسی کا قرض وغیرہ ہے؟ میں نے کہا: ہاں! میں پچاس ہزار (50,000) دینار کا مقروض ہوں۔ خلیفہ چند لمحے خاموش رہا پھر تھوڑی دیر گفتگو کرنے کے بعد کہا: اب تم اپنے گھر چلے جاؤ۔ میں واپس آنے لگا تو میرے ساتھ ایک غلام تھا جس کے پاس پچاس ہزار دینار تھے۔ اس نے

مجھ سے کہا: خلیفہ نے حکم دیا ہے کہ اس رقم کے ذریعے اپنا قرض ادا کیجئے۔ میں نے وہ رقم لے لی۔
آج دوسرا دن تھا لیکن وہ نابینا نوجوان ابھی تک نہ آیا تھا۔ میں اسی کے انتظار میں تھا کہ خلیفہ کی طرف سے بلاوا آ گیا۔ میں وہاں پہنچا تو خلیفہ نے کہا: ہم نے تمہارے معاملے میں غور کیا تو اس نتیجے پر پہنچے کہ تمہارا قرض تو ادا ہو جائے گا لیکن اس کے بعد دیگر ضروریات کے لئے تمہیں پھر کسی سے قرض لینا پڑے گا یا اور کسی اور امر کی طرف محتاجی ہوگی، لہٰذا میں تمہیں مزید پچاس ہزار دینار دے رہا ہوں، جاؤ! یہ تمہیں مُبارَک ہوں۔ میں پچاس ہزار دینار لے کر دربار سے چلا آیا۔ ابھی کچھ ہی دیر گزری تھی کہ وہ نابینا نوجوان آ گیا۔ میں نے کہا: اللہ عَزَّ وَجَلَّ بڑا جوَاد و کریم ہے اس نے اپنے فضل و کرم کی خوب بارش برسائی ہے۔ یہ لو! یہ دو ہزار دینار لے جاؤ۔ اللہ تبارک و تعالیٰ بہت رحیم و کریم ہے۔ نوجوان نے وہ رقم لی اور مجھے دعائیں دیتا ہوا رخصت ہو گیا۔ (عیون الحکایات مؤلف: امام ابوالفرج عبدالرحمن بن علی جوزی علیہ رحمۃ اللہ القوی صفحہ ۲۸۸)

(344) وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا: اَنَّ رَجُلًا مِّنَ الْاَعْرَابِ لَقِيَهُ بِطَرِيْقِ مَكَّةَ، فَسَلَّمَ عَلَيْهِ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ، وَحَمَلَهُ عَلٰى حِمَارٍ كَانَ يَرْكَبُهُ، وَاَعْطَاهُ عِمَامَةً كَانَتْ عَلٰى رَاْسِهِ، قَالَ ابْنُ دِيْنَارٍ: فَقُلْنَا لَهُ: اَصْلَحَكَ اللّٰهُ، اِنَّهُمُ الْاَعْرَابُ وَهُمْ يَرْضَوْنَ بِالْيَسِيْرِ، فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ: اِنَّ اَبَا هٰذَا كَانَ وُدًّا لِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، وَاِنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُوْلُ: اِنَّ اَبَرَّ الْبِرِّ صِلَةُ الرَّجُلِ اَهْلَ وُدِّ اَبِيْهِ۔

حضرت عبداللہ بن دینار حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے راوی ہیں کہ ان کو مکہ کے راستے میں ایک دیہاتی ملا حضرت عبداللہ بن عمر نے اس کو سلام کیا اور جس گدھے پر آپ سوار تھے اسے بھی اس پر سوار کرا دیا اور اسے اپنے سر والا عمامہ پہنایا ابنِ دینار کہتے ہیں ہم نے کہا اللہ آپ کا بھلا کرے یہ دیہاتی لوگ ہیں یہ تو معمولی چیز پر خوش ہو جاتے ہیں' تو حضرت عبداللہ بن عمر نے فرمایا: اس کا باپ میرے باپ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا دوست تھا اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: بہت بڑی بھلائی یہ ہے کہ آدمی اپنے باپ کے دوستوں سے حسن سلوک کرے۔

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب فضل صلة اصدقا الاب والام ونحوهما، ج۸ص۶، رقم: ۶۶۷۷ سنن الكبرى للبيهقي، باب ابر البر ان يصل الرجل ودابيه، ج۴ص۱۸۰، رقم: ۸۰۲۰ سنن ابوداؤد، باب بر الوالدين، ج۴ص۵۰۱، رقم: ۵۱۴۶ مسند امام احمد بن حنبل، مسند عبدالله بن عمر، ج۲ص۸۸، رقم: ۵۶۱۲ مسند الروياني، حديث عبدالله بن عمر، ص۵۱۷، رقم: ۱۴۰۳)

(345) وَفِيْ رِوَايَةٍ عَنِ ابْنِ دِيْنَارٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ: اَنَّهُ كَانَ اِذَا خَرَجَ اِلٰى مَكَّةَ كَانَ لَهُ حِمَارٌ يَتَرَوَّحُ عَلَيْهِ اِذَا مَلَّ رُكُوْبَ الرَّاحِلَةِ، وَعِمَامَةٌ

اور ایک روایت میں ابن دینار حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے راوی ہیں کہ آپ جب مکہ جاتے تو آپ کے پاس گدھا ہوتا جب آپ اونٹ کی سواری سے اکتا جاتے تو

يَشُدُّ بِهَا رَأْسَهُ. فَبَيْنَا هُوَ يَوْمًا عَلَى ذٰلِكَ الْحِمَارِ إِذْ مَرَّ بِهِ أَعْرَابِيٌّ فَقَالَ: أَلَسْتَ فُلَانَ بْنَ فُلَانٍ؟ قَالَ: بَلٰى. فَأَعْطَاهُ الْحِمَارَ. فَقَالَ: ارْكَبْ هٰذَا، وَأَعْطَاهُ الْعِمَامَةَ وَقَالَ: اشْدُدْ بِهَا رَأْسَكَ. فَقَالَ لَهُ بَعْضُ أَصْحَابِهِ: غَفَرَ اللّٰهُ لَكَ أَعْطَيْتَ هٰذَا الْأَعْرَابِيَّ حِمَارًا كُنْتَ تَرَوَّحُ عَلَيْهِ، وَعِمَامَةً كُنْتَ تَشُدُّ بِهَا رَأْسَكَ؟ فَقَالَ: إِنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُوْلُ: إِنَّ مِنْ أَبَرِّ الْبِرِّ أَنْ يَّصِلَ الرَّجُلُ أَهْلَ وُدِّ أَبِيْهِ بَعْدَ أَنْ يُّوَلِّيَ وَإِنَّ أَبَاهُ كَانَ صَدِيْقًا لِعُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ. رَوٰى هٰذِهِ الرِّوَايَاتِ كُلَّهَا مُسْلِمٌ.

اس پر بیٹھ کر راحت حاصل کرتے اور ایک دستار آپ کے پاس ہوتی جس کو آپ سر پر باندھتے ایک دن آپ اپنے گدھے پر سوار تھے۔اچانک آپ کے پاس سے ایک دیہاتی گزرا آپ نے اس کوفرمایا: کیا تو فلاں کا بیٹا نہیں؟ اس نے کہا کیوں نہیں پس اس کو گدھا دیا کہا اس پر سوار ہوجا اور دستار دی کہ اس کو سر پر باندھ لو آپ کے بعض ساتھیوں نے کہا اللہ تعالیٰ آپ کو معاف فرمائے آپ نے اس دیہاتی کو اپنا آرام والا گدھا' اور اپنے سر پر باندھنے کی دستار دے دی ہے تو فرمایا: بے شک میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: باپ کے فوت ہونے کے بعد بہت بڑی بھلائی یہ ہے کہ آدمی اپنے باپ کے دوستوں سے' پیاروں سے حسن سلوک کرے۔اور اس آدمی کا باپ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا دوست تھا۔یہ سب روایات مسلم میں ہیں۔

تخریج حدیث :(صحیح مسلم، باب فضل صلة اصدقا الاب والام ونحوهما، ج٨ص٦، رقم: ٦٦٧٧سنن الكبرى للبيهقى، باب ابر البر ان يصل الرجل ودابيه، ج٢ص١٨٠، رقم: ٨٠٢٠سنن ابوداؤد، باب بر الوالدين، ج٤ص٥٠١، رقم: ٥١٤٦مسند امام احمد بن حنبل، مسند عبدالله بن عمر، ج٢ص٨٨، رقم: ٥٦١٢مسند الرويانى، حديث عبدالله بن عمر، ص٥١٧، رقم: ١٤٠٣)

شرح حدیث: والد کے دوستوں سے خلوص کے ساتھ پیش آنا

والد سے وفاداری کا مطلب یہ ہے کہ ان کی محبت پر ثابت قدم رہے اور انکے مرنے تک اسے برقرار رکھے اور جب وہ انتقال فرما جائے تو ان کی اولاد اور دوستوں سے دوستی رکھے کیونکہ محبت سے اُخروی فائدہ مقصود ہوتا ہے اگر وہ مرنے سے پہلے ختم ہوجائے تو عمل اور کوشش ضائع ہوجاتی ہے اسی لئے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جب ان سات قسم کے لوگوں کا ذکر کیا جنہیں قیامت کے دن اللہ (عزوجل) اپنے عرش کا سایہ عطا فرمائے گا تو فرمایا وہ آدمی جو اللہ (عزوجل) کے لئے ایک دوسری سے محبت کرتے ہیں اسی پر اکٹھے ہوتے ہیں اور اسی پر الگ ہوتے ہیں۔

(شرح السنۃ جلد ٣ ص ٢٨ حدیث ٣٤٦٣)

بعض حضرات نے فرمایا کہ کسی کے مرنے کے بعد اس سے تھوڑی سی وفا اس کی زندگی میں زیادہ وفا سے بہتر ہے۔

اسی لئے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس ایک بوڑھی خاتون آئیں تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کی عزت افزائی فرمائی اس سلسلے میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پوچھا گیا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا یہ خاتون حضرت خدیجہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کے زمانے میں ہمارے پاس آیا کرتی تھی اور گزشتہ بات کو یاد رکھنا بھی دین سے ہے۔ (کنز العمال جلد ۱۲ ص ۱۳۲ حدیث ۳۴۳۴۴)

اپنے دوست سے وفا کرنے کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ اس کے تمام دوستوں رشتہ داروں اور متعلقین کا خیال رکھا جائے۔ ان کی رعایت کا اثر دوست کے دل میں اس کی اپنی رعایت سے زیادہ مؤثر ہوتی ہے جب وہ محبوب سے متجاوز ہوکر اس کے متعلقین تک پہنچے حتی کہ اس کے دروازے پر جو کتا ہے اسے بھی دوسرے کتوں سے ممتاز سمجھنا چاہئے۔ اور اگر ایسی محبت ہمیشہ کے لئے باقی نہ رہے تو شیطان خوش ہوتا ہے کیونکہ وہ نیکی پر ایک دوسرے کا تعاون کرنے والے آدمیوں پر اس قدر حسد نہیں کرتا جس قدر وہ رضائے خداوندی کے لئے باہم مواخات اور دوستی قائم کرنے والوں سے حسد کرتا ہے۔ اور وہ ذاتی طور پر ان کے درمیان فساد کا بیج بوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَقُلْ لِّعِبَادِیْ یَقُوْلُوا الَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ اِنَّ الشَّیْطٰنَ یَنْزَغُ بَیْنَهُمْ۔

ترجمہ کنزالایمان: اور میرے بندوں سے فرماؤ وہ بات کہیں جو سب سے اچھی ہو بے شک شیطان ان کے آپس میں فساد ڈال دیتا ہے (پارہ نمبر ۱۵ سورہ اسراء جسے سورہ بنی اسرائیل بھی کہا جاتا ہے آیت ۵۳)

(346) وَعَنْ اَبِیْ اُسَیْدٍ - بِضَمِّ الْهَمْزَةِ وَفَتْحِ السِّیْنِ - مَالِكِ بْنِ رَبِیْعَةَ السَّاعِدِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: بَیْنَا نَحْنُ جُلُوْسٌ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذْ جَآءَهٗ رَجُلٌ مِّنْ بَنِیْ سَلِمَةَ، فَقَالَ: یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، هَلْ بَقِیَ مِنْ بِرِّ اَبَوَیَّ شَیْءٌ اَبَرُّهُمَا بِهٖ بَعْدَ مَوْتِهِمَا؟ فَقَالَ: نَعَمْ، الصَّلٰوةُ عَلَیْهِمَا، وَالْاِسْتِغْفَارُ لَهُمَا، وَاِنْفَاذُ عَهْدِهِمَا مِنْ بَعْدِهِمَا، وَصِلَةُ الرَّحِمِ الَّتِیْ لَا تُوْصَلُ اِلَّا بِهِمَا، وَاِكْرَامُ صَدِیْقِهِمَا۔ رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ۔

حضرت ابو اُسید ہمزہ پر پیش اور سین پر زبر مالک بن ربیعہ ساعدی ﷺ سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر تھے کہ قبیلہ بنو سلمہ کا ایک آدمی آیا۔ آپ نے عرض کیا: یارسول اللہ! میرے والدین کی وفات کے بعد کوئی بھلائی ہے جو میں ان کے لیے کروں؟ فرمایا: ہاں! ان پر جنازہ پڑھنا ان کے لیے دعائے مغفرت کرنا ان کے وعدہ کو پورا کرنا اور ایسی صلہ رحمی کرنا جو صرف انہی (والدین) کی وجہ سے ہو اور ان کے دوستوں کی عزت کرنا۔

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد، باب فی بر الوالدین، ج۴ص۵۰۰، رقم: ۵۱۴۲، الادب للبیهقی، باب فی بر الوالدین، ج۱ص۶ رقم: ۱۴، المعجم الکبیر للطبرانی، من اسمه مالک بن ربیعه ابواسید، ج۱۹ص۲۶۷، رقم: ۱۶۲۶۲، سنن ابن ماجه، باب صل من کان

ابوك يصل، ج٢ص١٢٠٨، رقم: ٣٦٦٣، صحیح ابن حبان، باب حق الوالدین، ج٢ص١٦٢، رقم: ٤١٨)

شرحِ حدیث: مُردوں کو زندوں کے نیک اعمال کا فائدہ

حضرتِ سیِّدُ ناعثمان بن سَوْدَہ طُفَاوِی علیہ رحمۃ اللہ الوالی کی والدۂ محترمہ بہت زیادہ عابدہ وزاہدہ تھیں، کثرتِ مجاہدات کی وجہ سے راہبہ مشہور تھیں۔ جب موت کا وقت قریب آیا تو بارگاہِ خداوندی عَزَّ وَجَلَّ میں اس طرح عرض گزار ہوئیں:

اے میرے اعمال کے مالک عَزَّ وَجَلَّ! اے میری اُمید گاہ! اے وہ ذات جس پر قبل از موت وبعد از موت میرا اعتماد وبھروسہ ہے! اے میرے خالق ومالک عَزَّ وَجَلَّ! موت کے وقت مجھے رُسوانہ کرنا، قبر میں مجھے بے یارومددگار نہ چھوڑنا۔ انہی الفاظ پر اس کا انتقال ہوگیا۔ ان کے بیٹے حضرتِ سیِّدُ ناعثمان بن سَوْدَہ طُفَاوِی علیہ رحمۃ اللہ الکافی فرماتے ہیں: اپنی والدہ کے وصال کے بعد میں ہر جمعہ اُن کی قبر پر جاتا، ان کے لئے اور تمام اہلِ قبور کے لئے دعائے مغفرت کرتا۔ ایک مرتبہ خواب میں والدہ کو دیکھا تو عرض کی: اے میری پیاری امی جان! آپ کا کیا حال ہے؟ کہا: میرے بچے! بے شک موت بڑی دردناک ہے، اللہ عَزَّ وَجَلَّ کے فضل وکرم سے میرا انجام اچھا ہوا، میرے لئے خوشبوئیں، باغات اور بہترین نرم وملائم بستر ہیں جن پر سُنْدُس اور اِسْتَبْرَق کے تکیے ہیں، ان میں روزِ محشر تک انہی آرام دہ نعمتوں میں رہوں گی۔ میں نے کہا: پیاری امی جان! کیا آپ کو کوئی حاجت ہے؟ کہا: جی ہاں۔ میں نے پوچھا: بتایئے کیا حاجت ہے؟ کہا: میری قبر پر حاضری اور ہمارے لئے دعائے مغفرت کرنا ہرگز ترک نہ کرنا۔ کیونکہ جب تُو جمعہ کے دن میری قبر پر آتا ہے تو مجھے خوشی ہوتی ہے اور مجھ سے کہا جاتا ہے: اے راہبہ! دیکھ تیرا بیٹا تیری قبر پر آیا ہے۔ یہ سن کر میں بھی خوش ہوتی ہوں اور میرے پڑوسی مُردے بھی خوش ہوتے ہیں۔ لہٰذا میری قبر کی زیارت ہرگز ترک نہ کرنا۔

(عیون الحکایات مؤلف: امام ابوالفرج عبدالرحمن بن علی جوزی علیہ رحمۃ اللہ القوی صفحہ ٣٥٦)

عذابِ قبر سے رہائی مل گئی

ایک شخص جس کے باپ کا انتقال ہو چکا تھا اس نے حضور سیدنا غوث الاعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی: گذشتہ رات، خواب میں اپنے والد کو عذاب میں مبتلاء دیکھا تو میرے والد مرحوم نے مجھ سے کہا کہ مجھے عذابِ قبر میں مبتلاء کر دیا گیا ہے، تم غوثِ اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے پاس جا کر میرے لئے دعائے مغفرت کراؤ۔ غوثِ پاک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے دریافت فرمایا کہ کیا تمہارے والد کبھی میرے مدرسے کے سامنے سے گزرے تھے؟ اس شخص نے جواب دیا: جی ہاں۔ یہ سن کر آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے خاموشی اختیار کر لی، پھر وہ شخص اپنے گھر چلا گیا۔

رات کو اس نے اپنے والد کو خواب میں انتہائی خوش وخرم دیکھا، انہوں نے سبز لباس پہن رکھا تھا اور فرما رہے تھے کہ غوثِ پاک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی دعا سے اللہ تعالیٰ نے میرا عذاب ختم کر دیا ہے اور انہی کے فیض سے مجھے یہ لباس پہنایا گیا ہے، لہٰذا میں تجھے ہدایت کرتا ہوں کہ ان کی خدمت میں حاضری اپنے لئے لازم کر لے۔ اس شخص نے یہ واقعہ غوثِ اعظم

رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں پیش کیا تو آپ نے فرمایا کہ خدا عزوجل کی قسم! مجھ سے یہ وعدہ کیا گیا ہے کہ جو کوئی بھی میرے مدرسے کے پاس سے گزر جائے گا تو اس کے عذاب میں تخفیف کر دی جائے گی۔

(بہجۃ الاسرار، باب ذکر فضل اصحابہ و بشراہم، ص ۱۹۴)

(347) وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: مَا غِرْتُ عَلَى اَحَدٍ مِّنْ نِسَاءِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا غِرْتُ عَلَى خَدِيجَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، وَمَا رَاَيْتُهَا قَطُّ، وَلٰكِنْ كَانَ يُكْثِرُ ذِكْرَهَا، وَرُبَّمَا ذَبَحَ الشَّاةَ، ثُمَّ يُقَطِّعُهَا اَعْضَاءً، ثُمَّ يَبْعَثُهَا فِي صَدَائِقِ خَدِيجَةَ، فَرُبَّمَا قُلْتُ لَهُ: كَاَنْ لَّمْ يَكُنْ فِي الدُّنْيَا اِلَّا خَدِيجَةَ! فَيَقُوْلُ: اِنَّهَا كَانَتْ وَكَانَتْ وَكَانَ لِي مِنْهَا وَلَدٌ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

حضرت عائشہ صدیقہ ﷺ سے روایت ہے آپ فرماتی ہیں کہ جس قدر غیرت مجھے نبی اکرم ﷺ کی بیویوں میں حضرت خدیجہ ﷺ سے ہوتی کسی اور سے نہ ہوتی حالانکہ میں نے ان کو دیکھا تک نہیں وجہ یہ تھی کہ آپ ﷺ ان کا ذکر خیر زیادہ کیا کرتے بسا اوقات بکری ذبح کرتے اور اس کے اعضاء کاٹ کر حضرت خدیجہ کی سہیلیوں کو بھیج دیتے میں آپ سے کہتی۔ لگتا ہے کہ خدیجہ کے سوا جہاں میں کوئی اور عورت تو تھی نہیں۔ آپ فرماتے وہ اس خوبی والی تھی اس میں یہ خوبی تھی اور اس سے میری اولاد ہے۔ (متفق علیہ)

وَفِي رِوَايَةٍ: وَاِنْ كَانَ لَيَذْبَحُ الشَّاءَ، فَيُهْدِي فِي خَلَائِلِهَا مِنْهَا مَا يَسَعُهُنَّ۔

ایک اور روایت میں ہے کہ اگر آپ بکری ذبح کرتے تو مناسب مقدار میں ان کی سہیلیوں کی طرف بھیجتے۔

وَفِي رِوَايَةٍ: كَانَ اِذَا ذَبَحَ الشَّاةَ، يَقُوْلُ: اَرْسِلُوْا بِهَا اِلَى اَصْدِقَاءِ خَدِيجَةَ۔

اور ایک روایت میں یہ ہے کہ آپ جب بکری ذبح کرتے تو فرماتے یہ خدیجہ کی سہیلیوں کی طرف بھیج دو۔

وَفِي رِوَايَةٍ: قَالَتِ: اسْتَاْذَنَتْ هَالَةُ بِنْتُ خُوَيْلِدٍ اُخْتُ خَدِيجَةَ عَلَى رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَعَرَفَ اسْتِئْذَانَ خَدِيجَةَ، فَارْتَاحَ لِذٰلِكَ، فَقَالَ: اللّٰهُمَّ هَالَةُ بِنْتُ خُوَيْلِدٍ۔

اور ایک روایت میں یوں ہے کہ ہالہ بنت خویلد جو حضرت خدیجہ کی بہن تھیں۔ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے حاضری کی اجازت چاہی تو آپ کو حضرت خدیجہ کا اجازت مانگنا یاد آ گیا۔ اس پر آپ جھوم گئے اور فرمایا: اے اللہ! ہالہ بنت خویلد۔

قَوْلُهَا: فَارْتَاحَ هُوَ بِالْحَاءِ، وَفِي الْجَمْعِ بَيْنَ

فارتاح: حاء کے ساتھ حمیدی کی کتاب الجمع بین

الصَّحِيْحَيْنِ لِلْحُمَيْدِيْ: فَارْتَاعَ بِالْعَيْنِ وَمَعْنَاهُ: اِهْتَمَّ بِهٖ۔

الصحیحین میں ہے۔ فارتاع: عین کے ساتھ بمعنی غمگین ہو گئے۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب تزویج النبی صلی اللہ علیہ وسلم خدیجۃ وفضلھا رضی اللہ عنہا، ج۲ص۳۸، رقم: ۳۸۱۸ صحیح مسلم، باب فضائل خدیجہ أم المؤمنین رضی اللہ تعالٰی عنہا، ج۷ص۱۳۳، رقم: ۶۲۳۰ (فی الھند، ببلدۃ حیدرآباد) السنن الکبریٰ للبیھقی، باب غیرۃ النساء، ج۷ص۳۰۷، رقم: ۱۵۱۹۳ (مجلس دائرۃ المعارف النظامیہ) سنن ابن ماجہ، باب الغیرۃ، ج۱ص۶۴۳، رقم: ۱۹۹۷ سنن ترمذی، باب فضل خدیجۃ رضی اللہ عنہا، ج۵ص۴۰۲، رقم: ۳۸۷۵)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

غرت بنا ہے غیرت سے یہاں غیرت بمعنی شرم وحیا بمعنی حسد نہیں بلکہ بمعنی رشک یا غبطہ ہے، دینی امور میں رشک جائز ہے۔ جناب عائشہ صدیقہ نے حضرت خدیجہ کی محبوبیت دیکھ کر رشک فرمایا کہ میں بھی ان کی طرح حضور انور کی محبوبہ ہوتی کہ مجھے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم میری وفات کے بعد اسی طرح تعریفیں فرماتے جیسی ان کی فرماتے ہیں۔ خیال رہے کہ جناب عائشہ صدیقہ حضور کی بڑی ہی محبوبہ زوجہ ہیں، آپ کی محبوبیت بی بی خدیجہ کی محبوبیت سے کسی طرح کم نہیں، رشک اس بات میں ہے جو ہم نے عرض کی بعد وفات محبت مصطفٰی کا جوش۔

جناب خدیجہ میرے (یعنی عائشہ صدیقہ کے) نکاح میں آنے بلکہ میرے ہوش سنبھالنے سے پہلے ہی وفات پا چکی تھیں۔ خیال رہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خدیجۃ الکبریٰ کی موجودگی میں کسی بی بی سے نکاح نہیں کیا سارے نکاح ان کی وفات کے بعد کیے، حضور کی ساری اولاد بی بی خدیجہ سے ہے سواء جناب ابراہیم کے حضرت عائشہ صدیقہ حضور انور کو کنواری ملیں اور جناب خدیجہ کو حضور انور کنوارے ملے آپ مسلمانوں کی پہلی ماں ہیں۔ شعر

سیما پہلی ماں کہف امن وامان　　　حق گزار رفاقت پہ لاکھوں سلام

حضور انور اکثر حضرت خدیجہ کی طرف سے بکری ذبح فرماتے انہیں ثواب پہنچانے کے لیے اس کا گوشت ان کی سہیلیوں میں تقسیم فرماتے۔ اس حدیث سے چند مسئلے معلوم ہوئے: ایک یہ کہ میت کی طرف سے قربانی کرنا جائز ہے۔ دوسرے یہ کہ میت کو صدقہ وخیرات کا ثواب بخشنا سنت ہے۔ تیسرے یہ کہ میت کے نام کا کھانا اس کے پیاروں دوستوں کو دینا بہتر ہے، اس سے میت کو دہری خوشی ہوتی ہے ایک ثواب پہنچنے کی دوسرے اس کے دوستوں پیاروں کی امداد ہونے کی۔ بعض لوگ گیارہویں کا کھانا سیدوں کو، مزارات کے چڑھاوے وہاں کے مجاوروں کو دیتے ہیں ان کی اصل یہ حدیث ہے کہ مجاورین اور اولاد میت کو پیارے ہوتے ہیں۔ چوتھے یہ کہ میت کو دنیا کے حالات کی خبر رہتی ہے تب ہی تو وہ اپنے پیاروں پر صدقہ کرنے سے خوش ہوتی ہے۔

(یعنی عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں) جب میں حضور انور کی زبان پاک سے ان کی بہت تعریف سنتی تو جوش غیرت میں عرض

کرتی کہ یارسول اللہ حضور تو ان کی ایسی تعریفیں کرتے ہیں کہ گویا ان کے سوا کوئی بیوی آپ کو ملی ہی نہیں یا ان کے سواء دنیا میں کوئی بی بی ہے ہی نہیں۔

وہ ایسی تھیں کہ متعلق مفتی صاحب فرماتے ہیں:

یہاں کانت و کانت میں جناب خدیجہ کے بہت سے صفات کی طرف اشارہ ہے یعنی وہ بہت روزہ دار، تہجد گزار، میری بڑی خدمت گزار، میری تنہائی کی مونس، میری غمگسار، غار حراء کے چلّے میں میری مددگار تھیں اور میری ساری اولاد انہیں سے ہے، وہ جناب فاطمہ زہرہ کی ماں ہیں قیامت تک کے سیدوں کی نانی رضی اللہ عنہا۔ خیال رہے کہ ام المؤمنین خدیجہ بنت خویلد ابن اسد قرشیہ ہیں، پہلے ابن ہالہ ابن زرارہ کے نکاح میں تھیں، پھر عتیق ابن عابد کے نکاح میں رہیں، پھر چالیس سال کی عمر شریف میں حضور کے نکاح میں آئیں، ہجرت سے تین سال پہلے مکہ معظمہ میں وفات پائی، ۶۵ پینسٹھ سال عمر شریف پائی، حضور کے ساتھ پچیس سال رہیں۔ (اکمال، مرقات) (مرآۃ المناجیح، ج ۷، ص ۴۲۷)

(348) وَعَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: خَرَجْتُ مَعَ جَرِيْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ الْبَجَلِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فِيْ سَفَرٍ، فَكَانَ يَخْدُمُنِيْ، فَقُلْتُ لَهُ: لَا تَفْعَلْ، فَقَالَ: اِنِّيْ قَدْ رَاَيْتُ الْاَنْصَارَ تَصْنَعُ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَيْئًا اٰلَيْتُ عَلٰى نَفْسِيْ اَنْ لَّا اَصْحَبَ اَحَدًا مِّنْهُمْ اِلَّا خَدَمْتُهُ۔ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں حضرت جریر بن عبداللہ بجلی رضی اللہ عنہ کے ساتھ سفر پر گیا وہ میری خدمت کیا کرتے۔ میں نے انہیں کہا آپ ایسا نہ کریں' کہنے لگے میں نے انصار کو دیکھا ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایسا کرتے تھے۔ تو میں نے قسم کھائی کہ جس کا سفر میں ساتھی بنوں گا۔ اس کی خدمت کیا کروں گا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب فضل الخدمة فی الغزو، ج۲ص۳۵ رقم: ۲۸۸۸ صحیح مسلم، باب فی حسن صحبة الانصار، ج۲ص۱۷۶ رقم: ۶۵۸۴ الاداب للبیهقی، باب المواسات مع الاصحاب والخدمة بعضهم بعضا، ج۱ص۲۹۶ رقم: ۳۹۶ المعجم الکبیر للطبرانی، من اسمه جریر بن عبدالله، ج۲ص۲۹۳ رقم: ۲۲۱۹ مسند ابن الجعد، وما اسنده شعبة عن یونس بن عبید، ج۱ص۵۹۷ رقم: ۱۱۰۳ جامع الاصول لابن اثیر، الفعل السابع فی الاحترام والتوقیر، ج۶ص۵۶۳ رقم: ۴۸۱۴)

شرح حدیث: امیرِ قافلہ ہو تو ایسا۔۔۔۔۔!

حضرت سیّدنا مُصعَب بن احمد علیہ رحمۃ اللہ الصمد فرماتے ہیں: ایک مرتبہ زمانے کے مشہور ولی حضرتِ سیّدنا ابو محمد عبداللہ رِباطی علیہ رحمۃ اللہ الکافی بغداد تشریف لائے، ان کا مکۂ مکرمہ زَادَہَا اللّٰہُ شَرَفًا وَّتَعْظِیْمًا جانے کا ارادہ تھا۔ کافی عرصہ سے میری خواہش تھی کہ ان کی رفاقت میں سفرِ حرمینِ شریفین کیا جائے۔ اب موقع اچھا تھا میں فوراً آپ کی بارگاہ میں حاضر ہو گیا اور عرض کی: حضور! مجھے اپنی رفاقت میں سفر کرنے کی اجازت عطا فرما دیں۔ مگر آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس

سال مجھے اپنی رفاقت عطا نہ فرمائی۔ دوسرے سال بھی مجھے یہ سعادت نصیب نہ ہو سکی۔ تیسرے سال میں پھر حاضر ہوا اور اپنی خواہش کا اظہار کیا تو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا: اس شرط پر تم میرے ساتھ سفر کر سکتے ہو کہ ہم میں سے ایک امیر ہوگا اور اس کی اطاعت لازم ہوگی۔ میں نے بخوشی یہ شرط قبول کر لی اور کہا: حضور آپ امیر ہیں۔ فرمایا: نہیں، بلکہ تم امیر ہو۔ میں نے پھر عرض کی: حضور آپ کا مقام و مرتبہ بڑا ہے لہٰذا آپ ہی امیر ہیں۔ فرمایا: ٹھیک ہے، میں ہی امیر ہوں لیکن میری نافرمانی نہ کرنا۔ میں نے کہا: ٹھیک ہے میں ہرگز آپ کی نافرمانی نہیں کروں گا۔

پھر میں اس ولیٔ کامل کے ہمراہ سوئے حرم چل دیا۔ جب کھانے کا وقت ہوا تو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مجھے بٹھایا اور خود بڑی عاجزی وانکساری کے ساتھ میرے لئے کھانا لائے۔ میں نے چاہا کہ انہیں روکوں اور ان کی خدمت کروں لیکن معاملہ برعکس تھا۔ وہ مجھے بہت زیادہ تعظیم دے رہے تھے۔ میں جب بھی انہیں روکنا چاہتا تو فرماتے: کیا تم نے یہ شرط منظور نہ کی تھی کہ تم حکم عدولی نہیں کرو گے؟ اسی طرح وہ میرا سب کام کرتے رہے۔ میرا سارا سامان بھی انہوں نے اٹھائے رکھا۔ اب میں دل میں کہنے لگا میری وجہ سے انہیں بہت تکلیف ہو رہی ہے۔ اے کاش! میں ان کا رَفیقِ سفر نہ بنتا مگر اب مجبور ہوں، کیا کروں۔

سفر طے ہوتا رہا اور وہ ولیٔ کامل ہر طرح سے میری خاطر مدارات کرتے رہے۔ پھر ایسا ہوا کہ دورانِ سفر ہمیں بارش نے آلیا۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا: اے ابو احمد (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)! میل (یعنی راستے کی پہچان کیلئے بنائے ہوئے نشانات) تلاش کرو، جب ہم میل (نشان) کے قریب پہنچ گئے تو مجھے چھوٹی سی بُرجی (یعنی گنبد یا ستون) کی آڑ میں بٹھایا اور خود مجھ پر چادر تان کر کھڑے ہو گئے۔ میرے منع کرنے کے باوجود خود سخت سردی میں بھیگتے رہے لیکن مجھے نہ بھیگنے دیا۔ میں کچھ عرض کرتا تو فرماتے، میں تمہارا امیر ہوں اور ہم نے یہ بات طے کر لی تھی کہ تم میرے حکم کی خلاف ورزی نہیں کرو گے، لہٰذا جو میں کہوں تمہیں اس پر عمل کرنا ہوگا۔ اب میں ان کی رفاقت پر بہت پچھتا رہا تھا کہ میری وجہ سے انہیں کتنی دشواری ہو رہی ہے۔ اے کاش! میں ان کا رفیق نہ بنا ہوتا۔ الغرض بغداد شریف سے مکۂ معظّمہ زَادَہَا اللّٰہُ شَرَفًا وَّتَکْرِیْمًا تک وہ نیک خصلت ولیٔ کامل میری ہر طرح سے خاطر مدارات کرتے رہے یہاں تک کہ ہم مکہ معظّمہ زَادَہَا اللّٰہُ شَرَفًا وَّتَعْظِیْمًا میں داخل ہو گئے۔

(اللہ عَزَّ وَجَلَّ اُن پر اپنی کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے اور ان کے صدقے ہمیں اپنے مسلمان بھائیوں کی خوب خوب خدمت و خیر خواہی کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔)

(عیون الحکایات مؤلف: امام ابوالفرَج عبدالرحمن بن علی جوزی علیہ رحمۃ اللہ القوی صفحہ ۷۰)

43- بَابُ اِکْرَامِ اَهْلِ بَيْتِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَبَيَانِ فَضْلِهِمْ

رسول اللہ ﷺ کے اہل بیت اور ان کی تعظیم کے فضائل کا بیان

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: (اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰهُ لِیُذْهِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَیْتِ وَیُطَهِّرَکُمْ تَطْهِیْرًا) (الْاَحزاب: 33)

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ تو یہی چاہتا ہے۔اے اہل بیت (نبی) کہ تم سے ناپاکی دور کردے اور تمہیں خوب پاک صاف کردے۔

شرح: حضرتِ صدرالا فاضل سیّدنا مولٰینا محمد نعیم الدین مُرادآبادی علیہ رحمۃ اللہ الھادی خزائن العرفان میں اس کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی گناہوں کی نجاست سے تم آلودہ نہ ہو۔اس آیت سے اہلِ بیت کی فضیلت ثابت ہوتی ہے اور اہلِ بیت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ازواجِ مطہرات اور حضرت خاتونِ جنّت فاطمہ زہرا اور علیِ مرتضٰی اور حسنینِ کریمین رضی اللہ تعالٰی عنہم سب داخل ہیں، آیات واحادیث کو جمع کرنے سے یہی نتیجہ نکلتا ہے اور یہی حضرت امام ابومنصور ماتریدی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے منقول ہے، ان آیات میں اہلِ بیتِ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نصیحت فرمائی گئی ہے تاکہ وہ گناہوں سے بچیں اور تقوٰی و پرہیزگاری کے پابند رہیں، گناہوں کو ناپاکی سے اور پرہیزگاری کو پاکی سے استعارہ فرمایا گیا کیونکہ گناہوں کا مرتکب ان سے ایسا ہی ملوّث ہوتا ہے جیسا جسم نجاستوں سے۔اس طرزِ کلام سے مقصود یہ ہے کہ اربابِ عقول کو گناہوں سے نفرت دلائی جائے اور تقوٰی و پرہیزگاری کی ترغیب دی جائے۔(خزائن العرفان)

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: (وَمَنْ یُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَی الْقُلُوْبِ) (الحج: 32)

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: جو اللہ کی نشانیوں کی تعظیم کرے تو یہ دلوں کی پرہیزگاری ہے۔

(349) وَعَنْ یَّزِیْدَ بْنِ حَیَّانَ، قَالَ: انْطَلَقْتُ اَنَا وَحُصَیْنُ بْنُ سَبْرَةَ، وَعَمْرُو ابْنُ مُسْلِمٍ اِلٰی زَیْدِ بْنِ اَرْقَمَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ، فَلَمَّا جَلَسْنَا اِلَیْهِ قَالَ لَهٗ حُصَیْنٌ: لَقَدْ لَقِیْتَ یَا زَیْدُ خَیْرًا کَثِیْرًا، رَاَیْتَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، وَسَمِعْتَ حَدِیْثَهٗ، وَغَزَوْتَ مَعَهٗ، وَصَلَّیْتَ خَلْفَهٗ: لَقَدْ لَقِیْتَ یَا زَیْدُ خَیْرًا کَثِیْرًا، حَدِّثْنَا یَا زَیْدُ مَا سَمِعْتَ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: یَا ابْنَ اَخِیْ، وَاللّٰهِ لَقَدْ کَبِرَتْ سِنِّیْ، وَقَدُمَ عَهْدِیْ، وَنَسِیْتُ بَعْضَ الَّذِیْ کُنْتُ اَعِیْ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، فَمَا حَدَّثْتُکُمْ، فَاقْبَلُوْا، وَمَا لَا فَلَا

حضرت یزید بن حیان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں اور حصین بن سبرہ اور عمر بن سلم حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کے پاس گئے جب ہم ان کے پاس بیٹھ گئے تو حضرت حصین نے ان سے کہا: اے زید! آپ نے بہت زیادہ خیر پائی ہے۔آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی ہے اور آپ سے آپ کی احادیث سنی ہیں۔ آپ کے ساتھ غزوات کیے' آپ کے پیچھے نماز پڑھی۔ اے زید! آپ نے بہت زیادہ خیر پائی ہے۔اے زید! آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا سنا ہے؟ (ہمیں بھی سنائیں) تو انہوں نے کہا: اے میرے بھتیجے! اللہ کی قسم! میری عمر زیادہ ہوگئی ہے اور کافی وقت بھی گزر گیا

تُكَلِّفُونِيهِ. ثُمَّ قَالَ: قَامَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا فِينَا خَطِيبًا بِمَاءٍ يُدْعَى خُمًّا بَيْنَ مَكَّةَ وَالْمَدِينَةِ، فَحَمِدَ اللهَ، وَأَثْنَى عَلَيْهِ، وَوَعَظَ وَذَكَّرَ، ثُمَّ قَالَ: أَمَّا بَعْدُ، أَلَا أَيُّهَا النَّاسُ، فَإِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ يُوشِكُ أَنْ يَأْتِيَ رَسُولُ رَبِّي فَأُجِيبَ، وَأَنَا تَارِكٌ فِيكُمْ ثَقَلَيْنِ: أَوَّلُهُمَا كِتَابُ اللهِ، فِيهِ الْهُدٰى وَالنُّورُ، فَخُذُوا بِكِتَابِ اللهِ، وَاسْتَمْسِكُوا بِهِ. فَحَثَّ عَلٰى كِتَابِ اللهِ، وَرَغَّبَ فِيهِ، ثُمَّ قَالَ: وَأَهْلُ بَيْتِي أُذَكِّرُكُمُ اللهَ فِي أَهْلِ بَيْتِي، أُذَكِّرُكُمُ اللهَ فِي أَهْلِ بَيْتِي فَقَالَ لَهُ حُصَيْنٌ: وَمَنْ أَهْلُ بَيْتِهِ يَا زَيْدُ، أَلَيْسَ نِسَاؤُهُ مِنْ أَهْلِ بَيْتِهِ؟ قَالَ: نِسَاؤُهُ مِنْ أَهْلِ بَيْتِهِ، وَلٰكِنْ أَهْلُ بَيْتِهِ مَنْ حُرِمَ الصَّدَقَةَ بَعْدَهُ. قَالَ: وَمَنْ هُمْ؟ قَالَ: هُمْ اٰلُ عَلِيٍّ وَّاٰلُ عَقِيلٍ وَّاٰلُ جَعْفَرَ وَاٰلُ عَبَّاسٍ. قَالَ: كُلُّ هٰؤُلَاءِ حُرِمَ الصَّدَقَةَ؟ قَالَ: نَعَمْ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

ہے جو کچھ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا تھا کچھ بھول بھی چکا ہوں۔ پس جو میں تم سے بیان کروں اسے قبول کرنا اور جو کچھ میں تمہیں سنا نہ سکوں اس کا مجھے پابند نہ کرنا پھر کہا کہ رسول اللہ ﷺ ایک دن کھڑے ہوئے جس میں آپ نے ہمیں خطبہ دیا اس کنویں کے پاس جسے خم کہتے ہیں اور یہ مکہ اور مدینہ کے درمیان ہے۔ پس آپ نے اللہ کی حمد اور ثنا بیان کی اور وعظ ونصیحت فرمائی۔ پھر فرمایا: اما بعد! سنو اے لوگو! پس بے شک میں بشر ہوں عنقریب میرے پاس رب کا بھیجا ہوا قاصد آئے گا اور میں اس کی دعوت قبول کروں گا اور میں تم میں سے دو عظیم چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں۔ ایک ان میں اللہ کی کتاب ہے اس میں ہدایت اور نُور ہے سو تم اللہ کی کتاب کو پکڑ لو اور اس کے ساتھ چمٹ جاؤ پس آپ نے ہمیں اللہ کی کتاب کے ساتھ تعلق پر برانگیختہ کیا پھر فرمایا اور میری اہل بیت میں تمہیں اپنی اہل بیت کے متعلق یاد اللہ یاد کراتا ہوں۔ حضرت حصین نے کہا: اے زید! آپ کی اہل بیت کون ہیں؟ کہا آپ کی ازواجِ مطہرات اہل بیت نہیں؟ فرمایا کہ آپ کی ازواجِ مطہرات اہل بیت ہیں لیکن اہل بیت وہ ہیں جن پر آپ کے بعد صدقہ لینا حرام ہے۔ انہوں نے عرض کیا: وہ کون ہیں؟ تو فرمایا کہ وہ آلِ حضرت علی و آل حضرت جعفر و آل حضرت عباس (رضی اللہ عنہم) ہیں۔ ان تمام پر صدقہ حرام ہے؟ تو فرمایا (حضرت زید نے) کہ ہاں۔

وَفِي رِوَايَةٍ: أَلَا وَإِنِّي تَارِكٌ فِيكُمْ ثَقَلَيْنِ:

ایک اور روایت میں ہے کہ سنو! میں تم میں دو عظیم

اَحَدُھُمَا کِتَابُ اللّٰہِ وَھُوَ حَبْلُ اللّٰہِ، مَنِ اتَّبَعَہٗ کَانَ عَلَی الْھُدٰی، وَمَنْ تَرَکَہٗ کَانَ عَلٰی ضَلَالَۃٍ۔

چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں۔ایک اللہ کی کتاب ہے اور وہ اللہ کی رسی ہے جس نے اس کی پیروی کی وہ ہدایت والا ہے اور جس نے اسے چھوڑ دیا وہ گمراہ ہے۔

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب من فضائل علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ، ج۷،ص۱۲۲، رقم: ۶۳۷۸، السنن الکبرٰی للبیھقی، باب بیان اھل بیتہ الذین ھم آلہ، ج۲،ص۱۴۸، رقم: ۲۹۷۱، سنن الدارمی، باب فضل من قرأ القرآن، ج۲،ص۵۲۴، رقم: ۳۳۱۶، سنن الکبرٰی للنسائی، من اسمہ العباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ، ج۵،ص۵۱، رقم: ۸۱۷۵، مسند امام احمد، حدیث زید بن ارقم، ج۴،ص۳۶۶، رقم: ۱۹۲۸۵)

شرح حدیث: اہلِ بیتِ نبوت

حضرات خلفائے راشدین علیہم الرضوان کی ذواتِ مقدسہ مقربینِ بارگاہِ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم میں سب سے اعلیٰ مرتبہ رکھتی ہیں اور حق یہ ہے کہ حضورِانور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے جس کسی کو بھی ادنیٰ سی محبت ونسبت ہے اس کی فضیلت اندازے اور قیاس سے زیادہ ہے۔اس آقائے نامدار سرکار دولت مدار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ اتنی نسبت کہ کوئی شخص ان کے بلدۂ طاہرہ اور شہر پاک میں سکونت رکھتا ہو اس درجہ کی ہے کہ حدیث شریف میں وارد ہوا:

مَنْ اَخَافَ اَھْلَ الْمَدِیْنَۃِ ظُلْماً اَخَافَہُ اللّٰہُ وَعَلَیْہِ لَعْنَۃُ اللّٰہِ وَالْمَلٰئِکَۃِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ۔

(المسند للامام احمد بن حنبل، الحدیث: ۱۶۵۵۷، ج۵،ص ۵۶۴)

جس نے اہل مدینہ کو ظلماً ڈرایا، اللہ تعالیٰ اس پر خوف ڈالے گا اور اس پر اللہ کی اور ملائکہ کی اور سب لوگوں کی لعنت۔(رواہ قاضی ابویعلی)

ترمذی کی حدیث میں حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے:

قَالَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ غَشَّ الْعَرَبَ لَمْ یَدْخُلْ فِیْ شَفَاعَتِیْ وَلَمْ تَنَلْہُ مَوَدَّتِیْ۔

(سنن الترمذی، کتاب المناقب، باب مناقب فی فضل العرب، الحدیث: ۳۹۵۴،ج۵،ص۴۸۷)

حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: جس نے عربوں سے بغض رکھا میری شفاعت میں داخل نہ ہوگا اور اس کو میری مَوَدّت میسر نہ آئے گی۔

اتنی نسبت ایک شخص عرب کا باشندہ ہو اُس کو اِس مرتبہ پر پہنچادیتی ہے کہ اُس سے خیانت کرنے والا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی شفاعت وَمَوَدّت سے محروم ہوجاتا ہے تو جن برگزیدہ نفوس اور خوش نصیب حضرات کو اس بارگاہِ عالی میں قرب ونزدیکی اور اِختِصاص حاصل ہے ان کے مراتب کیسے بلند وبالا ہوں گے اسی سے آپ اہل بیت کرام علیہم

الرضوان کے فضائل کا اندازہ کیجئے ان حضرات کی شان میں بہت آیتیں اور حدیثیں وارد ہوئیں:

اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰهُ لِیُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَیْتِ وَ یُطَهِّرَكُمْ تَطْهِیْرًا O

ترجمہ کنزالایمان: اللہ تو یہی چاہتا ہے اے نبی کے گھر والو کہ تم سے ہر ناپاکی دور فرمادے اور تمہیں پاک کر کے خوب ستھرا کردے۔ (پ ۲۲، الاحزاب: ۳۳)

اکثر مفسرین کی رائے ہے کہ یہ آیت حضرت علی مرتضیٰ، حضرت سیدۃ النساء فاطمہ زہرا، حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے حق میں نازل ہوئی اور قرینہ اسکا یہ ہے کہ عَنْكُمْ اور اسکے بعد کی ضمیریں مذکر ہیں اور ایک قول یہ ہے کہ یہ آیت حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج مطہرات رضوان اللہ تعالیٰ علیہن کے حق میں نازل ہوئی کیونکہ اس کے بعد ہی ارشاد ہوا:

وَ اذْكُرْنَ مَا یُتْلٰى فِیْ بُیُوْتِكُنَّ

ترجمہ کنزالایمان: اور یاد کرو جو تمہارے گھروں میں پڑھی جاتی ہیں۔ (پ ۲۲، الاحزاب: ۳۴)

اور یہ قول حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف منسوب ہے اس لیے ان کے غلام حضرت عکرمہ بازار میں اس کی ندا کرتے تھے۔ (الصواعق المحرقۃ، الباب الحادی عشر، الفصل الاول فی الآیات الواردۃ فیہم ص ۱۴۳)

ایک قول یہ بھی ہے کہ اس سے مراد خود سرکار دولت مدار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ذات عالی صفات ہے تنہا۔ دوسرے مفسرین کا قول ہے کہ یہ آیت حضور کی ازواج مطہرات رضوان اللہ تعالیٰ علیہن کے حق میں نازل ہے علاوہ اس کے کہ اس پر آیت: اور یاد کرو جو تمہارے گھروں میں پڑھی جاتی ہیں۔ (پ ۲۲، الاحزاب: ۳۴) دلالت کرتی ہے یہ بھی اس کی دلیل ہے کہ یہ دولت سرائے اقدس ازواج مطہرات رضوان اللہ تعالیٰ علیہن ہی کا مسکن تھا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے اہل بیت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نسب وقرابت کے وہ لوگ ہیں جن پر صدقہ حرام ہے۔ ایک جماعت نے اسی پر اعتماد کیا اور اسی کو ترجیح دی اور ابن کثیر نے بھی اسی کی تائید کی ہے۔

(الصواعق المحرقۃ، الباب الحادی عشر، الفصل الاول فی الآیات الواردۃ فیہم ص ۱۴۳)

احادیث پر جب نظر کی جاتی ہے تو مفسرین کی دونوں جماعتوں کو ان سے تائید پہنچتی ہے۔ امام احمد نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ یہ آیت پنجتن پاک کی شان میں نازل ہوئی۔ پنجتن سے مراد حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت علی وحضرت فاطمہ وحضرت امام حسن اور حضرت امام حسین ہیں۔

(صلوات اللہ تعالیٰ علی حبیبہ وعلیہم وسلم)

اسی مضمون کی حدیث مرفوع ابن جریر نے روایت کی طبرانی میں بھی اسکی تخریج کی مسلم کی حدیث میں ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات نے ان حضرات کو اپنی گلیم مبارک میں لے کر یہ آیت تلاوت فرمائی۔ یہ بھی بصحت ثابت ہوا ہے کہ

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ان حضرات کو تحت گلیم اقدس لے کر یہ دعا فرمائی: اَللّٰھُمَّ ھٰؤُلَآءِ اَھْلُ بَیْتِیْ وَخَاصَّتِیْ اَذْھِبْ عَنْھُمُ الرِّجْسَ وَطَھِّرْھُمْ تَطْھِیْرًا یارب! یہ میرے اہلبیت اور میرے مخصوصین ہیں ان سے رجس وناپاکی دور فرما اور انہیں پاک کردے اور خوب پاک۔

یہ دعا سن کر ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا: وَاَنَا مَعَھُمْ میں بھی ان کے ساتھ ہوں۔ فرمایا: اِنَّكِ عَلٰی خَیْرٍ تم بہتری پر ہو۔

(المسند للامام احمد بن حنبل، حدیث ام سلمۃ زوج النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم، الحدیث: ۲۶۶۵۹، ج۱۰، ص۱۹۷)

ایک روایت میں یہ بھی آیا ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے جواب میں فرمایا: بَلٰی بیشک اور ان کو کسا (گلیم) میں داخل کرلیا۔

(المسند للامام احمد بن حنبل، حدیث ام سلمۃ زوج النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم، الحدیث: ۲۶۶۱۲، ج۱۰، ص۱۸۷)

ایک روایت میں ہے کہ حضرت واثلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کہ میرے حق میں بھی دعا ہو، یارسول اللہ! صلی اللہ علیک وسلم۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے لئے بھی دعا فرمائی۔ ایک صحیح روایت میں ہے واثلہ نے عرض کیا: وَاَنَا مِنْ اَھْلِكَ میں بھی آپ کے اہل میں سے ہوں، فرمایا: وَاَنْتَ مِنْ اَھْلِیْ۔ تم بھی میری اہل میں سے ہو۔

(المعجم الکبیر للطبرانی، الحدیث: ۲۶۷۰، ج۳، ص۵۵)

یہ کرم تھا کہ سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اس نیازمند خالص العقیدت کو مایوس نہ فرمایا اور اپنی اہل کے حکم میں داخل فرمادیا وہ حکماً داخل ہیں۔ ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ حضور نے ان حضرات کے ساتھ اپنی باقی صاحبزادیوں اور قرابت داروں اور ازواج مطہرات کو ملایا۔ (الصواعق المحرقۃ، الباب الحادی عشر، الفصل الاول، ص ۱۴۴)

ثعلبی کا خیال ہے کہ آیت میں اہل بیت سے تمام بنی ہاشم مراد ہیں اسکو اس حدیث سے تائید پہنچتی ہے جس میں ذکر ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی رداء مبارک میں حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کی صاحبزادیوں کو لپٹا کر دعا فرمائی: یَارَبِّ ھٰذَا عَمِّیْ وَصِنْوُ اَبِیْ وَھٰؤُلَآءِ اَھْلُ بَیْتِیْ فَاسْتُرْھُمْ مِنَ النَّارِ کَسِتْرِیْ اِیَّاھُمْ بِمُلَاءَ تِیْ ھٰذِہٖ فَاَمَّنَتْ اُسْکُفَّۃُ الْبَابِ وَحَوَائِطُ الْبَیْتِ۔

یعنی یارب یہ میرے چچا اور بمنزلہ میرے والد کے ہیں اور یہ میرے اہلِ بیت ہیں انہیں آتش دوزخ سے ایسا چھپا جیسا میں نے اپنی چادر مبارک میں چھپایا ہے۔ اس دعا پر مکان کے در و دیوار نے آمین کہی۔ (المعجم الکبیر للطبرانی، حمزۃ بن ابی اسید عن ابیہ، الحدیث: ۵۸۴، ج۱۹، ص ۲۶۳) (والصواعق المحرقۃ، الباب الحادی عشر، الفصل الاول فی الآیات الواردۃ فیہم، ص ۱۴۴)

خلاصہ یہ کہ دولت سرائے اقدس کے سکونت رکھنے والے اس آیت میں داخل ہیں کیونکہ وہی اس کے مخاطب ہیں چونکہ اہلِ بیت نسب کا مراد ہونا مخفی تھا اس لئے آں سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اس فعل مبارک سے بیان

فرمایا کہ مراد اہل بیت سے عام ہیں۔ خواہ بیتِ مسکن کے اہل ہوں جیسے کہ ازواج یا بیت نسب کے اہل بنی ہاشم و مطلب۔
حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک حدیث مروی ہے آپ نے فرمایا: میں ان اہل بیت میں سے ہوں جن سے اللہ تعالیٰ نے رجس کو دور کیا اور انہیں خوب پاک کیا۔ (الصواعق المحرقۃ، الباب الحادی عشر، الفصل الاول فی الآیات الواردۃ فیہم ص ۱۴۴)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آیت میں بیت نسب بھی اسی طرح مراد ہے۔ جس طرح بیت مسکن۔ یہ آیت کریمہ اہل بیت کرام کے فضائل کا منبع ہے۔ اس سے ان کے اعزازِ مآثر اور عُلُوِّ شان کا اظہار ہوتا ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ تمام اخلاق دَنیہ واحوال مذمومہ سے ان کی تطہیر فرمائی گئی۔ بعض احادیث میں مروی ہے کہ اہل بیت، نار پر حرام ہیں اور یہی اس تطہیر کا فائدہ اور ثمرہ ہے اور جو چیز ان کے احوال شریفہ کے لائق نہ ہو اس سے ان کا پروردگار عزوجل انہیں محفوظ رکھتا اور بچاتا ہے۔ جب خلافت ظاہرہ میں شان مملکت وسلطنت پیدا ہوئی تو قدرت نے آل طاہر کو اس سے بچایا اور اس کے عوض خلافت باطنہ عطا فرمائی۔

حضرات صوفیہ کا ایک گروہ جزم کرتا ہے کہ ہر زمانہ میں قطب اولیاء، آل رسول ہی میں سے ہوں گے۔ اس تطہیر کا ثمرہ ہے کہ صدقہ ان پر حرام کیا گیا کیونکہ اس کو حدیث شریف میں صدقہ دینے والوں کا میل بتایا گیا ہے مع ذلک اس میں لینے والے کی سُبکی بھی ہے بجائے اس کے وہ خمس وغنیمت کے حقدار بنائے گئے جس میں لینے والا بلند و بالا ہوتا ہے۔ اس آل پاک کی عظمت وکرامت یہاں تک ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں تم میں دو چیزیں چھوڑتا ہوں جب تک تم انھیں نہ چھوڑو گے ہرگز گمراہ نہ ہو گے۔ ایک کتاب اللہ، ایک میری آل۔ (الصواعق المحرقۃ، الباب الحادی عشر، الفصل الاول، ص ۱۴۴۔۱۴۵ ملتقطاً) (والمستدرک للحاکم، کتاب معرفۃ الصحابۃ، باب من کنت مولاہ ... الخ، الحدیث: ۴۷۱۱، ج ۴، ص ۷۲)

دیلمی نے ایک حدیث روایت کی کہ حضور اقدس علیہ وآلہ الصلوٰۃ والتسلیمات نے ارشاد فرمایا: دعا رکی رہتی ہے جب تک کہ مجھ پر اور میرے اہل بیت پر درود نہ پڑھا جائے۔ (کنز العمال، کتاب الاذکار، قسم الاقوال، الحدیث ۳۲۱۲، ج ۲، ص ۳۵)

ثعلبی نے حضرت امام جعفر صادق رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے روایت کی کہ آپ نے آیت

وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِیْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا

ترجمۂ کنزالایمان: اور اللہ کی رسّی مضبوط تھام لو سب ملکر اور آپس میں پھٹ نہ جانا۔ (پ ۴، اٰل عمرٰن: ۱۰۳)

کی تفسیر میں فرمایا کہ ہم ہی حبل اللہ ہیں۔ (الصواعق المحرقۃ، الباب الحادی عشر، الفصل الاول فی الآیات الواردۃ فیہم ص ۱۵۱)

(350) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، عَنْ أَبِي بَكْرِنِ الصِّدِّيْقِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ - مَوْقُوْفًا عَلَيْهِ - أَنَّهُ قَالَ: ارْقُبُوْا مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ أَهْلِ بَيْتِهِ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

حضرت ابن عمر ﷺ حضرت ابوبکر صدیق ﷺ سے موقوفا روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: محمد ﷺ کے اہل بیت کی ان کی وجہ سے عزت کرو۔ (بخاری)

مَعْنٰی ارْقُبُوْهُ: رَاعُوْهُ وَاحْتَرِمُوْهُ وَاَكْرِمُوْهُ، وَاللهُ اَعْلَمُ۔

ارقبوہ کا مطلب ہے ان کی رعایت کرو ان کا احترام اور ان کی عزت کرو۔ واللہ اعلم!

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب مناقب قرابة رسول الله صلى الله عليه وسلم، ج٥ص٢٠ رقم: ٣٧١٣، مسند ابی بکر المروزی، حديث ابن عمر عن ابی بکر رضی الله عنهما، ص٧٥، رقم: ٢٢، مصنف ابن ابی شیبة، فضائل علی بن ابی طالب رضی الله عنه، ج٦ص٣٧٣، رقم: ٣٢١٣٠، جامع الاصول لابن اثیر، الفصل الثالث فی فضائل اهل بیت، ج٩ص١٦٠ رقم: ٦٧٠٩)

شرح حدیث: ہاتھوں کا بوسہ

حضرت سیّدنا زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک آدمی کی نماز جنازہ پڑھائی پھر آپ کے سوار ہونے کے لئے آپ کا خچر قریب لایا گیا تو حضرت سیّدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما آگے بڑھے اور اس کی رکاب پکڑ لی حضرت سیّدنا زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی: اے رسول اللہ عزَّ وَجَلَّ وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کے چچا زاد بھائی! اسے چھوڑ دیں۔ حضرت سیّدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا: ہمیں علماء واکابرین کے ساتھ اسی طرح پیش آنے کا حکم دیا گیا ہے۔ حضرت سیّدنا زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کے ہاتھوں کا بوسہ لیا اور کہا: ہمیں اپنے نبی صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کے اہل بیت سے اسی طرح پیش آنے کا حکم دیا گیا ہے۔ (لُبَابُ الْاِحْیاء صفحہ ٣٣)

44-بَابُ تَوْقِيْرِ الْعُلَمَاءِ وَالْكِبَارِ وَاَهْلِ الْفَضْلِ وَتَقْدِيْمِهِمْ عَلٰى غَيْرِهِمْ وَرَفْعِ مَجَالِسِهِمْ وَاِظْهَارِ مَرْتَبَتِهِمْ

علماء اور بزرگوں اور فضیلت والوں کی تعظیم اور ان کو ان کے غیر پر مقدم کرنا اور ان کی مجالس کو بلند کرنا ان کے مرتبہ کا اظہار کرنا

قَالَ اللهُ تَعَالٰى: (قُلْ هَلْ يَسْتَوِى الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ اُولُو الْاَلْبَابِ) (الزمر: 9)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد فرمایا: آپ کہہ دیجئے کیا علم والے اور بے علم برابر ہو سکتے ہیں، نصیحت تو عقل والوں ہی کے لیے ہے۔

(351) وَعَنْ اَبِیْ مَسْعُوْدٍ عُقْبَةَ بْنِ عَمْرٍو الْبَدْرِيِّ الْاَنْصَارِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَؤُمُّ الْقَوْمَ اَقْرَؤُهُمْ لِكِتَابِ اللهِ، فَاِنْ كَانُوْا فِي الْقِرَاءَةِ سَوَاءً، فَاَعْلَمُهُمْ بِالسُّنَّةِ، فَاِنْ كَانُوْا فِي السُّنَّةِ سَوَاءً فَاَقْدَمُهُمْ هِجْرَةً، فَاِنْ كَانُوْا فِي الْهِجْرَةِ سَوَاءً، فَاَقْدَمُهُمْ سِنًّا، وَلَا يُؤَمَّنَّ الرَّجُلُ الرَّجُلَ فِيْ

حضرت ابو مسعود عقبہ بن عمرو بدری انصاری ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ کتاب اللہ کا قاری اور عالم قوم کو امامت کرائے اگر قرأت علم قرآن میں برابر ہوں، تو سنت کو زیادہ جاننے والا اگر سنت میں برابر ہوں، تو پہلے ہجرت کرنے والا اگر وہ ہجرت میں برابر ہوں، تو زیادہ عمر والا ایک آدمی دوسرے کی زیر اثر جگہ پر بلا اجازت امامت کرائے نہ

سُلْطَانِهٖ، وَلَا يَقْعُدُ فِيْ بَيْتِهٖ عَلٰى تَكْرِمَتِهٖ اِلَّا بِاِذْنِهٖ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

اس کے گھر میں اس کی مسند پر بلا اس کی اجازت کے بیٹھے۔)(مسلم)

وَفِيْ رِوَايَةٍ لَّهٗ: فَاَقْدَمُهُمْ سِلْمًا بَدَلَ سِنًّا: اَيْ اِسْلَامًا۔

ایک روایت میں سناً کی جگہ سلماً ہے یعنی جو پہلے اسلام لایا ہو۔

وَفِيْ رِوَايَةٍ: يَؤُمُّ الْقَوْمَ اَقْرَؤُهُمْ لِكِتَابِ اللّٰهِ، وَاَقْدَمُهُمْ قِرَاءَةً، فَاِنْ كَانَتْ قِرَاءَتُهُمْ سَوَاءً فَيَؤُمُّهُمْ اَقْدَمُهُمْ هِجْرَةً، فَاِنْ كَانُوْا فِي الْهِجْرَةِ سَوَاءً، فَلْيَؤُمُّهُمْ اَكْبَرُهُمْ سِنًّا۔

ایک اور روایت میں ہے کہ قوم کی امامت ان میں سے زیادہ قرأت والا کرے اگر قرأت میں برابر ہوں تو پہلے ہجرت والا اگر ہجرت میں بھی برابر ہوں، تو بڑی عمر والا۔

وَالْمُرَادُ "بِسُلْطَانِهٖ": مَحَلُّ وِلَايَتِهٖ، اَوِ الْمَوْضِعِ الَّذِيْ يَخْتَصُّ بِهٖ "وَتَكْرِمَتُهٗ" بِفَتْحِ التَّاءِ وَكَسْرِ الرَّاءِ: وَهِيَ مَا يَنْفَرِدُ بِهٖ مِنْ فِرَاشٍ وَّسَرِيْرٍ وَّنَحْوِهِمَا۔

سلطانه: سے وہ جگہ مراد ہے جو اس کے زیر اثر ہو جو اس کے ساتھ خاص ہو۔ تکرمته: تا پر زبر اور را پر زیر کے ساتھ اس سے مراد خاص بیٹھنے کی جگہ بستر چار پائی وغیرہ ہے۔

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب من احق بالامامة، ج۲ص۱۳۳ رقم: ۱۵۶۴ سنن ابوداؤد، باب من احق بالامامة، ج ج۱ص۲۲۷، رقم: ۵۸۲ سنن الكبرىٰ للبیهقی، باب اجعلوا ائمتكم خياركم، ج۳ص۹۰ رقم: ۵۳۳۶ المنتقى لابن الجارود، باب الجماعة والامامة، ص۸۵، رقم: ۳۰۸ (مؤسسة الكتاب الثقافيه، بيروت)

شرح حدیث: بڑی گھبراہٹ سے بے خوفی

حضرت سیّدنا ابوسعید خدری اور حضرت سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ ہم نے سرکارِ مدینہ، قرارِ قلب سینہ، باعثِ نزولِ سکینہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا: قیامت کے دن تین اشخاص سیاہ مشک کے ٹیلے پر ہوں گے، انہیں اَلْفَزَعُ الْاَكْبَر (یعنی بڑی گھبراہٹ) خوف زدہ نہیں کرے گی اور نہ ہی ان کا حساب ہوگا (۱) وہ شخص جو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رضا کے لئے قرآن پڑھے اور کسی قوم کی امامت کرے اور وہ اس سے راضی ہو (۲) وہ شخص جو رضائے الٰہی عَزَّوَجَلَّ کے لئے کسی مسجد میں اذان دے کر لوگوں کو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی طرف بلائے اور (۳) وہ شخص جو دنیا میں غلامی میں مبتلا ہو مگر غلامی نے اُسے طلبِ آخرت سے دور نہ کیا۔ (شعب الایمان، الحدیث ۲۰۰۲، ج۲، ص۳۴۸)

اِمامت کا زیادہ حقدار کون ہے

مسئلہ ۳۵: سب سے زیادہ مستحق اِمامت وہ شخص ہے جو نماز و طہارت کے احکام کو سب سے زیادہ جانتا ہو، اگرچہ باقی علوم میں پوری دستگاہ (مہارت) نہ رکھتا ہو، بشرطیکہ اتنا قرآن یاد ہو کہ بطور مسنون پڑھے اور صحیح پڑھتا ہو یعنی حروف مخارج

سے ادا کرتا ہو اور مذہب کی کچھ خرابی نہ رکھتا ہو اور فواحش سے بچتا ہو، اس کے بعد وہ شخص جو تجوید (قراءت) کا زیادہ علم رکھتا ہو اور اس کے موافق ادا کرتا ہو۔ اگر کئی شخص ان باتوں میں برابر ہوں، تو وہ کہ زیادہ ورع رکھتا ہو یعنی حرام تو حرام شبہات سے بھی بچتا ہو، اس میں بھی برابر ہوں، تو زیادہ عمر والا یعنی جس کو زیادہ زمانہ اسلام میں گزرا، اس میں بھی برابر ہوں، تو جس کے اخلاق زیادہ اچھے ہوں، اس میں بھی برابر ہوں، تو زیادہ وجاہت والا یعنی تہجد گزار کہ تہجد کی کثرت سے آدمی کا چہرہ زیادہ خوبصورت ہو جاتا ہے، پھر زیادہ خوبصورت، پھر زیادہ حسب والا پھر وہ کہ باعتبار نسب کے زیادہ شریف ہو، پھر زیادہ مالدار، پھر زیادہ عزت والا، پھر وہ جس کے کپڑے زیادہ ستھرے ہوں، غرض چند شخص برابر کے ہوں، تو ان میں جو شرعی ترجیح رکھتا ہو زیادہ حق دار ہے اور اگر ترجیح نہ ہو تو قرعہ ڈالا جائے، جس کے نام کا قرعہ نکلے وہ اِمامت کرے یا ان میں سے جماعت جس کو منتخب کرے وہ امام ہو اور جماعت میں اختلاف ہو تو جس طرف زیادہ لوگ ہوں وہ امام ہو اور اگر جماعت نے غیر اولیٰ کو امام بنایا، تو بُرا کیا، مگر گنہگار نہ ہوئے۔ (الدر المختار، کتاب الصلاۃ، باب الامامۃ، ج ۲، ص ۳۵۰۔ ۳۵۴، وغیرہ)

مسئلہ ۳۶: امام معین ہی اِمامت کا حق دار ہے، اگرچہ حاضرین میں کوئی اس سے زیادہ علم اور زیادہ تجوید والا ہو۔

(الدر المختار، کتاب الصلاۃ، باب الإمامۃ، ج ۲، ص ۳۵۴)

یعنی جب کہ وہ امام جامع شرائط امام ہو، ورنہ وہ اِمامت کا اہل ہی نہیں، بہتر ہونا در کنار۔

مسئلہ ۳۷: کسی کے مکان میں جماعت قائم ہوئی اور صاحب خانہ میں اگر شرائط اِمامت پائے جائیں تو وہی اِمامت کے لیے اولیٰ ہے، اگرچہ اور کوئی اس سے علم وغیرہ میں بہتر ہو، ہاں افضل یہ ہے کہ صاحب خانہ ان میں سے بوجہ فضیلت علم کسی کو مقدم کرے کہ اس میں اس کا اعزاز ہے اور اگر وہ مہمان خود ہی آگے بڑھ گیا، تو بھی نماز ہو جائے گی۔

(الفتاوی الھندیۃ، کتاب الصلاۃ، الباب الخامس في الإمامۃ، الفصل الثاني، ج ۱، ص ۸۳)

(352) وَعَنْهُ، قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمْسَحُ مَنَاكِبَنَا فِي الصَّلٰوةِ، وَيَقُوْلُ: اسْتَوُوْا وَلَا تَخْتَلِفُوْا، فَتَخْتَلِفَ قُلُوْبُكُمْ، لِيَلِيَنِي مِنْكُمْ اُولُوا الْاَحْلَامِ وَالنُّهٰى، ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ، ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نماز میں (صفیں بناتے وقت) ہمارے کندھوں پر ہاتھ پھیرتے (انہیں برابر کرتے) اور کہتے برابر ہو جاؤ آگے پیچھے نہ ہو کہ تمہارے دل بھی اختلاف میں پڑ جائیں گے میرے قریب تم میں سے عقل ودانش والے کھڑے ہوں پھر جو ان سے ملتے ہیں پھر جو ان سے ملتے ہیں (عقل ودانش کے اعتبار سے درجہ بدرجہ قریب ہوں)۔

(مسلم)

وَقَوْلُهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لِيَلِيَنِي هُوَ

نبی اکرم ﷺ کا قول لیلني: نون اور لام کے

بِتَخْفِيفِ النُّوْنِ وَلَيْسَ قَبْلَهَا يَاءٌ، وَرُوِيَ بِتَشْدِيْدِ النُّوْنِ مَعَ يَاءٍ قَبْلَهَا۔ وَالنُّهٰى : الْعُقُوْلُ. وَاُولُوا الْاَحْلَامِ : هُمُ الْبَالِغُوْنَ، وقِيْلَ: اَهْلُ الْحِلْمِ وَالْفَضْلِ۔

درمیان یاء نہیں اور نون مخفف ہے ایک روایت میں ہے نون پر شد ہے اور اس سے قبل یاء بھی ہے وَالنُّهٰى: عقل والے۔ اولو الاحلام: بالغ اور یہ بھی کہا گیا کہ حکم والے فضیلت والے۔

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب تسویة الصفوف واقامتها، ج۲ص۳۰ رقم: ۱۰۰۰ مسند امام احمد بن حنبل، حدیث النعمان بن بشیر، ج۳ص۲۷۶، رقم: ۱۸۴۵۸ سنن الکبری للنسائی، باب ما یقول الامام اذا تقدم فی تسویة الصفوف، ج۱ص۲۸۸، رقم: ۸۸۶، المنتقی لابن الجارود، باب صلاة علی دکان، ص۸۷، رقم: ۳۱۵ المعجم الکبیر، من اسمه عقبة بن عمرو ابومسعود، ج۱۷ص۲۱۵، رقم: ۱۴۲۷۷)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یہ حدیث گزشتہ کی شرح ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ صفیں ٹیڑھی ہونے سے قومیں ٹیڑھی ہوجاتی ہیں کیونکہ قالب کا اثر قلب پر اور قلب کا اثر قالب پر پڑتا ہے، نہانے سے دل ٹھنڈا ہوتا ہے اور دل کی خوشی وغم کا اثر چہرے پر نمودار ہوجاتا ہے۔

یعنی صف اول میں مجھ سے قریب فقہاء صحابہ ہوں جیسے خلفائے راشدین اور عبداللہ ابن عباس وعبداللہ ابن مسعود وغیرہم تاکہ وہ میری نماز دیکھیں اور نماز کی سنتیں وغیرہ یاد کر کے اوروں کو سمجھائیں اور بوقت ضرورت ہماری جگہ مصلے پر کھڑے ہو کر نماز پڑھا سکیں ان کے پیچھے وہ لوگ کھڑے ہوں جو علم وعقل میں ان کے بعد ہوں تاکہ ان صحابہ سے یہ نماز سیکھیں۔ سبحان اللہ! حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم نماز میں بھی جاری رہتی تھی۔

تم لوگوں نے صفیں سیدھی کرنے کا اہتمام چھوڑ دیا، اس لیے تم میں آپس کے جھگڑے واختلافات پیدا ہوگئے۔ خیال رہے کہ یہ حدیث جماعت کی صدہا مسائل کی اصل ہے۔ فقہاء جو فرماتے ہیں کہ نماز میں پہلے مَردوں کی صف ہو، پھر بچوں کی، پھر خنثوں کی، پھر عورتوں کی اس کا ماخذ بھی یہی حدیث ہے۔ (مرآۃ المناجیح، ج۲، ص ۲۱۲)

صفوں کو پُر کرنے کا ثواب

حضرتِ سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلَّم نے فرمایا کہ دو قدم ایسے ہیں جن میں سے ایک اللہ عزوجل کے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ ہے اور دوسرا اللہ عزوجل کو سب سے زیادہ ناپسند ہے۔ جو شخص صف میں خلا دیکھے پھر اسے پُر کرنے کیلئے چلے اور اسے پُر کردے تو اسکا یہ قدم اٹھانا اللہ عزوجل کو پسند ہے اور جو قدم اللہ عزوجل کو ناپسند ہے، وہ یہ کہ کوئی شخص کھڑا ہونے کیلئے اپنی دائیں ٹانگ پھیلا کر اس پر اپنا ہاتھ رکھے پھر اپنی بائیں ٹانگ کھڑی کر کے اٹھے۔

(المستدرک للحاکم، کتاب الامامة وصلوۃ الجماعۃ/خطوتان احدھما احب الی اللہ والاخری الخ، رقم ۱۰۴۶، ج ۱، ص ۵۲۰)

ام المومنین حضرتِ سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ شہنشاہِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ، صاحبِ معطر پسینہ، باعثِ نُزولِ سکینہ، فیض گنجینہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہٖ وسلّم نے فرمایا، جو صف کے خلا کو پر کریگا اللہ عزوجل اس کا ایک درجہ بلند فرمائے گا اور اس کے لئے جنت میں ایک گھر بنائے گا۔ (طبرانی اوسط، رقم ۵۷۹۷، ج ۴، ص ۲۲۵)

(353) وَعَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: لِیَلِیَنِیْ مِنْکُمْ اُولُوا الْاَحْلَامِ وَالنُّھٰی، ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَھُمْ ثَلَاثًا وَاِیَّاکُمْ وَھَیْشَاتِ الْاَسْوَاقِ رَوَاہُ مُسْلِمٌ۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: چاہئے کہ مجھے تم میں عقل ودانش والے لوگ ملیں (قریب ہوں) پھر جو لوگ ان کو (درجہ عقل ودانش میں) ملیں۔ تین بار یہ فرمایا اور اپنے آپ کو بازاری آوازوں سے بچاؤ۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب تسویۃ الصفوف واقامتھا، ج۲ص۳۰ رقم: ۱۰۰۰ سنن الکبرٰی للبیھقی، باب الرجال یأتمون بالرجل ومعھم صبیان ونساء، ج۳ص۹۷ رقم: ۴۹۴۲ سنن ابوداؤد، باب من یستحب ان یلی الامام فی الصف وکراھیۃ التاخر، ج۱ص۲۵۲، رقم: ۶۷۴ المعجم الکبیر للطبرانی، من اسمہ عبداللہ بن مسعود، ج۱۰ص۸۸ رقم: ۱۰۰۶۱ المحرر فی الحدیث لابن دقیق العید، باب صلاۃ الجماعۃ، ص۲۴۹، رقم: ۳۸۵)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی مسجدوں میں بازاروں کا سا شور نہ کرو ادب اور خاموشی سے بیٹھو یا بازاروں کی طرح چھوٹے بڑے مل کر نہ بیٹھو بلکہ یہاں فراق مراتب کرو کہ علماء، عوام، بچے، عورتیں چھٹ کر اپنے اپنے مقام پر بیٹھیں۔ یہ مطلب بھی ہوسکتا ہے کہ بلاضرورت بازاروں میں نہ جاؤ اور وہاں شور نہ مچاؤ، اس صورت میں علیحدہ حکم ہوگا۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۲، ص ۳۱۳)

بلاضرورت بازاروں میں نہ جاؤ

شہنشاہِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: جب شیطان زمین پر اترا تو اس نے عرض کی، یارب عزوجل! میرا ایک گھر بنا دے۔ تو اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا: تیرا گھر حمام ہے۔ اس نے پھر عرض کی میرے لئے ایک بیٹھک بنا دے۔ تو اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا: بازار تیری بیٹھک ہے۔ اس نے پھر عرض کی، میرا ایک منادی بنا دے۔ تو اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا: مزامیر (یعنی ڈھول باجے) تیرے منادی ہیں۔ اس نے پھر عرض کی میرے لئے کھانا مقرر کردے۔ تو اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا: جس چیز پر میرا نام نہ لیا جائے وہ تیرا کھانا ہے۔ اس نے پھر عرض کی میرے لئے کوئی قرآن بنا دے۔ تو اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا: اشعار تیرا قرآن ہیں۔ اس نے پھر عرض کی میری حدیث بنا دے۔ تو اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا: جھوٹ تیری حدیث ہے۔ اس نے پھر عرض کی میرے لئے شکاری جال بنا

دے۔تو اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا: عورتیں تیرا جال ہیں۔ (تخریج احادیث الاحیاء، باب ۲۶۲۲، ج۶، ص۱۷۱)

حضرت سیدنا قاسم بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت سیدنا عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سکے بنانے والوں کے بازار میں دیکھا، آپ فرمارہے تھے: اے سکے (نوٹ) بنانے والو! تمہیں خوشخبری ہو۔ انہوں نے کہا: اللہ عزوجل آپ کو جنت کی خوشخبری دے، اے ابو محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ! آپ نے ہمیں کس بات کی خوشخبری دی ہے۔تو آپ نے ارشاد فرمایا: سرکارِ مدینہ، راحتِ قلب و سینہ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم کا فرمانِ عالیشان ہے: سکے (نوٹ) بنانے والوں کو جہنم کی بشارت دے دو۔

(مجمع الزوائد، کتاب البیوع، باب ماجاء فی الربا، الحدیث: ۶۵۸۷، ج۴، ص۲۱۴)

(354) وَعَنْ اَبِيْ يَحْيٰى، وَقِيْلَ: اَبِيْ مُحَمَّدٍ سَهْلِ بْنِ اَبِيْ حَثْمَةَ - بِفَتْحِ الْحَاءِ الْمُهْمَلَةِ وَاِسْكَانِ الثَّاءِ الْمُثَلَّثَةِ - الْاَنْصَارِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: انْطَلَقَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ سَهْلٍ وَّمُحَيِّصَةُ بْنُ مَسْعُوْدٍ اِلٰى خَيْبَرَ وَهِيَ يَوْمَئِذٍ صُلْحٌ، فَتَفَرَّقَا. فَاَتٰى مُحَيِّصَةُ اِلٰى عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ سَهْلٍ وَهُوَ يَتَشَحَّطُ فِيْ دَمِهٖ قَتِيْلًا. فَدَفَنَهٗ، ثُمَّ قَدِمَ الْمَدِيْنَةَ فَانْطَلَقَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ ابْنُ سَهْلٍ وَمُحَيِّصَةُ وَحُوَيِّصَةُ ابْنَا مَسْعُوْدٍ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَذَهَبَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ يَتَكَلَّمُ، فَقَالَ: كَبِّرْ كَبِّرْ وَهُوَ اَحْدَثُ الْقَوْمِ، فَسَكَتَ، فَتَكَلَّمَا، فَقَالَ: اَتَحْلِفُوْنَ وَتَسْتَحِقُّوْنَ قَاتِلَكُمْ؟ ... وَذَكَرَ تَمَامَ الْحَدِيْثِ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابو یحییٰ اور کہا گیا کہ ابو محمد سہل بن ابی حثمہ انصاری ﷺ حا مہملہ پر زبر اور ثا مثلثہ پر سکون سے روایت ہے فرمایا حضرت عبداللہ بن سہل اور حضرت محیصہ بن مسعود خیبر گئے یہ صلح کا دور تھا وہ بکھر گئے جب حضرت محیصہ حضرت عبداللہ کی طرف واپس پلٹے تو وہ خون میں لت پت (مقتول) تھا اس کو دفن کیا پھر مدینہ منورہ آیا' تو عبدالرحمن بن سہل اور حضرت مسعود کے دو بیٹے حضرت محیصہ اور حضرت حویصہ رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے' تو حضرت عبدالرحمن نے بات شروع کی۔آپ نے فرمایا: بڑے کو بات کرنے دے بڑے کو بات کرنے دے اور یہ ان میں سے کم عمر تھے یہ خاموش ہو گئے پھر دوسرے دونوں نے بات کی تو آپ نے فرمایا: کیا تم قسم اٹھاتے ہو اور (اس طرح تم) قاتل کے مستحق ہو جاؤ گے اور پوری حدیث ذکر کی۔ (متفق علیہ)

وَقَوْلُهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: كَبِّرْ كَبِّرْ مَعْنَاهُ: يَتَكَلَّمُ الْاَكْبَرُ.

اور نبی اکرم ﷺ کا فرمان: کبر کبر اس کا مطلب ہے: بڑا بات کرے۔ (یعنی بڑے کو بات کا موقع دے)۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب کتاب الحاکم الی عماله والقاضی الی امنائه، ج۹، ص۷۵، رقم: ۷۱۹۲، صحیح مسلم

باب القسامة، ج۵ص۱۰۰ رقم: ۴۴۴۱ مسند امام احمد بن حنبل، مسند المدینین، ج۴ص۳ رقم: ۱۶۱۴۱ موطأ امام مالک، باب تبدئه اهل الدم فی القسامة، ص۱۲۹۰ رقم: ۳۲۷۵ سنن ابوداؤد، باب القسامة، ج۴ص۳۰۰ رقم: ۴۵۲۳)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

حضرت رافع ابن خدیج کی کنیت ابوعبداللہ ہے، حارثی انصاری ہیں، بدر میں بہت چھوٹے تھے اس لیے شریک نہ ہوئے، پھر غزوہ احد اور باقی غزوات میں شریک ہوئے، غزوہ بدر میں آپ کو تیر لگا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن میں تیرے اس زخم کی گواہی دوں گا، اس وقت زخم اچھا ہوگیا، پھر یہ ہی زخم عبدالملک ابن مروان کے زمانہ میں جاری ہوگیا، اس سے آپ کی وفات ہوئی، ۷۳ھ میں چھیاسی سال عمر پائی مشہور صحابی ہیں۔ (مرقاۃ)

اور حضرت سہل ابن حثمہ بہت کم عمر صحابی ہیں، ۳ھ میں ولادت ہے۔ حضرت عبداللہ ابن سہل بھی انصاری حارثی ہیں، عبدالرحمن ابن سہل کے بھائی اور محیصہ کے بھتیجے ہیں، آپ ہی خیبر میں قتل کیے گئے سیر وتفریح کے لیے خیبر گئے اور وہاں باغوں میں متفرق ہو گئے ایک کسی باغ میں چلا دوسرا کسی اور باغ میں۔ فقیر نے خیبر کی سیر اور زیارات کی ہیں، وہاں اب بھی سات قلعہ ہیں اور باغات تو بہت ہی ہیں اہل مدینہ وہاں تفریح کے لیے جاتے ہیں، مدینہ طیبہ سے تبوک وعمان کے راستہ پر ایک سو ساٹھ کیلومیٹر ہے، اب وہاں تک بلکہ تبوک تک سڑک پختہ ہے۔

عبدالرحمان ابن سہل تو مقتول عبداللہ ابن سہل کے بھائی تھے اور حویصہ ومحیصہ مقتول کے چچازاد تھے۔

مفتی صاحب اس حدیث کے اگلے حصے کے بارے میں فرماتے ہیں کہ کہ نبی اکرم صَلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم نے فرمایا:

تم میں جو سب سے بڑے ہیں انہیں پہلے گفتگو کرنے دو پھر تم کچھ کہنا، بڑے حویصہ تھے۔ (مرقات) اس سے معلوم ہوا کہ بڑوں کا ادب ہر حال میں چاہیے اور عمر کی بڑائی بھی معتبر ہے، بڑائی بہت سی قسم کی ہوتی ہے: رشتہ کی بڑائی، علم کی بڑائی، تقویٰ کی بڑائی، عمر کی بڑائی، یہاں عمر کی بڑائی مراد ہے۔ (مرأۃ المناجیح، ج۶، ص۶۶۰)

بزرگوں کی عزت

اسلام ایک کامل واکمل دین ہے جو ہمیں بزرگوں کا احترام سکھاتا ہے۔ اپنی اولاد کو بزرگوں کے احترام کا خوگر بنایئے۔ حضرت سیدنا انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے کہ سرکارِ مدینہ، فیض گنجینہ، راحتِ قلب وسینہ صَلَّی اللہ تعالٰی علیہ ؤالہٖ وسلَّم نے فرمایا: جو نوجوان کسی بزرگ کے سن رسیدہ ہونے کی وجہ سے اس کی عزت کرے تو اللہ تعالٰی اس کے لئے کسی کو مقرر کر دیتا ہے جو اس نوجوان کے بڑھاپے میں اس کی عزت کرے گا۔

(سنن الترمذی، کتاب البر والصلۃ، باب ماجاء فی اجلال الکبیر، الحدیث ۲۰۲۹، ج۳، ص۴۱۱)

حضرت سیدنا انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے

تاجور، سلطانِ بحر و بر صلّی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلّم نے فرمایا: اے انس! بڑوں کا ادب و احترام اور تعظیم وتو قیر کرو اور چھوٹوں پر شفقت کرو، تم جنت میں میری رفاقت پالو گے۔ (شعب الایمان، باب فی رحم الصغیر، الحدیث ۱۰۹۸۱، ج ۷، ص ۴۵۸)

(355) وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَجْمَعُ بَيْنَ الرَّجُلَيْنِ مِنْ قَتْلَى اُحُدٍ يَعْنِيْ فِي الْقَبْرِ، ثُمَّ يَقُوْلُ: اَيُّهُمَا اَكْثَرُ اَخْذًا لِّلْقُرْاٰنِ؟ فَاِذَا اُشِيْرَ لَهٗ اِلٰى اَحَدِهِمَا قَدَّمَهٗ فِي اللَّحْدِ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی اکرم ﷺ مقتولین احد سے دو دو آدمیوں کو ایک قبر میں دفن کرتے اور فرماتے ان میں سے کون زیادہ قرآن والا ہے جب ایک کی طرف اشارہ کیا جاتا تو اس کو لحد میں آگے کرتے۔ یا جانب قبلہ رکھتے۔ (بخاری)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب الصلاۃ علی الشهید، ج۲ص۹۱، رقم: ۱۳۴۳، السنن الکبری، باب المسلمون یقتلهم المشرکون فی المعترك، ج۴ص۱۰، رقم: ۷۰۴۲، المنتقی لابن الجارود، کتاب الجنائز، ص۱۳۲، رقم: ۵۵۲، سنن ابو داؤد، باب فی الشهید یغسل، ج۳ص۱۶۵، رقم: ۳۱۴۰، سنن ابن ماجه، باب ما جاء فی الصلاۃ علی الشهداء، ج۱ص۴۸۵، رقم: ۱۵۱۴)

شرح حدیث: قبورِ شہداء کی زیارت

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شہداء اُحد کی قبروں کی زیارت کے لئے تشریف لے جاتے تھے اور آپ کے بعد حضرت ابوبکر صدیق و حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا بھی یہی عمل رہا۔ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شہداء احد کی قبروں پر تشریف لے گئے تو ارشاد فرمایا کہ یا اللہ! تیرا رسول گواہ ہے کہ اس جماعت نے تیری رضا کی طلب میں جان دی ہے، پھر یہ بھی ارشاد فرمایا کہ قیامت تک جو مسلمان بھی ان شہیدوں کی قبروں پر زیارت کے لئے آئے گا اور ان کو سلام کریگا تو یہ شہداء کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اس کے سلام کا جواب دیں گے۔

چنانچہ حضرت فاطمہ خزاعیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بیان ہے کہ میں ایک دن اُحد کے میدان سے گزر رہی تھی حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر کے پاس پہنچ کر میں نے عرض کیا کہ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا عَمَّ رَسُوْلِ اللّٰهِ (اے رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چچا! آپ پر سلام ہو) تو میرے کان میں یہ آواز آئی کہ وَعَلَيْكِ السَّلَامُ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ

(مدارج النبوت، قسم سوم، باب چہارم، ج ۲، ص ۱۳۵)

حیاتِ شہداء

چھیالیس برس کے بعد شہداء اُحد کی بعض قبریں کھل گئیں تو ان کے کفن سلامت اور بدن تر و تازہ تھے اور تمام اہل مدینہ اور دوسرے لوگوں نے دیکھا کہ شہداء کرام اپنے زخموں پر ہاتھ رکھے ہوئے ہیں اور جب زخم سے ہاتھ اٹھایا تو تازہ خون نکل کر بہنے لگا۔ (مدارج النبوت، قسم سوم، باب چہارم، ج ۲، ص ۱۳۵)

قاری قرآن کی فضیلت

حضرتِ سیدنا علی بن ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ ۤالہٖ وسلّم نے فرمایا، جس نے قرآن پڑھا اور پھر اسے یاد کرلیا، اس کے حلال کو حلال جانا اور حرام کو حرام جانا تو اللہ عزوجل اسے جنت میں داخل فرمائے گا اور اس کے گھر والوں سے ایسے دس افراد کے حق میں اس کی شفاعت قبول فرمائے گا جن پر جہنم واجب ہوچکی ہوگی۔

(ترمذی، کتاب فضائل القرآن، باب ماجاء فی فضل قاری القرآن، رقم ۲۹۱۴، ج ۴، ص ۴۱۴)

حضرتِ سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ شہنشاہِ خوش خِصال، پیکرِ حُسن و جمال، ، دافِعِ رنج و مَلال، صاحب جُود و نوال، رسولِ بے مثال، بی بی آمنہ کے لال صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ ۤالہٖ وسلّم نے فرمایا، تم میں سے بہترین وہ ہے جو قرآن سیکھے اور دوسروں کو سکھائے۔ (بخاری، کتاب فضائل القرآن باب خیرکم من تعلم القرآن وعلمہ، رقم ۵۰۲۷، ج ۳، ص ۴۱۰)

حضرتِ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی مُکَرَّم، نُورِ مُجَسَّم، رسول اکرم، شہنشاہِ بنی آدم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ ۤالہٖ وسلّم نے فرمایا، قیامت کے دن قرآن پڑھنے والا آئے گا تو قرآن عرض کریگا، اے رب عزوجل! اسے حُلّہ پہنا۔ تو اسے کرامت کا حلہ پہنایا جائے گا۔ پھر قرآن عرض کریگا، یا رب! اس میں اضافہ فرما۔ تو اسے کرامت کا تاج پہنایا جائے گا۔ پھر قرآن عرض کریگا، اے ربِ عزوجل! اس سے راضی ہوجا۔ تو اللہ عزوجل اس سے راضی ہوجائے گا۔ پھر اس قرآن پڑھنے والے سے کہا جائے گا، قرآن پڑھتا جا اور جنت کے درجات طے کرتا جا اور ہر آیت پر اسے ایک نعمت عطا کی جائیگی۔ (ترمذی، کتاب فضائل القرآن، رقم ۲۹۲۴، ج ۴، ص ۴۱۹)

(356) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: اَرَانِي فِي الْمَنَامِ اَتَسَوَّكُ بِسِوَاكٍ، فَجَائَنِيْ رَجُلَانِ، اَحَدُهُمَا اَكْبَرُ مِنَ الْاٰخَرِ، فَنَاوَلْتُ السِّوَاكَ الْاَصْغَرَ، فَقِيْلَ لِيْ: كَبِّرْ، فَدَفَعْتُهُ اِلَى الْاَكْبَرِ مِنْهُمَا

حضرت ابن عمر ﷺ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: میں نے خواب میں اپنے آپ کو مسواک کرتے دیکھا میرے پاس دو آدمی آئے ایک دوسرے سے بڑا تھا میں نے مسواک چھوٹے کو دی تو مجھے سے کہا گیا بڑے کو دے دو میں نے وہ ان میں سے بڑے کو دے دی۔

رَوَاهُ مُسْلِمٌ مُسْنَدًا وَالْبُخَارِيُّ تَعْلِيْقًا۔

مسلم نے اس کو مسند اور بخاری نے معلق سند سے بیان کیا ہے۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب دفع السواك الی الاكبر. ج۱ص۵۸، رقم: ۲۴۶ صحیح مسلم، باب رؤیا النبی صلی الله علیه وسلم. ج۲ص۲۴۳، رقم: ۶۰۷۱ السنن الكبرى للبيهقی، باب دفع السواك الی الاكبر. ج۱ص۳۹، رقم: ۱۶۳)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

غالباً وہ دونوں ایک ہی طرف ہوں گے اور چھوٹا حضور سے قریب ہوگا۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قرب کا لحاظ فرماتے ہوئے پہلے اس کو دی تو رب کی طرف سے حکم ہوا کہ قرب پر بڑائی کو ترجیح دیجئے۔اگرچہ یہ واقعہ خواب کا ہے مگر نبی کی خواب بھی وحی ہوتی ہے لہذا اب حکم یہی ہے کہ مسواک یا کوئی اور چیز ترتیب وار دینا ہے تو بڑے کو پہلے دی جائے،بشرطیکہ دونوں ایک ہی جانب میں ہوں۔اور اگر دونوں طرف ہوں تو پہلے داہنے والے کو دی جائے،پھر بائیں والے کو،جیسا کہ دیگر احادیث میں ہے لہذا احادیث میں سے تعارض نہیں۔خیال رہے کہ وہ دونوں خواب میں آنے والے فرشتے ہوں گے جو شکل انسانی میں آئے اور مسواک بطور تمثیل دکھائی گئی تاکہ اس سے شرعی مسائل معلوم ہوں کہ اپنی مسواک دوسرے کو استعمال کے لیے دے سکتے ہیں اور طریقہ دینے کا یہ ہوگا،جیسے داؤد علیہ السلام کی خدمت میں دو فرشتے شکل انسانی میں آئے اور بکریوں کا مسئلہ پیش کیا۔(مرآۃ المناجیح،ج۱،ص۲۶۷)

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پسند

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر بات میں دہنی طرف سے ابتداء کو پسند فرماتے یہاں تک کہ جوتا پہننے میں۔

(صحیح مسلم کتاب الطہارۃ باب النہی عن الاستنجاء بالیمین الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲ / ۱۳۲)(اتحاف السادۃ المتقین کتاب اسرار الطہارۃ کیفیۃ الوضوء دار الفکر بیروت ۲ / ۳۶۱)(مسند احمد بن حنبل عن عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا المکتب الاسلامی بیروت ۶ / ۱۰۲)

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی محبت نے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے نزدیک آپ کی ہر چیز کو محبوب بنادیا تھا، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا معمول تھا کہ ہر کام کی ابتداء داہنے جانب سے فرماتے۔

ایک بار حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے دائیں اور حضرت خالد بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بائیں جانب بیٹھے ہوئے تھے،حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا دودھ لائیں تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے پی کر حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے فرمایا کہ حق تو تمہارا ہی ہے لیکن اگر ایثار کرو تو خالد کو دے سکتے ہو۔بولے،میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا جھوٹا کسی کو نہیں دے سکتا۔

(سنن الترمذی،کتاب الدعوات،باب مایقول اذا اکل طعاما،الحدیث:۳۴۶۶،ج۵،ص۲۸۳)

حکیم الامت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان لکھتے ہیں:

سرمہ لگانا،ناخن وبغل کے بال لینا،حجامت اور مونچھیں کٹوانا،مسجد میں آنا اور مسواک کرنا وغیرہ سب میں سنت یہ ہے کہ داہنے ہاتھ یا داہنی جانب سے ابتداء کرے کیونکہ نیکیاں لکھنے والا فرشتہ داہنی طرف رہتا ہے اس کی وجہ سے یہ سمت افضل ہے حتی کہ داہنا پڑوسی بائیں پڑوسی سے زیادہ مستحق سلوک ہے۔(اشعۃ اللمعات) علماء فرماتے ہیں کہ دوسری مسجدوں میں صف کا داہنا حصہ بائیں سے افضل مگر مسجد نبوی میں بایاں حصہ داہنے سے افضل کیونکہ وہ روضۂ مطہرہ سے قریب

ہے۔روضۂ مطہرہ دل ہے اور دل بائیں طرف ہے جس پر زندگی کا دارومدار ہے ان کا ماخذ یہ حدیث بھی ہے۔صوفیائے کرام کے اقوال بے دلیل نہیں ہوتے کیونکہ جب نیکیاں لکھنے والے فرشتے کی وجہ سے داہنا حصہ بائیں سے افضل ہوا تو وہاں قرب مصطفوی کی وجہ سے بائیں سمت افضل ہوگی۔ چنانچہ سرکار فرماتے ہیں کہ نماز میں داہنی جانب نہ تھوکو نہ جوتا رکھو کیونکہ ادھر رحمت کا فرشتہ ہے۔(مرأۃ المناجیح، ج۱،ص۳۸۱)

(357) وَعَنْ اَبِيْ مُوْسٰى رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اِنَّ مِنْ اِجْلَالِ اللهِ تَعَالٰى: اِكْرَامَ ذِي الشَّيْبَةِ الْمُسْلِمِ، وَحَامِلِ الْقُرْاٰنِ غَيْرِ الْغَالِيْ فِيْهِ، وَالْجَافِيْ عَنْهُ، وَاِكْرَامَ ذِي السُّلْطَانِ الْمُقْسِط حَدِيْثٌ حَسَنٌ رَوَاهُ اَبُوْ دَاوُدَ.

حضرت ابوموسیٰ ﷛ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بوڑھے مسلمان کی عزت کرنا قرآن پاک کے عالم وقاری کی عزت کرنا ایسا عالم قاری جو نہ تو غلوو زیادتی کرتا ہو اور نہ بے رخی اور جفا برتا ہو اور انصاف کرنے والے حاکم کی عزت کرنا (یہ تینوں کام) اللہ تعالیٰ کی تعظیم میں سے ہیں۔ یہ حدیث حسن ہے اسے ابوداؤد نے روایت کیا۔

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد، باب فی تنزیل الناس منازلهم، ج۴ص۴۱۱، رقم:۴۸۴۵،الاداب للبیهقی، باب فی رحمه الصغیر وتوقیر الکبیر، ج۱ص۲۲، رقم:۳۶، الادب المفرد للبخاری، باب اجلال الکبیر، ص۱۳۰، رقم:۳۵۷، مسند الحارث، باب فی اهل القرآن، ج۲ص۷۳۹) سنن ترمذی، باب ما جاء فی رحمة الصبیان، ج۴ص۳۲۲، رقم:۱۹۲۰، سنن ابوداؤد، باب فی الرحمة، ج۴ص۴۴۱، رقم:۴۹۴۵، الاداب للبیهقی، باب فی رحمة الصغیر وتوقیر الکبیر، ج۱ص۲۲، رقم:۳۶، الادب المفرد، باب فضل الکبیر، ص۱۲۹، رقم:۳۵۳، المستدرك للحاکم، کتاب الایمان، ج۱ص۸۶، رقم:۲۰۹)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان لکھتے ہیں:

سفید ڈاڑھی والے مسلمان کا احترام، خود رب تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب وہ دعا کے لیے ہاتھ پھیلاتا ہے تو وہ کریم اس سے شرم فرماتا ہے کہ ان ہاتھوں کو خالی پھیرے تو بندہ اس کا احترام کیوں نہ کرے۔ حامل قرآن میں حافظ، عالم دین، قاری، مفسر، ہمیشہ تلاوت کرنے والا سب ہی داخل ہیں سب کا احترام چاہیے۔(مرقات)

وہ حامل قرآن وہ عالم وحافظ قابلِ تعظیم ہیں جو بدمذہب بیدین نہ ہو جو قرآن کو لوگوں کے گمراہ کرنے کا ذریعہ بنائیں اس کی غلط تاویلیں کریں، اس میں خیانتیں کریں، اس کے ذریعہ مسلمانوں میں فتنہ فساد پھیلائیں ان پر تو خدا تعالیٰ کی بھی پھٹکار ہے بندوں کی بھی۔(مرقات) شعر

حافظا میخور رندی کن وخوش باش وے — دام تزویر مکن چوں دگراں قرآن را

احکام ترے حق ہیں مگر اپنے مفسر — تاویل سے کرسکتے ہیں قرآن پاژند

منصف حاکم عدل والا بادشاہ اللہ کی رحمت ہے جس کے سایہ میں اللہ کی مخلوق آرام پاتی ہے وہ رعایا کے لیے مثل

مہربان والد کے ہے اس لیے اس کا احترام ضروری ہے۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۶، ص ۸۰۲)

علم کی عزت

ایک مرتبہ ہارون رشید نے ابو معاویہ عزیز کی دعوت کی وہ آنکھوں سے معذور تھے۔ جب آفتابہ (یعنی ڈھکنے دار دستہ لگا ہوا لوٹا) اور چلمچی (یعنی ہاتھ منہ دھونے کا برتن) ہاتھ دھونے کے لئے لائی گئی تو چلمچی خدمت گار کو دی اور آفتابہ خود لے کر ان کے ہاتھ دُھلائے اور کہا: آپ نے جانا کون آپ کے ہاتھوں پر پانی ڈال رہا ہے؟ کہا: نہیں۔ کہا: ہارون۔ (انہوں نے) کہا جیسی آپ نے علم کی عزت کی ایسی اللہ (عَزَّ وَجَلَّ) آپ کی عزت کرے۔ ہارون رشید نے کہا اِسی دُعا کے حاصل کرنے کے لئے یہ کیا تھا۔ (تاریخ بغداد، ذکر من اسمہ ھارون، ج ۱۴، ص ۹)

علمائے کرام کا احترام

ہارون رشید کے دربار میں جب کوئی عالم تشریف لاتے، بادشاہ اُن کی تعظیم کے لئے سرو قد (یعنی سَرو کے درخت کی طرح بالکل سیدھا) کھڑا ہوتا۔ ایک بار درباریوں نے عرض کیا: یا امیر المؤمنین رعبِ سلطنت جاتا ہے۔ جواب دیا: اگر علمائے دین کی تعظیم سے رعبِ سلطنت جاتا ہے تو جانے ہی کے قابل ہے۔ یہی وجہ تھی کہ ہارون رشید کا رعب روئے زمین کے بادشاہوں پر بدرجہ اتم (یعنی بہت زیادہ) تھا۔ سلاطینِ نصاریٰ (یعنی عیسائی بادشاہ) اس کا نام لیتے تھرّاتے تھے۔

عادل حکمران پر عرش کا سایہ

عدل وانصاف سے کام لینے والے بادشاہ کے بارے میں اشارتاً تو بہت سی احادیث مبارکہ ہیں نیز حضرت سیِّدُنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی حدیث مروی ہے جو عنقریب آئے گی، یہاں پر ان احادیث مبارکہ کو بیان کیا جاتا ہے جو عادل حکمران کے بارے میں واضح وصریح ہیں۔ چنانچہ،

حضرت سیِّدُنا عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبیِّ کریم، رء وف رحیم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ بشارت نشان ہے: انصاف کرنے والے بادشاہ بروزِ قیامت اللہ عَزَّ وَجَلَّ کے قرب میں عرش کے دائیں جانب نور کے منبروں پر ہوں گے اور یہ وہ ہوں گے جو اپنی رعایا اور اہل وعیال کے درمیان فیصلہ کرتے وقت عدل وانصاف سے کام لیتے تھے۔ (صحیح مسلم، کتاب الامارۃ، باب فضیلۃ الامیر العادل... الخ، الحدیث ۱۸۲۷، ص ۱۰۰۵)

نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر وبَر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمان ذیشان ہے: عادل حکمران بروزِ قیامت اللہ عَزَّ وَجَلَّ کا سب سے زیادہ محبوب اور سب سے زیادہ اس کے قرب میں ہوگا۔

(تَمْهِيْدُ الْفَرْشِ فِي الْخِصَالِ الْمُوْجِبَةِ لِظِلِّ الْعَرْشِ ص ۲۰)

(358) وَعَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَيْسَ مِنَّا مَنْ لَّمْ يَرْحَمْ صَغِيْرَنَا، وَيَعْرِفْ شَرَفَ كَبِيْرِنَا حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ رَوَاهُ أَبُوْ دَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ: حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ.

حضرتِ عمرو بن شعیب از والدخود از جد خود ﷺ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: وہ ہم میں سے نہیں جو ہمارے چھوٹے پر رحم نہ کرے اور ہمارے بڑے کی عزت نہ پہچانے۔ یہ حدیث صحیح ہے اس کو ابوداؤد نے روایت کیا اور ترمذی نے کہا حسن صحیح ہے۔

شرح حدیث: شیخین کریمین کے گستاخ کا عبرتناک انجام

حضرتِ سَیِّدُ نا ابومحمد خُراسانی قُدِّسَ سِرُّہُ النُّورَانِی کا بیان ہے کہ ایک خُراسانی تاجر کا غلام بہت نیک وپارسا تھا۔ موسمِ حج میں جب حاجیوں کے قافلے سوئے حرمین جانے لگے تو اس نیک غلام کے دل میں بھی حاضری کی خواہش جوش مارنے لگی۔ اس نے مالک کے پاس جا کر حالِ دل سنایا اور حاضری کی اجازت طلب کی۔ بدبخت و گستاخ تاجر نے انکار کر دیا۔ غلام نے کہا: میں اللہ ورسول عَزَّ وَجَلَّ وصَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کی فرمانبرداری کی اجازت مانگ رہا ہوں، تم اجازت کیوں نہیں دیتے۔ تاجر نے کہا: اگر تم میرا ایک کام کرو تو میں اجازت دے دوں گا ورنہ ہرگز اجازت نہ دوں گا، پکا وعدہ کرو کہ تم وہ کام کرو گے۔ غلام نے کہا: بتاؤ! کیا کام ہے؟ بدبخت تاجر بولا: میں تمہارے ساتھ بہترین سواریاں، خدام، اچھے رفقاء اور دیگر بہت سی اشیاء بھیجوں گا۔ جب روضۂ رسول علٰی صَاحِبِہَا الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پر جاؤ تو وہاں جا کر یہ کہنا: اے اللہ عَزَّ وَجَلَّ کے رسول صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم! میرے آقا نے یہ پیغام بھجوایا ہے کہ میں آپ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کے دونوں دوستوں ابوبکر صدیق وعمرِ فاروق (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) سے بیزار ہوں۔ اگر میرا یہ پیغام پہنچانے کی حامی بھر لو تو مَیں تمہیں بخوشی اجازت دیتا ہوں۔ غلام کا بیان ہے کہ اپنے بدبخت مالک کی یہ گستاخانہ باتیں سن کر میرا دل بہت جلا، میں بہت غمگین ہو گیا۔ بظاہر تو میں نے کہہ دیا کہ میں فرمانبردار وطاعت گزار ہوں لیکن جو میرے دل میں تھا اللہ عَزَّ وَجَلَّ اسے بہتر جانتا ہے۔ بہر حال میں قافلے کے ہمراہ مدینۂ منورہ زَادَہَا اللہُ شَرَفاً وَّتَعْظِیْماً پہنچا، دھڑکتے دل، لرزتے قدموں، پُرنم آنکھوں کے ساتھ روضۂ رسول علٰی صَاحِبِہَا الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی جانب بڑھنے لگا:

ہوئیں اُمیدیں بارآور مدینہ آنے والا ہے
جھکا لو اب ادب سے سر مدینہ آنے والا ہے

قبرِ انور پر پہنچ کر جانِ عالم، سرکارِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ، باعثِ نُزولِ سکینہ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کی بارگاہ میں سلام عرض کیا۔ پھر امیر المؤمنین حضرتِ سَیِّدُ نا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور امیر المؤمنین حضرتِ سَیِّدُ نا عمر فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بارگاہ میں سلام عرض کیا۔ مجھے اپنے بدبخت وگستاخ مالک کا قبیح الفاظ پر مشتمل پیغامِ بد، حضور صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کی بارگاہِ بے کس پناہ میں پہنچانے سے بہت شرم آ رہی تھی لہٰذا میں باز رہا۔ اور مسجدِ نبوی میں حضور صَلَّی اللہ

تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کے قدمینِ شریفین میں سو گیا۔ میں نے خواب میں دیکھا کہ قبرِ انور کی دیوار شق ہوئی اور حضور صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نور بار چہرہ چمکاتے ہوئے باہر تشریف لے آئے۔ آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے سبز لباس زیبِ تن کیا ہوا تھا اور جسمِ اطہر سے مشک کی خوشبو آ رہی تھی۔ سارا ماحول مشکبار ہو گیا۔ مسجد نبوی کا ذرہ ذرہ گواہی دے رہا تھا کہ حضور صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم تشریف لا چکے ہیں۔

عنبر زمیں، عبیر ہوا، مشک تر غبار
ادنیٰ سی یہ شناخت تری راہ گزر کی ہے

حضور نبیٔ کریم، رءُوف رحیم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کی دائیں جانب امیر المؤمنین حضرتِ سیِّدُنا صدیقِ اکبر اور بائیں جانب امیر المؤمنین حضرتِ سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما تھے۔ حضور صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کی اتباع میں انہوں نے بھی سبز لباس پہنا ہوا تھا۔ سرکارِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ، باعثِ نُزولِ سکینہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے میری طرف متوجہ ہو کر ارشاد فرمایا: اے عقل مند شخص! تو نے اپنے مالک کا پیغام ہم تک کیوں نہیں پہنچایا؟ حضور صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کی ہیبت اور رُعب ودبدبہ اتنا تھا کہ میں نے سر جھکائے دست بستہ عرض کی: میرے آقا صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم! مجھے شرم آتی تھی کہ آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کو آپ کے پہلو میں آرام فرما دوستوں کے متعلق اپنے بد بخت مالک کا گستاخانہ پیغام سناؤں۔

سرکارِ عالی وقار صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: اے خوش بخت! اِنْ شَاءَ اللہ عَزَّوَجَلَّ تو حج کرنے کے بعد بخیر وعافیت خُراسان واپس جائے گا۔ جب تو اپنے مالک کے پاس پہنچے تو کہنا: اللہ عَزَّوَجَلَّ کے رسول صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے فرمایا: بے شک اللہ عَزَّوَجَلَّ اور اس کا رسول صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم اُس سے بیزار ہیں جو صدیق وفاروق (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) سے بیزار ہے۔ کیا تو سمجھ گیا ہے؟ میں نے کہا: جی ہاں، میرے آقا صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم! میں سمجھ گیا۔ پھر فرمایا: جان لے! جب تو وہاں پہنچے گا تو چوتھے دن وہ مرجائے گا، کیا تو سمجھ گیا؟ میں نے عرض کی: جی ہاں، میرے آقا صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم! میں سمجھ گیا۔ فرمایا: توجہ سے سن! مرنے سے پہلے اس کے منہ سے پیپ وخون نکلے گا، کیا تو سمجھ گیا؟ میں نے عرض کی: میرے آقا! میں خوب سمجھ گیا۔

پھر آقائے نامدار، ہم غریبوں کے مالک ومختار، باذنِ پروردگار غیبوں پر خبردار، مکی مدنی سرکار صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم واپس تشریف لے گئے اور میں بیدار ہو گیا۔ حضور نبیٔ پاک صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم اور امیر المؤمنین حضرت سیِّدنا صدیقِ اکبر وفاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی زیارت ہونے پر میں نے اللہ عَزَّوَجَلَّ کا خوب شکر ادا کیا۔ پھر میں نے حج کیا اور مخبرِ صادق صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کے فرمان کے مطابق اَلْحَمْدُ لِلّٰہ عَزَّوَجَلَّ بخیر وعافیت واپس خُراسان آ گیا۔ میں اپنے ساتھ بہت سے موسمی پھل وغیرہ بھی لایا۔ میرے بدبخت مالک نے دو دن تک مجھ سے کوئی بات نہ کی، تیسرے دن پوچھنے لگا: میرا پیغام پہنچایا یا نہیں؟ میں نے کہا: میں نے تمہارا کام پورا کر دیا۔ کہا: وہاں سے کیا جواب ملا؟ میں نے

کہا: اگر وہاں سے ملا ہوا پیغام نہ سنو تو تمہارے لئے بہتر ہے۔ کہنے لگا: نہیں، مجھے بتاؤ! تمہارے ساتھ کیا واقعہ پیش آیا؟ میں نے واقعہ سنانا شروع کیا۔ جب میں نے یہ بتایا کہ رسول اللہ عَزَّ وَجَلَّ وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے فرمایا: اپنے مالک سے کہہ دینا کہ اللہ عَزَّ وَجَلَّ اور رسول صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم اس سے بیزار ہیں جو میرے دونوں دوستوں صدیق وفاروق (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) سے بیزار ہے۔ میرا یہ قول سن کر وہ بد بخت ونامراد قہقہے مار کر ہنسنے لگا۔ پھر اس طرح بکواس کی: ہم ان سے بیزار ہیں اور وہ ہم سے بیزار ہو گئے، اب ہم سکون سے رہیں گے۔ اس بد بخت کی یہ بات سن کر میں نے دل میں کہا: اے اللہ عَزَّ وَجَلَّ کے دشمن! جلد ہی تو اپنے انجام کو پہنچنے والا ہے۔ حضور صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کے فرمانِ عبرت نشان کے عین مطابق چوتھے دن اس بد بخت کے چہرے پر گندے پھوڑے نکل آئے اور اس کے منہ سے پیپ اور خون بہنے لگا۔ بالآخر ظہر کی نماز سے قبل وہ گستاخ ونامراد بڑی ذلت آمیز اور عبرتناک موت مر گیا۔

جسے مصطفی (ﷺ) نے نظر سے گرا کر چھوڑ دیا
نہ اُٹھ سکے گا قیامت تلک خدا کی قسم!

(اللہ عَزَّ وَجَلَّ ہم سب کو اپنی حفظ وامان میں رکھے، بے ادبوں اور گستاخوں سے ہمیشہ محفوظ فرمائے۔ ہم سے کبھی کوئی ادنیٰ سی گستاخی بھی سرزد نہ ہو۔ خدا عَزَّ وَجَلَّ کی قسم! گستاخوں کا انجام بڑا دردناک وعبرتناک ہوتا ہے۔ ایسے نامراد، زمانے بھر کے لئے عبرت کا سامان بن جاتے ہیں۔ جو نامراد و بد بخت اللہ عَزَّ وَجَلَّ اور اس کے رسول صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کی شان میں نازیبا کلمات بکتا یا صحابہ کرام اور اولیاء عظام رحمہم اللہ تعالیٰ کی بے ادبی کرتا ہے آخرت میں تو تباہی وبربادی اس کا مقدر ضرور ہو گی لیکن وہ دنیا میں بھی ذلیل ورسوا ہو کر زمانے بھر کے لئے نشانِ عبرت بن جاتا ہے اور عقلمند لوگ کبھی بھی اس کے عقائد واعمال کی پیروی نہیں کرتے۔ اللہ ربُّ العزّت ہمیں ہمیشہ باادب لوگوں کی صحبت میں بیٹھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ بڑوں کا ادب اور چھوٹوں پر شفقت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ علیہ وسلم)

(عیون الحکایات مؤلف: امام ابوالفرج عبدالرحمن بن علی جوزی علیہ رحمۃ اللہ القوی صفحہ ۲۰۶)

(359) وَعَنْ مَيْمُوْنِ بْنِ اَبِيْ شَبِيْبٍ رَحِمَهُ اللهُ: اَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا مَرَّ بِهَا سَائِلٌ، فَاَعْطَتْهُ كِسْرَةً، وَّمَرَّ بِهَا رَجُلٌ عَلَيْهِ ثِيَابٌ وَّهَيْئَةٌ، فَاَقْعَدَتْهُ، فَاَكَلَ. فَقِيْلَ لَهَا فِيْ ذٰلِكَ؟ فَقَالَتْ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَنْزِلُوا النَّاسَ مَنَازِلَهُمْ رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ. لٰكِنْ قَالَ: مَيْمُوْنٌ لَمْ يدرك عَائِشَةَ. وَقَدْ ذَكَرَهُ مُسْلِمٌ فِيْ اَوَّلِ صَحِيْحِهٖ تَعْلِيْقًا فَقَالَ: وَذُكِرَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا

حضرت میمون بن ابی شعیب رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ ؓ کے پاس سے ایک سائل گزرا آپ نے اس کو روٹی کا ٹکڑا دیا اور آپ کے پاس سے ایک اور آدمی گزرا اس کے کپڑے اور حالت اچھی تھی تو اس کو بٹھا کر کھانا کھلایا اس نے کھایا آپ سے اس کے بارے پوچھا گیا تو فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: لوگوں سے ان کی حیثیت کے مطابق رویہ اختیار کرو۔ (ابوداود) لیکن یہ بھی کہا کہ میمون کی حضرت

قَالَتْ: اَمَرَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يُّنَزِّلَ النَّاسَ مَنَازِلَهُمْ، وَذَكَرَهُ الْحَاكِمُ اَبُو عَبْدِ اللّٰهِ فِيْ كِتَابِهِ مَعرِفَةِ عُلُوْمِ الْحَدِيْث وَقَالَ: هُوَ حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ۔

عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے ملاقات ثابت نہیں امام مسلم نے اس روایت کو صحیح کے شروع میں بلا سند تعلیقاً روایت کیا اور کہا کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے آپ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں حکم فرمایا کہ لوگوں کے ساتھ ہم حسب مراتب سلوک کریں۔ حاکم ابوعبداللہ نے اسے اپنی کتاب معرفۃ علوم الحدیث میں ذکر کیا ہے اور کہا کہ یہ حدیث صحیح ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد، باب فی تنزیل الناس منازلھم، ج۴ص۳۱۱، رقم: ۴۸۴۲، صحیح مسلم، المقدمہ المؤلف للمسلم، ج۱ص۲، الاداب للبیہقی، باب فی رحمة الصغیر، ج۱ص۲۲، رقم: ۳۹، مسند ابی یعلی، مسند عائشہ رضی اللہ عنہا، ج۸ص۲۴۶، رقم: ۴۸۲۶، معرفۃ علوم الحدیث للحاکم، ذکر النوع السابع عشر بن علوم الحدیث، ص۴۹)

شرح حدیث: اعلیٰ حضرت، اِمامِ اَہلسنّت، مولیٰنا شاہ امام اَحمد رضا خان علیہ رحمۃُ الرَّحمٰن سے فتاوٰی رضویہ میں اسی قسم کے ایک مسئلے پر پوچھا گیا:

کہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص سید و عالم ایسا ہے کہ تمام شہر کا استاد ہے اور فتوے و فرائض و امامت عیدگاہ اور جنازہ وغیرہ کا کام اسی سے ہوتا ہے۔ اگر کوئی ضیافت میں اکراماً یا امتیازاً ایک ہی دسترخوان پر ان کو برتن میں اور مہمان کو پتے میں کھلائیں تو شرعاً یہ درست ہے یا نادرست؟ بیّنوا توجروا (بیان فرمایئے اجر پایئے۔ت)

الجواب: بلاشبہہ جائز ہے، علماء سادات کو رب العزت عزوجل نے اعزاز و امتیاز بخشا تو ان کا عام مسلمانوں سے زیادہ اکرام امرِ شرع کا امتثال اور صاحبِ حق کو اس کے حق کا ایفا ہے۔

قال اللہ تعالیٰ قل ھل یستوی الذین یعلمون والذین لایعلمون۔

(اللہ تعالیٰ نے فرمایا:) تو فرما کیا برابر ہو جائیں گے عالم اور جاہل۔ (القرآن الکریم ۳۹/۹)

جب اللہ جل وعلا ہی نے علماء و جہلاء کو برابر نہ رکھا تو مسلمانوں پر بھی ان کا امتیاز لازم، اسی باب سے ہے علمائے دین کو مجالس میں صدر مقام و مسند اکرام پر جگہ دینا کہ سلفاً و خلفاً شائع و ذائع اور شرعاً و عرفاً مندوب و مطلوب۔ ام المومنین صدیقہ صلی اللہ تعالیٰ علی بعلہا الکریم وعلیہا وسلم کی خدمت اقدس میں ایک سائل کا گزر ہوا اسے ایک ٹکڑا عطا فرما دیا ایک شخص خوش لباس شاندار گزرا اسے بٹھا کر کھانا کھلایا اس بارہ میں ام المومنین سے استفسار ہوا، فرمایا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ ہر شخص سے اس کے مرتبہ کے لائق برتاؤ کرو۔ دیکھو یہ تفرقہ برتن اور پتے کے فرق سے کہیں زائد ہے اور عالم و جاہل و سید و غیر سید کا امتیاز سائل و خوش لباس کے امتیاز سے کہیں بڑھ کر۔

ابوداؤد فی سننه عن میمون بن ابی شبیب ان عائشة رضی الله تعالیٰ عنها مرّبها رجل علیه ثیاب وهیأة فاقعدته فاکل فقیل لها فی ذٰلك فقالت قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم انزلوا الناس منازلهم۔

امام ابوداؤد نے اپنی سنن میں حضرت میمون بن ابی شبیب سے روایت کی ہے کہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس سے ایک شخص عمدہ لباس پہنے ہوئے گزرا تو آپ نے اسے بٹھا کر کھانا کھلایا پھر آپ سے اس کی وجہ دریافت کی گئی تو فرمایا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ لوگوں کے ساتھ ان کے حسب مراتب سلوک کیا کرو (ت) (سنن ابی داؤد کتاب الادب باب تنزیل الناس منازلہم آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۳۰۹)

امام مسلم اپنے مقدمہ صحیح میں فرماتے ہیں:

لایقصر بالرجل العالی القدر عن درجته ولایرفع متضع القدر فی العلم فوق منزلته ویعطی کل ذی حق فیه حقه وینزّل منزلته وقد ذکر عن عائشة رضی الله تعالیٰ عنها انها قالت امرنا رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم ان ننزل الناس منازلهم۔

بلند مرتبہ شخص کی حسب مرتبہ عزت وقدر ہونی چاہئے اس کی توقیر کرنے میں کوتاہی نہیں ہونی چاہئے اور پست درجہ والے کو اس کی حیثیت سے بڑھانا بھی مناسب نہیں اس سلسلے میں ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حوالے سے ذکر کیا گیا ہے کہ آپ نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہمیں حکم فرمایا کہ ہم لوگوں سے ان کے مراتب کے مطابق سلوک کیا کریں۔ (ت)

(صحیح مسلم مقدمۃ الکتاب قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۴)

ہاں علماء وسادات کو یہ ناجائز وممنوع ہے کہ آپ اپنے لئے سب سے امتیاز چاہیں اور اپنے نفس کو اور مسلمانوں سے بڑا جانیں کہ یہ تکبر ہے اور تکبر ملک جبار جلت عظمتہ کے سوا کسی کو لائق نہیں، بندہ کے حق میں گناہ اکبر ہے،

الیس فی جهنم مثوی للمتکبرین

کیا جہنم میں نہیں ہے ٹھکانا تکبر والوں کا۔ (القرآن الکریم ۳۹/۶۰)

جب سب علما کے آقا سب سادات کے باپ حضور پرنور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انتہا درجہ کی تواضع فرماتے اور مقام ومجلس وخورش وروش کسی امر میں اپنے بندگان بارگاہ پر اختیار نہ چاہتے تو دوسرے کی کیا حقیقت ہے مگر مسلمانوں کو یہی حکم ہے کہ سب سے زائد علما وسادات کا اعزاز وامتیاز کریں یہ ایسا ہے کہ کسی شخص کو لوگوں سے اپنے لئے طالب قیام ہونا مکروہ اور لوگوں کا معظم دینی کے لئے قیام مندوب۔ پھر جب اہل اسلام ان کے ساتھ امتیاز خاص کا برتاؤ کریں تو اس کا قبول انہیں ممنوع نہیں، امیر المومنین سیدنا مولیٰ علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الاسنی، کہیں تشریف فرما ہوئے صاحب خانہ نے

حضرت کے لئے مسند حاضر کی امیر المؤمنین اس پر رونق افروز ہوئے اور فرمایا: کوئی گدھا ہی عزت کی بات قبول نہ کرے گا۔

سعید بن منصور فی سننہ عن سفین بن عیینہ عن عمرو بن دینار عن محمد بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنھما قال القی لعلی کرم اللہ تعالیٰ وجھہ وسادۃ فقعد علیھا وقال لایابی الکرامۃ الاحمار رواہ الدیلمی عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنھما قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فذکرہ واللہ سبحنہ وتعالیٰ اعلم۔

سعید بن منصور نے اپنی سنن میں سفیان بن عیینہ سے انہوں نے عمرو بن دینار سے انہوں نے محمد بن علی سے روایت کی ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے لئے وسادۃ (یعنی بچھونا) بچھایا گیا اور آپ اس پر تشریف فرما ہوئے اور فرمایا: عزت وتوقیر کا انکار گدھا ہی کرسکتا ہے۔ اور محدث دیلمی نے حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے حوالہ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، پھر اس نے وہی حدیث بیان فرمائی۔ واللہ سبحنہ وتعالیٰ اعلم (ت)

(المقاصد الحسنہ بحوالہ سعید بن منصور حدیث ۱۳۱۷ دار الکتب العلمیہ بیروت ص ۴۶۹)

(360) وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ: قَدِمَ عُيَيْنَةُ بْنُ حِصْنٍ، فَنَزَلَ عَلَى ابْنِ أَخِيْهِ الْحُرِّ بْنِ قَيْسٍ، وَكَانَ مِنَ النَّفَرِ الَّذِيْنَ يُدْنِيْهِمْ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، وَكَانَ الْقُرَّاءُ أَصْحَابَ مَجْلِسِ عُمَرَ وَمُشَاوَرَتِهِ، كُهُوْلًا كَانُوْا أَوْ شُبَّانًا، فَقَالَ عُيَيْنَةُ لِابْنِ أَخِيْهِ: يَا ابْنَ أَخِيْ، لَكَ وَجْهٌ عِنْدَ هٰذَا الْأَمِيْرِ، فَاسْتَأْذِنْ لِيْ عَلَيْهِ، فَاسْتَأْذَنَ لَهُ، فَأَذِنَ لَهُ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، فَلَمَّا دَخَلَ قَالَ: هِيْ يَا ابْنَ الْخَطَّابِ، فَوَاللّٰهِ مَا تُعْطِيْنَا الْجَزْلَ، وَلَا تَحْكُمُ فِيْنَا بِالْعَدْلِ، فَغَضِبَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ حَتّٰى هَمَّ أَنْ يُوْقِعَ بِهِ، فَقَالَ لَهُ الْحُرُّ: يَا أَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ، إِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى قَالَ لِنَبِيِّهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: (خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِيْنَ) (الاعراف:199) وَإِنَّ هٰذَا مِنَ الْجَاهِلِيْنَ. وَاللّٰهِ مَا

حضرت ابن عباس ﷺ سے روایت ہے کہ عیینہ بن حصن اپنے بھتیجے حر بن قیس کے پاس مہمان بن کر آیا اور حر اس جماعت سے تھے جن کو حضرت عمر ﷺ قریب رکھتے تھے قرآن پاک کے علماء ہی حضرت عمر ﷺ کی مجلس ومشورہ والے تھے وہ جوان ہوں یا پختہ عیینہ نے اپنے بھتیجے کو کہا کہ اے بھتیجے! اس امیر کے پاس تم ذی قدر ہو میرے لیے اجازت طلب کرو اجازت طلب کرنے پر حضرت عمر ﷺ نے انہیں اجازت دے دی چنانچہ وہ آئے اور بولے: اے ابن خطاب! اللہ کی قسم تو ہمیں کافی نہیں دیتا اور ہم میں انصاف نہیں کرتا حضرت عمر ﷺ کو غصہ آیا حتیٰ کہ اسے آپ نے کچھ سزا دینے کا ارادہ کیا' تو حر کہنے لگے اے امیر المؤمنین! اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو فرمایا ہے کہ معاف کرنے کا طریقہ اپناؤ اور جاہلوں سے روگردانی کرو اور یہ جاہلوں میں سے ہے'

جَاوَزَهَا عُمَرُ حِیْنَ تَلَاهَا علیه، وَكَانَ وَقَّافًا عِنْدَ کِتَابِ اللهِ تَعَالٰی۔ رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ۔

اللہ کی قسم! حر کے آیت تلاوت کرتے ہی حضرت عمر رضی اللہ عنہ رک گئے اور آپ احکام قرآنی پر تعمیل کے لیے خوب رکنے والے تھے۔ (بخاری)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، کتاب التفسیر، تفسیر سورۃ الاعراف، باب "خذ العفو وامر بالعرف واعرض عن الجاهلین" ج۶ص۶۰ رقم: ۴۶۴۲، سنن الکبری للبیهقی، باب ما علی السلطان من القیام، ج۸ص۱۶۱ رقم: ۱۷۰۸۹، تفسیر ابن ابی حاتم، تفسیر سورۃ الاعراف، ج۴ص۱۴۲ رقم: ۹۳۵۴، مسند الشامیین، احادیث شعیب عن الزهری عن عبید الله بن عبدالله، ج۴ص۲۱۱ رقم: ۳۱۲۲، فضائل الصحابه لاحمد بن حنبل، ج۱ص۳۵۱ رقم: ۵۰۶ (مؤسسة الرسالة، بیروت)

شرح حدیث: غصہ پینے کی فضیلت

انسان کو چاہیے کہ غصہ پینے کی فضیلت میں وارد آئندہ آنے والی روایات اور عفو و درگزر، بردباری اور صبر کے فضائل میں غور کرے کیونکہ اس طرح انسان اللہ عزوجل کے تیار کردہ ثواب میں رغبت کرتا ہے جس سے اس کا غصہ اور اہانت وسزا کی طرف مائل کرنے کا سبب زائل ہو جاتا ہے، اسی لئے جب امیر المؤمنین حضرت سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک شخص کو مارنے کا حکم دیا تو اس نے یہ آیت مبارکہ پڑھی:

خُذِ الْعَفْوَ وَاْمُرْ بِالْعُرْفِ وَاَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِیْنَ O

ترجمۂ کنز الایمان: اے محبوب معاف کرنا اختیار کرو اور بھلائی کا حکم دو اور جاہلوں سے منہ پھیر لو۔

(پ9، الاعراف:199)

جب حضرت سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ آیت مبارکہ سنی اور اس میں غور کیا تو اُسے معاف فرما دیا، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عادت مبارکہ تھی کہ قرآن پاک سن کر اپنے فیصلے سے رُک جاتے اور اس سے تجاوز نہ فرماتے تھے۔

اس معاملہ میں حضرت سیدنا عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی حضرت سیدنا عمرِ فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پیروی کی یوں کہ جب آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک شخص کو کوڑے مارنے کا حکم دیا تو اس نے یہ آیت مبارکہ پڑھی:

وَالْكٰظِمِیْنَ الْغَیْظَ

ترجمۂ کنز الایمان: اور غصہ پینے والے۔ (پ4، اٰل عمران:134)

تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی اسے آزاد کرنے کا حکم دے دیا۔

غصہ زائل کرنے کے مختلف طریقے

پہلا طریقہ یہ ہے کہ انسان اللہ عزوجل کی اپنے اوپر قدرت میں غور کرے کہ اللہ عزوجل اس پر غضب فرمائے گا کیونکہ انسان قیامت میں عفو و درگزر کا زیادہ محتاج ہوگا، اسی لئے حدیثِ قدسی میں آیا ہے: اے ابن آدم! جب تجھے غصہ آئے تو

مجھے یاد کرلیا کر میں تجھے اپنے غضب کے دوران یاد رکھوں گا اور ہلاک ہونے والوں کے ساتھ تجھے ہلاک نہ کروں گا۔

دوسرا طریقہ یہ ہے کہ بندہ خود کو سامنے والے کے انتقام لینے سے ڈرائے کہ اگر کوئی شخص اس سے انتقام لینے پر مسلط ہوجائے، اس کی عزت دری کرے، اس کے عیوب کو ظاہر کرے اور اس کی مصیبت پر خوشی کے اظہار وغیرہ جیسے دشمنانہ افعال کرے (تو اس پر کیا گزرے گی) یہ وہ دنیوی مصیبتیں ہیں جس سے آخرت پر کامل بھروسہ نہ کرنے والے کو بھی چاہیے کہ ان سے غفلت نہ برتے۔

تیسرا طریقہ یہ ہے کہ انسان غصہ کی حالت کی بری صورت میں غور کرے اور اپنے نزدیک غصہ کی قباحت اور غضب ناک شخص کی کاٹنے والے کتے سے مشابہت کا تصور وخیال کرے اور بردبار شخص کی انبیاء واولیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام ورحمہم اللہ تعالیٰ سے مشابہت میں غور کرے اور پھر ان دونوں مشابہتوں کے فرق میں غور وفکر کرے۔

چوتھا طریقہ یہ ہے کہ انسان غصہ کو ابھارنے والے شیطانی وسوسہ پر کان ہی نہ دھرے کیونکہ اگر وہ اسے چھوڑ دے تو وہ اسے لوگوں کے سامنے عاجز ظاہر کردے گا اور یہ سوچے کہ اس کا غصہ اور انتقام اللہ عزوجل کے عذاب اور اس کے انتقام سے کمتر ہے کیونکہ غضب ناک شخص کسی چیز کو اپنی چاہت کے مطابق دیکھنا چاہتا ہے اللہ عزوجل کے ارادے پر نظر نہیں رکھتا۔ اور جو اس آفت میں مبتلا ہوجائے تو وہ اللہ عزوجل کے غضب اور اس کے عذاب سے بے خوف نہیں ہوسکتا جو کہ بندے کے غصہ اور انتقام سے بہت بڑا اور سخت ہے۔

پانچواں طریقہ یہ ہے کہ وہ یہ عمل کرے کہ شیطان مردود سے اللہ عزوجل کی پناہ چاہے اور اپنی ناک پکڑ کر یہ دعا مانگے: اَللّٰھُمَّ رَبَّ النَّبِیِّ مُحَمَّدٍ اِغْفِرْلِیْ ذَنْبِیْ وَاَذْھِبْ غَیْظَ قَلْبِیْ وَاَجِرْنِیْ مِنْ مُضِلَّاتِ الْفِتَنِ۔ (یعنی یا الٰہی عزوجل! اے حضرت سیدنا محمد صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم کے رب عزوجل! میرا گناہ بخش دے اور میرے دل کے غیظ کو دور فرما اور مجھے گمراہ کرنے والے فتنوں کی آماجگاہ سے نجات عطا فرما) کیونکہ یہ دعا حدیث مبارکہ میں وارد ہوئی ہے، پھر اسے چاہیے کہ بیٹھ جائے پھر بھی غصہ ختم نہ ہو تو لیٹ جائے تاکہ اسے جس زمین سے پیدا کیا گیا ہے اس کے قریب ہوجائے حتی کہ وہ اپنی اصل کے حقیر ہونے اور اپنے نفس کی ذلت کو پہچان لے اور غصہ سے پیدا ہونے والی حرکت اور حرارت سے پیدا ہونے والا غضب سکون پالے۔

(361) وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ سَمُرَۃَ بْنِ جُنْدُبٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ، قَالَ: لقد کنت عَلٰی عَھْدِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ غلامًا، فَکُنْتُ اَحْفَظُ عَنْہُ، فَمَا یَمْنَعُنِیْ مِنَ الْقَوْلِ اِلاَّ اَنَّ ھاھُنَا رِجَالًا ھُمْ اَسَنُّ مِنِّیْ۔ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ۔

حضرت ابوسعید سمرہ بن جندب ﷛ سے روایت ہے میں رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں (سمجھ دار) لڑکا تھا۔ میں آپ ﷺ کا کلام یاد کرلیتا تھا میں بیان اس لیے نہیں کرتا تھا کہ یہاں مجھ سے زیادہ عمر والے لوگ موجود ہیں۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب این یقوم من المرأۃ والرجل، ج۲ص۸۹، رقم: ۱۳۳۲ صحیح مسلم، باب این یقوم الامام من المیت للصلاۃ، ج۳ص۲۶۰، رقم: ۲۲۸۱، الجامع الاخلاق الراوی، باب من کرہ ببلد فیہ من المحدثین من ھو ان منہ، ج۲ص۲۹۳، رقم: ۲۰۲)

شرح حدیث: بوڑھوں کی تعظیم کرو

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم نے فرمایا کہ جو جوان آدمی کسی بوڑھے کی تعظیم اس کے بڑھاپے کی بنا پر کریگا تو اللہ تعالیٰ اس کے بڑھاپے کے وقت کچھ ایسے لوگوں کو تیار فرمادے گا جو بڑھاپے میں اس کا اعزاز واکرام کریں گے۔

(جامع الترمذی، کتاب البروالصلۃ، باب ماجاء فی اجلال الکبیر، رقم ۲۰۲۹، ج۳، ص۴۱۱)

حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں میری امت سے نہیں جو مسلمانوں کے بڑے کی تعظیم اور ان کے چھوٹے پر رحم نہ کرے اور عالم کا حق نہ پہچانے۔ (مسند احمد بن حنبل حدیث عبادہ بن الصامت مطبوعہ دارالفکر بیروت ۵ / ۳۲۳)

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی تعظیم میں سے یہ بھی ہے کہ سفید بالوں والے مسلمان کی عزت کی جائے۔ (مسند احمد بن حنبل عن عمرو بن العاص المکتب الاسلامی بیروت ۲ / ۱۸۵ و ۲۲۲) (جامع الترمذی ابواب البر والصلۃ باب ماجاء فی رحمۃ الصبیان قدیمی کتب خانہ کراچی ۲ / ۱۴) (المستدرک للحاکم کتاب الایمان دارالفکر بیروت ۱ / ۶۲)

(362) وَعَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللہُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّى اللہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: مَا اَکْرَمَ شَابٌّ شَیْخًا لِسِنِّهٖ اِلاَّ قَیَّضَ اللہُ لَهٗ مَنْ یُّکْرِمُهٗ عِنْدَ سِنِّهٖ رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ، وَقَالَ: حَدِیْثٌ غَرِیْبٌ۔

حضرت انس ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کوئی نوجوان کسی بوڑھے کی عمر کی وجہ سے اس کی عزت کرتا ہے تو اللہ اس کے بڑھاپے میں اس کی عزت کے لئے کسی کو مقرر فرمالیتا ہے۔ اسے امام ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث غریب ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ما جاء فی اجلال الکبیر، ج۳ص۳۷۲، رقم: ۲۰۲۲، الادب للبیھقی، باب فی رحمۃ الصغیر وتوقیر الکبیر، ج۱ص۲۲، رقم: ۳۸، جامع الاصول، الفصل السابع فی الاحترام والتوقیر، ج۶ص۵۸۳، رقم: ۴۸۱۰، مسند الشھاب، باب ما اکرم شاب شیخنا السنه الاقبض اللہ، ص۴۵۶، رقم: ۸۰۱)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان لکھتے ہیں:

یعنی جو شخص بوڑھے مسلمان کا صرف اس لیے احترام کرے کہ اس کی عمر زیادہ ہے، اس کی عبادات مجھ سے زیادہ ہیں، یہ مجھ سے پرانے اسلام والا ہے تو ان شاء اللہ دنیا میں وہ دیکھ لے گا کہ اس کے بڑھاپے کے وقت لوگ اس کا احترام کریں گے۔ اس وعدے میں فرمایا گیا کہ ایسا آدمی درازعمر بھی پائے گا دنیا میں مال، عیش، عزت بھی اسے ملے گی آخرت کا اجر اس کے علاوہ ہے۔ خود اس حدیث کے راوی حضرت انس نے حضور کی دس سال خدمت کی دیکھ لو کہ ان کی عمر ایک سو تین سال ہوئی ان کی زندگی میں ان کی اولاد کی تعداد ایک سو ہوئی یعنی اولاد اور اولاد کی اولاد ایک مخلوق نے ان سے احادیث

روایت کیں، جہاں پہنچ جاتے تھے لوگ ان کی زیارت کے لیے جمع ہوجاتے تھے۔ (مرقات) یہ ہے اس حدیث کا ظہور اور اس وعدہ نبوی کی جیتی جاگتی تصویر وتفسیر۔ (مرآۃ المناجیح، ج۶، ص۱۰۸)

بزرگوں کا سونا ہماری عبادت سے بہتر ہے

حضرت سیّدُنا امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت سیّدُنا امام شافعی علیہ رحمۃ اللہ الکافی کی بہت زیادہ عزت کرتے تھے۔ کثرت سے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکرِ خیر کرتے اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تعریف کرتے۔ حضرت سیّدُنا امام احمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک نیک سیرت بیٹی تھی جو رات شب بیداری میں اور دن روزے میں گزارتی۔ وہ صالحین کے واقعات کو بہت پسند کرتی تھی اور حضرت سیّدُنا امام شافعی علیہ رحمۃ اللہ الکافی کو دیکھنا چاہتی تھی کیونکہ ان کے والدِ محترم امام احمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کی بہت زیادہ عظمت وشان بیان کرتے تھے۔ ایک دفعہ اتفاقاً حضرت سیّدُنا امام شافعی علیہ رحمۃ اللہ الکافی نے حضرت سیّدُنا امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاں رات گزاری۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیٹی بہت خوش ہوئی۔ اُسے اُمید تھی کہ آج امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے افعال یعنی ان کی عبادت، اور کلام کو دیکھنے اور سننے کا خوب موقع ملے گا۔ جب رات ہوئی تو حضرت سیّدُنا امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نماز اور یادِ الٰہی عَزَّ وَجَلَّ کے لئے کھڑے ہوگئے جبکہ حضرت سیّدُنا امام شافعی علیہ رحمۃ اللہ الکافی چت لیٹے رہے۔ بچّی فجر تک آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اسی حالت میں دیکھتی رہی اور صبح اپنے باپ سے عرض کی: میں نے دیکھا کہ آپ حضرت سیّدُنا امام شافعی علیہ رحمۃ اللہ الکافی کی بہت تعظیم کرتے ہیں لیکن میں نے تو ان کو آج رات نماز، ذکر یا دیگر اوراد و وظائف میں مشغول نہیں پایا۔ ابھی یہی گفتگو ہو رہی تھی کہ حضرت سیّدُنا امام شافعی علیہ رحمۃ اللہ الکافی تشریف لے آئے۔ حضرت سیّدُنا امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا: رات کیسی گزری؟ ارشاد فرمایا: اس سے زیادہ برکت ونفع والی اور اچھی رات میں نے پہلے کبھی نہ دیکھی۔ حضرت سیّدُنا امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا: وہ کیسے؟ تو فرمانے لگے: وہ یوں کہ میں نے آج رات پیٹھ کے بل لیٹے لیٹے سو مسائل اَخذ کئے، جو تمام کے تمام مسلمانوں کے نفع کے لئے ہیں۔ پھر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رُخصت لی اور تشریف لے گئے۔ حضرت سیّدُنا امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی صاحبزادی سے فرمایا: یہ حضرت سیّدُنا امام شافعی علیہ رحمۃ اللہ الکافی کا آج رات کا عمل تھا۔ وہ سوئے ہوئے اس سے افضل عمل کر رہے تھے جو میں نے کھڑے ہو کر عبادت کرتے ہوئے کیا۔

ان برگزیدہ بندوں کی حرکات وسکنات اللہ عَزَّ وَجَلَّ کے لئے تھیں۔ ان کے افعال واحوال اسی کے لئے تھے۔ ان کا ذکر وفکر بھی اللہ عَزَّ وَجَلَّ ہی کے لئے تھا۔ ان کا قیام اطاعتِ الٰہی عَزَّ وَجَلَّ تھا۔ ان کی نیند صدقہ تھی۔ ان کا ذکر رب عَزَّ وَجَلَّ کی تسبیح کرنا تھا۔ ان کا سکوت فکرِ آخرت تھا۔ ان کا علم امت کے لئے شفا اور رحمت تھا۔ بلاشبہ اللہ عَزَّ وَجَلَّ نے انہیں بہت کچھ عطا فرمایا، ان کی تعریف وتوصیف فرمائی اور انہیں اسلام کا امام اور لوگوں کا پیشوا بنایا۔

منقول ہے کہ حضرت سیّدنا امام شافعی علیہ رحمۃ اللہ الکافی علمی معاملات اور ذکرِ الٰہی عَزَّ وَجَلَّ میں رات گزارتے، حقائق واسرار کی سرزمین میں گھومتے اور فکرِ آخرت کے پاکیزہ باغات میں سیر وسیاحت کرتے۔ جب سحری کی ہلکی ہلکی ہوا کے جھونکے محسوس ہوتے تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بے چین ہوجاتے، رنگ متغیر ہوجاتا اور محبت کی آگ بھڑک اٹھتی اور ایسی حالت طاری ہوجاتی جسے اربابِ احوال (یعنی اہلِ معرفت) کے علاوہ کوئی نہیں جان سکتا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس کی وجہ پوچھی گئی تو ارشاد فرمایا: اگر سحری کے وقت تم پر وہ باتیں ظاہر ہوں جو مجھ پر ہوتی ہیں تو دُنیا سے بے رغبت ہوجاؤ اور آخرت کی تیاری پر کمربستہ ہوجاؤ۔

(اَلرَّوْضُ الْفَائِق فِی الْمَوَاعِظِ وَالرَّقَائِق مُصَنِّفُ الشَّیْخ شُعَیْب حَرِیْفِیْش رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ اَلْمُتَوَفّٰی ۸۱۰ھ صفحہ ۲۰۷)

45-بَابُ زِیَارَۃِ اَھْلِ الْخَیْرِ وَمُجَالَسَتِھِمْ وَصُحْبَتِھِمْ وَمَحَبَّتِھِمْ وَطَلَبِ زِیَارَتِھِمْ وَالدُّعَاءِ مِنْھُمْ وَزِیَارَۃِ الْمَوَاضِعِ الْفَاضِلَۃِ

نیک لوگوں کی زیارت کرنا ان کے پاس بیٹھنا ان کی محبت اختیار کرنا اور سے محبت کرنا ان کی زیارت کی خواہش کرنا ان سے دعا کروانا اور فضیلت والے مقامات کی زیارت کرنا

قَالَ اللہُ تَعَالٰی: (وَاِذْ قَالَ مُوْسٰی لِفَتٰہُ لَآ اَبْرَحُ حَتّٰٓی اَبْلُغَ مَجْمَعَ الْبَحْرَیْنِ اَوْ اَمْضِیَ حُقُبًا)

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: جب موسیٰ (علیہ السلام) نے اپنے جوان کو فرمایا میں ہمیشہ سفر کرتا رہوں یہاں تک کہ مجمع البحرین (دوسمندروں) کے سنگم تک جا پہنچوں یا پھر بہت لمبے زمانہ تک چلتا رہوں گا۔

شرح: مفسر شہیر، خلیفۂ اعلیٰ حضرت، صدرالافاضل سید محمد نعیم الدین مراد آبادی علیہ رحمۃ اللہ الہادی تفسیر خزائن العرفان میں اس آیۂ مبارکہ کے تحت فرماتے ہیں: جن (یعنی خادم) کا نام یوشع ابن نون ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی خدمت وصحبت میں رہتے تھے اور آپ سے علم اخذ کرتے تھے اور آپ کے بعد آپ کے ولیِ عہد ہیں۔ بحرِ فارس وبحرِ روم جانبِ مشرق میں اور مَجْمَعُ الْبَحْرَیْن وہ مقام ہے جہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حضرت خضر علیہ السلام کی ملاقات کا وعدہ دیا گیا تھا۔ اس لئے آپ نے وہاں پہنچنے کا عزم مُصَمَّم کیا اور فرمایا کہ میں اپنی سعی جاری رکھوں گا جب تک کہ وہاں پہنچوں۔ اگر وہ جگہ دُور ہو (تو مدتوں چلتا رہوں گا) پھر یہ حضرات روٹی اور نمکین بھنی مچھلی زنبیل میں توشہ کے طور پر لے کر روانہ ہوئے۔

اِلٰی قَوْلِہٖ تَعَالٰی: (قَالَ لَہٗ مُوْسٰی ھَلْ اَتَّبِعُکَ عَلٰٓی اَنْ تُعَلِّمَنِ مِمَّا عُلِّمْتَ رُشْدًا) (الکھف: 60-66)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ان (عبد خاص) کو موسیٰ (علیہ السلام) نے کہا کیا میں آپ کے تابع ہوسکتا ہوں اس پر کہ آپ کو جو علم ہدایت عطا کیا گیا ہے اس سے مجھے

سکھادیں۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ) (الكهف: 28)

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اپنے آپ کو ان لوگوں کے ساتھ روک جو اخلاص سے صبح وشام اپنے ربّ کو پکارتے ہیں۔

شرح: مفسر شہیر، خلیفۂ اعلیٰ حضرت، صدرالافاضل سید محمد نعیم الدین مراد آبادی علیہ رحمۃ اللہ الہادی تفسیر خزائن العرفان میں اس آیۂ مبارکہ کے تحت فرماتے ہیں:

یعنی اخلاص کے ساتھ ہر وقت اللہ کی طاعت میں مشغول رہتے ہیں۔

شانِ نُزول: سردارانِ کُفّار کی ایک جماعت نے سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا کہ ہمیں غُرباء اور شکستہ حالوں کے ساتھ بیٹھتے شرم آتی ہے اگر آپ ہمیں انھیں صحبت سے جدا کردیں تو ہم اسلام لے آئیں اور ہمارے اسلام لے آنے سے خَلقِ کثیر اسلام لے آئے گی۔ اس پر یہ آیتِ کریمہ نازِل ہوئی۔ (خزائن العرفان)

(363) وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ اَبُوْ بَكْرٍ لِّعُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا بَعْدَ وَفَاةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اِنْطَلِقْ بِنَا اِلٰى اُمِّ اَيْمَنَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا نَزُوْرُهَا كَمَا كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَزُوْرُهَا، فَلَمَّا انْتَهَيَا اِلَيْهَا، بَكَتْ، فَقَالَا لَهَا: مَا يُبْكِيْكِ؟ اَمَا تَعْلَمِيْنَ اَنَّ مَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ لِّرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَتْ: مَا اَبْكِيْ اَنْ لَّا اَكُوْنَ اَعْلَمُ اَنَّ مَا عِنْدَ اللّٰهِ تَعَالٰى خَيْرٌ لِّرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَلٰكِنْ اَبْكِيْ اَنَّ الْوَحْيَ قَدِ انْقَطَعَ مِنَ السَّمَآءِ، فَهَيَّجَتْهُمَا عَلَى الْبُكَاءِ، فَجَعَلَا يَبْكِيَانِ مَعَهَا۔ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

حضرت انس ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد حضرت ابوبکر صدیق نے حضرت عمر ﷺ سے کہا ہمارے ساتھ حضرت ام ایمن ﷺ کی ملاقات کے لئے چلو۔ جس طرح رسول اللہ ﷺ ان کو ملنے جایا کرتے تھے جب یہ دونوں حضرات اس کے پاس پہنچے تو وہ رونے لگی ان دونوں نے ان سے کہا کیوں روتی ہو کیا تم نہیں جانتی کہ اللہ کے پاس رسول اللہ ﷺ کے لئے زیادہ بہتری ہے کہنے لگیں: میں تو اس لیے روتی ہوں کہ آسمان سے وحی آنا بند ہوگئی ان کی بات سن کر یہ دونوں حضرات بھی ان کے ساتھ رونے لگے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب من لعنه النبی صلی اللہ علیہ وسلم اوسبه او دعا علیه، ج۸ص۲۶، رقم: ۶۷۹۲، سنن ابن ماجه، باب ذکر وفاته صلی اللہ علیہ وسلم، ج۱ص۵۲۲، رقم: ۱۶۳۵، مشکوۃ المصابیح، باب هجرة اصحابه صلی اللہ علیہ وسلم من مکه ووفاته، ج۳ص۲۹۸، رقم: ۵۹۹۶، (۳۶۴) صحیح مسلم، باب فی فضل الحب فی اللہ، ج۸ص۱۲، رقم: ۶۷۱۴، صحیح ابن حبان، باب الصحبة والمجالسة، ج۲ص۳۳۷، رقم: ۵۷۶، مسند امام احمد، مسند ابی هریرة رضی اللہ عنه، ج۲ص۳۶۲، رقم: ۹۹۵۹، المعجم لابن عساکر، ذکر من اسمه علی، ص۷۱۴، رقم: ۸۵۳)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

جناب ام ایمن کا نام شریف برکت ہے حبشہ کی تھیں، حضرت عبداللہ یعنی حضور کے والد ماجد کی لونڈی تھیں، حضور کی پرورش انہوں نے بھی کی ہے، حضور انور نے آپ کا نکاح حضرت زید ابن حارثہ سے کردیا تھا، انہیں کے بطن شریف سے حضرت اسامہ ابن زید پیدا ہوئے، آپ جہادوں میں جاتیں تھیں زخمیوں کی مرہم پٹی غازیوں کی خدمت کرتی تھیں، حضرت عمر فاروق کی وفات سے بیس دن بعد آپ کی وفات ہوئی، حضرت زید ابن حارثہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ کے غلام بن گئے تھے، حضور انور نے جناب خدیجہ سے انہیں مانگ لیا اور آزاد کر کے اپنا منہ بولا بیٹا بنالیا۔ (مرقات)

یعنی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم جناب ام ایمن کی ملاقات کے لیے انکے گھر تشریف لے جایا کرتے تھے چلو ہم بھی اس سنت پر عمل کریں ام ایمن کی زیارت کریں۔ معلوم ہوا کہ بزرگوں کی وفات کے بعد ان کے معمولات قائم رکھنا، ان کے دوستوں سے محبت کرنا، بلکہ جن کی وہ حضرات ملاقات کرتے ہوں ان سے ملاقات کے لیے جانا سنتِ صحابہ ہے۔ بہر حال ان بزرگوں کو دیکھ کر ام ایمن کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم یاد آگئے کیونکہ یہ دونوں حضرات حضور کے ساتھی اور خاص محبوب دوست تھے۔ بعد وفات مرحوم کی چیزیں، اس کی اولاد، اس کے دوست دیکھ کر مرحوم یاد آتا ہے اور لوگ رونے لگتے ہیں یہ رونا ایسا ہی تھا۔

ان حضرات نے فرمایا کہ جہاں حضور اب ہیں وہ جگہ دنیا سے بہتر ہے کہ یہاں تکالیف تھیں وہاں آرام و راحت ہے، وہاں ہر وقت اپنے رب سے قرب خاص حاصل ہے پھر تم اتنی بے قرار ہو کر روتی کیوں ہو۔ جناب ام ایمن نے جواب دیا میرا رونا اپنی محرومی پر ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کی وجہ سے ہم اللہ کی بہت نعمتوں سے محروم ہوگئے، آیاتِ قرآنیہ کا آنا بند ہوگیا، احادیث نبویہ کا سلسلہ ختم ہوگیا، مسلمانوں کا صحابی بننا ختم ہوگیا، حضور سب کچھ ہم کو دے گئے مگر یہ چیزیں اپنے ساتھ لے گئے ؎

حیف در چشم زدن صحبت یار آخر شد روئے گل سیر نہ دیدیم بہار آخر شد

اب حضرت جبریل کیوں آئیں گے اور کہاں آئیں گے۔

یہ سن کر حضرت صدیق و فاروق اعظم بھی پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے یہ رونا تو امت کو قیامت تک رہے گا کہ کسے دیکھ کر صحابی بنیں گے، کس کے منہ سے آیات و احادیث کے پھول جھڑتے ہوئے دیکھیں، حضرت بلال یہ ہی سوچ کر مدینہ چھوڑ کر دمشق چلے گئے کہ اب میں کس کی طرف اشارہ کر کے اذان کہا کروں گا۔ حالت یہ ہوگئی تھی کہ ؎

قافلہ سالار سفر کر گیا قافلہ کو زیروزبر کر گیا

(مرآۃ المناجیح، ج۷، ص۲۱۲)

(364) وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنِ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی

النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَنَّ رَجُلًا زَارَ اَخًا لَّهُ فِيْ قَرْيَةٍ اُخْرٰى، فَاَرْصَدَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى مَدْرَجَتِهٖ مَلَكًا، فَلَمَّا اَتٰى عَلَيْهِ، قَالَ: اَيْنَ تُرِيْدُ؟ قَالَ: اُرِيْدُ اَخًا لِّيْ فِيْ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ. قَالَ: هَلْ لَّكَ عَلَيْهِ مِنْ نِّعْمَةٍ تَرُبُّهَا عَلَيْهِ؟ قَالَ: لَا، غَيْرَ اَنِّيْ اَحْبَبْتُهٗ فِي اللّٰهِ تَعَالٰى، قَالَ: فَاِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكَ بِاَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَحَبَّكَ كَمَا اَحْبَبْتَهٗ فِيْهِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

اکرم ﷺ نے فرمایا: ایک آدمی دوسری بستی میں اپنے بھائی کو ملنے گیا راستہ میں اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتہ ٹھہرا دیا جب وہ اس کے پاس سے گزرا (فرشتہ نے) کہا کہاں کا ارادہ ہے، تو اس آدمی نے جواب دیا اس بستی میں ایک بھائی کا ارادہ ہے کہا کیا تیرا اس پر کوئی احسان ہے، جس کے بڑھانے کے لئے جاتا ہے کہا نہیں میں تو اس سے اللہ تعالیٰ کے لئے محبت کرتا ہوں فرشتہ نے کہا میں اللہ کا تیری طرف قاصد ہوں کہ جس طرح تو اس سے صرف اللہ کے لئے محبت کرتا ہے اللہ تعالیٰ تجھ سے محبت فرماتا ہے۔ (مسلم)

يُقَالُ: اَرْصَدَهٗ لِكَذَا: اِذَا وَكَّلَهٗ بِحِفْظِهٖ، وَالْمَدْرَجَةُ بِفَتْحِ الْمِيْمِ. وَالرَّاءِ: الطَّرِيْقُ، وَمَعْنٰى (تَرُبُّهَا): تَقُوْمُ بِهَا، وَتَسْعٰى فِيْ صَلَاحِهَا.

ارصدہ: جب کوئی کسی کو کسی کی حفاظت کے لیے مقرر کرے۔ مدرجہ: میم اور را کی زبر کے ساتھ اس کا معنیٰ ہے۔ راستہ۔ تربّہا: کا معنی ہے وہ اس کی درستگی کی کوشش کرتا ہے اور اس کی اصلاح کی کوشش کرتا ہے۔

شرح حدیث: حکیم الاُمّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یہاں ملاقات کرنے سے مراد ہے ملاقات کے لیے جانا ملاقات کا ارادہ کرنا، بھائی سے مراد ایمانی اسلامی بھائی ہے جس کو اللہ کے لیے بھائی بنایا ہو خواہ نسبی بھائی بھی ہو یا نہیں۔ عربی میں مدرج راستہ کو بھی کہتے ہیں سیڑھی کو بھی یعنی چلنے کی جگہ یا چڑھنے کی، یہاں بمعنی راستہ ہے۔ ممکن ہے کہ اس کی بستی یہاں سے کچھ بلندی میں ہو فرشتہ یا حضرت جبریل علیہ السلام تھے یا کوئی اور دوسرا فرشتہ جو پہلے سے وہاں مقرر کر دیا گیا۔ (از مرقات)

فرشتوں کا یہ سوال بے علمی کی بناء پر نہیں بلکہ اس سے وہ جواب حاصل کرنے کے لیے ہے جو یہاں مذکور ہے اور اسے بشارت دینے کے لیے ہے تاکہ لوگ یہ دونوں باتیں سنیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا آسے بیان فرمانا اسی مقصد کے لیے ہے۔

فرشتوں کا سوال کہ کیا تو کبھی اس پر احسان کر چکا ہے جس کا عوض حاصل کرنے کے لیے جاتا ہے یا اس کا تجھ پر کچھ احسان ہے جس کا عوض دینے تو جا رہا ہے۔ ترب بنا ہے رب سے بمعنی پرورش کرنا، حاصل کرنا، اصلاح کرنا۔

(اشعۃ اللمعات)

اس آدمی کا جواب کتنا پیارا ہے کہ اس سے میری محبت اس لیے ہے کہ وہ اللہ کا نیک بندہ ہے اور نیک بندوں کی محبت

سے اللہ تعالیٰ راضی ہو جاتا ہے بخشے ہوؤں کی ملاقات کرو کہ تم بھی بخشے جاؤ۔

اُٹھ جاگ فرید استیا توں خلقت ویکھن جا مت کوئی بخشیا مل پوے توں بھی بخشیا جا

فرشتوں نے کہا تیرا یہ عمل بارگاہِ الٰہی میں قبول ہو گیا اور تیرا مقصد حاصل ہو گیا۔ اس حدیث سے چند مسئلے معلوم ہوئے: ایک یہ کہ اللہ کے واسطے کسی سے محبت کرنا بہترین نیکی ہے۔ دوسرے یہ کہ ایسی محبت اللہ تعالیٰ کی محبت کا ذریعہ ہے۔ تیسرے یہ کہ صالحین کی ملاقات ان کی زیارت کے لیے جانا بہت افضل ہے۔ چوتھے یہ کہ عام انسان فرشتہ کو شکل انسانی میں دیکھ سکتے ہیں۔ پانچویں یہ کہ اللہ تعالیٰ کبھی حضرات اولیاء اللہ کے پاس فرشتہ کے ذریعہ پیغام بھیجتا ہے یہ درجہ الہام سے اوپر ہے۔ (مرقات) مگر یہ پیغام وحی نہیں کہ وحی حضرات انبیاء کے سواء کسی کو نہیں ہوتی۔

(مرأۃ المناجیح، ج ٦، ص ٥٨٣)

(365) وَعَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ عَادَ مَرِيضًا أَوْ زَارَ أَخًا لَّهُ فِي اللهِ، نَادَاهُ مُنَادٍ: بِأَنْ طِبْتَ، وَطَابَ مَمْشَاكَ، وَتَبَوَّأْتَ مِنَ الْجَنَّةِ مَنْزِلًا رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: حَدِيْثٌ حَسَنٌ، وَفِيْ بَعْضِ النُّسَخِ: غَرِيْبٌ.

انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے مریض کی عیادت کی یا کسی اپنے دینی بھائی کو ملا جس سے اللہ کی وجہ سے اخوت ہے تو اس کو پکارنے والا پکارتا ہے' تو پاکیزہ ہے تیرا چلنا پاکیزہ ہے' تو نے جنت میں گھر بنا لیا۔ اسے ترمذی نے روایت کیا اور کہا یہ حدیث حسن ہے۔ اور بعض نسخوں میں غریب ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ما جاء فی زیارۃ الاخوان، ج۳ص۳٦٥، رقم: ٢٠٠٨، شعب الایمان، باب قصۃ ابراھیم فی المعانقۃ، ج٦ص۴٩٢، رقم: ٩٠٢٦، جامع الاصول لابن اثیر، الفصل الثانی عشر فی فضل عیادۃ المریض، ج٩ص۵٢١، رقم: ٧٢٦٩)

شرح حدیث: شام تک ستر ہزار فرشتے

حضرتِ سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ خاتم المُرسلین، رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلمین، شفیع المذنبین، انیس الغریبین، سراج السالکین، محبوبِ ربُّ العلمین، جنابِ صادق وامین صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلّم نے فرمایا کہ جب مسلمان اپنے مسلمان بھائی کی عیادت کرتا ہے تو وہ مریض کے پاس بیٹھنے تک جنت کے باغ میں چہل قدمی کرتا ہے جب وہ بیٹھتا ہے تو رحمت اسے ڈھانپ لیتی ہے۔ جب کوئی شام کے وقت کسی مریض کی عیادت کرتا ہے تو اس کے ساتھ ستر ہزار فرشتے بھی نکلتے ہیں جو صبح تک اس کے لئے دعائے مغفرت کرتے ہیں اور جو صبح کے وقت کسی مریض کی عیادت کرتا ہے اس کے ساتھ ستر ہزار فرشتے نکلتے ہیں جو شام تک اس کے لئے استغفار کرتے رہتے ہیں۔

جبکہ ایک روایت میں ہے کہ میں نے رسول اللہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلّم کو فرماتے ہوئے سنا کہ جو مسلمان صبح کو کسی مسلمان کی عیادت کو نکلتا ہے شام تک ستر ہزار فرشتے اس کے لئے استغفار کرتے رہتے ہیں اور جو شام کو مریض کی عیادت

کرنے نکلتا ہے صبح تک ستر ہزار فرشتے اس کے لئے استغفار کرتے رہتے ہیں اور اس کے لئے جنت میں ایک باغ لگا دیا جاتا ہے۔ (الترغیب والترھیب، کتاب الجنائز، باب الترغیب فی عیادۃ المرضی... الخ، رقم ۱۱، ج ۴، ص ۱۶۴)

نور کے منبر

امیر المؤمنین حضرت سیّدنا عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ تاجدارِ رسالت، شہنشاہِ نُبوت، مَخزنِ جودوسخاوت، پیکرِ عظمت وشرافت، مَحبوبِ رَبُّ العزت، محسنِ انسانیت عزَّ وَجَلَّ وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ ذیشان ہے: قیامت کے دن پکارنے والا پکارے گا، کہاں ہیں وہ لوگ جو دنیا میں مریضوں کی عیادت کرتے تھے۔ پس (جب وہ حاضر ہوں گے تو) انہیں نور کے منبروں پر بٹھایا جائے گا جہاں یہ اللہ عزَّ وَجَلَّ سے شرفِ کلام حاصل کریں گے جبکہ لوگ حساب دے رہے ہوں گے۔ (کنز العمال، کتاب الزکاۃ، الحدیث ۱۶۱۸۸، ج ۶، ص ۱۶۶)

(366) وَعَنْ اَبِیْ مُوْسَی الْاَشْعَرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: اِنَّمَا مَثَلُ الْجَلِیْسِ الصَّالِحِ وَجَلِیْسِ السُّوْءِ، كَحَامِلِ الْمِسْكِ، وَنَافِخِ الْكِیْرِ، فَحَامِلُ الْمِسْكِ: اِمَّا اَنْ یُّحْذِیَكَ، وَاِمَّا اَنْ تَبْتَاعَ مِنْهُ، وَاِمَّا اَنْ تَجِدَ مِنْهُ رِیْحًا طَیِّبَةً، وَنَافِخُ الْكِیْرِ: اِمَّا اَنْ یُّحْرِقَ ثِیَابَكَ، وَاِمَّا اَنْ تَجِدَ مِنْهُ رِیْحًا مُّنْتِنَةً مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ۔
(یُحْذِیْكَ): یُعْطِیْكَ۔

حضرت ابوموسیٰ اشعری ﷛ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اچھے ساتھی اور برے ساتھی کی مثال کستوری والے اور بھٹی پھونکنے والے کی طرح ہے کستوری والا یا تم کو تحفہ دے گا یا تم اس سے خرید لو گے اور یا اس کی پاکیزہ خوشبو تمہیں مل ہی جائے گی اور بھٹی والا تمہارے کپڑے جلا دے گا ورنہ بدبو تو ضرور تمہیں ملے گی۔ (متفق علیہ) یحذِیك: کا مطلب ہے تمہیں عطیہ دے گا۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب فی العطار وبیع المسك، ج۲ص۶۳، رقم: ۲۱۰۱، صحیح مسلم، باب استحباب مجالسة الصالحین ومجانبة قرناً السوء، ج۸ص۳۷، رقم: ۶۸۶۰، مسند الرویانی، باب ما روی ابو بردة بن ابی موسی عن ابیه، ص۲۳۶، رقم: ۳۵۹، جامع الاصول لابن اثیر، الفرع الثامن فی صفة الجلیس، ج۶ص۵۳۳، رقم: ۴۷۶۵)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

سبحان اللہ! کیسی پاکیزہ مثال ہے جس کے ذریعہ سمجھایا گیا ہے کہ بروں کی صحبت فائدہ اور اچھوں کی صحبت نقصان کبھی نہیں دے سکتی، بھٹی والے سے مشک نہیں ملے گا گرمی اور دھواں ہی ملے گا، مشک والے سے نہ گرمی ملے نہ دھواں مشک یا خوشبو ہی ملے گی اور یہ ادنی نفع کا ذکر ہے مشک خرید لینا یا اس کا مفت ہی دے دینا اعلیٰ نفع ہے جس سے ہمیشہ فائدہ پہنچتا رہے گا اور صرف خوشبو پالینا ادنی نفع ہے۔ خیال رہے کہ ابوجہل وغیرہ دشمنان رسول حضور کے پاس حاضر ہوئے ہی نہیں وہاں حاضری محبت سے حاصل ہوتی ہے۔

اس فرمان عالی کا مقصد یہ ہے کہ حتی الامکان بری صحبت سے بچو کہ یہ دین ودنیا برباد کردیتی ہے اور اچھی صحبت اختیار کرو کہ اس سے دین ودنیا سنبھل جاتے ہیں۔ سانپ کی صحبت جان لیتی ہے، برے یار کی صحبت ایمان برباد کردیتی ہے۔

مار بدتنہا ہمیں بر جاں زند یار بد بر دین وبر ایمان زند

صوفیاء کرام کے نزدیک ساری عبادات سے افضل صحبت نیک ہے آج مسلمان نمازی، غازی، حاجی، قاضی بنتے رہتے ہیں مگر صحابی نہیں بنتے کہ صحابی صحبت نبی سے بنتے تھے وہ صحبت اب کہاں نصیب۔ حضور سب کچھ دے گئے مگر صحبت ساتھ ہی لے گئے صلی اللہ علیہ وسلم۔ (مرٰاۃ المناجیح، ج ٦، ص ٥٨٣)

صحبت کے قابل

اس موقعے پر سیدنا امام غزالی (رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ) ارشاد فرماتے ہیں:

جان لو! ہر آدمی دوستی اور صحبت کے قابل نہیں ہوتا اس لئے کہ نبی غیب داں رسولِ دو جہاں (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے فرمایا۔

اَلْمَرْءُ عَلٰی دِیْنِ اَخِیْهِ فَلْیَنْظُرْ اَحَدُکُمْ مَنْ یُّخَالِلُ۔

انسان اپنے بھائی (دوست) کے طریقے پر چلتا ہے تو اسے دیکھنا چاہئے کہ وہ کس سے دوستی لگاتا ہے۔

(مسند امام احمد بن حنبل جلد ٢ ص ٣٠٢ مرویات ابوہریرہ)

نیز ان خصلتوں اور صفات کا امتیاز ضروری ہے جن کے باعث وہ کسی کی صحبت اختیار کرتا ہے اور صحبت سے حاصل ہونے والے فائدے کے لئے وہ خصلتیں شرط ہیں کیونکہ شرط وہ چیز ہوتی ہے جو مقصود تک پہنچنے کے لئے ضروری ہو لہٰذا صحبت سے یا تو دینی فوائد حاصل کرنا مقصود ہوتا ہے یا پھر دنیاوی فوائد۔ جیسے مال یا مرتبہ وغیرہ یا اس کی ہمنشینی محض حصول اُنس کے لئے ہوتی ہے اور ہمیں ان باتوں سے غرض نہیں۔

اور جہاں تک دینی اغراض کا تعلق ہے تو اس میں بھی اغراض مختلف ہیں کیونکہ بعض اوقات علم وعمل کا استفادہ مقصود ہوتا ہے یا ایسا مرتبہ حاصل کرنا ہوتا ہے تاکہ رزق کی تلاش میں وقت کو ضائع کرنے سے بچائے اسی طرح مشکل مسائل میں اس کی مدد مطلوب ہوتی ہے تاکہ حوادث اور مختلف حالات میں کام آئے۔ یا محض اس کی دعا سے برکت حاصل کرنا مقصود ہوتا ہے۔ اسی طرح آخرت میں اس کی شفاعت کا انتظار بھی ایک مقصد ہے بعض بزرگوں نے فرمایا کہ اپنے اسلامی بھائی زیادہ بناؤ کیونکہ قیامت کے دن ہر مومن شفاعت کریگا تو ہوسکتا ہے کہ تم اپنے کسی بھائی کی شفاعت میں داخل ہو۔

ارشاد خداوندی ہے:

وَیَسْتَجِیْبُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَیَزِیْدُھُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ۔

ترجمہ کنز الایمان: اور دعا قبول فرماتا ہے ان کی جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے اور انہیں اپنے فضل سے اور

انعام دیتا ہے۔(پارہ نمبر ۲۵ سورہ شوریٰ آیت ۲۶)

اس آیت کی تفسیر غریب میں مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ انؑ کے دوستوں کے بارے میں ان کی سفارش قبول کریگا اور انہیں ان کے ساتھ جنت میں داخل کریگا۔ کہا گیا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کی بخشش فرماتا ہے تو اس کے دوستوں کے بارے میں اس کی شفاعت قبول کرتا ہے اسی لئے باعث بزرگوں نے باہم مجلس والفت اور میل جول کی ترغیب دی ہے اور علیحدگی اختیار کرنے کو ناپسند کیا ہے۔

تو ان فوائد میں سے ہر فائدے کے لئے کچھ شرائط ہیں جن کے بغیر وہ فائدہ حاصل نہیں ہوتا چنانچہ ہم انہیں تفصیل سے بیان کرتے ہیں۔

دوستی کی شرائط

خلاصہ یہ ہے کہ تم جس آدمی کی صحبت کو اختیار کرنا چاہتے ہو اس میں پانچ باتیں ہونی چاہیں۔(۱) وہ عقل مند ہو (۲) اچھے اخلاق کا مالک ہو (۳) فاسق نہ ہو (۴) بدعتی نہ ہو اور (۵) دنیا کی حرص نہ رکھتا ہو۔

جہاں تک عقل کا تعلق ہے تو وہ اصل مال ہے اور بیوقوف کی صحبت میں کوئی بھلائی نہیں کیونکہ اس کے نتیجے میں وحشت اور جدائی حاصل ہوتی ہے چاہے وہ کتنی زیادہ ہی کیوں نہ ہو۔

خلیفہ چہارم حضرت سیدنا علی المرتضیٰ (رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ) نے فرمایا:

کسی جاہل بھائی کی صحبت اختیار نہ کرو۔ اس سے اپنے آپ کو بچاؤ کیونکہ کتنے ہی جاہل، عقل مند آدمی کے بھائی بن کر اسے برباد کردیتے ہیں کیونکہ انسان کو دوسرے انسان کے ذریعے پہچانا جاتا ہے اور اشیاء ایک دوسرے کے مشابہ ہوتی ہیں اور ایک دل جب دوسرے دل سے ملتا ہے تو اس کی عادتیں اختیار کرتا ہے۔

اور یہ کیسے نہیں ہوگا جب کہ بیوقوف آدمی تمہیں نفع دینا اور تمہاری مدد کرنا چاہے تب بھی نہ واقفی کی وجہ سے نقصان پہنچاتا ہے۔ اسی لئے کسی شاعر نے کہا میں عقل مند دشمن سے بے خوف ہوں البتہ ایسے دوست سے ڈرتا ہوں جو مجنون ہو عقل ایک ہی فن ہے اور اس کا راستہ مجھے معلوم ہے لیکن جنون کئی فنون کا مجموعہ ہے۔

اسی لئے کہا گیا ہے کہ بیوقوف سے تعلق منقطع کرنا اللہ تعالیٰ کے قریب ہونا ہے چنانچہ حضرت سیدنا سفیان ثوری (رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ) نے فرمایا:

بے وقوف کے چہرے کو دیکھنا ایک گناہ ہے جو لکھ دیا جاتا ہے۔

اور عقل مند سے ہماری مراد وہ شخص ہے جو کاموں کو ان کی حقیقت کے مطابق سمجھتا ہے یعنی یا تو خود ذاتی طور پر سمجھتا ہے یا سمجھانے سے سمجھ جاتا ہے۔(فیضان احیاء العلوم صفحہ ۲۷۹)

(367) وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنِ — حضرت ابوہریرہ ﷺ سے روایت ہے کہ نبی

النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: تُنْكَحُ الْمَرْاَةُ لِاَرْبَعٍ: لِمَالِهَا، وَلِحَسَبِهَا، وَلِجَمَالِهَا، وَلِدِيْنِهَا، فَاظْفَرْ بِذَاتِ الدِّيْنِ تَرِبَتْ يَدَاكَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

اکرم ﷺ نے فرمایا: عورت سے چار وجہ سے نکاح کیا جاتا ہے اس کے مال کی وجہ سے یا اس کے حسن و جمال کی وجہ سے یا اس کے خاندان کی وجہ سے یا اس کے دین (میں خوبی) کی وجہ سے۔ تیرے ہاتھ خاک آلود ہوں، تو دین والی کے ساتھ کامیابی حاصل کر۔

(متفق علیہ)

وَمَعْنَاهُ: اَنَّ النَّاسَ يَقْصِدُوْنَ فِي الْعَادَةِ مِنَ الْمَرْاَةِ هٰذِهِ الْخِصَالَ الْاَرْبَعَ، فَاحْرَصْ اَنْتَ عَلٰى ذَاتِ الدِّيْنِ، وَاظْفَرْ بِهَا، وَاحْرِصْ عَلٰى صُحْبَتِهَا۔

اس کا معنی ہے کہ لوگ نکاح کے وقت ان چار مقاصد کو پیش نظر رکھتے ہیں لیکن تمہیں دین والی عورت سے نکاح کی خواہش رکھنی چاہئے اس کے ساتھ کامیاب ہو اور اس کو ساتھ رکھنے پر حرص کر۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب الاکفاء فی الدین، ج۷ص۷، رقم: ۵۰۹۰ صحیح مسلم، باب استحباب نکاح ذات الدین، ج۴ص۱۷۵، رقم: ۳۷۰۸ اتحاف الخیرۃ المھرۃ، کتاب النکاح، ج۴ص۶، رقم: ۳۰۶۷ سنن الدارقطنی، باب المھر، ج۳ص۳۷۶، رقم: ۳۸۳۵ سنن سعید بن منصور، باب الترغیب فی النکاح، ج۱ص۱۴۲، رقم: ۵۰۶)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

عام طور پر لوگ عورت کے مال، جمال اور خاندان پر نظر رکھتے ہیں ان ہی چیزوں کو دیکھ کر نکاح کرتے ہیں مگر تم عورت کی شرافت و دینداری تمام چیزوں سے پہلے دیکھو کہ مال و جمال فانی چیزیں ہیں دین لازوال دولت، نیز دیندار ماں دیندار بچے جنتی ہے ڈاکٹر اقبال نے کیا خوب فرمایا شعر

بے ادب ماں باادب اولاد جن سکتی نہیں   معدن زر معدن فولاد بن سکتی نہیں

ماں فاطمہ جیسی ہو تو اولاد حسنین جیسی ہوتی ہے، ڈاکٹر صاحب فرماتے ہیں۔ شعر

بتولے باش پنہاں شو ازیں عصر   کہ در آغوش شبیرے بگیری

اگر تم ہمارے اس فرمان پر عمل نہ کرو تو پریشان ہو جاؤ گے فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو عورت کا صرف مال دیکھ کر نکاح کرے گا وہ فقیر رہے گا، جو صرف خاندان دیکھ کر نکاح کرے گا وہ ذلیل ہوگا اور جو دین دیکھ کر نکاح کرے گا اسے برکت دی جائے گی۔ (مرقات) مال ایک جھٹکے میں، جمال ایک بیماری میں جاتا رہتا ہے۔ (مرأۃ المناجیح، ج۵، ص۳)

دنیا کی بہترین متاع

حضرت عبداللہ بن عمرو سے (روایت ہے) بے شک اللہ کے رسول (نے) فرمایا بے شک ساری دنیا متاع (یعنی

قابل استفادہ چیز) ہے اور دنیا کی بہترین متاع نیک عورت (بیوی) ہے۔

(سنن النسائی، کتاب النکاح، باب المرأۃ الصالحہ، ج٦ ص٦٩)

انسان دنیا کو برت کر چھوڑ جاتا ہے رب تعالیٰ فرماتا ہے قُلْ مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيْلٌ ترجمہ کنزالایمان: تم فرمادو کہ دُنیا کا برتنا تھوڑا ہے۔(پ٥، النساء ٧٧)

صوفیاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں، اگر دنیا دین سے مل جائے تو لازوال دولت ہے قطرے کو ہزار خطرے ہیں دریا سے مل جائے تو روانی طغیانی سب کچھ اس میں آجاتی ہے اور خطرات سے باہر ہو جاتا ہے۔

عورت کو بہترین متاع اس لئے فرمایا گیا کہ نیک بیوی مرد کو نیک بنا دیتی ہے، وہ اُخروی نعمتوں سے ہے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رَبَّنَا اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً کی تفسیر میں فرمایا (یعنی) خدایا ہم کو دنیا میں نیک بیوی دے اور آخرت میں اعلیٰ حور عطا فرما اور آگ یعنی خراب بیوی کے عذاب سے بچا۔ جیسے اچھی بیوی خدا کی رحمت ہے ایسی ہی بری بیوی خدا کا عذاب ہے۔(مراۃ المناجیح، ج٥، ص٤)

(368) وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِجِبْرِيْلَ: مَا يَمْنَعُكَ أَنْ تَزُوْرَنَا أَكْثَرَ مِمَّا تَزُوْرُنَا؟ فَنَزَلَتْ: (وَمَا نَتَنَزَّلُ إِلَّا بِأَمْرِ رَبِّكَ لَهُ مَا بَيْنَ أَيْدِيْنَا وَمَا خَلْفَنَا وَمَا بَيْنَ ذٰلِكَ) (مریم: 64) رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

حضرت ابن عباس ﷺ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے حضرت جبریل سے فرمایا تم جتنا ہم سے ملتے ہو اس سے زیادہ کیوں نہیں ملتے پس یہ (جواب کے لئے) آیت اتری (فرشتے کہتے ہیں) ہم تو آپ کے ربّ کے حکم سے ہی اترے ہیں جو ہمارے سامنے ہے اور جو پیچھے ہے یا اس کے درمیان ہے سب اسی کے لئے ہے۔(بخاری)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب وما نتنزل الابامر ربك له مابين ايدينا، ج٦ص٩٣، رقم: ٤٧٣١، المستدرك للحاكم، ذكر اخبار سيد المرسلين، ج٣ص٢٥، رقم: ٤٢١٥، سنن ترمذى، باب ومن سورة مريم، ج٥ص٣١٦، رقم: ٣١٥٨، سنن الكبرى للنسائى، سورة المريم، ج٦ص٣٩٣، رقم: ١١٣١٩، مسند امام احمد، مسند عبدالله بن العباس، ج١ص٢٣١، رقم: ٢٠٤٣)

شرح حدیث: اچھی خوشبو پالو گے

روایت ہے حضرت ابو موسیٰ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اچھے برے ساتھی کی مثال مشک کے اٹھانے اور بھٹی دھونکنے والے کی سی ہے مشک بردار یا تمہیں کچھ دے دے گا یا تم اس سے خرید لو گے اور یا تم اس سے اچھی خوشبو پالو گے اور بھٹی دھونکنے والا یا تمہارے کپڑے جلا دے گا اور یا تم اس سے بدبو پاؤ گے (مسلم، بخاری)

سبحان اللہ!

کیسی پاکیزہ مثال ہے جس کے ذریعہ سمجھایا گیا ہے کہ بروں کی صحبت فائدہ اور اچھوں کی صحبت نقصان کبھی نہیں دے سکتی، بھٹی والے سے مشک نہیں ملے گا گرمی اور دھواں ہی ملے گا، مشک والے سے نہ گرمی ملے نہ دھواں مشک یا خوشبو ہی ملے گی۔ یہ ادنیٰ نفع کا ذکر ہے مشک خرید لینا یا اس کا مفت ہی دے دینا اعلیٰ نفع ہے جس سے ہمیشہ فائدہ پہنچتا رہے گا اور صرف خوشبو پالینا ادنیٰ نفع ہے۔ خیال رہے کہ ابوجہل وغیرہ دشمنان رسول حضور کے پاس حاضر ہوئے ہی نہیں وہاں حاضری محبت سے حاصل ہوتی ہے۔ اس فرمان عالی کا مقصد یہ ہے کہ حتی الامکان بری صحبت سے بچو کہ یہ دین و دنیا برباد کر دیتی ہے اور اچھی صحبت اختیار کرو کہ اس سے دین و دنیا سنبھل جاتے ہیں۔ سانپ کی صحبت جان لیتی ہے، برے یار کی صحبت ایمان برباد کر دیتی ہے۔

مار بد تنہا ہمیں بر جاں زند یار بد بر دین و بر ایمان زند

صوفیاء کرام کے نزدیک ساری عبادات سے افضل صحبت نیک ہے آج مسلمان نمازی، غازی، حاجی، قاضی بنتے رہتے ہیں مگر صحابی نہیں بنتے کہ صحابی صحبت نبی سے بنتے تھے وہ صحبت اب کہاں نصیب۔ حضور سب کچھ دے گئے مگر صحبت ساتھ ہی لے گئے صلی اللہ علیہ وسلم۔

مُردے کو اچھا پڑوس دو

عاشقانِ رسول کی صحبت جہاں زندگی میں رحمت دلاتی ہے۔ وہاں مَرنے کے بعد بھی راحت کا سامان فراہم کرتی ہے۔ مرنے کے بعد ملنے والی اچھی صحبت کی بَرَکت کی جھلک مُلاحظہ ہو چُنانچہ دعوتِ اسلامی کے اِشاعتی ادارے مکتبۃ المدینہ کی مطبوعہ 561 صَفحات پر مشتمل کتاب، ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت (مکمّل) صَفْحہ 270 پر ہے: اپنے مُردوں کو بزرگوں کے پاس دفن کرو کہ اِن کی برکت کے سبب اُن پر عذاب نہیں کیا جاتا۔ هُمُ الْقَوْمُ لَا يَشْقٰى بِهِمْ جَلِيْسُهُمْ یعنی یہ ایسی قوم ہے جس کا ہم نشین بھی محروم نہیں رہتا۔ ولہٰذا حدیث میں فرمایا: اِدْفِنُوْا مَوْتَاكُمْ وَسْطَ قَوْمٍ صَالِحِيْنَ اپنے مُردوں کو نیکوں کے درمیان دفن کرو۔ (اَلْفِرْدَوْس بِمَاْثُور الْخِطَاب ج۱ ص۱۰۲ حدیث ۳۳۷) اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اِس ضمن میں ایک نہایت ایمان افروز حکایت نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

گُلاب کے پھول یا اژدہوں کے منہ!

میں نے حضرت میاں صاحِب قبلہ قُدِّسَ سِرُّہ، کو فرماتے سنا: ایک جگہ کوئی قبر کُھل گئی اور مردہ نظر آنے لگا۔ دیکھا کہ گلاب کی دو شاخیں اس کے بدن سے لپٹی ہیں اور گلاب کے دو پھول اس کے نتھنوں پر رکھے ہیں۔ اس کے عزیزوں نے اِس خیال سے کہ یہاں قبر پانی کے صدمہ سے کھل گئی، دوسری جگہ قبر کھود کر اس میں رکھا، اب جو دیکھا تو دو اژدہے (یعنی دو بَہُت بڑے سانپ) اس کے بدن سے لپٹے اپنے پھنوں سے اس کا منہ بھنبھوڑ (یعنی نوچ) رہے ہیں، حیران ہوئے۔ کسی صاحبِ دل سے یہ واقِعہ بیان کیا، انہوں نے فرمایا: وہاں بھی یہ اژدھے ہی تھے مگر ایک ولیُّ اللہ کے مزار کا قُرب تھا، اُس

کی برکت سے وہ عذاب رحمت ہو گیا تھا، وہ اژدھے درختِ گُل کی شکل ہو گئے تھے اوران کے پھَن گلاب کے پھول۔ اس کی (میّت کی) خیریت چاہو تو وہیں لے جاکر دفن کرو۔ وہیں لے جاکر رکھا پھر وہی درختِ گل تھے اور وُہی گلاب کے پھول۔

تنہا رہے یا اچھی صحبت اختیار کرے

دینی مشغلوں اور دنیا کے ضروری کاموں سے فراغت کے بعد خَلْوت یعنی تنہائی اختیار کیجئے یا صِرف ایسے سنجیدہ اور سنّتوں کے پابند اسلامی بھائیوں کی صُحبت حاصل کیجئے جن کی باتیں خوفِ خدا وعشقِ مصطفٰے عَزَّوَجَلَّ وَصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم میں اضافے کا باعِث بنیں اور وہ وقتاً فوقتاً ظاہری برائیوں اور باطنی بیماریوں کی نشاندہی کرتے اور ان کا علاج تجویز فرماتے ہوں۔ اچھی صحبت کے مُتعلِّق دو فرامینِ مصطفٰے صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم مُلاحظہ فرمائیں: (1) اچھا رفیق وہ ہے کہ جب تو خدا عَزَّوَجَلَّ کو یاد کرے تو وہ تیری مدد کرے اور جب تو بُھولے تو وہ یاد دلائے۔ (اَلْاِخوان لِابْنِ اَبِی الدُّنیا رقم ۴۲)

(2) اچھا رفیق وہ ہے کہ اُس کے دیکھنے سے تمہیں خدا عَزَّوَجَلَّ یاد آئے اور اُس کی گفتگو سے تمہارے عمل میں زیادتی ہو اور اس کا عمل تمہیں آخرت کی یاد دلائے۔ (شُعَبُ الْاِیمان ج ۷ ص ۵۷ حدیث ۹۴۴۶)

نیک بندے کی دعا پر آمین کہنے کی برکت

ایسے نیک بندوں کی خدمت میں حاضِری کی سعادت بسااوقات باعِث مغفِرت ہو جاتی ہے چُنانچہ حضرتِ علامہ جلالُ الدّین سُیُوطی شافِعی علیہ رحمۃ اللہِ القوی شرحُ الصُّدور میں نَقل کرتے ہیں: حضرتِ سیِّدُنا یزید بن ہارون رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کہتے ہیں: میں نے حضرتِ سیِّدُنا ابواسحٰق محمد بن یزید واسطی علیہ رَحمَۃُ اللہِ القوی کو خواب میں دیکھا تو پوچھا: اللہ عَزَّوَجَلَّ نے آپ کے ساتھ کیا مُعامَلہ کیا؟ تو اُنہوں نے فرمایا: میری مغفِرت کردی۔ میں نے پوچھا: مغفِرت کا کیا سبب بنا؟ فرمایا: ایک مرتبہ حضرتِ سیِّدُنا ابوعَمرو بَصری علیہ رَحمَۃُ اللہِ القوی جُمُعہ کے دن ہمارے پاس تشریف فرما ہوئے اور دُعا کی تو ہم نے آمین کہی، بس اسی لئے مغفِرت ہوگئی۔

(شَرحُ الصُّدور ص ۲۸۲، کتاب المنامات مع موسوعۃ ابن اَبی الدُّنیا ج ۳ ص ۱۵۶ رقم ۴۳۷)

(369) وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ نِ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: لَا تُصَاحِبْ اِلَّا مُؤْمِنًا، وَلَا يَأْكُلْ طَعَامَكَ اِلَّا تَقِيٌّ. رَوَاهُ اَبُوْ دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ بِاِسْنَادٍ لَا بَاْسَ بِهٖ.

حضرت ابوسعید خدری ﷺ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: صرف ایماندار کو ہی ساتھی بنا اور تیرا کھانا صرف پرہیز گار ہی کھائے۔ اسے ابوداؤد اور ترمذی نے روایت کیا اس کی سند میں کوئی حرج نہیں ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد، باب من یؤمر ان یجالس، ج۴ص۴۰۷، رقم: ۴۸۳۲ سنن ترمذی، باب ما جاء فی صحبة

المؤمن، ج۴، ص۶۰۰، رقم: ۲۳۹۵، الاداب للبیہقی، باب من یجالس ومن یصاحب، ج۱، ص۱۲۷، رقم: ۲۳۵، صحیح ابن حبان، باب الصحبة والمجالسة، ج۲، ص۳۱۴، رقم: ۵۵۴، جامع الاصول لابن اثیر، باب من یصاحب، ج۶، ص۶۶۶، رقم: ۴۹۶۶)

شرح حدیث: بدمذہبی کی بُو

حضرت عمر فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نمازِ مغرب پڑھ کر مسجد سے تشریف لائے تھے کہ ایک شخص نے آواز دی: کون ہے کہ مسافر کو کھانا دے؟ امیر المؤمنین (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے خادم سے ارشاد فرمایا: اسے ہمراہ لے آؤ۔ وہ آیا (تو) اسے کھانا منگا کر دیا۔ مسافر نے کھانا شروع ہی کیا تھا کہ ایک لفظ اس کی زبان سے ایسا نکلا جس سے بدمذہبی کی بُو آتی تھی، فوراً کھانا سامنے سے اُٹھوالیا اور اسے نکال دیا۔ (ملخصا کنز العمال، کتاب العلم، قسم الافعال، الحدیث ۲۹۳۸۴، ج۱۰، ص۱۱۷)

بدمذہبوں کے پاس بیٹھنا کیسا؟

ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت سے عرض وارشاد مُلاحظہ فرمایئے:

عرض: اکثر لوگ بدمذہبوں کے پاس جان بوجھ کر بیٹھتے ہیں۔ ان کے لئے کیا حکم ہے؟

ارشاد: حرام ہے اور بدمذہب ہوجانے کا اندیشہ کامل اور دوستانہ ہو تو دین کے لیے زہرِ قاتل۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اِيَّاكُمْ وَاِيَّاهُمْ لَايُضِلُّوْنَكُمْ وَلَايَفْتِنُوْنَكُمْ

انھیں اپنے سے دور کرو اور ان سے دور بھاگو وہ تمہیں گمراہ نہ کردیں کہیں وہ تمہیں فتنے میں نہ ڈالیں۔

(صحیح مسلم مقدمہ، باب النہی عن الروایۃ عن الضعفاء ...... الخ، الحدیث ۷، ص۹)

اور اپنے نفس پر اعتماد کرنے والا بڑے کذّاب پر اعتماد کرتا ہے، اِنَّھَا اَکْذَبُ شَیْءٍ اِذَا حَلَفَتْ فَکَیْفَ اِذَا وَعَدَتْ (نفس اگر کوئی بات قسم کھا کر کہے تو سب سے بڑھ کر جھوٹا ہے نہ کہ جب خالی وعدہ کرے۔) صحیح حدیث میں فرمایا: جب دجال نکلے گا، کچھ اسے تماشے کے طور پر دیکھنے جائیں گے کہ ہم تو اپنے دین پر مُستقیم (یعنی قائم) ہیں، ہمیں اس سے کیا نقصان ہوگا؟ وہاں جاکر ویسے ہی ہوجائیں گے۔ (ملخصا، سنن ابی داؤد، کتاب الملاحم، باب ذکر خروج الدجال، حدیث ۴۳۱۹، ج۴، ص۱۵۷) حدیث میں ہے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلمنے فرمایا میں حلف سے کہتا ہوں جو جس قوم سے دوستی رکھتا ہے اس کا حشر اسی کے ساتھ ہوگا۔ (ملتقطا، مستدرک علی الصحیحین، کتاب الہجرۃ، ذکر اسماء اھل الصفۃ، الحدیث ۴۳۵۰، ج۳، ص۵۵۶)

سیدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہمارا ایمان اور پھر حضور کا حلف (یعنی قسم) سے فرمانا۔ دوسری حدیث ہے: جو کافروں سے محبت رکھے گا وہ انہیں میں سے ہے۔

بدمذہبوں کے پاس بیٹھنے والے کو مرتے وقت کلمہ نصیب نہ ہوا

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ شرح الصدور میں نقل فرماتے ہیں: ایک شخص روافض کے پاس بیٹھا کرتا

تھا۔ جب اس کی نزع کا وقت آیا، لوگوں نے حسبِ معمول اسے کلمہ طیبہ کی تلقین کی۔ کہا: نہیں کہا جاتا۔ پوچھا کیوں؟ کہا: یہ دو شخص کھڑے کہہ رہے ہیں تُو ان کے پاس بیٹھا کرتا تھا جو ابو بکر و عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) کو برا کہتے تھے، اب یہ چاہتا ہے کہ کلمہ پڑھ کر اُٹھے، ہرگز نہ پڑھنے دیں گے۔ (شرح الصدور بشرح حال الموتی والقبور، باب مایقول الانسان ۔۔۔۔۔ الخ، ص ۳۸)

یہ نتیجہ ہے بدمذہبوں کے پاس بیٹھنے کا۔ جب صدیق و فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے بدگویوں (یعنی بُرا کہنے والوں) سے میل جول کی یہ شامت ہے تو قادیانیوں اور وہابیوں اور دیوبندیوں کے پاس نشست و برخاست (یعنی اُٹھنے بیٹھنے) کی آفت کس قدر شدید ہوگی؟ ان کی بدگوئی صحابہ تک ہے ان کی انبیاء اور سَیِّدُ الانبیاء (صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم) اور اللہ عَزَّ وَجَلَّ تک۔

دُشمنِ احمد پہ شدّت کیجئے

مسلمانو! ذرا اِدھر خدا اور رسول (عَزَّ وَجَلَّ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم) کی طرف متوجہ ہو کر ایمان کے دِل پر ہاتھ رکھ کر دیکھو۔ اگر کچھ لوگ تمہارے ماں باپ کو رات دن بلا وجہ محض فحش مُغلّظہ (یعنی گندی گندی) گالیاں دینا اپنا شیوہ کر لیں بلکہ اپنا دین ٹھہرا لیں، کیا تم ان سے بکشادہ پیشانی ملو گے؟ حاشا! ہرگز نہیں۔ اگر تم میں نام کو غیرت باقی ہے، اگر تم میں انسانیت باقی ہے اگر تم ماں کو ماں سمجھتے ہو، اگر تم اپنے باپ سے پیدا ہو تو اُنہیں دیکھ کر تمہارے دل بھر جائیں گے، تمہاری آنکھوں میں خُون اُترے گا، تم ان کی طرف نگاہ اٹھانا گوارا نہ کرو گے۔ لِلّٰہ انصاف! صدیقِ اکبر و فاروقِ اعظم (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) زائد یا تمہارے باپ؟ اُمُّ المؤمنین عائشہ صدیقہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) زائد یا تمہاری ماں؟ ہم صدیق و فاروق (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) کے ادنیٰ غلام ہیں اور اَلْحَمْدُ لِلّٰہ کہ اُمُّ المؤمنین (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کے بیٹے کہلاتے ہیں، اُن کو گالیاں دینے والوں سے اگر یہ برتاؤ نہ برتیں جو تم اپنی ماں بلکہ اپنے آپ کو گالیاں دینے والوں سے برتتے ہو تو ہم نہایت نمک حرام غلام اور حد بھر کے بُرے ناخلف (یعنی نااہل) بیٹے ہیں۔ ایمان کا تقاضا یہ ہے، آگے تم جانو اور تمہارا کام۔ نیچری تہذیب کے مدعیوں کو ہم نے دیکھا ہے کہ ذرا کوئی کلمہ اُن کی شان کے خلاف کہا اُن کا تھوک اُڑنے لگتا ہے، آنکھیں لال ہو جاتی ہیں، گردن کی رگیں پھول جاتی ہیں، اس وقت وہ مجنون تہذیب بکھری پھرتی ہے۔ وجہ کیا ہے کہ اللہ و رسول و معظمانِ دین (عَزَّ وَجَلَّ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم و رضی اللہ تعالیٰ عنہم) سے اپنی وُقعت دل میں زیادہ ہے۔ ایسی ناپاک تہذیب اُنہیں کو مبارک، فرزندانِ اسلام اس پر لعنت بھیجتے ہیں۔ خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مسجدِ نبوی (علیٰ صاحبھا الصلوٰۃ والسلام) سے بدمذہبوں کو نام لے لے کر اُٹھا دیا۔

ایک مرتبہ فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نمازِ جمعہ میں دیر ہوگئی، راستے میں دیکھا کہ چند لوگ مسجد سے لوٹے ہوئے آرہے تھے۔ آپ اس ندامت کی وجہ سے کہ ابھی میں نے نماز نہیں پڑھی ہے، چھپ گئے اور وہ اس ذلت کی وجہ سے جو مسجد شریف سے نکال دینے میں ہوئی تھی، الگ چُھپ کر نکل گئے۔ (تفسیر طبری سورۃ التوبۃ تحت الآیۃ ۱۰۱، ج ۶، ص ۴۵۷)

ربُّ العزت تبارک وتعالیٰ ارشادفرماتا ہے:

یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَ الْمُنٰفِقِیْنَ وَ اغْلُظْ عَلَیْهِمْ ؕ

ترجمہ کنزالایمان: اے غیب کی خبریں دینے والے (نبی) جہاد فرماؤ کافروں اور منافقوں پر اور ان پر سختی کرو۔ (پ۱۰، التوبۃ:۷۳)

اور فرماتا ہے عَزَّ وَجَلَّ:

وَ الَّذِیْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَهُمْ

ترجمہ کنزالایمان: محمد اللہ کے رسول ہیں، اوران کے ساتھ والے کافروں پر سخت ہیں اور آپس میں نرم دل۔

(پ۲۶، الفتح:۲۹)

اور فرماتا ہے جل وعلا:

وَلْیَجِدُوْا فِیْكُمْ غِلْظَةً ؕ

ترجمہ کنزالایمان: اور چاہیئے کہ وہ تم میں سختی پائیں۔ (پ۱۱، التوبۃ:۱۲۳)

توثابت ہوا کہ کافروں پر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سختی فرماتے تھے۔

(370) وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ: اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: اَلرَّجُلُ عَلٰی دِیْنِ خَلِیْلِهٖ، فَلْیَنْظُرْ اَحَدُکُمْ مَنْ یُّخَالِلُ رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِیُّ بِاِسْنَادٍ صَحِیْحٍ، وَّقَالَ التِّرْمِذِیُّ: حَدِیْثٌ حَسَنٌ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آدمی اپنے دوست کے دین پر ہوتا ہے ہر ایک کو دیکھ لینا چاہئے کہ کس سے دوستی رکھتا ہے۔ ابوداؤد اور ترمذی نے اسے سند صحیح کے ساتھ روایت کیا اور امام ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد، باب من یؤمر ان یجالس، ج۴ص۳۰۷، رقم: ۴۸۳۵ سنن ترمذی، باب ما جاء فی اخذ المال، ج۴ص۵۸۹، رقم: ۲۳۷۸ مسند عبد بن حمید، من مسند ابی هریرة رضی الله عنه، ج۱ص۴۱۸، رقم: ۱۴۳۱)

شرح حدیث: اسی مفہوم کی ایک اور حدیث مبارکہ حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان لکھتے ہیں:

روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ انسان اپنے دوست کے طریقہ پر ہوتا ہے تو ہر ایک سوچ لے کہ کس سے محبت کرتا ہے۔ (احمد، ترمذی، ابوداود، بیہقی شعب الایمان) اور ترمذی نے فرمایا حدیث حسن غریب ہے، نووی نے کہا کہ اس کی اسناد صحیح ہے۔

پھر حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

دین سے مراد یا تو ملت و مذہب ہے یا سیرت و اخلاق، دوسرے معنی زیادہ ظاہر ہیں یعنی عموماً انسان اپنے دوست کی

سیرت و اخلاق اختیار کرلیتا ہے کبھی اس کا مذہب بھی اختیار کرلیتا ہے لہذا اچھوں سے دوستی رکھو تا کہ تم بھی اچھے بن جاؤ۔صوفیاء فرماتے ہیں لا تصاحب الا مطیعا ولا تخالل الا تقیا نہ ساتھ رہو مگر اللہ رسول کی فرمانبرداری کرنے والے کے نہ دوستی کرو مگر متقی سے۔

کسی سے بھی دوستانہ کرنے سے پہلے اسے جانچ لو کہ اللہ رسول کا مطیع ہے یا نہیں، رب تعالیٰ فرماتا ہے: وَكُونُوا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ۔صوفیاء فرماتے ہیں کہ انسانی طبیعت میں اخذ یعنی لے لینے کی خاصیت ہے، حریص کی صحبت سے حرص، زاہد کی صحبت سے زہد وتقویٰ ملے گا۔خیال رہے کہ خلت دلی دوستی کو کہتے ہیں جس سے محبت دل میں داخل ہوجاوے۔یہ ذکر دوستی ومحبت کا ہے کسی فاسق وفاجر کو اپنے پاس بٹھا کر متقی بنا دینا تبلیغ ہے، حضور انور نے گنہگاروں کو اپنے پاس بلا کر متقیوں کا سردار بنا دیا۔

ذاتی دوستیوں میں غیبتوں سے بچنا دشوار ہے

ذاتی دوستیوں سے قَطعاً اِجتناب (یعنی پرہیز) کیا جائے کیوں کہ اب اکثر ماحول ایسا ہوگیا ہے کہ جب دو ملکر تیسرے کا منفی (NEGATIVE) تذکرہ شروع کریں تو قریب قریب ناممکن ہے کہ غیبت، چغلی، بدگمانی والزام تراشی وغیرہ سے بچ نکلیں۔ان فالتو صُحبتوں میں سنّتوں بھری گفتگو کم اور ملکی وسیاسی حالات پر تبصرہ زیادہ ہوتا ہے، گویا سارے ملک کا نظام یہی چلا رہے ہوں! لہٰذا کبھی کسی وزیر پر تنقید کریں گے تو کبھی کسی لیڈر پر اور یہ دوست جب اپنے گھروں کی طرف پلٹیں گے تو بدگمانیوں، غیبتوں اور تہمتوں کے گناہوں کا ٹوکرا بھی ہر ایک کے ساتھ جائے گا! حضرتِ سیِّدُنا فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: تم پر ذِکرُ اللہ عَزَّ وَجَلَّ لازِم ہے کہ بے شک اِس میں شِفاء ہے اور لوگوں کے تذکروں (مَثَلاً غیبت) سے بچو کہ یہ بیماری ہے۔(اِحیاءُ العُلوم ج ۳ ص ۱۷۷)

فالتو بیٹھکوں سے دور رہئے

غیبت سَمیت مُتَعَدِّد گناہوں سے حفاظت کا بہترین نُسخہ لوگوں سے الگ تھلگ رہنا ہے چُنانچِہ حُجَّۃُ الْاِسلام حضرتِ سیِّدُنا امام محمد بن محمد غزالی علیہ رحمۃ اللہ الوالی کے فرمانِ عالی کا خلاصہ ہے: عام لوگوں کی عُمُوماً عادت ہوتی ہے کہ جہاں کہیں مل کے بیٹھے کہ کسی نہ کسی کی عزّت کے پیچھے پڑے یعنی غیبتوں اور چغلیوں کا سلسلہ شروع ہوگیا کیوں کہ ان کی غذا یہی ہے! ایسے لوگوں کا چُونکہ اکیلے میں دل اُکتاتا ہے لہٰذا مل جُل کر گپ شپ اور تیری میری کر کے ٹائم پاس کرتے ہیں اگر آپ ایسوں کے ساتھ بیٹھیں گے تو گناہوں بھری باتوں میں بھی ہاں میں ہاں ملانی پڑے گی اور یوں گنہگار اور عذابِ نار کے حقدار ہوتے رہیں گے، اگر ہاں، نا کئے بِغیر خاموش بیٹھے رہیں گے تب بھی نہیں بچ سکتے کیوں کہ بِغیر شرعی مجبوری کے غیبت سننے والا بھی غیبت کرنے والے ہی کی طرح گنہگار ہوتا ہے! اگر آپ ان کی گناہوں بھری باتوں پر اعتراض کریں گے تو یہ آپ کے خلاف ہوجائیں گے، نتیجۃً وہ آپ کی بھی غیبتوں اور دل آزاریوں پر اُتر آئیں گے۔(ماخوذ از: اِحیاءُ العُلوم ج ۲ ص ۲۸۶)

مجھے اپنا عاشق بنا کر بنا دے — تو سرتا پا تصویرِ غم یا الٰہی
جو عشقِ محمد میں آنسو بہائے — عطا کردے وہ چشمِ نم یا الٰہی

ٹائم پاس کرنے کی بیٹھک کا نقشہ پیش کرنے والی حکایت

حضرتِ سیِّدُنا فُضَیل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مسجدُ الحرام شریف (مَکَّۃُ المکرَّمہ زادَھَا اللہُ شَرَفًاوَّتعظِیْمًا) میں تنہا تشریف فرما تھے، آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا ایک دوست آیا، آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے پوچھا: کیسے آنا ہوا؟ جواب دیا: اے ابوعلی ! بس یُوں ہی ذرا دل بہلانے کے لئے آگیا ہوں۔ فرمایا: اللہ کی قسم! یہ تو بڑی وحشت دلانے والی بات ہے! کیا آپ یہ چاہتے ہیں کہ میں آپ کے لئے زینت اختیار کروں اور آپ میرے لیے اختیار کریں، آپ مجھ سے جھوٹ بولیں اور میں پ سے جھوٹ بولوں! یا تو آپ یہاں سے تشریف لے جایئے یا میں چلا جاتا ہوں۔ (سبحٰن اللہ سیّدُنا فُضَیل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے دل بہلانے اور وقت گزارنے کے لئے مِل بیٹھنے والوں کا نقشہ ہی کھینچ کر دکھا دیا کہ جو لوگ ٹائم پاس کرنے کیلئے بیٹھتے ہیں وہ عُمُوماً ایک دوسرے کیلئے زینتیں اور بناوٹیں کرتے اور خوب جھوٹی گپّیں ہانکتے ہیں!) بعض عُلَمائے کرام رَحِمَہُمُ اللہُ السَّلام نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ جب کسی بندے سے مَحَبَّت کرتا ہے تو اسے گُمنام کر دیتا ہے۔

(ماخوذ از: اِحیاءُ العُلوم ج ۲ ص ۲۸۷)

(371) وَعَنْ اَبِیْ مُوْسَی الْاَشْعَرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ.

وَفِیْ رِوَایَةٍ: قِیْلَ لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: الرَّجُلُ یُحِبُّ الْقَوْمَ وَلَمَّا یَلْحَقْ بِهِمْ؟ قَالَ: اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ.

حضرت ابوموسیٰ اشعری ﷛ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: آدمی اس کے ساتھ ہے، جس سے محبت رکھتا ہے۔ (متفق علیہ)

ایک روایت میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ سے عرض کیا گیا: ایک آدمی کچھ لوگوں سے محبت کرتا ہے، حالانکہ وہ ان سے ملا نہیں۔ آپ نے فرمایا آدمی اس کے ساتھ ہوگا جس سے محبت رکھتا ہے۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب علامة حب الله، ج۸ص۳۹، رقم: ۶۱۶۹، صحیح مسلم، باب المرء مع من احب، ج۸ص۴۳، رقم: ۶۸۸۸، سنن ابوداؤد، باب اخبار الرجل الرجل بمحبة اياه، ج۴ص۴۵۹، رقم: ۵۱۲۹، سنن ترمذی، باب ما جاء ان المرء مع من احب، ج۴ص۵۹۵، رقم: ۲۳۸۵، سنن الدارمی، باب المرء مع من احب، ج۲ص۴۱۳، رقم: ۲۷۸۴)

شرح حدیث: اللہ والوں سے محبت

حضرتِ سیِّدُنا ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، حضور سیِّدُ المُبَلِّغِین، جنابِ رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِین صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: حضرت داوٗد علیہ الصلوٰۃ والسلام یوں دعا کیا کرتے: اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْاَلُكَ حُبَّكَ وَحُبَّ مَنْ یُّحِبُّكَ

وَالْعَمَلَ الَّذِیْ یُبَلِّغُنِیْ حُبَّکَ، اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ حُبَّکَ اَحَبَّ اِلَیَّ مِنْ نَّفْسِیْ وَاَهْلِیْ وَمِنَ الْمَآءِ الْبَارِدِ یعنی اے میرے اللہ عَزَّ وَجَلَّ! میں تجھ سے تیری محبت اور اس کی محبت کا سوال کرتا ہوں جو تجھ سے محبت کرتا ہے اور اس عمل کی محبت کا سوالی ہوں جو مجھے تیری محبت تک پہنچادے۔ اے میرے رب عَزَّ وَجَلَّ! مجھے اپنی جان، گھر والوں اور ٹھنڈے پانی سے زیادہ اپنی محبت عطا فرما۔ (آمین) (جامع الترمذی، کتاب الدعوات، باب دعاء داؤد علیہ السلام۔۔۔۔۔۔الخ، الحدیث ۳۴۹۰، ص ۲۰۱۱)

حضرت سیِّدُنا انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، سرکارِ والا تبار، ہم بے کسوں کے مددگار، شفیعِ روزِ شُمار، دو عالَم کے مالک ومختار باذنِ پروردگار عَزَّ وَجَلَّ وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ محبت نشان ہے: جو اللہ عَزَّ وَجَلَّ سے محبت کرتا ہے اُسے چاہیے کہ وہ مجھ سے محبت کرے اور جو مجھ سے محبت کرتا ہے اُسے چاہیے کہ وہ میرے صحابہ سے محبت کرے اور جو میرے صحابہ سے محبت کرتا ہے اُسے چاہیے کہ وہ قرآن پاک سے محبت کرے اور جو قرآن پاک سے محبت کرتا ہے اسے چاہیے کہ وہ مساجد سے محبت کرے۔ کیونکہ یہ ایسی عمارتیں ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے بنانے اور پاک رکھنے کا حکم دیا اور ان میں برکت رکھی۔ پس یہ خیر و برکت والی جگہیں ہیں اور ان کے رہنے والے بھی خیر و برکت میں ہیں۔ یہ پسندیدہ جگہیں ہیں اور ان میں رہنے والے بھی پسندیدہ ہیں۔ یہ لوگ اپنی نمازوں میں ہوتے ہیں تو اللہ عَزَّ وَجَلَّ ان کی ضرورت پوری فرماتا ہے۔ یہ مساجد میں ہوتے ہیں تو اللہ عَزَّ وَجَلَّ ان کو اپنے مقاصد میں کامیابی عطا فرماتا ہے۔

(المجروحین لابن حبان، الرقم ۱۲۱۷، ابو معمر، ج ۲، ص ۵۱۰، بتغیر)

(372) وَعَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ اَعْرَابِیًّا قَالَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: مَتَی السَّاعَةُ؟ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: مَا اَعْدَدْتَّ لَهَا؟ قَالَ: حُبَّ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ، قَالَ: اَنْتَ مَعَ مَنْ اَحْبَبْتَ مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ، وَهٰذَا لَفْظُ مُسْلِمٍ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دیہاتی نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا: قیامت کب ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تو نے قیامت تیاری کیا کی ہے اس نے عرض کیا: اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) سے محبت کرتا ہوں فرمایا تو اس کے ساتھ ہے، جس سے محبت کرتا ہے۔ (متفق علیہ) یہ لفظ مسلم کے ہیں۔

وَفِیْ رِوَایَةٍ لَّهُمَا: مَا اَعْدَدْتُّ لَهَا مِنْ کَثِیْرِ صَوْمٍ، وَّلَا صَلَاةٍ، وَّلَا صَدَقَةٍ، وَّلٰکِنِّیْ اُحِبُّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ۔

اور صحیحین کی ایک روایت یوں ہے (اس دیہاتی نے عرض کیا) میں نے قیامت کے لئے زیادہ روزے نمازیں اور صدقات (نافلہ) تو تیار نہیں کئے لیکن میں اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہوں۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب مناقب عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ۔ ج۵ص۱۲۳، رقم: ۳۶۸۸ صحیح مسلم، باب المرء مع من احب، ج۸ص۴۲، رقم: ۶۸۷۸ سنن الدارمی، باب المرء مع من احب، ج۲ص۴۱۴، رقم: ۲۷۸۷ سنن ترمذی، باب ما جاء

ان المرء مع من احب، ج۴ص۵۹۵، رقم: ۲۳۸۶، صحیح ابن حبان، باب الصحبة والمجالسة، ج۲ص۳۲۲، رقم: ۵۶۵)

شرح حدیث: محمد کی محبت دینِ حق کی شرط اول ہے

منقول ہے کہ ابوالقاسم حضرت سیّدُ نا جنید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور صوفی فقراء کا ایک قافلہ حج کے لئے روانہ ہوا۔ راستے میں کچھ دنوں کے بعد پانی ختم ہو گیا۔ قافلے نے ایک پہاڑ کے دامن میں پڑاؤ کیا ہوا تھا، آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنے ایک مرید سے کہا: یہ مشکیزہ لو اور اس پہاڑ کی چوٹی پر چڑھ کر پاک مٹی لے آؤ تا کہ ہم اس سے تیمم کریں، کیونکہ نماز کا وقت ہو چکا ہے۔ اس نے حسبِ حکم مشکیزہ لیا اور پہاڑ پر چڑھ کر مشکیزے میں مٹی ڈالنے لگا۔ اچانک اس نے ایک آواز سنی۔ اِدھر اُدھر دیکھا تو گرجا گھر میں ایک راہب نظر آیا۔ راہب نے پوچھا: اس مٹی کا کیا کرو گے؟ اس نے جواب دیا: ہم اُمّتِ محمدیہ علٰی صاحبہا الصلٰوۃ والسلام کے لوگ ہیں۔ جب پانی نہیں ملتا تو ہم مٹی سے تیمم کر لیتے ہیں۔ راہب بولا: میرے ہاں ایک صاف وشفاف کنواں ہے، تم اس سے پانی بھی پی لو اور وضو بھی کر لو۔ اس مرید نے کہا: پہاڑ کے نیچے ہمارا ایک قافلہ ٹھہرا ہوا ہے۔ راہب نے کہا: تم جاؤ اور سب کو بُلا لاؤ۔ وہ حضرت سیّدُ نا جنید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور راہب کے متعلق بتایا۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اسے فرمایا: جا کر اُسے کہو، ہم ستر افراد ہیں، کیا اس کھنڈر میں آجائیں گے؟ وہ مرید دوبارہ گیا اور راہب کو جا کر ساری بات بتائی تو اس نے کہا: اگرچہ ایک ہزار ہی کیوں نہ ہوں کیونکہ میں محمد (صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم) اور آپ کی امت کی قدر کرتا اور ان سے محبت کرتا ہوں۔ جب مرید نے واپس جا کر آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو بتایا تو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سارے قافلے کو لے کر پہاڑ پر چڑھ گئے۔ راہب نے اس کھنڈر کا دروازہ کھول دیا۔ سبھی نے خوب سیر ہو کر اس کنوئیں سے پانی پیا اور وضو کر کے نماز ادا کی۔ جب فارغ ہوئے تو راہب نے سب کو ایک ایک بڑی پلیٹ پیش کی جس میں طرح طرح کے کھانے تھے۔ سب نے کھانا کھایا۔ پھر ایک طشت اور لوٹا حاضر کیا، سب نے اپنے ہاتھوں کو دھو کر مُشک لگائی۔ جب راہب نے مہمان نوازی کر لی تو پوچھا: کیا تم میں سے کوئی اس مناسبت سے قرآنِ کریم کی تلاوت کرنے والا ہے؟ حضرت سیّدُ نا جنید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک مرید کو اشارہ کیا تو اس نے اس آیتِ کریمہ کی تلاوت شروع کی:

اِنَّ الَّذِیۡنَ سَبَقَتۡ لَہُمۡ مِّنَّا الۡحُسۡنٰۤی ۙ اُولٰٓئِکَ عَنۡہَا مُبۡعَدُوۡنَ ○

ترجمۂ کنز الایمان: بے شک وہ جن کے لئے ہمارا وعدہ بھلائی کا ہو چکا وہ جہنم سے دور رکھے گئے ہیں۔

(پ17، الانبیآء: 101)

آیتِ مبارکہ سن کر راہب کی چیخیں نکل گئیں اور کہنے لگا: ربِّ کعبہ عَزَّ وَجَلَّ کی قسم! ہم نے صلح کر لی۔ جب قاری نے قرآنِ کریم کی تلاوت مکمل کی تو اس نے پھر کہا: میں تمہیں قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا تم میں کوئی اچھا شعر کہنے والا ہے؟ کیونکہ میں سماع کو پسند کرتا ہوں۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک مرید کی طرف اشارہ کیا تو اس نے چند اشعار

پڑھے، جن کا مفہوم یہ ہے: اس نے طویل عرصہ تک دُوریوں کو برقرار رکھا، تو اسے معلوم ہوا کہ عذر خواہی کے راستے کیسے ہیں، پھر بھی دوری برقرار رکھنے کو اس نے پسند کیا اور فراق کے سمندر میں غوطہ زن رہا۔ اور وہ یہ نہیں جانتا تھا کہ وفا کے ساتھ ناانصافی کے زخم اگرچہ ختم بھی ہو جائیں تب بھی ان کے نشانات نہیں مٹتے۔ ان اشعار کو سن کر راہب کافی دیر تک روتا رہا، پھر بولا: مزید اشعار سنائیے۔

مرید نے دوبارہ اسی طرح کا شعر پڑھا، جس کا مفہوم یہ ہے: میں حاضر ہوں، اے وہ جو اَزَل سے مجھے اپنی طرف بُلا تا رہا اور اپنے پوشیدہ لُطف وکرم سے بار بار اپنی بارگاہ کی طرف میری رہنمائی فرماتا رہا (لیکن میں اس سے رُوگردانی کرتا رہا)۔ راہب نے پھر چیخ ماری اور کہا: میں حاضر ہوں، اے میرے مالک! میں حاضر ہوں، اے میرے مالک عَزَّ وَجَلَّ! تُو نے مجھے اپنی رحمت کی طرف بُلایا ہے، اَنَا اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ الله یعنی میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ عَزَّ وَجَلَّ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم اللہ عَزَّ وَجَلَّ کے رسول ہیں۔ زُنّار کو توڑ دیا، عیسائیوں کا لباس اُتار دیا۔ حضرت سیِّدُنا جنید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کو گدڑی پہنائی اور آپ اور آپ کا قافلہ اس کے اسلام لانے اور اس کی گردن جہنم سے آزاد ہونے پر بہت مسرور ہوئے۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ہزار دینار نکال کر اس کو دیئے جو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے پاس جمع تھے۔ پھر وہ راہب اپنے گرجا گھر وغیرہ کو چھوڑ کر چہرہ چھپائے ہوئے کہیں چلا گیا، نہیں معلوم کہ وہ کس سمت گیا۔

جب حضرت سیِّدُنا جنید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا قافلہ مکہ مکرَّمہ پہنچا اور حرم پاک میں داخل ہوا اور طواف کر کے جب سب ایک جگہ اکٹھے ہوئے تو ایک شخص کو کعبۃ اللہ شریف کے غلاف سے لپٹا ہوا دیکھا، وہ کہہ رہا تھا: اے میرے رب عَزَّ وَجَلَّ! تو نے مجھ پر اپنا پردہ اُٹھا دیا حتّٰی کہ میں نے تیری وحدانیت کی گواہی دی، تُو نے مجھے اپنی بارگاہ میں بُلایا تو میں لَبَّیْكَ کہتے ہوئے حاضر ہو گیا، اے وہ ذات جس نے مجھے عرفان کی دولت عطا فرمائی تو مجھے اس کی معرفت حاصل ہو گئی! مجھے اپنی رضا کے لئے حج کرنے کی توفیق عطا فرما۔ حضرت سیِّدُنا جنید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک مرید سے فرمایا: دیکھو! یہ کلام کرنے والا کون ہے؟ وہ مرید اس کے پاس گیا تو دیکھا کہ یہ تو وہی راہب ہے۔ جب اسے حضرت سیِّدُنا جنید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں حاضر ہونے کے لئے کہا گیا تو راہب نے کہا: اے بھائی! حضرت سیِّدُنا جنید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی بارگاہ میں میرا اسلام عرض کرنا اور یہ بھی عرض کرنا کہ میں نے آپ کو اپنے پاس ٹھہرایا اور کھانا بھی حاضر کیا تو اللہ عَزَّ وَجَلَّ نے مجھے اسلام کی دولت عطا فرمائی اور عزت کے لباس سے نوازا، یہاں تک کہ میں احرام باندھ کر حرم پاک میں داخل ہو گیا ہوں، اب میری عزّت وذلت اسی کے پاس ہے۔ چنانچہ، مرید لوٹا اور آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو اس کے متعلق بتایا تو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ خود اٹھ کر اس کے پاس چلے گئے، اور اسے سینے سے لگا کر آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا اور ارشاد فرمایا: اے میرے دوست! آپ کو قربِ الٰہی عَزَّ وَجَلَّ کی لذت کیسے نصیب ہوئی؟ اس نے جواب دیا: اے میرے سردار! جب میں

نے کھنڈرات کو چھوڑا اور سفر اختیار کئے تو مجھ پر قبولیت کی ہوائیں چلنے لگیں، اور اللہ عَزَّ وَجَلَّ نے اپنی بارگاہ تک پہنچنے کا دروازہ کھول دیا، جس سے میرے لئے اپنے مقصود تک رسائی حاصل کرنا ممکن ہوگیا۔ پھر اس نے ایک چیخ ماری اور زمین پر تشریف لے آیا۔ جب ہم نے دیکھا تو اس کی جان جانِ آفریں کے سپرد ہو چکی تھی۔

میرا ہر عمل بس تیرے واسطے ہو کر اخلاص ایسا عطا یا الٰہی عَزَّ وَجَلَّ!

(اَلرَّوْضُ الْفَائِقُ فِی الْمَوَاعِظِ وَالرَّقَائِقِ مُصنِّف اَلشَّیْخ شُعَیب حَرِیْفِیْش رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ اَلْمُتَوَفّٰی 810ھ صفحہ 175

(373) وَ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللہُ عَنْهُ، قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ اِلٰی رَسُوْلِ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: یَا رَسُوْلَ اللہِ، کَیْفَ تَقُوْلُ فِیْ رَجُلٍ اَحَبَّ قَوْمًا وَّلَمْ یَلْحَقْ بِهِمْ؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ.

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ایک آدمی رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا عرض کی: یارسول اللہ! ایک آدمی کسی قوم سے محبت رکھتا ہے، لیکن ان سے ملا نہیں اس کے بارے آپ کیا فرماتے ہیں تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: آدمی اس کے ساتھ ہے، جس سے محبت کرتا ہے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب علامة حب الله عزوجل، ج۸ص۳۹، رقم: ۶۱۶۹، صحیح مسلم، باب المرء مع من احب، ج۸ص۴۳، رقم: ۶۸۸۸، صحیح ابن حبان، باب الصحبة والمجالسة، ج۲ص۳۲۲، رقم: ۵۶۲، اتحاف الخیرة المهرة للبوصیری، کتاب الایمان باب ما جاء فی العلم، ج۱ص۲۰۱، رقم: ۲۶۹، مسند امام احمد، حدیث ابی موسی الاشعری، ج۴ص۴۰۵، رقم: ۱۹۶۴۴، مسند البزار، مسند حذیفه بن یمان، ج۱ص۴۵۶، رقم: ۳۰۱۳)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

نہ تو کبھی ان سے ملاقات کی ہو نہ ان کے لیے نیک اعمال کیے ہوں مگر ان سے دلی محبت رکھتا ہو جیسے آج ہم گندے کمینے بدکار سیاہ کار حضور سید الابرار صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے اصحاب اخیار سے محبت کریں۔

یہ شخص قیامت میں ان محبوب نیکوں کے ساتھ ہوگا، رب تعالیٰ فرماتا ہے: فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللہُ عَلَیْهِمْ مِّنَ النَّبِیّٖنَ وَالصِّدِّیْقِیْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِیْنَ۔ یہاں مرقات نے فرمایا کہ بروں سے محبت کرنے کا انجام بھی یہ ہی ہے۔ خیال رہے کہ ہر نسبت جنسیت چاہتی ہے، عشق و محبت نہ جنسیت دیکھے نہ برابری، بندہ کو اللہ سے، امتی کو رسول اللہ سے عشق ہو سکتا ہے اللہ تعالیٰ نصیب کرے، خوف خدا، عشق جناب مصطفے اللہ کی بڑی نعمت ہے۔ (مرآۃ المناجیح، ج۶، ص۶۶۰)

الحب فی اللہ والبغض فی اللہ

سلف صالحین کی عادات مبارکہ میں یہ بھی تھا کہ وہ جس شخص سے محبت یا دشمنی رکھتے تھے محض خدا کے لئے رکھتے تھے۔ دنیا کی کوئی غرض نہیں ہوتی تھی۔ یعنی کسی دنیا دار کے ساتھ دنیا کے لئے محبت نہیں رکھتے تھے۔ بلکہ ان کا مقصود

رضائے حق سبحانہ وتعالیٰ ہوتا تھا۔ اگر دنیا دار باوجود مالدار ہونے کے دیندار بھی ہوتو بوجہ دین داری کے اس سے محبت رکھتے تھے۔ اگر بے دین ہوتو اسے ہدایت کرتے تھے اور یہی کمالِ ایمان ہے۔ چنانچہ حدیث شریف میں آیا ہے:

من احب للہ وابغض للہ واعطی للہ ومنع للہ فقد استکمل الایمان

(سنن ابی داود، کتاب السنۃ، باب الدلیل علی زیادۃ الایمان ونقصانہ، الحدیث: 4681، ج4، ص290)

یعنی جس شخص نے کسی کے ساتھ محبت کی تو محض خداعزوجل کے لئے کی، اگر بغض رکھا تو خداعزوجل کے لئے، اگر کسی کو کچھ دیا تو خداعزوجل کے لئے، اگر نہ دیا تو خداعزوجل کے لئے، اس نے اپنا ایمان کامل کرلیا۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو وحی بھیجی کہ کیا تو نے میرے لئے بھی کوئی کام کیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی کہ ہاں میں نے تیرے لئے نمازیں پڑھیں، روزے رکھے، خیرات دی، اور بھی کچھ اعمال عرض کیے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یہ اعمال تو تیرے لئے ہیں، کیا تو نے میرے دوست کے ساتھ میرے لئے محبت کی اور میرے دشمن کے ساتھ میرے لئے دشمنی کی۔ (تنبیہ المغترین، الباب الاوّل، غیرتہم لانتہاک الحرمات، ص45)

اس سے معلوم ہوا کہ اللہ عزوجل کے لئے محبت، اللہ عزوجل کے لئے بغض یہ افضل اعمال میں سے ہے۔ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرمایا کرتے تھے: **مصارمۃ الفاسق قربۃ الی اللہ۔**

(تنبیہ المغترین، الباب الاوّل، غیرتہم لانتہاک الحرمات، ص46)

حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے پوچھا گیا کہ کیا فاسق کے پاس تعزیت یا ماتم پرسی کے لئے جانا درست ہے یا نہیں؟ تو آپ نے فرمایا کہ درست نہیں ہے۔ (تنبیہ المغترین، الباب الاوّل، غیرتہم لانتہاک الحرمات، ص46)

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: **من ادعی انہ یحب عبداً لِلّٰہ تعالی ولم یبغضہ اذا عصی اللہ تعالی فقد کذب فی دعواہ انہ یحبہ لِلّٰہ** (تنبیہ المغترین، الباب الاوّل، غیرتہم لانتہاک الحرمات، ص46)

یعنی جو شخص دعویٰ کرے کہ میں فلاں شخص کو خدا کے لئے دوست رکھتا ہوں اور وہ شخص جب نافرمانی کرے اور وہ اسے برا نہ سمجھے تو اس نے محبت کے دعویٰ میں جھوٹ کہا کہ خدا کے لئے ہے۔ اس کی محبت خدا کے لئے نہیں۔ اگر خدا کے لئے ہوتی تو اس نے نافرمانی کی تھی اسے اس نافرمانی کے سبب برا سمجھتا اللہ تعالیٰ کے مقبولوں کو بے دینوں سے ایسی نفرت تھی۔

حضرت مالک بن دینار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کتے کو جب آپ کے سامنے آکر بیٹھ جاتا تو نہ ہٹاتے اور فرماتے: **ھو خیر من قرین السوء** (تنبیہ المغترین، الباب الاوّل، غیرتہم لانتہاک الحرمات، ص46)

کہ برے ساتھی سے کتا اچھا ہے۔ حضرت احمد بن حرب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ نیکوں سے محبت اور ان کے پاس بیٹھنا ان کی صحبت میں رہنا ان کے افعال واقوال دیکھ کر عمل کرنا، انسانی قلب کے لئے اس سے زیادہ کوئی بات نافع نہیں اور بروں کی صحبت میں رہنا فاسقوں سے خلط ملط رکھنا ان کے برے کام دیکھ کر برا نہ جاننا اس سے زیادہ قلب کے

لئے کوئی شے ضرر رساں نہیں۔ (تنبیہ المغترین، الباب الاوّل، غیرتہم لانتہاک الحرمات، ص 47)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ اہل معاصی کے ساتھ بغض وکھ کر اللہ تعالیٰ کے ساتھ محبت رکھو اور ان سے دور رہ کر اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرو اور ان کو برا سمجھنے سے اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرو۔ لوگوں نے عرض کی کہ اے نبی اللہ! پھر ہم کس کے پاس بیٹھیں؟ فرمایا: جالسوا من یذ کرکم اللہ رویتہ ان لوگوں کے پاس بیٹھو جن کا دیکھنا تمہیں اللہ عزوجل کو یاد کراوے اور جن کا کلام تمہارے اعمال میں زیادتی کا باعث ہو اور ان کے اعمال تمہیں آخرت کی طرف رغبت دیں۔ (نزہۃ الناظرین، کتاب آداب الصحبۃ، الباب الثانی فی فضل الحب فی اللہ، ص 166)

(374) وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: اَلنَّاسُ مَعَادِنٌ كَمَعَادِنِ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ، خِيَارُهُمْ فِي الْجَاهِلِيَّةِ خِيَارُهُمْ فِي الْإِسْلَامِ اِذَا فَقِهُوْا، وَالْاَرْوَاحُ جُنُوْدٌ مُّجَنَّدَةٌ، فَمَا تَعَارَفَ مِنْهَا ائْتَلَفَ، وَمَا تَنَاكَرَ مِنْهَا اخْتَلَفَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَرَوَى الْبُخَارِيُّ قَوْلَهُ: اَلْاَرْوَاحُ... اِلَخ مِنْ رِّوَايَةِ عَائِشَةَ رَضِیَ اللهُ عَنْهَا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: لوگ کانیں ہیں جیسا کہ سونے اور چاندی کی کانیں ہوتی ہیں ان میں جو دور جاہلیت میں بہتر تھے (جسے اچھے اخلاق کے حاصل تھے) وہ دور اسلام میں بھی بہتر ہیں۔ جب دین کی سمجھ حاصل کرلیں ارواح باقاعدہ لشکر تھا ان میں سے جن کی واقفیت ہوگئی ان میں یہاں بھی دوستی ہوگئی اور جن سے اجنبیت ہوئی ان میں اختلاف ہوگیا۔ الارواح والی عبارت بخاری میں عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی روایت سے ثابت ہے۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب قول اللہ تعالیٰ "لقد کان فی یوسف واخوتہ آیات للسائلین" ج۲ ص۱۳۹، رقم: ۳۳۸۳ صحیح مسلم، باب خیار الناس، ج۷ ص۱۸۱، رقم: ۶۶۱۴ صحیح ابن حبان، باب ذی الوجهین، ج۱۳ ص۶۹، رقم: ۵۷۵۷ مسند امام احمد، مسند ابی ہریرۃ رضی اللہ عنه، ج۲ ص۲۵۷، رقم: ۷۴۸۷ مسند اسحاق بن راھویه، ج۱ ص۱۶۹، رقم: ۱۱۶ مسند البزار، مسند ابی ہریرۃ، ج۲ ص۳۸۰، رقم: ۹۰۱۳)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی صورت میں تمام انسان یکساں مگر سیرت، اخلاق اور صفات میں مختلف جیسے ظاہری زمین یکساں اس میں کانیں مختلف، نیک سے نیکی ظاہر ہوگی اور بد سے بدی۔

جو زمانہ کفر میں عمدہ اخلاق، بہترین صفات کی وجہ سے اپنے قبیلوں کے سردار تھے جب وہ مسلمان ہوکر علم سیکھ لیں تو مسلمانوں میں سردار ہی رہیں گے، اسلام سے عزت بڑھتی ہے گھٹتی نہیں۔ وہ لوگ اسلام سے پہلے کیچڑ میں لتھڑے ہوئے لعل تھے۔ مسلمان ہوکر عالم بنے، دھل کر صاف ہوگئے۔ اس سے معلوم ہوا کہ نو مسلموں کو حقیر جاننا بہت برا ہے۔ اور کفار کا

سردار مسلمان ہوکر مسلمانوں کا سردار ہی رہے گا اسے گرایا نہ جائے گا۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۶، ص ۶۶۰)

انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے وارث

نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: علماء کرام رحمہم اللہ تعالٰی انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے وارث ہیں کیونکہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام درہم ودینار کا وارث نہیں بناتے بلکہ علم کا وارث بناتے ہیں، لہٰذا جس نے علم حاصل کیا اس نے پورا حصہ پالیا۔

(سنن ابی داود، کتاب العلم، باب فی فضل العلم، الحدیث: ۳۶۴۱، ص ۱۴۹۳)

دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحرو بَر صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: عالم کی موت ایسی مصیبت ہے جس کا ازالہ نہیں ہوسکتا اور یہ ایسا خلا ہے جسے پُر نہیں کیا جاسکتا گویا وہ ایک ستارہ تھا جو ماند پڑ گیا اور ایک قبیلے کی موت عالمِ دین کی موت سے زیادہ ہلکی ہے۔ (شعب الایمان، باب فی طلب العلم، الحدیث: ۱۶۹۹، ج ۲، ص ۲۶۴، تقدما تأخرا)

شفیعِ روزِ شُمار، دو عالَم کے مالک ومختار، باذنِ پروردگار عزوجل وصلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: اللہ عزوجل اس شخص کو خوشحال رکھے جس نے میرا کلام سنا پھر اسے یاد کرلیا اور جیسا سنا تھا ویسا ہی آگے پہنچایا کیونکہ بسا اوقات علم کے حامل کچھ افراد اپنے سے زیادہ فقیہ لوگوں تک علم پہنچاتے ہیں اور بسا اوقات علم کے حامل کچھ افراد فقیہ نہیں ہوتے۔

(سنن ابن ماجہ، ابواب السنۃ، باب من بلغ علماء، الحدیث: ۲۳۶، ص ۲۴۹۱، تقدما تأخرا)

حسنِ اخلاق کے پیکر، نبیوں کے تاجور، مَحبوبِ رَبِّ اکبر عزوجل وصلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: تین چیزیں ایسی ہیں جن میں کسی مسلمان کا دل خیانت نہیں کرتا: (۱) اللہ عزوجل کے لئے اخلاص کے ساتھ عمل کرنا، (۲) حکمران کی خیرخواہی اور (۳) جماعت کا لازم پکڑنا، کیونکہ ان کی دُعا رائیگاں نہیں جاتی۔

(المستدرک، کتاب العلم، الحدیث: ۳۰۲، ج ۱، ص ۲۷۴، بتغیرِ قلیلٍ)

سیِّدُ المبلّغین، رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِین صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: عالم کو عابد پر ایسی فضیلت حاصل ہے جیسی فضیلت مجھے تمہارے ادنیٰ شخص پر حاصل ہے، اور بے شک اللہ عزوجل، اس کے فرشتے اور زمین وآسمان والے یہاں تک کہ چیونٹیاں اپنے سوراخوں میں اور مچھلیاں پانی میں لوگوں کو خیر سکھانے والے کی بھلائی کی خواہاں رہتی ہیں۔

(جامع الترمذی، ابواب العلم، باب ماجاء فی فضل الفقہ علی العبادۃ، الحدیث: ۲۶۸۵، ص ۱۹۲۲)

مَحبوبِ ربُّ العٰلمین، جنابِ صادق وامین صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: اللہ عزوجل قیامت کے دن علماء کرام رحمہم اللہ تعالٰی سے ارشاد فرمائے گا: میں نے اپنا علم اور حلم تمہیں اسی لئے دیا تھا کہ میں تمہاری خطائیں معاف کرنے کا ارادہ رکھتا تھا اور مجھے کوئی پرواہ نہیں۔ (اللآلی المصنوعۃ، کتاب العلم، ج ۱، ص ۲۰۲، مفہوما)

(375) وَعَنْ اُسَیْرِ بْنِ عَمْرٍو، وَیُقَالُ: ابْنُ — حضرت اسیر بن عمرو سے روایت ہے انہیں ابن

جَابِرٍ وَّهُوَ - بِضَمِّ الْهَمْزَةِ وَفَتْحِ السِّيْنِ الْمُهْمَلَةِ - قَالَ: كَانَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ إِذَا أَتَى عَلَيْهِ أَمْدَادُ أَهْلِ الْيَمَنِ سَأَلَهُمْ: أَفِيكُمْ أُوَيْسُ بْنُ عَامِرٍ؟ حَتّٰى أَتَى عَلٰى أُوَيْسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، فَقَالَ لَهُ: أَنْتَ أُوَيْسُ ابْنُ عَامِرٍ؟ قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: مِنْ مُّرَادٍ ثُمَّ مِنْ قَرَنٍ؟ قَالَ: نَعَمْ. قَالَ: فَكَانَ بِكَ بَرَصٌ، فَبَرَأْتَ مِنْهُ إِلَّا مَوْضِعَ دِرْهَمٍ؟ قَالَ: نَعَمْ. قَالَ: لَكَ وَالِدَةٌ؟ قَالَ: نَعَمْ. قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُوْلُ: يَأْتِيْ عَلَيْكُمْ أُوَيْسُ بْنُ عَامِرٍ مَعَ أَمْدَادِ أَهْلِ الْيَمَنِ مِنْ مُّرَادٍ، ثُمَّ مِنْ قَرَنٍ كَانَ بِهٖ بَرَصٌ، فَبَرَأَ مِنْهُ إِلَّا مَوْضِعَ دِرْهَمٍ، لَهُ وَالِدَةٌ هُوَ بِهَا بَرٌّ لَّوْ أَقْسَمَ عَلَى اللهِ لَأَبَرَّهُ، فَإِنِ اسْتَطَعْتَ أَنْ يَّسْتَغْفِرَ لَكَ فَافْعَلْ فَاسْتَغْفِرْ لِيْ فَاسْتَغْفَرَ لَهُ. فَقَالَ لَهُ عُمَرُ: أَيْنَ تُرِيْدُ؟ قَالَ: الْكُوفَةَ. قَالَ: أَلَا أَكْتُبُ لَكَ إِلٰى عَامِلِهَا؟ قَالَ: أَكُوْنُ فِيْ غَبْرَاءِ النَّاسِ أَحَبُّ إِلَيَّ. فَلَمَّا كَانَ مِنَ الْعَامِ الْمُقْبِلِ حَجَّ رَجُلٌ مِّنْ أَشْرَافِهِمْ، فَوَافَقَ عُمَرَ، فَسَأَلَهُ عَنْ أُوَيْسٍ، فَقَالَ: تَرَكْتُهُ رَثَّ الْبَيْتِ قَلِيْلَ الْمَتَاعِ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُوْلُ: يَأْتِيْ عَلَيْكُمْ أُوَيْسُ بْنُ عَامِرٍ مَعَ أَمْدَادٍ مِّنْ أَهْلِ الْيَمَنِ مِنْ مُّرَادٍ، ثُمَّ مِنْ قَرَنٍ، كَانَ بِهٖ بَرَصٌ فَبَرَأَ مِنْهُ إِلَّا مَوْضِعَ دِرْهَمٍ، لَهُ وَالِدَةٌ هُوَ بِهَا بَرٌّ لَّوْ أَقْسَمَ عَلَى اللهِ لَأَبَرَّهُ، فَإِنِ اسْتَطَعْتَ أَنْ يَّسْتَغْفِرَ لَكَ، فَافْعَلْ فَأَتٰى أُوَيْسًا، فَقَالَ: اسْتَغْفِرْ لِيْ. قَالَ: أَنْتَ أَحْدَثُ عَهْدًا بِسَفَرٍ صَالِحٍ،

جابر بھی کہتے ہیں ہمزہ پر پیش اور سین مہملہ پر زبر کے ساتھ کہ حضرت عمر بن خطاب ﷺ کے پاس جب یمن سے قافلے آتے تھے' تو آپ ان سے دریافت کرتے کیا تم میں سے اویس بن عامر ہے حتیٰ کہ حضرت اویس ﷺ آ گئے ان سے پوچھا کیا تم اویس بن عامر ہو تو نہوں نے کہا: جی ہاں! پوچھا مراد کے قبیلہ قرن سے عرض کیا: ہاں آپ نے فرمایا: کیا تمہیں برص تھا وہ درہم جتنی جگہ کے سوا باقی درست ہو چکا تھا کہا' جی ہاں: پوچھا تمہاری والدہ ہے۔ کہا: جی ہاں! فرمایا میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا کیا تمہارے پاس اویس بن عامر یمنی قافلوں کے ساتھ آئیں گے وہ مراد قوم کے قبیلہ قرن سے ہوں گے' انہیں برص کی بیماری ہے ایک درہم جگہ کے برابر کے علاوہ ٹھیک ہو جائیں گے ان کی والدہ ہوگی یہ اس کا فرمانبردار ہے وہ اگر اللہ پر قسم ڈال دے تو اللہ اس کی قسم ضرور پوری کرے گا' تو اس سے اگر دعائے مغفرت کرا سکے' تو کرا لینا تو آپ میرے لیے دعائے مغفرت کر دیں چنانچہ حضرت اویس نے حضرت عمر کے لئے دعائے مغفرت کر دی حضرت عمر نے پوچھا کہاں کا ارادہ ہے بتایا کوفہ کا حضرت عمر نے کہا کیا کوفہ کے گورنر کی طرف تمہارے لیے خط لکھ دوں تو انہوں نے کہا گم نام لوگوں میں رہنا مجھے زیادہ پسند ہے۔ آئندہ سال حج کا موقع آیا' تو ان کے سرداروں میں سے ایک آدمی حج پر آیا حضرت عمر ﷺ سے ملا آپ نے اس سے حضرت اویس نے بارے میں پوچھا اس نے کہا میں نے اس کو تھوڑے سے سامان اور سادہ حالت میں چھوڑا

فَاسْتَغْفِرْ لِی. قَالَ: لَقِيتَ عُمَرَ؟ قَالَ: نَعَمْ. فَاسْتَغْفَرَ لَهُ، فَفَطِنَ لَهُ النَّاسُ، فَانْطَلَقَ عَلٰى وَجْهِهٖ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

ہے حضرت عمر نے فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: تم پر مراد قبیلہ کی شاخ قرن سے اویس بن عامر آئے گا اس کو برص کا مرض ہوگا وہ درہم جتنی جگہ کے سوا سب درست ہو گیا ہوگا اس کی والدہ ہے وہ اس کے ساتھ بھلائی کرتا ہے اگر وہ اللہ پر قسم ڈال دے تو اس کی قسم اللہ ضرور پورا فرمائے گا' تو اگر تم سے ہو سکے' تو اس سے اپنے لیے مغفرت کی دعا کرانا پھر وہ شخص حضرت اویس کے پاس آیا اور اپنے لیے دعائے مغفرت طلب کی کہا آپ اچھے سفر سے نئے نئے واپس آئے ہیں میرے لیے دعائے مغفرت کریں نیز کہا آپ حضرت عمر کو ملے ہیں کہا ہاں تو حضرت اویس نے اس کے لیے دعائے مغفرت کر دی پس جب لوگوں کو ان کے مقام کا پتہ چل گیا تو وہ ان کے سامنے سے دور چلے گئے۔ (مسلم)

وَفِیْ رِوَايَةٍ لِّمُسْلِمٍ اَيْضًا عَنْ اُسَيْرِ بْنِ جَابِرٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ اَهْلَ الْكُوفَةِ وَفَدُوْا عَلٰى عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ، وَفِيْهِمْ رَجُلٌ مِّمَّنْ كَانَ يَسْخَرُ بِاُوَيْسٍ، فَقَالَ عُمَرُ: هَلْ هٰهُنَا اَحَدٌ مِّنَ الْقَرَنِيِّيْنَ؟ فَجَآءَ ذٰلِكَ الرَّجُلُ، فَقَالَ عُمَرُ: اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ قَالَ: اِنَّ رَجُلًا يَّاْتِيْكُمْ مِنَ الْيَمَنِ يُقَالُ لَهٗ: اُوَيْسٌ، لَا يَدَعُ بِالْيَمَنِ غَيْرَ اُمٍّ لَّهٗ، قَدْ كَانَ بِهٖ بَيَاضٌ فَدَعَا اللّٰهَ تَعَالٰى، فَاَذْهَبَهٗ اِلَّا مَوْضِعَ الدِّيْنَارِ اَوِ الدِّرْهَمِ. فَمَنْ لَّقِيَهٗ مِنْكُمْ، فَلْيَسْتَغْفِرْ لَكُمْ.

اور مسلم کی ایک روایت بھی حضرت اسیر بن جابر ؓ سے روایت ہے کہ اہل کوفہ حضرت عمر ؓ کے پاس وفد کی صورت میں آئے ان میں ایک آدمی تھا جو حضرت اویس سے مذاق کرتا تھا حضرت عمر نے فرمایا: یہاں قرن قبیلہ کے لوگوں سے کوئی ہے' تو وہ آدمی آیا' تو حضرت عمر نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تمہارے پاس یمن سے ایک آدمی آئے گا اس کو اویس کہا جاتا ہے۔ یمن میں صرف ماں کو چھوڑ کر آئے گا اس کو سفید داغ کا مرض اس نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے اسے شفا دی اور درہم یا دینار جتنی جگہ کے سوا سب درست ہو گیا تم میں سے جو اسے ملے وہ اپنے لیے اس

سے دعائے مغفرت کرائے۔

وَفِيْ رِوَايَةٍ لَّهُ: عَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: اِنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُوْلُ: اِنَّ خَيْرَ التَّابِعِيْنَ رَجُلٌ يُّقَالُ لَهُ: اُوَيْسٌ، وَّلَهُ وَالِدَةٌ وَّكَانَ بِهٖ بَيَاضٌ، فَمُرُوْهُ، فَلْيَسْتَغْفِرْ لَكُمْ.

اور مسلم کی ایک روایت میں ہے، کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا کہ تابعین میں سے بہتر ایک اویس نام کا آدمی ہے اس کی والدہ ہے اسے برص کا مرض تھا اس کو کہو کہ تمہارے لیے دعائے مغفرت طلب کرے۔

قَوْلُهُ: غَبْرَاءُ النَّاسِ بِفَتْحِ الْغَيْنِ الْمُعْجَمَةِ، وَاِسْكَانِ الْبَاءِ وَبِالْمَدِّ: وَهُمْ فُقَرَاؤُهُمْ وَصَعَالِيْكُهُمْ وَمَنْ لَّا يُعْرَفُ عَيْنُهُ مِنْ اَخْلَاطِهِمْ وَالْاَمْدَادُ جَمْعُ مَدَدٍ: وَهُمُ الْاَعْوَانُ وَالنَّاصِرُوْنَ الَّذِيْنَ كَانُوْا يُمِدُّوْنَ الْمُسْلِمِيْنَ فِي الْجِهَادِ.

غبراء الناس: غین معجمہ پر زبر اور با ساکنہ اور مد کے ساتھ کا مطلب ہے: فقیر محتاج لوگ جن کو کوئی نہ جانے۔ الامداد: مدد کی جمع وہ مددگار جو جہاد میں مدد کے لیے آتے ہیں۔

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب من فضائل اویس القرنی رضی اللہ عنہ، ج۷ص۱۸۸ رقم: ۶۶۵۴ معرفۃ الصحابہ لابی نعیم، باب من اسمه اوس، ج۱ص۲۰۴ رقم: ۹۳۹ مسند عبداللہ بن المبارک، ص۳۵ رقم: ۳۴ مستدرک للحاکم، ذکر مناقب اویس بن عامر، ج۳ص۴۵۶ رقم: ۵۷۲۰ مسند امام احمد، مسند عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ، ج۱ص۳۸ رقم: ۶۶)

شرح حدیث: حضرت اُویس قرنی علیہ رحمۃ اللہ الغنی کے فضائل

حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، رحمتِ عالم، نورِ مجسّم شاہِ بنی آدم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: بے شک اللہ عزوجل اپنے بندوں میں سے ان کو زیادہ پسند فرماتا ہے جو مخلص، پرہیزگار اور گمنام ہوتے ہیں، جن کے چہرے گرد آلود، بھوک کی وجہ سے پیٹ کمر سے ملے ہوئے، اور بال بکھرے ہوئے ہوں، اگر وہ امراء کے پاس جانا چاہیں تو انہیں اجازت نہ ملے، اگر کسی محفل میں موجود نہ ہوں تو کوئی ان کے متعلق سوال نہ کرے، اور اگر موجود ہوں تو کوئی انہیں اہمیت نہ دے، اگر وہ کسی سے ملاقات کریں تو لوگ ان کی ملاقات سے خوش نہ ہوں، اگر وہ بیمار ہو جائیں تو کوئی ان کی عیادت نہ کرے، اور جب مر جائیں تو لوگ ان کے جنازہ میں شریک نہ ہوں۔

صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کی: یا رسول اللہ عزوجل وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم! ایسے لوگوں سے ہماری ملاقات کیسے ہوسکتی ہے؟ آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: اویس قرنی (علیہ رحمۃ اللہ الغنی) انہی لوگوں میں سے ہیں۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کی: یا رسول اللہ عزوجل وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم! اویس قرنی علیہ رحمۃ اللہ الغنی کون ہے؟ میٹھے میٹھے آقا، مدینے والے مصطفےٰ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے غیب کی خبر دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: اس کا

قدرمیانہ، سینہ چوڑا، رنگ شدید گندمی، داڑھی سینہ تک پھیلی ہوئی اس کی نگاہیں جھکی جھکی، اپنے سیدھے ہاتھ کو الٹے ہاتھ پر رکھ کر قرآن پاک کی تلاوت کرتا ہے، زاروقطار رونے والا ہے، اس کے پاس دو چادریں ہیں؛ ایک بچھانے کے لئے اور ایک اوڑھنے کے لئے، دنیاوالوں میں گمنام ہے، لیکن آسمانوں میں اس کا خوب چرچا ہے۔ اگر وہ کسی بات پر اللہ عزوجل کی قسم کھالے تو اللہ عزوجل ضرور اس کی قسم کو پورا کریگا، اس کے سیدھے کندھے کے نیچے سفید نشان ہے۔ کل بروزِ قیامت نیک لوگوں سے کہا جائے گا: تم لوگ جنت میں داخل ہوجاؤ۔ لیکن اویس قرنی (علیہ رحمۃ اللہ الغنی) سے کہا جائے گا: تو ٹھہر جا اور لوگوں کی سفارش کر۔ چنانچہ وہ قبیلہ ربیعہ اور مضر کے لوگوں کی تعداد کے برابر گناہگاروں کی سفارش کریگا۔

(حلیۃ الاولیاء، اویس بن عامر القرنی، الحدیث: ۱۵۶۷، ج ۲، ص ۹۶۔۹۷) (صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابۃ، باب من فضائل اویس القرنی، الحدیث: ۲۲۴ (۲۵۴۲)، ص ۱۱۲۳)

پھر آپ صَلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسَلَّم نے حضرت سیدنا عمر فاروق اور حضرت سیدنا علی المرتضیٰ کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم کو مخاطب کر کے ارشاد فرمایا: جب بھی تم دونوں کی ملاقات اویس قرنی علیہ رحمۃ اللہ الغنی سے ہو، تو اس سے اپنے لئے دعائے مغفرت کروانا۔

حضرت سیدنا علقمہ بن مرثد رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ فرماتے ہیں: حضرت سیدنا عمر فاروق اعظم اور حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالٰی عنہما تقریباً دس سال تک حضرت سیدنا اویس قرنی علیہ رحمۃ اللہ الغنی کو تلاش کرتے رہے، لیکن ان کے بارے میں معلومات نہ ہوسکیں۔ پھر جس سال امیر المؤمنین حضرت سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کا انتقال ہوا، اسی سال آپ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے حج کے موقع پر جبل ابوقبیس پر کھڑے ہو کر لوگوں سے مخاطب ہوتے ہوئے باآواز بلند فرمایا:

اے یمن سے آنے والے حاجیو! کیا تم میں کوئی اویس رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نامی شخص موجود ہے؟ یہ سن کر ایک بوڑھا شخص کھڑا ہوا اور عرض کی: ہم نہیں جانتے کہ آپ رضی اللہ تعالٰی عنہ کس اویس کے متعلق پوچھ رہے ہیں؟ ہاں! میرا ایک بھائی ہے جس کا نام اویس ہے، لیکن وہ تو بہت غریب اور عام سا آدمی ہے، وہ اس قابل کہاں کہ آپ رضی اللہ تعالٰی عنہ اس کے متعلق سوال کریں، وہ تو ہمارا چرواہا ہے، اور ہمارے ہاں اس کی کوئی قدر ومنزلت نہیں۔ یہ سن کر حضرت سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ تعالٰی عنہ بہت غمگین ہوئے گویا کہ حضرت سیدنا اویس قرنی علیہ رحمۃ اللہ الغنی کے بارے میں اس شخص کا اس طرح بولنا آپ رضی اللہ تعالٰی عنہ کو سخت ناگوار گزرا ہو۔

تھوڑی دیر بعد آپ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اس بوڑھے شخص سے پوچھا: تیرا وہ بھائی کہاں ہے؟ کیا وہ ہمارے حرم میں موجود ہے؟ اس نے جواب دیا: جی ہاں! وہ حرم شریف ہی میں موجود ہے، شاید! اب وہ میدان عرفات کی طرف ہوگا۔

یہ سن کر امیر المؤمنین حضرت سیدنا عمر فاروق اعظم اور حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالٰی عنہما فوراً میدان عرفات کی طرف چل دیئے۔ جب وہاں پہنچے تو دیکھا کہ وہ عاشقِ صادق ایک درخت کے نیچے نماز پڑھ رہا ہے، اور اونٹ اس کے

اردگرد چر رہے ہیں۔ یہ دیکھ کر حضرت سیدنا عمر فاروق اعظم اور حضرت سیدنا علی المرتضٰی رضی اللہ تعالیٰ عنہما اپنی سواریوں سے نیچے اتر آئے اور اس عاشقِ صادق کے پاس آ کر سلام کیا۔

حضرت سیدنا اویس قرنی علیہ رحمۃ اللہ الغنی نے نماز کو مختصر کیا، اور نماز سے فارغ ہو کر سلام کا جواب دیا۔ امیر المؤمنین حضرت سیدنا عمر فاروق اعظم اور حضرت سیدنا علی المرتضٰی رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے پوچھا: اے شخص! تو کون ہے؟ اس نے جواب دیا: میں اپنی قوم کا مزدور اور چرواہا ہوں۔ آپ دونوں حضرات رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا: ہم تجھ سے ان چیزوں کے متعلق سوال نہیں کر رہے بلکہ یہ بتائیں، آپ کا نام کیا ہے؟ انہوں نے جواب دیا: میں عبداللہ (یعنی اللہ عزوجل کا بندہ) ہوں۔ فرمایا: یہ تو ہم بھی جانتے ہیں کہ زمین و آسمان میں موجود تمام لوگ اللہ عزوجل ہی کے بندے ہیں، تم اپنا وہ نام بتاؤ جو تمہاری ماں نے رکھا ہے؟

یہ سن کر حضرت سیدنا اویس قرنی علیہ رحمۃ اللہ الغنی نے عرض کی: آپ لوگ مجھ سے کیا چاہتے ہیں؟ تو انہوں نے ارشاد فرمایا: ہمارے میٹھے میٹھے آقا، مدینے والے مصطفےٰ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ہمیں اویس قرنی علیہ رحمۃ اللہ الغنی کے متعلق چند نشانیاں بتائی ہیں، ہم آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی باتوں اور رنگت کے متعلق بتائی ہوئی نشانیاں تو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ میں دیکھ چکے ہیں، لیکن ہمارے غیب دان آقا، مدینے والے مصطفےٰ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ایک نشانی اور بتائی تھی کہ اس کے سیدھے کندھے کے نیچے ایک سفید نشان ہوگا۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ذرا اپنا سیدھا کندھا ہمیں دکھا دیں، اگر وہ نشان موجود ہوا تو ہم پہچان جائیں گے کہ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ہی کے متعلق ہمارے غیب دان آقا، مدینے والے مصطفےٰ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے غیب کی خبر دی ہے۔

یہ سن کر حضرت سیدنا اویس قرنی علیہ رحمۃ اللہ الغنی نے اپنے کندھے سے چادر ہٹائی تو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مبارک کندھے کے نیچے سفید نشان موجود تھا۔ نشان دیکھتے ہی دونوں صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے حضرت سیدنا اویس قرنی علیہ رحمۃ اللہ الغنی کو بوسہ دیا اور فرمایا: ہم گواہی دیتے ہیں کہ تم ہی وہ اویس رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ہو جس کے متعلق ہمیں نبی غیب داں صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے خبر دی تھی۔ اللہ عزوجل آپ پر رحم فرمائے، آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ہمارے لئے مغفرت کی دعا کریں۔

یہ سن کر حضرت سیدنا اویس قرنی علیہ رحمۃ اللہ الغنی نے عرض کی: میں نہ تو صرف اپنے لئے استغفار کرتا ہوں اور نہ ہی کسی فردِ معین کے لئے، بلکہ میں تو ہر مؤمن مرد و عورت کے لئے استغفار کرتا ہوں۔ آپ لوگوں پر اللہ عزوجل نے میرا حال تو منکشف فرما ہی دیا ہے، اب آپ اپنے متعلق بتائیں کہ آپ کون ہیں؟

حضرت سیدنا علی المرتضیٰ کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْھَہُ الْکَرِیْم نے یہ سن کر جواب دیا: یہ امیر المؤمنین حضرت سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ اور میں علی بن ابو طالب (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ہوں۔ یہ سنتے ہی حضرت سیدنا اویس قرنی علیہ

رحمۃ اللہ الغنی باادب کھڑے ہوگئے اور عرض کی: اے امیر المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ! اللہ عزوجل آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سلامت رکھے اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

یہ سن کر امیر المؤمنین حضرت سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: اللہ عزوجل آپ پر بھی رحم فرمائے، آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اسی مقام پر میرا انتظار فرمائیں۔ تاکہ میں آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے لئے مکہ مکرمہ سے کچھ چیزیں خرید لاؤں اور کچھ کپڑے وغیرہ لے آؤں آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مجھے یہیں ملنا۔

آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے عرض کی: حضور! آپ تکلف نہ فرمائیں، شاید! آج کے بعد میں آپ کی زیارت نہ کر سکوں گا اور ویسے بھی میں کپڑوں اور پیسوں کا کیا کروں گا؟ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ دیکھ ہی رہے ہیں کہ میرے پاس اون کی دو چادریں موجود ہیں، میں انہیں پھاڑ تو نہیں دوں گا۔ اور یہ دیکھیں میرے پاس چمڑے کے جوتے ہیں میں اتنی جلدی انہیں بیکار تھوڑا ہی کروں گا، باقی رہا پیسوں کا مسئلہ تو میری قوم نے مجھے اونٹوں کی رکھوالی اور چرائی کے بدلے چار درھم دیتے ہیں جو میرے لئے کافی ہیں۔

اے امیر المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ! میرے اور آپ کے سامنے ایک تنگ اور دشوار گزار گھاٹی ہے، جسے صرف کمزور اور ضعیف لوگ ہی عبور کرسکیں گے پس ہو سکے تو اپنے آپ کو ہلکا کرلیں، اللہ عزوجل آپ پر رحم وکرم فرمائے۔

یہ سن کر حضرت سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنا درہ زمین پر مارا اور فرمایا: اے عمر! کاش! تجھے تیری ماں نے جنا ہی نہ ہوتا، کاش! وہ بانجھ ہوتی۔

پھر فرمایا: کیا کوئی ایسا ہے جو مجھ سے خلافت کو اس کی ذمہ داریوں اور اس کے ثواب کے ساتھ قبول کرلے۔

حضرت سیدنا اویس قرنی علیہ رحمۃ اللہ الغنی نے عرض کی: اے امیر المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ! جو کوئی اللہ عزوجل سے ڈرتا ہے وہ اس (خلافت) سے دور بھاگتا ہے (ہماری جدائی کا وقت آگیا ہے) اب آپ ایک طرف تشریف لے جائیں او رمیں دوسری طرف چلا جاتا ہوں۔ چنانچہ امیر المؤمنین حضرت سیدنا عمر فاروق اور حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہما مکۃ المکرمہ کی طرف تشریف لے گئے۔ اور آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اونٹوں کو لے کر دوسری طرف چل دیئے، اور اونٹوں کو قوم کے حوالے کردیا۔

پھر سب کام چھوڑ کر صرف اللہ عزوجل کی عبادت میں مشغول ہوگئے اور بالآخر اپنے خالق حقیقی عزوجل سے جاملے۔

(عیون الحکایات مؤلف: امام ابوالفرج عبدالرحمن بن علی جوزی علیہ رحمۃ اللہ القوی صفحہ ۶۱-۶۲)

(376) وَعَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: اسْتَأْذَنْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْعُمْرَةِ، فَأَذِنَ لِي، وَقَالَ: لَا تَنْسَنَا يَا أُخَيَّ مِنْ

حضرت عمر بن خطاب ﷛ سے روایت ہے میں نے نبی اکرم ﷺ سے عمرہ کی اجازت طلب کی پس آپ نے مجھے اجازت دی اور فرمایا: اے میرے بھائی ہمیں

دُعَائِكَ فَقَالَ كَلِمَةً مَّا يَسُرُّنِي اَنَّ لِي بِهَا الدُّنْيَا. وَفِي رِوَايَةٍ: وَقَالَ: اَشْرِكْنَا يَا اُخَيَّ فِي دُعَائِكَ. حَدِيثٌ صَحِيحٌ رَوَاهُ اَبُو دَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

اپنی دعا میں نہ بھولنا تو آپ نے یہ ایسی بات کہہ دی کہ اس کے بدلہ پوری دنیا کا ملنا بھی مجھے پسند نہیں۔ ایک روایت میں یوں ہے کہ فرمایا: اے میرے بھائی ہمیں اپنی دعا میں اپنے ساتھ شریک رکھنا۔ یہ حدیث صحیح ہے اسے ابوداؤد اور ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد، باب الدعا، ج۱ص۵۵۵، رقم: ۱۵۰۰سنن ترمذی، باب فی دعا النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ج۵ص۵۵۹، رقم: ۳۵۶۲سنن الکبری للبیہقی، باب التودیع، ج۵ص۲۵۱، رقم: ۱۰۶۱۴مسند امام احمد بن حنبل، مسند عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ، ج۱ص۱۲۹، رقم: ۱۹۵)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسلام سے پہلے عمرہ کی نذر مانی تھی جو پوری نہ کر سکے تھے کہ مسلمان ہو گئے، پھر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے مسئلہ پوچھا تو فرمایا نذر پوری کرو تب آپ عمرہ کے لیے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت سے روانہ ہوئے۔

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو حضرت عمر کو بھائی فرمایا یہ انتہائی کرم کریمانہ ہے، جیسے سلطان اپنی رعایا سے کہے میں تمہارا خادم ہوں مگر کسی مسلمان کا حق نہیں کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو بھائی کہے، رب تعالیٰ فرماتا ہے: لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا الایہ۔ اسی لیے کبھی صحابہ کرام نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو بھائی کہہ کر نہ پکارا، روایت حدیث میں تمام صحابہ یہ ہی کہتے تھے قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔

مکہ معظمہ پہنچ کر ہر مقبول دعا میں اپنے ساتھ میرے لیے بھی دعا کرنا معلوم ہوا کہ حاجی سے دعا کرانا اور وہاں پہنچ کر دعا کرنے کے لیے کہنا سنت ہے۔ صوفیائے کرام اس جملہ کے معنے یہ کرتے ہیں کہ اے عمر ہر دعا میں ہم پر درود شریف پڑھنا ہمارے درود کو نہ بھولنا تا کہ اس کی برکت سے تمہاری دعائیں قبول ہوں حضور کے لیے اعلیٰ درجہ کی دعا آپ پر درود شریف پڑھنا ہے صلی اللہ علیہ وسلم کریم کے پیاروں کو دعائیں دینا درحقیقت اس سے مانگنے کی تدبیر ہے ہمارا بھکاری ہمارے دروازہ پر آکر ہمارے جان و مال اولاد کو دعائیں دیتا ہے ہم سے بھیک پاتا ہے۔ ہم بھی رب تعالیٰ کے محبوب کو دعائیں دیں رب تعالیٰ سے بھیک لیں۔

پوری دنیا والی بات کے متعلق مفتی صاحب فرماتے ہیں:

حضرت عمر کا یہ فرمان فخریہ نہیں بلکہ شکریہ کے طور پر ہے یعنی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بھائی کے خطاب سے

نوازا۔ معلوم ہوا کہ میں دنیا و آخرت میں صحیح مؤمن ہوں پھر مجھے حکم دعا کہ حضور کو دعائیں دوں۔ معلوم ہوا کہ میرا منہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کے لائق ہے، پھر فرمایا مجھے بھولنا نہیں۔ معلوم ہوا کہ میرا دل کاشانہ یار بننے کے لائق ہے، یہ ایسی بشارتیں ہیں کہ تمام دنیا کی نعمتیں ان پر قربان ہیں۔ (مرأۃ المناجیح، ج ۳، ص ۴۷۲)

صحن میں جھاڑو

حضرت غوث محی الدین عبد القادر جیلانی رحمہ اللہ کی پھوپھی حضرت سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بڑی عابدہ زاہدہ اور صاحب کرامات ولیہ تھیں ایک مرتبہ گیلان میں بالکل بارش نہیں ہوئی اور لوگ قحط سے پریشان حال ہو کر ان کی خدمت میں دعا کے لئے حاضر ہوئے تو آپ نے اپنے صحن میں جھاڑو دے کر آسمان کی طرف سر اٹھایا اور یہ کہا کہ۔

رَبِّ اَنَا کَنَسْتُ فَرُشَّ اَنْتَ۔

یعنی اے پروردگار! میں نے جھاڑو دے دیا تو چھڑکاؤ کر دے۔

اس دعا کے بعد فوراً ہی موسلا دھار بارش ہونے لگی اور اس قدر بارش ہوئی کہ لوگ نہال اور خوش حال ہو گئے۔

(بہجۃ الاسرار، ذکر نسبہ وصفتہ، ص ۱۷۳)

اللہ اکبر! خدا کے نیک بندوں اور نیک بندیوں کی ولایت اور کرامت کا کیا کہنا؟ جو لوگ اولیاء سے عقیدت و محبت نہیں رکھتے وہ بہت بڑے محروم بلکہ منحوس ہیں اس لئے ہر مسلمان مرد و عورت پر لازم ہے کہ ان بزرگوں سے عقیدت و محبت رکھے اور فاتحہ پڑھ کر ان کی نیاز دلا کر ان کی روحوں کو ثواب پہنچاتا رہے اور ان کو وسیلہ بنا کر خدا سے دعائیں مانگتا رہے اولیاء خدا کے محبوب اور پیارے بندے ہیں اس لئے جو مسلمان اولیاء سے الفت و عقیدت رکھتا ہے اللہ تعالیٰ اس مسلمان سے خوش ہو کر اس کو اپنا پیارا بندہ بنا لیتا ہے اور طرح طرح کی نعمتوں اور دولتوں سے اس بندے کو مالا مال اور خوش حال بنا دیتا ہے اس قسم کے ہزاروں واقعات ہیں کہ اگر ان کو لکھا جائے تو کتاب بہت موٹی ہو جائے گی۔

حُضور غوثِ پاک کی شان

ایک صاحب اَجِلَّہ (یعنی جلیل القدر) اَولیائے کرام (رحمہم اللہ تعالیٰ) سے کسی نے پوچھا: حضرت خضر علیہ السلام زندہ ہیں؟ فرمایا: ابھی ابھی مجھ سے ملاقات ہوئی تھی۔ فرماتے تھے: میں نے جنگل میں ٹیلے پر ایک نُور دیکھا جب میں قریب گیا تو معلوم ہوا کہ وہ کمبل کا نور ہے۔ ایک صاحب اُسے اوڑھے سو رہے ہیں۔ میں نے پاؤں پکڑ کر ہلایا اور جگا کر کہا: اُٹھو مشغول بخدا ہو۔ کہا: آپ اپنے کام میں مشغول رہیں مجھے میری حالت پر رہنے دیجئے۔ میں نے کہا: میں مشہور کئے دیتا ہوں، یہ ولی اللہ ہے۔ کہا: میں مشہور کر دوں گا کہ یہ حضرت خضر (علیہ السلام) ہیں۔ میں نے کہا میرے لئے دعا کرو۔ کہا: دعا تو آپ ہی کا حق ہے۔ میں نے کہا: تمہیں دُعا کرنی ہوگی۔ کہا: وَفَّرَ اللّٰہُ حَظَّكَ مِنْہُ اللہ تعالیٰ اپنی ذات میں آپ کا نصیبہ (یعنی حصہ) زائد کرے اور کہا: میں اگر غائب ہو جاؤں تو ملامت نہ فرمایئے گا اور فوراً نظر سے غائب ہو گئے حالانکہ

کسی ولی کی طاقت نہ تھی کہ میری نگاہ سے غائب ہو سکے۔ وہاں سے آگے بڑھا ایک اور اسی طرح کا نور دیکھا کہ نگاہ کو خیرہ کرتا (یعنی آنکھ کو چندھیاتا) ہے۔ قریب گیا تو دیکھا ٹیلے پر ایک عورت کمبل اوڑھے سو رہی ہے۔ وہ اس کے کمبل کا نور ہے۔ میں نے پاؤں ہلا کر ہوشیار کرنا چاہا۔ غیب سے ندا آئی اے خضر (علیہ السلام) احتیاط کیجئے۔ اُس بی بی نے آنکھ کھولی اور کہا: حضرت نہ رُکے یہاں تک کہ رو کے گئے۔ میں نے کہا: اٹھ مشغول بخدا ہو۔ کہا: حضرت اپنے کام میں مشغول رہیں، مجھے اپنی حالت پر رہنے دیں۔ میں نے کہا: تو میں مشہور کئے دیتا ہوں: یہ ولی اللہ ہے۔ کہا: میں مشہور کردوں گی کہ یہ حضرت خضر (علیہ السلام) ہیں۔ میں نے کہا: میرے لئے دعا کرو۔ کہا: دُعا تو آپ کا حق ہے۔ میں نے کہا: تمہیں دُعا کرنی ہوگی۔ کہا: وَفَّرَ اللّٰهُ حَظَّكَ مِنْهُ اللہ تعالیٰ اپنی ذات میں آپ کا نصیبہ زائد کرے۔ پھر کہا: اگر میں غائب ہو جاؤں تو ملامت نہ فرمایئے گا۔ میں نے دیکھا یہ بھی جاتی ہے، کہا: یہ تو بتایئے کیا تُو اُسی مرد کی بی بی ہے۔ کہا: ہاں یہاں ایک ولیہ کا انتقال ہو گیا تھا اس کی تجہیز و تکفین کا ہمیں حکم ملا تھا۔ یہ کہا اور میری نگاہ سے غائب ہو گئی۔ حضرت خضر علیہ السلام سے پوچھا: یہ کون لوگ ہیں؟ فرمایا: یہ لوگ اَفراد ہیں۔ میں نے کہا وہ بھی کوئی ہے جس کی طرف یہ رجوع لاتے ہیں۔ فرمایا: ہاں! شیخ عبدالقادر جیلانی۔ (ملفوظات اعلیٰ حضرت ص ۱۷۹)

(377) وَ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَزُوْرُ قُبَاءَ رَاكِبًا وَّمَاشِيًا، فَيُصَلِّيْ فِيْهِ رَكْعَتَيْنِ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابن عمر ﷺ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ قبا تشریف لے جاتے کبھی پیدل کبھی سوار پھر وہاں دو رکعتیں پڑھتے۔ (متفق علیہ)

وَفِيْ رِوَايَةٍ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْتِيْ مَسْجِدَ قُبَاءَ كُلَّ سَبْتٍ رَاكِبًا، وَّمَاشِيًا وَّكَانَ ابْنُ عُمَرَ يَفْعَلُهُ.

اور ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہر ہفتے کے دن مسجد قبا تشریف لاتے کبھی سوار کبھی پیدل اور حضرت ابن عمر بھی ایسا کیا کرتے تھے۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب مسجد قباء، ج۱ص۶۱، رقم: ۱۱۹۲ صحیح مسلم، باب فضل مسجد قباء وفضل الصلاۃ فیه زیارته، ج۲ص۱۲۷، رقم: ۳۳۵۵ صحیح ابن حبان، باب المساجد، ج۲ص۵۰۸، رقم: ۱۶۲۸ سنن الکبری للبیهقی، باب اتیان مسجد قبا والصلاۃ فیه، ج۵ص۲۴۸، رقم: ۱۰۵۹۱ موطأ امام مالك، باب الزهد والتواضع، ص۳۱۳، رقم: ۹۲۴)

شرح حدیث: محبت کے اصول

جس سے محبت ہوتی ہے اس کی ہر چیز سے محبت ہوتی ہے اس کی ہر ادا سے محبت، اس کی رفتار سے محبت، اسکی گفتار سے محبت، اس کے لباس و طعام سے محبت، غرض اس کی ہر چیز سے محبت ہوتی ہے۔

حضرت عبیدہ بن جریج نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے کہا: میں نے دیکھا آپ بیل کے دباغت کئے ہوئے

چمڑے کا بے بال جوتا پہنتے ہیں ۔حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہٖ وسلم کو دیکھا کہ آپ ایسا ہی جوتا پہنا کرتے تھے جس میں بال نہ ہوں اسی لئے میں بھی ایسا ہی جوتا پہننا پسند کرتا ہوں۔

(صحیح البخاری، کتاب الوضوء، باب غسل الرجلین.....الخ، الحدیث ۸۶۶، ج ۱، ص ۸۰)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ ایک درزی نے رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہٖ وسلم کی کھانے کی دعوت کی میں بھی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہٖ وسلم کے ساتھ گیا، جو کی روٹی اور شوربا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہٖ وسلم کے سامنے لایا گیا جس میں کدو اور خشک کیا ہوا نمکین گوشت تھا، کھانے کے دوران میں نے حضور علیہ الصلوۃ والسلام کو دیکھا کہ پیالے کے کناروں سے کدو کی قاشیں تلاش کر رہے ہیں، اسی لئے میں اس دن سے کدو پسند کرنے لگا۔

(صحیح البخاری، کتاب الاطعمۃ، باب الدبا، الحدیث ۵۴۳۳، ج ۳، ص ۵۳۶)

امام ابو یوسف (شاگرد امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما) کے سامنے اس روایت کا ذکر آیا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہٖ وسلم کدو پسند فرماتے تھے، مجلس کے ایک شخص نے کہا: لیکن مجھے پسند نہیں یہ سنکر امام ابو یوسف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تلوار کھینچ لی اور فرمایا: جَدِّدِ الْاِیْمَانَ وَاِلَّا لَاَقْتُلَنَّکَ تجدید ایمان کر، ورنہ تم کو قتل کئے بغیر نہ چھوڑوں گا۔

(الشفا للقاضی، باب الثانی، فصل فی علامۃ محبتہٖ صلی اللہ علیہ وسلم، ج ۲، ص ۵۱)

اچھوں کی نقل بھی اچھی ہوتی ہے

یہ عام دستور ہے کہ جس سے مَحَبَّت ہوتی ہے اُس کی ہر ادا پیاری لگتی ہے، الحمد للہ عزوجل سگِ مدینہ (امیرِ اہلسنّت) عفی عنہ کو سرکارِ غوثِ اعظم علیہ رحمۃ اللہ الاکرم اور حُضُورِ مُحَدِّثِ اعظم پاکستان علیہ رحمۃ اللہ المنان سے بہُت مَحَبَّت ہے۔لہٰذا جب سے آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی یہ ادا معلوم ہوئی ہے اِس ادا کو ادا کرنے کی عادت بنالی ہے اور اپنے لوٹے، چپّل او دیگر چیزوں کا اگلا رُخ جانبِ قبلہ رہے اِس کی کوشِش رہتی ہے۔اچھی اچھی نیّتوں کے ساتھ اللہ والوں کی نقالی میں یقیناً بَرَکت ہی بَرَکت ہے اور کیوں نہ ہو کہ کائنات کے تمام اللہ والوں کے سردار، مدینے کے تاجدار صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہٖ وسلم کا فرمانِ مشکبار ہے: اَلْبَرَکَۃُ مَعَ اَکَابِرِکُم یعنی بَرَکت تمہارے بُزُرگوں کے ساتھ ہے۔

(اَلْمُعْجَمُ الْاَوْسَط ج ۶ ص ۳۴۲ حدیث ۸۹۹۱) (نیکی کی دعوت صفحہ ۱۲۲)

46-بَابُ فَضْلِ الْحُبِّ فِي اللهِ وَالْحَثُّ عَلَيْهِ وَاِعْلَامِ الرَّجُلِ مَنْ يُّحِبُّهُ، اَنَّهُ يُحِبُّهُ، وَمَاذَا يَقُوْلُ لَهُ اِذَا اَعْلَمَهُ

اللہ تعالیٰ کی خاطر محبت کی فضیلت اور اس کی ترغیب اور آدمی جس سے محبت کرتا ہے اس کو بتادے اور جب اسے پتا چلے تو کیا کہے

قَالَ اللهُ تَعَالٰى: (مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللهِ وَالَّذِيْنَ

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: محمد (ﷺ) اللہ کے رسول

مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَمَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيْلِ كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْئَهٗ فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا) (الفتح: 29)

ہیں اور جو آپ کے ساتھ ہیں کفار کے خلاف سخت ہیں اور آپس میں رحم دل ہیں۔ تو انہیں دیکھے گا رکوع کرتے ہوئے سجدہ کرتے ہوئے اللہ سے اس کا فضل اور ضیا چاہتے ہیں تو دیکھے گا ان کے چہروں میں سجدوں کے اثرات پر ان کی صفت تورات میں اور ان کی صفت انجیل میں ہے جس طرح کہ ایک کھیتی جس نے اپنا پیٹھا نکالا پھر اسے طاقت دی پھر موٹی ہوئی پھر اپنی ساق پر سیدھی کھڑی ہوئی کسانوں کو اچھی لگتی ہے تا کہ ان سے کافروں کے دل جلیں اور ان میں ایمان والوں اور نیک عمل کرنے والوں کے لیے اللہ کا وعدہ ہے بخشش کا اور بہت بڑے اجر کا۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (وَالَّذِيْنَ تَبَوَّؤُا الدَّارَ وَالْاِيْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ يُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ اِلَيْهِمْ) (الحشر: 9)

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: جن لوگوں نے ان سے پہلے اس شہر اور ایمان کو گھر بنالیا ان سے محبت کرتے ہیں جو ان کی طرف ہجرت کر کے آتے ہیں۔

(378) وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: ثَلَاثٌ مَّنْ كُنَّ فِيْهِ وَجَدَ بِهِنَّ حَلَاوَةَ الْاِيْمَانِ: اَنْ يَّكُوْنَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِمَّا سِوَاهُمَا، وَاَنْ يُّحِبَّ الْمَرْءَ لَا يُحِبُّهٗ اِلَّا لِلّٰهِ، وَاَنْ يَّكْرَهَ اَنْ يَّعُوْدَ فِي الْكُفْرِ بَعْدَ اَنْ اَنْقَذَهُ اللّٰهُ مِنْهُ، كَمَا يَكْرَهُ اَنْ يُّقْذَفَ فِي النَّارِ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت انس ﷺ سے روایت ہے نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ تین باتیں جس میں ہوں ان کی وجہ سے وہ ایمان کی مٹھاس پالے گا اللہ اور اس کا رسول ﷺ اسے ان کے سوا ہر چیز سے زیادہ محبوب ہو کسی آدمی سے صرف اللہ کی رضا کے لیے محبت رکھے اس کا اللہ تعالیٰ کے اس کو کفر سے بچانے کے بعد کفر کی طرف پلٹنا اس طرح ناپسند ہو جس طرح اسے آگ میں ڈالا جانا پسند نہیں۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب حلاوة الایمان، ج۱ص۱۲، رقم: ۱۶ صحیح مسلم، باب بیان خصال من اتصف بهن وجد حلاوة الایمان، ج۱ص۱۴۸، رقم: ۱۷۳ السنن الکبری للنسائی، باب حلاوة الایمان، ج۶ص۵۲۷، رقم: ۱۱۷۱۹ مسند امام احمد بن حنبل، مسند انس بن مالك، ج۳ص۱۷۲، رقم: ۱۲۷۸۸ المعجم الاوسط للطبرانی، باب من اسمه ابراهیم، ج۳ص۷۷، رقم: ۲۵۴۰)

شرح حدیث: اللہ عزوجل سے محبت کرنے والوں کی علامات

حضرت سیدنا ذوالنون مصری علیہ رحمۃ اللہ القوی فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ دوران سفر مجھے شدید پیاس لگی تو میں پانی کی تلاش میں ساحل کی طرف چل دیا۔ اچانک میں نے ایک شخص کو دیکھا جس نے حیا اور نیکوکاری کی چادر کو اپنا لباس بنا رکھا تھا اور گریہ وزاری اور آہ وفغاں کی قمیص زیب تن کر رکھی تھی۔ وہ ساحل سمندر پر کھڑا نماز ادا کر رہا تھا۔ جب اس نے سلام پھیرا تو میں اس کے قریب گیا اور اسے سلام کیا تو اس نے کہا کہ اے ذوالنون! تم پر بھی سلامتی ہو۔ میں نے پوچھا کہ اللہ عزوجل آپ پر رحم فرمائے، آپ نے مجھے کیسے پہچانا؟ اس نے جواب دیا کہ میرے دل سے نورِ معرفت کی شعاع تمہارے دل کے نورِ محبت کی سطح پر ظاہر ہوئی تو میری روح نے اسرار کے حقائق کے ذریعے تمہاری روح کو پہچان لیا اور میرا باطن اللہ عزیز وجبار عزوجل کی محبت میں تمہارے باطن سے الفت کرنے لگا۔

میں نے پوچھا کہ میں آپ کو تنہا دیکھ رہا ہوں۔ جواب دیا کہ اللہ عزوجل کے علاوہ کسی سے اُنس رکھنا دراصل وحشت ہے اور اس کے علاوہ کسی پر بھروسا کرنا ذلت کا باعث ہے۔ میں نے پوچھا: کیا آپ موجوں کی اس طغیانی اور تلاطم کو نہیں دیکھتے؟ فرمایا: کیا تمہاری پیاس اس سے زیادہ نہیں؟ میں نے کہا: ہاں! تو انہوں نے اپنے قریب ہی ایک جگہ پر پانی کی موجودگی کا بتایا۔ پھر جب میں پانی پی کر لوٹا تو میں نے انہیں بلند آواز سے روتے ہوئے پایا میں نے کہا کہ اللہ عزوجل آپ پر رحم فرمائے آپ کو کس بات نے رُلایا؟

فرمایا کہ اے ابوالفیض! اللہ عزوجل کے کچھ بندے ایسے ہیں جنہیں اس نے اپنی محبت کا ایسا جام پلایا ہے جس نے ان سے آرام کی لذت چھین لی ہے۔ میں نے کہا کہ اللہ عزوجل آپ پر رحم فرمائے مجھے اللہ عزوجل سے محبت کرنے والوں کی علامات بتائیے؟ فرمایا: یہ وہ لوگ ہیں جو عبادت میں مخلص ہوئے تو اللہ عزوجل نے انہیں ولایت کے ساتھ خاص فرما دیا اور یہ اللہ عزوجل سے ڈرتے رہے تو اس نے ان پر دلوں کا نور کھول دیا۔ میں نے پوچھا: محبت کی علامت کیا ہے؟ فرمایا: اللہ عزوجل سے محبت کرنے والا حیرت کو قرار آنے تک غم کے سمندر میں غرق رہتا ہے۔ میں نے پوچھا کہ معرفت کی علامت کیا ہے؟ فرمایا: اللہ عزوجل کا عارف معرفت کی موجودگی میں (اپنی زبان سے) جنت کا طلبگار نہیں ہوتا اور نہ ہی جہنم سے پناہ مانگتا ہے وہ اللہ عزوجل کی معرفت حاصل کر لیتا ہے تو اس کے علاوہ کسی کو بڑا نہیں سمجھتا۔ پھر انہوں نے ایک زوردار چیخ ماری اور ان کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی میں نے انہیں اسی جگہ دفنا دیا جہاں ان کا انتقال ہوا تھا پھر میں واپس لوٹ آیا۔ (بحر الدموع صفحہ ۱۸۳)

علماء کرام فرماتے ہیں: بندے کی اللہ عَزَّ وَجَلَّ سے محبت کی علامت یہ ہے کہ اللہ عَزَّ وَجَلَّ جس سے محبت کرتا ہے بندہ اسے اپنی محبوب ترین چیز پر ترجیح دیتا ہے اور بکثرت اس کا ذکر کرتا ہے، اس میں کوتاہی نہیں کرتا اور کسی دوسرے کام میں مشغول ہونے کے بجائے بندے کو تنہائی اور اللہ عَزَّ وَجَلَّ سے مناجات کرنا زیادہ محبوب ہوتا ہے۔

علاماتِ محبت

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہٖ وسلم سے محبت کی بہت سی علامتیں اور آثار ہیں جو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہٖ وسلم کی محبت کے امتحان کے لئے کسوٹی کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ان میں سے ایک علامت حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہٖ وسلم کا بکثرت ذکر کرنا ہے۔ حدیث شریف میں ہے: مَنْ اَحَبَّ شَیْئًا اَکْثَرَ ذِکْرَہٗ جو شخص کسی سے محبت رکھتا ہے، اس کا ذکر بکثرت کرتا ہے۔

(کنز العمال، کتاب الاذکار، الباب الاول، الحدیث ۱۸۲۵، ج۱، ص۲۱۷)

ایک دن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام وضو فرما رہے تھے تو صحابہ کرام علیہم الرضوان آپ کے وضو کے دھووَن کو لوٹ لوٹ کر اپنے چہروں پر ملنے لگے یہ منظر دیکھ کر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہٖ وسلّم نے فرمایا کہ تم لوگ ایسا کیوں کرتے ہو؟ صحابہ علیہم الرضوان نے عرض کیا کہ ہم لوگ اللہ عزوجل کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہٖ وسلّم کی محبت کے جذبے میں یہ کر رہے ہیں۔ یہ سن کر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہٖ وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ جس کو یہ بات پسند ہو کہ وہ اللہ عزوجل و رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہٖ وسلّم سے محبت کرے۔ یا اللہ عزوجل و رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہٖ وسلّم اس سے محبت کریں اس کو لازم ہے کہ وہ ہمیشہ ہر بات میں سچ بولے۔ اور اس کو جب کسی چیز کا امین بنایا جائے تو وہ امانت کو ادا کرے اور اپنے پڑوسیوں کے ساتھ اچھا سلوک کرے۔ (شعب الایمان، باب فی تعظیم النبی صلی اللہ علیہ وسلم... الخ، رقم ۱۵۳۳، ج۲، ص۲۰۱)

آپس میں محبت کرنے والے

حضرتِ سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے شہنشاہِ خوش خِصال، پیکرِ حُسن و جمال،، دافعِ رنج و مَلال، صاحبِ جُود و نوال، رسولِ بے مثال، بی بی آمنہ کے لال صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہٖ وسلّم سے سنا آپ اپنے رب عزوجل سے روایت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ میرے لئے محبت کرنے والے اور میرے لئے ایک دوسرے سے ملنے والے اور میرے لئے سفر کرنے والے اور میرے لئے خرچ کرنے والے میری محبت کے حق دار ہو گئے۔

(الترغیب والترھیب، کتاب الادب، باب الترغیب فی الحب فی اللہ، رقم ۱۵، ج۴، ص۱۱)

حضرتِ سیدنا عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے خاتمُ المُرسلین، رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلمین، شفیعُ المذنبین، انیسُ الغریبین، سراجُ السالکین، مَحبوبِ ربُّ العٰلمین، جنابِ صادق و امین صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہٖ وسلّم سے سنا آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ صرف میرے لئے آپس میں محبت کرنے والے میری محبت کے حق دار ہو گئے اور میرے لئے ایک دوسرے سے ملنے والے اور میرے لئے خرچ کرنے والے میری محبت کے حق دار ہو گئے اور میرے لئے صدقہ کرنے والے میری محبت کے حق دار ہو گئے۔ (الترغیب والترھیب، کتاب الادب، باب الترغیب فی الحب... الخ، رقم ۱۶، ج۴، ص۱۱)

(379) وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنِ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی

النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: سَبْعَةٌ يُّظِلُّهُمُ اللّٰهُ فِيْ ظِلِّهِ يَوْمَ لَا ظِلَّ اِلَّا ظِلُّهُ: اِمَامٌ عَادِلٌ، وَّشَابٌّ نَشَأَ فِيْ عِبَادَةِ اللّٰهِ - عَزَّوَجَلَّ - وَرَجُلٌ قَلْبُهُ مُعَلَّقٌ بِالْمَسَاجِدِ، وَرَجُلَانِ تَحَابَّا فِي اللّٰهِ اجْتَمَعَا عَلَيْهِ وَتَفَرَّقَا عَلَيْهِ، وَرَجُلٌ دَعَتْهُ امْرَاَةٌ ذَاتُ حُسْنٍ وَّجَمَالٍ، فَقَالَ: اِنِّيْ اَخَافُ اللّٰهَ، وَرَجُلٌ تَصَدَّقَ بِصَدَقَةٍ، فَاَخْفَاهَا حَتّٰى لَا تَعْلَمَ شِمَالُهُ مَا تُنْفِقُ يَمِيْنُهُ، وَرَجُلٌ ذَكَرَ اللّٰهَ خَالِيًا فَفَاضَتْ عَيْنَاهُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

اکرم ﷺ نے فرمایا: سات آدمی ہیں ان کو اللہ تعالیٰ روز قیامت اپنے خاص سایہ میں جگہ عطا فرمائے گا' جب اس کے سایہ کے سوا کوئی سایہ نہ ہوگا۔ منصف حکمران عزوجل وہ نوجوان جس نے اللہ عزوجل کی عبادت میں پرورش پائی اور ایک وہ آدمی جس کا دل مسجد سے چمٹا ہوا ہو اور وہ دو آدمی جو اللہ کی وجہ سے ایک دوسرے سے محبت کریں اسی پر اکٹھے ہوں اور اسی پر علیحدہ ہوں اور ایک وہ آدمی جس کو حسن و جمال والی عورت (زنا کے لئے) بلائے لیکن وہ کہے میں اللہ سے ڈرتا ہوں۔ اور یک وہ آدمی جس نے صدقہ چھپا کر کیا حتیٰ کہ اس کے بائیں ہاتھ کو علم نہ ہوا جو اس کے دائیں ہاتھ نے خرچ کیا اور ایک وہ آدمی جس نے اللہ کو تنہائی میں یاد کیا اور اس کی آنکھیں آنسوؤں سے بہہ پڑیں۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری' باب من جلس فی المسجد ینتظر الصلاة وفضل المساجد' ج۱ص۱۳۲' رقم: ۶۶۰' صحیح مسلم' باب فضل اخفاء الصدقة' ج۳ص۹۳' رقم: ۲۴۲۷' الاداب للبیهقی' باب من خاف الله عزوجل فترك معاصیه' ج۲ص۴' رقم: ۸۲۴' موطأ امام مالك' باب ما جاء فی المتحابین فی الله' ص۹۵۲' رقم: ۱۷۰۹' صحیح ابن خزیمه' باب فضل انتظار الصلاة' ج۱ص۱۸۵' رقم: ۳۵۸)

شرح حدیث: عادل حکمران پر عرش کا سایہ

حضرت سیّدنا عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبیِ کریم، رءوف رحیم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ بشارت نشان ہے: انصاف کرنے والے بادشاہ بروزِ قیامت اللہ عَزَّ وَجَلَّ کے قرب میں عرش کے دائیں جانب نور کے منبروں پر ہوں گے اور یہ وہ ہوں گے جو اپنی رعایا اور اہل وعیال کے درمیان فیصلہ کرتے وقت عدل وانصاف سے کام لیتے تھے۔ (صحیح مسلم، کتاب الامارۃ، باب فضیلۃ الامیر العادل...الخ، الحدیث ۴۷۲۱، ص ۱۰۰۵)

اللہ عَزَّ وَجَلَّ کے لئے محبت کرنے والوں کے فضائل

حضرت سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ شہنشاہِ خوش خصال، پیکرِ حُسن وجمال، دافعِ رنج وملال، رسولِ بے مثال صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم ارشاد فرماتے ہیں کہ اللہ عَزَّ وَجَلَّ بروزِ قیامت ارشاد فرمائے گا: وہ لوگ کہاں

ہیں جو صرف میری عزت وجلال کی وجہ سے باہم محبت رکھتے تھے آج قیامت کے دن جبکہ میرے عرش کے سائے کے علاوہ کوئی سایہ نہیں، میں انہیں اپنے عرش کے سائے میں جگہ دوں گا۔

(موطا امام مالک، کتاب الشعر باب ماجاء فی المتحابین فی اللہ، الحدیث ۱۸۲۵، ج ۲، ص ۴۳۸)

حضرت سیِّدُنا ابو مالک اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حُسنِ اَخلاق کے پیکر، نبیوں کے تاجور، مَحبوبِ رَبِّ اَکبر عَزَّوَجَلَّ وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: بے شک اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ایسے بندے بھی ہیں جو نہ انبیاء علیہم السلام ہیں اور نہ شہداء لیکن انبیاءِ کرام علیہم السلام اور شہدائے عظام ان کے مقام ومرتبہ اور اللہ عَزَّوَجَلَّ سے ان کے قرب پر رشک کریں گے۔ ایک اعرابی نے عرض کی: یارسول اللہ عَزَّوَجَلَّ وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم! یہ کون لوگ ہوں گے؟ حضور نبی اکرم، رء ُوف رحیم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: یہ مختلف شہروں کے لوگ ہوں گے ان کے درمیان کوئی خونی رشتہ نہ ہوگا مگر وہ ایک دوسرے سے صرف رضائے الٰہی عَزَّوَجَلَّ کی خاطر محبت کرتے اور تعلق رکھتے ہوں گے۔ بروزِ قیامت اللہ عَزَّوَجَلَّ ان کے لئے اپنے (عرش کے) سامنے نور کے منبر رکھنے کا حکم فرمائے گا۔ اور ان کا حساب بھی اُنہی منبروں پر فرمائے گا۔ لوگ تو خوفزدہ ہوں گے لیکن وہ بے خوف ہوں گے۔

(المعجم الکبیر، الحدیث ۳۴۳۳، ج ۳، ص ۲۹۰ بتغیر)

صدقہ کرنے والوں پر عرش کا سایہ

حضرت سیِّدُنا عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ سیِّدُ المُبَلِّغِین، رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِین صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ دلنشین ہے: بندہ اپنے صَدَقے کے سائے میں ہوگا یہاں تک کہ لوگوں کا فیصلہ ہوجائے۔

(المسند للامام احمد بن حنبل، حدیث عقبۃ بن عامر الجھنی، الحدیث ۱۷۳۳۵، ج ۶، ص ۱۲۶ مفہوماً)

زنا سے بچنے پر خوشخبری

حضرت سیِّدُنا ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی مُکَرَّم، نُورِ مُجَسَّم، رسولِ اَکرم، شہنشاہِ بنی آدم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: حضرت موسیٰ بن عمران علیہ السلام نے عرض کی: اے میرے رب عَزَّوَجَلَّ! حظیرۃ القدس (یعنی جنت) میں کون تیرے قرب میں رہے گا اور اس دن کون تیرے عرش کے سائے میں ہوگا جس دن تیرے (عرش کے) سائے کے علاوہ کوئی سایہ نہ ہوگا؟ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ارشاد فرمایا: یہ وہ لوگ ہیں جن کی آنکھیں کبھی زنا کی طرف نہیں اٹھتیں، وہ اپنے مال میں سود کے طلب گار نہیں ہوتے اور وہ اپنے فیصلوں پر رشوت نہیں لیتے، یہی وہ لوگ ہیں جن کے لئے خوشخبری اور اچھا ٹھکانا ہے۔ (شعب الایمان، باب فی قبض الید۔۔۔۔۔۔الخ، الحدیث ۵۵۱۳، ج ۴، ص ۳۹۲)

(380) وَعَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ　　انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى يَقُوْلُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ: اَيْنَ الْمُتَحَابُّوْنَ بِجَلَالِيْ؟ اَلْيَوْمَ اُظِلُّهُمْ فِيْ ظِلِّيْ يَوْمَ لَاظِلَّ اِلَّاظِلِّيْ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

اللہ تعالیٰ قیامت کے دن فرمائے گا میرے جلال کی وجہ سے آپس میں محبت کرنے والے کہاں ہیں۔ آج جب میرے سائے کے سوا کوئی سایہ نہیں میں ان کو اپنے سایہ میں جگہ دوں گا۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب فی فضل الحب فی اللہ، ج۸ص۱۲، رقم: ۶۷۱۳ الاداب للبیھقی، باب فی المتحابین فی اللہ عزوجل، ج۱ص۱۰۲، رقم: ۱۷۳ سنن الدارمی، باب فی المتحابین فی اللہ، ج۲ص۴۰۳، رقم: ۲۷۵۷ صحیح ابن حبان، باب الصحبة والمجالسة، ج۲ص۳۳۴، رقم: ۵۷۴ مسند امام احمد، مسند ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ، ج۳ص۳۷۰، رقم: ۸۸۱۸)

شرح حدیث: آپس میں محبت کرنے والے کہاں ہیں؟

رسولِ اکرم، شہنشاہِ بنی آدم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: اللہ عزوجل کے بندوں میں سے کچھ بندے ایسے ہیں جو نہ تو انبیاء ہیں اور نہ ہی شہداء، بلکہ انبیاء وشہداء بھی ان پر رشک کریں گے۔ عرض کی گئی کہ ہمیں بتایئے: وہ کون ہیں؟ تاکہ ہم ان سے محبت کرنے لگیں؟ تو آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: یہ وہ لوگ ہیں جو رشتہ داری اور کسی تعلق کے بغیر صرف اللہ عزوجل کے نور کی خاطر آپس میں محبت کرتے ہوں گے، ان کے چہرے نور کے ہوں گے، وہ نور کے منبروں پر ہوں گے، جب لوگ خوفزدہ ہوں گے تو انہیں کوئی خوف نہ ہوگا اور جب لوگ غمزدہ ہوں گے تو انہیں کچھ غم نہ ہوگا۔ پھر آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے یہ آیتِ مبارکہ تلاوت فرمائی:

اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَاخَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ○

ترجمۂ کنزالایمان: سن لو بے شک اللہ کے ولیوں پر نہ کچھ خوف ہے نہ کچھ غم۔ (پ11، یونس:62)

(صحیح ابن حبان، کتاب الصحبۃ والمجالسۃ، باب ذکر وصف المتحابین فی اللہ۔۔۔۔۔الخ، الحدیث: ۵۷۴، ج۱، ص۳۹۰)

حضور نبیِ پاک، صاحبِ لولاک، سیّاحِ افلاک صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: اللہ عزوجل قیامت کے دن ایک ایسی قوم کو ضرور اٹھائے گا جن کے چہرے نورانی ہوں گے، وہ موتیوں کے منبروں پر ہوں گے، لوگ ان پر رشک کریں گے، وہ نہ تو انبیاء ہوں گے، نہ ہی شہداء۔ تو ایک اعرابی نے گھٹنوں کے بل کھڑے ہوکر عرض کی: یارسول اللہ عزوجل وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم! ہمیں ان کے اوصاف بیان فرمایئے تاکہ ہم انہیں پہچان سکیں۔ تو آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: وہ مختلف قبیلوں اور شہروں سے تعلق رکھتے ہوں گے، اللہ عزوجل کے لئے آپس میں محبت کرتے ہوں گے، اور اللہ عزوجل کا ذکر کرنے کے لئے ایک جگہ جمع ہوں گے اور اُس کا ذکر کریں گے۔

(مجمع الزوائد، کتاب الاذکار، باب ماجاء فی مجالس الذکر، الحدیث: ۱۶۷۷۰، ج۱۰، ص۷۷)

حضرت سیدنا انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے محبوب، دانائے غُیوب، مُنَزَّہٌ عَنِ الْعُیوب عزوجل وصلَّی

اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کی بارگاہ میں ایک شخص نے عرض کی: قیامت کب قائم ہوگی؟ تو آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے اس سے دریافت فرمایا: تم نے اس کے لئے کیا تیاری کی ہے؟ تو اس نے عرض کی! تیاری تو کچھ نہیں کی، مگر میں اللہ اور اس کے رسول عزوجل وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم سے محبت کرتا ہوں۔ تو آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: تم جس سے محبت کرتے ہو اسی کے ساتھ ہوگے۔ حضرت سیدنا انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ ہمیں کسی چیز سے اتنی خوشی حاصل نہیں ہوئی جتنی خوشی شہنشاہِ خوش خِصال، پیکرِ حُسن وجمال صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کے اس فرمان سے ہوئی: تم جس کے ساتھ محبت کرتے ہو اسی کے ساتھ ہو گے۔ حضرت سیدنا انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں میں سید عالم، نورِ مجسّم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم، حضرت سیدنا ابوبکر اور حضرت سیدنا عمرِ فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے محبت کرتا ہوں اور مجھے اُمید ہے کہ ان سے محبت کرنے کی وجہ سے میں انہیں کے ساتھ ہوں گا۔

(صحیح البخاری، کتاب فضائل اصحاب النبی، باب مناقب عمر بن خطاب۔۔۔۔۔۔الخ، الحدیث: ۳۶۸۸، ص ۳۰۰)

(381) وَعَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ، لَا تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ حَتّٰى تُؤْمِنُوْا، وَلَا تُؤْمِنُوْا حَتّٰى تَحَابُّوْا، اَوَلَا اَدُلُّكُمْ عَلٰى شَيْءٍ اِذَا فَعَلْتُمُوْهُ تَحَابَبْتُمْ؟ اَفْشُوا السَّلَامَ بَيْنَكُمْ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے، جب تک تم ایماندار نہ بنو گے جنت میں نہ جاؤ گے اور جب تک ایک دوسرے سے محبت نہ کرو ایماندار نہ بنو گے کیا میں تم کو ایک چیز نہ بتاؤں کہ تم جب وہ کرلو تو ایک دوسرے سے محبت کرو گے تم آپس میں سلام کو عام کرو۔

(مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب بیان انه لا یدخل الجنة الا المؤمنون، ج۱ص۵۳ رقم: ۲۰۳، المستدرک للحاکم، کتاب البر والصلة، ج۶ص۱۵۰ رقم: ۷۳۱۰، اتحاف الخیرة المهرة، کتاب الامارة، باب رحمة الناس عامة، ج۵ص۵۱۵ رقم: ۵۱۵۵، الاداب للبیهقی، باب ما یجب علیا لمسلم من حق اخیه فی الاسلام، ج۱ص۱۰۹ رقم: ۱۸۵، سنن ابوداود، باب فی افشاء السلام، ج۴ص۵۱۶ رقم: ۵۱۹۵)

شرح حدیث: اس حدیث کی شاہد ایک اور حدیث: پچھلی اُمتوں کی بیماری

رسولِ اکرم، شہنشاہِ بنی آدم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: تم میں پچھلی اُمتوں کی بیماری ضرور پھیلے گی اور وہ بغض وحسد ہے جو کہ اُسترے کی طرح ہے لیکن یہ اُسترا (یعنی بغض وحسد) دین کو کاٹتا ہے نہ کہ بالوں کو، اس ذات پاک کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں محمد (صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم) کی جان ہے! تم اس وقت تک جنت میں داخل نہیں ہوسکتے جب تک مؤمن نہ ہو جاؤ اور اس وقت تک (کامل) مؤمن نہیں ہوسکتے جب تک آپس میں محبت نہ کرو، کیا میں

تمہیں ایسی چیز نہ بتاؤں کہ جب تم اس پر عمل کرو تو آپس میں محبت کرنے لگو؟ (وہ چیز یہ ہے کہ) تم آپس میں سلام کو عام کرو۔ (المسند للامام احمد بن حنبل، مسند الزبیر بن العوام، الحدیث: ۱۴۱۲، ج ۱، ص ۳۴۸)

مؤمنین کو سلام کرنے کا ثواب

حضرتِ سیدنا براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ ٖالہٖ وسلَّم نے فرمایا کہ سلام کو عام کرو سلامتی پالو گے۔

(الاحسان بترتیب ابن حبان، کتاب البر والاحسان، باب افشاء السلام... الخ، رقم ۴۹۱، ج ۱، ص ۳۵۷)

حضرتِ سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ شہنشاہِ خوش خِصال، پیکرِ حُسن و جمال، ، دافعِ رنج و مَلال، صاحبِ جُودونوال، رسولِ بے مثال، بی بی آمنہ کے لال صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ ٖالہٖ وسلَّم نے فرمایا کہ رحمن عزوجل کی عبادت کرو اور سلام کو عام کرو اور کھانا کھلاؤ جنت میں داخل ہو جاؤ گے۔

(الاحسان بترتیب ابن حبان، کتاب البر والاحسان، باب افشاء السلام، رقم ۴۸۹، ج ۱، ص ۳۵۶)

حضرتِ سیدنا ابواُمامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی مُکَرَّم، نُورِ مُجَسَّم، رسول اکرم، شہنشاہِ بنی آدم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ ٖالہٖ وسلَّم نے فرمایا، بے شک لوگوں میں سے اللہ عزوجل کے زیادہ قریب وہ شخص ہے جو سلام کرنے میں پہل کرے۔ (ابوداؤد، کتاب الادب، باب فی فضل من بداء بالسلام، رقم ۵۱۹۷، ج ۴، ص ۴۴۹)

حضرتِ سیدنا معاویہ بن قُرَّہ فرماتے ہیں کہ میرے والدِ محترم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھ سے فرمایا کہ اے میرے بیٹے! جب تم کسی ایسی مجلس میں ہو جسے تم اچھا سمجھتے ہو پھر کسی حاجت کی بناء پر جلدی اٹھو تو السلام علیکم کہا کرو، اس طرح تم بھی اس بھلائی میں شریک ہو جاؤ گے جو اہل مجلس کو نصیب ہوگی۔

(الاحسان بترتیب ابن حبان، کتاب البر والاحسان، باب افشاء السلام، رقم ۴۹۳، ج ۱، ص ۳۵۷)

حضرتِ سیدنا ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ تاجدارِ رسالت، شہنشاہِ نُبوت، مَخزنِ جود وسخاوت، پیکرِ عظمت و شرافت، مَحبوبِ رَبُّ العزت، محسنِ انسانیت صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ ٖالہٖ وسلَّم نے فرمایا کہ تین شخص ایسے ہیں جن میں سے ہر ایک اللہ عزوجل کے ذمہ کرم پر ہے، پہلا وہ شخص جو اللہ عزوجل کی راہ میں جہاد کے لئے نکلے وہ مرنے تک اللہ عزوجل کے ذمہ کرم پر ہے کہ وہ اسے جنت میں داخل فرمائے یا اجر و ثواب کے ساتھ واپس لوٹائے، دوسرا وہ شخص جو مسجد کی طرف جائے وہ مرنے تک اللہ عزوجل کے ذمہ کرم پر ہے کہ وہ اسے جنت میں داخل فرمائے یا اجر و ثواب کے ساتھ واپس لوٹائے، اور تیسرا وہ شخص جو اپنے گھر میں سلام کرتے ہوئے داخل ہو وہ اللہ عزوجل کے ذمہ کرم پر ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ تین اشخاص ایسے ہیں جن میں سے ہر ایک اللہ عزوجل کے ذمہ کرم پر ہے اگر زندہ رہیں تو انہیں رزق دیا جائے اور ان کی کفایت کی جائے اور اگر مرجائیں تو جنت میں داخل ہوں، ایک وہ شخص جو اپنے گھر میں

سلام کر کے داخل ہو وہ اللہ عزوجل کے ذمہ کرم پر ہے۔۔۔۔۔۔الخ۔

(الترغیب والترہیب، کتاب الذکر والدعاء، باب فیما یقول اذا خرج۔۔۔الخ، رقم ۹، ج ۲، ص ۳۰۶)

(382) وَعَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَنَّ رَجُلًا زَارَ اَخًا لَّهُ فِيْ قَرْيَةٍ اُخْرٰى، فَاَرْصَدَ اللّٰهُ لَهُ عَلٰى مَدْرَجَتِهِ مَلَكًا... وَذَكَرَ الْحَدِيْثَ اِلٰى قَوْلِهٖ: اِنَّ اللّٰهَ قَدْ اَحَبَّكَ كَمَا اَحْبَبْتَهٗ فِيْهِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ، وقد سَبَقَ بِالْبَابِ قَبْلَهٗ۔

انہی سے روایت ہے نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ایک آدمی دوسری بستی میں اپنے بھائی کو ملنے گیا راستہ میں اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتہ ٹھہرا دیا اور باقی حدیث یہاں تک بیان کی (جس میں فرشتہ کا یہ قول بھی ہے کہ وہ جانے والے سے کہتا ہے کہ اس سے قبل باب میں یہ حدیث گزر چکی ہے۔ اللہ تعالیٰ بھی تجھ سے محبت کرتا ہے، جیسے تو اللہ کے لیے اس سے اس سے محبت رکھتا ہے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب فی فضل الحب فی اللہ، ج۸ص۱۲ رقم: ۶۷۱۴ صحیح ابن حبان، باب الصحبۃ والمجالسۃ، ج۲ص۳۳۷ رقم: ۵۷۶ مسند امام احمد، مسند ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ، ج۳ص۳۶۲ رقم: ۹۹۵۹ المعجم لابن عساکر، ذکر من اسمہ علی، ص۴۱۷، رقم: ۸۵۳)

شرح حدیث: رحمت میں غوطے

حضرتِ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے فرمایا، بیشک جنت میں یاقوت کے کچھ ستون ہیں جن پر زبرجد کے کمرے ہیں انکے کھلے دروازے دمدار ستارے کی طرح چمکدار ہیں۔ ہم نے عرض کیا، یا رسول اللہ! ان کمروں میں کون رہے گا؟ فرمایا کہ اللہ عزوجل کے لئے محبت کرنے والے، اللہ عزوجل کی راہ میں خرچ کرنے والے اور اللہ عزوجل کے لئے ملاقات کرنے والے۔ (الترغیب والترھیب، کتاب الادب، باب الترغیب فی الحب فی اللہ۔۔الخ، رقم ۲۴، ج ۴، ص ۱۳)

حضرتِ سیدنا زِرّ بن حُبَیش رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم حضرتِ سیدنا صَفْوان بن عَسّال مرادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آئے تو انہوں نے پوچھا، کیا تم ملاقات کے لئے آئے ہو؟ ہم نے عرض کیا، ہاں۔ انہوں نے فرمایا کہ سرکار مدینہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم فرماتے ہیں کہ جو شخص اپنے مؤمن بھائی سے ملتا ہے وہ واپس لوٹنے تک رحمت میں غوطہ زن رہتا ہے اور جو اپنے مؤمن بھائی کی عیادت کرتا ہے واپس لوٹنے تک رحمت میں غوطے لگاتا رہتا ہے۔

(طبرانی کبیر، رقم ۷۳۸۹، ج ۸، ص ۶۷)

حضرتِ سیدنا ابو رَزِین عُقَیلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آقائے مظلوم، سرورِ معصوم، حسنِ اخلاق کے پیکر، نبیوں کے تاجور، مَحبوبِ رَبِّ اکبر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے مجھ سے فرمایا کہ اے ابو رزین! مسلمان جب اپنے مسلمان بھائی

سے ملتا ہے اور پھر جب وہ اسے رخصت کرتا ہے تو ستر ہزار فرشتے اس کے لئے استغفار کرتے ہیں اور عرض کرتے ہیں، یا اللہ عزوجل! جیسے اس نے تیرے لئے ملاقات کی تو بھی اسے اپنا قرب عطا فرما۔

(مجمع الزوائد، کتاب البر والصلۃ، باب الزکاۃ واکرام الزائرین، رقم ۱۳۵۹۲، ج۸، ص۳۱۷)

حضرتِ سیدنا عون رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرتِ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے دوست جب ان کے پاس ملاقات کے لئے حاضر ہوئے تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے پوچھا، کیا میرے پاس بیٹھو گے؟ انہوں نے عرض کیا، ضرور ہم آپ کی محفل ہرگز نہیں چھوڑیں گے۔ تو آپ رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا کہ کیا تم آپس میں ایک دوسرے کی ملاقات کے لئے جاتے ہو؟ انہوں نے عرض کیا، ہاں اے ابوعبدالرحمن! جب ہم میں سے کوئی اپنے کسی بھائی کو مفقود پاتا ہے تو کوفہ کے کونے کونے تک اسے تلاش کرتا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ جب تک تم ایسا کرتے ہو خیر کے کام میں ہوتے ہو۔

(الترغیب والترھیب، کتاب البر والصلۃ، باب الترغیب فی زیارۃ الاخوان، رقم ۸، ج۳، ص۲۴۸

(383) وَعَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ قَالَ فِي الْاَنصار: لَاّ يُحِبُّهُمْ اِلَّا مُؤمِنٌ، وَّلَا يُبْغِضُهُمْ اِلَّا مُنَافِقٌ، مَّنْ اَحَبَّهُمْ اَحَبَّهُ اللهُ، وَمَنْ اَبْغَضَهُمْ اَبْغَضَهُ اللهُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

حضرت براء بن عازب ﷺ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے انصار کے متعلق فرمایا ان سے ایماندار ہی محبت کرتا ہے اور منافق ہی ان سے بغض رکھتا ہے' جو ان سے محبت کرے گا اللہ اس سے محبت کرے گا اور جو ان سے بغض رکھے گا اس سے اللہ تعالیٰ بغض رکھے گا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب حب الانصار، ج۵ص۳۲، رقم: ۳۷۸۳، صحیح مسلم، باب الدلیل علی ان حب الانصار وعلی رضی اللہ عنہم من الایمان، ج۱ص۶۰، رقم: ۲۴۶، مسند امام احمد بن حنبل، حدیث البراء بن عازب رضی اللہ عنہ، ج۴ص۲۸۳، رقم: ۱۸۵۲۳، سنن الکبریٰ للنسائی، باب التشدید فی بغض الانصار رضی اللہ عنہم، ج۵ص۸۸، رقم: ۸۳۳۴)

شرح حدیث: سب سے زیادہ محبوب

ابومعمر، عبدالوارث، عبدالعزیز، حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (انصار کی) عورتوں اور بچوں کو غالباً کسی شادی سے آتے ہوئے دیکھا، تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سروقد کھڑے ہو کر تین مرتبہ یہ ارشاد فرمایا کہ خدا شاہد ہے تم مجھے سب سے زیادہ پیارے اور محبوب ہو۔

(جلد نمبر ۱/ پندرھواں پارہ/ حدیث نمبر ۳۵۱۵/ حدیث مرفوع)

یعقوب بن ابراہیم بن کثیر، بہز بن اسد، شعبہ، ہشام بن زید، حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں، وہ فرماتے ہیں کہ ایک انصار خاتون اپنے بچہ کو لئے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں، رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے گفتگو کی تو دوران گفتگو میں آپ نے دومرتبہ فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے کہ تم لوگ (انصار) مجھے سب سے زیادہ محبوب ہو۔

(جلدنمبر ۱/ پندرھواں پارہ/ حدیث نمبر ۳۵۱۶/ حدیث مرفوع ۳۵۱۶)

مسلم بن ابراہیم، شعبہ، عبدالرحمن بن عبداللہ بن جبیر، حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انصار سے محبت رکھنا ایمان کی علامت ہے، اور انصار سے بغض رکھنا نفاق کی علامت ہے۔ (جلدنمبر ۱/ پندرھواں پارہ/ حدیث نمبر ۳۵۱۴/ حدیث مرفوع)

انصاری صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنھم کو اسلام کی دعوت

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا مبارک معمول تھا کہ موسمِ حج میں مکہ مکرمہ آنے والے مختلف قبائل کے ہاں یکے بعد دیگرے تشریف لے جاتے۔ ایک روز آپ عقبہ کے پاس تھے کہ آپ کی ملاقات، قبیلہ خزرج کے ایک گروہ سے ہوئی۔ یہ قبیلے والے اپنے آباؤاجداد سے سنتے رہے تھے کہ بنی غالب میں سے عنقریب ایک نبی آخرالزمان کا ظہور ہوگا۔ نیز اس گروہ والے یہود سے سنا کرتے تھے کہ نبی آخرالزمان کا زمانِ ظہور قریب آچکا ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے ان سے دریافت فرمایا، تم کون ہو؟.... انہوں نے عرض کی، ہم قبیلہ خزرج سے تعلق رکھتے ہیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا، کیا کچھ دیر بیٹھو گے نہیں، میں تم سے کچھ بات چیت کرنا چاہتا ہوں؟ انہوں نے عرض کی، کیوں نہیں!....

آپ نے انہیں اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف دعوت دی اور ان پر دین اسلام پیش کیا، قرآن مجید فرقانِ حمید کی تلاوت فرمائی۔

جب رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی دعوت مکمل فرمائی، تو انہوں نے آپس میں ایک دوسرے کو کہا، بخدا! یہ وہی نبی ہیں، جن کے ظہور کی یہود تمہیں خبر دیا کرتے تھے۔ اب فوراً ان کی اتباع کا شرف حاصل کرلو، کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ تم سے ایمان واسلام میں سبقت لے جائیں۔

چنانچہ انہوں نے آپ کی دعوت کو قبول کیا اور دولتِ ایمان واسلام سے مالا مال ہوکر اپنے گھروں کی طرف لوٹے۔ یہ گروہ چھ آدمیوں پر مشتمل تھا، جن کے اسمائے مبارکہ یہ ہیں:

(۱) اسعد بن زراہ۔ (۲) عوف بن عفراء۔ (۳) رافع بن مالک۔
(۴) قطبہ بن عامر۔ (۵) عقبہ بن عامر۔ (۶) جابر بن عبداللہ۔

جب یہ گروہ اپنی قوم کے پاس، مدینہ منورہ تشریف لایا، تو ان کے سامنے بھی رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ذکر کیا اور انہیں دعوتِ اسلام دی، حتی کہ اسلام پوری قوم کے اندر معروف ومشہور ہوگیا۔

اگلے سال انصار میں سے بارہ افراد مکہ مکرمہ حاضر ہوئے، جنہوں نے مقام عقبہ میں آپ اسے ملاقات کا شرف حاصل کیا۔ حضرت جابر کے علاوہ پانچ تو وہ تھے، جو پچھلے سال شرفِ اسلام حاصل کر چکے تھے۔ اوران کے علاوہ معاذ بن عفراء، ذکوان بن عبد قیس، عبادہ بن صامت، یزید بن ثعلبہ، عباس بن عبادہ، عویم بن ساعدہ اور ابوالہیثم ابن التیہان رضی اللہ عنہم نے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم سے بیعت کا شرف حاصل کیا۔

جب یہ حضرات مشرف بہ اسلام ہوکر سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کی بارگاہ سے رخصت ہوئے، تو آپ نے حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان کے ساتھ مدینہ منورہ کی طرف روانہ فرمایا کہ اہلِ مدینہ کو دین اسلام کی تعلیم دیں اور قرآن پاک پڑھائیں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے ان کے ہاتھ پر بہت سے لوگ شرفِ اسلام سے مشرف ہوئے۔ (الوفاء باحوال المصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم، ص ۲۶۶)

(384) وَعَنْ مُّعَاذٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُوْلُ: قَالَ اللّٰهُ - عَزَّوَجَلَّ -: اَلْمُتَحَابُّوْنَ فِيْ جَلَالِيْ، لَهُمْ مَّنَابِرُ مِنْ نُّوْرٍ يَّغْبِطُهُمُ النَّبِيُّوْنَ وَالشُّهَدَاءُ. رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ.

حضرت معاذ ﷛ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: اللہ تعالیٰ (قیامت کے دن) فرمائے گا جو میرے عظمت وجلال کی وجہ سے محبت کرنے والے ہیں ان کے لیے نور کے منبر ہیں ان پر انبیاء اور شہید رشک کریں گے۔ (ترمذی) اسے ترمذی نے روایت کیا اور کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ما جاء فی الحب فی اللہ، ج۴ص۵۹۷، رقم: ۲۳۹۰، المعجم الكبير للطبراني، من اسمه معاذ بن جبل الانصاری، ج۱۲ص۸۸، رقم: ۱۶۹۲۵، صحيح ابن حبان، باب الصحبة والمجالسة، ج۲ص۳۳۸، رقم: ۵۷۷، مسند امام احمد بن حنبل، حديث معاذ بن جبل رضی الله عنه، ج۵ص۲۳۹، رقم: ۲۲۱۳۲، مسند الحارث، باب المتحابين فی الله، ج۲ص۹۹۱، رقم: ۱۱۰۸)۔

شرح حدیث: عرش کے گرد کرسیاں

قیامت کے دن لوگوں کی ایک جماعت کے لئے عرش کے گرد کرسیاں رکھی جائیں گی ان لوگوں کے چہرے چودھویں رات کے چاند کی طرح ہوں گے اور وہ خوفزدہ نہیں ہوں گے حالانکہ لوگ خوفزدہ ہوں گے۔ ان لوگوں کو کوئی ڈر نہیں ہوگا اور یہ اللہ عزوجل کے دوست ہیں جن پر نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ کوئی غم۔ عرض کیا گیا یا رسول اللہ! یہ کون لوگ ہیں؟ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا یہ وہ لوگ ہیں جو ایک دوسرے سے خدا کے لئے محبت کرتے ہیں۔

(مسند امام احمد بن حنبل جل ۵ ص ۳۳۸ مرویات عبادہ بن صامت)

قابلِ رشک

حضرت سیدنا ابوہریرہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ) کی ایک روایت میں ہے آپ نے فرمایا بے شک عرش کے گرد نور کے منبر ہوں گے ان پر کچھ لوگ ہوں گے جن کے لباس نورانی اور چہرے بھی روشن ہوں گے وہ انبیاء یا شہداء نہیں ہوں گے ※ لیکن انبیاء کرام علیہم السلام اور شہداء ان پر رشک کریں گے۔ (یہ ان لوگوں کے مقام کی عظمت کا بیان ہے) انہوں نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ! ہم سے ان کا وصف (یعنی اس فضیلت کی وجہ) بیان فرمائیں آپ نے فرمایا یہ وہ لوگ ہیں جو اللہ (عزوجل) کے لئے ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں اللہ (عزوجل) کی خاطر ایک دوسرے کی مجلس اختیار کرتے ہیں اور اللہ (عزوجل) کی رضا کی خاطر ایک دوسرے سے ملاقات کرتے ہیں۔

(مشکوٰۃ شریف ص ۴۲۶ کتاب الآداب فصل ثانی)

نبی اکرم شاہ بنی آدم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جب دو آدمی آپس میں اللہ (عزوجل) کے لئے محبت کرتے ہیں تو ان میں سے جو شخص دوسرے سے زیادہ محبت کرتا ہے وہ اللہ (عزوجل) کو زیادہ محبوب ہوتا ہے۔

(المستدرک للحاکم جلد ۴ ص ۱۷۱ کتاب البر والصلۃ)

حضرت سیِّدُنا اَنَس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، حضورِ نبیِٔ اَکرم، نورِ مجسَّم، شاہِ بنی آدم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: تین خصلتیں جس شخص میں ہوں گی وہ اسلام کی حلاوت پائے گا: (۱) ـــــــــ اللہ عَزَّ وَجَلَّ اور اس کا رسول صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم اس کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب ہوں (۲) ـــــــــ کسی سے محبت کرے تو صرف اللہ عَزَّ وَجَلَّ کے لئے کرے اور (۳) ـــــــــ اسلام لانے کے بعد دوبارہ کفر میں لوٹنے کو اس طرح ناپسند کرے جیسے آگ میں ڈالے جانے کو ناپسند کرتا ہے۔

(صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب بیان خصال من ـــــــ الخ، الحدیث ۱۶۵، ص ۶۸۷)

حضرت سیِّدُنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ سرکارِ والا تَبار، ہم بے کسوں کے مددگار، شفیعِ روزِ شُمار، دو عالَم کے مالک ومختار باذنِ پروردگار عَزَّ وَجَلَّ وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ راحت نشان ہے: اللہ عَزَّ وَجَلَّ بروزِ قیامت فرمائے گا: میری خاطر باہم محبت کرنے والے کہاں ہیں؟ آج میں انہیں اپنے سایۂ (رحمت) میں جگہ عطا فرماؤں گا، آج میرے سایۂ (رحمت) کے سوا کوئی سایہ نہیں۔ (صحیح مسلم، کتاب البر، باب فضل الحب فی اللہ تعالیٰ، الحدیث ۶۵۶۶، ص ۱۱۲۷)

حضرت سیِّدُنا معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت فرماتے ہیں، میں نے نبیِٔ کریم، رءوف رحیم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کو فرماتے سنا کہ اللہ عَزَّ وَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے: میرے لئے آپس میں محبت کرنے والوں کے لئے (بروزِ قیامت) نور کے منبر ہوں گے جن پر انبیاء اور شہداء بھی رشک کریں گے۔

(جامع الترمذی، ابواب الزھد، باب ماجاء فی الحب فی اللہ، الحدیث ۲۳۹۰، ص ۱۸۹۲)

(385) وَعَنْ أَبِي إِدْرِيسَ الْخَوْلَانِيِّ رَحِمَهُ اللهُ، قَالَ: دَخَلْتُ مَسْجِدَ دِمَشْقَ، فَإِذَا فَتًى بَرَّاقُ الثَّنَايَا وَإِذَا النَّاسُ مَعَهُ، فَإِذَا اخْتَلَفُوا فِي شَيْءٍ، أَسْنَدُوهُ إِلَيْهِ، وَصَدَرُوا عَنْ رَأْيِهِ، فَسَأَلْتُ عَنْهُ، فَقِيلَ: هٰذَا مُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ. فَلَمَّا كَانَ مِنَ الْغَدِ، هَجَّرْتُ، فَوَجَدْتُهُ قَدْ سَبَقَنِي بِالتَّهْجِيرِ، وَوَجَدْتُهُ يُصَلِّي، فَانْتَظَرْتُهُ حَتّٰى قَضٰى صَلَاتَهُ، ثُمَّ جِئْتُهُ مِنْ قِبَلِ وَجْهِهِ، فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ، ثُمَّ قُلْتُ: وَاللهِ إِنِّي لَأُحِبُّكَ لِلّٰهِ، فَقَالَ: آللهِ؟ فَقُلْتُ: اللهِ، فَقَالَ: آللهِ؟ فَقُلْتُ: اللهِ، فَأَخَذَنِي بِحَبْوَةِ رِدَائِي، فَجَبَذَنِي إِلَيْهِ، فَقَالَ: أَبْشِرْ ! فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: قَالَ اللهُ تَعَالٰى: وَجَبَتْ مَحَبَّتِي لِلْمُتَحَابِّينَ فِيَّ، وَالْمُتَجَالِسِينَ فِيَّ، وَالْمُتَزَاوِرِينَ فِيَّ، وَالْمُتَبَاذِلِينَ فِيَّ حَدِيثٌ صَحِيحٌ رَوَاهُ مَالِكٌ فِي الْمُوَطَّأِ بِإِسْنَادِهِ الصَّحِيحِ.

ابوادریس خولانی ﷺ سے روایت ہے کہ میں دمشق کی مسجد میں گیا تو وہاں چمکدار دانتوں والا ایک جوان ہے اس کے ساتھ کچھ لوگ ہیں جب وہ کسی بات میں اختلاف کرتے ہیں' تو اس کی طرف سوال کرتے ہیں اور اپنی رائے سے رجوع کر کے اس کی رائے کو قبول کرتے ہیں' میں نے اس کے بارے میں پوچھا تو کہا گیا یہ حضرت معاذ بن جبل ﷺ ہیں' اگلا دن ہوا تو میں صبح سویرے آیا لیکن میں نے ان کو اپنے سے پہلے موجود پایا اور انہیں نماز میں مصروف پایا تو میں نے ان کا انتظار کیا۔ حتیٰ کہ وہ نماز سے فارغ ہوئے پھر میں ان کے سامنے سے آیا' اور میں نے انہیں سلام کیا پھر میں نے کہا اللہ کی قسم میں آپ سے محبت کرتا ہوں۔ فرمایا: کیا اللہ کی قسم! میں نے کہا: اللہ کی قسم! فرمایا: کیا؟ اللہ کی قسم! میں نے کہا: اللہ کی قسم! (میں آپ سے محبت کرتا ہوں) تو انہوں نے میری چادر کے گوشے کو پکڑ کر اپنی جانب کھینچا اور کہا تمہیں مبارک ہو میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میری محبت ان کے لیے لازم ہے' جو میری وجہ سے ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں۔ میری وجہ سے مل بیٹھتے ہیں' میری وجہ سے ایک دوسرے کو ملتے ہیں اور میری وجہ سے ایک دوسرے پر مال خرچ کرتے ہیں۔ امام مالک نے مؤطا میں سند صحیح کے ساتھ روایت کیا۔

قَوْلُهُ: هَجَّرْتُ أَيْ بَكَّرْتُ، وَهُوَ بِتَشْدِيدِ الْجِيمِ قَوْلُهُ: آللهِ فَقُلْتُ: اَللهِ الْأَوَّلُ بِهَمْزَةٍ مَمْدُودَةٍ لِلْاِسْتِفْهَامِ، وَالثَّانِي بِلَا مَدٍّ.

هَجَّرْتُ: جیم پر شد کے ساتھ یعنی میں صبح سویرے آیا۔ آللہ فقلت اللہ: پہلی بار کلمہ اللہ ہمزہ ممدودہ استفہام کے لیے ہے۔ اور دوسری بار کلمہ اللہ بلا مد

ہمزہ سے ہے (حرف قسم دونوں بار محذوف ہے)۔

تخریج حدیث: (موطأ امام مالك، باب ما جاء فی المتحابین فی الله، ص۹۵۲، رقم: ۱۷۱۱، صحیح ابن حبان، باب الصحبة والمجالسة، ج۲ص۳۳۵، رقم: ۵۷۵، مسند امام احمد بن حنبل، حديث معاذ بن جبل رضی الله عنه، ج۵ص۲۳۳، رقم: ۲۲۰۸۳، المعجم الکبیر للطبرانی، من اسمه معاذ بن جبل الانصاری، ج۱۲ص۸۰، رقم: ۱۶۹۰۷)

شرح حدیث: اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رضا کی خاطر

حضرتِ سیِّدُ نا محمد بن داؤد علیہ رحمۃ اللہ الودود فرماتے ہیں: میں نے حضرتِ سیِّدُ نا ابوبکر قُوطی اور حضرت سیِّدُ نا عُمر و بن آدمی علیہما رحمۃ اللہ القوی کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ہم دونوں، اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رضا کی خاطر ایک دوسرے سے محبت کرتے تھے۔

ایک مرتبہ ہم عروس البلاد (بغداد شریف) سے کوفہ کی جانب روانہ ہوئے۔ راستے میں ایک جگہ دو خونخوار درندے بیٹھے ہوئے تھے۔

حضرت سیِّدُ نا ابوبکر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: میں نے ابوعمرو رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے کہا: اے ابوعمرو! میں عمر میں تجھ سے بڑا ہوں تم میرے پیچھے چلو میں آگے چلتا ہوں تاکہ اگر یہ خونخوار درندے حملہ کریں تو میں ان کی زَد میں آجاؤں اور تم بچ جاؤ۔ حضرت سیِّدُ نا ابوعمرو رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کہا: اگر میں نے ایسا کیا تو میرا ضمیر مجھے کبھی معاف نہیں کریگا۔ میں ہرگز ایسا نہیں کرسکتا۔ آؤ ہم دونوں ایک ساتھ چلتے ہیں اگر خدانخواستہ کوئی حادثہ پیش آیا تو ہم دونوں کو ہی آئے گا۔ چنانچہ ہم چلے اور درندوں کے درمیان سے گزر گئے۔ حملہ تو کُجا انہوں نے حرکت تک نہ کی۔

ابن جُہضَم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: دوستی کا یہی تقاضا ہے کہ کسی بھی حالت میں دوست کو تکلیف نہ پہنچنے دے۔

(عیون الحکایات مؤلف: امام ابوالفرج عبدالرحمن بن علی جوزی علیہ رحمۃ اللہ القوی صفحہ ۱۶۔۱۷)

طشت والے فرشتے

ایک صوفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا قول ہے کہ اس نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے گرد فقراء کی ایک جماعت ہے، وہ اسی حال میں تھے کہ دو فرشتے آسمان سے اترے ایک کے ہاتھ میں طشت تھا اور دوسرے کے ہاتھ میں لوٹا۔ طشت والے فرشتے نے طشت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے رکھ دیا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ہاتھ دھوئے پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے حکم پر فقراء نے بھی ہاتھ دھوئے اس کے بعد طشت میرے (یعنی خواب دیکھنے والے صوفی کے) سامنے رکھا گیا تو ایک فرشتے نے دوسرے فرشتے سے کہا کہ اس کے ہاتھ پر پانی نہ ڈالو کیونکہ یہ ان حضرات میں سے نہیں ہے تو میں نے عرض کی یارسول اللہ! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کیا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے یہ مروی نہیں ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اَلْمَرْءُ مَعَ

مَنْ اَحَبَّ۔ (صحیح مسلم، کتاب البر... الخ، باب المرء مع من احب، الحدیث: ۲۶۴۰، ص ۱۴۲۰)

ترجمہ: انسان اس کے ساتھ ہوگا جس سے وہ محبت کرے۔

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہٖ وسلم نے فرمایا: کیوں نہیں! میں نے عرض کی کہ میں بھی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہٖ وسلم سے اور ان فقراء سے محبت رکھتا ہوں اس پر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہٖ وسلم نے فرمایا کہ اس کے ہاتھ پر بھی پانی ڈالو کیونکہ یہ ان ہی میں سے ہے۔ (الرسالۃ القشیریۃ، رؤیا القوم، ص ۴۲۱)

ایسا ماحول بنانا چاہیے جس میں تمامی شرکاء کا اٹھنا بیٹھنا آپس میں ملاقات کرنا اور ایک دوسرے سے محبت رکھنا فقط اللہ عزوجل کی رضا و خوشنودی کے لئے ہو اور جس میں افضلیت و برتری کی بنیاد کسی کے حسن و جمال، کسی کی دولت وثروت اور کسی کے حسب نسب پر نہ ہو بلکہ زہد و تقویٰ پر قائم ہو۔

(386) وَعَنْ اَبِيْ كَرِيْمَةَ الْمِقْدَادِ بْنِ مَعْدِيْكَرِبَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: اِذَا اَحَبَّ الرَّجُلُ اَخَاهُ، فَلْيُخْبِرْهُ اَنَّهُ يُحِبُّهُ رَوَاهُ اَبُوْ دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ۔

حضرت ابوکریمہ مقداد بن معدی کرب ﷛ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جب آدمی اپنے بھائی سے محبت کرے تو اس کو بتا دے کہ وہ اس سے محبت کرتا ہے۔ اسے ابوداؤد اور ترمذی نے روایت کیا اور کہا یہ حدیث صحیح ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد، باب اخبار الرجل الرجل بمحبته ایاہ، ج۴، ص۴۹۵، رقم: ۵۱۲۶، سنن ترمذی، باب ما جاء فی اعلام الحب، ج۴، ص۵۹۹، رقم: ۲۳۹۲، کتاب الاخوان لابی بکر الدنیا، ص۱۷۰، رقم: ۶۵، مجمع الزوائد للهیثمی، باب من احب احدا فلیعلمه، ج۱۰، ص۵۰۰، رقم: ۱۸۰۳۳، الادب المفرد للبخاری، باب اذا احب الرجل اخاه فلیعلمه، ص۱۹۱، رقم: ۵۴۳)

شرح حدیث: چاند جیسا نورانی چہرہ

حضرت سیدنا یوسف بن حسین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: میں نے حضرت سیدنا ذوالنون مصری علیہ رحمۃ اللہ القوی کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ایک مرتبہ میں لبنان کی پہاڑیوں میں رات کے وقت سفر پر تھا، چلتے چلتے مجھے ایک درخت نظر آیا جس کے قریب ایک خیمہ نما جھونپڑی تھی۔ یکایک اس جھونپڑی سے ایک حسین وجمیل نوجوان نے اپنا چاند جیسا نورانی چہرہ باہر نکالا اور کہنے لگا: اے میرے پروردگار عزوجل! میرا دل ہر حال میں (چاہے خوشی ہو یا غمی) اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ تیری ہی ذات ایسی ہے جو تمام صفاتِ کمالیہ سے متصف ہے (یعنی تمام فضیلتیں اور عظمتیں تیرے ہی لئے ہیں) میرا دل اس بات کی گواہی کیوں نہ دے، حالانکہ میرے دل میں تیرے سوا اور کسی کی محبت سمائی ہی نہیں، میں تو بس تجھ ہی سے محبت کرتا ہوں، افسوس! صد ہزار افسوس! ان لوگوں پر جنہوں نے تجھ سے محبت نہ کی، اور کوتاہی کرتے رہے۔

پھر اس نوجوان نے اپنا نورانی چہرہ جھونپڑی میں داخل کرلیا۔ میں اس کی باتیں سن کر بڑا حیران ہوا، اور مجھے اس کی

باتیں بھول گئیں، میں وہیں حیران و پریشان کھڑا رہا یہاں تک کہ فجر کا وقت ہوگیا، اس نوجوان نے پھر اپنا نور بار چہرہ جھونپڑی سے باہر نکالا، اور چاند کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا: اے میرے معبودِ حقیقی عزوجل! تیرے ہی نور سے زمین و آسمان روشن ہیں، تیرا ہی نور اندھیروں کو ختم کرتا ہے اور اسی سے ہر جگہ اُجالا ہوتا ہے، اے میرے پاک پروردگار عزوجل! تیرا جلوہ ہماری آنکھوں سے حجاب میں ہے، اور تیری معرفت اہلِ معرفت کو حاصل ہوتی ہے، اے میرے رحیم و کریم مالک عزوجل! میں اس رنج و غم کی حالت میں صرف تجھ ہی سے التجاء کرتا ہوں کہ تو مجھ پر کرم کی ایسی نظر فرما جیسی اپنے فرمانبردار بندوں پر ڈالتا ہے۔

حضرت سیدنا ذوالنون مصری علیہ رحمۃ اللہ القوی فرماتے ہیں: جب میں نے نوجوان کی یہ باتیں سنیں، تو مجھ سے نہ رہا گیا اور میں اس کے پاس گیا اسے سلام کیا، اس نے جواب دیا، میں نے کہا: اے نوجوان! اللہ عزوجل تجھ پر رحم فرمائے، میں تجھ سے ایک سوال کرنا چاہتا ہوں۔ نوجوان نے کہا: نہیں، تو مجھ سے سوال نہ کر۔ میں نے کہا: تو مجھے سوال کرنے سے کیوں منع کر رہا ہے؟ اس نے کہا: اس لئے کہ ابھی تک میرے دل سے تیرا رعب نہیں نکلا، میں ابھی تک تجھ سے خوفزدہ ہوں۔ میں نے کہا: اے نیک سیرت نوجوان! میں نے ایسی کونسی حرکت کی جس نے تجھے خوفزدہ کر دیا ہے؟ وہ نوجوان کہنے لگا: تم کام (یعنی عبادت) کے دنوں میں بے کار پھر رہے ہو، اور آخرت کی تیاری کے لئے کچھ بھی عمل نہیں کر رہے، اے ذوالنون مصری علیہ رحمۃ اللہ القوی تم نے صرف اچھے گمان پر تکیہ کیا ہوا ہے۔

حضرت سیدنا ذوالنون مصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: میں اس نوجوان کی یہ باتیں سن کر بے ہوش ہوگیا اور زمین پر گر پڑا، میں کافی دیر بے ہوش رہا، پھر سورج کی تیز دھوپ کی وجہ سے مجھے ہوش آیا، میں نے اپنا سر اٹھا کر دیکھا تو بڑا حیران ہوا کہ اب میرے سامنے نہ تو کوئی درخت ہے نہ جھونپڑی اور نہ ہی وہ نوجوان۔ یہ سب چیزیں نہ جانے کہاں غائب ہوگئیں، میں کافی دیر اسی طرح حیران و پریشان وہاں کھڑا رہا، اس نوجوان کی باتیں اب تک میرے دل و دماغ میں گھوم رہی ہیں، پھر میں اپنے سفر پر روانہ ہوگیا۔

(عیون الحکایات مؤلف: امام ابوالفرج عبدالرحمن بن علی جوزی علیہ رحمۃ اللہ القوی صفحہ ۱۷۸)

سات خوش نصیب

سات قسم کے آدمیوں کو اس دن اللہ (عزوجل) سایہ عطا فرمائے گا جس دن اس کے سائے کے علاوہ کوئی سایہ نہ ہوگا۔ (۱) انصاف کرنے والا حکمران (۲) وہ نوجوان جو اللہ (عزوجل) کی فرمانبرداری میں پروان چڑھا (۳) وہ شخص جو مسجد سے نکلے تو واپسی تک اس کا دل مسجد ہی میں لگا رہے (۴) وہ دو آدمی جو اللہ (عزوجل) کے لئے محبت کرتے ہیں اسی پر اکٹھے ہوتے ہیں اور اسی پر جدا ہوتے ہیں (۵) وہ شخص جو علیحدگی میں اللہ (عزوجل) کو یاد کرتا ہے تو اس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوتے ہیں (۶) وہ مرد جسے کوئی خوبصورت اور خاندانی عورت (گناہ کی طرف) بلاتی ہے تو وہ کہتا ہے میں اللہ

(عزوجل) سے ڈرتا ہوں (۷) اور وہ آدمی جو صدقہ دیتا ہے تو اسے اس طرح چھپا کر دیتا ہے کہ اس کے بائیں ہاتھ کو بھی معلوم نہیں ہوتا کہ دائیں ہاتھ نے کیا خرچ کیا ہے۔ (صحیح بخاری جلد اول ص ۱۹۱ کتاب الزکوٰۃ)

رسول اکرم نبی محتشم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

جو شخص اللہ (عزوجل) کی رضا کی خاطر کسی دوسرے شخص سے اس کی ملاقات کا شوق اور رغبت کرتے ہوئے اس سے ملاقات کرتا ہے تو اس کے پیچھے سے ایک فرشتہ آواز دیتا ہے کہ تو پاک ہوا، تیرا چلنا پاک ہے اور تیرے لئے پاکیزہ جنت ہے۔ (جامع ترمذی ص ۲۹۴ ابواب البر)

محبوب کردگار سرکار والاتبار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔

ایک شخص اپنے ایک دینی بھائی سے ملاقات کے لئے گیا تو اللہ (عزوجل) نے اس کے راستے میں ایک فرشتہ بٹھا دیا، اس نے پوچھا کہاں جا رہے ہو؟ اس نے جواب دیا فلاں بھائی سے ملاقات کے لئے جا رہا ہوں، اس نے پوچھا اس سے کوئی کام ہے اس نے جواب دیا نہیں، فرشتے نے پوچھا تمہارے درمیان کوئی رشتہ داری ہے؟ اس نے کہا نہیں، پوچھا اس نے تم پر کوئی احسان کیا ہے؟ اس نے جواب دیا نہیں۔ اس نے پوچھا تو پھر کیوں اس سے ملاقات کر رہے ہو؟ اس نے کہا میں اللہ (عزوجل) کے لئے اس سے محبت کرتا ہوں۔ فرشتے نے کہا اللہ (عزوجل) نے مجھے تمہاری طرف بھیجا ہے اور وہ تمہیں مطلع کرتا ہے کہ وہ (اللہ عزوجل) تم سے محبت کرتا ہے اور اس نے تمہارے لئے جنت واجب کر دی ہے۔

(صحیح مسلم جلد ۲ ص ۳۱۷ کتاب البر)

(387) وَعَنْ مُعَاذٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَخَذَ بِيَدِهٖ، وَقَالَ: يَا مُعَاذُ، وَاللّٰهِ، اِنِّيْ لَاُحِبُّكَ، ثُمَّ اُوْصِيْكَ يَا مُعَاذُ لَا تَدَعَنَّ فِيْ دُبُرِ كُلِّ صَلَاةٍ تَقُوْلُ: اَللّٰهُمَّ اَعِنِّيْ عَلٰى ذِكْرِكَ، وَشُكْرِكَ، وَحُسْنِ عِبَادَتِكَ حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ، رَوَاهُ اَبُوْ دَاوُدَ وَالنَّسَائِيُّ بِاِسْنَادٍ صَحِيْحٍ.

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا: اے معاذ اللہ کی قسم! میں تجھ سے محبت کرتا ہوں پھر تمہیں وصیت کرتا ہوں۔ اے معاذ! ہر نماز کے بعد یہ کہنا ترک نہ کرنا۔ اے اللہ! اپنے ذکر و شکر اور اچھی عبادت پر میری مدد فرما۔ یہ حدیث صحیح ہے۔ اسے ابوداؤد اور نسائی نے اسناد صحیح کے ساتھ روایت کیا ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد، باب فی الاستغفار، ج۱ص۵۶۱، رقم: ۱۵۲۲ السنن الکبریٰ للنسائی، باب الحث علی قول رب اعنی علی ذکرک، ج۶ص۳۲، رقم: ۹۹۳۷ السنن الصغریٰ للبیہقی، باب استعانۃ العبد بمعبودہ علی حسن عبادتہ، ج۱ص۹، رقم: ۱۸ المستدرک للحاکم، باب التأمین، ج۱ص۴۰۷، رقم: ۱۰۱۰ المعجم الکبیر للطبرانی، من اسمہ معاذ بن جبل الانصاری، ج۱۳ص۶۰، رقم: ۱۶۸۶۷)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اس سے معلوم ہوا کہ جس سے محبت ہو اسے خبر دے دے جیسا کہ بعض احادیث میں صراحتًا آیا ہے ورنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کسی کے دلی حالات اور محبت وعدوات سے بے خبر نہیں۔ حضور علیہ السلام فرماتے ہیں کہ احد پہاڑ ہم سے محبت کرتا ہے ہم اس سے محبت کرتے ہیں جنہیں پتھر کے دل کا حال معلوم ہے کیا انہیں انسانوں کے دل کا حال معلوم نہ ہو گا۔

(مرآۃ المناجیح، ج۲،ص ۱۷۵)

حضرتِ سیدنا نوح علیہ السلام کی وصیت

حضرتِ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آقائے مظلوم، سرورِ معصوم، حسنِ اخلاق کے پیکر، نبیوں کے تاجور، مَحبوبِ رَبِّ اکبر صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہٖ وسلّم نے فرمایا، کیا میں تمہیں نہ بتاؤں کہ حضرتِ سیدنا نوح علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو کیا نصیحت فرمائی تھی؟ صحابہ کرام علیھم الرضوان نے عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ضرور بتایئے۔ فرمایا، حضرتِ سیدنا نوح علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا، بیٹا! میں تمہیں دو باتوں کی وصیت کرتا ہوں اور دو باتوں سے منع کرتا ہوں، تمہیں لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہنے کی وصیت کرتا ہوں کیونکہ اگر اسے ایک پلڑے میں رکھا جائے اور دوسرے میں زمین وآسمان کو رکھ دیا جائے تو یہ کلمہ ان دونوں پر غالب آجائے گا، اور اگر زمین وآسمان اس کیلئے حلقہ بن جائیں تو یہ انہیں توڑ کر اللہ عزوجل تک پہنچنے میں کامیاب ہو جائے گا۔

جبکہ ایک روایت میں ہے کہ میں تم کو لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہنے کا حکم دیتا ہوں کیونکہ اگر زمین وآسمان اور جو کچھ اس میں ہے ایک پلڑے میں اور لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ دوسرے پلڑے میں رکھا جائے تو یہ کلمہ ان سب پر غالب آجائے گا اور اگر زمین وآسمان اور جو کچھ اس میں ہے اس کیلئے حلقہ بن جائیں تو یہ انہیں توڑ دے گا، اور میں تمہیں سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ کہنے کا حکم دیتا ہوں کیونکہ یہی ہر چیز کی تسبیح ہے اور اسی کے سبب ہر چیز کو رزق دیا جاتا ہے۔

(الترغیب والترہیب، کتاب الذکر والدعاء، باب الترغیب فی قول لاالٰہ الا اللہ، رقم ۲۰، ج۲،ص ۲۶۹)

(388) وَعَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْهُ: اَنَّ رَجُلًا كَانَ عِنْدَ النَّبِيِّ، صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَمَرَّ رَجُلٌ بِهٖ، فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، اِنِّيْ لَاُحِبُّ هٰذَا، فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ءَ اَعْلَمْتَهٗ؟ قَالَ: لَا. قَالَ: اَعْلِمْهُ فَلَحِقَهٗ، فَقَالَ: اِنِّيْ اُحِبُّكَ فِي اللّٰهِ، فَقَالَ: اَحَبَّكَ الَّذِيْ اَحْبَبْتَنِيْ لَهٗ. رَوَاهُ اَبُوْ دَاوُدَ بِاِسْنَادٍ صَحِيْحٍ.

حضرت انس ﷜ سے روایت ہے ایک آدمی نبی اکرم ﷺ کے پاس بیٹھا تھا ان کے پاس سے ایک اور آدمی گزرا (بیٹھے ہوئے) اس آدمی نے عرض کیا: یارسول اللہ! میں اس سے محبت کرتا ہوں فرمایا تو نے اسے بتایا ہے کہا نہیں فرمایا اس کو بتا' تو اس کے پاس پہنچ کر انہوں نے اسے بتایا کہ میں تم سے اللہ کے لیے محبت کرتا ہوں تو اس نے کہا تم سے اللہ تعالیٰ محبت کرے جس

کی وجہ سے تم مجھ سے محبت کرتے ہو۔ ابوداؤد نے اسے اسنادِ صحیح کے ساتھ روایت کیا ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد، باب اخبار الرجل بمحبته اياه، ج۴ص۴۹۵، رقم: ۵۱۲۷، السنن الكبرىٰ للنسائی، باب ما يقول لاخيه اذا قال انى لاحبك، ج٦ص٥٤، رقم: ١٠٠١٠، صحيح ابن حبان، باب الصحبة والمجالسة، ج٢ص٣٢٨، رقم: ٥٦٩، مسند امام احمد، مسند انس بن مالك، ج٣ص١٤٠، رقم: ١٢٤٥٣، مصنف عبدالرزاق، باب المرء مع من احب، ج١١ص٢٠٠، رقم: ٢٠٣١٩)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اپنے اعمال صالحہ کی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دینا سنت صحابہ ہے اس سے اعمال زیادہ قبول ہوتے ہیں۔

اس کو بتادو کہ میں تجھ سے محبت کرتا ہوں اور محبت بھی خالصًا لوجہ اللہ ہے تاکہ اس کے دل پر تمہاری اسی محبت کا اثر ہو اور وہ بھی تم سے محبت کرنے لگے اور محبت موالاۃ بن جاوے ظاہر ہے کہ موالات محبت سے قوی تر ہے (پھر جب) اس پہلے شخص نے اس دوسرے شخص کو خبر دی حضور کے حکم پر عمل کرتے ہوئے۔ خیال رہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ حکم وجوبی نہیں استحبابی ہے کہ محبت کی خبر دینا واجب نہیں ہوسکتا ہے کہ اس کے لیے وجوبی ہو۔

سبحان اللہ! اس خبر دینے کا یہ نتیجہ ہوا یقین ہے کہ اس کے دل میں بھی اس سے محبت پیدا ہوگئی ہوگی غالبًا اس شخص نے اس دوسرے شخص کا تقویٰ عبادات اسلام پر پختگی وغیرہ دیکھ کر اس سے محبت کی تھی لہذا یہ محبت فی اللہ تھی۔

یعنی (جب) تم نے اس شخص سے محض اللہ واسطے محبت کی ہے اس محبت میں کوئی دنیاوی لالچ نہیں اس لیے تمہاری یہ محبت بھی عبادت ہے۔ احتساب بنا ہے حسب سے جیسے اعتداد عدد سے حسب کے لفظی معنی ہیں حساب لگانا یا گمان کرنا احتساب کے معنی ہیں اجر طلب کرنا اللہ کی رضا چاہنا۔ (مراٰۃ المناجیح، ج٦، ص٥٨٤)

47-بَابُ عَلَامَاتِ حُبِّ اللّٰهِ تَعَالٰى لِلْعَبْدِ وَالْحَثِّ عَلَى التَّخَلُّقِ بِهَا وَالسَّعْيِ فِيْ تَحْصِيْلِهَا

بندے سے اللہ کی محبت کی علامت اور علامات حاصل کرنے کی محبت وکوشش

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْلَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ) (آل عمران: 31).

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: (اے حبیب!) کہہ دیجئے اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری اتباع کرو، تمہیں اللہ تعالیٰ محبوب بنالے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا اور اللہ بہت بخشنے والا مہربان ہے۔

شرح: حضرتِ صدرالاَفاضِل سیِّدُنا مولٰینا محمد نعیم الدین مُرادآبادی علیہ رحمۃ اللہ الھادی خزائن العرفان میں اس کے تحت لکھتے ہیں:

اس آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ کی محبّت کا دعوٰی جب ہی سچا ہو سکتا ہے جب آدمی سیّد عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا متبع ہو اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت اختیار کرے۔

شانِ نزول: حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قریش کے پاس ٹھہرے جنہوں نے خانہ کعبہ میں بت نصب کئے تھے اور انہیں سجا سجا کر ان کو سجدہ کر رہے تھے حضور نے فرمایا اے گروہِ قریش خدا کی قسم تم اپنے آباء حضرت ابراہیم اور حضرت اسمٰعیل کے دین کے خلاف ہو گئے قریش نے کہا ہم ان بتوں کو اللہ کی محبت میں پوجتے ہیں تا کہ یہ ہمیں اللہ سے قریب کریں اس پر یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی اور بتایا گیا کہ محبّتِ الٰہی کا دعوٰی سیّد عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے اتباع وفرماں برداری کے بغیر قابلِ قبول نہیں جو اس دعوے کا ثبوت دینا چاہے حضور کی غلامی کرے اور حضور نے بت پرستی کو منع فرمایا تو بت پرستی کرنے والا حضور کا نافرمان اور محبّتِ الٰہی کے دعوٰی میں جھوٹا ہے۔ (خزائن العرفان)

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَنْ يَّرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَسَوْفَ يَأْتِي اللّٰهُ بِقَوْمٍ يُّحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗ اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اَعِزَّةٍ عَلَى الْكَافِرِيْنَ يُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا يَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَائِمٍ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاءُ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ﴾ (المائدة: 54)

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اے اہل ایمان تم میں سے جو اپنے دین سے پھر گیا (تو اللہ کو اس کی پرواہ نہیں) پھر عنقریب اللہ تعالیٰ ایسے لوگ لائے گا جن سے وہ محبت فرماتا ہے اور وہ اس سے محبت کرتے ہوں گے۔ ایمان داروں کے لیے نرم اور کفار کے خلاف سخت ہوں گے۔ اللہ کے راستے میں جہاد کریں گے اور ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہ ڈریں گے یہ اللہ کا فضل ہے، جسے چاہتا ہے، عطا فرماتا ہے اور اللہ تعالیٰ وسعت والا علم والا ہے۔

شرح: حضرتِ صدر الأفاضل سیّدُنا مولٰینا محمد نعیم الدین مُراد آبادی علیہ رحمۃ اللہ الہادی خزائن العرفان میں اس کے تحت لکھتے ہیں:

یہ صفت جن کی ہے وہ کون ہیں اس میں کئی قول ہیں۔ حضرت علی مرتضٰی وحسن وقتادہ نے کہا کہ یہ لوگ حضرت ابوبکر صدیق اور ان کے اصحاب ہیں جنہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مرتد ہونے اور زکوٰۃ سے منکر ہونے والوں پر جہاد کیا۔ عیاض بن غنم اشعری سے مروی ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوموسیٰ اشعری کی نسبت فرمایا کہ یہ ان کی قوم ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ لوگ اہلِ یمن ہیں جن کی تعریف بخاری ومسلم کی حدیثوں میں آئی ہے۔ سدی کا قول ہے کہ یہ لوگ انصار ہیں جنہوں نے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کی اور ان اقوال میں

کچھ منافات نہیں کیونکہ ان سب حضرات کا ان صفات کے ساتھ متصف ہونا صحیح ہے۔ (خزائن العرفان)

(389) وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى قَالَ: مَنْ عَادٰى لِيْ وَلِيًّا، فَقَدْ اٰذَنْتُهٗ بِالْحَرْبِ، وَمَا تَقَرَّبَ إِلَيَّ عَبْدِيْ بِشَيْءٍ أَحَبَّ إِلَيَّ مِمَّا افْتَرَضْتُ عَلَيْهِ، وَمَا يَزَالُ عَبْدِيْ يَتَقَرَّبُ إِلَيَّ بِالنَّوَافِلِ حَتّٰى أُحِبَّهٗ، فَإِذَا أَحْبَبْتُهٗ، كُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِيْ يَسْمَعُ بِهٖ، وَبَصَرَهُ الَّذِيْ يُبْصِرُ بِهٖ، وَيَدَهُ الَّتِيْ يَبْطِشُ بِهَا، وَرِجْلَهُ الَّتِيْ يَمْشِيْ بِهَا وَإِنْ سَأَلَنِيْ أَعْطَيْتُهٗ، وَلَئِنِ اسْتَعَاذَنِيْ لَأُعِيْذَنَّهٗ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ۔

حضرت ابوہریرہ ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: جس نے میرے کسی ولی سے دشمنی کی میں اُس سے جنگ کا اعلان کرتا ہوں میرا بندہ فرائض سے بڑھ کر کسی اور چیز کے ساتھ میرا قرب نہیں پاتا' نوافل کے ذریعہ میرا بندہ قرب حاصل کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ میں اس کو محبوب بنالیتا ہوں جس وقت میں اس کو محبوب بنا لیتا ہوں تو میں اس کے کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور میں اس کی آنکھیں بن جاتا ہوں جن سے وہ دیکھتا ہے اور اس کے ہاتھ بن جاتا ہوں جن سے وہ پکڑتا ہے اور اس کا پاؤں بن جاتا ہوں جن سے چلتا ہے اور اگر وہ مجھ سے سوال کرے تو میں اس کو عطا کروں گا اور اگر وہ پناہ چاہے' تو میں اس کو پناہ دوں گا۔ (بخاری)

مَعْنٰى اٰذَنْتُهٗ: أَعْلَمْتُهٗ بِأَنِّيْ مُحَارِبٌ لَّهٗ. وَقَوْلُهٗ: اسْتَعَاذَنِيْ رُوِيَ بِالْبَاءِ وَرُوِيَ بِالنُّوْنِ۔

اٰذنتہ: کا معنیٰ ہے میں اُس سے جنگ کا اعلان کرتا ہوں۔ استعاذنی: باء اور نون دونوں روایت کیے گئے ہیں معنیٰ ہے مجھ سے پناہ طلب کرے۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب التواضع، ج ۴ ص ۲۴۸، رقم: ۶۱۳۷، مصنف عبدالرزاق، باب المفروض من الاعمال والنوافل، ج ۱۱ ص ۱۹۲، رقم: ۲۰۳۰۱، جامع معمر بن راشد، باب المفروض من الاعمال والنوافل، ص ۲۰۳، رقم: ۹۱۴، سنن الکبریٰ للبیہقی، باب الخروج من الظالم والتقرب الی اللہ تعالیٰ، ج ۳ ص ۳۴۶، رقم: ۶۶۲۲، صحیح ابن حبان، باب ما جاء فی الطاعات، ج ۱ ص ۱۵۸، رقم: ۳۴۷)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

ولی اللہ وہ بندہ ہے جس کا اللہ تعالیٰ والی وارث ہو گیا کہ اسے ایک آن کے لیے بھی اس کے نفس کے حوالے نہیں کرتا بلکہ خود اس سے نیک کام لیتا ہے، رب تعالیٰ فرماتا ہے: وَهُوَ يَتَوَلَّى الصّٰلِحِيْنَ۔ اور وہ بندہ ہے جو خود رب تعالیٰ کی عبادت کا متولی ہو جائے، پہلی قسم کے ولی کا نام مجذوب یا مراد ہے اور دوسرے کا نام سالک یا مرید ہے وہاں ہر مراد مرید ہے اور ہر

مرید مراد فرق صرف ابتداء میں ہے یہ مقام قال سے وراء ہے حال سے معلوم ہو سکتا ہے (اور رب تعالیٰ کا فرمان) جو میرے ایک ولی کا دشمن ہے وہ مجھ سے جنگ کرنے کو تیار ہو جائے، خدا کی پناہ۔ یہ کلمہ انتہائی غضب کا ہے صرف دو گناہوں پر بندے کو رب تعالیٰ کی طرف سے اعلان جنگ دیا گیا ہے ایک سود خوار دوسرے دشمن اولیاء رب تعالیٰ فرماتا ہے: فَأْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ۔ علماء فرماتے ہیں کہ ولی کا دشمن کافر ہے اور اس کے کفر پر مرنے کا اندیشہ ہے۔ (مرقات) خیال رہے کہ ایک ہے ولی اللہ سے اس لیے عداوت و عناد کہ ولی اللہ ہے یہ تو کفر ہے اسی کا یہاں ذکر ہے اور ایک ہے کسی ولی سے اختلاف رائے یہ نہ کفر ہے نہ فسق لہذا اس حدیث کی بناء پر یوسف علیہ السلام کے بھائی اور وہ صحابہ جن کی آپس میں لڑائیاں رہیں ان کو برا نہیں کہا جا سکتا کہ وہاں اختلاف رائے تھا عناد نہ تھا۔ عناد و اختلاف میں بڑا فرق ہے، اس کے لیے ہماری کتاب امیر معاویہ دیکھئے حتی کہ حضرت سارا کو اس بنا پر برا نہیں کہا جا سکتا کہ انہوں نے حضرت ہاجرہ و اسمٰعیل علیہما السلام کی مخالفت کی، اس لیے یہاں عادی فرمایا خالف نہ فرمایا اور ولیاً فرمایا ولی اللہ نہ فرمایا۔

(اور رب تعالیٰ کے فرمان کا مفہوم کہ) مجھ تک پہنچنے کے بہت ذریعہ ہیں، مگر ان تمام ذرائع سے زیادہ محبوب ذریعہ ادائے فرائض ہے اسی لیے صوفیاء فرماتے ہیں کہ فرائض کے بغیر نوافل قبول نہیں ہوتے ان کا ماخذ یہ حدیث ہے افسوس ان لوگوں پر جو فرض عبادات میں سستی کریں اور نوافل پر زور دیں اور ہزار افسوس ان پر جو بھنگ، چرس حرام گانے بجانے کو خدا رسی کا ذریعہ سمجھے نماز روزے کے قریب نہ جائیں۔

بندہ مسلمان فرض عبادات کے ساتھ نوافل بھی ادا کرتا رہتا ہے حتی کہ وہ میرا پیارا ہو جاتا ہے کیونکہ وہ فرائض و نوافل کا جامع ہوتا ہے۔ (مرقات) اس کا مطلب یہ نہیں کہ فرائض چھوڑ کر نوافل ادا کرے محبت سے مراد کامل محبت ہے اور اس عبارت کا یہ مطلب نہیں کہ خدا تعالیٰ ولی میں حلول کر جاتا ہے جیسے کوئلہ میں آگ یا پھول میں رنگ و بو کہ خدا تعالیٰ حلول سے پاک ہے اور یہ عقیدہ کفر ہے بلکہ اس کے چند مطلب ہیں: ایک یہ کہ ولی اللہ کے یہ اعضاء گناہ کے لائق نہیں رہتے ہمیشہ ان سے ٹھیک کام ہی سرزد ہوتے ہیں اس پر عبادات آسان ہوتی ہے گویا ساری عبادتیں اس سے میں کرا رہا ہوں یا یہ کہ پھر وہ بندہ ان اعضاء کو دنیا کے لیے استعمال نہیں کرتا، صرف میرے لیے استعمال کرتا ہے ہر چیز میں مجھے دیکھتا ہے ہر آواز میں میری آواز سنتا ہے، یا یہ کہ وہ بندہ فنافی اللہ ہو جاتا ہے جس سے خدائی طاقتیں اس کے اعضاء میں کام کرتی ہیں اور وہ ویسے کام کر لیتا ہے جو عقل سے وراء ہیں حضرت یعقوب علیہ السلام نے کنعان میں بیٹھے ہوئے مصر سے چلی ہوئی قمیص یوسفی کی خوشبو سونگھ لی، حضرت سلیمان علیہ السلام نے تین میل کے فاصلہ سے چیونٹی کی آواز سن لی حضرت آصف برخیا نے پلک جھپکنے سے پہلے یمن سے تخت بلقیس لا کر شام میں حاضر کر دیا۔ حضرت عمر نے مدینہ منورہ سے خطبہ پڑھتے ہوئے نہاوند تک اپنی آواز پہنچا دی۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے قیامت تک کے واقعات بچشم ملاحظہ فرما لیے۔ یہ سب اسی طاقت کے کرشمے ہیں آج نار کی طاقت سے ریڈیو تار، وائرلیس ٹیلی ویژن عجیب کرشمے دکھا رہے ہیں تو نور کی طاقت کا کیا پوچھنا اس حدیث

سے وہ لوگ عبرت پکڑیں جو طاقت اولیاء کے منکر ہے، بعض صوفیاء جوش میں سبحانی ما اعظم شانی کہہ گئے بعض نے کہا مافی جبتی الا اللہ یہ سب اسی فنا کے آثار تھے، مولانا فرماتے ہیں۔ شعر

چوں روا باشد انا اللہ از درخت کے روانہ بود کہ گوید نیک بخت

یعنی وہ بندہ مقبول الدعاء بن جاتا ہے کہ مجھ سے خیر مانگے یا شر سے پناہ میں اس کی ضرور سنتا ہوں۔ معلوم ہوا کہ اولیاء رب تعالیٰ کی پناہ میں رہتے ہیں تو جو شخص ان سے دعا کرائے اس کی قبول ہوگی اور جو ان کی پناہ میں آئے وہ رب کی پناہ میں آجائے گا، مولانا جامی فرماتے ہیں۔ شعر

یارسول اللہ بدرگاہت پناہ آوردہ ام ہمچو کاہے آدم کوہے گناہ آوردہ ام

سبحان اللہ! کیا ناز و انداز والا کلام ہے یعنی میں رب ہوں اور اپنے کسی فیصلہ میں کبھی نہ توقف کرتا ہوں نہ تامل، جو چاہوں حکم کروں، مگر ایک موقعہ پر ہم توقف و تامل فرماتے ہیں وہ یہ کہ کسی ولی کا وقت موت آجائے اور وہ ولی ابھی مرنا نہ چاہے تو ہم اسے فوراً نہیں مار دیتے بلکہ اسے اولاً موت کی طرف مائل کر دیتے ہیں جنت اور وہاں کی نعمتیں اسے دکھا دیتے ہیں اور بیماریاں پریشانیاں اس پر نازل کر دیتے ہیں جس سے اس کا دل دنیا سے متنفر ہو جاتا ہے اور آخرت کا مشتاق پھر وہ خود آنا چاہتا ہے اور خوش خوش ہنستا ہوا ہمارے پاس آتا ہے، یہاں تردد کے معنے حیرانی و پریشانی نہیں کہ وہ بے علمی سے ہوتی ہے رب تعالیٰ اس سے پاک ہے بلکہ مطلب وہ ہے جو فقیر نے عرض کیا موسیٰ علیہ السلام کی وفات کا واقعہ اس حدیث کی تفسیر ہے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ انبیاء کرام کو موت و زندگی کا اختیار دیا جاتا ہے وہ حضرات اپنے اختیار سے خوشی خوشی موت قبول کرتے ہیں اور یار خنداں رود بجانب یار کا ظہور ہوتا ہے ڈاکٹر اقبال کہتے ہیں۔ شعر

نشان مرد مؤمن با تو گویم چوں قضاء آید تبسم برلب اوست

غرضیکہ ہماری موت تو چھوٹنے کا دن ہے اور اولیاء انبیاء کی وفات پیاروں سے ملنے کا دن اسی لیے ان کی موت کے دن کو عرس یعنی شادی کا دن کہا جاتا ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے ارادہ مشیت، رضا کراہت میں بہت فرق ہے بعض چیزیں رب تعالیٰ کو ناپسند ہیں مگر ان کا ارادہ ہے بعض چیزیں پسند ہیں مگر ان کا ارادہ نہیں۔

(مرآۃ المناجیح، ج ۳، ص ۳۹۰)

(390) وَعَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: إِذَا أَحَبَّ اللّٰهُ تَعَالَى الْعَبْدَ، نَادَى جِبْرِيْلَ: إِنَّ اللّٰهَ تَعَالَى يُحِبُّ فُلَانًا، فَأَحْبِبْهُ، فَيُحِبُّهُ جِبْرِيْلُ، فَيُنَادِيْ فِيْ أَهْلِ السَّمَاءِ: إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ فُلَانًا، فَأَحِبُّوْهُ، فَيُحِبُّهُ أَهْلُ السَّمَاءِ، ثُمَّ يُوضَعُ لَهُ

انہی سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جب اللہ کسی بندے سے محبت فرماتا ہے۔ تو جبریل کو پکارتا ہے۔ بے شک کہ اللہ فلاں سے محبت کرتا ہے۔ تو بھی اس سے محبت کر تو اس سے جبریل محبت کرتے ہیں پھر جبرئیل علیہ السلام اہل آسمان میں اعلان کرتے ہیں

الْقَبُوْلُ فِي الْاَرْضِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

کہ اللہ تعالیٰ فلاں سے محبت کرتا ہے تم اس سے محبت کرو پھر اس کی قبولیت زمین میں رکھ دی جاتی ہے۔

(متفق علیہ)

وَفِي رِوَايَةٍ لِّمُسْلِمٍ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى اِذَا اَحَبَّ عَبْدًا دَعَا جِبْرِيْلَ، فَقَالَ: اِنِّيْ اُحِبُّ فُلَانًا فَاَحِبَّهُ. فَيُحِبُّهُ جِبْرِيْلُ، ثُمَّ يُنَادِيْ فِي السَّمَآءِ، فَيَقُوْلُ: اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ فُلَانًا فَاَحِبُّوْهُ. فَيُحِبُّهُ اَهْلُ السَّمَآءِ. ثُمَّ يُوْضَعُ لَهُ الْقَبُوْلُ فِي الْاَرْضِ، وَاِذَا اَبْغَضَ عَبْدًا دَعَا جِبْرِيْلَ، فَيَقُوْلُ: اِنِّيْ اُبْغِضُ فُلَانًا فَاَبْغِضْهُ. فَيُبْغِضُهُ جِبْرِيْلُ ثُمَّ يُنَادِيْ فِيْ اَهْلِ السَّمَآءِ: اِنَّ اللّٰهَ يُبْغِضُ فُلَانًا فَاَبْغِضُوْهُ. ثُمَّ تُوْضَعُ لَهُ الْبَغْضَاءُ فِي الْاَرْضِ۔

اور مسلم شریف کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ کسی بندے سے محبت فرماتا ہے، تو جبریل کو بلا کر فرماتا ہے میں فلاں سے محبت کرتا ہوں، تو اس سے محبت کر تو جبریل علیہ السلام اس سے محبت کرتے ہیں پھر آسمان میں اعلان فرماتا ہے کہ اللہ تعالیٰ فلاں سے محبت کرتا ہے تم بھی اس سے محبت کرو تو اہل آسمان اس سے محبت کرتے ہیں پھر اس کے لیے قبولیت زمین میں رکھ دی جاتی ہے اور جب کسی بندے سے نفرت کرتا ہے تو جبریل کو بلا کر فرماتا ہے میں فلاں سے نفرت کرتا ہوں تم بھی اس سے نفرت کرو تو جبریل اس سے نفرت کرتے ہیں۔ پھر اہل آسمان میں اعلان کر دیتے ہیں۔ بے شک اللہ فلاں سے نفرت کرتا ہے تم بھی اس سے نفرت کرو پھر اس کے لیے نفرت زمین میں رکھ دی جاتی ہے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب المقة من الله تعالیٰ، ج۸ص۱۴، رقم: ۶۰۴۰، صحیح مسلم، باب اذا احب الله عبدا حببه الی عبادہ، ج۸ص۴۰، رقم: ۶۸۷۳، موطأ امام مالک، باب ما جاء فی المتحابین فی الله، ص۹۵۳، رقم: ۱۷۱۰، صحیح ابن حبان، باب ما جاء فی الطاعات، ج۲ص۸۶، رقم: ۳۶۵، مسند امام احمد بن حنبل، مسند ابی ہریرة رضی الله عنه، ج۲ص۲۳۱، رقم: ۸۳۸۱، مسند البزار، مسند ابی ہریرة، ج۲ص۲۳۱، رقم: ۸۳۹۲)

شرح حدیث: محبوبانِ خدا عَزَّ وَجَلَّ محبوبانِ اولیاء رحمہم اللہ تعالیٰ

مذکورہ حدیث پاک کی روشنی میں حضرت سیّدنا ثابت بنانی قُدِّسَ سِرُّہٗ النُّوْرَانِی کے متعلق ایک حکایت منقول ہے: ایک دفعہ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کسی خلیفہ کے پاس تشریف لے گئے۔ خلیفہ نے پوچھا: آپ کے دوست حضرت سیّدنا صالح یمانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کیا دُعا مانگتے ہیں؟ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا، اُن کی دُعا یہ ہے: اَللّٰهُمَّ حَبِّبْنِيْ اِلٰى

قُلُوْبِ عِبَادِكَ یعنی اے اللہ عَزَّ وَجَلَّ! اپنے بندوں کے دلوں میں میری محبت ڈال دے۔ خلیفہ نے اس دعا کو کم تر سمجھتے ہوئے کہا: یہ اُن کی دعا ہے۔ تو حضرت سیِّدُنا ثابت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا: کیا تم اس کو معمولی خیال کرتے ہو؟ میں نے حضرت سیِّدُنا انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرماتے سنا، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور نبئ پاک، صاحبِ لولاک، سیّاحِ افلاک صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کو ارشاد فرماتے سنا: اللہ عَزَّ وَجَلَّ جب کسی بندے سے محبت فرماتا ہے تو حضرت جبرائیل علیہ السلام کو ندا فرماتا ہے کہ میں فلاں بندے سے محبت کرتا ہوں، تم بھی اس سے محبت کرو۔ پھر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آخر تک حدیث بیان فرمائی۔ (صحیح البخاری، کتاب الادب، باب المقۃ من اللہ، الحدیث ۶۰۴۰، ص ۵۱۰)

حدیثِ پاک سنتے ہی خلیفہ کہنے لگا: میں اللہ عَزَّ وَجَلَّ کی بارگاہ میں توبہ کرتا ہوں اور اس کی طرف رجوع کرتا ہوں۔ حضرت سیِّدُنا ثابت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: دوسرے دن جب میں حضرت سیِّدُنا صالح یمانی قُدِّسَ سِرُّہ، النُّوْرَانِی کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کھڑے ہو گئے اور معانقہ فرما کر (یعنی گلے مل کر) میرے سر کا بوسہ لیا اور ارشاد فرمایا: اللہ عَزَّ وَجَلَّ تجھے خوش کرے جیسے مجھے خوش کیا۔ گذشتہ رات میں نے خواب میں دیکھا گویا میں مسجدِ نبوی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں بارگاہِ مصطفیٰ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم میں حاضر ہوں اور آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم ارشاد فرما رہے ہیں: اپنی اس دعا اَللّٰھُمَّ حَبِّبْنِیْ اِلٰی قُلُوْبِ الْعِبَادِ پر قائم رہو۔ کیونکہ اولیائے کرام رَحِمَهُمُ اللهُ السَّلَام کسی بندے سے تبھی محبت کرتے ہیں جبکہ اللہ عَزَّ وَجَلَّ بھی اس سے محبت کرتا ہو۔ پھر میں نے آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو سلام کیا اور واپس لوٹ آیا۔

حضرت سیِّدُنا ابو یزید بسطامی قُدِّسَ سِرُّہ، الرَّبَّانِی یوں دُعا مانگا کرتے تھے: یا اللہ عَزَّ وَجَلَّ! مجھے اس بات پر تعجب نہیں کہ میں تجھ سے محبت کرتا ہوں کیونکہ میں تو تیرا ایک حقیر بندہ ہوں۔ بلکہ تعجب تو اس بات پر ہے کہ تو مجھ سے محبت فرماتا ہے حالانکہ تو مالک اور قدرت والا ہے۔

حضرت سیِّدُنا یحیٰی بن معاذ رازی علیہ رحمۃ اللہ القاضی یوں مناجات کرتے تھے: یا اللہ عَزَّ وَجَلَّ! یہ بات عجیب نہیں کہ ایک حقیر بندہ اپنے ربِّ جلیل عَزَّ وَجَلَّ سے محبت کرتا ہے۔ بلکہ عجیب بات تو یہ ہے کہ ربِّ جلیل عَزَّ وَجَلَّ اپنے ذلیل بندے سے محبت کرتا ہے۔ (اَلرَّوْضُ الْفَائِق فِی الْمَوَاعِظ وَالرَّقَائِق صفحہ ۴۸۸)

(391) وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ رَجُلًا عَلٰى سَرِيَّةٍ فَكَانَ يَقْرَأُ لِاَصْحَابِهٖ فِيْ صَلَاتِهِمْ فَيَخْتِمُ (بِقُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ)، فَلَمَّا رَجَعُوْا ذَكَرُوْا ذٰلِكَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَقَالَ: سَلُوْهُ

حضرت عائشہ صدیقہ ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک آدمی کو ایک لشکر پر حاکم بنا کر بھیجا وہ صحابہ کو نماز پڑھاتا تھا اور اپنی قرأتِ نماز سورۂ اخلاص پر ختم کرتا تھا جب وہ لوٹے تو رسول اللہ ﷺ سے انہوں نے اس کا ذکر کیا۔ فرمایا: اس سے پوچھو ایسا کیوں کرتا

لِاَيِّ شَيْءٍ يَّصْنَعُ ذٰلِكَ ؛ فَسَاَلُوْهُ فَقَالَ: لِاَنَّهَا صِفَةُ الرَّحْمٰنِ فَاَنَا اُحِبُّ اَنْ اَقْرَاَ بِهَا. فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَخْبِرُوْهُ اَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى يُحِبُّهُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

ہے؟ انہوں نے اس سے پوچھا: تو اس نے ان کو بتایا کہ یہ رحمان کی صفت ہے میں اس کو پڑھنا پسند کرتا ہوں، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس کو بتا دو کہ بے شک اللہ تعالیٰ اس سے محبت کرتا ہے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب ما جاء فی دعاء النبی صلی اللہ علیہ وسلم امتہ الی توحید اللہ، ج۴ص۱۱۵، رقم: ۲۲۷۵ صحیح مسلم، باب فضل قراۃ "قل ھو اللہ احد" ج۲ص۲۰۰، رقم: ۱۹۲۶ سنن نسائی، باب الفضل فی قراۃ (قل ھو اللہ احد)، ج۲ص۱۷۰، رقم: ۹۹۳ (مکتب المطبوعات الاسلامیہ، حلب) صحیح ابن حبان، باب قراۃ القرآن، ذکر اثبات محبۃ اللہ بمحی سورۃ الاخلاص، ج۳ص۷۳، رقم: ۷۹۳، شعب الایمان، باب تخصیص سورۃ الاخلاص بالذکر، ج۲ص۵۰۵، رقم: ۲۵۳۹)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

کیونکہ امامت کا حق سلطان اسلام یا سردار قوم کو ہے جب کہ وہ علم شریعت رکھتے ہوں، چونکہ یہ اس فوج کے کمانڈر تھے اس لیے ان کے امام بھی رہے۔ (اور) ہر نماز کی آخری رکعت میں اور جماعت کی دوسری رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد قُلْ ھُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ پڑھا کرتے تھے قرأت ختم کرنے کے بعد کے یہ ہی معنے ہیں، یہ مطلب نہیں کہ ہر رکعت میں اور سورت پڑھ کر قُلْ ھُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ پڑھتے تھے کہ یہ تو مکروہ ہے (اور) یا تو حکایۃً کہا گیا یا شکایۃً کیونکہ صحابہ کرام نماز میں کوئی سورت مقرر نہ کرتے تھے، فرائض میں یہ مکروہ بھی ہے ہاں نوافل میں سورتوں کا تقرر جائز ہے مثلاً کوئی شخص ہمیشہ تہجد میں "قُلْ ھُوَ اللّٰه" ہی پڑھا کرے۔ اس سے معلوم ہوا کہ شاگرد کی شکایت استاد سے مرید کی شکایت پیر سے حتی کہ اپنے امام کی شکایت سلطان اسلام سے کر سکتے ہیں یہ غیبت نہیں بلکہ اصلاح ہے اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان سے پوچھو ایسا کیوں کرتے تھے محض نماز کو مختصر کرنے کے لیے قُلْ ھُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ پڑھتے تھے یا اس لیے کہ انہیں دوسری سورتیں کم یاد ہیں یا کسی اور وجہ سے۔ معلوم ہوا کہ فریقین کا بیان لے کر حاکم کو فیصلہ کرنا چاہیے۔ فتوے اور ہے فیصلہ کچھ اور فتوے صرف ایک فریق کے بیان پر دیا جا سکتا ہے، دیکھو داؤد علیہ السلام نے بکریوں والے فرشتوں میں سے ایک کا بیان سن کر فتوے دے دیا تھا یہ حدیث تعلیم فیصلہ کے لیے ہے۔

(وہ صحابی بولے) مجھے اللہ تعالیٰ سے محبت ہے اور عاشق کو اپنے محبوب کا ذکر پیارا ہوتا ہے اور وہ اس کا ذکر اکثر کرتا ہے اس لیے میں بھی نماز میں اکثر یہ سورت پڑھا کرتا ہوں، ورنہ مجھے اور سورتیں بھی یاد ہیں۔ (مرآۃ المناجیح، ج۳، ص۲۵۴)

48- بَابُ التَّحْذِيْرِ مِنْ اِيْذَاءِ الصَّالِحِيْنَ وَالضَّعَفَةِ وَالْمَسَاكِيْنِ

صالحین کمزوروں اور مساکین کو اذیت دینے سے باز رہنے کا بیان

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: وہ لوگ جو ایماندار

وَالْمُؤْمِنَاتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوْا فَقَدِ احْتَمَلُوْا بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا) (الْأحزاب: 58)

مردوں اور عورتوں کو ان کی غلطی کے بغیر اذیت دیتے ہیں تو تحقیق انہوں نے بہتان اور گناہ واضح کمایا۔

وَقَالَ اللهُ تَعَالٰى: (فَاَمَّا الْيَتِيْمَ فَلَا تَقْهَرْ وَاَمَّا السَّائِلَ فَلَا تَنْهَرْ) (الضحى: 9-10)

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: تو یتیم کو نہ ڈانٹ اور سائل کو نہ جھڑک۔

وَاَمَّا الْاَحَادِيْثُ، فَكَثِيْرَةٌ مِّنْهَا:

اس موضوع پر احادیث بکثرت ہیں:

حَدِيْثُ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ فِي الْبَابِ قَبْلَ هٰذَا: مَنْ عَادٰى لِيْ وَلِيًّا فَقَدْ اٰذَنْتُهٗ بِالْحَرْبِ. وَمِنْهَا حَدِيْثُ سَعْدِ بْنِ اَبِيْ وَقَّاصٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ السَّابِقُ فِيْ بَابِ مُلَاطَفَةِ الْيَتِيْمِ، وَقَوْلُهٗ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَا اَبَا بَكْرٍ، لَئِنْ كُنْتَ اَغْضَبْتَهُمْ لَقَدْ اَغْضَبْتَ رَبَّكَ

ان میں سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت جو پچھلے باب میں ذکر ہو چکی مَنْ عَادٰى لِيْ وَلِيًّا اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی حدیث جو ملاطفة الیتیم کے باب میں گزری اور آپ ﷺ کا فرمانا کہ اے ابوبکر! تو نے اگر ان (حضرت بلال وغیرہ) کو ناراض کیا ہے تو اپنے ربّ کو ناراض کیا۔

(392) وَعَنْ جُنْدُبِ بْنِ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ صَلّٰى صَلَاةَ الصُّبْحِ، فَهُوَ فِيْ ذِمَّةِ اللهِ، فَلَا يَطْلُبَنَّكُمُ اللهُ مِنْ ذِمَّتِهٖ بِشَيْءٍ، فَاِنَّهٗ مَنْ يَّطْلُبُهٗ مِنْ ذِمَّتِهٖ بِشَيْءٍ يُدْرِكْهُ، ثُمَّ يَكُبُّهٗ عَلٰى وَجْهِهٖ فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت جندب بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے نماز صبح ادا کی وہ اللہ کی ذمہ داری میں ہے تو اللہ تعالیٰ تم سے اپنے ذمہ کے سلسلے میں کچھ مطالبہ نہ کرے گا کیونکہ جس سے ربّ تعالیٰ اپنے ذمہ کا مطالبہ کرے گا اس کو پکڑ لے گا اور اسے منہ کے بل جہنم میں ڈال دے گا۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب فضل صلاة العشاء والصبح في جماعة، ج۲ص۱۲۵، رقم: ۱۵۲۶، سنن البیهقی، باب من قال هي الصبح، ج۱ص۳۶۴، رقم: ۲۲۶۹، مسند ابی یعلیٰ، مسند جندب بن عبدالله، ج۳ص۹۵، رقم: ۱۵۲۶، مسند امام احمد، مسند عبدالله بن عمر، ج۲ص۱۱۱، رقم: ۵۸۹۸)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

فجر کی نماز پڑھنے والا اللہ کی امان میں ایسا ہوتا ہے جیسے ڈیوٹی کا سپاہی حکومت کی امان میں کہ اس کی بے حرمتی حکومت کا مقابلہ ہے۔ خیال رہے کہ کلمہ کی امان اور قسم کی ہے اور نماز کی امان اور قسم کی، لہٰذا احادیث میں تعارض نہیں۔

اور ایسا نہ ہو کہ تم نمازی کو ستاؤ اور قیامت میں سلطنت الٰہیہ کے باغی بن کر پکڑے جاؤ۔ (مراۃ المناجیح، ج۱، ص۵۸۹)

ایمان کا جھنڈا

حضرتِ سیدنا سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے اللہ عزوجل کے محبوب، دانائے غیوب، منزہ عن العیوب صلّی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلّم کو فرماتے ہوئے سنا، جو صبح کو فجر کی نماز کے لئے چلا وہ ایمان کا جھنڈا لئے چلا اور جو صبح کو بازار کی طرف چلا تو شیطان کا جھنڈا لے کر چلا۔

حضرتِ سیدنا ابوبکر بن سلیمان بن ابوحثمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ حضرتِ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک دن فجر کی نماز میں میرے والد سلیمان بن ابوحثمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نہ پایا تو بازار کی طرف چلے کیونکہ حضرت سیدنا سلیمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رہائشگاہ مسجد اور بازار کے بیچ میں تھی۔ جب آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ شفاء ام سلیمان کے قریب سے گزرے تو ان سے کہا کہ، میں نے فجر کی نماز میں سلیمان کو نہیں دیکھا؟ تو انہوں نے جواب دیا، وہ ساری رات عبادت کرتے رہے صبح کو ان کی آنکھ لگ گئی۔ یہ سن کر حضرتِ سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ فجر کی نماز باجماعت ادا کرنا میرے نزدیک ساری رات عبادت کرنے سے بہتر ہے۔

(ابن ماجہ، کتاب التجارات، باب الاسواق ودخولھا، رقم ۲۲۳۴، ج۳، ص ۵۳)

حضرتِ سیدنا بکر بن عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے خاتم المرسلین، رحمۃ للعلمین، شفیع المذنبین، انیس الغریبین، سراج السالکین، محبوب رب العلمین، جناب صادق وامین صلّی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلّم کو فرماتے ہوئے سنا جس نے سورج کے طلوع اور غروب ہونے سے پہلے نماز ادا کی یعنی جس نے فجر اور عصر کی نماز ادا کی وہ ہرگز جہنم میں داخل نہ ہوگا۔ (صحیح مسلم، کتاب المساجد ومواضع الصلوۃ، باب فضل صلاتی الصبح والعصر الخ، رقم ٦، ص ۳۱۸)

49-بَابُ اِجْرَاءِ اَحْكَامِ النَّاسِ عَلَى الظَّاهِرِ وَسَرَائِرُهُمْ اِلَى اللهِ تَعَالٰى

ظاہر کے مطابق متعلق لوگوں پر احکام جاری ہوں گے باطن اللہ کے سپرد ہے

قَالَ اللهُ تَعَالٰى: (فَاِنْ تَابُوْا وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَخَلُّوْا سَبِيْلَهُمْ) (التوبة: 5)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تو اگر وہ توبہ کریں نماز قائم کریں اور زکوۃ ادا کریں تو ان کا راستہ چھوڑ دو۔

(393) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: اُمِرْتُ اَنْ اُقَاتِلَ النَّاسَ حَتّٰى يَشْهَدُوْا اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللهُ، وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللهِ، وَيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ، وَيُؤْتُوا الزَّكٰوةَ، فَاِذَا فَعَلُوْا ذٰلِكَ عَصَمُوْا مِنِّيْ دِمَاءَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ

حضرت ابن عمر ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھے لوگوں سے جنگ کا حکم ہے یہاں تک کہ وہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی گواہی دیں اور نماز ادا کریں اور زکوۃ ادا کریں پس جب وہ یہ کرلیں تو انہوں نے اپنی جانوں اور اپنے مالوں کو مجھ سے محفوظ کر

اِلَّا بِحَقِّ الْاِسْلَامِ، وَحِسَابُهُمْ عَلَى اللّٰهِ تَعَالٰی مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔ | لیا لیکن اسلام کے حق کے ساتھ اور ان کا حساب اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب "فان تابوا واقاموا الصلاۃ واتوا الزکاۃ فخلوا سبیلھم" ج۱ص۱۴، رقم: ۲۵ صحیح مسلم، باب الامر بقتال الناس حتی یقولوا لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ، ج۱ص۳۸ رقم: ۱۳۳ سنن الکبرٰی للبیہقی، باب ما جاء فی قتال الضرب الثانی من اھل الردۃ بعد رسول اللہ، ج۸ص۱۷۷، رقم: ۱۶۱۷۷ سنن النسائی، باب وجوب الجہاد، ج۶ص۶، رقم: ۳۰۹۴ سنن سعید بن منصور، باب جامع الشہادۃ، ج۲ص۳۲۲، رقم: ۲۹۰۱)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یہاں حَتّٰی بمعنی کہ ہے جیسے اسلمتُ حتی ادخل الجنۃ یعنی مجھے حکم الٰہی ہے کہ ملک گیری یا مال گیری کی نیت سے جہاد نہ کروں بلکہ لوگوں کو ہدایت دینے کی نیت سے کروں۔ اس صورت میں حدیث پر نہ کوئی اعتراض ہے کہ یہ آیت قرآنیہ کے خلاف ہے اور الناس سے مراد سارے کفار ہیں۔ لہذا یہ حتی انتہاء کا نہیں۔ خیال رہے کہ مشرکین عرب کے لئے حکم جزیہ نہیں یا وہ ایمان لاویں یا قتل وقید وعبدیت وغیرہ۔ رب فرماتا ہے: وَقٰتِلُوْهُمْ حَتّٰی لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ عرب کے اہل کتاب اور عجم کے تمام کفار کے لئے یا ایمان یا جزیہ ورنہ قتل وقید وغیرہ رب فرماتا ہے: حَتّٰی یُعْطُوا الْجِزْیَةَ عَنْ یَّدٍ وَّهُمْ صٰغِرُوْنَ مرتد کے لئے یا اسلام یا قتل ہے نہ جزیہ نہ قید رب فرماتا ہے: تُقَاتِلُوْنَهُمْ اَوْ یُسْلِمُوْنَ۔ باغیوں کے لیے یا قتل یا بغاوت سے توبہ، رب فرماتا ہے: فَقَاتِلُوا الَّتِیْ تَبْغِیْ حَتّٰی تَفِیْٓءَ اِلٰٓی اَمْرِ اللّٰهِ لہذا آیات واحادیث متفق ہیں۔

چونکہ اس وقت تک روزہ، جہاد وغیرہ کے احکام نہ آئے تھے، اسی لئے ان کا ذکر نہ ہوا اگر کوئی نماز یا زکوۃ کا انکار کرے تو کافر ہے اس پر کفار کا سا جہاد ہوگا۔ تارکین نماز وزکوۃ کی گوشمالی کرنی ہوگی چونکہ اس زمانہ مبارک میں اسلام میں نئے فرقے نہ بنے تھے، کلمہ، نماز وزکوۃ ایمان کی علامت تھی، اس لئے فرمایا کہ جو یہ تین کام کرے اس کا جان و مال محفوظ ہے، اب بہت مرتد فرقے کلمہ، نماز، زکوۃ پر کاربند ہیں مگر مرتد ہیں ان پر ارتداد کا جہاد ہوگا۔ جیسے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے مسلمہ کذاب کے معتقدین پر جہاد کیا اب بھی قادیانیوں وغیرہ مرتدین کا یہ ہی حکم ہے۔

(اور اسلام کے حق کے معنی) یعنی اگر اسلام لاکر قتل، زنا یا ڈکیتی وغیرہ کریں تو قتل کے مستحق ہوں گے کہ یہ اسلام کا حق ہے یہ قتل کفر نہ ہوگا اور اگر کوئی زبانی کلمہ ظاہری نماز وزکوۃ ادا کرے تو ہم اس پر جہاد نہ کریں گے، اگر منافقت سے یہ کام کرتا ہے تو رب اسے سزا دے گا۔ اسلامی جہاد منافقوں پر نہیں۔ (مرآۃ المناجیح، ج۱، ص۱۰)

کافر کو کافر جاننا

مسلمان کو مسلمان، کافر کو کافر جاننا ضروریاتِ دین سے ہے، اگرچہ کسی خاص شخص کی نسبت یہ یقین نہیں کیا جاسکتا کہ اس کا خاتمہ ایمان یا معاذ اللہ کفر پر ہوا، تاوقتیکہ اس کے خاتمہ کا حال دلیلِ شرعی سے ثابت نہ ہو، مگر اس سے یہ نہ ہوگا کہ جس

شخص نے قطعاً کفر کیا ہو اس کے کفر میں شک کیا جائے، کہ قطعی کافر کے کفر میں شک بھی آدمی کو کافر بنا دیتا ہے۔

خاتمہ پر بنا روزِ قیامت اور ظاہر پر مدارِ حکمِ شرع ہے، اس کو یوں سمجھو کہ کوئی کافر مثلاً یہودی یا نصرانی یا بُت پرست مر گیا تو یقین کے ساتھ یہ نہیں کہا جا سکتا کہ کفر پر مرا، مگر ہم کو اللہ و رسول (عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کا حکم یہی ہے کہ اُسے کافر ہی جانیں، اس کی زندگی میں اور موت کے بعد تمام وہی معاملات اس کے ساتھ کریں جو کافروں کے لیے ہیں، مثلاً میل جول، شادی بیاہ، نمازِ جنازہ، کفن دفن، جب اس نے کفر کیا تو فرض ہے کہ ہم اسے کافر ہی جانیں اور خاتمہ کا حال علمِ الٰہی پر چھوڑیں، جس طرح جو ظاہراً مسلمان ہو اور اُس سے کوئی قول و فعل خلافِ ایمان نہ ہو، فرض ہے کہ ہم اسے مسلمان ہی مانیں، اگرچہ ہمیں اس کے خاتمہ کا بھی حال معلوم نہیں۔

اِس زمانہ میں بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ میاں...! جتنی دیر اسے کافر کہو گے، اُتنی دیر اللہ اللہ کرو کہ یہ ثواب کی بات ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ہم کب کہتے ہیں کہ کافر کافر کا وظیفہ کرلو...؟! مقصود یہ ہے کہ اُسے کافر جانو اور پوچھا جائے تو قطعاً کافر کہو۔ (بہار شریعت جلد اول)

(394) وَعَنْ اَبِيْ عَبْدِ اللّٰهِ طَارِقِ بْنِ اَشْيَمَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُوْلُ: مَنْ قَالَ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، وَكَفَرَ بِمَا يُعْبَدُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ، حَرُمَ مَالُهٗ وَدَمُهٗ، وَحِسَابُهٗ عَلَى اللّٰهِ تَعَالٰى رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

حضرت ابو عبداللہ طارق بن اشیم ﷛ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: جس نے لا الٰہ الا اللہ کہا اور اس کے سوا سے انکار کیا جن کی عبادت اللہ کے بغیر کی جاتی ہے تو اس کا مال اور خون حرام ہو گیا اور اس (کے باطن) کا حساب اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب الامر بقتال الناس حتی یقولوا لا الہ الا اللہ، ج۱ص۳۹ رقم: ۱۳۹، مسند امام احمد بن حنبل، حدیث طارق بن اشیم، ج۳ص۴۷۲ رقم: ۱۵۹۱۹، المعجم الکبیر للطبرانی، من اسمہ طارق بن اشیم الاشجعی، ج۸ص۳۱۸ رقم: ۸۱۹۰، صحیح ابن حبان، باب فرض الایمان، ج۱ص۳۹۵ رقم: ۱۷۱)

شرح حدیث: اسلام کا حکم ظاہر پر ہے مگر کوئی کلمہ پڑھ کر کفریات بکے گا تو کافر ہی کہلائے گا۔

منافقوں کی مکاری اور اعلیٰ حضرت کا جواب

اسلام نام کلمہ گوئی کا ہے۔ حدیث میں فرمایا: مَنْ قَالَ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ دَخَلَ الْجَنَّةَ، ترجمہ:۔ جس نے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کہہ لیا جنت میں جائے گا۔ پھر کسی قول یا فعل کی وجہ سے کافر کیسے ہو سکتا ہے؟۔ مسلمانو! ذرا ہوشیار خبردار، اس مکر ملعون کا حاصل یہ ہے کہ زبان سے لا الٰہ الا اللہ کہہ لینا گویا خدا کا بیٹا بن جانا ہے آدمی کا بیٹا اگر اُسے گالیاں دے، جوتیاں مارے، کچھ کرے، اس کے بیٹے ہونے سے نہیں نکل سکتا، یونہی جس نے لا الٰہ الا اللہ کہہ لیا اب وہ چاہے خدا عزّوجل کو جھوٹا کذاب

کہے، چاہے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سڑی سڑی گالیاں دے، اُس کا اسلام نہیں بدل سکتا۔

اس مکر کا جواب

اِسی آیت کریمہ الٓمّٓO اَحَسِبَ النَّاسُ میں گزرا، کیا لوگ اس گھمنڈ میں ہیں کہ نرے اِدّعائے اسلام پر چھوڑ دیئے جائیں گے اور امتحان نہ ہوگا؟ اِسلام اگر فقط کلمہ گوئی کا نام تھا تو وہ بے شک حاصل تھی پھر لوگوں کا گھمنڈ کیوں غلط تھا جسے قُرآنِ عظیم رد فرما رہا ہے، نیز:

تُمہارا رب عَزَّ وَجَلَّ فرماتا ہے:

قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا ؕ قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا وَ لٰكِنْ قُوْلُوْۤا اَسْلَمْنَا وَ لَمَّا یَدْخُلِ الْاِیْمَانُ فِیْ قُلُوْبِكُمْ

ترجمہ: یہ گنوار کہتے ہیں ہم ایمان لائے۔ تم فرمادو ایمان تو تم نہ لائے ہاں یوں کہو کہ ہم مُطیع الاسلام ہوئے اور ایمان ابھی تمہارے دلوں میں کہاں داخل ہوا۔ (پ ۲۶، سورہ حجرات ۱۴)

اور فرماتا ہے:

اِذَا جَآءَكَ الْمُنٰفِقُوْنَ قَالُوْا نَشْهَدُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ ۘ وَ اللّٰهُ یَعْلَمُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُهٗ ؕ وَ اللّٰهُ یَشْهَدُ اِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ لَكٰذِبُوْنَ O

ترجمہ: منافقین جب تُمہارے حُضور ہوتے ہیں، کہتے ہیں ہم گواہی دیتے ہیں کے بے شک حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یقیناً خدا عَزَّ وَجَلَّ کے رسول ہیں اور اللہ عَزَّ وَجَلَّ خوب جانتا ہے کہ بے شک تم ضرور اُس کے رسول ہو اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ بے شک یہ منافق ضرور جھوٹے ہیں۔ (پارہ ۲۸، منافقون/۱)

دیکھو کیسی لمبی چوڑی کلمہ گوئی، کیسی کیسی تاکیدوں سے مؤکّد کیسی کیسی قسموں سے مُؤیّد ہرگز موجب اسلام نہ ہوئی اور اللہ واحدِ قہار نے ان کے جھوٹے کذاب ہونے کی گواہی دی تو مَنْ قَالَ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ دَخَلَ الْجَنَّةَ کا یہ مطلب گڑھنا صراحۃً قُرآن عظیم کا رد کرنا ہے۔ ہاں جو کلمہ پڑھتا، اپنے آپ کو مسلمان کہتا ہو اُسے مسلمان جانیں گے جب تک اِس سے کوئی کلمہ، کوئی حرکت، کوئی فعل منافیٔ اسلام صادر نہ ہو، بعدِ صدورِ منافی ہرگز کلمہ گوئی کام نہ دے گی۔

تُمہارا رب عَزَّ وَجَلَّ فرماتا ہے:

یَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ مَا قَالُوْا ؕ وَ لَقَدْ قَالُوْا كَلِمَةَ الْكُفْرِ وَ كَفَرُوْا بَعْدَ اِسْلَامِهِمْ

ترجمہ: خدا کی قسم کھاتے ہیں کہ انہوں نے نبی کی شان میں گستاخی نہ کی اور البتہ، بے شک وہ یہ کفر کا بول بولے اور مسلمان ہو کر کافر ہو گئے۔ (پارہ ۱۰، توبہ ۷۴)

ابن جریر وطبرانی و ابوالشیخ و ابن مردویہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں۔ رسول اللہ عَزَّ وَجَلَّ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک پیڑ کے سایہ میں تشریف فرما تھے ارشاد فرمایا عنقریب ایک شخص آئے گا تمہیں شیطان

کی آنکھوں سے دیکھے گا وہ آئے تو اس سے بات نہ کرنا۔ کچھ دیر نہ ہوئی تھی کہ ایک کرنجی آنکھوں والا سامنے سے گزرا، رسول اللہ عزّوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے اسے بُلا کر فرمایا تو اور تیرے رفیق کس بات پر میری شان میں گستاخی کے لفظ بولتے ہیں؟ وہ گیا اور اپنے رفیقوں کو بلا لایا۔ سب نے آکر قسمیں کھائیں کہ ہم نے کوئی کلمہ حُضور کی شان میں بے ادبی کا نہ کہا، اس پر اللہ عزّوجل نے یہ آیت اُتاری کہ خدا کی قسم کھاتے ہیں کہ اُنہوں نے گستاخی نہ کی اور بے شک ضرور، یہ کُفر کا کلمہ بولے اور تیری شان میں بے ادبی کر کے اسلام کے بعد کافر ہو گئے۔ دیکھو اللہ گواہی دیتا ہے کہ نبی کی شان میں بے ادبی کا لفظ، کلمہ کُفر ہے اور اِس کا کہنے والا اگرچہ لاکھ مُسلمانی کا مُدّعی کروڑ بار کا کلمہ گو ہو، کافر ہو جاتا ہے۔۔۔

اور فرماتا ہے:

وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ لَيَقُوْلُنَّ اِنَّمَا كُنَّا نَخُوْضُ وَنَلْعَبُ ؕ قُلْ اَبِاللّٰهِ وَاٰيٰتِهٖ وَرَسُوْلِهٖ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُوْنَ ○ لَا تَعْتَذِرُوْا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ

ترجمہ: اور اگر تم ان سے پوچھو تو بے شک ضرور کہیں گے کہ ہم تو یونہی ہنسی کھیل میں تھے، تم فرمادو کیا اللہ اور اسکی آیتوں اور اسکے رسول سے ٹھٹھا کرتے تھے؟ بہانے نہ بناؤ تم کافر ہو چکے اپنے ایمان کے بعد۔

(پارہ ۱۰ توبہ/ ۶۵-۶۶)

ابن ابی شیبہ و ابن ابی جریر و ابن المنذر و ابن حاتم الشیخ امام مجاہد تلمیذ خاص سیّدُنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت فرماتے ہیں:

اَنَّهٗ قَالَ فِيْ قَوْلِهٖ تَعَالٰى وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ لَيَقُوْلُنَّ اِنَّمَا كُنَّا نَخُوْضُ وَنَلْعَبُ ؕ قَالَ رَجُلٌ مِّنَ الْمُنَافِقِيْنَ يُحَدِّثُنَا مُحَمَّدٌ اَنَّ نَاقَةَ فُلَانٍ بِوَادِيْ كَذَا وَمَا يُدْرِيْهِ بِالْغَيْبِ۔

یعنی کسی کی اُونٹنی گم ہو گئی، اِس کی تلاش تھی، رَسُول اللہ عزّوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے فرمایا اُونٹنی فُلاں جنگل میں فُلاں جگہ ہے اِس پر ایک مُنافق بولا محمد رَسُول اللہ عزّوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم بتاتے ہیں کہ اُونٹنی فُلاں جگہ ہے، محمد غیب کیا جانیں؟ اِس پر اللہ عزّوجل نے یہ آیت کریمہ اتاری کہ کیا اللہ و رَسُول عزّوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم سے ٹھٹھا کرتے ہو، بہانے نہ بناؤ، تم مسلمان کہلا کر اس لفظ کے کہنے سے کافر ہو گئے۔

(دیکھو تفسیر امام ابن جریر مطبع مصر، جلد دہم صفحہ ۱۰۵ و تفسیر دُر منثور امام جلال الدین سیوطی جلد سوم صفحہ ۲۵۴)

مُسلمانو! دیکھو محمد رَسُول اللہ عزّوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کی شان میں گستاخی کرنے سے کہ وہ غیب کیا جانیں۔ کلمہ گوئی کام نہ آئی اور اللہ تعالیٰ نے صاف فرما دیا کہ بہانے نہ بناؤ تم اسلام کے بعد کافر ہو گئے۔ (تمہید ایمان صفحہ ۹۱-۹۵)

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ظاہر و باطن پر حکم فرمانے کے مختار ہیں۔

(پھر فرمایا) حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اختیار تھا خواہ حقیقت پر حکم فرمائیں یا ظاہر پر، لیکن اکثر اَحکام ظاہر ہی

پر فرماتے اور بعض دفعہ باطن پر بھی حکم فرمایا۔

چوری کرنے والے شخص پر قتل کا حکم

ایک شخص حاضر لایا گیا (یعنی بارگاہ میں پیش کیا گیا) جس نے چوری کی تھی۔ فرمایا اُقْتُلُوْہ، اس کو قتل کرو۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ (عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وٰلہٖ وسلم) اِس نے تو چوری کی ہے! فرمایا فَاقْطَعُوْہ، اچھا ہاتھ کاٹا جائے۔ دہنا ہاتھ کاٹ لیا گیا۔ اُس نے پھر چوری کی، بایاں پیر کاٹ لیا گیا۔ اس نے پھر چوری کی، بایاں ہاتھ کاٹ لیا گیا چوتھی بار پھر چوری کی اور داہنا پیر کاٹ لیا گیا۔ پانچویں مرتبہ اس نے منہ میں کوئی شے چھپا کر رکھی۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اُس کے قتل کا حکم دیا اور فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سچ فرمایا تھا اُقْتُلُوْہ، یہ اسی کا نتیجہ تھا۔ (مستدرک علی الصحیحین، کتاب الحدود، باب حکایۃ السارق، الحدیث ۸۲۱۴، ج۵، ص۵۴۵ ملخصًا)

(ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت ص ۴۸۸)

(395) وَعَنْ اَبِيْ مَعْبَدٍ الْمِقْدَادِ بْنِ الْاَسْوَدِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قُلْتُ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَرَاَيْتَ اِنْ لَّقِيْتُ رَجُلًا مِّنَ الْكُفَّارِ، فَاقْتَتَلْنَا، فَضَرَبَ اِحْدٰى يَدَيَّ بِالسَّيْفِ، فَقَطَعَهَا، ثُمَّ لَاذَ مِنِّيْ بِشَجَرَةٍ، فَقَالَ: اَسْلَمْتُ لِلّٰهِ، ءَاَقْتُلُهُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ بَعْدَ اَنْ قَالَهَا؟ فَقَالَ: لَا تَقْتُلْهُ فَقُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، قَطَعَ اِحْدٰى يَدَيَّ، ثُمَّ قَالَ ذٰلِكَ بَعْدَ مَا قَطَعَهَا؟! فَقَالَ: لَا تَقْتُلْهُ، فَاِنْ قَتَلْتَهُ فَاِنَّهُ بِمَنْزِلَتِكَ قَبْلَ اَنْ تَقْتُلَهُ، وَاِنَّكَ بِمَنْزِلَتِهِ قَبْلَ اَنْ يَّقُوْلَ كَلِمَتَهُ الَّتِيْ قَالَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

حضرت ابومعبد مقداد بن اسود ﷜ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا: یہ فرمائیں کہ اگر میں کسی کافر کو ملوں، پس ہم باہم لڑائی کریں وہ تلوار سے میرا ایک ہاتھ کاٹ ڈالے۔ پھر مجھ سے درخت کی اوٹ میں پناہ لے پھر کہہ دے میں اللہ کے لیے اسلام لایا۔ یارسول اللہ! اس کے یہ کہنے کے بعد کیا میں اس کو قتل کروں؟ فرمایا اس کو قتل نہ کر، میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! اس نے میرا ایک ہاتھ کاٹا ہے۔ اس کو کاٹنے کے بعد اس نے یہ کہا ہے فرمایا اس کو قتل نہ کر۔ اگر تو اس کو قتل کرے گا، تو اس کو قتل کرنے سے وہ تمہارے اس مرتبے پر ہو جائے گا، جس پر تم اس کے قتل سے پہلے تھے۔ اور تم اس کے اس مرتبے پر ہو جاؤ گے جس پر وہ کلمۂ شہادت کے کہنے سے پہلے تھا جو اس نے کہا۔ (متفق علیہ)

وَمَعْنٰى اَنَّهُ بِمَنْزِلَتِكَ اَيْ: مَعْصُوْمُ الدَّمِ مَحْكُوْمٌ بِاِسْلَامِهٖ۔ وَمَعْنٰى اَنَّكَ بِمَنْزِلَتِهٖ اَيْ: مُبَاحُ

انه بمنزلتك: کا معنی ہے اس کا خون محفوظ، اس پر حکم مسلم کا لگے گا۔ انك بمنزلته: کا معنی ہے اس کے

الدَّمِ بِالْقِصَاصِ لِوَرَثَتِهٖ لَا اَنَّهٗ بِمَنْزِلَتِهٖ فِي الْكُفْرِ، وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

ورثاء کے لیے تیرا خون بہانا مباح ہو جائے گا۔ یہ معنی نہیں کہ تو کفر میں اس کے مرتبہ میں ہے۔ اور اللہ ہی زیادہ علم والا ہے۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب شهود الملائكة بدرا، ج۵ص۸۵، رقم: ۴۰۱۹، صحیح مسلم، باب تحريم قتل الكافر بعد ان قال لا اله الا الله، ج۱ص۲۶۶، رقم: ۲۸۴، مسند امام احمد، حديث المقداد بن الاسود، ج۶ص۴، رقم: ۲۳۸۶۸، مصنف ابن ابی شيبة، باب فيما يمتنع به من القتل وما هو وما يحقن الدم، ج۶ص۴۸۱، رقم: ۳۳۱۰۷، سنن الكبرى للبيهقى، باب تحريم القتل من السنة، ج۲ص۴۴، رقم: ۱۶۲۶۵)

شرح حدیث: حکیمُ الْاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

آپ عظیم الشان جلیل القدر صحابی ہیں اور چھٹے مؤمن ہیں، بدر وغیرہ تمام غزوات میں شامل ہوئے، آپ کے والد کا نام عمرو ابن ثعلبہ کندی یا حضرمی ہے، چونکہ اسود ابن یغوث زہری کے حلیف تھے اسی لیے انہیں ابن اسود کہا جاتا ہے۔ یعنی بحالت جہاد میرا کسی کافر سے مقابلہ ہو جائے وہ موقعہ پا کر میرا ہاتھ کاٹ ڈالے پھر واقعہ درپیش آئے جو آگے مذکور ہے کہ وہ مسلمان ہو گیا اور مجھے اس کے اسلام کی خبر ہو گئی اس کا کلمہ سن کر۔

توحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

نہ تو اسے قتل کرو کہ اب وہ مسلمان ہو گیا اور نہ اپنے ہاتھ کے عوض اس کا ہاتھ کاٹو کیونکہ اگر کافر حربی بحالت قتال مسلمان کو قتل یا زخمی کردے پھر مسلمان ہو جائے تو اسلام لانے کے بعد زمانہ کفر کے جرم کا قصاص نہیں ہوتا، رب تعالٰی فرماتا ہے: اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صٰلِحًا بہر حال یہ قاعدہ کلیہ ہے۔

(توصحابی نے عرض کی) کفر کی وجہ سے نہ سہی اس کے ظلم کی وجہ سے مجھے اجازت دیجئے کہ اس سے بدلہ لے لوں، کلمہ پڑھنے سے کفر ختم ہو گیا ظلم تو اس کے سر پر سوار ہے۔

توحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

کیونکہ اس کے کلمہ پڑھ لینے کی وجہ سے اس کے سارے گناہ معاف ہو چکے جو کفر کے زمانہ میں کیے یہ بحالت جنگ جو قتل وزخم کیا وہ بھی معاف ہو گیا۔ خیال رہے کہ کافر کے مؤمن ہو جانے پر زمانہ کفر کے گناہ تو معاف ہو گئے مگر حقوق اور سزائیں معاف نہ ہوئیں لہذا اسے زمانہ کفر کا قرض ادا کرنا ہوگا اور اس زمانہ کی چوری کی وجہ سے ہاتھ کاٹا جائے گا بحالت قتال قتل وزخم کا بدلہ نہ لیا جائے گا یہ فرق خیال میں رہے۔

توحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کا مفہوم جیسے وہ کافر کفر کی وجہ سے مباح الدم مستحق قتل تھا ویسے ہی اب تم اس قتل کی وجہ سے مستحق قتل ہو جاؤ گے حکم یکساں ہے وجہ حکم میں فرق ہے کیونکہ وہ مسلمان ہو کر معصوم الدم ہو گیا اور جو ایسے شخص

کو قتل کردے اسے قتل کیا جاتا ہے اور جیسے تم پہلے محفوظ الدم تھے ایسے ہی اب وہ محفوظ الدم ہو گیا، یا یہ مطلب ہے کہ اب اس قتل کی وجہ سے تم مستحق عذاب ہو گئے اور وہ کلمہ پڑھ لینے کی وجہ سے مستحق رحمت ہو گیا، اس کا مطلب یہ نہیں کہ تم کافر ہو گئے جیسا کہ خوارج کا عقیدہ ہے کہ گناہ کبیرہ کا مرتکب کافر ہو جاتا ہے وہ اسی حدیث سے استدلال کرتے ہیں مگر یہ استدلال ضعیف ہے۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۵، ص ۳۶۴)

(396) وَعَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: بَعَثَنَا رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى الْحُرَقَةِ مِنْ جُهَيْنَةَ فَصَبَّحْنَا الْقَوْمَ عَلَى مِيَاهِهِمْ، وَلَحِقْتُ أَنَا وَرَجُلٌ مِّنَ الْأَنْصَارِ رَجُلًا مِّنْهُمْ، فَلَمَّا غَشِيْنَاهُ، قَالَ: لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ، فَكَفَّ عَنْهُ الْأَنْصَارِيُّ، وطَعَنْتُهُ بِرُمْحِي حَتّٰى قَتَلْتُهُ، فَلَمَّا قَدِمْنَا الْمَدِيْنَةَ، بَلَغَ ذٰلِكَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لِيْ: يَا أُسَامَةُ، أَقَتَلْتَهُ بَعْدَ مَا قَالَ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ؟! قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللهِ، إِنَّمَا كَانَ مُتَعَوِّذًا، فَقَالَ: أَقَتَلْتَهُ بَعْدَ مَا قَالَ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ؟! فَمَا زَالَ يُكَرِّرُهَا عَلَيَّ حَتّٰى تَمَنَّيْتُ أَنِّيْ لَمْ أَكُنْ أَسْلَمْتُ قَبْلَ ذٰلِكَ الْيَوْمِ۔ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے روایت ہے ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جھینہ قبیلہ کی شاخ حرقہ کی طرف بھیجا تو ہم نے قوم کے چشموں پر صبح صبح حملہ کر دیا میں اور ایک انصاری ان میں سے ایک آدمی پر حملہ آور ہوئے جب ہم نے اس پر قابو پا لیا اس نے کہا لا الٰہ الا اللہ انصاری اس سے رک گیا اور میں نے اس کو نیزہ مار کر قتل کر دیا ہم جب مدینہ منورہ آئے تو یہ بات نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچی آپ نے مجھے فرمایا: اے اسامہ کیا تم نے اس کو لا الٰہ الا اللہ کہنے کے بعد قتل کیا میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! اس نے جان بچانے کے لیے یہ کہا تھا آپ نے فرمایا کیا تو نے اسے لا الٰہ الا اللہ کہنے کے بعد قتل کیا آپ اس کو بار بار کہتے رہے حتیٰ کہ میں نے تمنا کی کہ میں اس دن سے پہلے اسلام نہ لایا ہوتا (کہ نیا مسلم بننے سے سب گناہ معاف ہو جاتے ہیں)۔ (متفق علیہ)

وَفِيْ رِوَايَةٍ: فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَقَالَ: لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وقَتَلْتَهُ؟! قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللهِ، إِنَّمَا قَالَهَا خَوْفًا مِّنَ السِّلَاحِ، قَالَ: أَفَلَا شَقَقْتَ عَنْ قَلْبِهِ حَتّٰى تَعْلَمَ أَقَالَهَا أَمْ لَا؟! فَمَا زَالَ يُكَرِّرُهَا حَتّٰى تَمَنَّيْتُ أَنِّيْ أَسْلَمْتُ يَوْمَئِذٍ۔

اور ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا اس نے لا الٰہ الا اللہ کہا اور تو نے اس کو قتل کر دیا میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! اس نے تو ہتھیار کے ڈر سے یہ کہا فرمایا تو نے اس کے دل کو کیوں نہ چیرا حتیٰ کہ تو جانتا کہ اس نے دل سے کہا ہے یا نہیں تو آپ اس کا تکرار کرتے رہے یہاں تک کہ میں نے تمنا کی کہ کاش میں اسی دن اسلام لایا ہوتا۔

اَلْحُرَقَةُ بِضَمِّ الْحَاءِ الْمُهْمَلَةِ وَفَتْحِ الرَّاءِ: بَطْنٌ مِّنْ جُهَيْنَةَ: الْقَبِيْلَةُ الْمَعْرُوْفَةُ. وَقَوْلُهُ: مُتَعَوِّذًا: اَيْ مُعْتَصِمًا بِهَا مِنَ الْقَتْلِ لَا مُعْتَقِدًا لَّهَا

اَلْحُرَقَةُ حا مہملہ پر پیش اور را پر زبر کے ساتھ قبیلہ جہینہ کی ایک مشہور شاخ ہے۔ مُتَعَوِّذًا یعنی قتل سے بچنے کے لیے اس نے کہا عقیدۃً نہیں کہا۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب باعث النبی صلی الله علیه وسلم اسامة بن زید، ج۵ص۱۴۴، رقم: ۴۲۶۹ صحیح مسلم، باب تحریم القتل الکافر بعد ان قال لا اله الا الله، ج۱ص۶۸، رقم: ۲۸۸ مسند احمد بن حنبل، حدیث اسامة بن زید، ج۵ص۲۰۰، رقم: ۲۱۷۹۳ السنن الکبری للبیهقی، باب تحریم القتل من السنة، ج۸ص۱۹، رقم: ۱۶۲۶۶ سنن ابوداؤد، باب علی ما یقاتل المشرکون، ج۲ص۳۴۸، رقم: ۲۶۴۵)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

قبیلہ جہینہ کے کفار سے جہاد کرنے کو لشکر اسلام بھیجا جس میں میں بھی تھا، حضرت اسامہ حضور علیہ السلام کے بہت محبوب صحابی ہیں۔

حضرت اسامہ نے گویا یوں عرض کی کہ میں اپنے اجتہاد سے سمجھا یہ کہ یہ شخص فقط جان بچانے کے لیے کلمہ پڑھ رہا ہے دل سے نہیں پڑھتا، یہ بھی سمجھا کہ ایسی مجبوری کی حالت میں اسلام لانا قتل سے نہیں بچاتا کیونکہ سورۂ سجدہ کی آخری آیت سے یہ مفہوم ہوتا ہے: قُلْ یَوْمَ الْفَتْحِ لَا یَنْفَعُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْۤا اِیْمَانُهُمْ وَلَا هُمْ یُنْظَرُوْنَ۔ اس آیت کی بنا پر میں نے اسے کلمہ پڑھنے کے باوجود قتل کر دیا، یہ ہے خطاء اجتہادی (اور میں نے) یہ خبر اس لیے دی کہ مجھے پتہ لگ جائے کہ میں نے اس اجتہاد میں غلطی تو نہیں کی اور کیونکہ اس نے دل سے مسلمان ہونا تھا تو پہلے ہوا ہوتا یہ کیا کہ جب تلوار سر پر پہنچی تب کلمہ پڑھا، یہ جان بچانے کے لیے تھا، یہ ہوئی وجہ اجتہاد۔

تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

تم کو کیا خبر کہ اس کے دل میں کیا ہے اخلاص یا بچانے کا بہانہ ایسی صورت میں ظاہری کلمہ کا اعتبار کرنا چاہیے تھا، یہاں دل چیرنے سے مراد دل کا حال معلوم کرنا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ شرعی احکام ظاہر پر جاری ہوتے ہیں ورنہ دنیا سے امان اٹھ جائے، کسی کافر کے ایمان لانے کی کوئی سبیل نہ رہے کہ اس پر بہانہ بازی کا الزام لگا دیا جائے۔

(مرأۃ المناجیح، ج۵، ص ۲۶۴)

(397) وَعَنْ جُنْدُبِ بْنِ عَبْدِ اللهِ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ بَعْثًا مِّنَ الْمُسْلِمِیْنَ اِلٰی قَوْمٍ مِّنَ الْمُشْرِكِیْنَ، وَاَنَّهُمُ الْتَقَوْا، فَكَانَ رَجُلٌ مِّنَ الْمُشْرِكِیْنَ اِذَا شَاءَ

حضرت جندب بن عبد اللہ ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں کا ایک لشکر مشرکوں کی ایک جماعت کی طرف بھیجا لڑائی ہوئی ایک مشرک آدمی جب کسی مسلمان کا ارادہ قتل کرتا اس کو قتل کر لیتا

اَنْ يَّقْصِدَ اِلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ قَصَدَ لَهٗ فَقَتَلَهٗ، وَاَنَّ رَجُلًا مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ قَصَدَ غَفْلَتَهٗ. وَكُنَّا نَتَحَدَّثُ اَنَّهٗ اُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ، فَلَمَّا رَفَعَ عَلَيْهِ السَّيْفَ، قَالَ: لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، فَقَتَلَهٗ، فَجَآءَ الْبَشِيْرُ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَاَلَهٗ وَاَخْبَرَهٗ، حَتّٰى اَخْبَرَهٗ خَبَرَ الرَّجُلِ كَيْفَ صَنَعَ، فَدَعَاهُ فَسَاَلَهٗ، فَقَالَ: لِمَ قَتَلْتَهٗ؟ فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، اَوْجَعَ فِي الْمُسْلِمِيْنَ، وَقَتَلَ فُلَانًا وَفُلَانًا، وَّسَمّٰى لَهٗ نَفَرًا، وَّاِنِّيْ حَمَلْتُ عَلَيْهِ، فَلَمَّا رَاَى السَّيْفَ، قَالَ: لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ. قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَقَتَلْتَهٗ؟ قَالَ: نَعَمْ. قَالَ: فَكَيْفَ تَصْنَعُ بِلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، اِذَا جَاءَتْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ؟ قَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، اسْتَغْفِرْ لِيْ. قَالَ: وَكَيْفَ تَصْنَعُ بِلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اِذَا جَاءَتْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ؟ فَجَعَلَ لَا يَزِيْدُ عَلٰى اَنْ يَّقُوْلَ: كَيْفَ تَصْنَعُ بِلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اِذَا جَاءَتْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

مسلمانوں میں سے ایک آدمی نے اس کی بے خیالی کا موقع دیکھ کر اس کا ارادہ کیا۔ اور ہم باتیں کیا کرتے وہ اسامہ بن زید تھے تو جب اس پر تلوار اٹھائی گئی تو اس نے لا الہ الا اللہ تو انہوں نے اسے قتل کر دیا۔ بشارت لانے والا رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے اس سے پوچھا اس نے حالات بتائے یہاں تک کہ اس آدمی کا کام بتایا تو رسول اللہ ﷺ نے اسی صحابی کو بلایا اور پوچھا تو نے اس آدمی کو کیوں قتل کیا۔ تو انہوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! اس نے مسلمانوں کو شدید کوفت پہنچائی اور فلاں اور فلاں کو شہید کر دیا۔ ایک جماعت کے نام گنوائے' تو جب مجھ پر حملہ آور ہوا اور اس نے تلوار دیکھی تو کہا تو لا الہ الا اللہ' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا تم نے اس کو قتل کیا کہاں ہاں فرمایا قیامت کے دن لا الہ الا اللہ کے ساتھ تو کیا کرے گا تو انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ! میرے لیے دعائے مغفرت کر دیں۔ فرمایا: روز قیامت جب لا الہ الا اللہ آئے گا' تو اس سے کیا کرے گا آپ اس سے زیادہ نہ کرتے یہی کہتے کہ روز قیامت جب کلمہ لا الہ الا اللہ آئے گا' تو اس سے کیا کرے گا۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب تحریم القتل الکافر بعد ان قال لا الہ الا اللہ، ج۱ص۶۸، رقم: ۲۸۹ سنن النسائی الکبری، باب قول المشرک لا الہ الا اللہ، ج۵ص۱۷۶، رقم: ۸۵۹۵)

شرح حدیث: دل چیر کر کیوں نہ دیکھ لیا

حبیبِ خدا عزوجل وصلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم کے محبوب ابنِ محبوب حضرت سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا واقعہ ہے کہ جب آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک ایسے شخص کو جو کلمہ پڑھتا تھا یہ گمان کرتے ہوئے قتل کر دیا کہ یہ حقیقت میں کلمہ نہیں پڑھ رہا بلکہ اپنی جان بچانے کے لئے پڑھ رہا ہے، لیکن جب یہ بات نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر صلّی اللہ

تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم تک پہنچی تو آپ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم نے ان پر عتاب فرمایا اور بار بار یہ ارشاد فرماتے رہے: تم نے اس کا دل چیر کر کیوں نہ دیکھ لیا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: شفیعِ روزِ شمار، دو عالَم کے مالک ومختار باذنِ پروردگار عزوجل وصلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم نے یہ بات اتنی مرتبہ ارشاد فرمائی کہ میں تمنا کرنے لگا: کاش! میں اس دن مسلمان نہ ہوتا۔ (المسند للامام احمد بن حنبل، حدیث عمران بن حصین، الحدیث: ۱۹۹۵۷، ج ۷، ص ۲۱۷)

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کفر کی تمنا نہیں کی تھی بلکہ اپنے مسلمان ہونے کے اس واقعے سے مؤخر ہونے کی تمنا کی تھی اور اس کی وجہ یہ تھی کہ اگر یہ واقعہ اسلام لانے سے پہلے کا ہوتا تو اسلام اسے مٹا دیتا۔ یہ مقام فکر ہے لہٰذا یہاں خوب غور کرنا چاہے۔

سب سے بڑی جرأت

حضرت سیدنا یحیی بن معاذ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: سب سے بڑا دھوکا اور سب سے بڑی جرأت یہ ہے کہ گناہگار بندہ اپنے گناہ پر ندامت کا اظہار کئے بغیر اللہ عزوجل سے عفو کی اُمید رکھے، اعمال صالحہ کئے بغیر اللہ عزوجل کی بارگاہ سے نیکیوں کے حصول کی اُمید رکھے، عمل کئے بغیر جزاء کا انتظار کرے اور حد سے بڑھنے کے باوجود اللہ عزوجل سے مغفرت کی تمنا کرے۔

خوفِ خدا عزوجل کے حصول اور اس میں اضافہ کا سب سے بڑا ذریعہ علم ہے، جیسا کہ اللہ عزوجل کا فرمانِ عالیشان ہے:

اِنَّمَا یَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا ؕ

ترجمۂ کنز الایمان: اللہ سے اس کے بندوں میں وہی ڈرتے ہیں جو علم والے ہیں۔ (پ22، فاطر:28)

یہی وجہ ہے کہ علماء صحابہ کرام علیہم الرضوان اور ان کے بعد والے علماء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ پر خوفِ خدا عزوجل کا غلبہ رہتا تھا، یہاں تک کہ حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا: کاش! میں کسی مؤمن کے سینے کا ایک بال ہوتا۔

حضرت سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی موت کے وقت فرمایا: عمر ہلاک ہوجائے گا اگر اس کی مغفرت نہ ہوئی۔

حضرت سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا: کاش! مجھے مرنے کے بعد دوبارہ زندہ نہ کیا جائے۔

حضرت سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس قول پر کفریہ کلمات میں کئے گئے اعتراضات کے ذریعے کچھ اشکال وارد ہوتے ہیں مگر ان اشکالات کا جواب یہ ہے کہ ان کی یہ تمنا حقیقت پر مبنی نہ تھی بلکہ اس بات کا اظہار مقصود تھا کہ میرے بہت سے گناہ ایسے ہیں جن پر مجھے دوبارہ زندگی ملنے کے بعد مؤاخذے کا خوف ہے۔

(398) وَعَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عُتْبَۃَ بْنِ مَسْعُوْدٍ، قَالَ: سَمِعْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ، یَقُوْلُ: اِنَّ نَاسًا کَانُوْا یُؤْخَذُوْنَ بِالْوَحْیِ فِیْ عَھْدِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، وَاِنَّ الْوَحْیَ قَدِ انْقَطَعَ، وَاِنَّمَا نَاْخُذُکُمُ الْاٰنَ بِمَا ظَھَرَ لَنَا مِنْ اَعْمَالِکُمْ، فَمَنْ اَظْھَرَ لَنَا خَیْرًا اَمَّنَّاہُ وَقَرَّبْنَاہُ، وَلَیْسَ لَنَا مِنْ سَرِیْرَتِہٖ شَیْئٌ، اَللّٰہُ یُحَاسِبُہٗ فِیْ سَرِیْرَتِہٖ، وَمَنْ اَظْھَرَ لَنَا سُوْءًا لَّمْ نَاْمَنْہُ وَلَمْ نُصَدِّقْہُ وَاِنْ قَالَ: اِنَّ سَرِیْرَتَہٗ حَسَنَۃٌ۔ رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ۔

حضرت عبداللہ بن عتبہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے میں نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو کہتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ ﷺ کی حیاتِ ظاہری میں کچھ لوگ وحی کے سبب پکڑے جاتے اب وحی بند ہو چکی اب ہم تو ظاہر پر عمل کریں گے جو ہمارے سامنے بھلائی ظاہر کرے گا ہم اس کو امن دیں گے اور اسے اپنے قریب کریں گے ہمیں اس کے خفیہ حالات سے کوئی تعلق نہیں اس کا حساب اللہ کی طرف ہے اور جس نے ہمارے لیے برائی ظاہر کی ہم اس کو امن دیں گے نہ سچا سمجھیں گے اگرچہ اس کا باطن اچھا ہو۔ (بخاری)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب الشھداء العدول، ج۲ص۱۶۹، رقم: ۲۶۴۱ سنن الکبری للبیھقی، باب ما یحرم بہ الدم من الاسلام زندیقا کان او غیرہ، ج۸ص۲۰۱، رقم: ۱۶۶۲۷ مسند الشامیین للطبرانی، احادیث شعیب عن الزھری عن حمید، ج۴ص۱۸۵، رقم: ۳۰۶۹ المحرر فی الحدیث لابن دقیق العید، ج۱ص۶۴۸، رقم: ۱۱۹۴)

شرح حدیث: کافر ہونے پر مہر ثبت

حضرت سیدنا خضر علیہ السلام نے بھی لڑکے کو وحیٔ الٰہی عزوجل نازل ہونے کے بعد قتل کیا تھا اور انہیں مطلع کر دیا گیا تھا کہ اس کے کافر ہونے پر مہر ثبت کر دی گئی ہے اور پھر آپ علیہ السلام کو حکم دیا گیا کہ شریعت مطہرہ میں معتبر دو باتوں کے پائے جانے سے پہلے ہی اسے قتل کر دو اور وہ بلوغت اور بڑے ہو کر کفر کا اظہار ہے اسی لئے تو حضرت سیدنا خضر علیہ السلام نے فرمایا:

وَمَا فَعَلْتُہٗ عَنْ اَمْرِیْ ؕ

ترجمہ کنزالایمان: اور یہ کچھ میں نے اپنے سے نہ کیا۔ (پ۱۶، الکہف: ۸۲)

علامہ ابوالحیان علیہ رحمۃ اللہ المنّان (654-745ھ) اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں: جمہور کا قول یہ ہے کہ حضرت سیدنا خضر علیہ السلام نبی ہیں اور آپ علیہ السلام کا علم باطنی اُمور کی معرفت تھا جو ان کی طرف وحی کی جاتی تھی اور حضرت سیدنا موسیٰ کلیم اللہ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کا علم ظاہر کے مطابق فیصلہ کرنا تھا۔

(تفسیر البحر المحیط، پارہ ۱۵، سورۃ الکہف، تحت آلایۃ: ۶۵، ج۶، ۱۳۹)

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے خادم اور شاگرد حضرت یوشع بن نون بن افرائیم بن یوسف علیہم السلام کو اپنا رفیق

سفر بنا کر مجمع البحرین کا سفر فرمایا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام چلتے چلتے جب بہت دور چلے گئے تو ایک جگہ سو گئے۔ اُسی جگہ مچھلی ٹوکری میں سے تڑپ کر سمندر میں کود گئی۔ اور جس جگہ پانی میں ڈوبی وہاں پانی میں ایک سوراخ بن گیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نیند سے بیدار ہو کر چلنے لگے۔ جب دوپہر کے کھانے کا وقت ہوا تو آپ نے اپنے شاگرد حضرت یوشع بن نون علیہ السلام سے مچھلی طلب فرمائی تو انہوں نے عرض کیا کہ چٹان کے پاس جہاں آپ سو گئے تھے، مچھلی کود کر سمندر میں چلی گئی اور میں آپ کو بتانا بھول گیا۔ آپ نے فرمایا کہ ہمیں تو اس جگہ کی تلاش تھی۔ بہر حال پھر آپ اپنے قدموں کے نشانات کو تلاش کرتے ہوئے اُس جگہ پہنچ گئے جہاں حضرت خضر علیہ السلام سے ملاقات کی جگہ بتائی گئی تھی۔

وہاں پہنچ کر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دیکھا کہ ایک بزرگ کپڑوں میں لپٹے ہوئے بیٹھے ہیں۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اُن کو سلام کیا تو انہوں نے تعجب سے فرمایا کہ اس زمین میں سلام کرنے والے کہاں سے آ گئے؟ پھر انہوں نے پوچھا کہ آپ کون ہیں؟ تو آپ نے فرمایا کہ میں موسیٰ ہوں۔ تو انہوں نے دریافت کیا کہ کون موسیٰ؟ کیا آپ بنی اسرائیل کے موسیٰ ہیں؟ تو آپ نے فرمایا کہ جی ہاں تو حضرت خضر علیہ السلام نے کہا کہ اے موسیٰ! مجھے اللہ تعالیٰ نے ایک ایسا علم دیا ہے جس کو آپ نہیں جانتے۔ اور آپ کو اللہ تعالیٰ نے ایسا علم دیا جس کو میں نہیں جانتا۔ مطلب یہ تھا کہ میں علم اسرار جانتا ہوں۔ جس کا آپ کو علم نہیں اور آپ علم الشرائع جانتے ہیں جس کو میں نہیں جانتا۔

پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ اے خضر! کیا آپ مجھے اس کی اجازت دیتے ہیں کہ میں آپ کے پیچھے پیچھے چلوں تاکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو جو علوم دیئے ہیں آپ کچھ مجھے بھی تعلیم دیں۔ تو حضرت خضر علیہ السلام نے کہا کہ آپ میرے ساتھ صبر نہ کر سکیں گے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ میں ان شاء اللہ تعالیٰ صبر کروں گا۔ اور کبھی بھی کوئی نافرمانی نہیں کروں گا۔ حضرت خضر علیہ السلام نے کہا کہ شرط یہ ہے کہ آپ مجھ سے کسی بات کے متعلق کوئی سوال نہ کریں۔ یہاں تک کہ میں خود آپ کو بتادوں۔ غرض اس عہد و معاہدہ کے بعد حضرت خضر علیہ السلام نے حضرت موسیٰ اور یوشع بن نون علیہما السلام کو اپنے ساتھ لے کر سمندر کے کنارے کنارے چلنا شروع کر دیا۔ یہاں تک کہ ایک کشتی پر نظر پڑی۔ اور کشتی والوں نے ان تینوں صاحبان کو کشتی پر سوار کر لیا اور کشتی کا کرایہ بھی نہیں مانگا۔ جب یہ لوگ کشتی میں بیٹھ گئے تو حضرت خضر علیہ السلام نے اپنے جھولے میں سے کلہاڑی نکالی اور کشتی کو پھاڑ کر اُس کا ایک تختہ نکال کر سمندر میں پھینک دیا۔ یہ منظر دیکھ کر حضرت موسیٰ علیہ السلام برداشت نہ کر سکے اور حضرت خضر علیہ السلام سے یہ سوال کر بیٹھے کہ:

اَخَرَقْتَهَا لِتُغْرِقَ اَهْلَهَا ۚ لَقَدْ جِئْتَ شَيْـًٔا اِمْرًا O (پ 15، الکھف: 71)

ترجمہ کنز الایمان: کیا تم نے اسے اس لئے چیرا کہ اس کے سواروں کو ڈبا دو بیشک یہ تم نے بُری بات کی۔

حضرت خضر علیہ السلام نے کہا کہ کیا میں نے آپ سے کہہ نہیں دیا تھا کہ آپ میرے ساتھ صبر نہ کر سکیں گے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے معذرت کرتے ہوئے فرمایا کہ میں نے بھول کر سوال کر دیا۔ لہٰذا آپ میری بھول پر گرفت نہ کیجئے اور

میرے کام میں مشکل نہ ڈالیے۔

پھر یہ حضرات کچھ دور آگے کو چلے۔ تو حضرت خضر علیہ السلام نے ایک نابالغ بچے کو دیکھا جو اپنے ماں باپ کا اکلوتا بیٹا تھا۔ حضرت خضر علیہ السلام نے گلا دبا کر اور زمین پر پٹک کر اُس بچے کو قتل کر ڈالا یہ ہوش رُبا خونی منظر دیکھ کر حضرت موسیٰ علیہ السلام میں صبر کی تاب نہ رہی اور آپ نے ذرا سخت لہجے میں حضرت خضر علیہ السلام سے کہہ دیا:

اَقَتَلْتَ نَفْسًا زَكِيَّةًۢ بِغَيْرِ نَفْسٍؕ لَقَدْ جِئْتَ شَيْـًٔا نُّكْرًا ○ (پ15، الکھف:74)

ترجمہ کنزالایمان: موسیٰ نے کہا کیا تم نے ایک ستھری جان بے کسی جان کے بدلے قتل کردی بیشک تم نے بہت بری بات کی۔

حضرت خضر علیہ السلام نے پھر یہی جواب دیا کہ کیا میں نے آپ سے یہ نہیں کہہ دیا تھا کہ آپ ہر گز میرے ساتھ صبر نہ کرسکیں گے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ اچھا اب اگر اس کے بعد میں آپ سے کچھ پوچھوں تو آپ میرے ساتھ نہ رہیے گا۔ اس میں شک نہیں کہ میری طرف سے آپ کا عذر پورا ہو چکا ہے۔

پھر اس کے بعد ان حضرات نے ساتھ ساتھ چلنا شروع کر دیا۔ یہاں تک کہ یہ لوگ ایک گاؤں میں پہنچے اور گاؤں والوں سے کھانا طلب کیا۔ مگر گاؤں والوں میں سے کسی نے بھی ان صالحین کی دعوت نہیں کی۔ پھر ان دونوں نے گاؤں میں ایک گرتی ہوئی دیوار پائی تو حضرت خضر علیہ السلام نے اسم اعظم پڑھ کر دیوار سیدھی کر دی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام گاؤں والوں کی بداخلاقی سے بیزار تھے ہی، آپ کو غصہ آ گیا، برداشت نہ کر سکے اور یہ فرمایا:

لَوْ شِئْتَ لَتَّخَذْتَ عَلَيْهِ اَجْرًا ○

ترجمہ کنزالایمان: تم چاہتے تو اس پر کچھ مزدوری لے لیتے۔ (پ16، الکھف:77)

یہ سن کر حضرت خضر علیہ السلام نے کہہ دیا کہ اب میرے اور آپ کے درمیان جدائی ہے اور جن چیزوں کو دیکھ کر آپ [illegible] کر سکے اُن کا راز میں آپ کو بتا دوں گا۔ سنئے جو کشتی میں نے پھاڑ ڈالی وہ چند مسکینوں کی تھی جس کی آمدنی سے وہ لوگ [illegible]سر کرتے تھے اور آگے ایک ظالم بادشاہ رہتا تھا جو سالم اور اچھی کشتیوں کو چھین لیا کرتا تھا اور عیب دار کشتیوں کو چھوڑ دیا کر[illegible] تو میں نے قصداً ایک تختہ نکال کر اُس کشتی کو عیب دار کر دیا تا کہ ظالم بادشاہ کے غضب سے محفوظ رہے۔ اور جس لڑکے کو میں نے قتل کر دیا اس کے والدین بہت نیک اور صالح تھے۔ اور یہ لڑکا پیدائشی کافر تھا اور والدین اس لڑکے سے بے پناہ محبت کرتے تھے اور اُس کی ہر خواہش پوری کرتے تھے تو ہمیں یہ خوف و خطرہ نظر آیا کہ وہ لڑکا کہیں اپنے والدین کو کفر میں نہ مبتلا کر دے۔ اس لئے میں نے اُس لڑکے کو قتل کر کے اُس کے والدین کو کفر سے بچا لیا۔ اب اُس کے والدین صبر کریں گے تو اللہ تعالیٰ اُس لڑکے کے بدلے میں اس کے والدین کو ایک بیٹی عطا فرمائے گا، جو ایک نبی سے بیاہی جائے گی اور اس کے شکم سے ایک نبی پیدا ہوگا جو ایک امت کو ہدایت کریگا۔ اور گرتی ہوئی دیوار کو سیدھی کرنے کا راز یہ تھا کہ یہ

دیوار دو یتیم بچوں کی تھی جس کے نیچے ان دونوں کا خزانہ تھا اور ان دونوں کا باپ ایک صالح اور نیک آدمی تھا۔ اگر ابھی یہ دیوار گر جاتی تو ان یتیموں کا خزانہ گاؤں والے لے لیتے۔ اس لئے آپ کے پروردگار نے یہ چاہا کہ یہ دونوں یتیم بچے جوان ہو کر اپنا خزانہ نکال لیں، اس لئے ابھی میں نے دیوار کو گرنے نہیں دیا۔ یہ خداوند تعالیٰ کی ان بچوں پر مہربانی ہے اور اے موسیٰ علیہ السلام! آپ یقین و اطمینان رکھیں کہ میں نے جو کچھ بھی کیا ہے اپنی طرف سے نہیں کیا ہے بلکہ میں نے یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے حکم سے کیا ہے۔ اس کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنے وطن واپس چلے آئے۔

(مدارک التنزیل، ج ۳، ص ۲۱۹۔ ۲۲۱، پ ۱۵۔ ۱۶، الکہف ملخصاً)

50-بَابُ الْخَوْفِ

خوف کا بیان

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (وَاِيَّایَ فَارْهَبُوْنِ) (البقرة: 40)

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور مجھ ہی سے ڈرو۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (اِنَّ بَطْشَ رَبِّكَ لَشَدِيْدٌ) (البروج: 12)

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بلا شبہ تیرے ربّ کی پکڑ یقیناً سخت ہے۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (وَكَذٰلِكَ اَخْذُ رَبِّكَ اِذَآ اَخَذَ الْقُرٰى وَهِىَ ظَالِمَةٌ اِنَّ اَخْذَهٗٓ اَلِيْمٌ شَدِيْدٌ اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّمَنْ خَافَ عَذَابَ الْاٰخِرَةِ ذٰلِكَ يَوْمٌ مَّجْمُوْعٌ لَّهُ النَّاسُ وَذٰلِكَ يَوْمٌ مَّشْهُوْدٌ وَّمَا نُؤَخِّرُهٗٓ اِلَّا لِاَجَلٍ مَّعْدُوْدٍ يَوْمَ يَاْتِ لَا تَكَلَّمُ نَفْسٌ اِلَّا بِاِذْنِهٖ فَمِنْهُمْ شَقِىٌّ وَّسَعِيْدٌ فَاَمَّا الَّذِيْنَ شَقُوْا فَفِى النَّارِ لَهُمْ فِيْهَا زَفِيْرٌ وَّشَهِيْقٌ) (هود: 102-106)

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اسی طرح تیرے ربّ کی گرفت ہے، جب وہ بستیوں کو پکڑتا ہے حالانکہ وہ ظلم کرنے والی ہوتی ہیں یقیناً اس کی گرفت دردناک سخت ہے یقیناً اس میں اس کے لئے نشانی ہے، جو عذاب آخرت سے ڈرے وہ ایسا دن ہے، جس کے لئے لوگ جمع کیے جائیں گے وہ دن حاضری کا ہے ہم اس کو صرف مدت مقررہ کے لئے مؤخر کرتے ہیں اس دن کوئی جان اس کے اذن کے بغیر کلام نہ کرے گی ان میں سے کچھ بد بخت اور کچھ نیک بخت ہیں۔ تو جو لوگ بد بخت ہوئے وہ آگ میں ہیں ان کے لئے اس میں چیخنا چلانا ہوگا۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (وَيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ) (آل عمران: 28)

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اللہ تم کو اپنے آپ سے ڈراتا ہے۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِيْهِ وَاُمِّهٖ وَاَبِيْهِ وَصَاحِبَتِهٖ وَبَنِيْهِ لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: جس دن آدمی اپنے بھائی اور ماں اور باپ اور بیوی اور بیٹوں سے بھاگے گا

يَوْمَئِذٍ شَأْنٌ يُّغْنِيْهِ) (عبس: 34-37)

ان میں سے ہر ایک کے لئے ایسا حال ہے جو دوسرے سے اس کو بے خیال کرے گا۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (يَا اَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ اِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَيْءٌ عَظِيْمٌ يَوْمَ تَرَوْنَهَا تَذْهَلُ كُلُّ مُرْضِعَةٍ عَمَّا اَرْضَعَتْ وَتَضَعُ كُلُّ ذَاتِ حَمْلٍ حَمْلَهَا وَتَرَى النَّاسَ سُكٰرٰى وَمَا هُمْ بِسُكٰرٰى وَلٰكِنَّ عَذَابَ اللّٰهِ شَدِيْدٌ) (الحج: 1-2)

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اے لوگو! اپنے ربّ سے ڈرو۔ قیامت کا زلزلہ بڑی چیز ہے اس دن تم دیکھو گے کہ ہر دودھ پلانے والی اپنے شیر خوار کو بھول جائے گی اور حمل والی جنم دے گی اور تم لوگوں کو نشہ کی کیفیت میں دیکھو گے حالانکہ وہ نشہ میں نہ ہوں گے لیکن اللہ کا عذاب سخت ہے۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتَانِ) (الرحمٰن: 46)

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: جو اپنے ربّ سے ڈرا اس کے لیے دو جنتیں ہیں۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (وَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ يَّتَسَاءَلُوْنَ قَالُوْا اِنَّا كُنَّا قَبْلُ فِيْ اَهْلِنَا مُشْفِقِيْنَ، فَمَنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا وَوَقٰنَا عَذَابَ السَّمُوْمِ اِنَّا كُنَّا مِنْ قَبْلُ نَدْعُوْهُ اِنَّهٗ هُوَ الْبَرُّ الرَّحِيْمُ) (الطور: 25-28)

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور ان میں سے بعض بعض سے پوچھتے ہوئے متوجہ ہوں گے کہیں گے کہ اپنے گھر والوں میں ہم ڈرتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے ہم پر احسان فرمایا اور ہمیں سخت گرمی (لو) کے عذاب سے بچا لیا ہم یقیناً اس کو پکارا کرتے تھے بے شک وہ بھلائی کرنے والا مہربان ہے۔

وَالْاٰيَاتُ فِي الْبَابِ كَثِيْرَةٌ جِدًّا مَّعْلُوْمَاتٌ وَّالْغَرْضُ الْاِشَارَةُ اِلٰى بَعْضِهَا وَقَدْ حَصَلَ وَاَمَّا الْاَحَادِيْثُ فَكَثِيْرَةٌ جِدًّا فَنَذْكُرُ مِنْهَا طَرَفًا وَبِاللّٰهِ التَّوْفِيْقُ:

اس باب میں آیات بکثرت ہیں اور مشہور معروف ہیں مقصد بعض کی طرف اشارہ ہے وہ حاصل ہو چکا اور احادیث تو بہت ہی زیادہ ہیں ان میں سے ایک حصہ ہم ذکر کرتے ہیں اور توفیق اللہ تعالیٰ ہی عطا فرماتا ہے۔

(399) عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: حَدَّثَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ الصَّادِقُ الْمَصْدُوْقُ: اِنَّ اَحَدَكُمْ يُجْمَعُ خَلْقُهٗ فِيْ بَطْنِ اُمِّهٖ اَرْبَعِيْنَ يَوْمًا نُّطْفَةً، ثُمَّ يَكُوْنُ عَلَقَةً مِثْلَ ذٰلِكَ، ثُمَّ يَكُوْنُ مُضْغَةً مِثْلَ ذٰلِكَ، ثُمَّ

حضرت ابن مسعود ﷺ سے روایت ہے ہمیں رسول اللہ ﷺ نے بتایا اور آپ سچے سچی خبروں والے ہیں بے شک تم میں سے ہر شخص اپنی والدہ کے پیٹ میں چالیس دن نطفہ کی کیفیت میں رہتا ہے پھر اتنی ہی دیر لوتھڑا (جما ہوا خون) ہوتا ہے پھر اتنا ہی عرصہ گوشت کا

يُرْسَلُ الْمَلَكُ، فَيَنْفُخُ فِيهِ الرُّوحَ وَيُؤْمَرُ بِأَرْبَعِ كَلِمَاتٍ: بِكَتْبِ رِزْقِهِ وَاَجَلِهِ وَعَمَلِهِ وَشَقِيٌّ اَوْ سَعِيدٌ. فَوَالَّذِيْ لَا اِلٰهَ غَيْرُهُ اِنَّ اَحَدَكُمْ لَيَعْمَلُ بِعَمَلِ اَهْلِ الْجَنَّةِ حَتّٰى مَا يَكُوْنُ بَيْنَهُ وَبَيْنَهَا اِلَّا ذِرَاعٌ فَيَسْبِقُ عَلَيْهِ الْكِتَابُ، فَيَعْمَلُ بِعَمَلِ اَهْلِ النَّارِ فَيَدْخُلُهَا، وَاِنَّ اَحَدَكُمْ لَيَعْمَلُ بِعَمَلِ اَهْلِ النَّارِ حَتّٰى مَا يَكُوْنُ بَيْنَهُ وَبَيْنَهَا اِلَّا ذِرَاعٌ، فَيَسْبِقُ عَلَيْهِ الْكِتَابُ فَيَعْمَلُ بِعَمَلِ اَهْلِ الْجَنَّةِ فَيَدْخُلُهَا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

ٹکڑا رہتا ہے پھر اس کی طرف فرشتہ بھیجا جاتا ہے وہ اس میں روح پھونک دیتا ہے اور چار باتیں اس کو لکھنے کا حکم ہوتا ہے اس کا رزق' اس کی میعاد' اس کا عمل اور یہ بدبخت ہے یا سعادت مند۔ اس ذات کی قسم جس کے بغیر کوئی اور معبود نہیں تم میں سے کوئی اہل جنت کے عمل کرتا رہتا ہے یہاں تک اس کے اور جنت کے درمیان صرف ایک ہاتھ فاصلہ رہ جاتا ہے' پس تحریر اس پر سبقت لے جاتی ہے اور وہ جہنمیوں کے کام میں مصروف ہو جاتا ہے اور جہنم رسید ہو جاتا ہے اور کوئی دوزخیوں والے کام کرتا رہتا ہے۔ حتیٰ کہ اس کے درمیان اور جہنم کے درمیان صرف ایک ہاتھ فاصلہ رہ جاتا ہے تحریر سبقت لے جاتی ہے۔ وہ جنتیوں کے کام کرتا ہے اور جنت میں داخل ہو جاتا ہے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب ذکر الملائکۃ، ج۲ص۱۰۱، رقم: ۳۲۰۸ صحیح مسلم، باب کیفیۃ الخلق الآدمی فی بطن اُمہ ج۸ص۴۴، رقم: ۶۸۹۳ سنن الکبریٰ للبیہقی، باب ما یستدل بہ علی ان الوالد الواحد لا یکون مخلوقات ماء رجلین، ج۱ ص۲۶۶، رقم: ۲۱۸۱۶ سنن ابوداؤد، باب فی القدر، ج۴ص۳۶۴، رقم: ۴۷۱۰ سنن ابن ماجہ، باب فی القدر، ج۱ص۲۹، رقم: ۷۶)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

صادق وہ جس کے سارے اقوال سچے ہوں، مصدوق وہ جس کے سارے اعمال سچے ہوں یا صادق وہ جو ہوش سنبھال کر سچ بولے، اور مصدوق وہ جو پہلے ہی سے سچا ہو، یا صادق وہ جو واقع کے مطابق خبر دے اور مصدوق وہ کہ جو وہ اپنی زبان مبارک سے کہہ دے واقعہ اُس کے مطابق ہو جائے حضور میں یہ سارے اوصاف جمع ہیں۔

ماں کے رحم میں منی چالیس دن تک اسی حالت میں سفید رنگ کی رہتی ہے، پھر سُرخ رنگ کا خون بن جاتی ہے، پھر چالیس روز کے بعد جم کر گوشت۔ صوفیائے کرام فرماتے ہیں: چونکہ آدم علیہ السلام کا خمیر چالیس سال اور موسیٰ علیہ السلام کا قیام طور پر چالیس دن رہا، اس لیئے نطفہ پر ہر چلہ کے بعد انقلاب آتا ہے، پھر بعد پیدائش نفاس کی مدت چالیس دن ہے، کمال عقل چالیس سال میں ہوتا ہے۔ یہ حدیث صوفیاء کے چلوں کی دلیل ہے۔ اہلِ سنت میّت کا چالیسواں اسی بنا پر کرتے ہیں کہ چالیس میں انقلاب ہے۔

پھر ایک فرشتہ یعنی کاتبِ تقدیر فرشتہ جو رحموں پر معین ہے ایک ہی فرشتہ جو سارے عالم کی حاملہ عورتوں کا نگران ہے۔ معلوم ہوا کہ وہ حاضر وناظر ہے۔

(اور بد بخت ہے نیک بخت ہے یعنی) کہ یہ کیا کرے گا، کب اور کہاں مرے گا، کیا کیا کھائے گا اور کیا پیئے گا، اس کا خاتمہ کفر پر ہوگا، یا ایمان پر۔ خیال رہے کہ یہ چیزیں وہ علوم خمسہ ہیں جس کے بارے میں فرمایا گیا وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ یہ فرشتہ بتعلیم الٰہی سارے انسانوں کی یہ ساری چیزیں جانتا ہے۔ مرقاۃ میں ہے کہ یہ باتیں ایک تختی پر لکھ کر بچے کے گلے میں ڈال دیتا ہے رب تعالیٰ فرماتا ہے: وَكُلَّ اِنْسَانٍ اَلْزَمْنٰهُ طٰٓئِرَهٗ فِیْ عُنُقِهٖ غور کرو جب اُس فرشتے کا اس قدر علم ہے تو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم جو اعلم الخلق ہیں ان کا علم تو ہمارے خیالات سے ورا ہے اور یہ تختی پر لکھنا اور گلے میں ڈالنا اسی لیئے ہے کہ حقیقت میں نگاہیں اسے پڑھ سکیں۔ خیال رہے کہ تحریر لوح محفوظ میں بھی ہوتی ہے اور شب قدر میں فرشتوں کے صحائف میں بھی ہے اور بچے کی پیشانی یا گلے کی تختی یا ہاتھ میں بھی ہے مگر یہ تحریر مختلف ہیں۔

(اور جنت میں صرف ایک ہاتھ فاصلہ رہ جاتا ہے) یعنی صرف موت کا کہ مرے اور وہاں پہنچ جائے ایک ہاتھ تشبیہ کے لیئے فرمایا اور وہ کافر بن جاتا ہے اس میں اشارۃً فرمایا گیا کہ رب بد عملی کے بغیر کسی کو دوزخ میں نہیں بھیجتا لہذا ظاہر یہ ہے کہ کفار کے بچے جہنمی نہیں۔ واللہ اعلم!

(اور دوزخ میں صرف ایک ہاتھ رہ جاتا ہے) یعنی ایمان لاکر متقی بن کے مرتا ہے لہذا کوئی بدکار رب تعالیٰ سے مایوس نہ ہو اور کوئی نیک کار اپنے تقویٰ پر فخر نہ کرے، اللہ تعالیٰ حسن خاتمہ نصیب کرے۔ خیال رہے کہ جنت کسبًا، عطاء اور وہبًا ملے گی یہاں کسی جنت کا ذکر ہے ورنہ مسلمان کے بچے جنتی ہیں، رب فرماتا ہے: اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ۔

(مرأۃ المناجیح، ج ا، ص ۸۰)

(400) وَعَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يُؤْتٰى بِجَهَنَّمَ يَوْمَئِذٍ لَّهَا سَبْعُوْنَ اَلْفَ زِمَامٍ، مَعَ كُلِّ زِمَامٍ سَبْعُوْنَ اَلْفَ مَلَكٍ يَّجُرُّوْنَهَا رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جہنم کو روز قیامت اس طرح لایا جائے گا کہ اس کی مہاریں ستر ہزار ہوں گی اور ہر مہار کے ساتھ ستر ہزار فرشتے ہوں گے جو اس کو کھینچتے ہوں گے۔ (مسلم)

شرح حدیث: اللہ عزوجل نے جہنم کے اوصاف کثرت سے بیان فرمائے ہیں، چنانچہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِیْ وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ

ترجمۂ کنزالایمان: تو ڈرو اس آگ سے جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں۔ (پ1، البقرۃ: 24)

ایک دوسری جگہ ارشاد فرمایا:

اِذَا رَاَتْهُمْ مِّنْ مَّكَانٍۭ بَعِيْدٍ سَمِعُوْا لَهَا تَغَيُّظًا وَّ زَفِيْرًا ۝

ترجمۂ کنز الایمان: جب وہ انہیں دور جگہ سے دیکھے گی تو سنیں گے اس کا جوش مارنا اور چنگھاڑنا۔

(پ18، الفرقان:12)

دو جہاں کے تاجور، سلطانِ بحر و بر صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: تم جو آگ جلاتے ہو یہ جہنم کی آگ کے ستر اجزاء میں سے ایک جزو ہے۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کی: یارسول اللہ عزوجل وصلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم! اللہ عزوجل کی قسم! اگر جہنم ہماری یہی دنیوی آگ بھی ہوتی تب بھی کافی تھی۔ آپ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: جہنم کی آگ کو دنیوی آگ سے اُنہتّر 69 گنا زیادہ تیز کیا گیا ہے اور ان میں سے ہر جزو کی گرمی دنیوی آگ کی طرح ہے۔ (جامع الترمذی، کتاب صفۃ الجہنم، باب ماجاء ان نارکم ھذہ ۔۔۔۔۔۔الخ، الحدیث:۲۵۸۹،ص۱۹۱۲)

حضور نبیٔ پاک، صاحبِ لولاک، سیاحِ افلاک صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: قیامت کے دن جب جہنم کو لایا جائے گا تو اس کی ستر ہزار لگامیں ہوں گی، ہر لگام کو ستر ہزار فرشتے پکڑ کر کھینچتے ہوں گے۔

(جامع الترمذی، کتاب صفۃ الجہنم، باب ماجاء فی صفۃ النار، الحدیث:۲۵۷۳،ص۱۹۱۱)

چراغ کی لو پر اُنگلی رکھ دی

ایک نیک بزرگ کے ساتھ ایک واقعہ پیش آیا، ہوا یوں کہ وہ کسی جگہ بیٹھے ہوئے تھے اور ان کے قریب ہی ایک چراغ جل رہا تھا، اچانک ان کے دل میں گناہ کا خیال آیا تو وہ اپنے نفس سے کہنے لگے: میں اپنی انگلی اس چراغ کی بتی پر رکھتا ہوں اگر تو نے اس پر صبر کر لیا تو میں اس گناہ کو کرنے میں تیری بات مان لوں گا۔ پھر جب انہوں نے اس بتی پر اپنی انگلی رکھی تو بے قرار ہو کر چیختے ہوئے کہنے لگے: اے دشمنِ خدا عزوجل! جب تو دنیا کی اس آگ پر صبر نہیں کر سکا جسے ستر مرتبہ بجھایا گیا ہے تو جہنم کی آگ پر کیسے صبر کریگا؟

امیر المؤمنین حضرت سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ تعالٰی عنہ نے حضرت سیدنا کعب الاحبار رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ارشاد فرمایا: اے کعب رضی اللہ تعالٰی عنہ! ہمیں ڈروالی کچھ باتیں سنائیں۔ تو حضرت سیدنا کعب رضی اللہ تعالٰی عنہ نے عرض کی: اے امیر المؤمنین! اگر آپ رضی اللہ تعالٰی عنہ قیامت کے دن ستر انبیاء کرام علیہم السلام کے عمل لے کر بھی آئیں تو قیامت کے احوال دیکھ کر انہیں حقیر جاننے لگیں گے۔ اس پر امیر المؤمنین رضی اللہ تعالٰی عنہ نے کچھ دیر کے لئے سر جھکا لیا پھر جب افاقہ ہوا تو ارشاد فرمایا: اے کعب رضی اللہ تعالٰی عنہ! مزید سنائیں۔ تو انہوں نے عرض کی: اے امیر المؤمنین! اگر جہنم میں سے بیل کے ناک جتنا حصہ مشرق میں کھول دیا جائے تو مغرب میں موجود شخص کا دماغ اِس کی گرمی کی وجہ سے اُبل کر بہہ جائے۔

رسول کریم، رؤف رحیم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: اے جبرائیل (علیہ السلام)! کیا بات ہے کہ میں نے میکائیل (علیہ السلام) کو کبھی ہنستے ہوئے نہیں دیکھا؟ تو انہوں نے عرض کی: جب سے جہنم کو پیدا کیا گیا ہے میکائیل

(علیہ السلام) کبھی نہیں ہنسے اور جب سے جہنم پیدا ہوئی، میری آنکھ اس خوف سے خشک نہیں ہوئی کہ کہیں میں اللہ عزوجل کی نافرمانی نہ کر بیٹھوں اور وہ مجھے جہنم میں نہ ڈال دے۔

حضرت سیدنا عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک دن روتے ہوئے دیکھ کر پوچھا گیا: آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کس چیز نے رُلایا ہے؟ تو انہوں نے ارشاد فرمایا: اللہ عزوجل کی طرف سے مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ مجھے جہنم پر پیش کیا جائے گا مگر یہ خبر نہیں پہنچی کہ میں وہاں سے نجات پا کر نکل بھی سکوں گا۔ (الزواجر عن اقتراف الکبائر، صفحہ ۹۷)

(401) وَعَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُوْلُ: اِنَّ اَهْوَنَ اَهْلِ النَّارِ عَذَابًا يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ لَرَجُلٌ يُّوْضَعُ فِيْ اَخْمَصِ قَدَمَيْهِ جَمْرَتَانِ يَغْلِيْ مِنْهُمَا دِمَاغُهُ. مَا يَرٰى اَنَّ اَحَدًا اَشَدُّ مِنْهُ عَذَابًا، وَّاِنَّهٗ لَاَهْوَنُهُمْ عَذَابًا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: دوزخیوں میں سب سے زیادہ نرم عذاب والا روزِ حشر وہ ہوگا' جس کے پاؤں کے گہرے حصوں میں دو انگارے رکھے جائیں گے ان کی وجہ سے اس کا دماغ کھولے گا وہ یہ سمجھے گا کہ کسی کو اس سے بڑھ کر سزا نہیں ہے حالانکہ اس کو سب سے تخفیف والا عذاب ہوگا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب صفۃ الجنۃ والنار، ج۴ص۱۱۵، رقم: ۶۵۶۲، صحیح مسلم، باب اھون اھل النار عذابا، ج۱ص۵۳۵، رقم: ۵۳۸، سنن ترمذی، باب ما جاء ان اکثر اھل النار النساء، ج۴ص۴۱۶، رقم: ۲۶۰۳، مسند امام احمد، حدیث النعمان بن بشیر، ج۶ص۳۷۱، رقم: ۱۸۴۱۴، مسند البزار، مسند النعمان بن بشیر، ج۱ص۴۸۳، رقم: ۳۲۲۵)

شرح حدیث: حکیم الاُمّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

دوزخ کے مختلف طبقے ہیں ہر طبقہ کا عذاب مختلف ہے، اونچے طبقہ کا عذاب نیچے سے ہلکا ہوگا اونچے طبقے کے دوزخیوں میں بعض لوگ ایسے ہوں گے جن کا ذکر یہاں ہے۔ خیال رہے کہ اگر کالا دانہ پاؤں کی انگلی میں نکل آئے تو اس سے سر چکراتا ہے مریض کہتا ہے میری کھوپڑی پھٹی جا رہی ہے اس کا نمونہ دنیا میں ہی قائم ہے لہذا اس حدیث پر اعتراض نہ کرو کہ سر کا پاؤں سے کیا تعلق ہے آگ کی جوتی یا تو انگاروں سے بنی ہوئی جوتی ہوگی یا آگ سے تپائی ہوئی جوتی پہلے معنی زیادہ ظاہر ہیں یعنی اس کے صرف پاؤں میں آگ ہوگی باقی جسم میں نہیں۔ (اور پھر بھی) یہ دوزخی سمجھے گا کہ سب سے زیادہ سخت عذاب مجھ پر ہی ہے مگر واقعہ یہ ہوگا کہ سب سے ہلکا عذاب اسے ہوگا۔ (مرآۃ المناجیح، ج۱، ص۸۰)

ان سے بہتر ساتھی کوئی نہیں

حضرت سیّدنا حاتم اصم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کسی بزرگ کو فرماتے سنا کہ بندے کے لئے غم اور خوف سے بہتر ساتھی کوئی نہیں، غم اس چیز کا کہ پچھلے گناہوں کا کیا بنے گا؟ اور خوف اس بات کا کہ بندہ نہیں جانتا کہ اس کا ٹھکانہ کہاں ہوگا؟

(شعب الایمان، باب فی الخوف من اللہ تعالیٰ، ج ۱، ص ۵۱۵، رقم الحدیث ۸۹۵)

کب گناہوں سے کنارہ میں کروں گا یارب عزوجل
نیک کب اے میرے اللہ! بنوں گا یارب عزوجل
گر تُو ناراض ہوا میری ہلاکت ہوگی
ہائے! میں نارِ جہنم میں جلوں گا یارب عزوجل

اپنی کمزوری وناتوانی کو سامنے رکھ کر جہنم کے عذابات پر غور تفکر کرنا

اپنے دل میں خوفِ خدا عزوجل بیدار کرنے کے سلسلے میں تیسرا طریقہ یہ ہے کہ انسان جہنم کے عذابات کو پیش نظر رکھتے ہوئے اپنی ناتوانی پر غور کرے۔ جہنم کے عذابات کی معرفت کے سلسلے میں ذیل کی روایات کا مطالعہ نفع بخش ثابت ہوگا۔

ان شاء اللہ تعالیٰ!

حضرتِ ابوہریرہ رضي اللہ تعالي عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے ارشادفرمایا تمہاری یہ آگ جسے ابن آدم روشن کرتا ہے، جہنم کی آگ سے ستر درجے کم ہے۔ یہ سن کرصحابہ کرام (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم! جلانے کے لئے تو یہی کافی ہے؟ ارشادفرمایا وہ اس سے اُنہتر (۶۹) درجے زیادہ ہے، ہردرجے میں یہاں کی آگ کے برابر گرمی ہے۔

حضرتِ ابوہریرہ رضي اللہ تعالي عنہ ہی سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے ارشادفرمایا دوزخ کی آگ ہزار سال بھڑکائی گئی یہاں تک کہ سرخ ہوگئی، پھر ہزار سال تک بھڑکائی گئی یہاں تک کہ سفید ہوگئی، پھر ہزار سال تک بھڑکائی گئی، یہاں تک کہ سیاہ ہوگئی، پس اب وہ نہایت سیاہ ہے۔

(جامع الترمذی، کتاب صفۃ الجھنم، جلد ۴، ص ۲۶۶، رقم الحدیث ۲۶۰۰)

حضرتِ انس بن مالک رضي اللہ تعالي عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے ارشادفرمایا تمہاری یہ آگ، دوزخ کی آگ کا سترّواں حصہ ہے، اگر یہ دوبارہ نہ بجھائی جاتی تم اس سے نفع نہ اٹھا سکتے تھے، اب یہ آگ خوداللہ تعالیٰ سے التجاء کرتی ہے کہ اسے دوبارہ جہنم میں نہ لوٹایا جائے۔ (سنن ابن ماجہ، جلد ۴، ص ۵۲۸، رقم الحدیث ۴۳۱۸)

حضرت سمرہ بن جندب رضي اللہ تعالي عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا کہ دوزخیوں میں بعض لوگ وہ ہوں گے جن کے ٹخنوں تک آگ ہوگی اور بعض لوگ وہ ہوں گے جن کے زانوؤں تک آگ کے شعلے پہنچیں گے اور بعض وہ ہوں گے جن کے کمر تک ہوگی اور بعض لوگ وہ ہوں گے جن کے گلے تک آگ کے شعلے ہوں گے۔

(صحیح مسلم، باب صفۃ النار، ص ۱۱۹۷، رقم الحدیث ۲۸۴۵)

حضرت ابوسعید خدری رضي اللہ تعالي عنہ سے مروی ہے کہ سرکار اقدس انے فرمایا کہ اگر اس زرد پانی کا ایک ڈول جو دوزخیوں کے زخموں سے جاری ہوگا دنیا میں ڈال دیا جائے تو دنیاوالے بدبودار ہوجائیں۔

(ترمذی، کتاب صفۃ الجہنم، جلد ۴،ص ۲۶۳،رقم الحدیث ۲۵۹۴)

حضرت عبداللہ بن حارث بن جزرضي اللہ تعالي عنہ کا بیان ہے کہ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا کہ دوزخ میں بختی اونٹ کے برابر سانپ ہیں یہ سانپ ایک مرتبہ کسی کو کاٹے تو اس کا درد اور زہر چالیس برس تک رہے گا۔ اور دوزخ میں پالان بندھے ہوئے خچروں کے مثل بچھو ہیں تو ان کے ایک مرتبہ کاٹنے کا درد چالیس سال تک رہے گا۔

(مشکوۃ المصابیح، باب صفۃ النار واھلھا، جلد ۳،ص ۲۴۰،رقم الحدیث ۵۶۹۳)

حضرت ابوہریرہ رضي اللہ تعالي عنہ نے فرمایا کہ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ دوزخ میں صرف بدنصیب داخل ہوگا۔ عرض کی گئی، یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم بدنصیب کون ہے؟ فرمایا، وہ شخص بدنصیب ہے جس نے خدائے تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے اس کی اطاعت نہیں کی اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے لیے گناہ کو نہیں چھوڑا۔ (مشکوۃ المصابیح، باب صفۃ النار واھلھا، جلد ۳،ص ۲۴۰،رقم الحدیث ۵۶۹۳)

(402) وَعَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: اَنَّ نَبِيَّ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: مِنْهُمْ مَنْ تَأْخُذُهُ النَّارُ اِلٰى كَعْبَيْهِ، وَمِنْهُمْ مَنْ تَأْخُذُهُ اِلٰى رُكْبَتَيْهِ، وَمِنْهُمْ مَنْ تَأْخُذُهُ اِلٰى حُجْزَتِهِ، وَمِنْهُمْ مَنْ تَأْخُذُهُ اِلٰى تَرْقُوَتِهِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت سمرہ بن جندب ﷺ سے روایت ہے کہ اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا: بعض وہ ہوں گے جن کو آگ ٹخنوں تک پکڑے گی اور بعض کو گھٹنوں تک بعض کو کمر بند تک اور بعض کہ ہنسلیوں تک پکڑے گی۔ (مسلم)

الْحُجْزَةُ: مَعْقِدُ الْاِزَارِ تَحْتَ السُّرَّةِ، وَ التَّرْقُوَةُ بِفَتْحِ التَّاءِ وَضَمِّ الْقَافِ: هِيَ الْعَظْمُ الَّذِيْ عِنْدَ ثُغْرَةِ النَّحْرِ، وَلِلْاِنْسَانِ تَرْقُوَتَانِ فِيْ جَانِبَيِ النَّحْرِ.

حجزہ ناف کے نیچے چادر باندھنے کی جگہ۔ ترقوۃ تا پر زبر اور قاف پر پیش کے ساتھ سینے کے گڑھے کے قریب ہڈی کو کہتے ہیں۔ انسان کی دو ہنسلیاں اس کے سینے کے دونوں جانب ہوتی ہیں۔

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب فی شدۃ حر نار جھنم وبعد قعرھا، ج۸ص۱۵۰ رقم: ۱۳۲۸ مسند امام احمد، ومن حدیث سمرۃ بن جندب، ج۵ص۱۰ رقم: ۲۰۱۱۵ المعجم الکبیر للطبرانی، من اسمه سمرۃ بن جندب الفزاری، ج۷ص۲۲۳ رقم: ۶۸۱۶ مصنف ابن شیبۃ، کتاب ذکر النار، ج۸ص۵۶ رقم: ۳۴۱۷۹ مشکوۃ المصابیح، باب صفۃ النار واھلھا، ج۲ص۲۳۲ رقم: ۵۶۷۱)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی دوزخی لوگوں کو عذاب تو پورے جسم کو ہوگا مگر مختلف طریقوں کا ہوگا جیسا کافر ویسا اس کا عذاب۔ دوزخ کی آگ کا تو ایک انگارا ہی سزا کے لیے کافی ہے جس کے گلے تک آگ ہو غور کرلو اس کا حال کیا ہوگا اللہ تعالیٰ اس آگ سے بچائے، یہ آگ کفار کو بھی پہنچے گی اور بعض گنہگار مؤمنوں کو بھی مگر مؤمنوں کو کچھ دن کے لیے کافروں کو ہمیشہ کے لیے اور بھی

کئی طرح فرق ہوگا۔ ترقوت وہ ہڈی ہے جو گلے اور گردن کے درمیان ہے جسے ہندی میں ٹیٹوا کہتے ہیں، فارسی میں چنبر۔ (مرقات، اشعہ) (مرآۃ المناجیح، ج۶، ص۶۶۰)

رسوائی کا گھر

پاک ہے وہ ذات جو سب کا خدا ہے، ہمیشہ سے عظیم، قوت والا، شان وشوکت اور حسن جمال والا ہے، اپنی بادشاہی میں یکتا ہے، اور وہ ہمیشہ رہے گا۔ اپنے اطاعت گزار کے لئے جنت بنائی اگرچہ وہ حبشی غلام ہی ہو، اور نافرمان کے لئے جہنم بنائی اگرچہ وہ قریش کا آزاد شخص ہی کیوں نہ ہو اور اس کو مشرکین و کفار کا ٹھکانہ، بدبختوں اور فاسقوں کے رہنے کی جگہ بنا دیا۔ جیسا کہ اللہ عَزَّ وَجَلَّ کا فرمانِ عالیشان ہے:

اَلنَّارُ یُعْرَضُوْنَ عَلَیْهَا غُدُوًّا وَّ عَشِیًّا

ترجمۂ کنزالایمان: آگ جس پر صبح وشام پیش کئے جاتے ہیں۔ (پ ۲۴، المؤمن: ۴۶)

اس سے چھٹکارا بھی کیسے ہوسکتا ہے کیونکہ اللہ عَزَّ وَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

وَ اِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا ۚ كَانَ عَلٰی رَبِّكَ حَتْمًا مَّقْضِیًّا ۝

ترجمۂ کنزالایمان: اور تم میں کوئی ایسا نہیں جس کا گزر دوزخ پر نہ ہو تمہارے رب کے ذمہ پر یہ ضرور ٹھہری ہوئی بات ہے۔ (پ۱۶، مریم: ۷۱)

جہنم رنج والم اور ذلت ورسوائی کا گھر ہے، اس کا انکار کرنے والوں کو بھی اس سے امان نہیں ہوگی، ان کے لئے ہمیشہ اس میں رہنا اور اسے بھولے رہنا لکھ دیا گیا ہے، انہیں اس میں ندا دی جائے گی اور وہ سُن رہے ہوں گے:

هٰذِهٖ جَهَنَّمُ الَّتِیْ یُكَذِّبُ بِهَا الْمُجْرِمُوْنَ ۝ یَطُوْفُوْنَ بَیْنَهَا وَ بَیْنَ حَمِیْمٍ اٰنٍ ۝

ترجمۂ کنزالایمان: یہ ہے وہ جہنم جسے مجرم جھٹلاتے ہیں، پھیرے کریں گے اس میں اور انتہا کے جلتے کھولتے پانی میں۔ (پ ۲۷، الرحمٰن ۴۳، ۴۴)

ہائے افسوس! وہ ایسا گھر ہے جس کی تکالیف پہنچ کر رہنے والی ہیں، جس کی اُمیدیں پوری نہیں ہوتیں، جس کے راستے تاریک ہیں، جس کی ہلاکتیں غیر واضح ہیں، اس کے رہنے والے جلتا، کھولتا ہوا پانی پئیں گے، اور ہمیشہ اس کے عذاب میں مبتلا رہیں گے، اس میں اپنی ہلاکت و بربادی کو پکاریں گے مگر اس میں ان کی امیدیں بھی ہلاک ہوجائیں گی، انہیں اس کی قید سے کبھی رہائی نہ ملے گی، پے در پے عذاب کے سبب وہ اس کے کشادہ راستوں اور مختلف حصوں سے فریاد کریں گے: اے مالک ومولیٰ عَزَّ وَجَلَّ! ہم پر تیری وعید ثابت ہوگئی، اے ہمارے ربّ عَزَّ وَجَلَّ! لوہے کے گرزوں نے ہمارے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے۔ اے ہمارے خالق و مالک عَزَّ وَجَلَّ! عذاب سے ہماری کھالیں پک گئی ہیں۔ اے مالک ومولیٰ عَزَّ وَجَلَّ! ہمیں جہنم سے نکال دے، ہم دوبارہ نافرمانی نہیں کریں گے۔ تحقیق وہ قید جہنمیوں کا کچومر نکال دے گی، پھر انہیں

اس میں ہمیشہ رہنے کا یقین ہوجائے گا، وہ معبودِ حقیقی کے غضب میں لوٹیں گے کیونکہ دنیا میں انہوں نے فسق وفجور کا بازار گرم کیا، کفار کے ساتھ میل جول بڑھایا لہٰذا جہنم کو ان کا ٹھکانہ بنا دیا جائے گا، یہ کتنا برا ٹھکانہ ہے، منکرین اور شکوک وشبہات کی وادیوں میں بھٹکنے والوں کے لئے کتنی بری جگہ ہے، اس میں ان کا کھانا زقوم (جہنم کا کانٹے دار درخت)، پینا جہنمیوں کی پیپ اور پگھلا ہوا سیسہ ہوگا:

كُلَّمَا نَضِجَتْ جُلُوْدُهُمْ بَدَّلْنٰهُمْ جُلُوْدًا غَيْرَهَا لِيَذُوْقُوا الْعَذَابَ ؕ

ترجمۂ کنزالایمان: جب کبھی ان کی کھالیں پک جائیں گی ہم ان کے سوا اور کھالیں انہیں بدل دیں گے کہ عذاب کا مزہ لیں۔ (پ۵، النسآء:۵۶) (اَلرَّوْضُ الْفَائِقُ فِی الْمَوَاعِظِ وَالرَّقَائِقِ صفحہ ۱۵۴۔۱۵۵)

(403) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: يَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعَالَمِيْنَ حَتّٰى يَغِيْبَ اَحَدُهُمْ فِيْ رَشْحِهِ اِلٰى اَنْصَافِ اُذُنَيْهِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔ وَ الرَّشْحُ: الْعَرَقُ۔

حضرت ابن عمر ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ لوگ ربّ العالمین کی بارگاہ میں کھڑے ہوں گے یہاں تک کہ ان میں سے کوئی پسینہ میں نصف کانوں تک ڈوبا ہوگا۔ (متفق علیہ) اَلرَّشْحُ: پسینے کو کہتے ہیں۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورۃ المطففین، باب یقوم الناس لرب العالمین، ج۶ ص۱۶۷، رقم: ۴۹۳۸ صحیح مسلم، باب فی صفۃ یوم القیامۃ اعاننا اللہ علی اھوالھا، ج۴ص۱۵۸، رقم: ۷۲۸۳ سنن النسائی الکبرٰی، سورۃ المطففین، ج۶ص۵۰۹، رقم: ۱۱۶۵۶ مسند عبد بن حمید، احادیث ابن عمر، ص۲۳۶، رقم: ۷۶۳ مسند عبداللہ بن مبارک، ص۹۷، رقم: ۹۶)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یہ حال ان لوگوں کا ہوگا جنہیں عرش اعظم کا سایہ میسر نہ ہوگا، سایہ والے لوگ بڑے آرام سے ٹھنڈی چھاؤں میں ہوں گے، وہاں پسینہ کیسا عادل بادشاہ، جوان صالح، اکیلے میں اپنے گناہ یاد کرکے رونے والا عرش کے سایہ میں ہوں گے، پھر اولیاء انبیاء کا کیا پوچھنا دنیا ان کے سایہ میں ہوگی وہ خود سایہ ہوں گے۔ شعر

امی و دقیقہ داں عالم　　بے سایہ وسائبان عالم

یہ پسینہ سورج اور دوزخ کی گرمی، انتہائی پریشانی وفکر اور ندامت کی وجہ سے ہوگا۔ (مرقات) اور مطابق اپنے اعمال کے ہوگا زیادہ گناہ کیے تو پسینہ زیادہ۔ بعض شارحین نے فرمایا کہ ہر ایک کا پسینہ الگ ہوگا دوسروں کے پسینہ سے مل کر دریا نہ بنے گا جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مچھلی سے پانی میں طاق بن گیا، بعض نے فرمایا کہ تمام پسینوں کا دریا بن جاوے گا مگر یہ دریا کسی کے ٹخنوں تک، کسی کے منہ تک جیسے ایک ہی قبر میں مؤمن مردہ جنت میں ہے، کافر مردہ دوزخ میں، ایک چار پائی

پر دو آدمی سو رہے ہیں ایک اچھی خواب سے خوش ہے دوسرا بری خواب سے پریشان۔ (مرقات)

(مرآۃ المناجیح، ج ۷، ص ۳۸۲)

سایہ عرش پانے والے پہلے سات اشخاص

حضرت سیّدُ نا ابو ہریرہ اور حضرت سیّدُ نا ابو سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہما روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی پاک، صاحبِ لَوْلاک، سیّاحِ اَفلاک صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمان عالیشان ہے: اللہ عَزَّ وَجَلَّ سات اشخاص کو اپنے عرش کے سائے میں جگہ عطا فرمائے گا جس دن اللہ عَزَّ وَجَلَّ کے عرش کے سائے کے علاوہ کوئی سایہ نہ ہوگا (۱) عادل حکمران (۲) وہ نوجوان جس کی جوانی عبادتِ الٰہی میں گزری (۳) وہ شخص جس کا دل مسجد سے نکلتے وقت مسجد میں لگا رہے حتیٰ کہ واپس لوٹ آئے (۴) وہ دو شخص جو اللہ عَزَّ وَجَلَّ کے لئے محبت کرتے ہوئے جمع ہوئے اور محبت کرتے ہوئے جدا ہو گئے (۵) وہ شخص جو خلوت میں اللہ عَزَّ وَجَلَّ کا ذکر کرتا ہو اور اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلیں (۶) وہ شخص جسے کوئی مال و جمال والی عورت گناہ کیلئے بلائے اور وہ کہے کہ میں اللہ عَزَّ وَجَلَّ سے ڈرتا ہوں۔ (۷) وہ شخص جو اس طرح چھپا کر صدقہ دے کہ اس کے بائیں ہاتھ کو خبر نہ ہو کہ دائیں نے کیا صدقہ کیا۔ (صحیح مسلم، کتاب الزکاۃ، باب فضل اخفاء الصدقۃ، الحدیث ۲۳۸۰، ص ۸۴۰ بتقدم وتاخر)

حضرت سیّدُ نا سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: سات اشخاص اللہ عَزَّ وَجَلَّ کے عرش کے سایہ میں ہوں گے۔ (۱) وہ شخص جو خلوت میں اللہ عَزَّ وَجَلَّ کا ذکر کرے اور اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ پڑیں (۲) وہ شخص جس نے اللہ عَزَّ وَجَلَّ کی عبادت میں اپنی جوانی گزاری (۳) وہ شخص جس کا دل مسجدوں سے محبت کی وجہ سے انہی میں لگا رہے (۴) وہ شخص جو اپنے دائیں ہاتھ سے اس طرح چھپا کر صدقہ کرے کہ بائیں کو خبر نہ ہو (۵) وہ دو شخص جو باہم ملتے ہیں تو ان میں سے ہر ایک دوسرے سے کہتا ہے: میں تجھ سے اللہ عَزَّ وَجَلَّ کی رضا کے لئے محبت کرتا ہوں۔ اور اسی پر قائم رہیں (۶) وہ شخص جس کے پاس مال و جمال والی کوئی عورت بھیجی گئی جو اسے اپنی طرف (گناہ کی) دعوت دے تو وہ کہے: میں اللہ عَزَّ وَجَلَّ سے ڈرتا ہوں اور (۷) عادِل حکمران۔ (شعب الایمان، فصل فی ادامۃ ذکر اللہ، الحدیث ۵۴۹، ج ۱، ص ۴۰۵)

(404) وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: خطبنا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خُطْبَةً مَا سَمِعْتُ مِثْلَهَا قَطّ. فَقَالَ: لَوْ تَعْلَمُوْنَ مَا اَعْلَمُ، لَضَحِكْتُمْ قَلِيْلًا وَّلَبَكَيْتُمْ كَثِيْرًا فَغَطّٰى اَصْحَابُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وُجُوْهَهُمْ، وَلَهُمْ خَنِيْنٌ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت انس ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں ایک بار خطبہ دیا کہ اس جیسا میں نے کبھی نہ سنا آپ نے ارشاد فرمایا اگر تم وہ جان لو جو میں جانتا ہوں تو تم ہنسو کم اور روؤ زیادہ۔ تو رسول اللہ ﷺ کے صحابہ نے چہرے ڈھانپ لیے اور ان کے رونے کی آواز آتی تھی۔ (متفق علیہ)

وَفِیْ رِوَایَةٍ: بَلَغَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ اَصْحَابِهِ شَيْءٌ فَخَطَبَ، فَقَالَ: عُرِضَتْ عَلَيَّ الْجَنَّةُ وَالنَّارُ، فَلَمْ اَرَ كَالْيَوْمِ فِي الْخَيْرِ وَالشَّرِّ، وَلَوْ تَعْلَمُوْنَ مَا اَعْلَمُ لَضَحِكْتُمْ قَلِيْلًا وَّلَبَكَيْتُمْ كَثِيْرًا فَمَا اَتٰى عَلٰى اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمٌ اَشَدُّ مِنْهُ، غَطَّوْا رُؤُسَهُمْ وَلَهُمْ خَنِيْنٌ۔

اور ایک روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو صحابہ کے بارے میں کچھ بات پہنچی۔ آپ نے خطبہ دیا اور فرمایا مجھ پر جنت اور جہنم پیش کی گئیں میں نے بھلائی اور برائی میں آج سا منظر کبھی نہ دیکھا۔ جو میں جانتا ہوں اگر تم جان لو تو تھوڑا ہنسو اور زیادہ روؤ۔ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر اس سے زیادہ سخت دن نہ دیکھا گیا انہوں نے اپنے چہرے ڈھانپ لیے اور ان کی چیخیں نکل گئیں۔

اَلْخَنِيْنُ بِالْخَاءِ الْمُعْجَمَةِ: هُوَ الْبُكَاءُ مَعَ غُنَّةٍ وَانْتِشَاقِ الصَّوْتِ مِنَ الْاَنْفِ۔

الخنین: خائے معجمہ کے ساتھ جس رونے کی آواز ناک کی آواز کے ساتھ مل کر ہو۔

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب فی صفة یوم القیامة اعاننا الله علی اهوالها، ج۸ص۱۵۸، رقم: ۷۳۸۵، المعجم الکبیر للطبرانی، من اسمه مقداد بن عمرو الاسود، ج۲۰ص۲۵۵، رقم: ۱۶۳۸۵، مشکوٰة المصابیح، باب الحشر، الفصل الاول، ج۳ص۲۰۴، رقم: ۵۵۳۰)

شرح حدیث: خوشی منانے والے اترانے والے

مشائخ صوفیہ میں یہ بہت ہی نامور بزرگ ہیں یہ فرماتے ہیں کہ میں نے خواب میں ایک جوان کو دیکھا کہ کبھی اتنا خوبصورت جوان میری نظروں کے سامنے نہیں آیا تھا تو میں نے اس سے پوچھا کہ تم کون ہو؟ اس نے کہا کہ میرا نام تقویٰ ہے تو میں نے کہا کہ تم کہاں رہتے ہو؟ تو اس نے کہا کہ ہر غمگین دل میں، پھر وہ مڑا تو ایک بدشکل اور بہت کالی عورت نظر آئی تو میں نے اس سے پوچھا کہ تم کون ہو؟ تو اس نے کہا کہ بدکاری تو میں نے کہا کہ تم کہاں رہتی ہو؟ تو اس نے کہا کہ ہر خوشی منانے والے اترانے والے کے دل میں۔ ابوبکر کتانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کہتے ہیں کہ خواب دیکھ کر میں جاگ گیا اور میں نے خداعزوجل سے یہ عہد کرلیا کہ اب زندگی بھر میں سوائے بے اختیاری ہنسی کے کبھی نہیں ہنسوں گا۔

(احیاءعلوم الدین، کتاب ذکر الموت ومابعدہ، الباب الثامن، بیان منامات المشائخ، ج۵، ص۲۶۵)

خوفِ خداعزوجل سے رونے والا

حضرت سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی:

اَفَمِنْ هٰذَا الْحَدِيْثِ تَعْجَبُوْنَ ۝ وَ تَضْحَكُوْنَ وَلَا تَبْكُوْنَ ۝

توکیا اس بات سے تم تعجب کرتے ہو، اور ہنستے ہو اور روتے نہیں۔ (ترجمہ کنزالایمان، پ۲۷، النجم ۵۹، ۶۰)

تو اصحابِ صُفَّہ رَضِیَ اللہُ تعالٰی عَنْہم اس قدر روئے کہ ان کے رخسار آنسوؤں سے تر ہو گئے۔ انہیں روتا دیکھ کر رسول اکرم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم بھی رونے لگے۔ آپ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے بہتے ہوئے آنسو دیکھ کر وہ اور بھی زیادہ رونے لگے۔ پھر آپ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، وہ شخص جہنم میں داخل نہیں ہوگا جو اللہ تعالیٰ کے ڈر سے رویا ہو۔ (شعب الایمان، باب فی الخوف من اللہ تعالٰی، ج ا، ص ۴۸۹، رقم الحدیث ۷۹۸)

زیادہ رونے پر سمجھائیں

حضرت سیدنا ابن علاء سعدی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) فرماتے ہیں میری ایک چچازاد بہن تھی وہ عبادت گزار تھی اور قرآن مجید کی تلاوت بہت زیادہ کرتی تھی۔ جب وہ کسی ایسی آیت پر پہنچتی جس میں جہنم کا ذکر ہوتا تو رو پڑتی۔ مسلسل رونے کی وجہ سے اس کی بینائی جا چکی تھی۔ اس کے چچازاد بھائیوں نے آپس میں کہا چلو چل کر اس کو زیادہ رونے پر سمجھائیں۔

فرماتے ہیں جب ہم اس کے پاس پہنچے تو ہم نے کہا اے بُرَیْرَہ! کیسی ہو؟ اس نے کہا مہمان ہیں جو اجنبی زمین میں پڑے ہیں اس انتظار میں ہیں کہ کب بلاوا آئے اور ہم اسے قبول کریں۔ ہم نے کہا یہ رونا کب تک رہے گا تمہاری بینائی تو زائل ہو گئی اس نے کہا اگر اللہ تعالیٰ کے ہاں ان آنکھوں کے لئے بھلائی نہیں ہے تو اس سے بھی زیادہ رونے کی ضرورت ہے پھر اس نے منہ پھیر لیا حضرت سیدنا ابن العلاء فرماتے ہیں آنے والوں نے کہا چلئے اللہ کی قسم! یہ ایسی حالت میں ہے جس میں ہم نہیں ہیں۔

حضرت سیدنا معاذہ عدویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا طریقہ مبارکہ تھا کہ جب دن نکلتا تو کہتیں یہ میری موت کا دن ہے اور وہ شام تک کھانا نہ کھاتیں پھر جب رات آتی تو کہتیں یہ وہ رات ہے جس میں میں مرجاؤں گی چنانچہ وہ صبح تک نماز میں مشغول رہتیں۔ (فیضانِ احیاء العلوم صفحہ ۱۲۸)

(405) وَعَنِ الْمِقْدَادِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُوْلُ: تُدْنَى الشَّمْسُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ مِنَ الْخَلْقِ حَتّٰى تَكُوْنَ مِنْهُمْ كَمِقْدَارِ مِيْلٍ قَالَ سُلَيْمُ بْنُ عَامِرٍ الرَّاوِيْ عَنِ الْمِقْدَادِ: فَوَاللّٰهِ مَا اَدْرِيْ مَا يَعْنِيْ بِالْمِيْلِ، اَمَسَافَةَ الْاَرْضِ اَمِ الْمِيْلَ الَّذِيْ تُكْتَحَلُ بِهِ الْعَيْنُ؟ قَالَ: فَيَكُوْنُ النَّاسُ عَلٰى قَدْرِ اَعْمَالِهِمْ فِي الْعَرَقِ، فَمِنْهُمْ مَنْ يَّكُوْنُ اِلٰى كَعْبَيْهِ، وَمِنْهُمْ مَنْ يَّكُوْنُ اِلٰى رُكْبَتَيْهِ، وَمِنْهُمْ مَنْ يَّكُوْنُ اِلٰى حِقْوَيْهِ،

حضرت مقداد ﷛ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: قیامت کے دن سورج کو مخلوق کے اتنا قریب کیا جائے گا کہ ان کے سروں سے ایک میل کے فاصلے پر ہوگا۔ حضرتِ مقداد سے روایت کرنے والے راوی سلیم بن عامر نے کہا: اللہ کی قسم! میں نہیں جانتا میل سے پیمائش زمین والا میل ہے یا سلائی جس سے آنکھوں میں سرمہ لگاتے ہیں' فرمایا: لوگ اپنے اعمال کے اعتبار سے پسینہ میں ہوں گے۔ کچھ لوگوں کا پسینہ ان کے ٹخنوں تک ہوگا' کچھ کا

وَمِنْهُمْ مَنْ يُلْجِمُهُ الْعَرَقُ إِلْجَامًا ۔ وَأَشَارَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِهِ إِلَى فِيْهِ۔ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

پسینہ ان کی رانوں تک ہوگا۔ کچھ لوگ کمر بند تک پسینہ میں ڈوبے ہوں گے۔ اور کچھ وہ ہوں گے جن کو پسینہ لگام کی طرح ان کے منہ سے قابو کرے گا۔اور رسول اللہ ﷺ نے اپنے مقدس ہاتھ سے اپنے بابرکت منہ کی طرف اشارہ کیا۔(مسلم)

تخریج حدیث :(صحیح مسلم، باب فی صفة یوم القیامة اعاننا الله علی اهوالها، ج۸ص۱۵۸، رقم: ۷۳۸۵،المعجم الکبیر للطبرانی، من اسمه مقداد بن عمرو الاسود، ج۲۰ص۲۵۵، رقم: ۱۷۳۸۵،مشکوة المصابیح، باب الحشر، الفصل الاول، ج۳ص۲۰۴، رقم: ۵۵۴۰)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

ظاہر یہ ہے کہ میل سے مراد راستہ کا میل ہے کوس کا تہائی حصہ، آج کل ہمارے ہاں آٹھ فرلانگ کا میل ہوتا ہے،عرب میں پانچ فرلانگ کا جسے کیلو کہتے ہیں۔بعض شارحین نے فرمایا کہ یہاں میل سے مراد سرمہ کی سلائی ہے بہرحال ہوگا نہایت ہی قریب اور اعمال سے مراد گناہ ہیں یعنی بداعمال خواہ کفر ہو یا دوسرے گناہ اس پسینہ کی تحقیق ابھی ابھی ہوچکی۔

اس تفصیل سے معلوم ہوتا ہے کہ کوئی اس پسینہ میں ڈوبا نہ ہوگا،بعض قریب ڈوبنے کے ہوں گے،اس اختلاف حال کی وجہ ابھی کچھ پہلے عرض کردی گئی۔خیال رہے کہ فم منہ کو کہتے ہیں اور وجہ چہرہ کو،فی بنا ہے فم سے بمعنی منہ۔

(مرآۃ المناجیح، ج۷، ص۳۸۲)

عید میں روزِ محشر کی یاد ہے

عید کا دن یومِ قیامت کے مشابہ ہے جس دن گرج دار کڑک اور صور پھونکنے کی آواز سنائی دے گی۔اور طبلوں کا بجنا گرج دار کڑک کی یاد دِلاتا ہے اور بگل کا بجنا صور پھونکنے کی یاد دلاتا ہے،عید گاہ میں لوگوں کا اِجتماع میدانِ محشر میں لوگوں کے اجتماع کی یاد ہے کہ وہ مختلف رنگ ونسل کے ہوں گے اور ان کے احوال بھی مختلف ہوں گے۔کچھ کے لباس سفید اور کچھ کے سیاہ، کچھ پیدل اور کچھ سوار، کچھ خوش اور کچھ غمگین، کچھ جنت کی نعمتوں کی طرف اور کچھ جہنم کے عذاب کی طرف پلٹیں گے۔تاجدارِ رسالت،شہنشاہِ نُبوت، مَخزنِ جودوسخاوت،پیکرِ عظمت وشرافت، مَحبوبِ رَبُّ العزت، مُحسنِ انسانیت عَزَّوَجَلَّ وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عبرت نشان ہے: لوگوں کو اپنی قبروں سے تین حصوں میں اُٹھایا جائے گا،ایک تہائی سواریوں پر اور ایک تہائی پیدل ہوں گے اور ایک تہائی چہروں کے بل گھسیٹے جائیں گے۔

(فردوس الاخبار للدیلمی، باب الیاء، الحدیث ۸۴۹۸، ج۲، ص۵۰۱، بتغیر)

جس طرح لوگ عید گاہ میں امام کا انتظار کرتے ہیں،اسی طرح بروزِ قیامت محشر کے کھلے میدان میں ٹھہر کر اس

جزاوسزا کا انتظار ہوگا جس کا اللہ عَزَّ وَجَلَّ نے وعدہ فرما رکھا ہے۔اور خطبہ میں اشارہ ہے کہ جب امام خطبہ دیتا ہے تو لوگ خاموش ہوجاتے ہیں اسی طرح اللہ عَزَّ وَجَلَّ لوگوں سے حساب کتاب لے گا اور سزا سنائے گا جبکہ ہم خاموش ہوں گے۔اور عیدگاہ میں لوگوں کے مختلف درجے، قیامت میں لوگوں کے مختلف درجوں کے مشابے ہیں۔کچھ سائے میں بیٹھتے ہیں اور کچھ دھوپ میں اسی طرح بروزِ قیامت کچھ پسینے میں شرابور ہوں گے اور کچھ عرش کے سائے میں مزے لُوٹ رہے ہوں گے۔اسی طرح لوگوں کا عیدگاہ سے لوٹنا بھی قیامت کی یاد دلاتا ہے کہ بعض کی عبادت قبول ہوجاتی ہے جبکہ بعض کی مردود۔

حضرت سیِّدُنا وہب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے بارے میں مروی ہے کہ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ عید کے دن نکلے تو اپنے سر پر مٹی اور راکھ ڈالنے لگے۔آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے عرض کی گئی: آج تو خوشی اور زینت کا دن ہے۔تو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جواباً ارشاد فرمایا: یہ اس شخص کے لئے سُرور و زینت کا دن ہے جس کے روزے مقبول ہوگئے۔

(اَلرَّوْضُ الْفَائِق فِی الْمَوَاعِظِ وَالرَّقَائِق صفحہ ۲۴۵)

(406) وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: يَعْرَقُ النَّاسُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ حَتّٰى يَذْهَبَ عَرَقُهُمْ فِي الْاَرْضِ سَبْعِيْنَ ذِرَاعًا، وَّيُلْجِمُهُمْ حَتّٰى يَبْلُغَ اٰذَانَهُمْ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابوہریرہ ﷛ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن لوگ پسینہ میں ہوں گے حتیٰ کہ ان کا پسینہ زمین میں ستر ہاتھ چلا جائے گا۔اور ان کو لگام ڈالے گا حتیٰ کہ کانوں تک جا پہنچے گا۔ (متفق علیہ)

وَمَعْنٰى يَذْهَبُ فِي الْاَرْضِ: يَنْزِلُ وَيَغُوْصُ.

یذھب فی الارض: کا معنیٰ ہے زمین میں اترے گا اور گہرائی تک پہنچ جائے گا۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب قول الله تعالى "الایظن ولئك انهم مبعوثون لیوم عظیم" ج۸ص۱۱۱ رقم: ۶۵۳۲ صحیح مسلم، باب فی صفة یوم القیامة اعاننا الله علی اهوالها ج۸ص۱۵۸ رقم: ۷۳۸۳، مشکوة المصابیح، باب الحشر، الفصل الاول، ج۳ص۲۰۴ رقم: ۵۵۳۹، جامع الاصول لابن اثیر، الفصل الثانی فی الحشر، ج۱۰ص۴۲۸ رقم: ۷۹۵۴۔ 407۔ صحیح مسلم، باب فی شدة حر نار جهنم وبعد قعرها وما تاخذ من المعذبین، ج۸ص۱۵۰ رقم: ۷۳۳۶، جامع الاصول لابن اثیر، الفرع الثانی فی صفة النار، ج۱۰ص۵۱۲ رقم: ۸۰۵۴)

شرح حدیث: سونے کی کرسیوں پر

حضرت سیِّدُنا عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا: قیامت کے دن کی سختیاں بہت زیادہ ہوں گی یہاں تک کہ کفار کو ان کا پسینہ لگام دے رہا ہوگا۔ان سے عرض کی گئی: تو مؤمنین کہاں ہوں گے؟ ارشاد فرمایا: سونے کی کرسیوں پر ہوں گے اور اُن پر بادل سے سایہ کیا جائے گا۔

(فتح الباری شرح البخاری، کتاب الرقاق، ج۱۱ص۳۳۷)

(علامہ سیوطی علیہ رحمۃ اللہ القوی فرماتے ہیں) پھر میں نے دیکھا کہ امام طبرانی علیہ رحمۃ اللہ الوالی نے اپنی کتاب الکبیر میں اس حدیثِ پاک کے مرفوع ہونے کی صراحت فرمائی ہے۔ چنانچہ،

حضرت سیِّدُ نا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے محبوب، دانائے غُیوب، مُنَزَّہ عَنِ الْعُیوب عَزَّ وَجَلَّ وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ ذیشان ہے: بروزِ قیامت لوگ جمع ہوں گے، تو کہا جائے گا: اس اُمت کے فقراء اور مساکین کہاں ہیں؟ تو وہ کھڑے ہو جائیں گے پوچھا جائے گا: تم نے کیا عمل کئے؟ وہ عرض کریں گے: اے اللہ عَزَّ وَجَلَّ! تو نے ہمیں آزمائش میں مبتلا کیا تو ہم نے صبر کیا اور حکمرانی وسلطنت کا والی ہمارے علاوہ دوسروں کو بنا دیا۔ اللہ عَزَّ وَجَلَّ ارشاد فرمائے گا: تم نے سچ کہا۔ یا اسی کی مثل ارشاد فرمائے گا (یہ راوی کا شک ہے) پھر وہ دوسرے لوگوں سے بہت پہلے جنت میں داخل ہو جائیں گے اور حساب کی سختیاں حکمرانوں اور صاحبِ سلطنت لوگوں پر باقی رہ جائیں گی۔ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے عرض کی: اس دن مؤمنین کہاں ہوں گے؟ حضور نبی کریم، رءوف رحیم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: ان کے لئے نور کے منبر رکھے جائیں گے اور اُن پر بادلوں سے سایہ کیا جائے گا۔

(صحیح ابن حبان، باب وصف الجنۃ واھلھا، الحدیث ۷۳۷۶، ج۹، ص ۲۵۳)

حضرت سیِّدُ نا سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا: سورج قیامت کے دن لوگوں سے بہت زیادہ قریب ہو گا حتّٰی کہ ان کے سروں سے ایک یا دو کمان کے فاصلے پر آجائے گا، اس دن کسی کے بدن پر پھٹے پرانے کپڑے کا ایک ٹکڑا تک نہ ہو گا۔ مگر اس دن کسی مؤمن مرد اور عورت کا ستر دکھائی نہ دے گا اور نہ ہی اُس دن کسی مؤمن مرد اور عورت کو سورج کی گرمی نقصان پہنچائے گی جبکہ باقی لوگوں۔ یا ارشاد فرمایا۔ کافروں کو پیسا جائے گا تو اُن کے پیٹ ابلنے اور جوش مارنے کی آوازیں نکالیں گے۔ (الزھد لابن المبارک، اول السادس عشر، الحدیث ۳۴۷، ص ۱۰۰)

(407) وَعَنْهُ قَالَ: كُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا سَمِعَ وَجْبَةً، فَقَالَ: هَلْ تَدْرُوْنَ مَا هٰذَا؟ قُلْنَا: اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ اَعْلَمُ. قَالَ: هٰذَا حَجَرٌ رُمِيَ بِهِ فِي النَّارِ مُنْذُ سَبْعِيْنَ خَرِيْفًا، فَهُوَ يَهْوِيْ فِي النَّارِ الْاٰنَ حَتّٰى انْتَهٰى اِلٰى قَعْرِهَا فَسَمِعْتُمْ وَجْبَتَهَا رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

انہی سے روایت ہے ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے آپ نے ایک خوفناک آواز سنی فرمایا جانتے ہو یہ کیا ہے ہم نے عرض کیا: اللہ اور اس کا رسول زیادہ جانیں فرمایا یہ ایک پتھر ہے، جسے ستر سال پہلے جہنم میں پھینکا گیا تھا، اب تک اس میں گرتا رہا حتیٰ کہ اس کی تہہ میں پہنچا تو تم نے اس کی آواز سنی۔ (مسلم)

شرح حدیث: کیا تمہیں ان احوال سے عبرت حاصل نہیں ہوتی؟ کیا تم جہنم کی آگ اور اس کی ہولناکیوں سے نہیں ڈرتے؟ کیا اس کی زنجیروں اور طوقوں سے تمہیں خوف نہیں آتا؟ تعجب ہے اس شخص پر جو جنت میں اپنے باپ حضرتِ سیِّدُ نا آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پشتِ مبارک میں تھا پھر بھی وہ کیسے اس جہنم میں داخل ہو جائے گا جس کا ایندھن آدمی اور پتھر

ہیں۔

جہنمی اہلِ جنت سے کھانا اور پانی مانگیں گے

مروی ہے: آگ کے شعلے جہنمیوں کو بلند کریں گے یہاں تک کہ وہ چنگاریوں کی طرح اُڑنے لگیں گے، جب وہ بلند ہوں گے تو اہلِ جنت پر جھانکیں گے، اُن کے درمیان پردہ ہوگا، جنّتی، جہنمیوں سے کہیں گے: ہم نے پالیا جس کا ہمارے رب عَزَّ وَجَلَّ نے ہم سے وعدہ فرمایا تھا تو کیا تم نے بھی پالیا جس کا تمہارے رب عَزَّ وَجَلَّ نے تم سے وعدہ کیا تھا؟ وہ کہیں گے: ہاں ہم نے بھی پالیا۔ پھر ایک اعلان کرنے والا اعلان کریگا: ظالموں پر اللہ عَزَّ وَجَلَّ کی لعنت ہے۔ جہنمی جب بہتی نہریں دیکھیں گے تو اہلِ جنت سے کہیں گے: ہمیں پانی یا اللہ عَزَّ وَجَلَّ نے جو رزق تمہیں عطا فرمایا ہے اس میں سے کچھ دو۔ تو اہلِ جنت کہیں گے: بے شک اللہ عَزَّ وَجَلَّ نے یہ دونوں چیزیں کافروں پر حرام فرما دی ہیں۔ پھر عذاب کے فرشتے انہیں لوہے کے گُرزوں سے جہنم کی تہہ تک لوٹا دیں گے۔ بعض مفسرین نے اللہ عَزَّ وَجَلَّ کے اس فرمان کے تحت مذکورہ روایت نقل فرمائی ہے:

(1) كُلَّمَآ اَرَادُوْٓا اَنْ يَّخْرُجُوْا مِنْهَآ اُعِيْدُوْا فِيْهَا وَ قِيْلَ لَهُمْ ذُوْقُوْا عَذَابَ النَّارِ الَّذِىْ كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ O

ترجمۂ کنز الایمان: جب کبھی اس میں سے نکلنا چاہیں گے پھر اسی میں پھیر دیے جائیں گے اور ان سے کہا جائے گا چکھو اُس آگ کا عذاب جسے تم جھٹلاتے تھے۔ (پ21، السجدۃ:20)

حضرتِ سیّدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ شہنشاہِ خوش خِصال، پیکرِ حُسن و جمال، دافِعِ رنج و ملال، صاحبِ جُود و نوال، رسولِ بے مثال، بی بی آمنہ کے لال صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم و رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے یہ آیت مبارکہ تلاوت فرمائی:

(2) يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ O

ترجمۂ کنز الایمان: اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو جیسا اُس سے ڈرنے کا حق ہے اور ہرگز نہ مرنا مگر مسلمان۔

(پ4، اٰل عمران:102)

پھر ارشاد فرمایا: اگر زقوم (جہنم کے ایک کانٹے دار زہریلے درخت کے پھل) کا ایک قطرہ دُنیا میں انڈیل دیا جائے تو ساری دنیا کو تباہ و برباد کر دے اور اہلِ زمین پر ان کی زندگی اجیرن کر دے تو ان کی حالت کیسی ہوگی جن کا کھانا ہی یہ ہوگا۔

(جامع الترمذی، ابواب صفۃ جہنم، باب ماجاء فی صفۃ شراب اھل النار، الحدیث ۲۵۸۵، ص ۱۹۱۲)

جہنم میں کافر کی حالت

حضرتِ سیّدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ سرکارِ والا تبار، ہم بے کسوں کے مددگار، شفیعِ روزِ شُمار، دو

عالَم کے مالک ومختار باذنِ پروردگار عَزَّ وَجَلَّ وصَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا ارشادِ حقیقت بنیاد ہے: کافر کی کھال کی موٹائی بہتر (72) گز ہوگی، اس کی داڑھ اُحد پہاڑ جتنی ہوگی اور جہنم میں اس کے بیٹھنے کی جگہ مکہ و مدینہ کے درمیانی فاصلے جتنی ہوگی۔ (جامع الترمذی، ابواب صفۃ جھنم، باب ماجاء فی۔۔۔۔۔۔اھل النار، الحدیث ۲۵۷۷، ص۱۹۱۱)

اللہ عَزَّ وَجَلَّ ہم سب کو جہنم کی آگ اور اس میں کفار و فجار کے ٹھکانے سے بچائے۔ کاش! تو جہنمیوں کو اور ان کے کھولتے پانی کو دیکھ لیتا تو ضرور اس سے بہت زیادہ پناہ طلب کرتا۔ جب بھی ان کی بھوک سخت ہوگی تو ان کے لئے آگ کے کانٹوں کے سوا کوئی کھانا نہ ہوگا۔ اے گنہگارو! کیا تم جہنم کی آگ برداشت کرسکو گے؟ ہرگز نہیں بلکہ وہ تو بھڑکتی آگ ہے کہ لوگ جس کی طرف ہر سمت سے ہانکے جائیں گے۔

(3) اِذَا رَاَتْهُمْ مِّنْ مَّكَانٍۭ بَعِیْدٍ سَمِعُوْا لَهَا تَغَیُّظًا وَّ زَفِیْرًا O وَ اِذَاۤ اُلْقُوْا مِنْهَا مَكَانًا ضَیِّقًا مُّقَرَّنِیْنَ دَعَوْا هُنَالِكَ ثُبُوْرًا O لَا تَدْعُوا الْیَوْمَ ثُبُوْرًا وَّاحِدًا وَّ ادْعُوْا ثُبُوْرًا كَثِیْرًا O

ترجمۂ کنز الایمان: جب وہ انہیں دور جگہ سے دیکھے گی تو سنیں گے اس کا جوش مارنا اور چنگھاڑنا، اور جب اس کی کسی تنگ جگہ میں ڈالے جائیں گے زنجیروں میں جکڑے ہوئے تو وہاں موت مانگیں گے۔ فرمایا جائے گا: آج ایک موت نہ مانگو اور بہت سی موتیں مانگو۔ (پ18، الفرقان: 12 تا 14)

اور اگر اس دن تو لوگوں کو دیکھتا

(4) یَوْمَ تُبَدَّلُ الْاَرْضُ غَیْرَ الْاَرْضِ وَ السَّمٰوٰتُ وَ بَرَزُوْا لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ O

ترجمۂ کنز الایمان: جس دن بدل دی جائے گی زمین اس زمین کے سوا اور آسمان اور لوگ سب نکل کھڑے ہوں گے ایک اللہ کے سامنے جو سب پر غالب ہے۔ (پ13، ابراھیم: 48)

جہنمیوں پر سخت مصائب نازل ہوں گے اور گرد و غبار چھا جائے گا، ان کی پلکوں کے پردوں سے بارش کی طرح خون برسے گا اور بے چینی و آزردگی انہیں ہر جانب سے گھیر لے گی۔ (اَلرَّوْضُ الْفَائِق فِی الْمَوَاعِظ وَالرَّقَائِق صفحہ ۱۵۳۔۱۵۴)

(408) وَعَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا مِنْكُمْ مِنْ اَحَدٍ اِلاَّ سَيُكَلِّمُهُ رَبُّهُ لَيْسَ بَيْنَهُ وَبَيْنَهُ تَرْجُمَانٌ، فَيَنْظُرُ اَيْمَنَ مِنْهُ فَلاَ يَرَى اِلاَّ مَا قَدَّمَ، وَيَنْظُرُ اَشْاَمَ مِنْهُ فَلاَ يَرَى اِلاَّ مَا قَدَّمَ، وَيَنْظُرُ بَيْنَ يَدَيْهِ فَلاَ يَرَى اِلاَّ النَّارَ تِلْقَاءَ وَجْهِهِ، فَاتَّقُوا النَّارَ وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے ہر ایک اپنے ربّ سے کلام کرے گا بندے اور رب کے درمیان میں ترجمان نہ ہوگا۔ پس وہ دائیں طرف دیکھے گا تو صرف اپنے آگے بھیجے ہوئے اعمال دیکھے گا۔ اور بائیں طرف دیکھے گا، تو بھی اپنے آگے بھیجے ہوئے اعمال ہی دیکھے گا سامنے دیکھے گا، تو آگ ہی سامنے دیکھے گا پس آگ

سے بچو اگرچہ کھجور کا ایک ٹکڑا صدقہ دے کر۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب قول اللہ تعالیٰ "وجوہ یومئذ ناضرۃ الی ربہا ناظرۃ"، ج۴ص۱۳۲، رقم: ۷۴۴۳، صحیح مسلم، باب الحث علی الصدقۃ ولو بشق تمرۃ او کلمۃ طیبۃ، ج۲ص۸۶، رقم: ۲۳۹۵، مسند امام احمد، حدیث عدی بن حاتم الطائی، ج۶ص۲۵۶، رقم: ۱۸۲۶۷، السنن الکبری للبیہقی، باب التحریض علی الصدقۃ، ج۴ص۱۳۸، رقم: ۷۷۹۵، سنن ابن ماجہ، باب فضل الصدقۃ، ج۱ص۵۰، رقم: ۱۸۴۳)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اس فرمان عالی سے معلوم ہوا کہ قیامت میں ہر ایک کو رب کا دیدار بھی ہوگا اور ہر ایک رب کا کلام بھی سنے گا مگر صالحین کو رحمت کا دیدار و کلام ہوگا بدکاروں سے غضب وقہر کا۔ قرآن مجید میں جو ارشاد باری ہے کہ ہم ان سے کلام نہ کریں گے، ہم ان کو دیکھیں گے نہیں وہاں رحمت و کرم کا دیدار و کلام مراد ہے۔

اور ہر چہار طرف اعمال ہوں گے بیچ میں عامل ہوگا اپنے ہر عمل کا نظارہ کرے گا۔ اور حساب یہاں ہو رہا ہوگا اور دوزخ کی آگ سامنے سے نظر آ رہی ہوگی کیسا بھیانک نظارہ ہوگا۔ خدا کی پناہ!

اور دوزخ سے بچنے کا اعلیٰ ذریعہ صدقہ و خیرات ہے، صدقہ اگرچہ معمولی ہو اخلاص سے وہ بھی آگ سے بچالے گا، وہاں صدقہ کی مقدار نہیں دیکھی جاتی وہاں صدقہ والے کی نیت پر نظر ہوتی ہے، کھجور کی قاش کی ہی خیرات کر دو شاید وہ ہی دوزخ سے بچالے یا یہ مطلب ہے کہ کسی کا معمولی حق بھی نہ مارو کہ وہ بھی دوزخ میں بھیج دے گا، کسی کی کھجور کی قاش اس کی بغیر اجازت نہ لو۔ (اشعۃ اللمعات) (مراٰۃ المناجیح، ج۷، ص ۳۸۲)

آگ سے بچنے کا بہترین طریقہ

حضرتِ سیِّدُنا عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ علیہ رحمۃ اللہ الاعلیٰ کا بیان ہے، حضرتِ سیِّدُنا مُعاذ بن عَفرَاء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس جو بھی دنیوی مال آتا سب صدقہ کر دیتے۔ جب ان کے ہاں بچے کی ولادت ہوئی تو ان کی اہلیہ محترمہ نے اپنے خاندان والوں سے کہا: اِن حضرت سے کہیں کہ گھر والوں کے لئے بھی کچھ مال جمع کر لیں۔ چنانچہ، عزیز و اقارب نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا: اب آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ صاحبِ اولاد ہو گئے ہیں، اگر اپنی اولاد کے لئے کچھ مال جمع کر رکھیں تو اس میں کیا حرج ہے؟ فرمایا: میں تو یہی چاہتا ہوں کہ آگ سے بچنے کے لئے اپنی ہر شئے خرچ کر دوں، لہٰذا میں صدقہ وخیرات کرنے سے رُک نہیں سکتا۔

راوی کہتے ہیں: جب آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا انتقال ہوا تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک شخص کے پڑوس میں زمین کا چھوٹا سا ٹکڑا میراث میں چھوڑا، وہ ایسی زمین تھی کہ میں اپنی تین درہم کی چادر کے عوض بھی خریدنے پر راضی نہ تھا۔ پھر چند دن بعد پڑوسی نے وہی زمین تیس ہزار (30,000) درہم میں خرید لی۔

(عیون الحکایات مؤلف: امام ابوالفرج عبدالرحمن بن علی جوزی علیہ رحمۃ اللہ القوی صفحہ ۳۳۳)

صدقہ دینے میں جلدی کرو

حضرتِ سیدنا ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آقائے مظلوم، سرورِ معصوم، حسنِ اخلاق کے پیکر، نبیوں کے تاجور، محبوبِ ربِّ اکبر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وٰالہٖ وسلَّم نے فرمایا، تم میں سے ہر ایک کو چاہیے کہ وہ اپنے چہرے کو آگ سے بچائے اگرچہ ایک ہی کھجور کے ذریعے ہو۔ (مجمع الزوائد، باب الحث علی الصدقۃ، رقم ۴۵۸۰، ج ۳، ص ۲۷۵)

ام المومنین حضرتِ سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ نبی مُکَرَّم، نُورِ مُجَسَّم، رسول اکرم، شہنشاہِ بنی آدم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وٰالہٖ وسلَّم نے فرمایا، اے عائشہ! اپنے آپ کو آگ سے بچاؤ اگرچہ ایک ہی کھجور کے ذریعے سے اور یہ بھوکے پیٹ میں اتنی جگہ گھیرتی ہے جتنی کہ شکم سیر کے۔ (مجمع الزوائد، باب الحث علی صدقۃ، رقم ۴۵۸۲، ج ۳، ص ۲۷۶)

حضرتِ سیدنا رافع بن خدیج رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ شہنشاہِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ، صاحبِ معطر پسینہ، باعثِ نُزولِ سکینہ، فیض گنجینہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وٰالہٖ وسلَّم نے فرمایا، صدقہ برائی کے ستر دروازوں کو بند کر دیتا ہے۔

(مجمع الزوائد، کتاب الزکاۃ، باب فضل الصدقۃ، رقم ۴۶۰۴، ج ۳، ص ۲۸۳)

حضرتِ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وٰالہٖ وسلَّم کو منبر کی سیڑھیوں پر فرماتے ہوئے سنا، آگ سے بچو! اگرچہ ایک ہی کھجور کے ذریعے سے ہو بے شک یہ ٹیڑھے پن کو سیدھا کرتی اور بری موت سے بچاتی ہے اور بھوکے پیٹ میں اتنی جگہ گھیرتی ہے جتنی شکم سیر کے پیٹ میں گھیرتی ہے۔ (مجمع الزوائد، کتاب الزکاۃ، باب الحث علی صدقۃ، رقم ۴۵۸۳، ج ۳، ص ۲۷۶)

حضرتِ سیدنا عمرو بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضورِ پاک، صاحبِ لَولاک، سیّاحِ افلاک صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وٰالہٖ وسلَّم نے فرمایا، بیشک مسلمان کا صدقہ عمر میں اضافہ کرتا ہے اور بُری موت کو دور کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے سے تکبر اور فخر کو دور کرتا ہے۔ (مجمع الزوائد، کتاب الزکاۃ، باب فضل الصدقۃ، رقم ۴۶۰۹، ج ۳، ص ۲۸۴)

حضرتِ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ سیِّدُ المبلغین، رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِین صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وٰالہٖ وسلَّم نے فرمایا، صدقہ دینے میں جلدی کرو کیونکہ بلاء صدقہ سے آگے نہیں بڑھ سکتی۔ اور ایک روایت میں ہے، صدقہ دیا کرو کیونکہ یہ آگ سے بچاتا ہے۔ (مجمع الزوائد، کتاب الزکاۃ، باب الحث علی صدقۃ، رقم ۴۵۹۰، ج ۳، ص ۲۷۷)

(409) وَعَنْ اَبِیْ ذَرٍّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: اِنِّیْ اَرٰی مَا لَا تَرَوْنَ، اَطَّتِ السَّمَآءُ وَحُقَّ لَھَا اَنْ تَئِطَّ. مَا فِیْھَا مَوْضِعُ اَرْبَعِ اَصَابِعَ اِلاَّ وَمَلَكٌ وَّاضِعٌ جَبْھَتَہٗ سَاجِدًا لِلّٰہِ تَعَالٰی. وَاللّٰہِ لَوْ تَعْلَمُوْنَ مَا اَعْلَمُ،

حضرت ابوذر ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں وہ دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھتے آسمان سے چرچرانے جیسی آوازیں آتی ہیں اور اس کا حق ہے کہ ایسی آوازیں نکالے کیونکہ ہر چار انگلی کی جگہ پر کوئی نہ کوئی فرشتہ اپنے اللہ کے لیے سربسجود ہے۔ اللہ کی قسم

لَضَحِكْتُمْ قَلِيْلًا وَّلَبَكَيْتُمْ كَثِيْرًا، وَّمَا تَلَذَّذْتُمْ بِالنِّسَاءِ عَلَى الْفُرُشِ، وَلَخَرَجْتُمْ اِلَى الصُّعُدَاتِ تَجْاَرُوْنَ اِلَى اللّٰهِ تَعَالٰى رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: حَدِيْثٌ حَسَنٌ۔

اگر تم جانو جو میں جانتا ہوں' تو تم ہنسو کم اور روؤ زیادہ اور تم بستروں پر اپنی بیویوں سے لذت اندوز ہونا ترک کر دو اور تم اللہ سے پناہ طلب کرتے ہوئے جنگلوں کی طرف نکل جاؤ۔ اسے ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن ہے۔

وَ اَطَّت بِفَتْحِ الْهَمْزَةِ وَتَشْدِيْدِ الطَّاءِ وَ تَئِطَّ بِفَتْحِ التَّاءِ وَبَعْدَهَا هَمْزَةٌ مَّكْسُوْرَةٌ، وَالْاَطِيْطُ: صَوْتُ الرَّحْلِ وَالْقَتَبِ وَشِبْهِهِمَا، وَمَعْنَاهُ: اَنَّ كَثْرَةَ مَنْ فِي السَّمَآءِ مِنَ الْمَلَائِكَةِ الْعَابِدِيْنَ قَدْ اَثْقَلَتْهَا حَتّٰى اَطَّتْ۔

اَطَّتْ: ہمزہ پر زبر اور طا پر شد کے ساتھ اور تئط: تا پر زبر اور اس کے بعد ہمزہ پر زیر اور اطیط: کجاوے اور اس سے مشابہ چیزوں کی آواز کو کہتے ہیں۔ مطلب عبادت گزار فرشتوں کی کثرت کا بیان ہے کہ گویا بوجھل ہو کر آسمان سے کجاوے کی سی آواز آنے لگی۔

وَ الصُّعُدَاتُ بِضَمِّ الصَّادِ وَالْعَيْنِ: الطُّرُقَاتُ: وَمَعْنٰى: تَجْاَرُوْنَ: تَسْتَغِيْثُوْنَ۔

صُعُدَاتٌ: صاد اور عین پر پیش کے ساتھ اس کا معنی ہے: راستے' میدان۔ تَجْاَرُوْنَ: کا معنی ہے: تم پناہ طلب کرتے۔ مدد طلب کرتے ہوئے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب فی قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم لو تعلمون ما اعلم لضحکتم قلیلا، ج۴ص ۲۱۲، رقم ۲۳۱۲، السنن الکبرٰی للبیھقی، باب ما کان مطالبا بروية مشاهدة الحق، ج۷ص ۵۲، رقم: ۱۳۷۱۹، مسند امام احمد بن حنبل، حدیث المشائخ عن ابی بن عامر، ج۵ص ۱۷۳، رقم: ۲۱۵۵۵، مشکوة المصابیح، باب التوکل والصبر، ص ج۳ص ۱۶۰، رقم: ۵۳۴۷)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

معلوم ہوا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ غیبی چیزیں دیکھتی ہے اور حضور کے کان غیبی آوازیں سنتے ہیں، جس نگاہ سے اللہ تعالیٰ ہی نہ چھپا اس سے اور کیا چیز چھپے گی ۔

اور کوئی غیب کیا تم سے نہاں ہو بھلا
جب نہ خدا ہی چھپا تم پر کروڑوں درود

مالاترون میں ما عام ہے ہر غیبی چیز حضور پر ظاہر ہے۔

اطت بنا ہے اطیط سے، اطیط کے معنی چرچرانا بھی ہے اور رونا بھی اور مطلقًا آواز بھی یہاں تینوں معنی بن سکتے ہیں۔ فرشتوں کے بوجھ سے چرچرانا جیسے اونٹ کا بھرا ہوا پالان بوجھ سے چرچر کرتا ہے یا خوف الٰہی میں روتا ہے، فرشتوں کی تسبیح وتہلیل سن کر یا خود اللہ کا ذکر اس کی تسبیح وتہلیل کرتا ہے فرشتوں کے ساتھ۔ (مرقات، اشعہ) غرض کہ آسمان آواز ضرور کر رہا ہے اس لیے اس کے لیے سنا فرمایا گیا کہ میں وہ سنتا ہوں جو تم نہیں سنتے آسمان کی یہ آواز میں سن رہا ہوں۔

اور ظاہر یہ ہے کہ یہاں سجدہ کرنے والے فرشتوں کی کثرت کا ذکر ہے کہ آسمان کا ایک چپہ فرشتے کی پیشانی سے خالی نہیں، رکوع، قیام، قعود والے فرشتے ان کے سواء ہیں، رب تعالیٰ نے فرشتوں کا قول نقل فرمایا: مَا مِنَّآ اِلَّا لَهٗ مَقَامٌ مَّعْلُوْمٌ سجدہ والوں کی جگہ اور ہے رکوع، قیام والوں کی جگہ اور۔ (اور) اس (حدیث) سے حضور کے تحمل و برداشت کا پتہ لگتا ہے کہ حضور یہ سب کچھ دیکھتے ہوئے پھر بھی دنیا و دین دونوں سنبھالے ہوئے ہیں۔

صعدات جمع ہے صعید کی بمعنی زمین کی ظاہری مٹی، اس سے مراد ہے جنگل جہاں سفیدہ زمین اور مٹی ہی ہوتی ہے مکان پہاڑ وغیرہ نہیں ہوتے یعنی تم خوف و ڈر کی وجہ سے آبادیوں میں رہنا، آرام کرنا بھول جاتے، جنگلوں میں چیختے روتے پھرتے، منزلیں بہت بھاری ہیں۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۷، ص ۱۹۴)

خوف کی حالت

حضرت سیدنا عنبری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ اصحاب حدیث حضرت سیدنا فضیل بن عیاض رحمہ اللہ تعالیٰ کے دروازے پر جمع ہوئے تو آپ نے روشندان سے ان کو جھانکا (تو انہوں نے دیکھا کہ) آپ (صحیح بخاری جلد ۲ ص ۶۶۵ کتاب التفسیر) رو رہے تھے اور آپ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی داڑھی مبارک ہل رہی تھی آپ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے فرمایا تم پر قرآن پاک پڑھنا لازم اور نماز کی پابندی ضروری ہے اور یہ وقت حدیث کا نہیں یہ رونے، گڑگڑانے، عاجزی اور ڈوبنے والے کی طرح پکارنے کا وقت ہے اس زمانے میں اپنی زبان کی حفاظت کرو اپنی جگہ چھپاؤ اور دل کا علاج کرو اچھی باتوں کو اختیار کرو اور بری باتوں کو چھوڑ دو۔

ایک دن حضرت سیدنا فضیل رحمہ اللہ تعالیٰ کو دیکھا گیا کہ آپ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) چل رہے تھے پوچھا گیا کہاں تشریف لے جا رہے ہیں؟ انہوں نے فرمایا مجھے معلوم نہیں گویا وہ خوف کی حالت میں چل رہے تھے۔

حضرت سیدنا ذر بن عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے اپنے باپ حضرت سیدنا عمر بن ذر (رحمہما اللہ) سے پوچھا کیا وجہ ہے کہ دوسرے لوگ گفتگو کرتے ہیں تو کوئی بھی نہیں روتا اور جب آپ کلام فرماتے ہیں تو ہر طرف سے رونے کی آواز سنائی دیتی ہے انہوں نے فرمایا جس عورت کا بچہ گم ہو جائے اس کے رونے اور اجرت لے کر رونے والی کے رونے میں فرق ہوتا ہے۔

منقول ہے کہ ایک جماعت ایک عابد کے پاس کھڑی ہوئی اور وہ رو رہا تھا انہوں نے کہا اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے رونے کی کیا وجہ ہے؟ اس عابد نے جواب دیا ایک زخم ہے جس کو ڈرنے والے لوگ اپنے دلوں میں پاتے ہیں پوچھا وہ کیا ہے؟ فرمایا اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش ہونے کے لئے جو ہیبت ناک ندا ہوگی۔ (فیضان احیاء العلوم صفحہ ۲۲۶)

(410) وَعَنْ اَبِیْ بَرْزَةَ - بِرَاءٍ ثُمَّ زَایٍ - نَضْلَةَ بْنِ عُبَيْدٍ الْاَسْلَمِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ

حضرت ابو برزہ را پھر زا کے ساتھ نضلہ بن عبید اسلمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا تَزُوْلُ قَدَمَا عَبْدٍ يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ حَتّٰى يُسْاَلَ عَنْ عُمُرِهٖ فِيْمَا اَفْنَاهُ؟ وَعَنْ عِلْمِهٖ فِيْمَا فَعَلَ فِيْهِ؟ وَعَنْ مَّالِهٖ مِنْ اَيْنَ اكْتَسَبَهٗ؟ وَفِيْمَا اَنْفَقَهٗ؟ وَعَنْ جِسْمِهٖ فِيْمَا اَبْلَاهُ؟ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ۔

بندے کے قدم قیامت کے دن اس وقت تک نہ ہٹیں گے۔ جب تک اس کی عمر کے متعلق اس سے پوچھا نہ گیا کہ کن کاموں میں اسے صرف کیا اور علم کے بارے میں کیا عمل کیا۔ اور مال کے بارے میں کہاں سے کمایا اور کہاں خرچ کیا۔ اور جسم کے بارے میں کہ توانائیاں کہاں صرف کیں۔ اسے ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب فی القیامۃ، ج۴ص۶۱۲، رقم: ۲۴۱۷، المعجم الاوسط للطبرانی، من اسمہ الھیثم، ج۹ص۱۵۵، رقم: ۹۴۰۶، سنن الدارمی، باب من کرہ الشھرۃ والمعرفۃ، ج۱ص۱۴۴، رقم: ۵۳۷، مسند ابی یعلیٰ، حدیث میمونۃ زوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ج۱۳ص۳۵۱، رقم: ۷۴۳۴)

شرح حدیث: حضرت سیِّدُنا ابن حبان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: میں نے حضرت سیِّدُنا عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پیچھے صبح کی نماز ادا کی۔ آپ نے اس آیت کی تلاوت فرمائی:

وَقِفُوْهُمْ اِنَّهُمْ مَّسْـُٔوْلُوْنَ O

ترجمۂ کنز الایمان: اور انہیں ٹھہراؤ ان سے پوچھنا ہے۔ (پ ۲۳، الصّٰفّٰت: ۲۴)

پھر اس کو دہراتے رہے یہاں تک کہ بہت زیادہ رونے کی وجہ سے اس سے تجاوز نہ فرما سکے۔

(موسوعۃ لابن ابی الدنیا، کتاب الرقۃ والبکاء، الحدیث ۹۴، ج ۳، ص ۱۸۸)

مفسر شہیر، خلیفۂ اعلیٰ حضرت، صدر الافاضل، سید محمد نعیم الدین مراد آبادی علیہ رحمۃ اللہ الہادی تفسیر خزائن العرفان میں اس آیت مبارکہ کے تحت فرماتے ہیں: حدیث شریف میں ہے کہ روزِ قیامت بندہ جگہ سے ہل نہ سکے گا جب تک چار باتیں اس سے نہ پوچھ لی جائیں۔ ایک اس کی عمر کہ کس کام میں گزری، دوسرے اس کا علم کہ اس پر کیا عمل کیا، تیسرے اُس کا مال کہ کہاں سے کمایا؟ کہاں خرچ کیا؟ چوتھے اس کا جسم کہ اس کو کس کام میں لایا؟

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فکرِ آخرت

حضرت سیِّدُنا سفیان ثوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت سیِّدُنا عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ خاموش بیٹھے تھے جبکہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دوست گفتگو میں مشغول تھے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عرض کی گئی، اے امیر المؤمنین! آپ کو کیا ہوا کہ آپ کلام نہیں فرما رہے؟ تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا: میں اہلِ جنت کے متعلق سوچ رہا ہوں کہ وہ جنت میں کیسے ایک دوسرے کی زیارت کریں گے؟ اور اہلِ دوزخ کے بارے میں سوچ رہا ہوں

کہ وہ جہنم میں کیسے چلائیں گے؟ پھر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ رونے لگے۔

(الموسوعۃ لابن ابی الدنیا، کتاب الرقۃ والبکاء، الحدیث ۶۴، ج ۳، ص ۱۸۲)

آنسوؤں سے پرنالہ بہہ پڑا

خراسان کے ایک بزرگ کا بیان ہے کہ جب خلیفہ ابوجعفر منصور نے بیتُ الْمُقَدَّس جانے کا ارادہ کیا تو انہوں نے ایک ایسے راہب کے پاس پڑاؤ کیا جہاں حضرت سیِّدُنا عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی پڑاؤ کیا ہوا تھا۔ اس نے راہب سے پوچھا: اے راہب! مجھے یہ بتاؤ کہ تم نے حضرت سیِّدُنا عمر بن عبدالعزیز (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) میں سب سے عجیب بات کون سی دیکھی؟ تو اس نے جواب دیا: جی ہاں! اے خلیفہ! ایک رات حضرت عمر بن عبدالعزیز (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) میرے اس کمرے کی سنگِ مَرمَر سے بنی ہوئی چھت پر تھے اور میں اس کے نیچے گُدِّی (یعنی گردن کے پچھلے حصے) کے بَل لیٹا ہوا تھا کہ اچانک پرنالے سے پانی کے قطرے میرے سینے پر گرنے لگے۔ میں نے سوچا، اللہ عَزَّ وَجَلَّ کی قسم! نہ میرے پاس پانی ہے اور نہ ہی آسمان سے برس رہا ہے۔ چنانچہ، حقیقتِ حال سے آگاہی کے لئے میں چھت پر چڑھا تو کیا دیکھتا ہوں کہ عمر بن عبدالعزیز (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سجدہ ریز ہیں اور آپ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے آنسو پرنالے سے نیچے گر رہے ہیں۔ (المرجع السابق، الحدیث ۱۲۷، ج ۳، ص ۱۹۶)

حضرت سیِّدُنا حَسَن بن حَسَن رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت سیِّدُنا عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خون کے آنسو روتے دیکھا ہے۔ (الزھد للامام احمد بن حنبل، اخبار عمر بن عبدالعزیز، الحدیث ۱۶۸۹، ص ۲۹۸)

انتہائی تعجب کی بات ہے کہ حضرت سیِّدُنا عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کامل ہونے کے باوجود اس قدر خوف رکھتے تھے اور تم ناقص ہونے کے باوجود کتنے بے خوف ہو؟ دُنیا آخرت کا آئینہ ہے، جو دنیا میں کرو گے آخرت میں دیکھو گے، آج عمل کرو گے کل دیکھو گے، اگر تم عقل مند ہو تو اپنے برے اعمال پر رویا کرو اور اگر غفلت کی نیند میں ہو تو عنقریب نیند کی یہ لذت تم سے دُور چلی جائے گی۔ (اَلرَّوْضُ الْفَائِق فِی الْمَوَاعِظِ وَالرَّقَائِق صفحہ ۳۸۲)

(411) وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَرَاَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: (يَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ اَخْبَارَهَا) (الزلزلة: 4) ثُمَّ قَالَ: اَتَدْرُوْنَ مَا اَخْبَارُهَا؟ قَالُوْا: اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ اَعْلَمُ. قَالَ: فَاِنَّ اَخْبَارَهَا اَنْ تَشْهَدَ عَلٰى كُلِّ عَبْدٍ اَوْ اَمَةٍ بِمَا عَمِلَ عَلٰى ظَهْرِهَا تَقُوْلُ: عَمِلْتَ كَذَا وَ كَذَا فِيْ يَوْمِ كَذَا وَ كَذَا فَهٰذِهٖ اَخْبَارُهَا رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ:

حضرت ابوہریرہ ﷺ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے ایک دن یہ آیت پڑھی: یومئذ تحدث اخبارھا اس دن زمین اپنی خبریں بتائے گی فرمایا جانتے ہو اس کی خبریں کیا ہیں؟ صحابہ نے عرض کیا: اللہ اور اس کا رسول ہی زیادہ جانتے ہیں۔ فرمایا کہ: اس کی خبریں یہ ہیں کہ ہر مرد وزن نے زمین کی پشت پر جو کچھ کیا اس کی گواہیاں دے گی کہے گی' تو نے فلاں فلاں

حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ۔

دن ایسا ایسا کام کیا۔ پس یہ اس کی خبریں ہیں۔ اس کو امام ترمذی نے روایت کیا اور اسے حسن صحیح کہا۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ومن سورة اذا زلزلت الارض، ج۵ص۴۴۶ رقم: ۳۳۵۳، مسند امام احمد بن حنبل، مسند ابی هریرة رضی الله عنه ، ج۲ص۳۷۴ رقم: ۸۸۷۶، مسند البزار، مسند ابی هریرة رضی الله عنه ، ج۲ص۳۴۳ رقم: ۸۵۳۹، المستدرك للحاكم، باب تفسير سورة الزلزلة، ج۲ص۴۲۱ رقم: ۳۹۶۵، السنن الكبرى للنسائي، تفسير سورة الزلزلة، ج۶ص۵۲۰، رقم: ۱۱۶۹۳)

(412) وَعَنْ اَبِي سَعِيدِنِ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: كَيْفَ اَنْعَمُ ! وَصَاحِبُ الْقَرْنِ قَدِ الْتَقَمَ الْقَرْنَ، وَاسْتَمَعَ الْاِذْنَ مَتٰى يُؤْمَرُ بِالنَّفْخِ فَيَنْفُخُ فَكَاَنَّ ذٰلِكَ ثَقُلَ عَلٰى اَصْحَابِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَهُمْ: قُولُوا: حَسْبُنَا اللهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ۔

حضرت ابوسعید خدری ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ میں کس طرح خوش باش رہ سکتا ہوں جبکہ صور پھونکنے والے نے صور منہ میں لے رکھی ہے اور پھونکنے کے لیے اذن کے انتظار میں ہے کہ کب حکم ہو اور وہ پھونک دے۔ تو گویا یہ بات رسول اللہ ﷺ کے صحابہ پر بھاری ہوئی تو آپ نے ان کو فرمایا تم کہو ہمیں اللہ ہی کافی ہے۔ اور اچھا کارساز ہے۔ اسے ترمذی نے روایت کیا اور کہا یہ حدیث حسن ہے۔

اَلْقَرْنُ : هُوَ الصُّوْرُ الَّذِيْ قَالَ اللهُ تَعَالٰى: (وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ) كَذَا فَسَّرَهٗ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

اَلْقَرْنُ: وہ صور ہے، جس کا دوسری آیت میں ذکر ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے اس کی تفسیر بیان کی۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ما جاء فی شان الصور، ج۴ص۶۲۰ رقم: ۲۴۳۱، المعجم الصغیر، باب الالف من اسمه احمد، ج۱ص۳۰ رقم: ۳۵، مسند امام احمد بن حنبل، مسند عبدالله بن العباس، ج۱ص۳۲۶ رقم: ۳۰۱۰، مصنف ابن ابی شیبة، باب ما یقول اذا وقع فی الامر العظیم، ج۱۰ص۳۵۲ رقم: ۳۰۲۰۳)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا) میں دیکھ رہا ہوں کہ حضرت اسرافیل منہ میں صور لیے عرش اعظم کی طرف دیکھ رہے ہیں کہ کب پھونکنے کا حکم ملے اور میں بلا تاخیر صور پھونک دوں، جب میری آنکھیں یہ نظارہ کر رہی ہیں تو میرے دل کو چین وخوشی کیسے ہو، ادھر خوف لگا ہوا ہے۔ معلوم ہوا کہ حضور کی نظریں سب کچھ دیکھتی ہیں۔ شعر

اے فروغت صبح آثار ودھور
چشم تو بینندہ مافی الصدور

خیال رہے کہ یہ فرمان عالی اظہارِ خوف وخشیت کے لیے ہے اس لیے نہیں کہ ابھی صور پھونک جانے قیامت آجانے کا

اندیشہ ہے قیامت تو اپنے وقت پر آوے گی اس سے پہلے بہت سی علامات ہوں گی خروج دجال، نزول حضرت عیسیٰ علیہ السلام وغیرہ۔ یہ ایسا ہی ہے جیسے آندھی بادل آنے پر سرکار پر خوف کے آثار ظاہر ہوجاتے تھے ہیبت الٰہی کی وجہ سے اس لیے نہیں کہ عذاب الٰہی آنے کا اندیشہ ہے، رب تعالیٰ وعدہ فرما چکا ہے کہ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ۔

کان لگانا، سر جھکانا تیار رہنے کی علامت ہے۔ خیال رہے کہ یہ تیاری قیامت کی عظمت ظاہر کرنے کے لیے ہے اور حضرت اسرافیل علیہ السلام کی فرمانبرداری سے بندہ وقت سے پہلے کام کے لیے تیار رہتا ہے۔

(صحابہ نے عرض کی) ہم قیامت قائم ہونے پر یا مصیبتوں پر یا ہر وقت یا اب ہمارے دلوں پر بہت گھبراہٹ ہے کیا کریں کون سا عمل کریں جس سے دل کو چین ہو آپ ہم کو کیا حکم دیتے ہیں۔

خیال رہے کہ یہ کلمات (تعلیم کردہ) بڑے مبارک ہیں۔ جب حضرت خلیل اللہ نمرود کی آگ میں جارہے تھے تو آپ کی زبان شریف پر یہ ہی کلمات تھے اور جب صحابہ کرام کو خبر پہنچی کہ کفار ہمارے مقابلہ کے لیے بڑی تعداد میں جمع ہوئے ہیں تو انہوں نے بھی یہ ہی کلمات کہے، یہ کلمات مصیبتوں تکلیفوں میں بہت ہی کام آتے ہیں۔ (مرقات) ہر مصیبت میں یہ کلمات پڑھنے چاہئیں۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۷، ص ۳۰۷)

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا توکل

روایت ہے کہ جب نمرود نے اپنی ساری قوم کے روبرو حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں پھینک دیا تو زمین و آسمان کی تمام مخلوقات چیخ مار مار کر بارگاہِ خداوندی میں عرض کرنے لگیں کہ خداوندا! تیرے خلیل آگ میں ڈالے جارہے ہیں اور اُن کے سوا زمین میں کوئی اور انسان تیری توحید کا علمبردار اور تیرا پرستار نہیں، لہٰذا تو ہمیں اجازت دے کہ ہم ان کی امداد و نصرت کریں تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ابراہیم میرے خلیل ہیں اور میں اُن کا معبود ہوں تو اگر حضرت ابراہیم تم سبھوں سے فریاد کر کے مدد طلب کریں تو میری اجازت ہے کہ سب ان کی مدد کرو۔ اور اگر وہ میرے سوا کسی اور سے کوئی مدد طلب نہ کریں تو تم سب سن لو کہ میں ان کا دوست اور حامی و مددگار ہوں۔ لہٰذا تم اب اُن کا معاملہ میرے اوپر چھوڑ دو۔ اس کے بعد آپ کے پاس پانی کا فرشتہ آیا اور کہا کہ اگر آپ فرمائیں تو میں پانی برسا کر اس آگ کو بجھا دوں۔ پھر ہوا کا فرشتہ حاضر ہوا اور اس نے کہا کہ اگر آپ کا حکم ہو تو میں زبردست آندھی چلا کر اس آگ کو اڑا دوں تو آپ نے ان دونوں فرشتوں سے فرمایا کہ مجھے تم لوگوں کی کوئی ضرورت نہیں۔ مجھ کو میرا اللہ کافی ہے اور وہی میرا بہترین کارساز ہے وہی جب چاہے گا اور جس طرح اس کی مرضی ہوگی میری مدد فرمائے گا۔ (صاوی، ج ۴، ص ۱۳۰۷، پ ۱۷، الانبیاء: ۶۸)

(413) وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ خَافَ اَدْلَجَ، وَمَنْ اَدْلَجَ بَلَغَ الْمَنْزِلَ۔ اَلَا اِنَّ سِلْعَةَ اللّٰهِ

حضرت ابو ہریرہ ﷺ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو ڈرتا ہے تاریکی میں سفر پر نکلتا ہے اور جو تاریکی میں سفر پر نکل پڑے منزل مقصود تک پہنچ جاتا

غَالِیَةٌ، اَلَا اِنَّ سِلْعَةَ اللّٰهِ الْجَنَّةُ رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ، وَقَالَ: حَدِیْثٌ حَسَنٌ۔

ہے۔خبر دار اللہ کا سودا مہنگا ہے خبر دار اللہ کا سودا جنت ہے۔اسے امام ترمذی نے روایت کیا اور کہا یہ حدیث حسن ہے۔

وَ اَدْلَجَ: بِاِسْکَانِ الدَّالِ وَمَعْنَاهُ سَارَ مِنْ اَوَّلِ اللَّیْلِ۔ وَالْمُرَادُ التَّشْمِیْرُ فِی الطَّاعَةِ، وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

اَدْلَجَ: دال ساکن کے ساتھ اس کا معنی ہے رات کے شروع حصہ میں سفر پر چل پڑا۔مراد نیکی میں جلدی ہے۔اور اللہ ہی زیادہ جاننے والا ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ما جاء فی صفة او الی الحوض، ج۴ص۶۳۳ رقم: ۲۴۵۰۔المستدرك للحاکم، کتاب الرقاق، ج۴ص۳۴۳ رقم: ۷۸۵۱،جامع الاصول لابن اثیر، الکتاب الثانی فی الخوف، ج۹ص۹ رقم: ۱۹۸۱،مسند عبد بن حمید، من مسند ابی هریرة رضی الله عنه، ص۴۲۵، رقم: ۱۴۶۰)

شرح حدیث: حکیم الاُمّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

جو دشمن کے شب خون مارنے کا اندیشہ کرتا ہے وہ جنگل میں رات غفلت سے نہیں گزارتا ورنہ مارا جاتا ہے،لٹ جاتا ہے۔شیطان شب خون مارنے والا دشمن ہے،ہم دنیا میں راہِ آخرت طے کرنے والے مسافر،ایمان کی دولت ہمارے پاس ہے یہاں غفلت نہ کرو ورنہ لٹ جاؤ گے۔

اس فرمان عالی میں اس آیت کریمہ کی طرف اشارہ ہے اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَهُمْ وَ اَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ۔ جنت سودا ہے رب تعالٰی فروخت فرمانے والا ہے،ہم خریدار ہیں ہمارے مال جان اس سودے کی قیمت ہے،اس کا عکس یہ ہے کہ اللہ تعالٰی خریدار ہے ہمارے جان و مال سودے ہیں جنت اس کی قیمت ہے،اگر جان دے کر بھی یہ سودا مل جاوے تو سستا ہے مگر ہمارا حال یہ ہے

وہ تو نہایت سستا سودا بیچ رہے ہیں جنت کا ہم مفلس کیا مول چکائیں ہاتھ ہی اپنا خالی ہے

اللہ تعالٰی ہم محتاجوں کو اپنے محبوب کے نام کی خیرات دیدے فقیروں بھکاریوں سے قیمت نہیں مانگی جاتی اس پر ہر کرم کریمانہ ہوتا ہے:

چہ باشد کہ مشتے گدایان خیل بیایند دار السلام از طفیل

یعنی یارسول اللہ اگر ہم جیسے مٹھی بھر فقیر آپ کے طفیل جنت میں پہنچ جاویں تو تمہارا کیا بگڑتا ہے ہمارا بھلا ہو جاوے گا۔(مرآۃ المناجیح، ج۷،ص۱۹۵)

جنت میں داخلہ

ارشاد خداوندی ہے:

وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ O

ترجمہ کنزالایمان: اور جو اپنے رب کے حضور کھڑے ہونے سے ڈرے اسکے لئے دو جنتیں ہیں۔

(پارہ ۲۷ سورہ رحمٰن آیت ۴۶)

نیز رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ (عزوجل) ارشاد فرماتا ہے:

لَا اَجْمَعُ عَلٰی عَبْدِیْ خَوْفَیْنِ وَلَا اَجْمَعُ لَهٗ اَمْنَیْنِ فَاِنْ اَمَنَنِیْ فِی الدُّنْیَا اَخَفْتُهٗ یَوْمَ الْقِیَامَةِ وَاِنْ خَافَنِیْ فِی الدُّنْیَا اٰمَنْتُهٗ یَوْمَ الْقِیَامَةِ۔

ترجمہ: مجھے اپنی عزت وجلال کی قسم ہے میں اپنے بندے پر دو خوف جمع نہیں کروں گا اور نہ اس کے لئے دو امن جمع کروں گا اگر وہ دنیا میں مجھ سے بے خوف رہے تو میں قیامت کے دن اسے خوف میں مبتلا کروں گا اور اگر وہ دنیا میں مجھ سے ڈرتا رہے تو میں قیام کے دن اسے امن میں رکھوں گا۔

(شعب الایمان جلد اول ص ۴۸۳ حدیث ۷۷۷)

رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ خَافَ اللّٰهَ خَافَهٗ كُلُّ شَیْئٍ وَمَنْ خَافَ غَیْرَ اللّٰهِ خَوَّفَهُ اللّٰهُ مِنْ كُلِّ شَیْئٍ

ترجمہ: یعنی جو شخص اللہ سے ڈرتا ہے ہر چیز اس سے ڈرتی ہے اور جو شخص اللہ تعالیٰ کے غیر سے ڈرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے ہر چیز سے خوف زدہ کرتا ہے۔ (کنزالعمال جلد ۳ ص ۱۵۱ حدیث ۵۹۱۵)

نیز فرمانِ مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہے:

اَتَمُّكُمْ عَقْلًا اَشَدُّكُمْ خَوْفًا لِلّٰهِ وَاَحْسَنُكُمْ فِیْمَا اَمَرَ اللّٰهُ تَعَالٰی بِهٖ وَنَهٰی عَنْهُ نَظَرًا

ترجمہ: یعنی تم میں سے سب سے زیادہ کامل عقل والا وہ ہے جو اللہ (عزوجل) سے سب سے زیادہ ڈرتا ہے اور جو اللہ (عزوجل) کے اوامر و نواہی میں غور کرتا ہے وہ تم سب میں اچھا ہے۔

حضرت سیدنا یحییٰ بن معاذ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے مسکین انسان اگر جہنم سے اسی طرح ڈرے جس طرح فقر سے ڈرتا ہے تو جنت میں داخل ہو جائے۔

حضرت سیدنا ذوالنون رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں جو شخص اللہ سے ڈرتا ہے اس کا دل پگھل جاتا ہے اور اللہ (عزوجل) کے لئے اس کی محبت مضبوط ہو جاتی ہے نیز اس کی عقل صحیح ہو جاتی ہے۔

حضرت سیدنا ذوالنون رحمہ اللہ تعالیٰ نے ہی فرمایا کہ خوف کا امید کے مقابلے میں زیادہ ہونا مناسب ہے کیونکہ جب امید غالب ہو تو دل میں تشویش پیدا ہوتی ہے۔ (فیضانِ احیاء العلوم صفحہ ۱۶۴)

(414) وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا، قَالَتْ: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے میں

سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُوْلُ: يُحْشَرُ النَّاسُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ حُفَاةً عُرَاةً غُرْلًا قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، الرِّجَالُ وَالنِّسَاءُ جَمِيْعًا يَنْظُرُ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ؟! قَالَ: يَا عَائِشَةُ، الْاَمْرُ اَشَدُّ مِنْ اَنْ يُهِمَّهُمْ ذٰلِكَ . وَفِيْ رِوَايَةٍ: اَلْاَمْرُ اَهَمُّ مِنْ اَنْ يَنْظُرَ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: لوگ قیامت کے دن ننگے جسم ننگے پاؤں بغیر ختنہ کے جمع کیے جائیں گے۔ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! مرد عورتیں سب ایک دوسرے کو دیکھتے ہوں گے فرمایا۔ اے عائشہ معاملہ اس سے سخت تر ہے کہ ان کو ایسا خیال گزرے اور ایک روایت میں ہے کہ معاملہ سخت تر ہے۔ اس سے کہ ایک دوسرے کی طرف دیکھیں۔ (متفق علیہ)

غُرْلًا بِضَمِّ الْغَيْنِ الْمُعْجَمَةِ، اَيْ: غَيْرَ مَخْتُوْنِيْنَ.

غُرْلًا: غین معجمہ پر پیش ہے۔ اس کا مطلب ہے: غیر مختون۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب کیف الحشر، ج۸ص۱۰۹، رقم: ۶۵۲۷، صحیح مسلم، باب فنا الدنیا وبیان الحشر یوم القیامۃ، ج۸ص۱۵۶، رقم: ۷۳۷۷، سنن ابن ماجہ، باب ذکر البعث، ج۲ص۱۴۲۹، رقم: ۴۲۷۶، اتحاف الخیرۃ المھرۃ للبوصیری، کتاب الفتن، ج۸ص۱۶۳، رقم: ۷۷۰۲، سنن النسائی الکبری، باب سورۃ الکھف، ج۶ص۳۸۵، رقم: ۱۱۳۰۳)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

ناس فرما کر بتایا کہ یہ حالت عام لوگوں کی ہوگی حضرات انبیاء وخاص اولیاء کی یہ حالت نہیں جیسا کہ پہلے عرض کیا گیا، نیز جنات جانوروں کے جمع ہونے کی اور نوعیت ہوگی وہ بھی الناس سے خارج ہیں۔

اور رب تعالیٰ پاکباز نیک بی بیوں کی بے پردگی کیوں فرمائے گا، وہ مردوں کے سامنے صرف بے پردہ ہی نہیں بلکہ ننگی ہوں، بڑا پیارا سوال ہے۔ خیال رہے کہ ازواج پاک اور فاطمہ زہرہ باپردہ اٹھیں گی جیسا کہ عرض کیا گیا کہ وہ خاص اولیاء اللہ میں داخل ہیں۔ (اور عام لوگوں کے لئے) اس دن جلال وہیبت حجاب بن جاوے گی کوئی کسی کو نہ دیکھے گا، سب کی نظر آسمان پر ہوگی قدم زمین پر، آج بھی بڑی آفت میں سامنے والا آدمی پاس کی چیز نظر نہیں آتی۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۷، ص ۱۹۵)

حضرت سیِّدُنا قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: کوئی شخص ایسا نہیں کہ جو جرم کرے اور اس کا جرم روزِ قیامت کسی ایک پر بھی مخفی رہے (مگر وہ کہ جس کے عیب اللہ تعالیٰ چھپائے)۔

پس قبر والوں کو قید کر لیا گیا اور ان میں اکثر لوگوں کو اپنی تجارت میں خسارہ ہوا لہٰذا جب تم ان کے پاس سے گزرو تو عبرت پکڑو اور ان کے احوال میں غور وفکر کرو، وہ واپس لوٹنے کی تمنا کرتے ہیں اور ہاتھ سے گئی ہوئی چیز کو پانے کا سوال کرتے ہیں۔ اے آزاد شخص! ان کی بیڑیوں کو یاد کر۔ اے حرکت کرنے والے شخص! تو نے ان کی پریشانیوں کو جان لیا تو اب اپنے نفس کو بھی گناہوں کے قید خانے سے چھٹکارہ دے دے اور تیار ہو جا کہ تو مطلوب ہے۔ اپنے دل میں اس دن کو

یاد کر جس دن قلوب اُلٹ پلٹ رہے ہوں گے اس سے پہلے کہ زبان کو پکڑ لیا جائے اور انسان حیرت زدہ ہو جائے، پہچان ختم ہو جائے اور کفن پھیل جائیں، قیام ختم ہو جائے اور سفر طویل ہو جائے۔ منکر نکیر آئیں اور چیخ و پکار بلند ہو جائے یہاں تک کہ بندہ پہلوں سے جا ملے گا اور اس کے پیچھے رہنے والے اس کو بھول جائیں گے، وہ بے چارہ وہاں قیدی ہو کر رہ جائے گا، پھر وہ قیامت کے دن کھڑا ہوگا۔ اس کی حالت یہ ہوگی کہ ننگے بدن اور حسرت زدہ ہوگا، اس وقت اس سے ساری عزتیں چھین لی جائیں گی، مصائب بڑھ جائیں گے اور بھاگنے کے تمام راستے بند ہو جائیں گے۔ اس کے علاوہ اور بھی بہت سے عجائب کا ظہور ہوگا، چہرے سیاہ ہوں گے اور نافرمان اپنی امیدوں سے ہاتھ دھو بیٹھے گا، پیٹھوں پر بھاری بوجھ رکھ دیا جائے گا اور نامۂ اعمال دائیں یا بائیں ہاتھ میں پکڑا دیا جائے گا اور کسی شخص کے لئے جنت یا دوزخ کے سوا وہاں کوئی قیام گاہ نہ ہوگی۔

پس جلدی سے اللہ عزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں توبہ کر لو۔ اللہ عزَّوَجَلَّ تم پر رحم فرمائے! اس سے پہلے کہ تم ان ہولناکیوں کا معائنہ و مشاہدہ کرو۔

وَاَنْذِرْهُمْ يَوْمَ الْحَسْرَةِ اِذْ قُضِيَ الْاَمْرُ

ترجمۂ کنزالایمان: اور انہیں ڈر سناؤ پچھتاوے کے دن کا، جب کام ہو چکے گا۔ (پ16، مریم:39)

(اَلرَّوْضُ الْفَائِق فِی الْمَوَاعِظ وَالرَّقَائِق صفحہ ۱۱۷)

51-بَابُ الرَّجَاءِ — امید کا بیان

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ) (الزمر: 53)

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: کہہ دیجئے کہ اے میرے بندو! جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی۔ اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو بے شک اللہ تمام گناہوں کو معاف فرمانے والا ہے۔ بے شک وہ بخشنے والا مہربان ہے۔

شرح: حضرتِ صدرُالاَفاضل سیِّدُنا مولٰینا محمد نعیم الدین مُرادآبادی علیہ رحمۃ اللہ الہادی خزائنُ العرفان میں اس کے تحت لکھتے ہیں:

شانِ نزول: مشرکین میں سے چند آدمی سیِّدِ عالَم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہوں نے حضور سے عرض کیا کہ آپ کا دِین تو بے شک حق اور سچا ہے لیکن ہم نے بڑے بڑے گناہ کئے ہیں بہت سی معصیتوں میں مبتلا رہے ہیں کیا کسی طرح ہمارے وہ گناہ معاف ہو سکتے ہیں اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (خزائن العرفان)

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (وَهَلْ نُجٰزِيْۤ اِلَّا الْكَفُوْرَ) (سبا: 17)

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ہم سزا صرف ناشکروں کو دیتے ہیں۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (اِنَّا قَدْ اُوْحِیَ اِلَیْنَا اَنَّ الْعَذَابَ عَلٰی مَنْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰی) (طٰهٰ: 48)۔

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: یقینا ہماری طرف وحی کی گئی کہ عذاب صرف اس پر ہے، جس نے تکذیب کی اور پھرا۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (وَرَحْمَتِیْ وَسِعَتْ كُلَّ شَیْءٍ)(الاعراف: 156)

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: کہ میری رحمت ہر چیز سے وسیع ہے۔

(415) وَعَنْ عبادة بن الصامتِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ شَهِدَ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلاَّ اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْكَ لَهٗ، وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ، وَاَنَّ عِیْسٰی عَبْدُ اللّٰهِ وَرَسُوْلُهٗ وَكَلِمَتُهٗ اَلْقَاهَا اِلٰی مَرْیَمَ وَرُوْحٌ مِّنْهُ، وَاَنَّ الْجَنَّةَ حَقٌّ، وَّالنَّارَ حَقٌّ، اَدْخَلَهُ اللّٰهُ الْجَنَّةَ عَلٰی مَا كَانَ مِنَ الْعَمَلِ مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ۔ وَفِیْ رِوَایَةٍ لِّمُسْلِمٍ: مَنْ شَهِدَ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلاَّ اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ، حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَیْهِ النَّارَ۔

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے گواہی دی کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔ اور حضرت محمد (ﷺ) اس کے بندے اور رسول ہیں۔ اور یہ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے بندے اور رسول اور اس کا کلمہ ہیں۔ جن کو حضرت مریم کی طرف القاء کیا گیا اور اس کی طرف سے روح ہیں اور یہ کہ جنت حق ہے دوزخ حق ہے تو (جس نے یہ گواہی دی) اس کو اللہ تعالیٰ جنت میں داخل فرما دے گا۔ اس کے عمل جو بھی ہوں۔ (متفق علیہ) مسلم کی ایک روایت ہے کہ جس نے گواہی دی کہ اللہ کے سوا کوئی اور عبادت کے لائق نہیں اور یہ کہ حضرت محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں۔ اس پر اللہ تعالیٰ آگ کو حرام کر دے گا۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب قوله "یا اهل الکتاب لا تغلو فی دینکم" ج۲ص۱۶۵ رقم: ۳۴۳۵ صحیح مسلم، باب من لقی الله بالایمان وهو غیر شاك فیه دخل الجنة، ج۱ص۴۳ رقم: ۱۴۱ صحیح ابن حبان، باب فرض الایمان، ج۱ص۴۲۷ رقم: ۲۰۷ مسند امام احمد بن حنبل، حدیث عبادة بن الصامت، ج۵ص۳۱۳ رقم: ۲۲۷۷۴ سنن الکبرٰی للنسائی، سورة النساء، ج۶ص۳۳۱ رقم: ۱۱۱۳۲)

شرح حدیث: سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کا وسیلہ راہبوں کے کام آ گیا

حضرت سیّدنا ابو یعقوب طبری علیہ رحمۃ اللہ الغنی فرماتے ہیں: ایک دفعہ میں ملکِ شام کے ارادے سے سفر پر نکلا تو ایک بے آب وگیاہ میدان میں چند روز اس طرح گزرے کہ میں ہلاکت کے قریب پہنچ گیا۔ اسی حالت میں، مَیں نے دو

راہب اس طرح چلتے دیکھے گویا وہ اپنے گھروں سے نکل کر کسی قریبی گرجا گھر کی طرف جارہے ہوں۔ میں ان کی طرف گیا اور ان سے پوچھا: آپ کہاں جارہے ہیں؟ انہوں نے کہا: ہم نہیں جانتے۔ میں نے پوچھا: کہاں سے آرہے ہیں؟ جواب دیا: ہم نہیں جانتے۔ میں نے پوچھا: کیا آپ جانتے ہیں کہ آپ کہاں ہیں؟ جواب ملا: ہم اللہ عَزَّ وَجَلَّ کے ملک میں ہیں اور اس کے حضور حاضر ہیں۔ میں نے اپنے دل میں کہا: یہ دونوں راہب تجھ سے زیادہ حقیقی متوکل معلوم ہوتے ہیں۔ میں نے ان سے کہا: کیا آپ مجھے اپنے ساتھ رہنے کی اجازت دیتے ہیں؟ کہنے لگے: آپ کی مرضی۔ پھر ہم چلنے لگے۔ جب شام ہوئی تو وہ نماز کے لئے کھڑے ہو گئے اور میں نے بھی تیمم کیا اور نمازِ مغرب ادا کی۔ وہ مجھے تیمم کر کے نماز پڑھتے دیکھ کر متعجب ہوئے۔ جب وہ نماز سے فارغ ہوئے تو ایک نے زمین کو کُرید اتو اس سے پانی کا چشمہ جاری ہو گیا، اور اس کے پہلو میں کھانا رکھا ہوا تھا۔ مجھے اس سے بڑا تعجب ہوا۔ پھر انہوں نے مجھے کہا: قریب آئیں اور کھائیں پئیں۔ ہم نے کھایا اور پانی بھی پیا۔ میں نے پانی سے وضو کیا۔ اس کے بعد وہ پانی رُک گیا۔ پھر وہ دونوں نماز کے لئے کھڑے ہو گئے اور میں علیحدہ نماز پڑھنے لگا یہاں تک کہ صبح ہو گئی۔ میں نے نمازِ فجر ادا کی پھر وہ دونوں اُٹھ کھڑے ہوئے اور رات تک چلتے رہے۔ میں بھی ساتھ ہی تھا۔ جب شام ہوئی تو ان میں سے ایک آگے بڑھا اور اپنے ساتھی کے ساتھ مل کر نماز پڑھی اور پھر دعا کر کے زمین کو کُرید اتو پانی ظاہر ہوا اور کھانا بھی حاضر ہو گیا۔ انہوں نے کہا: آؤ، کھانا کھائیں۔ کھانے پینے سے فارغ ہو کر میں نے نماز کے لئے وضو کیا۔ پھر پانی رک گیا۔ جب تیسری رات آئی تو انہوں نے مجھ سے کہا: اے مسلمان! آج رات تمہاری باری ہے۔ حضرت سیِّدُنا محمد بن یعقوب طبری علیہ رحمۃ اللہ الغنی فرماتے ہیں: مجھے ان کی بات سے بڑی شرم آئی۔ میں سخت غم اور عجیب معاملے میں پھنس گیا۔ خیر! میں نے دل میں کہا: یا اللہ عَزَّ وَجَلَّ! گناہوں کی وجہ تیری بارگاہ میں میرا کوئی مقام و مرتبہ تو نہیں، لیکن میں تجھے تیرے نبی کریم صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کے اس مقام و مرتبے کا واسطہ دیتا ہوں جو تیری بارگاہ میں نبی کریم صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کو حاصل ہے کہ مجھے ان کے سامنے رسوا نہ کرنا اور انہیں میری اور اپنے نبی حضرت سیِّدُنا محمد صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کے دین کی تکلیف سے خوش نہ کرنا۔ فرماتے ہیں: اچانک ایک چشمہ جاری ہو گیا اور کثیر کھانا بھی حاضر ہو گیا۔ ہم نے کھایا پیا۔ ہماری یہی حالت رہی یہاں تک کہ رات آ گئی اور اس بار جب پانی اور کھانا ظاہر ہوا تو مجھ پر رِقّت طاری ہو گئی اور میں بے ساختہ رو پڑا۔ وہ بھی رونے لگے اور روتے روتے ہماری آوازیں بلند ہو گئیں۔ جب مجھے کچھ افاقہ ہوا تو ان دونوں نے پوچھا: آپ کیوں رو رہے ہیں؟ میں نے کہا: میں بہت گنہگار ہوں، میرا اللہ عَزَّ وَجَلَّ کی بارگاہ میں خاص مقام و مرتبہ نہیں جو اس کرامت کو پہنچ سکے۔ انہوں نے پوچھا: تو پھر یہ سب کیسے تمہارے لئے ظاہر ہوا؟ میں نے کہا: میں نے اپنے پیارے نبی کریم صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کی عزت و وجاہت کا وسیلہ پیش کیا اور عرض کی: یا اللہ عَزَّ وَجَلَّ! اگرچہ میں بہت گنہگار ہوں، اور یہ تیرے نبی محترم صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کے دین کے دشمن ہیں، مجھے ان کے سامنے دین کے معاملے میں رسوا نہ فرما۔ تو اس کی بدولت وہ کچھ ظاہر ہوا

جوتم دیکھ چکے ہو، اس لئے اس میں میری کوئی کرامت نہیں بلکہ یہ سب میرے نبیٔ محترم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا معجزہ ہے۔

یہ سن کر وہ کہنے لگے: اللہ عَزَّ وَجَلَّ کی قسم! ہم بھی ایسے ہی تھے۔ جب ہم نے تمہیں دیکھا تو تمہاری حالت دیکھ کر متاثر ہوئے۔ جب وضو اور کھانے کا وقت ہوا تو ہم نے تمہاری جیسی دعا کی اور کہا: یا اللہ عَزَّ وَجَلَّ! اگر اس کا دین حق ہے اور اس کے نبی صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم برحق ہیں تو اس کے نبی صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کے صدقے ہمارے لئے پانی اور کھانا ظاہر فرمادے۔ اس دعا سے کھانا حاضر ہوگیا جو تم نے دیکھا۔ یہ سب تمہارے نبی محترم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا معجزہ اور برکت ہے۔ اب ہم نے جان لیا کہ یہ دین حق ہے اور نبیٔ آخر الزماں صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم اللہ عَزَّ وَجَلَّ کی بارگاہ میں عظیم ہیں۔ اپنا ہاتھ بڑھایئے، ہم گواہی دیتے ہیں کہ اللہ عَزَّ وَجَلَّ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور حضرت محمد صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم اللہ عَزَّ وَجَلَّ کے رسول ہیں۔ انہوں نے اسلام قبول کرلیا۔ ہم مکۂ مکرمہ زَادَھَا اللّٰہُ شَرَفًا وَّتَکْرِیْماً کی طرف اکٹھے نکلے اور ایک مدت تک وہاں رہے۔ پھر جب ہم شام کی طرف روانہ ہوئے تو جدا ہوگئے۔ اللہ عَزَّ وَجَلَّ کی قسم! جب بھی مجھے یہ واقعہ یاد آتا ہے دنیا میری نظروں میں حقیر ہو جاتی ہے۔

یہ دونوں راہب تھے، ان کے لئے سوئی کے سرے کے برابر ایمان چمکا تو انہوں نے سیدھا راستہ دیکھ لیا اور سچائی کے راستے پر چل پڑے۔ اور اے مسکین! غور کر! تیری عمر اللہ عَزَّ وَجَلَّ کی نافرمانیوں میں کٹ گئی، تیری زندگی خسارے میں گزر گئی، پھر بھی تو دریائے غفلت میں غوطہ زن ہے؟ قبولیت کے خوشگوار جھونکے چل چکے اور تو ابھی تک نافرمانی کی شراب سے نشے میں چور ہے؟ اور تجھے ہوش ہی نہیں آتا؟ ہماری بارگاہ میں اخلاص وتصدیق لئے جلدی سے حاضر ہوجا۔ بے شک ہم نے تیرے لئے راہِ ہدایت کھول دیا اور توفیق کی طرف تیری رہنمائی کی۔ (اَلرَّوْضُ الْفَائِق فِی الْمَوَاعِظِ وَالرَّقَائِق صفحہ ۵۲۱)

(416) وَعَنْ اَبِیْ ذَرٍّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَقُوْلُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ: مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا اَوْ اَزِيْدُ، وَمَنْ جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ فَجَزَاءُ سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِثْلُهَا اَوْ اَغْفِرُ. وَمَنْ تَقَرَّبَ مِنِّیْ شِبْرًا تَقَرَّبْتُ مِنْهُ ذِرَاعًا، وَمَنْ تَقَرَّبَ مِنِّیْ ذِرَاعًا تَقَرَّبْتُ مِنْهُ بَاعًا، وَمَنْ اَتَانِیْ يَمْشِیْ اَتَيْتُهٗ هَرْوَلَةً، وَمَنْ لَقِيَنِیْ بِقُرَابِ الْاَرْضِ خَطِيْئَةً لَا يُشْرِكُ بِیْ شَيْئًا، لَقِيْتُهٗ بِمِثْلِهَا مَغْفِرَةً رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جو نیکی لائے اس کے لیے دس مثل یا زیادہ ہے اور جو برائی لائے اس کے لیے صرف ایک برائی ہے یا میں معاف کردوں گا اور جو میری طرف ایک بالشت قریب ہو میں اس کے ایک ہاتھ قریب ہوتا ہوں۔ اور جو میری طرف ایک ہاتھ قریب ہو میں اس سے دو ہاتھ قریب ہوں گا اور جو میری طرف چل کر آئے میں اس کی طرف دوڑ کر آؤں گا۔ اور جو مجھے بھری ہوئی زمین جتنے گناہ لے کر ملے گا۔ بشرطیکہ وہ

میرے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہراتا ہو تو میں اس کو اس کی مقدار مغفرت کے ساتھ ملوں گا۔ (مسلم)

مَعْنَی الْحَدِیْثِ: مَنْ تَقَرَّبَ اِلَیَّ بِطَاعَتِیْ تَقَرَّبْتُ اِلَیْهِ بِرَحْمَتِیْ وَاِنْ زَادَ زِدْتُّ فَاِنْ اَتَانِیْ یَمْشِیْ وَاَسْرَعَ فِیْ طَاعَتِیْ اَتَیْتُهٗ هَرْوَلَةً اَیْ: صَبَبْتُ عَلَیْهِ الرَّحْمَةَ وَسَبَقْتُهٗ بِهَا وَلَمْ اُحْوِجْهُ اِلَی الْمَشْیِ الْکَثِیْرِ فِی الْوُصُوْلِ اِلَی الْمَقْصُوْدِ وَقُرَابُ الْاَرْضِ بِضَمِّ الْقَافِ، وَیُقَالُ: بِکَسْرِهَا وَالضَّمُّ اَصَحُّ وَاَشْهَرُ وَمَعْنَاهُ: مَا یُقَارِبُ مِلَاَهَا، وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

معنیٰ اس حدیث کا یہ ہے کہ جو میری اطاعت کے ساتھ میرے قریب ہو میں اپنی رحمت کے ساتھ اس کے قریب ہوں گا۔ اگر وہ زیادہ کرے میں زیادہ کروں گا۔ اگر وہ میرے پاس چلتے ہوئے آئے اور میری اطاعت میں تیز ہو جائے تو میں اس کے پاس دوڑ کر آؤں گا یعنی اس میں پر رحمت سے پلٹوں گا اور اس کی طرف بڑھ جاؤں گا۔ مقصود تک رسائی کے لیے اس کو زیادہ چلنے کی طرف محتاج نہ کروں گا۔ قُرَابُ الْاَرْضِ: قاف پر پیش کے ساتھ اور قاف پر زیر بھی پڑھی گئی ہے لیکن پیش زیادہ صحیح اور مشہور ہے اس کا معنیٰ ہے: زمین کے قریب اور اللہ ہی زیادہ جاننے والا ہے۔

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب فضل الذکر والدعا والتقرب الی اللہ، ج۸ص۶۷، رقم: ۷۰۰۹، سنن ابن ماجہ، باب فضل العمل، ج۲ص۱۲۵۵، رقم: ۳۸۲۱، مسند ابوداؤد الطیالسی، احادیث ابی ذر الغفاری، ص۶۲، رقم: ۴۶۴)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

نیکی کرنے والے مسلمان کو ایک کا دس تو قانوناً وعدلاً دیا جائے گا اور اس کے علاوہ فضل وکرم سے بطور انعام عطا ہوگا جو ہمارے گمان و وہم سے وراء ہے۔ خیال رہے کہ ایک کا دس گناہ عام حالات میں ہے رب تعالیٰ فرماتا ہے: مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا اور کبھی زمانہ جگہ کی خصوصیت سے ایک نیکی کا عوض سات سو یا پچاس ہزار بلکہ ایک لاکھ تک ہے رب تعالیٰ فرماتا ہے: کَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِیْ کُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ وَاللّٰهُ یُضٰعِفُ لِمَنْ یَّشَآءُ۔ یہ صرف نیکی کا عوض نہیں بلکہ اس وقت یا جگہ کی خصوصیت بھی ہے لہٰذا نہ تو گزشتہ مذکورہ آیتیں آپس میں متعارض ہیں اور نہ یہ حدیث دوسری احادیث کے خلاف جن میں فرمایا گیا کہ مدینہ پاک کی ایک نیکی کا ثواب پچاس ہزار ہے یا مکہ مکرمہ کی ایک نیکی کا ثواب ایک لاکھ۔

اور یہاں مَن سے مراد مؤمن ہے اور عام گناہ مراد ہیں عام حالات میں مؤمن کے ایک گناہ کا عوض ایک ہی ہے یا وہ بھی بخشش دیا جائے، لہٰذا یہ حدیث اس کے خلاف نہیں کہ مکہ معظمہ کا ایک گناہ ایک لاکھ ہے۔

جب انسان دونوں ہاتھ سیدھے کر کے پھیلائے تو داہنے ہاتھ کی انگلی سے بائیں ہاتھ کی انگلی تک کو باغ کہتے ہیں یہ کلام تمثیلی طور پر ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اگر تم اخلاص کے ساتھ تھوڑے عمل کے ذریعے قرب الٰہی حاصل کرو تو رب تعالیٰ اپنے کرم سے بہت زیادہ رحمت کے ساتھ تم سے قریب ہوگا۔ لہذا عمل کئے جاؤ تھوڑا بہت نہ دیکھو۔

اور یہ کلام بطور مثال سمجھانے کے لیے ہے مطلب یہ ہے کہ تمہاری طلب سے ہماری رحمت سبقت لے گئی ہے، اگر تم ایسے معمولی اعمال کرو جن سے بدیر ہم تک پہنچ سکو تو ہم تم کو اپنے کرم سے بہت جلد اپنے دامن رحمت میں لے لیں گے اگر رب تعالیٰ سے قرب ہماری کوشش سے ہوتا تو قیامت تک ہم اس تک نہ پہنچ سکتے، اس تک رسائی اس کی رحمت سے ہے۔

اور یہاں شرک سے مراد کفر ہے، اور بخشش سے مراد مطلقاً بخشش ہے جلد ہو یا دیر سے یعنی مسلمان کتنا ہی گنہگار رہو اس کی بخشش ضرور ہوگی خواہ پہلے ہی سے ہو جائے یا کچھ سزا دے کر اور ظاہر ہے کہ بخشش بقدر گناہ ہوگی، ایک گناہ کی بخشش بھی ایک اور لاکھوں گناہوں کی بخشش بھی لاکھوں۔ مقصد یہ ہے کہ کوئی بڑے سے بڑا گنہگار بھی رحمت الٰہی سے ناامید نہ ہو بلکہ بخشش کی امید پر توبہ کر لے۔ یہ مقصد نہیں کہ بخشش حاصل کرنے کے لیے خوب گناہ کرے کہ یہ تو خدا پر امن ہے اور امن کفر ہے لہذا یہ حدیث گناہوں کی آزادی دینے کے لیے نہیں بلکہ توبہ کی دعوت دینے کے لیے ہے رب فرماتا ہے: لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللهِ۔ خیال رکھو کہ رب تعالیٰ کی رحمت بھی وسیع ہے اور اس کا عذاب بھی سخت ہے نہ معلوم رحمت کسے پہنچے عذاب کسے پکڑے، لہذا امید وخوف دونوں رکھو اس معجون مرکب کا نام ایمان ہے۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۳، ص ۳۸۹)

(417) وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: جَاءَ أَعْرَابِيٌّ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللهِ، مَا الْمُوْجِبَتَانِ؟ قَالَ: مَنْ مَّاتَ لَا يُشْرِكُ بِاللهِ شَيْئًا دَخَلَ الْجَنَّةَ، وَمَنْ مَّاتَ يُشْرِكُ بِهٖ شَيْئًا دَخَلَ النَّارَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

حضرت جابر ﷺ سے روایت ہے کہ ایک دیہاتی رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اس نے عرض کی: یارسول اللہ! دو واجب کرنے والی چیزیں کیا ہیں۔ فرمایا: جو اس حال میں مرا کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراتا ہو جنت میں داخل ہوگا۔ اور جو اس حال میں مرا کہ اللہ کے ساتھ شریک ٹھہراتا ہو وہ جہنم میں داخل ہوگا۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب من مات لا یشرك بالله شیئا دخل الجنة، ج۱ص۲۶۵، رقم: ۲۷۹، السنن الکبرٰی للبیهقی، باب قول الله تعالٰی "لئن اشرکت لیحبطن عملك" ج۷، ص۴۴، رقم: ۱۳۶۷۷)

شرح حدیث: امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چند اشعار

حضرت سیدنا امام شافعی علیہ رحمۃ اللہ الکافی کے بہت سے اشعار ہیں جو حکمت ونصیحت پر مشتمل ہیں۔ ہم یہاں پر ان کا ذکر کریں گے جو ہم تک پہنچے اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے صحیح طور پر ثابت ہیں۔

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کلام حقائق اور دقیق معانی پر بھی مشتمل ہے۔ جس میں سے کچھ حضرت سیدنا سوید بن سعید

علیہ رحمۃ اللہ الحمید نے نقل فرمائے ہیں۔ چنانچہ، فرماتے ہیں کہ حضرت سیّدُنا امام شافعی علیہ رحمۃ اللہ الکافی مدینۂ منورہ میں نمازِ فجر کے بعد بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک آدمی حاضرِ خدمت ہوا اور عرض کی: میں گناہوں کے سبب اس بات سے خوفزدہ ہوں کہ اپنے رب عزَّ وَجَلَّ کے حضور پیشی کے وقت میرے پاس سوائے توحید کے کوئی عمل نہ ہوگا۔ حضرت سیّدُنا امام شافعی علیہ رحمۃ اللہ الکافی نے ارشاد فرمایا: اے بندۂ مؤمن! اگر اللہ عزَّ وَجَلَّ تجھے معافی سے مایوس کرنے کا ارادہ بھی کرلے تو بھی تیرے گناہ بخشنا اس کے لئے ناممکن نہیں۔ کیونکہ وہ خود ارشاد فرماتا ہے:

وَمَنْ يَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰهُ

ترجمۂ کنز الایمان: اور گناہ کون بخشے سوا اللہ کے۔ (پ4، اٰل عمران: 135)

اور اگر اللہ عزَّ وَجَلَّ نے تجھے جہنم کی سزا اور ہمیشہ اس میں ٹھہرانے کا ارادہ فرمالیا ہوتا تو تجھے توحید و معرفت کی توفیق نہ دیتا۔ پھر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے چند اشعار پڑھے، جو یہ ہیں:

إِنْ كُنْتَ تَغْدُوْ فِي الذُّنُوْبِ جَلِيْدًا وَتَخَافُ فِيْ يَوْمِ الْمَعَادِ وَعِيْدًا

فَلَقَدْ أَتَاكَ مِنَ الْمُهَيْمِنُ عَفْوَهٗ وَأَتَاحَ مِنْ نِعَمٍ عَلَيْكَ مَزِيْدًا

لَا تَيْأَسَنَّ مِنْ لُطْفِ رَبِّكَ فِي الْحَشَا فِيْ بَطْنِ أُمِّكَ مُضْغَةً وَوَلِيْدًا

لَوْ شَاءَ أَنْ تَصْلِيْ جَهَنَّمَ خَالِدًا مَا كَانَ أَلْهَمَ قَلْبَكَ التَّوْحِيْدًا

ترجمہ: اگر تو گناہوں میں پگھل کر برف بن چکا ہے اور اب قیامت کے دن کی سزا سے ڈر رہا ہے تو یاد رکھ! حفاظت فرمانے والا خدا عزَّ وَجَلَّ تجھ پر عفو و کرم فرمائے گا اور تجھے اپنی مزید نعمتیں فراہم کریگا۔ اے شخص! تو اپنی ماں کے پیٹ کے اندر لوتھڑے اور نوزائیدہ بچے کی طرح تھا تو تب بھی اس نے اپنے لطف و کرم سے تجھے مایوس نہ کیا۔ اگر وہ تجھے ہمیشہ جہنم میں جلانا چاہتا تو تیرے دل میں اپنی وحدت پر ایمان داخل نہ کرتا۔

یہ سن کر وہ آدمی رو پڑا اور عبادت شروع کردی۔ وہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کلام سے بہت مسرور ہوا۔

(اَلرَّوْضُ الْفَائِق فِی الْمَوَاعِظِ وَالرَّقَائِق صفحہ ۴۰۴)

حقیقتِ توحید اور اس کے درجات کا بیان

جاننا چاہیے! توحید کے معنی کی وضاحت لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ (یعنی اللہ عزوجل کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ یکتا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں) سے ہوتی ہے اور قدرت پر ایمان کی ترجمانی لَهُ الْمُلْكُ (یعنی اسی کی بادشاہت ہے) سے ہوتی ہے اور اللہ عزَّ وَجَلَّ کے جود و حکمت پر وَلَهُ الْحَمْدُ (یعنی اسی کی لئے تمام خوبیاں ہیں) دلالت کرتا ہے پس جس شخص کے دل پر اس جملہ کا معنی غالب ہو تو وہ متوکّل بن جاتا ہے۔ ان تمام کی اصل توحید ہے۔

مراتبِ توحید

توحید کے چار مراتب ہیں، اخروٹ کی طرح اس کے چار حصے ہیں، جیسے (۱) مغز (۲) مغز کا مغز (۳) چھلکا اور (۴) چھلکے کا چھلکا۔

پہلا مرتبہ: یہ ہے کہ انسان چھلکے کے چھلکے کی طرح صرف اپنی زبان سے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہے، یہ منافقین کا ایمان ہے، ہم اللہ عَزَّ وَجَلَّ کی پناہ طلب کرتے ہیں۔

دوسرا مرتبہ: یہ ہے کہ انسان دل سے کلمہ کے معنی کی تصدیق کرے اور یہ عام مسلمانوں کا ایمان ہے۔

تیسرا مرتبہ: یہ ہے کہ انسان کشف کے ذریعے ایمان کا مشاہدہ کرے اور یہ مقربین کا مقام ہے اور اس کی صورت یہ ہے کہ وہ کثرتِ اسباب دیکھے لیکن ان سب کو خدائے واحد عَزَّ وَجَلَّ کی طرف سے سمجھے۔

چوتھا مرتبہ: یہ ہے کہ بندہ صرف اللہ تعالیٰ کی جستجو میں رہے، یہ صدیقین کا مشاہدہ ہے، صوفیاء کرام کی اصطلاح میں اسے فَنَاءٌ فِي التَّوحِيْد کہتے ہیں اور اس کی حالت یہ ہوتی ہے کہ وہ باطن کے توحید میں مستغرق ہونے کی وجہ سے اپنے آپ کو بھی نہیں دیکھتا، حضرت سَیِّدُنا ابو یزید علیہ رحمۃ اللہ المجید کے فرمان کہ مجھے اپنی یاد بھلا دی گئی سے یہی مراد ہے۔

(لباب الاحیاء صفحہ ۱۳۵)

(418) وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمُعَاذٌ رَدِيفُهُ عَلَى الرَّحْلِ، قَالَ: يَا مُعَاذُ قَالَ: لَبَّيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَسَعْدَيْكَ، قَالَ: يَا مُعَاذُ قَالَ: لَبَّيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَسَعْدَيْكَ، قَالَ: يَا مُعَاذُ قَالَ: لَبَّيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَسَعْدَيْكَ، ثَلَاثًا. قَالَ: مَا مِنْ عَبْدٍ يَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ صِدْقًا مِّنْ قَلْبِهٖ إِلَّا حَرَّمَهُ اللّٰهُ عَلَى النَّارِ قَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، أَفَلَا أُخْبِرُ بِهَا النَّاسَ فَيَسْتَبْشِرُوْا؟ قَالَ: إِذًا يَتَّكِلُوْا فَأَخْبَرَ بِهَا مُعَاذٌ عِنْدَ مَوْتِهٖ تَأَثُّمًا. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے پیچھے سواری پر ساتھ سوار تھے آپ نے فرمایا: اے معاذ! انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ! بار بار حاضر ہوں اور آپ کی سعادتوں کا طلبگار ہوں۔ فرمایا: اے معاذ عرض کی: یارسول اللہ! میں حاضر ہوں فرمایا: اے معاذ عرض کی: یارسول اللہ! میں حاضر ہوں تین مرتبہ تکرار فرمانے کے بعد آپ نے فرمایا کہ جو بندہ صدق دل سے گواہی دے کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور محمد اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔ اس پر اللہ تعالیٰ آگ حرام کر دے گا۔ عرض کی: یارسول اللہ! کیا میں لوگوں کو اس کی خبر نہ دوں کہ وہ خوش ہو جائیں فرمایا وہ اس پر ہی اعتماد کر لیں گے۔ تو حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے اپنی موت کے وقت گناہ سے بچنے کے

لیے اس کی خبر دی۔ (متفق علیہ)

وَقَوْلُهٗ: تَاَثُّمًا اَیْ خَوْفًا مِّنَ الْاِثْمِ فِیْ کَتْمِ هٰذَا الْعِلْمِ۔ اور تاثما کا معنی ہے: علم چھپانے کے گناہ سے بچنے کے لیے۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب ارداف الرجل خلف الرجل، ج۷،ص۱۷۰، رقم: ۵۹۶۷ صحیح مسلم، باب من لقی الله بالایمان وھو غیر شاك فیه دخل الجنة، ج۱ص۴۵، رقم: ۱۵۷، مسند ابی عوانة للأسفرائی، بیان الاعمال والفرائض، ج۱ص۲۲، رقم: ۲۲ (دار المعرفة، بیروت)

شرح حدیث: حکیم الاُمّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

حضرت معاذ کو تین بار پکارنا کچھ نہ فرمانا زیادتی شوق کے لیے تھا کہ حضرت معاذ کلام سننے کے پورے مشتاق ہوجائیں جو بات انتظار کے بعد سنی جاتی ہے خوب یاد رہتی ہے۔ لبیك وسعدیك کا اردو میں مختصر ترجمہ یہ ہے کہ میں خدمت میں حاضر ہوں چھوٹے کو چاہیئے کہ بڑے کا ادب بہر حال کرے۔

اس طرح (گواہی دے) کہ دل سے اس کو مانے اور زبان سے اقرار کرے، لہذا منافق اس بشارت سے علیحدہ ہے، اور ساتر یعنی دل کا مؤمن زبان سے خاموش اس پر شریعت میں اسلامی احکام جاری نہ ہوں گے۔ خیال رہے کہ عمر میں ایک بار زبان سے کلمۂ شہادت پڑھنا فرض ہے اور مطالبہ کے وقت بھی ضروری۔

اس طرح کہ (گواہی دینے والا) وہ آگ میں ہمیشہ نہ رہے گا یا آگ اس کے دل و زبان کو نہ جلا سکے گی کیونکہ یہ ایمان اور شہادت کے مقام ہیں کافر کا قلب و قالب دونوں جلائے گی، رب فرماتا ہے: "تَطَّلِعُ عَلَی الْاَفْئِدَةِ" یا حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جو کافر مرتے وقت ایمان لائے اور کسی عمل کا موقع نہ پائے اس کے لیے یہ بشارت ہے۔ بہر حال یہ حدیث نہ قرآن کے خلاف ہے، نہ دیگر احادیث کے کوئی مؤمن عمل سے بے نیاز نہیں ہوسکتا۔

حضرت معاذ نے اس بشارت کی تبلیغ کی اجازت مانگی یہ معلوم کرنے کے لیے کہ یہ حکم تبلیغی امور میں سے ہے یا اسرار الٰہیہ میں سے۔ شرعی احکام سب کے لیے ہیں، طریقت کے اسرار اہل کے لیے۔ خیال رہے کہ عوام بشارت سن کر بے پرواہ ہوجاتے ہیں، مگر خواص بشارت پاکر زیادہ نیکیاں کرنے لگتے ہیں۔ رب نے اپنے حبیب سے فرمایا لِیَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ الخ تو حضور نے نیکیاں اور زیادہ کیں۔ عثمان غنی سے فرمایا تھا کہ جو چاہو کرو تم جنتی ہوچکے تو ان کے اعمال اور زیادہ ہوگئے۔

حدیث شریف میں ہے جو علم چھپائے اسے آگ کی لگام دی جائے گی، قرآن شریف میں بھی علم چھپانے کی برائیاں مذکور ہیں۔

(حضرت معاذ نے اپنی وفات کے وقت خبر دے دی) یہ سمجھتے ہوئے کہ مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بشارت

سے اس وقت منع کیا تھا جب اکثر لوگ نو مسلم تھے اور حدیث دانی کا ملکہ کم رکھتے تھے، اب حالات بدل چکے ہیں، لوگ ذی شعور اور سمجھدار ہو گئے ہیں، یہ ہے اجتہاد صحیح۔ (مراۃ المناجیح، ج ا ص ۲۳)

(419) وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ - - اَوْ اَبِیْ سَعِیْدِنِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا - شَكَّ الرَّاوِیْ - وَلاَ یَضُرُّ الشَّكُّ فِیْ عَیْنِ الصَّحَابِیِّ ؛ لِاَنَّهُمْ كُلُّهُمْ عُدُوْلٌ - قَالَ: لَمَّا كَانَ غَزْوَةُ تَبُوْكَ، اَصَابَ النَّاسَ مَجَاعَةٌ، فَقَالُوْا: یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، لَوْ اَذِنْتَ لَنَا فَنَحَرْنَا نَوَاضِحَنَا فَاَكَلْنَا وَادَّهَنَّا؛ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: اِفْعَلُوْا فَجَاءَ عُمَرُ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ، فَقَالَ: یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، اِنْ فَعَلْتَ قَلَّ الظَّهْرُ، وَلٰكِنِ ادْعُهُمْ بِفَضْلِ اَزْوَادِهِمْ، ثُمَّ ادْعُ اللّٰهَ لَهُمْ عَلَیْهَا بِالْبَرَكَةِ، لَعَلَّ اللّٰهَ اَنْ یَّجْعَلَ فِیْ ذٰلِكَ الْبَرَكَةَ. فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: نَعَمْ فَدَعَا بِنِطَعٍ فَبَسَطَهُ، ثُمَّ دَعَا بِفَضْلِ اَزْوَادِهِمْ، فَجَعَلَ الرَّجُلُ یَجِیْءُ بِكَفِّ ذُرَةٍ وَّیَجِیْءُ الْاٰخَرُ بِكَفِّ تَمْرٍ وَّیَجِیْءُ الْاٰخَرُ بِكِسْرَةٍ حَتّٰى اجْتَمَعَ عَلَى النِّطَعِ مِنْ ذٰلِكَ شَیْءٌ یَسِیْرٌ، فَدَعَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِالْبَرَكَةِ، ثُمَّ قَالَ: خُذُوْا فِیْ اَوْعِیَتِكُمْ فَاَخَذُوْا فِیْ اَوْعِیَتِهِمْ حَتّٰى مَا تَرَكُوْا فِی الْعَسْكَرِ وِعَاءً اِلاَّ مَلَئُوْهُ وَاَكَلُوْا حَتّٰى شَبِعُوْا وَفَضَلَ فَضْلَةٌ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: اَشْهَدُ اَنْ لاَّ اِلٰهَ اِلاَّ اللّٰهُ وَاَنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ، لَا یَلْقَى اللّٰهَ بِهِمَا عَبْدٌ غَیْرَ شَاكٍّ فَیُحْجَبَ عَنِ الْجَنَّةِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت ابو ہریرہ یا حضرت ابو سعید خدری ﷺ سے روایت ہے صحابی کے بارے میں راوی کو شک ہے لیکن یہ شک ضرر رساں نہیں کیونکہ سب صحابی عادل ہیں۔ فرمایا کہ جب غزوۂ تبوک کا موقعہ تھا لوگوں کو بھوک لگی انہوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! اگر آپ اجازت فرمائیں تو اونٹ ذبح کر لیں ہم خوراک اور چربی حاصل کر لیں گے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کرلو۔ حضرت عمر ﷺ آئے اور عرض کیا: یارسول اللہ! اگر آپ یہ کریں گے تو سواریاں کم ہو جائیں گی۔ لیکن آپ ان کو حکم دیں کہ بچے ہوئے راشن جمع کر دیں پھر اللہ تعالیٰ سے ان کے لیے اس کی برکت کی دعا کر دیں امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس میں برکت ڈال دے گا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: صحیح ہے۔ پس آپ نے چمڑے کا ایک دستر خوان منگوا کر بچھا دیا پھر انکے بچے ہوئے زادراہ کو منگوایا کوئی آدمی مکئی مٹھی بھر لاتا ہے دوسرا ایک مٹھی کھجور لاتا ہے۔ کوئی روٹی کا ٹکڑا لاتا ہے۔ حتیٰ کہ اس دستر خوان پر اس سے تھوڑی سی چیز جمع ہو گئی پھر رسول اللہ ﷺ نے اس پر برکت کی دعا کی پھر فرمایا اپنے برتنوں میں ڈال لو۔ انہوں نے برتن بھر لیے حتیٰ کہ لشکر کے پاس موجود سب برتن پُر ہو گئے۔ اور انہوں نے کھایا۔ حتیٰ کہ سب سیر ہو گئے۔ اور کچھ بچ گیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور میں اللہ کا رسول ہوں جو بندہ بھی ان دو

(گواہیوں کے کلمات) کے ساتھ اللہ کو ملے گا اور اسے
ان کا یقین ہو شک نہ ہو وہ جنت سے دور نہ ہوگا۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب من لقی اللہ بالایمان وھو غیر شاك فیه دخل الجنة، ج١ص٤٢، رقم: ١٤٨، دلائل النبوة للبیھقی، باب سبب تسمیة غزوہ تبوك، ج٥ص٣٠٢، رقم: ١٩٨٢، صحیح ابن حبان، باب المعجزات، ج١٤ص٤٦٤، رقم: ٦٥٣٠ (مؤسسة الرسالة، بیروت) سنن الکبری للنسائی، باب جمع زاد الناس اذا فنی زادھم وقسم ذلك كله بین جمیعھم، ج٥ ص٢٤٥، رقم: ٨٧٩٤، مسند امام احمد بن حنبل، مسند ابی سعید الخدری، ج٤ص١١، رقم: ١١٠٩٥)

شرح حدیث: غزوۂ تبوک

تبوک مدینہ اور شام کے درمیان ایک مقام کا نام ہے جو مدینہ سے چودہ منزل دور ہے۔ بعض مؤرخین کا قول ہے کہ تبوک ایک قلعہ کا نام ہے اور بعض کا قول ہے کہ تبوک ایک چشمہ کا نام ہے۔ ممکن ہے یہ سب باتیں موجود ہوں!

یہ غزوہ سخت قحط کے دنوں میں ہوا۔ طویل سفر، ہوا گرم، سواری کم، کھانے پینے کی تکلیف، لشکر کی تعداد بہت زیادہ، اس لیے اس غزوہ میں مسلمانوں کو بڑی تنگی اور تنگ دستی کا سامنا کرنا پڑا۔ یہی وجہ ہے کہ اس غزوہ کو جیش العسرۃ (تنگ دستی کا لشکر) بھی کہتے ہیں اور چونکہ منافقوں کو اس غزوہ میں بڑی شرمندگی اور شرمساری اٹھانی پڑی تھی۔ اس وجہ سے اس کا ایک نام غزوہ فاضحہ (رسوا کرنے والا غزوہ) بھی ہے۔ اس پر تمام مؤرخین کا اتفاق ہے کہ اس غزوہ کے لئے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ماہ رجب ۹ھ جمعرات کے دن روانہ ہوئے۔

(مدارج النبوت، قسم سوم، باب نہم، ج ۲، ص ۳۴۳۔۳۴۴ والمواھب اللدنیۃ وشرح الزرقانی، باب ثم غزوۃ تبوک، ج ۴، ص ۶۵۔۶۷ ملخصاً)

نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: جس کا آخری کلام لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ ہو وہ جنت میں داخل ہوگا۔ (سنن ابوداود، کتاب الجنائز، باب فی التلقین، الحدیث ۳۱۱۶، ص ۱۴۵۸)

دوزخ کی آگ حرام

حضرتِ سیِّدُنا صنابحی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: میں حضرتِ سیِّدُنا عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حالتِ نزع میں ان کے پاس حاضر تھا۔ (ان کی حالت دیکھ کر) میں رونے لگا تو انہوں نے ارشاد فرمایا: چُپ ہو جایئے، آپ کیوں روتے ہیں؟ اللہ عَزَّ وَجَلَّ کی قسم! اگر مجھ سے گواہی طلب کی گئی تو میں آپ کے حق میں گواہی دوں گا، اگر مجھ سے شفاعت کا کہا گیا تو میں آپ کی شفاعت کروں گا، اگر مجھ سے ہو سکا تو آپ کو ہر قسم کا نفع پہنچاؤں گا۔ پھر ارشاد فرمایا: قسم بخدا عَزَّ وَجَلَّ! میں نے حضور رحمتِ عالم صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم سے سنی ہوئی تمام احادیث، جن میں آپ کے لئے بھلائی تھی، آپ کو بیان کردی ہیں مگر ایک حدیث بیان نہیں کی، وہ آج بیان کر دیتا ہوں اور اسے میں نے اپنے دل میں محفوظ رکھا ہے (پھر ارشاد فرمایا) میں نے تاجدارِ رِسالت، شہنشاہِ نُبوت، مَخْزنِ جود وسخاوت، مَحْبوبِ رَبُّ العزت، مُحسنِ

انسانیت عَزَّ وَجَلَّ وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کو یہ ارشاد فرماتے سنا: جو اس بات کی گواہی دے کہ اللہ عَزَّ وَجَلَّ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ میں اس کا رسول ہوں تو اللہ عَزَّ وَجَلَّ اس پر دوزخ کی آگ حرام فرما دیتا ہے۔

(المسند للامام احمد بن حنبل، حدیث عبادۃ بن الصامت، الحدیث ۲۲۷۷۴، ج ۸، ص ۴۰۲)

حضرتِ سیِّدُ نا ابو الاسود دوئلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے حضرت سیِّدُ نا ابو ذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان فرمایا کہ میں اللہ کے محبوب، دانائے غُیوب، مُنَزَّہٌ عَنِ الْعُیوب عَزَّ وَجَلَّ وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کی بارگاہ میں حاضر ہوا۔ آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم آرام فرما رہے تھے اور آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کے اوپر ایک سفید کپڑا تھا پھر دوسری بار حاضر ہوا تو بھی آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم آرام فرما رہے تھے۔ تیسری بار حاضر ہوا تو آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم بیدار تھے۔ میں بیٹھ گیا، آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: جو کوئی لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ کہے، پھر اسی حالت پر مر جائے تو وہ جنت میں داخل ہوگا۔ میں نے عرض کی: اگرچہ وہ زانی اور چور ہو۔ تو آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: اگرچہ وہ زانی اور چور ہو۔ میں نے پھر عرض کی: اگرچہ وہ زانی اور چور ہو۔ ارشاد فرمایا: اگرچہ وہ زانی اور چور ہو۔ چوتھی بار پوچھنے پر آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے فرمایا: ابو ذر کی ناک خاک آلود ہو۔ (سرکار صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے یہ کلمہ از راہِ محبت فرمایا)۔ حضرت سیِّدُ نا ابو ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس حال میں وہاں سے نکلے کہ آپ کہہ رہے تھے: ابو ذر کی ناک خاک آلود ہو۔ (صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب الدلیل علی من مات ۔۔۔۔۔۔ الخ، الحدیث ۹۴، ص ۶۹۴)

(420) وَعَنْ عِتْبَانَ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَهُوَ مِمَّنْ شَهِدَ بَدْرًا، قَالَ: كُنْتُ أُصَلِّيْ لِقَوْمِيْ بَنِيْ سَالِمٍ، وَكَانَ يَحُوْلُ بَيْنِيْ وَبَيْنَهُمْ وَادٍ إِذَا جَاءَتِ الْأَمْطَارُ، فَيَشُقُّ عَلَيَّ اجْتِيَازُهُ قِبَلَ مَسْجِدِهِمْ، فَجِئْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ لَهُ: إِنِّيْ أَنْكَرْتُ بَصَرِيْ وَإِنَّ الْوَادِيَ الَّذِيْ بَيْنِيْ وَبَيْنَ قَوْمِيْ يَسِيْلُ إِذَا جَاءَتِ الْأَمْطَارُ فَيَشُقُّ عَلَيَّ اجْتِيَازُهُ فَوَدِدْتُ أَنَّكَ تَأْتِيْ فَتُصَلِّيْ فِيْ بَيْتِيْ مَكَانًا أَتَّخِذُهُ مُصَلًّى، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: سَأَفْعَلُ فَغَدَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبُوْ بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ بَعْدَ مَا اشْتَدَّ النَّهَارُ، وَاسْتَأْذَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

حضرت عتبان بن مالک ﷺ سے روایت ہے اور آپ بدری صحابی ہیں۔ کہ میں اپنی قوم بنی سالم کو نماز پڑھاتا تھا۔ جب بارشیں آتیں تو میرے اور ان کے درمیان وادی رکاوٹ بن جاتی مجھ پر ان کی مسجد کی طرف جانا مشکل ہو جاتا۔ میں رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا عرض کی میری نظر کچھ کمزور ہو گئی ہے اور بارشوں کے وقت میرے اور قوم کے درمیان وادی میں سیلاب آ جاتا ہے۔ میرے لیے گزرنا مشکل ہو جاتا ہے۔ میری خواہش ہے کہ آپ تشریف لا کر میرے گھر میں ایک جگہ نماز ادا فرمائیں۔ میں اس کو نماز کی جگہ بنا لوں گا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں عنقریب ایسا کروں گا۔ پھر رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکر

وَسَلَّمَ فَاَذِنْتُ لَهُ. فَلَمْ يَجْلِسْ حَتّٰى قَالَ: اَيْنَ تُحِبُّ اَنْ اُصَلِّيَ مِنْ بَيْتِكَ؟ فَاَشَرْتُ لَهُ اِلَى الْمَكَانِ الَّذِيْ اُحِبُّ اَنْ يُّصَلِّيَ فِيْهِ. فَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَبَّرَ وَصَفَفْنَا وَرَائَهُ فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ سَلَّمَ وَسَلَّمْنَا حِيْنَ سَلَّمَ فَحَبَسْتُهُ عَلٰى خَزِيْرَةٍ تُصْنَعُ لَهُ. فَسَمِعَ اَهْلُ الدَّارِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ بَيْتِيْ فَثَابَ رِجَالٌ مِّنْهُمْ حَتّٰى كَثُرَ الرِّجَالُ فِي الْبَيْتِ. فَقَالَ رَجُلٌ: مَا فَعَلَ مَالِكٌ لَاۤ اَرَاهُ! فَقَالَ رَجُلٌ: ذٰلِكَ مُنَافِقٌ لَاۤ يُحِبُّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ. فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا تَقُلْ ذٰلِكَ. اَلَا تَرَاهُ قَالَ: لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ يَبْتَغِيْ بِذٰلِكَ وَجْهَ اللّٰهِ تَعَالٰى فَقَالَ: اَللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ اَعْلَمُ اَمَّا نَحْنُ فَوَاللّٰهِ مَا نَرٰى وُدَّهُ وَلَا حَدِيْثَهُ اِلَّا اِلَى الْمُنَافِقِيْنَ! فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: فَاِنَّ اللّٰهَ قَدْ حَرَّمَ عَلَى النَّارِ مَنْ قَالَ: لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ يَبْتَغِيْ بِذٰلِكَ وَجْهَ اللّٰهِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

صدیق ﷺ ایک دن دھوپ تیز ہونے کے بعد تشریف لائے۔ رسول اللہ ﷺ نے گھر میں آنے کے لیے اجازت طلب کی۔ میں نے اجازت دی۔ گھر آ کر آپ نہ بیٹھے بلکہ فرمایا: تم اپنے گھر میں میرا نماز پڑھنا کس جگہ پسند کرتے ہو؟ میں نے آپ کو اس جگہ کی طرف اشارہ کر دیا جس جگہ آپ کا نماز پڑھنا مجھے زیادہ پسند تھا۔ تو رسول اللہ ﷺ کھڑے ہوئے آپ نے تکبیر کہی۔ ہم نے آپ کے پیچھے صفیں بنائیں۔ آپ نے دو رکعتیں پڑھائیں۔ پھر آپ نے سلام پھیرا ہم نے بھی سلام پھیرا جب آپ نے سلام پھیرا تو میں نے آپ کو خزیرہ (ایک قسم کا کھانا) کے لیے روک لیا۔ محلہ والوں نے سنا کہ رسول اللہ ﷺ میرے گھر جلوہ افروز ہیں ان میں کچھ لوگ لوٹے حتیٰ کہ گھر میں لوگ بکثرت ہو گئے۔ ایک آدمی نے کہا مالک کو کیا ہوا کیوں نہ آیا پس ایک آدمی نے کہا وہ منافق ہے۔ اللہ اور اس کے رسول سے محبت نہیں کرتا۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہ نہ کہو تم دیکھتے نہیں کہ اس نے (اخلاص سے) اللہ کی رضا طلب کرتے ہوئے لا الہ الا اللہ کہا ہے۔ تو اس نے کہا کہ اللہ اور اس کا رسول زیادہ جانتے ہیں۔ اللہ کی قسم! ہم تو یہ جانتے ہیں کہ اس کی محبت اور گفتگو منافقوں کے ساتھ ہے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ نے اس پر آگ کو حرام کی ہے، جس نے اللہ کی رضا طلب کرتے ہوئے لا الہ الا اللہ کہا۔ (متفق علیہ)

وَ عِتْبَان: بِكَسْرِ الْعَيْنِ الْمُهْمَلَةِ وَاِسْكَانِ التَّاءِ الْمُثَنَّاةِ فَوْقُ وَبَعْدَهَا بَاءٌ مُّوَحَّدَةٌ. وَ الْخَزِيْرَةُ

عِتْبَان: عین مہملہ کے کسرہ تاء ساکن اس کے بعد باایک نقطہ والی ہے۔ اور خَزِيْرَةٌ: خا معجمہ اور زا کے ساتھ،

بِالْخَاءِ الْمُعْجَمَةِ وَالزَّايِ: هِيَ دَقِيقٌ يُطْبَخُ بِشَحْمٍ۔ آٹے اور چربی سے بنائے جانے والے کھانے کو کہتے ہیں۔ وَقَوْلُهُ: ثَابَ رِجَالٌ بِالثَّاءِ الْمُثَلَّثَةِ: اَيْ جَاؤُوْا وَاجْتَمَعُوْا۔ ثَابَ رِجَالٌ: یعنی لوگ آئے اور اکٹھے ہو گئے۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب المساجد فی البیوت وصلی البراء بن عازب فی مسجده فی داره جماعة، ج۱ ص۹۲، رقم: ۴۲۵ صحیح مسلم، باب الرخصة فی التخلف عن الجماعة بعذر، ج۲ص۱۲۶ رقم: ۱۵۲۸ المعجم الکبیر للطبرانی، من اسمه عتبان بن مالك الانصاری، ج۱۸ص۳۱ رقم: ۱۲۷۶۲ سنن الکبرٰی للبیهقی، باب لا یقبل الجرح فیمن ثبتت عدالته، ج۱۰ص۱۲۴، رقم: ۲۰۱۷۹ جامع الاصول، الباب التاسع فی فضائل الاعمال والاقوال، ج۹ص۳۶۵ رقم: ۷۰۱۰)

شرح حدیث: توحید ورسالت کی گواہی دینے کا ثواب

حضرتِ سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحرو بَرصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ ٖ الہٖ وسلّم نے فرمایا کہ جس نے اس بات کی گواہی دی کہ اللہ عزوجل کے سوا کوئی معبود نہیں وہ تنہا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور اس بات کی گواہی دی کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ عزوجل کے بندے اور رسول ہیں اور عیسیٰ علیہ السلام اللہ عزوجل کے بندے اور رسول ہیں اور ایسا کلمہ ہیں جسے اللہ عزوجل نے حضرتِ سیدتنا مریم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی طرف اِلقاء کیا اور اللہ عزوجل کی طرف سے پھونکی ہوئی روح ہیں اور جنت اور جہنم کے حق ہونے کی گواہی دی اللہ عزوجل اسے جنت میں داخل فرمائے گا خواہ اس کے عمل جیسے بھی ہوں۔

(بخاری، کتاب احادیث الانبیاء، باب ۴۹، رقم ۳۴۳۵، ج۲، ص۴۵۵)

ایک روایت میں ہے کہ میں نے رسول اللہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ ٖ الہٖ وسلّم کو فرماتے ہوئے سنا کہ جو اس بات کی گواہی دے کہ اللہ عزوجل کے علاوہ کوئی معبود نہیں اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ عزوجل کے رسول ہیں تو اللہ عزوجل اس پر جہنم کی آگ کو حرام فرما دے گا۔ (مسلم، کتاب الایمان، باب الدلیل علی ان من مات علی التوحید دخل الجنۃ، رقم ۲۹، ص ۳۶)

حضرتِ سیدنا انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ حضرتِ سیدنا معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سیِّدُ المبلغین، رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِیْن صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ ٖ الہٖ وسلّم کے ردیف تھے (یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سواری پر سوار تھے) تو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، اے معاذ بن جبل! انہوں نے تین مرتبہ عرض کیا۔ لَبَّیْكَ یَارَسُوْلَ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! (یعنی یارسول اللہ! میں حاضر ہوں) تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کہ جو کوئی اس بات کی سچے دل سے گواہی دے گا کہ اللہ عزوجل کے سواء کوئی معبود نہیں اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ عزوجل کے رسول ہیں تو اللہ عزوجل اس پر جہنم کی آگ حرام فرما دے گا۔ عرض کیا، یارسول اللہ! کیا میں یہ بات لوگوں کو نہ بتا دوں تا کہ وہ خوش ہو جائیں۔ فرمایا، پھر تو وہ اسی پر بھروسا کرنے لگیں گے۔ (بخاری، کتاب العلم، باب من خص بالعلم قوما دون قوم...الخ، رقم ۱۲۸، ج۱، ص۶۷)

حضرتِ سیدنا رِفاعہ جُھَنی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم اللہ عزوجل کے محبوب، دانائے غُیوب، مُنَزَّہٌ عَنِ الْعُیوب صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کے ساتھ سفر میں تھے۔ جب ہم کدید یا قدید کے مقام پر پہنچے تو آپ نے اللہ عزوجل کی حمد بیان کی اور فرمایا، بہت خوب۔ پھر ارشاد فرمایا میں اللہ عزوجل کی بارگاہ میں گواہی دیتا ہوں کہ جو بندہ اس بات کی سچے دل سے گواہی دے گا کہ اللہ عزوجل کے سواء کوئی معبود نہیں اور اس بات کی کہ میں (یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ عزوجل کا رسول ہوں پھر اس پر ثابت قدم رہے تو وہ جنت میں داخل ہوگا۔ (مسند امام احمد بن حنبل، رقم ۱۶۲۱۸، ج۵، ص ۴۸۰)

(421) وَعَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَدِمَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِسَبْيٍ فَإِذَا امْرَأَةٌ مِّنَ السَّبْيِ تَسْعٰى، إِذَا وَجَدَتْ صَبِيًّا فِي السَّبْيِ اَخَذَتْهُ فَأَلْزَقَتهُ بِبَطْنِهَا فَأَرْضَعَتْهُ. فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَتَرَوْنَ هٰذِهِ الْمَرْأَةَ طَارِحَةً وَّلَدَهَا فِي النَّارِ؟ قُلْنَا: لَا وَاللّٰهِ. فَقَالَ: اَللّٰهُ أَرْحَمُ بِعِبَادِهٖ مِنْ هٰذِهٖ بِوَلَدِهَا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس کچھ قیدی آئے اچانک ایک قیدی عورت دوڑ بھاگ رہی ہے۔ جب کسی بچے کو دیکھتی اس کو سینے سے چمٹاتی پھر دودھ پلانے لگتی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تمہارا کیا خیال ہے؟ یہ عورت اپنے بچے کو آگ میں ڈالے گی؟ ہم نے کہا: اللہ کی قسم! نہیں۔ آپ نے فرمایا: اللہ اپنے بندوں پر اس بچے سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب رحمۃ الوالد وتقبیلہ ومعانقتہ، ج۸ص۸، رقم: ۵۹۹۹، صحیح مسلم، باب فی سعۃ رحمۃ اللہ تعالیٰ وانہا سبقت غضبہ، ج۸ص۹۷، رقم: ۷۱۵۴، المعجم الاوسط للطبرانی، من اسمہ اسحاق، ج۳ص۲۳۲، رقم: ۳۰۱۱، جامع الاصول لابن اثیر، الفصل الثانی فی ذکر رحمۃ اللہ تعالیٰ، ج۴ص۵۲۱، رقم: ۲۶۲۵، مشکوۃ المصابیح، باب سعۃ رحمۃ اللہ، الفصل الاول، ج۲ص۳۳، رقم: ۲۳۷۰)

شرح حدیث: اے میرے بھائیو! جب اللہ عَزَّوَجَلَّ اپنے بندوں پر ماں سے بھی زیادہ مہربان ہے تو پھر بندہ اس کی اطاعت کی طرف آگے کیوں نہیں بڑھتا اور اس کی نافرمانی سے منہ کیوں نہیں موڑتا اور اپنے آگے ایسی چیز کیوں نہیں بھیجتا جس کا نفع اسی کی طرف لوٹے گا۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ عالیشان ہے:

وَمَا تُقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ مِّنْ خَيْرٍ تَجِدُوْهُ عِنْدَ اللّٰهِ ؕ

ترجمۂ کنزالایمان: اور اپنی جانوں کے لیے جو بھلائی آگے بھیجو گے اسے اللہ کے یہاں پاؤ گے۔

(پ1، البقرہ:110)

حضرتِ سیِّدُنا ابوبکر بن سلیم صواف فرماتے ہیں، ہم حضرتِ سیِّدُنا امام مالک بن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس اس شام حاضر ہوئے جس شام ان کا انتقال ہوا تھا۔ ہم نے عرض کی: اے ابوعبداللہ! آپ کیسا محسوس کر رہے ہیں؟ ارشاد فرمایا:

میں نہیں جانتا کہ تمہیں کیا کہوں، ہاں! تم اللہ عَزَّ وَجَلَّ کا عفو و کرم دیکھتے رہو گے جب تک تمہارا حساب نہیں ہوگا۔ ہم ان کی روح قبض ہونے تک وہیں ان کے پاس رہے۔ (الموسوعۃ للامام ابن ابی الدنیا، کتاب حسن الظن باللہ، الحدیث ۸۵، ج۱، ص ۹۵)

میری والدہ سے بھی زیادہ مہربان

حضرتِ سیِّدُنا ابو غالب علیہ رحمۃ اللہ الغالب فرماتے ہیں: میں ابو امامہ کے پاس شام کے وقت جایا کرتا تھا۔ ایک دن ان کے پڑوس میں ایک مریض کے پاس گیا تو وہ مریض کو جھڑک رہے تھے اور فرما رہے تھے: افسوس ہے تجھ پر، اے اپنی جان پر ظلم کرنے والے! کیا میں نے تجھے بھلائی کا حکم نہ دیا اور برائی سے نہ روکا تھا؟ تو وہ نوجوان بولا: اے میرے محترم! اگر اللہ عَزَّ وَجَلَّ مجھے میری ماں کے سپرد کر دے اور میرا معاملہ اسی کے حوالے فرما دے تو میری ماں میرے ساتھ کیسا معاملہ فرمائے گی؟ تو انہوں نے جواب دیا: وہ تجھے جنت میں داخل کر دے گی۔ تو اس نے عرض کی: اللہ عَزَّ وَجَلَّ مجھ پر میری والدہ سے بھی زیادہ مہربان ہے۔ پھر اس کی روح قفسِ عُنصُری سے پرواز کر گئی۔ چنانچہ، جب اس کے چچا نے اس کے ساتھ قبر میں اُتر کر اُسے دفن کیا اور قبر کو برابر کر دیا تو اس نے گھبرا کر چیخ ماری۔ میں نے پوچھا: کیا ہوا؟ تو کہنے لگا: اس کی قبر وسیع کر دی گئی اور نور سے بھر دی گئی ہے۔ (شعب الایمان للبیہقی، باب فی معالجۃ کل ذنب بالتوبۃ، الحدیث ۷۱۱۵، ج۵، ص ۴۱۷)

(422) وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: لَمَّا خَلَقَ اللّٰهُ الْخَلْقَ كَتَبَ فِیْ كِتَابٍ، فَهُوَ عِنْدَهٗ فَوْقَ الْعَرْشِ: اِنَّ رَحْمَتِیْ تَغْلِبُ غَضَبِیْ. وَفِیْ رِوَایَةٍ: غَلَبَتْ غَضَبِیْ. وَفِیْ رِوَایَةٍ: سَبَقَتْ غَضَبِیْ مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ.

حضرت ابو ہریرہ ﷜ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب اللہ نے مخلوق کو پیدا فرمایا تو ایک کتاب میں لکھ دیا۔ وہ کتاب عرش پر اللہ کے پاس ہے کہ: میری رحمت میرے غضب پر غالب ہوگی' ایک روایت میں ہے: میری رحمت میرے غضب پر غالب ہے' اور ایک روایت میں ہے کہ میری رحمت میرے غضب سے بڑھ گئی۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، کتاب التفسیر، باب قول اللہ تعالیٰ "بل ھو قرآن مجید فی لوح محفوظ" ج۴ص۱۶۰ رقم: ۷۵۵۳، صحیح مسلم، باب فی سعة رحمة الله تعالیٰ وانها سبقت غضبه، ج۸ص۹۵ رقم: ۷۱۳۶، سنن الکبریٰ للنسائی، باب الرحمة والغضب، ج۴ص۴۱۷، رقم: ۷۷۵۱، مسند امام احمد، مسند ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ، ج۲ص۲۳۷، رقم: ۷۴۹۱)

شرحِ حدیث: مسکرانے کی وجہ

ایک روایت میں ہے، ایک اعرابی نے عرض کی: یارسول اللہ عَزَّ وَجَلَّ وصَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم! مخلوق کا حساب کون لے گا؟ ارشاد فرمایا: اللہ تبارک وتعالیٰ۔ اس نے عرض کی: کیا وہ خود لے گا؟ آپ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: ہاں۔ تو وہ اعرابی مسکرا دیا۔ آپ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے اس سے مسکرانے کی وجہ پوچھی تو اس نے عرض

کی: کریم جب کسی پر قدرت پاتا ہے تو معاف کر دیتا ہے، جب حساب لیتا ہے تو درگزر فرماتا ہے۔ آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: اعرابی نے سچ کہا، جان لو! اللہ عَزَّ وَجَلَّ سے بڑا کریم کوئی نہیں، وہ سب کریموں سے بڑھ کر کریم ہے۔ (شعب الایمان للبیھقی، باب فی حشر الناس بعد ما۔۔۔۔۔۔الخ، الحدیث ۲۶۲، ج ۱، ص ۲۴۶)

پھر اس اعرابی نے عربی میں چند اشعار کہے، جن کا مفہوم کچھ یوں ہے:

(۱) کریم کا حق جب کسی شخص کے نزدیک متعین ہو جائے تو وہ اپنی عزت کی وجہ سے اسے معاف فرما دیتا ہے۔

(۲) وہ نافرمان سے درگزر کر کے اس کے گناہ بخش دیتا ہے حالانکہ اس کا گناہ گار اور مجرم ہونا ثابت ہے۔

مشہور حدیثِ پاک ہے، اللہ عَزَّ وَجَلَّ نے کائنات کی تخلیق سے قبل یہ طے کر لیا تھا کہ میری رحمت میرے غضب پر غالب ہوگی۔ (احیاء علوم الدین، کتاب الخوف والرجاء، بیان دواء الرجاء۔۔۔۔۔۔الخ، ج ۴، ص ۱۸۴)

روایت میں ہے، جب قیامت کا دن ہوگا تو اللہ عَزَّ وَجَلَّ عرش کے نیچے سے ایک کتاب نکالے گا جس میں لکھا ہوگا، میری رحمت میرے غضب پر سبقت لے گئی اور میں اَرْحَمُ الرَّاحِمِیْن (یعنی سب سے بڑھ کر رحم فرمانے والا) ہوں پھر وہ اہلِ جنت کے برابر (جہنمیوں کو) دوزخ سے نکال دے گا۔

(احیاء علوم الدین، کتاب الذکر والموت وما بعدھا، سعۃ رحمۃ اللہ علی سبیل التفاؤل بذلک، ج ۵، ص ۳۱۲)

مروی ہے: ایک اعرابی نے حضرت سیِّدُنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو اس آیتِ مبارکہ:

وَكُنْتُمْ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا ؕ

ترجمۂ کنزالایمان: اور تم ایک غار دوزخ کے کنارے پر تھے تو اس نے تمہیں اس سے بچا دیا۔

(پ4، ال عمران:103)

کی تلاوت کرتے ہوئے سنا تو عرض کی: اللہ عَزَّ وَجَلَّ کی قسم! اگر رحمن و رحیم عَزَّ وَجَلَّ انہیں جہنم میں گرانے کا ارادہ فرما لیتا تو پھر انہیں اس میں گرنے سے نہ بچاتا۔ حضرتِ سیِّدُنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے ارشاد فرمایا: اعرابی کی اس بات کو پلے باندھ لو حالانکہ یہ فقیہہ نہیں۔ (احیاء علوم الدین، کتاب الذکر والموت وما بعدھا، سعۃ رحمۃ اللہ علی سبیل التفاؤل بذلک، ج ۵، ص ۳۱۳)

(423) وَعَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُوْلُ: جَعَلَ اللهُ الرَّحْمَةَ مِئَةَ جُزْءٍ، فَاَمْسَكَ عِنْدَهُ تِسْعَةً وَّتِسْعِيْنَ، وَاَنْزَلَ فِي الْاَرْضِ جُزْءًا وَّاحِدًا، فَمِنْ ذٰلِكَ الْجُزْءِ يَتَرَاحَمُ الْخَلَائِقُ، حَتّٰى تَرْفَعَ الدَّابَّةُ حَافِرَهَا عَنْ وَّلَدِهَا خَشْيَةَ اَنْ تُصِيْبَهُ.

انہی سے روایت ہے میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: اللہ نے رحمت کے سو حصے فرمائے ہیں۔ ننانوے حصے اپنے پاس رکھ لیے اور ایک حصہ زمین میں اتارا۔ اس حصہ کی وجہ سے مخلوق ایک دوسرے پر رحم کرتی ہے۔ حتیٰ کہ جانور اپنے بچے کو روندے جانے کے خوف سے پاؤں اٹھا لیتا ہے۔

وَفِيْ رِوَايَةٍ: إِنَّ لِلّٰهِ تَعَالٰى مِئَةَ رَحْمَةٍ، أَنْزَلَ مِنْهَا رَحْمَةً وَّاحِدَةً بَيْنَ الْجِنِّ وَالْإِنْسِ وَالْبَهَائِمِ وَالْهَوَائِمِ، فَبِهَا يَتَعَاطَفُوْنَ، وَبِهَا يَتَرَاحَمُوْنَ، وَبِهَا تَعْطِفُ الْوَحْشُ عَلٰى وَلَدِهَا، وَأَخَّرَ اللّٰهُ تَعَالٰى تِسْعًا وَّتِسْعِيْنَ رَحْمَةً يَّرْحَمُ بِهَا عِبَادَهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

اور ایک روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کی سو رحمتیں ہیں ان میں سے ایک جنوں، انسانوں اور جانوروں اور کیڑوں کے درمیان اتار دی یہ اسی وجہ سے آپس میں ایک دوسرے کی طرف اور اسی کی وجہ سے ایک دوسرے پر مائل ہوتے ہیں اور رحم کرتے ہیں اور اس کی وجہ سے وحشی جانور اپنے بچوں سے پیار کرتے ہیں اور ننانوے رحمتیں اللہ تعالیٰ نے پیچھے رکھ چھوڑی ہیں، قیامت کے دن ان کے ساتھ اپنے بندوں پر رحم فرمائے گا۔

(متفق علیہ)

وَرَوَاهُ مُسْلِمٌ أَيْضًا مِّنْ رِّوَايَةِ سَلْمَانَ الْفَارِسِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ لِلّٰهِ تَعَالٰى مِئَةَ رَحْمَةٍ فَمِنْهَا رَحْمَةٌ يَّتَرَاحَمُ بِهَا الْخَلْقُ بَيْنَهُمْ، وَتِسْعٌ وَّتِسْعُوْنَ لِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ۔

اور مسلم میں ایک روایت حضرت سلمان فارسی ﷛ سے بھی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ کی سو رحمتیں ہیں ان میں سے ایک رحمت کی وجہ سے مخلوق آپس میں رحمت کرتی ہے۔ اور ننانوے روز قیامت کے لیے ہیں۔

وَفِيْ رِوَايَةٍ: إِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى خَلَقَ يَوْمَ خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ مِئَةَ رَحْمَةٍ كُلُّ رَحْمَةٍ طِبَاقُ مَا بَيْنَ السَّمَآءِ إِلَى الْأَرْضِ، فَجَعَلَ مِنْهَا فِي الْأَرْضِ رَحْمَةً فَبِهَا تَعْطِفُ الْوَالِدَةُ عَلٰى وَلَدِهَا، وَالْوَحْشُ وَالطَّيْرُ بَعْضُهَا عَلٰى بَعْضٍ، فَإِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيٰمَةِ أَكْمَلَهَا بِهٰذِهِ الرَّحْمَةِ۔

ایک روایت میں ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے آسمان و زمین کو پیدا کیا تو سو رحمتیں پیدا کی ہیں اور ہر رحمت آسمان و زمین کے درمیان کو پُر کرنے والی ہے۔ ان میں سے ایک رحمت زمین میں رکھ دی اسی کی وجہ سے ماں اپنے بیٹے پر مائل ہوتی ہے۔ اور وحشی جانور اور درندے ایک دوسرے پر مائل ہوتے ہیں۔ پس قیامت کے دن اپنی رحمتوں کے ساتھ اس کو ملا کر پوری (سو) فرمادے گا۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب جعل اللہ الرحمة مائة جز، ج۸ص۸، رقم: ۶۰۰۰ صحیح مسلم، باب فی سعة رحمة اللہ تعالیٰ وانہا سبقت غضبہ، ج۸ص۹۶، رقم: ۷۱۴۸ الاداب للبیہقی، باب فی تراحم الخلق، ج۱ص۱۸، رقم: ۲۵ سنن الدارمی، باب ان اللہ مائة رحمة، ج۲ص۴۱۳، رقم: ۲۷۸۵ مسند البزار، مسند ابی ہریرة رضی اللہ عنہ، ج۲ص۳۸۳، رقم: ۷۷۶۸ صحیح ابن حبان، باب بدء

الخلق، ج۱۴ص۱۴، رقم: ۶۱۳۶(مؤسسة الرسالة، بیروت) مصنف ابن ابی شیبة، باب ما ذکر فی سعة رحمة الله تعالیٰ، ج۷،ص۶۱، رقم: ۳۴۲۰۷)

شرح حدیث: بے عمل لوگوں پر بھی رحمتِ خداوندی عَزَّ وَجَلَّ

جس حدیثِ پاک میں قیامت اور پل صراط کا بیان ہے اس کے آخر میں اللہ کے پیارے حبیب، حبیبِ لبیب عَزَّ وَجَلَّ وصَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم فرماتے ہیں کہ اللہ عَزَّ وَجَلَّ فرشتوں کو حکم فرمائے گا: جس کے دل میں ایک ذرّے کے برابر بھی نیکی پاؤ اسے جہنم سے نکال دو۔ فرشتے بہت سے لوگوں کو نکال کر عرض کریں گے: اے ہمارے رب عَزَّ وَجَلَّ! جن کے متعلق تو نے حکم دیا اب ان میں سے کوئی بھی باقی نہ بچا۔ تو اللہ عَزَّ وَجَلَّ فرمائے گا:

وَ رَحْمَتِیْ وَسِعَتْ كُلَّ شَیْءٍؕ

ترجمۂ کنز الایمان: میری رحمت ہر چیز کو گھیرے ہے۔ (پ9، الاعراف:156)

حضرتِ سیِّدُنا ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے تھے: اگر تم اس حدیثِ پاک کے متعلق میری تصدیق نہیں کرتے تو چاہو تو قرآنِ پاک کی یہ آیتِ مبارکہ پڑھ لو:

اِنَّ اللّٰهَ لَا یَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍۚ وَ اِنْ تَكُ حَسَنَةً یُّضٰعِفْهَا وَ یُؤْتِ مِنْ لَّدُنْهُ اَجْرًا عَظِیْمًا O

گے۔ اہلِ جنت ان کو پہچان کر کہیں گے: یہ اللہ عَزَّ وَجَلَّ کے آزاد کردہ بندے ہیں، جن کو وہ بغیر کسی عمل اور نیکی کے جنت میں داخل کریگا۔ ان سے کہا جائے گا: جنت میں داخل ہو جاؤ، جو کچھ تم دیکھو گے وہ تمہارے لئے ہے۔ وہ عرض کریں گے: اے ہمارے رب عَزَّ وَجَلَّ! تو نے ہمیں وہ کچھ عطا کیا جو مخلوق میں سے کسی کو نہ دیا۔ اللہ عَزَّ وَجَلَّ ارشاد فرمائے گا: تمہارے لئے میرے پاس اس سے بھی افضل چیز ہے۔ وہ عرض کریں گے: اس سے افضل شئے کون سی ہے؟ تو ارشاد ہو گا: میں تم سے راضی ہو گیا ہوں، اب کبھی ناراض نہ ہوں گا۔

(صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب معرفۃ طریق الرؤیۃ، الحدیث ۱۸۳، ص۱۱۷)

مروی ہے، اللہ عَزَّ وَجَلَّ اولادِ آدم میں سے ایک کروڑ دس لاکھ (1,00,000) کے حق میں حضرتِ سیِّدُنا آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شفاعت قبول فرمائے گا۔ (المعجم الاوسط، الحدیث ۶۸۴۰، ج۵، ص۱۳۸، الف الفبدلہ مائۃ الف الف)

حضرتِ سیِّدُنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، حضور نبیِّ پاک، صاحبِ لَولاک، سیّاحِ افلاک صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ مغفرت نشان ہے: میری شفاعت میری امت کے کبیرہ گناہ والوں کے لئے ہے۔ حضرتِ سیِّدُنا جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: جنہوں نے کبیرہ گناہوں کا ارتکاب نہیں کیا انہیں شفاعت کی کیا حاجت؟ یعنی وہ شفاعت کے محتاج نہیں۔ (جامع الترمذی، ابواب صفۃ القیامۃ، باب منہ حدیث شفاعتی لاھل الکبائر من امتی، الحدیث ۲۴۳۶، ص۱۸۹۷)

ایک روایت میں ہے، ایک اعرابی نے عرض کی: یارسول اللہ عَزَّ وَجَلَّ وصَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم! مخلوق کا حساب

کون لے گا؟ ارشاد فرمایا: اللہ تبارک وتعالیٰ۔ اس نے عرض کی: کیا وہ خود لے گا؟ آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا: ہاں۔ تو وہ اعرابی مسکرادیا۔ آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم نے اس سے مسکرانے کی وجہ پوچھی تو اس نے عرض کی: کریم جب کسی پر قدرت پاتا ہے تو معاف کردیتا ہے، جب حساب لیتا ہے تو درگزر فرماتا ہے۔ آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا: اعرابی نے سچ کہا، جان لو! اللہ عَزَّ وَجَلَّ سے بڑا کریم کوئی نہیں، وہ سب کریموں سے بڑھ کر کریم ہے۔ (شعب الایمان للبیہقی، باب فی حشر الناس بعدما۔۔۔۔۔۔الخ، الحدیث ۲۶۲، ج۱، ص۲۴۶)

پھر اس اعرابی نے عربی میں چند اشعار کہے، جن کا مفہوم کچھ یوں ہے:

(۱) کریم کا حق جب کسی شخص کے نزدیک متعین ہوجائے تو وہ اپنی عزت کی وجہ سے اسے معاف فرمادیتا ہے۔

(۲) وہ نافرمان سے درگزر کرکے اس کے گناہ بخش دیتا ہے حالانکہ اس کا گناہ گار اور مجرم ہونا ثابت ہے۔

مشہور حدیثِ پاک ہے، اللہ عَزَّ وَجَلَّ نے کائنات کی تخلیق سے قبل یہ طے کرلیا تھا کہ میری رحمت میرے غضب پر غالب ہوگی۔ (احیاء علوم الدین، کتاب الخوف والرجاء، بیان دواء الرجاء۔۔۔۔۔۔الخ، ج۴، ص۱۸۴)

(424) وَعَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيمَا يَحْكِي عَنْ رَبِّهِ تَبَارَكَ وَتَعَالَى، قَالَ: اَذْنَبَ عَبْدِيْ ذَنْبًا، فَقَالَ: اللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ ذَنْبِيْ، فَقَالَ اللهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى: اَذْنَبَ عَبْدِيْ ذَنْبًا، فَعَلِمَ اَنَّ لَهُ رَبًّا يَغْفِرُ الذَّنْبَ، وَيَاْخُذُ بِالذَّنْبِ، ثُمَّ عَادَ فَاَذْنَبَ، فَقَالَ: اَيْ رَبِّ اغْفِرْ لِيْ ذَنْبِيْ، فَقَالَ تَبَارَكَ وَتَعَالَى: اَذْنَبَ عَبْدِيْ ذَنْبًا، فَعَلِمَ اَنَّ لَهُ رَبًّا، يَغْفِرُ الذَّنْبَ، وَيَاْخُذُ بِالذَّنْبِ، قَدْ غَفَرْتُ لِعَبْدِيْ فَلْيَفْعَلْ مَا شَاءَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

انہی سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ اپنے ربّ تبارک وتعالیٰ سے روایت کرتے ہیں۔ ایک بندہ نے کوئی گناہ کیا پھر کہا: اے اللہ! میرے گناہ کی مغفرت فرما۔ اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے میرے بندے نے گناہ کیا ہے پھر اس نے مانا ہے کہ اس کا ربّ ہے، جو گناہوں کو بخشتا اور گرفت فرماتا ہے۔ تو بندہ نے پھر گناہ کرلیا پھر کہا: اے میرے ربّ میرے گناہ کو بخش دے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے میرے بندے نے گناہ کیا پھر جانتا ہے کہ اس کا ربّ ہے، جو گناہ پر بخشتا اور گرفت فرماتا ہے۔ بندہ نے پھر گناہ کرلیا پھر کہا: اے میرے ربّ میرے گناہ کی مغفرت فرما اللہ فرماتا ہے میرے بندے نے گناہ کیا پھر جانا کہ اس کا ربّ ہے، جو بخشتا ہے اور گناہ پر گرفت فرماتا ہے۔ ارشاد فرماتا ہے میں نے اپنے بندے کو بخش دیا جو چاہے کرلے۔

(متفق علیہ)

وَقَوْلُهُ تَعَالٰی: فَلْيَفْعَلْ مَا شَاءَ اَیْ: مَا دَامَ يَفْعَلُ هٰكَذَا، يُذْنِبُ وَيَتُوْبُ اَغْفِرُ لَهُ، فَاِنَّ التَّوْبَةَ تَهْدِمُ مَا قَبْلَهَا۔

جو چاہے کرے کا مطلب ہے کہ جب تک گناہ کر کے توبہ کرتا رہے میں اس کو بخشتا رہوں گا۔ کیونکہ توبہ پچھلے گناہوں کو ختم کر دیتی ہے۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، کتاب التفسیر، باب قول اللہ تعالیٰ "یریدون ان یبدلوا کلام اللہ" ج۹ ص۱۲۵، رقم: ۷۵۰۷، صحیح مسلم، باب قبول التوبۃ منا للذنوب وان تکررت الذنوب والتوبۃ، ج۸ ص۹۹، رقم: ۲۷۶۲، سنن الکبریٰ للنسائی، باب ما یقول اذا اذنب ذنبا بعد ذنبا، ج۶ ص۱۱۱، رقم: ۱۰۲۵۲، صحیح ابن حبان، باب التوبۃ، ج۲ ص۳۸۸، رقم: ۶۲۲، مسند امام احمد، مسند ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ، ج۳ ص۴۰۵، رقم: ۹۲۴۵)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

زبان سے بھی کہتا ہے (مولیٰ میں نے گناہ کرلیا مجھے معافی دے دے) اور عمل سے بھی کہ گزشتہ پر نادم ہوتا ہے اور آئندہ کے لیے بچنے کا عہد کرتا ہے اور بقدر طاقت گزشتہ گناہ کا کفارہ بھی ادا کر دیتا ہے لہذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ لوگوں کے مال مار کر فقط کہہ دو معافی ہوگئی۔

(اور آگے کا) کلام فرشتوں سے ہوتا ہے اظہار کرم کے لیے۔ مقصد یہ ہے کہ چونکہ بندے نے اپنے کو گنہگار اور مجھے غفار سمجھا میرے دروازے پر معافی مانگتا ہوا آیا میں نے اسے معاف کر دیا۔

توبہ کے وقت تو اس کا ارادہ بھی یہی تھا کہ کبھی گناہ نہ کروں گا پھر کر بیٹھا لہذا حدیث قرآن کریم کی اس آیت کے خلاف نہیں وَلَمْ يُصِرُّوْا عَلٰى مَا فَعَلُوْا گناہ پر اصرار اور ہے اور بار بار گناہ ہو جانا اور توبہ کرتے رہنا کچھ اور۔

یعنی گناہ کرنے کا عادی اور میں بخشنے کا عادی جب تو گناہ سے باز نہیں آتا تو میں اپنے بخشنے کی عادت کیوں چھوڑ دوں تو کرتا جا میں بخشتا جاؤں، یہ فرمان گناہوں کی اجازت دینے کے لیے نہیں بلکہ وسعت مغفرت کے اظہار کے لیے ہے یعنی اس طرح بندہ اگر لاکھوں بار گناہ کرے گا میں بخش دوں گا کہ ہر توبہ کے وقت آئندہ گناہ نہ کرنے کا ہی عہد ہو مگر پھر کر بیٹھے لہذا حدیث بالکل ظاہر ہے۔ توبہ کے ارادے سے گناہ کرنا کفر ہے کہ چلو گناہ میں حرج ہی کیا ہے کل توبہ کرلیں گے یہ توبہ نہیں بلکہ شریعت کا مذاق اڑانا ہے اور خدائے تعالیٰ پر امن، یہ دونوں باتیں کفر ہیں یا یہ مطلب ہے کہ ایسے توبہ کرنے والے کو رب تعالیٰ اپنی امن میں لے لیتا ہے کہ پھر اس سے گناہ ہوتے ہی نہیں، پھر فرمایا جاتا ہے کہ جو چاہے کرے جیسے پرندے کا پر کاٹ کر اس سے کہو کہ جا اڑتا پھر۔ (مرآۃ المناجیح، ج۳، ص۵۵۷)

(425) وَعَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِيَدِهٖ، لَوْ لَمْ تُذْنِبُوْا، لَذَهَبَ اللّٰهُ بِكُمْ، وَجَآءَ بِقَوْمٍ يُّذْنِبُوْنَ،

انہی سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔ اگر تم گناہ کرو تو تمہیں اللہ تعالیٰ مٹا کر ایسے لوگ پیدا کرے گا

فَيَسْتَغْفِرُوْنَ اللّٰهَ تَعَالٰى، فَيَغْفِرُ لَهُمْ رَوَاهُ مُسْلِمٌ. جو گناہ کریں گے پھر اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کریں تو وہ انہیں بخش دے گا۔ (مسلم

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب سقوط الذنوب بالاستغفار توبة، ج۸ص۹۴ رقم: ۷۱۴۱، الاداب للبیهقی، باب من عاجل کل ذنب بالتوبة، ج۲ص۱۹ رقم: ۸۴۸، المعجم الاوسط، من اسمه محمد، ج۵ص۱۹۹ رقم: ۵۰۷۳، مسند امام احمد، مسند ابی هریرة رضی الله عنه، ج۳ص۳۰۹ رقم: ۸۰۶۸، مجمع الزوائد، باب منه فی سعة رحمة الله ومغفرته للذنوب، ج۱۰ص۳۶۲ رقم: ۱۷۶۲۵)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اس حدیث کا مقصد لوگوں کو گناہ پر دلیر کرنا نہیں بلکہ توبہ کی طرف مائل کرنا ہے یعنی اے انسانو! اگر تم بھی فرشتوں کی طرح سارے ہی معصوم بے گناہ ہوتے تو کوئی قوم ایسی پیدا کی جاتی جو غلطی وخطاء سے گناہ کرلیا کرتی پھر توبہ کرتی اسے رب تعالیٰ معاف کرتا کیونکہ خلقت رب تعالیٰ کی صفات کا مظہر ہے اور جیسے رب کی صفت رزاق ہے ایسے ہی اس کی صفت غفار بھی ہے۔ رزاقیت کا ظہور رزق ومرزوق سے ہوتا ہے غفاریت کی جلوہ گری گناہ اور گنہگار سے ہوتی ہے۔ جو یہ حدیث دیکھ کر گناہ پر دلیر ہو اور پھر گناہ کرے تو کافر ہوا اور یہاں ذکر گناہ کا ہے نہ کہ کفر کا۔ خلاصہ یہ ہے کہ اے گنہگار رب کی رحمت سے مایوس نہ ہو بلکہ توبہ کرلے وہ غفور رحیم ہے تجھ سے گناہ کا صدور تقاضائے حکمت الٰہی ہے تم سے کوئی گناہ نہ ہو یہ ناممکن ہے۔ یہاں سے جانے سے مراد ہلاک کرنا نہیں ہے بلکہ انہیں آسمانوں پر پہنچا دینا، فرشتوں کے ساتھ رکھنا اور زمین پر دوسری قوم قابلِ گناہ کو بسانا مراد ہے۔ (مرآۃ المناجیح، ج۳، ص۵۵۲)

(426) وَعَنْ اَبِیْ اَيُّوْبَ خَالِدِ بْنِ زَيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُوْلُ: لَوْلَا اَنَّكُمْ تُذْنِبُوْنَ، لَخَلَقَ اللّٰهُ خَلْقًا يُّذْنِبُوْنَ، فَيَسْتَغْفِرُوْنَ، فَيَغْفِرُ لَهُمْ رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت ابوایوب خالد بن زید ﷛ سے روایت ہے میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: اگر تم گناہ نہ کرتے تو اللہ تعالیٰ ایسی مخلوق پیدا کرتا جو گناہ کرتے پھر مغفرت طلب کرتے تو اللہ ان کی مغفرت کرتا۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب سقوط الذنوب بالاستغفار توبة، ج۸ص۹۴ رقم: ۷۱۳۹، مسند امام احمد، حدیث ابی ایوب الانصاری، ج۵ص۴۱۴ رقم: ۲۳۵۶۲، سنن ترمذی، باب فی فضل التوبة والاستغفار، ج۵ص۵۲۸ رقم: ۳۵۳۹، اطراف المسند المعتلی لابن حجر، من مسند ابی ایوب، ج۲ص۶۳ رقم: ۷۷۵۱، مسند عبد بن حمید، حدیث ابی ایوب الانصاری، ص۱۰۵ رقم: ۲۳۰)

شرح حدیث: مجھے اپنی عزت وجلال کی قسم!

حضرتِ سیدنا ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، شیطان نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں کہا، اے میرے رب! مجھے تیری عزت وجلال کی قسم! جب تک بندوں کے جسموں میں روح باقی

ہے، میں انہیں بہکاتا رہوں گا۔ اللہ تعالیٰ نے جواباً ارشاد فرمایا، مجھے اپنی عزت وجلال اور بلند مقام کی قسم! میں ہمیشہ اس وقت تک ان کی مغفرت کرتا رہوں گا، جب تک کہ وہ مجھ سے مغفرت مانگتے رہیں گے۔

(المسند للامام احمد بن حنبل، مسند ابی سعید الخذری، رقم ۱۱۲۴۳، ج ۴، ص ۵۸)

اور حضرت سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان عالیشان ہے کہ جب کوئی بندہ گناہ کر لیتا ہے اور پھر کہتا ہے کہ اے مولا! میں نے گناہ کرلیا، مجھے معاف کردے۔ تو اللہ عزوجل فرماتا ہے، میرا بندہ جانتا ہے کہ اس کا کوئی رب عزوجل ہے جو گناہ معاف بھی کرتا ہے اور اس پر پکڑ بھی لیتا ہے، (اے فرشتو! گواہ ہو جاؤ کہ) میں نے اپنے بندے کو بخش دیا۔ پھر جتنا رب چاہتا ہے بندہ ٹھہرا رہتا ہے، اس کے بعد پھر کوئی گناہ کر لیتا ہے، پھر عرض کرتا ہے، یاالٰہی عزوجل! میں نے پھر گناہ کرلیا، بخش دے۔ تو رب کریم عزوجل فرماتا ہے کہ میرا یہ بندہ جانتا ہے کہ اس کا کوئی رب مجھے معاف کردے۔ تو رب عزوجل فرماتا ہے کہ میرا یہ بندہ جانتا ہے کہ اس کا کوئی رب ہے جو گناہ معاف بھی کرتا ہے اور اس پر پکڑ بھی لیتا ہے۔ (اے فرشتو! گواہ ہو جاؤ کہ) میں نے اپنے بندے کی بخشش فرمادی، اب جو چاہے کرے۔ (صحیح البخاری، کتاب التوحید، رقم ۷۵۰۷، ج ۴، ص ۵۷۵)

وقتِ توبہ آئندہ کے لئے گناہوں سے بچنے کا پختہ ارادہ ہونا ضروری ہے، گناہوں سے بچنے پر استقامت دینے والی ذات تو رب العالمین کی ہے۔ اگر ارتکابِ گناہ سے محفوظ رہنا نہ بھی نصیب ہوا تو بھی کم از کم گزشتہ گناہوں سے جان تو چھوٹ جائے گی اور سابقہ گناہوں کا معاف ہو جانا معمولی بات نہیں۔ اگر بعدِ توبہ گناہ ہو بھی جائے تو دوبارہ پُرخلوص توبہ کرلینی چاہیے کہ ہوسکتا ہے یہی آخری توبہ ہو اور اسی پر دنیا سے جانا نصیب ہو۔

(427) وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: كُنَّا قُعُوْدًا مَّعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، مَعَنَا اَبُوْ بَكْرٍ وَّعُمَرُ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، فِیْ نَفَرٍ فَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ بَيْنِ اَظْهُرِنَا، فَاَبْطَاَ عَلَيْنَا فَخَشِيْنَا اَنْ يُّقْتَطَعَ دُوْنَنَا، فَفَزِعْنَا فَقُمْنَا فَكُنْتُ اَوَّلَ مَنْ فَزِعَ فَخَرَجْتُ اَبْتَغِیْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، حَتّٰى اَتَيْتُ حَائِطًا لِّلْاَنْصَارِ وَذَكَرَ الْحَدِيْثَ بِطُوْلِهٖ اِلٰى قَوْلِهٖ: فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اذْهَبْ فَمَنْ لَقِيْتَ وَرَآءَ هٰذَا الْحَائِطِ يَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ،

حضرت ابوہریرہ ﷺ سے روایت ہے، ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ بیٹھے تھے۔ ہمارے ساتھ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر ﷺ بھی موجود تھے۔ رسول اللہ ﷺ ہمارے درمیان سے اٹھ کر کھڑے ہوئے آپ نے ہم پر کافی دیر کردی ہمیں فکر ہوئی کہ ہماری عدم موجودگی میں ہمارے بغیر آپ کو شہید نہ کردیا جائے اس کا خیال آتے ہی ہم گھبرا کر اٹھے اور سب سے پہلے گھبرانے والا میں تھا میں رسول اللہ ﷺ کو تلاش کرنے نکلا۔ حتیٰ کہ میں انصار کے ایک باغ کے پاس آیا اور لمبی حدیث ذکر کی فرمایا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے ابوہریرہ جاؤ اس باغ کے

مُسْتَيْقِنًا بِهَا قَلْبُهُ فَبَشِّرْهُ بِالْجَنَّةِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔ باہر تمہیں جو ملے اور وہ لا الٰہ الا اللہ کی گواہی صمیم قلب کے ساتھ دیتا ہو تو اس کو جنت کی خوشخبری دے دے۔

(مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب من لقی اللہ بالایمان وھو غیر شاک فیہ دخل الجنۃ، ج۱ص۴۴، رقم: ۱۵۶ صحیح ابن حبان، باب فی الخلافۃ والامارۃ، ج۱۰ص۳۰۸، رقم: ۴۵۴۳ مسند ابو عوانۃ، بیان الاعمال والفرائض، ص۲۱، رقم: ۱۰ شعب الایمان، باب الدلیل علی ان التصدیق بالقلب والاقرار باللسان، ج۱ص۳۹، رقم: ۵ جامع الاصول، الباب التاسع فی فضائل الاعمال والاقوال، ج۹ص۳۵۵، رقم: ۶۹۹۸)

شرح حدیث: تفصیلی حدیث یہ ہے:

روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں کہ ہم لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آس پاس بیٹھے تھے۔ ہمارے ساتھ ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما بھی تھے کہ اچانک ہمارے درمیان سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اُٹھ گئے واپسی میں دیر لگائی ہم ڈر گئے کہ مبادا حضور کو ہماری غیر حاضری میں کوئی ایذا پہنچے ہم گھبرا کر اٹھ کھڑے ہوئے گھبرانے والا پہلا میں تھا میں حضور کو ڈھونڈھنے نکل کھڑا ہوا یہاں تک کہ انصار بنی نجار کے ایک باغ میں پہنچا باغ کے ارد گرد گھوما کہ کوئی دروازہ ملے مگر نہ ملا ایک نالی تھی جو بیرونی کنوئیں سے باغ میں جاتی تھی فرماتے ہیں کہ میں سکڑ کر نالی میں گھس کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو گیا حضور نے فرمایا کیا ابو ہریرہ ہیں میں نے کہا ہاں یارسول اللہ فرمایا تمہارا کیا حال ہے میں نے عرض کیا کہ حضور ہم میں تشریف فرما تھے اچانک اٹھ آئے اور واپسی میں دیر ہوئی ہم ڈر گئے کہ مبادا حضور کو ہماری غیر موجودگی میں ایذا پہنچے تو ہم گھبرا گئے پہلے میں ہی گھبرایا تو اس باغ میں آیا اور میں لومڑی کی طرح سکڑ گیا اور باقی یہ لوگ میرے پیچھے ہی ہیں حضور نے فرمایا اے ابو ہریرہ اور مجھے اپنے نعلین شریف عطا کیے فرمایا ہمارے نعلین لے جاؤ جو تمہیں اس باغ کے پیچھے یقین دل سے یہ گواہی دیتا ملے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اسے جنت کی بشارت دے دو پہلے جن سے ملاقات ہوئی وہ عمر تھے وہ بولے اے ابو ہریرہ یہ جوتے کیسے ہیں میں نے کہا کہ یہ حضور کے نعلین پاک ہیں مجھے یہ دیکر حضور نے اس لیے بھیجا ہے کہ جو مجھے یقین دل سے گواہی دیتا ملے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اسے جنت کی بشارت دے دوں جناب عمر نے میرے سینہ پر ہاتھ مارا کہ میں چت گر گیا اور فرمایا لوٹ چلو ابو ہریرہ تو میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور رو رو کر فریاد کی اور مجھ پر عمر کی ہیبت سوار ہو گئی تھی دیکھا تو وہ میرے پیچھے ہی تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابو ہریرہ کیا حال ہے میں نے کہا کہ میں جناب عمر سے ملا اور انہیں وہ ہی پیغام سنایا جو دے کر حضور نے مجھے بھیجا تھا تو انہوں نے میرے سینے پر ایسا مارا کہ میں چت گر گیا اور فرمایا کہ لوٹو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عمر اس کام پر تمہیں کس خیال نے ابھارا وہ عرض کرنے لگے میرے ماں باپ آپ پر قربان یارسول اللہ کیا آپ نے ابو ہریرہ کو نعلین پاک دے کر

اس لیے بھیجا کہ جو انہیں یقین دل سے یہ گواہی دیتا ملے کہ اللہ کے سواء کوئی معبود نہیں اسے جنت کی بشارت دے دیں فرمایا ہاں عرض کیا ایسا نہ کیجئے میں خوف کرتا ہوں کہ لوگ اس پر بھروسہ کر بیٹھیں گے انہیں چھوڑ دیں کہ عمل کرتے رہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اچھا چھوڑ دو۔ (مسلم)

حکیم الاُمّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

جماعت صحابہ میں یہ دونوں بزرگ (ابوبکر و عمر) ایسا درجہ رکھتے ہیں جیسے تاروں میں چاند و سورج اسی لیے اکثر جگہ ان کا ذکر خصوصیّت سے ہوتا ہے۔ خیال رہے کہ صحابہ کے شیخین ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما ہیں، محدثین کے شیخین بخاری و مسلم، فقہاء کے شیخین امام ابوحنیفہ و ابویوسف رضی اللہ عنہم، منطق کے شیخین بوعلی سینا و فارابی ہیں۔

(ہم ڈر گئے یعنی) اس طرح کہ ہم خدمت میں حاضر نہ ہوں حضور کہیں اکیلے ہوں اور کوئی دشمن آپ کو ایذا پہنچائے کیونکہ عرب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بہت دشمن ہیں، یہ گھبراہٹ اسباب کے لحاظ سے ہے، ورنہ اللہ ہمیشہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا۔

بنی نجار انصار کا ایک بڑا قبیلہ ہے۔ حائط وہ باغ کہلاتا ہے جس کے آس پاس دیوار ہو اور ایک دروازہ۔ بستان ہر باغ کو کہہ سکتے ہیں دیوار سے گھرا ہو یا نہ ہو۔

(اردگرد گھوما کہ کوئی دروازہ ملے) اس لیے کہ اندازے سے مجھے پتا لگا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس باغ میں ہیں۔ شیخ عبدالحق فرماتے ہیں کہ نسیم جمال نے بوئے محبوب عاشق کے دماغ محبت میں پہنچائی، جیسے بوئے یوسفی مصر سے کنعان پہنچ گئی، مگر عشاق کے حال مختلف ہوتے ہیں کبھی قبض، کبھی بسط۔ یعنی دروازہ موجود تھا مگر نظر نہ آیا وارفتگئ عشق محبوب کی وجہ سے (اور نالی) وہ نظر آ گئی پیاروں کے حال نیارے ہوتے ہیں، ان کی کیفیات عقل سے وراء ہیں، دیکھو رب کی شان کہ دروازہ نظر نہ آیا اور نالی سوجھ گئی، یہ واردات ان لوگوں پر گزرتی ہیں جنہیں عشق سے حصہ ملا ہو (اور) معلوم یہ ہوتا ہے کہ نالی بہت تنگ تھی جس میں حضرت ابوہریرہ بتکلف داخل ہوئے۔ خیال رہے کہ بغیر اجازت نالیوں کے ذریعہ کسی کے گھر یا باغ میں چلا جانا ازروئے قانون ممنوع ہے، مگر یہ عشق کا کرشمہ تھا خود کو آتشِ نمرود میں ڈالنا، بے تصور فرزند کو ذبح کرنا سب عشق کی جلوہ گری ہے، قانون اس سے کوسوں دُور ہے۔

(کیا ابوہریرہ ہیں) یہ سوال تعجب کی بنا پر ہے کہ دروازہ ہوتے ہوئے نالی کے رستہ پہنچے یا دروازہ بند تھا اور آ گئے۔ (اور فرمایا تمہارا کیا حال ہے) یعنی پریشان کیوں ہو، ہانپ کیوں رہے ہو۔

(پہلے میں ہی گھبرایا) اس میں اللہ کی نعمت کا اظہار ہے نہ کہ فخر و ریا، یعنی مجھے اللہ نے حضور کا ایسا عشق دیا ہے کہ آپ کے بغیر صبر نہیں کر سکتا۔

(سکڑ کر آیا ہوں) اس میں اظہار معذرت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس گھبراہٹ میں آداب دربار بجا نہ لا سکا، بغیر

اذن آ گیا، سلام بھی کرنا بھول گیا، حالانکہ یہ دونوں حکم قرآنی ہیں مگر ہوش میں جو نہ ہووہ کیا نہ کرے۔

شعر

نہ تنہا من دریں میخانہ مستم   ازیں مے ہمچو من بسار شدمست

ع   ایک میں ہی نہیں عالم ہے طلبگار تیرا

(نعلین شریف عطا کئے) کیوں عطا کئے، عاقل تو یہ کہتے ہیں کہ نشانی کے طور پر تا کہ معلوم ہو کہ حضور کے بھیجے ہوئے ہیں۔ عاشق کہتے ہیں نہیں صحابی سچے ہیں ان کی ہر بات بغیر نشانی مانی جاتی ہے۔ منشاء یہ ہے کہ آگے صرف لا الہ الا اللہ کا ذکر ہے، ابوہریرہ کو کفش بردار بنا کر یہ بتایا کہ کلمہ اور توحید اس کا معتبر ہے جو ہمارا کفش بردار ہو، اس میں تبلیغ قولی کے ساتھ تبلیغ عملی بھی ہے، عشق کی تفسیر سے حدیث پر کوئی اعتراض نہ رہا، کفش برداری میں سارے عقائد واعمال آگئے، ان کا نعلین بردار یقیناً جنتی ہے۔

(یقین دل سے یہ گواہی دیتا ملے یعنی) سبحان اللہ! کیا لطیف اشارہ ہے یعنی یہ بشارت ہر شخص کو نہ دینا کہ ہر کوئی یہ راز سمجھے گا نہیں، صرف جناب عمر کو بتانا جو تمہیں اس باغ کے پیچھے ہی مل جائیں گے، جو ہمارے راز دار ہیں۔ ان سے کہہ دو کہ تم جنتی ہو۔ یقیناً اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے: ایک یہ کہ حضور کو یہ خبر تھی کہ حضرت ابوہریرہ کو پہلے حضرت عمر ہی ملیں گے۔ دوسرے یہ کہ حضرت عمر یقینی لازمی جنتی ہیں۔ تیسرے یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو لوگوں کی سعادت وشقاوت کی خبر ہے۔ چوتھے یہ کہ مسلمان کو زبان سے کلمہ طیبہ پڑھنا ضروری ہے صرف عقیدے پر کفایت نہ کرے، زبان سے اقرار بھی کرے۔ پانچویں یہ کہ اس قسم کی احادیث عوام تک بغیر شرح نہ پہنچائی جاویں، اسی لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قید لگادی کہ جو تمہیں اس باغ کے پیچھے مسلمان ملے صرف اسے بشارت دو۔

(جن سے ملاقات ہوئی وہ عمر تھے) یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کا ظہور ہے کہ فرمایا تھا جو تمہیں اس باغ کے پیچھے ملے، ملاقات حضرت عمر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کی تفسیر ہے۔

(میرے سینہ پر ہاتھ مارا) یہاں تھوڑا مضمون پوشیدہ ہے، یعنی مجھ سے فرمایا لوٹ چلو، میں نہ مانا، تب آپ نے مجھے مارا کیونکہ بیرم کچھ کہے سنے مارنا عقل کے خلاف ہے۔ (مرقاۃ) اور ظاہر یہ ہے کہ یہاں مارنا مقصود نہ تھا بلکہ آگے جانے سے روکنا اور منہ پھیر کر مجبوراً واپس کرنا تھا۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کمزور تھے۔ اس تھوڑی سی حرکت دینے سے گر پڑے اور اگر مارا ہی ہو تب بھی حرج نہیں کہ جناب عمر حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے لیے مثل استاد یا کم از کم بڑے بھائی کی طرح تھے۔

(لوٹ چلو ابوہریرہ) خیال رہے کہ اس فرمان میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی مخالفت نہیں، مقصد یہ ہے کہ اے ابوہریرہ! تم تعمیل کر چکے ہو، میں تمہیں مل گیا تم نے مجھے فرمان سنا دیا۔ حدیث اپنے انتہا کو پہنچ گئی، اس کی عام اشاعت کی

ضرورت نہیں۔خیال رہے کہ حدیث کا مبداء نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور حدیث کا منتہی مجتہد ہیں۔عوام براہ راست حدیث رسول پر عمل نہ کریں بلکہ مجتہد سے سمجھ کر عمل کریں،رب تعالیٰ فرماتا ہے:لَعَلِمَهُ الَّذِيْنَ يَسْتَنْبِطُوْنَهٗ حدیث وقرآن طب روحانی کی دوائیں ہیں۔کسی طبیب روحانی کے مشورہ سے استعمال کرو ورنہ مارے جاؤ گے۔یہ حدیث تقلید آئمہ کی قوی دلیل ہے۔

اور میں (ابوہریرہ) نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ایسی پناہ لی جیسے بچہ مادر مہربان کی۔خیال رہے کہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ یہاں آ کر روئے وہاں نہ روئے تھے کیونکہ مظلوم فریادرس کو دیکھ کر رویا کرتا ہے۔

(حضرت عمر نے فرمایا پلٹو) یعنی اس کام کے لیے یہاں سے آگے نہ بڑھو خواہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں واپس چلو یا اور کام کیلئے جاؤ۔

(حضرت عمر سے دریافت فرمایا کہ) ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو واپس کرنے پر نہ کہ انہیں مارنے پر،جیسا کہ اگلے مضمون سے معلوم ہورہا ہے۔اس فرمان سے معلوم ہوتا ہے کہ شکایات وغیرہ میں اکثر ایک کی خبر معتبر ہے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوہریرہ سے گواہی مانگی اور نہ جناب عمر سے اقرار کرایا صرف لوٹانے کی وجہ پوچھی۔

اور یہ عرض معروض بارگاہ نبوی کے آداب میں سے ہے نہ کہ حضرت ابوہریرہ پر بدگمانی کی بنا پر کیونکہ سارے صحابہ عادل ہیں،ان کی خبریں معتبر،جب شاہی کارندے کے کسی کام پر بادشاہ سے عرض معروض کرنا ہو تو پہلے بادشاہ سے تصدیق کر لینی ادب دربار ہے۔خیال رہے کہ اس جگہ ایک چیز کا ذکر نہیں آیا یعنی اس باغ کے پیچھے معلوم ہوتا ہے کہ جناب عمر راز دار پیغمبر ہیں دلی رازوں سے خبردار ہیں۔

(عرض کیا ایسا نہ کیجئے) یعنی آئندہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو عام لوگوں سے یہ کلام کرنے کی اجازت نہ دیں اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں ایک مشورہ کی پیش کش ہے نہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے سرتابی۔رب فرماتا ہے وَشَاوِرْهُمْ فِي الْاَمْرِ اسی لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس موقع پر عتاب نہ کیا بلکہ آپ کا مشورہ قبول کر لیا۔اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ جناب عمر کی عقل و دانائی حضور سے زیادہ ہے۔اس حدیث کا راز کچھ اور ہی ہے جو ہم پہلے عرض کر چکے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ حکم اپنے موقع پر پہنچ چکا،تعمیل ارشاد ہو چکی۔

یعنی وہ نومسلم لوگ جو ابھی تک منشاء کلام سمجھنے کے لائق نہیں ہیں وہ ظاہر الفاظ سن کر اعمال ہی چھوڑ بیٹھیں گے اور سمجھیں گے کہ نجات کے لئے صرف کلمہ پڑھ لینا کافی ہے،اس لئے موجودہ زمانے کے اہل حدیث حضرات کو عبرت پکڑنی چاہیئے جو ہر حدیث پر بلا سوچے سمجھے عمل کرنے کے مدعی ہیں۔آیات قرآنیہ پر بھی اندھا دھند گرنا حرام ہے،رب فرماتا ہے:وَالَّذِيْنَ اِذَا ذُكِّرُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ لَمْ يَخِرُّوْا عَلَيْهَا صُمًّا وَّعُمْيَانًا۔

(فرمایا اچھا چھوڑ دو) یعنی تمہاری رائے منظور ہے،بہت درست ہے۔خیال رہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت

عمر سے جناب حضرت ابوہریرہ کا نہ قصاص دلوایا نہ ان سے معافی دلوائی۔ کیونکہ حضرت عمر مجتہد ہیں۔ اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہ محض محدث، مجتہد استاد ہیں، محدث شاگرد، استاد پر شاگرد کا قصاص لازم نہیں اگرچہ غلطی سے سزا دیدے۔ دیکھو موسیٰ علیہ السلام نے خطاء ہارون علیہ السلام کے بال پکڑ کر کھینچے مگر رب نے ان سے قصاص نہ دلوایا (قرآن حکیم) ہماری اس شرح سے حسب ذیل سوالات اٹھ گئے۔

(۱) حضرت ابوہریرہ کو باغ کا دروازہ نظر کیوں نہ آیا نالی کیوں نظر آئی (۲) آپ دوسرے کے باغ یا مکان میں بلا اجازت کیوں گئے (۳) آپ نے پہلے سلام کیوں نہ کیا (۴) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو نعلین شریف کیوں عطا فرمائیں (۵) حضرت عمر نے اشاعت حدیث سے جناب ابوہریرہ کو کیوں روکا (۶) انہیں مارا کیوں (۷) حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی تصدیق کیوں کرائی (۸) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس فرمان کے اشاعت نہ کرنے کی رائے کیوں دی (۹) حضور نے ان کی رائے قبول کیوں کرلی (۱۰) حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اس مار کا بدلہ کیوں نہ لیا گیا۔ (مرأۃ المناجیح، ج۱، ص ۳۷)

(428) وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَلَا قَوْلَ اللّٰهِ - عَزَّوَجَلَّ - فِيْ اِبْرَاهِيْمَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: (رَبِّ اِنَّهُنَّ اَضْلَلْنَ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ فَمَنْ تَبِعَنِيْ فَاِنَّهٗ مِنِّيْ) (ابراھیم: 36) اَلْاٰيَة. وَقَوْلُ عِيْسٰى صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: (اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَاِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ) (المائدۃ: 118) فَرَفَعَ يَدَيْهِ وَقَالَ: اَللّٰهُمَّ اُمَّتِيْ اُمَّتِيْ وَبَكٰى، فَقَالَ اللّٰهُ - عَزَّوَجَلَّ: يَا جِبْرِيْلُ، اذْهَبْ اِلٰى مُحَمَّدٍ - وَرَبُّكَ اَعْلَمُ - فَسَلْهُ مَا يُبْكِيْهِ؟ فَاَتَاهُ جِبْرِيْلُ، فَاَخْبَرَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، بِمَا قَالَ - وَهُوَ اَعْلَمُ - فَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: يَا جِبْرِيْلُ، اذْهَبْ اِلٰى مُحَمَّدٍ، فَقُلْ: اِنَّا سَنُرْضِيْكَ فِيْ اُمَّتِكَ وَلَا نَسُوْءُكَ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اللہ عزوجل کا حضرت ابراہیم علیہ السلام کے حوالہ سے یہ فرمان تلاوت کیا۔ ''اے میرے ربّ! ان بتوں نے بہت سے لوگوں کو گمراہ کیا۔ جس نے میری پیروی کی وہ میرا ہے'' اور عیسیٰ علیہ السلام کے حوالہ سے یہ فرمان تلاوت کیا'' ''تو اگر ان کو عذاب دے تو یقیناً یہ تیرے بندے ہیں۔ اور اگر ان کو بخشش دے تو تو ہی غالب۔ حکمت والا ہے''۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے ہاتھ اٹھا کر عرض کیا: اے اللہ! میری امت میری امت اور آپ رو پڑے' تو اللہ تعالیٰ نے حضرت جبریل کو آپ کے پاس بھیج دیا فرمایا: اے جبریل محمد کے پاس جا حالانکہ تیرے ربّ تعالیٰ کو علم ہے ان سے پوچھ کیوں روتے ہیں۔ جبریل آئے اور رسول اللہ ﷺ کو بتایا جو اللہ نے فرمایا: حالانکہ وہ زیادہ جانتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے جبریل! محمد (ﷺ) کی

طرف جا کر ان سے کہہ دے ہم آپ کی امت کے
بارے میں آپ کو راضی کریں گے اور آپ کو غمگین نہیں
کریں گے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب دعاء النبی صلی اللہ علیہ وسلم لامتہ وبکائہ شفقۃ علیہم، ج۱ص۱۳۲، رقم: ۵۲۰، سنن النسائی الکبریٰ، سورۃ ابراھیم، ج۶ص۳۷۳، رقم: ۱۱۲۶۹، المعجم الاوسط للطبرانی، من اسمہ مقدام، ج۸ص۳۶۷، رقم: ۸۸۹۴، مسند ابی عوانۃ، بیان تضرع النبی صلی اللہ علیہ وسلم الی اللہ عزوجل واجتہادہ فی الدعا، ص۱۳۷، رقم: ۴۱۴)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

ظاہر یہ ہے کہ حضور انور نے نماز کے باہر یہ آیت کریمہ سورۂ ابراہیم کی تلاوت فرمائی جیسا کہ اگلے مضمون سے ظاہر ہے۔

اور اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی وہ عرض معروض بیان فرما رہا ہے جو آپ قیامت میں بطور شفاعت عرض کریں گے کہ خدایا جن لوگوں نے میری اطاعت کی وہ تو میرے ہو چکے تو انہیں میرے طفیل بخش دے اور جنہوں نے میری نافرمانی کی تو مولیٰ تو گنہگاروں کا بخشنے والا ہے۔ غرضکہ شکایت ان کی بھی نہیں کی انہیں بھی بددعا نہ دی یہ ہے شان جمالی۔

اس پوری آیت میں عیسیٰ علیہ السلام کی شفاعت کا ذکر ہے وہ بھی جمال الٰہی کا مظہر ہیں۔ آپ کی عرض بھی یہ ہے کہ میرے مولیٰ اگر تو ان گنہگاروں کو عذاب دے تو تو ان کا رب ہے وہ تیرے بندے، کون تجھے عذاب سے روک سکتا ہے اور تو انہیں معافی دے دے تو تو عزیز ہے حکیم ہے، تیرے ہر کام میں حکمت ہے، تو سب پر غالب ہے جسے جو چاہے دے دے تجھ سے کوئی پوچھ نہیں سکتا۔

(عرض کیا: الٰہی میری امت اور روئے) یعنی ان دو محبوب نبیوں کی شفاعت کا ذکر پڑھا تو شفیع المذنبین کا دریائے رحمت جوش میں آ گیا اپنی گنہگار امت یاد آ گئی اور اس وقت شفاعت فرمائی۔ معلوم ہوا کہ قرآن مجید میں جیسی آیت تلاوت کرے اسی طرح کی دعا مانگے یہ سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ دعا کے وقت رونا علامت قبولیت ہے پھر حضور انور کا رونا حضور کے آنسو سبحان اللہ! حضور کا رونا ہماری ہنسی وخوشی کا ذریعہ ہے بادل روتا ہے تو چمن ہنستا ہے۔ شعر

تا نہ گریہ ابر کے خندد چمن
تا بہ گرید طفل کے جوشد لبن

سبحان اللہ! کس ناز کا سوال ہے خود جانتا ہے مگر پوچھتا ہے تاکہ محبوب صراحۃً زبان پاک سے شفاعت کریں اور امت گنہگار کی مشکلیں حل ہوں دریائے بخشش الٰہی جوش میں آئے۔

(رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی عرض ومعروض کی خبر دی) کہ امت کی فکر ان کا غم میرے رونے کا سبب

ہے۔خیال رہے کہ رونا بہت قسم کا ہے ان تمام قسموں میں افضل حضور کا شفاعت امت کے لیے رونا ہے۔
(تمہیں غمگین نہ کریں گے) یعنی آپ اپنی امت کے متعلق جو چاہیں گے جو کہیں گے ہم وہ ہی کریں گے۔احادیث میں ہے کہ اس پر حضور انور نے عرض کیا کہ تیری عزت کی قسم میں اس وقت تک راضی نہ ہوں گا جب تک کہ میرا ایک امتی بھی دوزخ میں ہو، خدا کرے ہم امتی رہیں۔(اشعہ) مرقات نے بھی اسی کے قریب فرمایا یہاں مرقات نے شفاعت ابراہیمی، شفاعت عیسوی اور شفاعت محمدی میں بہت شاندار فرق بیان فرمایا کہ ان حضرات نے اجمالی شفاعت کی مگر حضور انور نے اپنی امت کا نام لے کر تفصیلی شفاعت فرمائی کہ گنہگار ہو مگر میرا امتی ہو اسے بخش دے۔شعر

خاک او باش و بادشاہی کن — آن او باش ہر چہ خواہی کن

نیز اس شفاعت میں اگر مگر نہیں جزم کے ساتھ دعا ہے کہ اسے ضرور بخش دے۔اس حدیث سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بڑی شان، امت پر بڑا کرم، امت محمدیہ کا بڑا خوش نصیب ہونا معلوم ہوا۔سارے بندے اللہ کی رضا چاہتے ہیں اللہ تعالیٰ حضور کو راضی کرنا چاہتا ہے۔اس کی تائید یہ آیت کر رہی ہیں وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى حضرت ابوبکر صدیق کے لیے بھی فرمایا: وَلَسَوْفَ يَرْضٰى۔(مرآۃ المناجیح، ج ۱، ص ۳۷)

(429) وَعَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: كُنْتُ رِدْفَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى حِمَارٍ، فَقَالَ: يَا مُعَاذُ، هَلْ تَدْرِيْ مَا حَقُّ اللّٰهِ عَلٰى عِبَادِهٖ؟ وَمَا حَقُّ الْعِبَادِ عَلَى اللّٰهِ؟ قُلْتُ: اَللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ. قَالَ: فَاِنَّ حَقَّ اللّٰهِ عَلَى الْعِبَادِ اَنْ يَّعْبُدُوْهُ، وَلَا يُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا، وَّحَقَّ الْعِبَادِ عَلَى اللّٰهِ اَنْ لَّا يُعَذِّبَ مَنْ لَّا يُشْرِكُ بِهٖ شَيْئًا فَقُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، اَفَلَا اُبَشِّرُ النَّاسَ؟ قَالَ: لَا تُبَشِّرْهُمْ فَيَتَّكِلُوْا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔میں نبی اکرم ﷺ کے ساتھ گدھے پر آپ کے پیچھے سوار تھا۔ تو آپ نے فرمایا: اے معاذ! کیا' تو جانتا ہے کہ اللہ کا بندوں پر کیا حق ہے۔اور بندوں کا اللہ پر کیا حق ہے۔ میں نے کہا اللہ اور اس کا رسول زیادہ جانتے ہیں۔فرمایا: اللہ کا حق بندوں پر یہ ہے کہ وہ اسی کی عبادت کریں اور اس کا کسی کو شریک نہ بنائیں اور بندوں پر اللہ کا حق یہ ہے کہ وہ ان کو عذاب نہ دے۔ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! کیا لوگوں کو میں اس کی خوشخبری نہ دوں؟ فرمایا ان کو بشارت نہ دے وہ اعتماد کر بیٹھیں گے۔

(متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب اسم الفرس والحمار، ج۲ص۲۹، رقم: ۲۸۵۶ صحیح مسلم، باب من لقی اللہ بالایمان وھو غیر شاک فیہ دخل الجنۃ، ج۱ص۴۳، رقم: ۱۵۳ المعجم الکبیر للطبرانی، من اسمہ معاذ بن جبل، ج۲۰ص۴۷، رقم: ۱۶۸۳۳ سنن الکبری للنسائی، باب الاختصاص بالعلم، ج۳ص۴۴۳، رقم: ۵۸۷۷ مسند امام احمد بن حنبل، مسند انس بن مالک، ج۳ص۱۵۷،

رقم: ۱۲۶۲۷)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

آپ معاذ بن جبل انصاری خزرجی، کنیت ابوعبداللہ ہے، بیعت عقبہ کرنے والے ستر انصار میں آپ بھی تھے، بدر اور تمام غزوات میں حضور کے ساتھ رہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو یمن کا گورنر بنایا، عمر فاروق نے شام کا حاکم مقرر کیا، طاعون عمواس میں بعمر ۸۳ سال آپ کی وفات ہوئی، شام میں قبر شریف ہے، آپ کے فضائل بے حد و بے شمار ہیں۔

اور خوش نصیبی سے مجھے (یعنی حضرت معاذ کو) حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت ہی قرب نصیب تھا اور ظاہر ہے کہ اتنے قریب سے جو بات سنی جائے گی وہ بالکل درست سنی جائے گی۔ ردیف ردفا سے بنا ہے بمعنی پیچھے، ایک گھوڑے یا اونٹ پر دو شخص سوار ہوں تو پیچھے والا ردیف کہلاتا ہے۔ دو آدمیوں کا جانور پر سوار ہونا جب منع ہے کہ جانور کمزور ہو، دو کا بوجھ نہ اٹھا سکے۔ لہذا یہ حدیث ممانعت کی حدیث کے مخالف نہیں۔

حق کے معنی واجب ولازم۔ لائق بندوں کے متعلق تینوں معنی درست ہیں کہ اللہ کی عبادت ان پر واجب ہے، لازم ہے، ان کے لائق ہے۔ اللہ تعالیٰ کے لئے یہ معنی اور طرح درست ہوں گے وہ یہ کہ اس کریم نے اپنے ذمہ کرم پر خود لازم فرمالیا کہ عابدوں کو جزا دے کوئی اور اس پر واجب نہیں کرسکتا، لہذا جن روایتوں میں آیا ہے کہ اللہ پر کسی کا حق نہیں وہ دوسرے معنی میں ہے کہ کوئی اس پر واجب نہیں کرسکتا کیونکہ کوئی اس کا حاکم نہیں، وہ سب کا حاکم ہے۔

(اس کا شریک نہ ٹھہرائیں) اس طرح کہ نہ تو کسی کو اس کا ہمسر جانیں، نہ اس کا بیوی بچہ لہذا اس میں مجوسیت، نصرانیت، یہودیت سب ہی داخل ہیں۔ ان ہی تمام دینوں سے علیحدگی ضروری ہے اور کفر نہ کرتا ہوا سے دائمی عذاب نہ دے ایسے مقامات پر شرک بمعنی کفر ہوتا ہے اور عذاب سے دائمی عذاب مراد ورنہ بعض گنہگاروں کو بھی کچھ عذاب ہو جائے گا۔ (اشعۃ اللمعات وغیرہ)

(لوگ اس پر بھروسہ کر بیٹھیں گے) اس طرح کہ مقصد کلام سمجھیں گے نہیں اور اعمال چھوڑ دیں گے کہ جب فقط درستیٔ عقیدہ سے ہی عذاب سے نجات مل جاتی ہے تو نماز وغیرہ عبادات کی کیا ضرورت ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ عالم عوام کو وہ مسئلہ نہ بتائے جو ان کی سمجھ سے وراء ہو۔ خیال رہے کہ حضرت معاذ نے اس وقت بشارت نہ دی بلکہ یہ حدیث بطور خبر بعد میں بعض خواص کو سنادی لہذا کوئی اعتراض نہیں اس کا کچھ ذکر اگلی حدیث میں آرہا ہے۔ (مرأۃ المناجیح، ج۱، ص ۳۷)

(430) وَعَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: اَلْمُسْلِمُ إِذَا سُئِلَ فِي الْقَبْرِ يَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ، فَذٰلِكَ قَوْلُهُ تَعَالٰى: (يُثَبِّتُ

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: مسلمان سے جب قبر میں سوال ہوتا ہے تو وہ گواہی دیتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور محمد اللہ کے رسول ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ

اللهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ (ابراهيم: 27) مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

فرمان میں بیان ہے کہ اللہ اہل ایمان کو دنیا میں مضبوط بات کے ساتھ ثابت قدم رکھتا ہے اور آخرت میں بھی۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب التفسیر، سورة ابراهيم، باب "يثبت الله الذين امنوا بالقول الثابت" ج۱ص۸۰، رقم: ۳۶۹۹، صحیح مسلم، باب عرض مقعد الميت من الجنة او النار عليه، ج۸ص۱۶۲، رقم: ۳۹۸، سنن ابوداود، باب في المسئالة في القبر وعذاب القبر، ج۴ص۳۸۲، رقم: ۴۷۵۲، مشكوة المصابيح، باب اثبات عذاب القبر، ج۱ص۲۷، رقم: ۱۲۵)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

آپ کا نام براء کنیت ابوعمارہ ہے، انصاری حارثی ہیں، خندق اور غزوۂ احد وغیرہ ۱۵ غزووں میں حضور کے ساتھ رہے۔ عہد فاروقی میں کوفہ میں قیام فرمایا، ۲۴ھ میں "رے" آپ ہی نے فتح کیا، عہد مرتضوی میں جنگِ جمل صفین اور نہروان میں حضرت علی مرتضیٰ کے ساتھ تھے، کوفہ میں وفات ہوئی۔

(قبر میں پوچھ گچھ) پوچھنے والے منکر نکیر دو فرشتے ہیں جو توحید و رسالت اور دین کا امتحان لیتے ہیں یہ جواب عام مؤمنوں کا ہے جو یہاں ارشاد ہوا، بعض عاشق جمالِ مصطفوی دیکھتے ہی اُٹھ کر فدا ہو جاتے ہیں اور ایسا طواف کرتے ہیں جیسا پروانہ شمع کا یا حاجی کعبہ کا جیسا کہ بزرگوں کی تواریخ سے ثابت ہے کہ انہوں نے خواب میں لوگوں کو اپنے سوال کی تفصیل وجدانگیز طریقہ سے بتائی۔

(آخرت میں) یہاں آخرت سے مراد قبر ہے یعنی قبر میں کوئی شخص اپنی کوشش سے کامیاب نہیں ہو سکتا محض رب کے کرم سے کامیابی ملے گی۔ یعنی مؤمنوں کو زندگی اور قبر میں کلمۂ شہادت پر اللہ تعالیٰ ہی ثابت قدم رکھتا ہے ورنہ دنیا کے بہت سے حالات اور قبر کے سخت سوالات اُسے پھسلانے والے ہیں۔ قول ثابت سے مراد کلمہ طیبہ ہے چونکہ قبر میں صرف عقائد کا امتحان ہے اس لئے اعمال کا ذکر نہ ہوا۔

قبر کے عذاب وثواب کے ثبوت میں ورنہ یہ آیت مؤمنوں کے بارے میں آئی ہے جو عذابِ قبر سے محفوظ ہیں لہذا حدیث پر کوئی اعتراض نہیں۔

دنیا میں امتحان کے سوالات پہلے چھپائے جاتے ہیں تا کہ کوئی جواب سوچ نہ لائے۔ ہمارے حضور نے اس امتحان کے سوالات بھی آؤٹ کر دیئے، ان کے جوابات بھی بتا دیئے، خدا کرے اس وقت اُوسان ٹھکانے رہیں اور یہ بتائے ہوئے صحیح جوابات یاد آ جائیں۔ (مرآۃ المناجیح، ج۱ص۱۲۳)

(431) وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: اِنَّ الْكَافِرَ اِذَا عَمِلَ حَسَنَةً، اُطْعِمَ بِهَا طُعْمَةً مِّنَ الدُّنْيَا، وَاَمَّا الْمُؤْمِنُ فَاِنَّ اللّٰه تَعَالٰى يَدَّخِرُ لَهٗ حَسَنَاتِهٖ فِي الْاٰخِرَةِ، وَيُعْقِبُهٗ رِزْقًا فِي الدُّنْيَا عَلٰى طَاعَتِهٖ۔

وَفِيْ رِوَايَةٍ: اِنَّ اللّٰه لَا يَظْلِمُ مُؤْمِنًا حَسَنَةً يُّعْطٰى بِهَا فِي الدُّنْيَا، وَيُجْزٰى بِهَا فِي الْاٰخِرَةِ۔ وَاَمَّا الْكَافِرُ فَيُطْعَمُ بِحَسَنَاتِ مَا عَمِلَ لِلّٰهِ تَعَالٰى فِي الدُّنْيَا، حَتّٰى اِذَا اَفْضٰى اِلَى الْاٰخِرَةِ، لَمْ يَكُنْ لَّهٗ حَسَنَةٌ يُّجْزٰى بِهَا رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

حضرت انس ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کافر جب اچھا کام کر لیتا ہے تو اس کو دنیا سے کچھ دے دیا جاتا ہے اور ایمان دار کی نیکیاں اللہ تعالیٰ آخرت کے لیے ذخیرہ فرمالیتا ہے۔ اور اس کو دنیا میں بھی نیکی پر عطیہ دے دیتا ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ اللہ کسی ایمان دار پر نیکی کی جزاء میں ظلم نہ فرمائے گا۔ اس کو دنیا میں بھی عطا فرماتا ہے اور آخرت میں اصل جزاء دے گا اور کافر کو اس کی نیکیوں کا بدلہ دنیا میں ہی دے دیا جائے گا اس کی نیکی سے مراد اس کے وہ عمل ہیں جو اس نے اللہ تعالیٰ رضا کے لیے کیے تھے۔ تو جب وہ آخرت میں پہنچے گا۔ تو اس کی کوئی نیکی نہ ہوگی' جس کا بدلہ باقی ہو۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب جزاء المؤمن بحسناته فی الدنیا والاخرة وتعجیل حسنات الکافر، ج۴ص۱۳۵، رقم: ۶۲۶۸، المعجم الاوسط للطبرانی، باب من اسمه ابراهیم، ج۳ص۱۸۸، رقم: ۲۸۸۶، مسند البزار، مسند ابی حمزة عن انس بن مالك، ج۲ص۳۳۰، رقم: ۷۰۲۲)

شرح حدیث: نیکیاں اور بدیاں

فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ ۝ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ ۝

ترجمۂ کنز الایمان: تو جو ایک ذرہ بھر بھلائی کرے اسے دیکھے گا اور جو ایک ذرہ بھر برائی کرے اسے دیکھے گا۔ (پ30، الزلزال: 7۔8)

مفسر شہیر، خلیفۂ اعلیٰ حضرت، صدر الافاضل سید محمد نعیم الدین مراد آبادی علیہ رحمۃ اللہ الہادی تفسیر خزائن العرفان میں اس آیت مبارکہ کے تحت فرماتے ہیں: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ ہر مؤمن و کافر کو روزِ قیامت اس کے نیک و بد اعمال دکھائے جائیں گے۔ مؤمن کو اس کی نیکیاں اور بدیاں دکھا کر اللہ تعالیٰ بدیاں بخش دے گا اور نیکیوں پر ثواب عطا فرمائے گا اور کافر کی نیکیاں رد کر دی جائیں گی کیونکہ کُفر کے سبب اَکارت ہو چکیں اور بدیوں پر اس کو عذاب کیا جائے گا۔ محمد بن کعب قرظی نے فرمایا کہ کافر نے ذرہ بھر نیکی کی ہوگی تو وہ اس کی جزا دُنیا ہی میں دیکھ لے گا یہاں تک کہ جب دُنیا سے نکلے گا تو اس کے پاس کوئی نیکی نہ ہوگی اور مؤمن اپنی بدیوں کی سزا دُنیا میں پائے گا تو آخرت میں اس کے

ساتھ کوئی بدی نہ ہوگی۔ اس آیت میں ترغیب ہے کہ نیکی تھوڑی سی بھی کار آمد ہے اور ترہیب ہے کہ گناہ چھوٹا سا بھی وبال ہے۔ بعض مفسّرین نے فرمایا ہے کہ پہلی آیت مؤمنین کے حق میں ہے اور پچھلی کفار کے (حق میں)۔

موت کی سختی

حضرت سیّدنا زید بن اسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اپنے والد گرامی سے روایت بیان کی: جب مؤمن کا کوئی درجہ باقی رہ جاتا ہے جس تک وہ عمل کے ذریعے نہیں پہنچ سکتا، تو اس پر موت سخت کردی جاتی ہے، تاکہ وہ موت کی سختیوں اور تکلیفوں کے بدلے جنت میں اپنا درجہ حاصل کرلے اور جب کافر کی کوئی نیکی ہو جس کا بدلہ اسے نہ دیا گیا ہو، تو اس پر موت کو آسان کردیا جاتا ہے تاکہ وہ اپنی نیکی کا عِوض حاصل کرلے، پھر اُسے جہنم کی طرف بھیج دیا جاتا ہے۔ (لباب الاحیاء صفحہ ۳۸۴)

(432) وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَثَلُ الصَّلَوَاتِ الْخَمْسِ كَمَثَلِ نَهْرٍ جَارٍ غَمْرٍ عَلٰى بَابِ اَحَدِكُمْ يَغْتَسِلُ مِنْهُ كُلَّ يَوْمٍ خَمْسَ مَرَّاتٍ رَوَاهُ مُسْلِمٌ. اَلْغَمْرُ: اَلْكَثِيْرُ.

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پانچ نمازوں کی مثال بہنے والی نہر کی طرح ہے۔ جو تم میں سے کسی کے دروازہ پر ہے اور وہ اس سے روزانہ پانچ بار غسل کرتا ہو۔ (مسلم) اَلْغَمْرُ: بہت زیادہ کو کہتے ہیں۔

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب المشی الی الصلاۃ تمحی بہ الخطایا، ج۲ص۱۳۲، رقم: ۱۵۵۵، المعجم الکبیر للطبرانی، من اسمہ صدی بن العجلان، ج۸ص۱۶۳، رقم: ۷۷۰۰، سنن الکبری للبیہقی، باب ما جاء فی فضل المشی الی المسجد للصلاۃ، ج۳ص۶۳، رقم: ۴۷۵۲، اتحاف الخیرۃ المہرۃ، کتاب الایمان، باب فرض الصلاۃ، ج۱ص۳۱۳، رقم: ۵۸۷، التاریخ الکبیر للبخاری، من اسمہ ابراہیم بن یحنس، ج۱ص۱۸۲، رقم: ۱۰۶۱، مجمع الزوائد، باب فضل الصلاۃ، ج۲ص۳۱، رقم: ۱۶۵۲)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یہاں خطاؤں سے مراد صغیرہ گناہ ہیں، کبیرہ گناہ اور حقوق العباد اس سے علیحدہ ہیں کہ وہ نماز سے معاف نہیں ہوتے جیسا کہ پہلے گزر گیا۔ خیال رہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پنجگانہ کو نہر سے تشبیہ دی نہ کہ کنوئیں سے دو وجہ سے: ایک یہ کہ کنوئیں میں اگر گھسا جائے تو اکثر اس کا پانی نہانے کے لائق نہیں رہتا کیونکہ وہ پانی جاری نہیں، نہر کا پانی جاری ہے ہر ایک کو ہر طرح پاک کردیتا ہے، یوں ہی نماز ہر طرح پاک کردیتی ہے کیسا ہی گندا ہو۔ دوسرے یہ کہ کنوئیں کا پانی تکلف سے حاصل ہوتا ہے، رسی ڈول کی ضرورت پڑتی ہے کمزور آدمی پانی کھینچ نہیں سکتا مگر نہر کا پانی بے تکلف حاصل ہوتا ہے، ایسے ہی نماز بے تکلف ادا ہوجاتی ہے جس میں کچھ نہیں کرنا پڑتا اور جب دروازے پر نہر ہو تو غسل کے لئے دور جانا بھی نہیں پڑتا۔ خیال رہے کہ گناہ دل کا میل ہے اور نماز میلِ دل کے لیے پانی۔ (مرآۃ المناجیح، ج۱، ص۵۳۰)

حقوق کو ادا کرو، یا معاف کرالو!

اگر کسی کا تمہارے اوپر کوئی حق تھا اور تم اس کو کسی وجہ سے ادا نہیں کر سکے تو اگر وہ حق ادا کرنے کے قابل کوئی چیز ہو مثلاً کسی کا تمہارے اوپر قرض رہ گیا تھا تو اس کو ادا کرنے کی تین صورتیں ہیں یا تو خود حق والے کو اس کا حق دے دو۔ یعنی جس سے قرض لیا تھا اسی کو قرض ادا کر دو یا اس سے قرض معاف کرالو اور اگر وہ شخص مر گیا ہو تو اس کے وارثوں کو اس کا حق یعنی قرض ادا کر دو۔ اور اگر وہ حق ادا کرنے کی چیز نہ ہو بلکہ معاف کرانے کے قابل ہو مثلاً کسی کی غیبت کی ہو یا کسی پر تہمت لگائی ہو تو ضروری ہے کہ اس شخص سے اس کو معاف کرالو۔ اور اگر کسی وجہ سے حق داروں سے نہ ان کے حقوق کو معاف کرا سکا نہ ادا کر سکا۔ مثلاً صاحبانِ حق مر چکے ہوں تو ان لوگوں کے لئے ہمیشہ بخشش کی دعا کرتا رہے اور اللہ تعالیٰ سے توبہ و استغفار کرتا رہے تو امید ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ صاحبانِ حق کو بہت زیادہ اجر و ثواب دے کر اس بات کے لئے راضی کر دے گا کہ وہ اپنے حقوق کو معاف کر دیں۔ اور اگر تمہارا کوئی حق دوسروں پر ہو۔ اور اس حق کے ملنے کی امید ہو تو نرمی کے ساتھ تقاضا کرتے رہو۔ اور اگر وہ شخص مر گیا ہو تو بہتر یہی ہے کہ تم اپنے حق کو معاف کر دو۔ ان شاء اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کے بدلے میں بہت بڑا اور بہت زیادہ اجر و ثواب ملے گا۔ (واللہ تعالیٰ اعلم)

عام طور پر لوگ بندوں کے حقوق ادا کرنے کی کوئی اہمیت نہیں سمجھتے۔ حالانکہ بندوں کے حقوق کا معاملہ بہت ہی اہم، نہایت ہی سنگین اور بے حد خوفناک ہے۔ بلکہ ایک حیثیت سے دیکھا جائے تو حقوق اللہ (اللہ کے حقوق) سے زیادہ حقوق العباد (بندوں کے حقوق) سخت ہیں۔ اللہ تعالیٰ تو ارحم الراحمین ہے وہ اپنے فضل و کرم سے اپنے بندوں پر رحم فرما کر اپنے حقوق معاف فرما دے گا مگر بندوں کے حقوق کو اللہ تعالیٰ اس وقت تک نہیں معاف فرمائے گا۔ جب تک بندے اپنے حقوق کو نہ معاف کر دیں۔ لہٰذا بندوں کے حقوق کو ادا کرنا یا معاف کرا لینا بے حد ضروری ہے ورنہ قیامت میں بڑی مشکلوں کا سامنا ہوگا۔

حدیث شریف میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلّم نے ایک مرتبہ صحابہ کرام علیہم الرضوان سے فرمایا کہ کیا تم لوگ جانتے ہو کہ مفلس کون شخص ہے؟ تو صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کیا کہ جس شخص کے پاس درہم اور دوسرے مال و سامان نہ ہوں وہی مفلس ہے تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ میری امت میں اعلیٰ درجے کا مفلس وہ شخص ہے کہ وہ قیامت کے دن نماز، روزہ اور زکوٰۃ کی نیکیوں کو لے کر میدان حشر میں آئے گا مگر اس کا یہ حال ہوگا کہ اس نے دنیا میں کسی کو گالی دی ہوگی کسی پر تہمت لگائی ہوگی۔ کسی کا مال کھالیا ہوگا۔ کسی کا خون بہایا ہوگا، کسی کو مارا ہوگا تو یہ سب حقوق والے اپنے اپنے حقوق کو طلب کریں گے تو اللہ تعالیٰ اس کی نیکیوں سے تمام حقوق والوں کو ان کے حقوق کے برابر نیکیاں دلائے گا۔ اگر اس کی نیکیوں سے تمام حقوق والوں کے حقوق نہ ادا ہو سکے بلکہ نیکیاں ختم ہو گئیں اور حقوق باقی رہ گئے تو اللہ تعالیٰ حکم دے گا کہ تمام حقوق والوں کے گناہ اس کے سر پر لاد دو۔ چنانچہ سب حق والوں کے گناہوں کو یہ سر پر اٹھائے گا پھر جہنم میں

ڈال دیا جائے گا۔تو یہ شخص سب سے بڑا مفلس ہوگا۔(صحیح مسلم، کتاب البر والصلۃ، باب تحریم الظلم، رقم ۲۵۸۱،ص ۱۳۹۴)

اس لئے انتہائی ضروری ہے کہ یا تو حقوق کو ادا کردو۔ یا معاف کرالو۔ ورنہ قیامت کے دن حقوق والے تمہاری سب نیکیوں کو چھین لیں گے اور ان کے گناہوں کا بوجھ تم اپنے سر پر لے کر جہنم میں جاؤ گے۔ خدا کے لئے سوچو کہ تمہاری بے کسی و بے بسی اور مفلسی کا قیامت میں کیا حال ہوگا۔

(433) وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، یَقُوْلُ: مَا مِنْ رَّجُلٍ مُّسْلِمٍ یَّمُوْتُ، فَیَقُوْمُ عَلٰی جَنَازَتِهٖ اَرْبَعُوْنَ رَجُلًا لَّا یُشْرِكُوْنَ بِاللّٰهِ شَیْئًا، اِلَّا شَفَّعَهُمُ اللّٰهُ فِیْهِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

حضرت ابن عباس ﷺ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: جو بھی مسلمان فوت ہو جائے اور اس کے جنازہ میں ایسے چالیس افراد ہوں جو اللہ کے ساتھ شریک نہ ٹھہراتے ہوں تو ان کی شفاعت اللہ تعالیٰ اس کے بارے میں قبول فرما لیتا ہے۔(مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب من صلی علیه اربعون شفعو فیه، ج۳ص۵۳، رقم: ۲۲۴۲، السنن الکبرٰی للبیهقی، باب ما یستدل به علی ان عدد الاربعین له تاثیر، ج۳ص۱۸۰، رقم: ۵۸۲۹، المعجم الاوسط، من اسمه مقدام، ج۸ص۳۶۸، رقم: ۸۸۹۸، جامع الاصول لابن اثیر، الفرع العاشر، فی انتفاع المیت بالصلاۃ علیه، ج۶ص۲۳۶، رقم: ۴۳۵۰، صحیح ابن حبان، باب المریض وما یتعلق به، ج۷ص۳۵۱، رقم: ۳۰۸۲)

شرح حدیث: حکیم الاُمّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

مرقات میں ہے کہ جہاں چالیس مسلمان جمع ہوں ان میں کوئی ولی ضرور ہوتا ہے جس کی دعا قبول ہوتی ہے، اس کی برکت سے دوسروں کی بھی۔ خیال رہے کہ یہ ذکر ولی تشریعی کا ہے، ولی تکوینی کی تعداد مقرر ہے کہ ہر زمانہ میں اتنے ابدال اتنے غوث اور ایک قطب عالم ہوں گے اور مسلمانوں سے مراد متقی مسلمان ہیں، ورنہ سینماؤں اور تماشہ گاہوں میں سینکڑوں فساق ہوتے ہیں۔(مرآۃ المناجیح، ج۲،ص ۸۸۳)

نمازِ جنازہ میں چالیس مسلمان یا تین صفیں ہونے کی فضیلت

حضرتِ سیدنا حکم بن فرّوخ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک جنازے پر حضرت سیدنا ابو ملیح رضی اللہ عنہ نے ہمیں نماز پڑھائی۔ ہم نے گمان کیا کہ شاید آپ رضی اللہ عنہ نے تکبیر کہہ دی ہے لیکن آپ رضی اللہ عنہ نے ہماری طرف رخ کر کے فرمایا، اپنی صفیں درست کرلو اور میت کے لئے اچھی سفارش کرو۔

حضرت سیدنا ابو ملیح رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے ام المؤمنین میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی طرف سے یہ خبر پہنچی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، جس میت پر لوگوں کا ایک گروہ نماز پڑھ لے تو ان لوگوں کی سفارش

میت کے حق میں قبول کرلی جاتی ہے۔ (حضرتِ سیدنا حکم بن فروخ رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ) میں نے سیدنا ابوالملیح رضی اللہ عنہ سے اس گروہ کی تعداد کے بارے پوچھا تو انہوں نے فرمایا چالیس۔ (نسائی، کتاب الجنائز، ج ۲، ص ۷۵)

حضرتِ سیدنا کُرَیب رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ حضرتِ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کے بیٹے کا انتقال ہوا تو آپ رضی اللہ عنہ نے مجھ سے فرمایا، اے ابوکریب! ذرا دیکھو کتنے لوگ جمع ہوئے ہیں؟ میں نے جا کر دیکھا تو کافی لوگ جمع ہوچکے تھے۔ میں نے انہیں اس کے بارے میں بتایا تو آپ رضی اللہ عنہ نے دریافت فرمایا کہ تمہارا کیا خیال ہے کہ وہ چالیس ہوجائیں گے؟ میں نے کہا، جی ہاں۔ تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ (اب) میت کو لے چلو کیونکہ میں نے رحمتِ عالم صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو مسلمان مرجائے اور اس کی میت پر چالیس مسلمان نماز پڑھیں تو اللہ تعالی ان کی سفارش میت کے حق میں قبول فرماتا ہے۔ (مسلم، کتاب الجنائز، رقم ۹۴۸، ص ۴۷۳)

حضرتِ سیدنا مالک بن ہُبَیرہ رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضورِ پاک، صاحبِ لولاک، سیاحِ افلاک صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلَّم کو فرماتے ہوئے سنا کہ جو مسلمان مرجائے اور اس پر مسلمانوں کی تین صفیں نماز پڑھیں تو اللہ عزوجل اس پر جنت واجب فرمادیتا ہے۔ (ابوداؤد، کتاب الجنائز، رقم ۳۱۶۶، ج ۳، ص ۴۷۵)

سیدنا امام مالک رحمۃ اللہ تعالی علیہ کا یہ معمول تھا جب جنازے کیساتھ لوگ کم ہوتے تو انہیں اس حدیث پاک کی وجہ سے تین صفوں میں تقسیم فرمادیا کرتے تھے۔

(434) وَ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: كُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ قُبَّةٍ نَحْوًا مِّنْ اَرْبَعِيْنَ، فَقَالَ: اَتَرْضَوْنَ اَنْ تَكُوْنُوْا رُبُعَ اَهْلِ الْجَنَّةِ؟ قُلْنَا: نَعَمْ. قَالَ: اَتَرْضَوْنَ اَنْ تَكُوْنُوْا ثُلُثَ اَهْلِ الْجَنَّةِ؟ قُلْنَا: نَعَمْ، قَالَ: وَالَّذِيْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهٖ، اِنِّيْ لَاَرْجُوْ اَنْ تَكُوْنُوْا نِصْفَ اَهْلِ الْجَنَّةِ وذٰلك اَنَّ الْجَنَّةَ لَا يَدْخُلُهَا اِلَّا نَفْسٌ مُّسْلِمَةٌ، وَمَا اَنْتُمْ فِيْ اَهْلِ الشِّرْكِ اِلَّا كَالشَّعْرَةِ الْبَيْضَاءِ فِيْ جِلْدِ الثَّوْرِ الْاَسْوَدِ، اَوْ كَالشَّعْرَةِ السَّوْدَاءِ فِيْ جِلْدِ الثَّوْرِ الْاَحْمَرِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، ہم رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں تقریباً چالیس آدمی ایک خیمے میں تھے۔ آپ نے فرمایا: کیا تم یہ چاہتے ہو کہ اہل جنت کا چوتھائی حصہ بنو؟ ہم نے کہا: جی ہاں، آپ نے فرمایا: کیا تم چاہتے ہو کہ اہل جنت کا تہائی حصہ بنو۔ ہم نے عرض کیا: جی ہاں! آپ نے فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں محمد (ﷺ) کی جان ہے۔ میں امید کرتا ہوں کہ تم اہل جنت کا نصف ہو گے۔ اور یہ اس لئے کہ جنت میں صرف مسلمان داخل ہوں گے اور تم مشرکین کے مقابلے میں ایسے ہو جیسے کالے بیل کی کھال میں سفید بال ہوں یا سرخ بیل کی کھال میں سیاہ بال ہوں۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب کیف الحشر، ج۸ص۱۱۰، رقم: ۶۵۲۸صحیح مسلم، باب کون هذه الامة نصف اهل الجنة، ج۱ص۱۳۹، رقم: ۵۵۲سنن ابن ماجه، باب صفة امة محمد صلی الله علیه وسلم، ج۲ص۱۴۳۲، رقم: ۴۲۸۳السنن الکبری للبیهقی، باب ما یستدل به علی ان عدد الاربعین له تاثیر، ج۳ص۱۸۰، رقم: ۵۸۲۸سنن ترمذی، باب ما جاء فی صفة اهل الجنة، ج۴ص۶۸۳، رقم: ۲۵۴۷)

شرح حدیث: مؤمن ہی کے لئے

شفیعِ روزِ شُمار، دو عالَم کے مالک ومختار باذنِ پروردگار عزوجل وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے :اے ابنِ خطاب! جاؤ۔ اور ایک روایت میں ہے :اے عمر! اٹھو اور جا کر لوگوں میں اس بات کا اعلان کر دو کہ جنت میں صرف مومن ہی داخل ہوں گے۔ (جامع الترمذی، ابواب السیر، باب ماجاء فی الغلول، الحدیث: ۱۵۷۴، ص ۱۸۱۴، بدون فی الناس)

اسے حضرت سیدنا امام احمد، امام مسلم اور امام ترمذی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم نے روایت کیا اور فرمایا: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

رسولِ کائنات، فخرِ موجودات صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ مغفرت نشان ہے :اے ابن عوف! اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر اعلان کر دو کہ جنت صرف مؤمن ہی کے لئے حلال ہے۔

(سنن ابی داؤد، کتاب الخراج، باب فی تعشیر اھل الذمۃ ۔۔۔۔۔۔الخ، الحدیث: ۳۰۵۰، ص ۱۴۵۲)

حسنِ اخلاق کے پیکر، نبیوں کے تاجور، مَحبوبِ رَبِّ اکبر عزوجل وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے :اے بلال! اُٹھو اور اعلان کر دو کہ جنت میں صرف مؤمن ہی داخل ہوگا اور بے شک اللہ عزوجل اس دین کی مدد فاجر شخص کے ذریعے بھی فرماتا ہے۔ (صحیح البخاری، کتاب القدر، باب العمل بالخواتیم، الحدیث: ۶۶۰۶، ص ۵۵۲)

اللہ کے مَحبوب، دانائے غُیوب، مُنَزَّہٌ عَنِ الْعُیوب عزوجل وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: جنت میں مسلمان ہی داخل ہوگا۔ ایک اور روایت میں ہے: جنت میں مسلمان جان ہی داخل ہوگی اور بے شک اللہ عزوجل اس دین کی مدد فاجر شخص کے ذریعے بھی فرما دیتا ہے۔

(صحیح البخاری، کتاب الجھاد، باب ان اللہ لیؤید الدین ۔۔۔۔۔۔الخ، الحدیث: ۳۰۶۲، ص ۲۴۶)

(435) وَعَنْ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيمَةِ دَفَعَ اللهُ إِلَى كُلِّ مُسْلِمٍ يَهُودِيًا أَوْ نَصْرَانِيًا. فَيَقُولُ: هٰذَا فِكَاكُكَ مِنَ النَّارِ.

حضرت ابوموسیٰ اشعری ﷛ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ہر ایمان دار کو یہودی یا نصرانی دے کر فرمائے گا۔ یہ آگ سے تیرا فدیہ ہے۔

وَفِي رِوَايَةٍ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ

انہی سے ایک روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے

وَسَلَّمَ، قَالَ: يَجِيئُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ نَاسٌ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ بِذُنُوْبٍ اَمْثَالِ الْجِبَالِ يَغْفِرُهَا اللهُ لَهُمْ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

فرمایا: روز قیامت مسلمانوں میں سے کچھ لوگ پہاڑوں جیسے گناہ لے کر آئیں گے۔ اللہ ان کو بھی بخشش دے گا۔ (مسلم)

قَوْلُهٗ: دَفَعَ اِلٰی کُلِّ مُسْلِمٍ یَهُوْدِیًّا اَوْ نَصْرَانِیًّا، فَیَقُوْلُ: هٰذَا فِکَاکُكَ مِنَ النَّارِ مَعْنَاهُ مَا جَآءَ فِيْ حَدِیْثِ اَبِيْ هُرَیْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: لِکُلِّ اَحَدٍ مَّنْزِلٌ فِی الْجَنَّةِ، وَمَنْزِلٌ فِی النَّارِ، فَالْمُؤْمِنُ اِذَا دَخَلَ الْجَنَّةَ خَلَفَهُ الْکَافِرُ فِی النَّارِ، لِاَنَّهٗ مُسْتَحِقٌّ لِّذٰلِكَ بِکُفْرِهٖ وَمَعْنٰی فِکَاکُكَ: اَنَّكَ کُنْتَ مُعَرَّضًا لِّدُخُوْلِ النَّارِ، وَهٰذَا فِکَاکُكَ، لِاَنَّ اللهَ تَعَالٰی، قَدَّرَ لِلنَّارِ عَدَدًا یَّمْلَؤُهَا، فَاِذَا دَخَلَهَا الْکُفَّارُ بِذُنُوْبِهِمْ وَکُفْرِهِمْ، صَارُوْا فِيْ مَعْنَی الْفِکَاكِ لِلْمُسْلِمِیْنَ، وَاللهُ اَعْلَمُ۔

ہر مسلمان کو یہودی اور نصرانی دیا جائے گا اور کہا جائے گا۔ یہ جہنم سے تیرا فدیہ ہے جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ کی حدیث میں ہے۔ اس کا معنیٰ یہ ہے کہ ہر ایک کے لیے ایک گھر جنت میں اور ایک دوزخ میں ہے۔ ایمان دار جب جنت میں جائے گا' تو کافر کو جہنم میں چھوڑ جائے گا۔ کیونکہ وہ کفر کی وجہ سے اس کا مستحق ہے۔ فکاکُ: کا معنی ہے تم دخول نار کا امکان رکھتے تھے اور یہ تیرا فدیہ ہے۔ کیونکہ اللہ نے دوزخیوں کی ایک تعداد مقرر کی ہے' جو اس کو پُر کر دے گی۔ جب کفار اپنے کفر اور گناہوں کی وجہ سے جہنم میں جائیں گے تو گویا وہ مسلمانوں کے لیے فدیہ کا سبب بنیں گے۔ اور اللہ ہی زیادہ علم والا ہے۔

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب قبول التوبة القاتل وان كثر قتله، ج۸ص۱۰۳، رقم: ۱۸۷...وفی باب قبول التوبة القاتل وان كثر قتله، ج۸ص۱۰۵، رقم: ۱۹۰، جامع الاصول، الباب الخامس، فی فضل هذه الامة الاسلامية، النوع السادس، ج۹ص۱۹۳، رقم: ۶۵۷۸، کنزالعمال، حرف الباء، ج۱۱ص۵۹، رقم: ۱۰۳۳۱)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

فك کے معنی ہیں گروی چیز کو چھڑانا، فکاك وہ مال ہے جو دے کر گروی چیز چھڑائی جاوے۔ ہر شخص کے لیے ایک ٹھکانہ دوزخ میں ہے دوسرا جنت میں، مؤمن جنت میں اپنا ٹھکانا بھی لے گا اور کسی کافر کا بھی اور کافر دوزخ میں اپنا مقام بھی لے گا اور کسی مؤمن کا بھی۔ یہاں یہ ہی مطلب ہے کہ اے مؤمن تو جنت میں اپنا ٹھکانہ بھی لے اور اس یہودی عیسائی کا بھی، یہ تیرے لیے ایسا ہے جیسے گروی چیز کا فکاک۔ چونکہ عیسائی یہودی مسلمانوں سے قریب ہوتے ہوئے بھی دور رہے تھے اس لیے خصوصیت سے ان کا ذکر ہوا، یہ مطلب نہیں کہ مسلمان کے گناہوں کے عوض کافر دوزخ میں جاوے گا کہ یہ اسلامی قانون کے خلاف ہے لَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۷ ص ۳۹۵)

ایک قطرے کی وجہ سے جہنم سے آزادی

مروی ہے کہ قیامت کے دن ایک شخص کو بارگاہِ خداوندی میں لایا جائے گا اور اسے اس کا اعمال نامہ دیا جائے گا تو وہ اس میں کثیر گناہ پائے گا۔ پھر عرض کریگا، یاالٰہی! میں نے تو یہ گناہ کئے ہی نہیں؟ اللہ عزوجل ارشاد فرمائے گا، میرے پاس اس کے مضبوط گواہ ہیں۔ وہ بندہ اپنے دائیں بائیں مڑ کر دیکھے گا لیکن کسی گواہ کو موجود نہ پائے گا اور کہے گا، یارب عزوجل! وہ گواہ کہاں ہیں؟ تو اللہ تعالیٰ اس کے اعضاء کو گواہی دینے کا حکم دے گا۔ کان کہیں گے، ہاں! ہم نے (حرام) سنا اور ہم اس پر گواہ ہیں۔ آنکھیں کہیں گی، ہاں! ہم نے (حرام) دیکھا۔ زبان کہے گی، ہاں! میں نے (حرام) بولا تھا۔ اسی طرح ہاتھ اور پاؤں کہیں گے، ہاں! ہم (حرام کی طرف) بڑھے تھے۔ شرم گاہ پکارے گی، ہاں! میں نے زنا کیا تھا۔

وہ بندہ یہ سب سن کر حیران رہ جائے گا۔ پھر جب اللہ تعالیٰ اس کے لئے جہنم میں جانے کا حکم فرمادے گا تو اس شخص کی سیدھی آنکھ کا ایک بال رب تعالیٰ سے کچھ عرض کرنے کی اجازت طلب کریگا اور اجازت ملنے پر عرض کریگا، یا اللہ عزوجل! کیا تو نے نہیں فرمایا تھا کہ میرا جو بندہ اپنی آنکھ کے کسی بال کو میرے خوف میں بہائے جانے والے آنسوؤں میں تر کریگا، میں اس کی بخشش فرمادوں گا؟ اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا، کیوں نہیں! تو وہ بال عرض کرے گا، میں گواہی دیتا ہوں کہ تیرا یہ گناہ گار بندہ تیرے خوف سے رویا تھا، جس سے میں بھیگ گیا تھا۔ یہ سن کر اللہ تعالیٰ اس بندے کو جنت میں جانے کا حکم فرما دے گا۔ ایک منادی پکار کر کہے گا، سنو! فلاں بن فلاں اپنی آنکھ کے ایک بال کی وجہ سے جہنم سے نجات پا گیا۔

(درۃ الناصحین، المجلس الخامس والستون، ص ۲۹۴)

(436) وَ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُوْلُ: يُدْنَى الْمُؤْمِنُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ مِنْ رَّبِّهٖ حَتّٰى يَضَعَ كَنَفَهٗ عَلَيْهِ، فَيُقَرِّرُهٗ بِذُنُوْبِهٖ، فَيَقُوْلُ: اَتَعْرِفُ ذَنْبَ كَذَا؟ اَتَعْرِفُ ذَنْبَ كَذَا؟ فَيَقُوْلُ: رَبِّ اَعْرِفُ، قَالَ: فَاِنِّيْ قَدْ سَتَرْتُهَا عَلَيْكَ فِي الدُّنْيَا، وَاَنَا اَغْفِرُهَا لَكَ الْيَوْمَ، فَيُعْطٰى صَحِيْفَةَ حَسَنَاتِهٖ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. كَنَفَهٗ: سَتْرُهٗ وَرَحْمَتُهٗ۔

حضرت ابن عمر ﷺ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: اور روز حشر ایمان دار کو اپنے ربّ سے قریب کردیا جائے گا۔ یہاں تک کہ وہ اس کو اپنی پناہ میں لے لے گا۔ پھر اس سے گناہوں کا اقرار کرائے گا؟ پس فرمائے گا! کیا تو فلاں گناہ کو جانتا ہے کیا تو فلاں گناہ کو پہچانتے ہو وہ کہے گا۔ میرے ربّ میں پہچانتا ہوں فرمائے گا میں نے دنیا میں اس کا تجھ پر پردہ رکھا اور آج ان کو تیرے لیے بخشتا ہوں پھر اسے اپنی نیکیوں کا صحیفہ عطا کر دیا جائے گا۔ (متفق علیہ)
كَنَفَهٗ: پردہ پوشی اور اس کی رحمت۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب ستر المؤمن علی نفسه، ج۸ص۲۰ رقم: ۶۰۷۰ صحیح مسلم، باب قبول التوبة

القاتل وان کثر قتلہ، ج۸ص۱۰۵، رقم: ۱۹۱؛ مسند ابی یعلی، مسند عبداللہ بن عمر، ج۵ص۲۶۴، رقم: ۵۷۵۱؛ سنن ابن ماجہ، باب فیما انکرت الجھمیۃ، ج۱ص۶۵، رقم: ۱۸۳؛ مسند امام احمد، مسند عبداللہ بن عمر، ج۲ص۷۴، رقم: ۵۴۳۶)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

کنف کے کئی معنی ہیں: پردہ، حفاظت، پناہ، نگہبانی، سایہ، پرندے کے بازو جن سے وہ اڑتا ہے، یہاں پردہ کے معنی ہیں۔ (اشعہ) چونکہ پرندہ انہیں بازوؤں پروں سے اپنے انڈوں بچوں کو چھپاتا بھی ہے ان کی حفاظت بھی کرتا ہے اس لیے اسے کنف کہتے ہیں۔ مؤمن کو گناہوں کے حساب کے وقت محشر والوں سے چھپایا جاوے گا کسی کو خبر نہ ہوگی کہ رب نے کیا حساب لیا اور بندے نے کیا حساب دیا اور اس فرمان عالی سے دو باتیں معلوم ہوئیں: ایک یہ کہ مؤمن اپنے گناہوں کا فورًا اقرار کرے گا وہاں بہانے نہ بنائے گا، کفار جھوٹ بولیں گے وَاللهِ رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِيْنَ۔ دوسرے یہ کہ مؤمنوں کی نیکیوں کا حساب علانیہ ہوگا گناہوں کا حساب خفیہ ہوگا بلکہ نیکیوں کی نیکی چہروں پر نمودار ہوگی کہ ان کے منہ چمکتے ہوں گے مگر بدوں کی برائیاں چہروں پر ظاہر نہ ہوں گی ان کے منہ نہ بگڑیں گے، کیوں نہ ہو کہ یہ لوگ پردہ پوش لجپال محبوب صلی اللہ علیہ و سلم کی امت ہیں ان کی پردہ پوشی دنیا میں بھی ہے آخرت میں بھی ہوگی۔

یعنی دل میں یہ سوچتا ہوگا اب میں پکڑا گیا عذاب میں گرفتار ہوا وہ شخص دل میں یہ سوچتا ہوگا کسی سے نہ کہے گا نہیں، رب بھی اس کے عیب چھپائے گا بندہ بھی خاموش رہے گا۔

اس فرمان عالی سے ہی معلوم ہو رہا ہے کہ یہاں دنیا کے چھپے گناہوں کو بندہ خود ہی علانیہ کرتا رہا ہو ان کا وہاں بھی اعلان ہوگا لہذا یہ حدیث اس حدیث کے خلاف نہیں کہ غدار کے چوتڑوں پر اس کی غداری کے مطابق جھنڈا لایا جائے گا جس سے وہ سارے محشر میں مشہور ہوگا، وہ غداری بھی علانیہ تھی اس لیے اس کی سزا بھی علانیہ ہوئی لیکن مؤمن کی بخشش ضرور ہوگی کسی کی اول ہی سے، کسی کی کچھ سزا دے کر، کسی کی شفاعت کے پانی سے گناہ دھو کر، کسی کی بخشش دوزخ کی آگ میں کچھ روز تپا کر۔ بہرحال ہر گنہگار کی بخشش یقینی ہے کیوں نہ ہو کہ محبوب کی امت تو ہے۔ اعلیٰ حضرت نے کیا خوب فرمایا ؎

واعظ ان کا میں گنہگار وہ میرے شافع اتنی نسبت مجھے کیا کم ہے تو سمجھا کیا ہے

پھر اس کی نیکیوں کی تحریر اسے دی جائے گی لیکن یہ تحریر گویا جنت کا پروانہ وہاں کا ویزا ہوگا اس میں اس بندے کی نیکیوں کا ذکر تو ہوگا مگر گناہوں کا تذکرہ نہ ہوگا کہ وہ تو معاف کر دیئے گئے۔

کفار و منافقین کی نیکیوں کا ذکر تک نہ ہوگا کیونکہ وہ سب رد ہو چکیں بغیر ایمان کوئی صدقہ وغیرہ قبول نہیں، نیز وہ لوگ ان نیکیوں کی عوض دنیا میں اللہ کی نعمتیں استعمال کر چکے، ہاں ان کے گناہوں کا اعلان بھی ہوگا اور حساب علانیہ بھی کیونکہ وہ پردہ پوش نبی کے دامن سے دور رہے۔ (مراۃ المناجیح، ج۷ ص ۳۹۴)

(437) وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ایک

رَجُلًا اَصَابَ مِنِ امْرَاَةٍ قُبْلَةً، فَاَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَخْبَرَهُ. فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ وَزُلَفًا مِّنَ الَّيْلِ اِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ) (هود: 114) فَقَالَ الرَّجُلُ: اَلِيَ هٰذَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ: لِجَمِيْعِ اُمَّتِيْ كُلِّهِمْ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

آدمی نے کسی عورت کا بوسہ لے لیا پھر نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر عرض کیا: تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی ''اور نماز کو دن کی دو طرفوں میں قائم کر اور رات کے حصہ میں بلاشبہ نیکیاں گناہوں کو ختم کر دیتی ہیں''۔ اس آدمی نے عرض کی: یارسول اللہ! کیا یہ میرے لیے خاص ہے۔ فرمایا: میری تمام امت کے لیے ہے۔

(متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب الصلاۃ کفارۃ، ج۱ص۱۱۱، رقم: ۵۲۶ صحیح مسلم، باب قولہ تعالیٰ "ان الحسنات یذھبن السیئات" ج۸ص۱۰۱، رقم: ۷۱۷۷، سنن ابن ماجہ، باب ذکر التوبۃ، ج۲ص۱۳۱، رقم: ۴۲۵۴ صحیح ابن خزیمہ، باب فی فضائل الصلوات الخمس، ج۱ص۱۶۱، رقم: ۳۱۲)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

ان مرد کا نام ابوالیسر ہے، کھجوروں کی دکان کرتے تھے، ایک عورت خریدنے کے لئے آئی، ان کا دل اس کی طرف مائل ہوگیا، بولے اچھی کھجوریں گھر میں ہیں، اس بہانے سے اندر لے جا کر بوسہ لے لیا، وہ بولی اللہ کے بندے خدا سے ڈر، یہ سخت نادم ہوئے اس لئے ثابت ہوا کہ اجنبی عورت سے تنہائی بڑی خطرناک ہے۔ (اشعۃ مرقاۃ)

صحابہ کرام خطائیں معاف کرانے کے لئے حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے اس آیت پر یہ عمل کرتے ہوئے وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ الایہ۔ اب بھی ہم گنہگاروں کو معافی کے لیے اس آستانے پر حاضری ضروری ہے۔ یہ خیال نہ کرو کہ وہ صرف مدینہ میں رہتے ہیں بلکہ مؤمنوں کے سینے ان کا کاشانۂ رحمت ہیں۔

مرقاۃ نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سن کر فرمایا میں اپنے رب کے حکم کا انتظار کرتا ہوں عصر کے بعد یہ آیت اتری۔ خیال رہے کہ نماز فجر اور ظہر دن کے اس کناروں کی نمازیں ہیں اور عصر و مغرب دوسرے کنارے کی اور عشاء رات کی، لہذا یہ آیت پانچویں نمازوں کو شامل ہے، زلف زلفت سے بنا، بمعنی قرب یعنی رات کا وہ ٹکڑا جو دن سے قریب ہے۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے: وَ اِذَا الْجَنَّةُ اُزْلِفَتْ۔ یہ آیت اگرچہ تیرے بارے میں اتری مگر اس کا حکم عام ہے۔ کوئی مسلمان کوئی گناہ صغیرہ کرے اس کی نمازیں وغیرہ معافی کا ذریعہ ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ اجنبیہ سے خلوت اور بوس و کنار گناہ صغیرہ ہے، ہاں یہ جرم بار بار کرنے سے کبیرہ بن جائے گا کیونکہ صغیرہ پر دوام کبیرہ ہے اور یہ جان کر بوس و کنار کرنا کہ نماز سے معاف کرالیں گے کفر ہے، کہ یہ اللہ پر امن ہے۔ یہ حدیث اس کے لئے ہے جو اتفاقاً ایسا معاملہ کر بیٹھے پھر شرمندہ ہو کر توبہ کرے، لہذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ اس میں ان حرکتوں کی اجازت دے دی گئی۔ یہاں مِنْ اُمَّتِیْ

فرمانے سے معلوم ہوا کہ یہ آسانیاں صرف اس امت کے لئے ہیں گزشتہ امتوں کی معافی بہت مشکل ہوتی تھی۔

(مرآۃ المناجیح، ج۱ص۵۳۱)

میرے بندوں کو کس حال میں چھوڑا؟

کاتبِ وحی حضرتِ سیدنا حنظلہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحرو بَرصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کو فرماتے ہوئے سنا کہ جو پابندی سے پانچوں نمازیں ادا کرے اوران کے رکوع وسجود اور اوقات کا لحاظ رکھے اور یہ یقین کرے کہ یہ اللہ عزوجل کا حق ہیں وہ جنت میں داخل ہوگا یا اس کے لئے جنت واجب ہوجائے گی یا یہ فرمایا کہ اس پر جہنم حرام ہے۔ (مسند احمد، رقم ۱۸۳۷۳، ۱۸۳۷۴، ج۶ص۳۷۲)

حضرتِ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ دن اور رات میں کچھ فرشتے تمہیں تلاش کرتے ہیں اور وہ نمازِ فجر وعصر میں اکٹھے ہوتے ہیں اور پھر جب تمہارے ساتھ رات گزارنے والے فرشتے اوپر چلے جاتے ہیں تو ان کا رب عزوجل ان سے پوچھتا ہے حالانکہ وہ تمہیں ان سے زیادہ جانتا ہے، تم نے میرے بندوں کو کس حال میں چھوڑا؟ تو وہ عرض کرتے ہیں کہ جب ہم ان سے جدا ہوئے تو وہ نماز پڑھ رہے تھے اور جب ہم ان کے پاس پہنچے تو اس وقت بھی وہ نماز پڑھ رہے تھے۔ جبکہ ابن خزیمہ کی روایت میں یہ اضافہ ہے کہ (فرشتے عرض کرتے ہیں) اے اللہ عزوجل! قیامت کے دن ان کی مغفرت فرمادینا۔ (صحیح بخاری، کتاب بدء الخلق، باب ذکر الملائکۃ، رقم ۳۲۲۳، ج۲ص۳۸۵)

حضرتِ سیدنا بکر بن عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے خاتم الْمُرسَلین، رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلمین، شفیعُ المذنبین، انیسُ الغریبین، سراجُ السالکین، مَحبوبِ ربُّ العٰلمین، جنابِ صادق وامین صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کو فرماتے ہوئے سنا، جس نے سورج کے طلوع اور غروب ہونے سے پہلے نماز ادا کی یعنی جس نے فجر اور عصر کی نماز ادا کی وہ ہرگز جہنم میں داخل نہ ہوگا۔ (صحیح مسلم، کتاب المساجد ومواضع الصلوۃ، باب فضل صلاتی الصبح والعصر الخ، رقم ۶، ص۳۱۸)

(438) وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: جَآءَ رَجُلٌ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، اَصَبْتُ حَدًّا، فَاَقِمْهُ عَلَيَّ، وَحَضَرَتِ الصَّلٰوةُ، فَصَلّٰى مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَلَمَّا قَضَى الصَّلٰوةَ، قَالَ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ، اِنِّيْ اَصَبْتُ حَدًّا فَاَقِمْ فِيَّ كِتَابَ اللّٰهِ. قَالَ: هَلْ حَضَرْتَ مَعَنَا الصَّلٰوةَ؟ قَالَ: نَعَمْ. قَالَ: قَدْ غُفِرَ لَكَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت انس ﷺ سے روایت ہے۔ ایک آدمی کی نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوکر عرض گزار ہوا ہے کہ مجھ سے حد والا جرم سرزد ہوگیا ہے مجھ پر اس کو قائم فرمائیں نماز کا وقت تھا۔ اس نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز ادا کی بعد میں اس نے عرض کیا: (دوبارہ) یا رسول اللہ مجھ سے جرم لائق حد سرزد ہوگیا ہے مجھ پر اللہ کی کتاب کے مطابق اس کو قائم فرمائیں۔ فرمایا: کیا تم نے نماز ہمارے ساتھ ادا کی ہے۔ اس نے عرض کی: جی

ہاں! فرمایا تیری مغفرت ہوگئی۔ (متفق علیہ)

وَقَوْلُهُ: اَصَبْتُ حَدًّا مَعْنَاهُ: مَعْصِيَةً تُوجِبُ التَّعْزِيرَ، وَلَيْسَ الْمُرَادُ الْحَدَّ الشَّرْعِيَّ الْحَقِيقِيَّ كَحَدِّ الزِّنَا وَالخمر وَغَيْرِهِمَا. فَإِنَّ هٰذِهِ الْحُدُودَ لَا تَسْقُطُ بِالصَّلٰوةِ، وَلَا يَجُوْزُ لِلْإِمَامِ تَرْكُهَا.

اصبت حدا: اس کا معنی ہے مجھ سے ایسا جرم سرزد ہوگیا ہے جس پر حد لازم ہے یہاں حد سے مراد حقیقی حد شرعی نہیں۔ جیسا کہ زنا اور شراب نوشی کی حدیں ہیں کیونکہ یہ حدود نماز سے ساقط نہیں ہوتیں اور نہ حاکم ان کو معاف کرسکتا ہے۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب اذا اقر بالحد ولم یبین هل للامام ان یستر علیه، ج۴ص۱۶۶، رقم: ۶۸۲۳، صحیح مسلم، باب قوله تعالٰی "ان الحسنات یذهبن السیئات"، ج۸ص۱۰۲، رقم: ۷۱۸۲، السنن الکبرٰی للبیهقی، باب الرجل یعترف بحد لا یسمیه فیستره الامام، ج۸ص۳۳۲، رقم: ۱۸۰۷۶، صحیح ابن حبان، باب فضل الصلوات الخمس، ج۵ص۱۵، رقم: ۱۷۲۷، مسند امام احمد، حدیث ابی امامه الباهلی، ج۵ص۲۶۲، رقم: ۲۲۳۲۰)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی میں نے ایسا گناہ کرلیا جو شرعی سزا کا باعث ہے۔ حد سزائے مقرر کو کہتے ہیں جیسے زانی کے لئے سنگساری اور چور کے ہاتھ کاٹنا۔ تعزیر وہ سزا ہے جو شرعاً مقرر نہ ہو قاضی اپنی رائے سے مقرر کرے۔ ان بزرگوں نے کوئی معمولی گناہ کیا تھا مگر سمجھے یہ کہ شاید اس میں بھی سزائے شرعی ہوگی۔ یا حد لغوی معنی میں ہے یعنی مطلقاً سزا۔

اور کیونکہ حضور انور کو کشف سے معلوم تھا کہ انہوں نے معمولی جرم کیا تھا اور پوچھنے سے ان کی رسوائی ہوگی یہ ہے شان ستاری۔ (از مرقاۃ) (حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ) صرف ایک نماز یہ نماز عصر تھی جیسا کہ مرقاۃ وغیرہ میں ہے۔

(مجھ پر اللہ کی کتاب کے مطابق اس کو قائم فرمائیں) لائق حد ہو یا نہ ہو جو بھی فرمان الٰہی ہو حد یا کفارہ یا کوئی اور چیز اسی لئے یہاں کتاب اللہ فرمایا۔ یہ صحابہ کرام کی قوتِ ایمانی ہے کہ دوسرے مجرم اپنے جرم چھپا کر جان بچانے کی کوشش کرتے ہیں مگر یہ حضرات اپنے قصور ظاہر کر کے جانوں پر کھیل کر ایمان بچاتے ہیں۔

تیری مغفرت ہوگئی یعنی جس گناہ کو تو نے قابلِ حد سمجھا تھا وہ اس نماز کی برکت سے معاف ہوگیا، لہٰذا اس حدیث سے یہ لازم نہیں کہ نماز سے شرعی سزائیں معاف ہوجاتی ہیں۔ خیال رہے کہ گناہ صغیرہ پر کبھی حد نہیں ہوتی اور سواء ڈکیتی کی حد کے کوئی حد توبہ سے معاف نہیں ہوتی، ڈاکو اگر گرفتاری سے پہلے توبہ کرے تو سزا نہیں پاتا، یونہی اگر کافر بعد زنا مسلمان ہوجائے تو رجم وغیرہ کا مستحق نہیں۔ (مرقاۃ) شیخ عبدالحق نے فرمایا مَعَنَا سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھنا گناہوں کی معافی کے لیے اکسیر ہے۔ نماز کی عظمت امام کی عظمت کے مطابق ہے۔ سبحان اللہ! جن کے ساتھ والی نماز مجرموں کو بخشوادے وہ ذات کریم خود کیسی ہوگی۔ (مرآۃ المناجیح، ج۱ص۵۳۱)

اس حدیث مبارکہ میں حد لازم ہونے سے مراد یہ ہے کہ میں ایسے گناہ کا مرتکب ہو گیا ہوں جو تعزیر کو واجب کرتا ہے یہ مراد ہرگز نہیں کہ اس شخص نے موجبِ حد گناہ مثلاً زنا کیا یا شراب نوشی وغیرہ کا ارتکاب کیا تھا کیونکہ ان گناہوں کو نماز نہیں مٹا سکتی اور نہ ہی حاکم اسلام کو ایسے شخص کو چھوڑنے کی اجازت ہے اور اس کی وضاحت دیگر احادیث سے بھی ہوتی ہے۔

واللہ اعلم بالصواب!

حضرتِ سیدنا ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ ایک شخص کسی عورت کا بوسہ لے بیٹھا پھر وہ سیّد المبلغین، رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِیْن صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلَّم کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور اپنے گناہ کا اعتراف کیا تو اللہ عزوجل نے یہ آیت مبارکہ نازل فرمائی،

وَاَقِمِ الصَّلٰوۃَ طَرَفَیِ النَّهَارِ وَزُلَفًا مِّنَ الَّیْلِ ؕ اِنَّ الْحَسَنٰتِ یُذْهِبْنَ السَّیِّاٰتِ ؕ

ترجمہ کنزالایمان: اور نماز قائم رکھو دن کے دونوں کناروں اور کچھ رات کے حصوں میں بیشک نیکیاں برائیوں کو مٹا دیتی ہیں۔ (پ12، ھود:114)

تو اس شخص نے عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہ آیت کس کے لئے نازل ہوئی ہے؟ فرمایا، میری ساری امت کیلئے۔ (صحیح بخاری، کتاب مواقیت الصلوۃ، باب الصلوۃ کفارۃ، رقم ۵۲۶، ج۱، ص۱۹۶)

(439) وَعَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اِنَّ اللّٰهَ لَيَرْضٰى عَنِ الْعَبْدِ اَنْ يَّاْكُلَ الْاَكْلَةَ، فَيَحْمَدُهُ عَلَيْهَا، اَوْ يَشْرَبَ الشَّرْبَةَ، فَيَحْمَدُهُ عَلَيْهَا رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ بندے سے اس پر راضی ہو جاتا ہے کہ کھانا کھائے اس پر حمد الٰہی کرے یا پانی پیئے اور اس پر حمد الٰہی بجا لائے۔ (مسلم)

اَلْاَكْلَةُ: بِفَتْحِ الْهَمْزَةِ وَهِيَ الْمَرَّةُ الْوَاحِدَةُ مِنَ الْاَكْلِ كَالْغَدْوَةِ وَالْعَشْوَةِ، وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

الاکلہ: ایک مرتبہ کھانا' جیسے غدوہ صبح کا کھانا اور عشوہ شام کا کھانا۔ اور اللہ ہی زیادہ جانتا ہے۔

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب استحباب حمد اللہ تعالیٰ بعد الاکل والشرب، ج۴ص۸۷، رقم: ۱۰۸، سنن الکبری للنسائی، باب ثواب الحمد للہ، ج۴ص۲۰۲، رقم: ۶۸۹۹، سنن ترمذی، باب ما جاء فی الحمد علی الطعام اذا فرغ منہ، ج۳ص۲۶۵، رقم: ۱۸۱۶، مسند ابی یعلی، مسند سعید بن سنان، عن انس بن مالک، ج۳ص۲۹۸، رقم: ۴۳۳۲، مصنف ابن ابی شیبۃ، باب فی التسمیۃ علی الطعام، ج۸ص۱۱۹، رقم: ۲۴۹۸۷)

شرح حدیث: نعمتوں اور راحتوں کی چھما چھم برسات

حضرت سیدنا ابراہیم بن بشار خراسانی قدس سرہ الربانی سے مروی ہے، ایک مرتبہ میں، حضرت سیدنا ابراہیم بن ادہم، ابو یوسف غسولی اور ابو عبداللہ سنجاری رحمہم اللہ تعالیٰ کے ساتھ اسکندریہ کی طرف روانہ ہوا۔ جب ہم اردن کی نہر کے قریب

پہنچے تو آرام کی خاطر بیٹھ گئے۔ حضرت سیدنا ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے پاس خشک روٹیوں کے چند ٹکڑے تھے انہوں نے وہ ہمارے سامنے رکھ دیئے، ہم نے وہ کھائے اور اللہ عزوجل کا شکر ادا کیا، پھر میں جلدی سے نہر کی جانب بڑھا تاکہ پینے کے لئے پانی لاؤں مگر حضرت سیدنا ابراہیم بن ادہم علیہ رحمۃ اللہ الاعظم مجھ سے پہلے نہر میں داخل ہو گئے۔ پانی ان کے گھٹنوں تک پہنچ گیا انہوں نے بسم اللہ پڑھ کر اپنی ہتھیلیوں سے پانی پیا۔ پانی پینے کے بعد اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کہہ کر نہر سے باہر تشریف لائے پھر پاؤں پھیلا کر بیٹھ گئے اور فرمایا: اے ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ! اگر بادشاہ اور ان کے شہزادے ہماری نعمتوں اور سکون کو جان لیں تو وہ ہمیں تلواروں کے ساتھ مارنے لگیں۔ میں نے عرض کی: حضور! لوگ نعمتوں اور راحت وسکون کے تو طالب ہیں مگر انہوں نے سیدھے راستے کو چھوڑ دیا ہے۔ میری اس بات پر آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مسکرا دیئے۔

حضرت سیدنا ابراہیم بن بشار علیہ رحمۃ اللہ الغفار مزید فرماتے ہیں: ایک شام ہم نے حضرت سیدنا ابراہیم بن ادہم علیہ رحمۃ اللہ الاعظم کے ساتھ گزاری۔ ہم روزے سے تھے لیکن افطاری کے لئے ہمارے پاس کوئی چیز نہ تھی۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جب مجھے غم وحزن کے عالم میں دیکھا تو فرمایا: اے ابن بشار علیہ رحمۃ اللہ الغفار! دیکھو! اللہ عزوجل نے فقراء ومساکین پر نعمتوں اور راحتوں کی کیسی چھما چھم برسات فرمائی ہے کہ کل بروزِ قیامت ان سے زکوٰۃ اور حج وصدقہ کے متعلق سوال نہیں فرمائے گا۔ بلکہ فقراء ومساکین کے بارے میں ان لوگوں سے سوال کیا جائے گا جو دنیا میں امیر ہیں لیکن آخرت میں فقیر ہوں گے، اور جو دنیا میں معزز ہیں مگر آخرت میں ذلیل ورسوا ہوں گے۔ لہٰذا تم غم نہ کرو، جس رزق کا اللہ عزوجل نے ذمہ لیا ہے وہ عنقریب تجھے مل کر رہے گا۔ اللہ عزوجل کی قسم! بادشاہ اور غنی تو ہم ہیں۔ ہم ہی تو ہیں جنہیں دنیا میں ہی بہت جلد راحت وسرور میسر ہے، جب ہم اللہ عزوجل کی اطاعت میں ہوں تو ہمیں کچھ پرواہ نہیں ہوتی کہ ہم کس حال میں صبح وشام کر رہے ہیں۔ ہم ہر حال میں اللہ عزوجل کے شکر گزار ہیں۔

پھر آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نماز کے لئے کھڑے ہو گئے۔ میں بھی اپنی نماز ادا کرنے کے لئے کھڑا ہو گیا۔ ابھی تھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ ایک آدمی آٹھ روٹیاں اور بہت ساری کھجوریں لے کر ہمارے پاس آیا۔ اس نے سلام کیا اور کہا: اللہ عزوجل آپ پر رحم فرمائے، یہ کچھ کھانا حاضرِ خدمت ہے، تناول فرمایئے۔ حضرت سیدنا ابراہیم بن ادہم علیہ رحمۃ اللہ الاعظم نے مجھ سے فرمایا: اے مغموم! کھانا کھاؤ۔

ابھی ہم کھانا کھانے بیٹھے ہی تھے کہ ایک سائل آ گیا اس نے کہا: مجھے کچھ کھانا کھلاؤ۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے تین روٹیاں اور کچھ کھجوریں سائل کو دے دیں تین روٹیاں مجھے عطا فرمائیں اور دو روٹیاں خود تناول فرمائیں۔ پھر ارشاد فرمایا: مؤاسات (یعنی غمخواری) مؤمنین کے اخلاق میں سے ہے۔

ابن بشار علیہ رحمۃ اللہ الغفار فرماتے ہیں: ایک مرتبہ میں ابراہیم بن ادہم علیہ رحمۃ اللہ الاعظم کے ساتھ طرابلس روانہ

ہوا۔ میرے پاس دو روٹیوں کے علاوہ اور کوئی شے نہ تھی۔ راستے میں ایک سائل نے سوال کیا تو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مجھ سے فرمایا: جو کچھ تیرے پاس ہے وہ اس سائل کو دے دے اس معاملہ میں مَیں نے تھوڑی سی سستی کی، تو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مجھ سے فرمایا: کیا بات ہے، سائل کو روٹی دینے میں تم سستی کیوں کر رہے ہو؟ یہ سن کر میں نے دونوں روٹیاں تو سائل کو دے دیں لیکن میں پریشان تھا۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا: کل تو اس ذات سے ملاقات کریگا جس کے ساتھ اس سے پہلے تو شرفِ ملاقات حاصل نہیں کرسکا۔ اور تو ان تمام چیزوں کا اجر بھی پائے گا جنہیں تو آگے بھیجتا رہا۔ اور جو چیزیں تو دنیا میں چھوڑ جائے گا وہ تجھے کوئی فائدہ نہ دیں گی۔ لہٰذا اپنے لئے آگے کچھ مہیا کر، تو نہیں جانتا کہ کب اچانک تجھے اپنے رب عزوجل کی طرف سے بلاوا آجائے۔

آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی اس گفتگو نے مجھے رُلا دیا۔ اور میری نظروں میں دنیا کی قدر و قیمت بہت کم کردی۔ جب انہوں نے مجھے روتے ہوئے دیکھا تو ارشاد فرمایا: ہاں اسی طرح زندگی بسر کرو۔

ابن بشار علیہ رحمۃ اللہ الغفار فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں، حضرت سیدنا ابراہیم بن ادہم، ابو یوسف غسولی اور ابو عبداللہ سنجاری رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم کے ساتھ سفر پر تھا، ہم ایک قبرستان کے پاس سے گزرے تو حضرت سیدنا ابراہیم بن ادہم علیہ رحمۃ اللہ الاعظم ایک قبر کے پاس آئے اپنا ہاتھ اس پر رکھا اور فرمایا: اے فلاں! اللہ عزوجل تجھ پر رحم فرمائے۔ پھر دوسری قبر کے پاس آئے اور اسی طرح کہا۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے سات قبروں کے پاس جا کر اسی طرح کہا۔ پھر ان قبروں کے درمیان کھڑے ہوگئے اور با آواز بلند اس طرح ندا کی: اے فلاں بن فلاں! اے اہل قبور! تم فوت ہو گئے اور ہمیں پیچھے چھوڑ آئے۔ ہم بھی جلد ہی تم سے ملنے والے ہیں۔ پھر آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ رونے لگے اور کسی گہری سوچ میں گم ہوگئے کچھ دیر اسی طرح بیٹھے رہے پھر آنسوؤں سے تر بتر چہرے کے ساتھ ہماری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: اے میرے بھائیو! آخرت کی تیاری کے لئے تم پر جدّ و جہد اور جلدی لازم ہے، جلدی کرو اور آخرت کی تیاری میں ایک دوسرے پر سبقت کی کوشش کرو، بے شک تیز رفتاری میں اپنے مدِ مقابل پر وہی سبقت لے جاتا ہے جو تیز چلتا ہے۔

(440) وَعَنْ اَبِیْ مُوْسٰی رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ، عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، قَالَ: اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی یَبْسُطُ یَدَہٗ بِاللَّیْلِ لِیَتُوْبَ مُسِیْءُ النَّهَارِ، وَیَبْسُطُ یَدَہٗ بِالنَّهَارِ لِیَتُوْبَ مُسِیْءُ اللَّیْلِ، حَتّٰی تَطْلُعَ الشَّمْسُ مِنْ مَّغْرِبِهَا رَوَاہُ مُسْلِمٌ.

حضرت ابوموسیٰ ﷺ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: یقیناً اللہ رات کو اپنا ہاتھ پھیلاتا ہے کہ دن میں گناہ کرنے والا توبہ کرے اور دن کو اپنا ہاتھ پھیلاتا ہے تاکہ رات میں گناہ کرنے والا توبہ کرے یہ سورج کے مغرب سے نکلنے تک ہوگا۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب قبول التوبة من الذنوب وان تکررت الذنوب، ج۸ص۹۹، رقم: ۷۱۶۵، الاداب للبیهقی، باب من عاجل کل ذنب بالتوبة منه وسأل الله المغفرة، ج۲ص۱۷، رقم: ۸۳۶، مسند امام احمد، حدیث ابی موسی

الاشعری، ج۴ص۳۹۵، رقم: ۱۹۵۳۷، مسند عبدبن حمید، تتمہ حدیث ابی موسیٰ الاشعری، ص۱۹۷، رقم: ۵۶۲، الابانۃ الکبریٰ لابن بطۃ، باب الایمان بان اللہ عزوجل خلق آدم بیدہ، ج۲ص۲۵۶، رقم: ۲۶۱۵)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

ہاتھ پھیلانے سے مراد عفو وکرم کا وسیع کر دینا پھیلا دینا ہے۔ مقصد یہ ہے کہ رب کا کرم بہت وسیع ہے، گنہگار کو ہر وقت کرم میں لینے کو تیار ہے کوئی آنے والا ہو۔

(سورج کے مغرب سے نکلنے) سے اس وقت توبہ کا دروازہ بند ہو جائے گا، رب تعالیٰ فرماتا ہے: يَوْمَ يَاْتِيْ بَعْضُ اٰيٰتِ رَبِّكَ لَا يَنْفَعُ نَفْسًا اِيْمَانُهَا الخ۔ مرقاۃ نے یہاں فرمایا کہ اس وقت سے ان لوگوں کی توبہ قبول نہ ہوگی جو سورج کو پچھم سے نکلتے دیکھیں لیکن جو لوگ اس واقعہ کے بعد پیدا ہوں ان کی توبہ کفر بھی قبول ہوگی اور توبہ گناہ بھی کہ انہوں نے علامات قیامت دیکھی ہی نہیں۔ حضرت استاذ و مرشد صدر الافاضل مراد آبادی قدس سرہ فرماتے تھے کہ اس وقت کے بعد انسان کی پیدائش ہی بند ہو جائے گی۔ غرضکہ آیت وحدیث میں ان لوگوں کا ذکر ہے جو پہلے گناہ کرتے رہے توبہ نہ کی، یہ علامت دیکھ کر توبہ کرنے لگے ان کی توبہ قبول نہیں کہ غیب کھل جانے کے بعد توبہ کیسی۔ (مراۃ المناجیح، ج ۳ ص ۵۵۳)

سیّدُنا وحشی اور ان کے دوستوں کا قبولِ اسلام

حضرتِ سیّدُنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، اللہ کے محبوب، دانائے غُیوب، مُنَزَّہٌ عَنِ الْعُیوب عَزَّ وَجَلَّ وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے وحشی کی طرف ایک قاصد بھیجا جو اس کو اسلام کی دعوت دے۔ جب وحشی کو پیغام ملا تو اس نے عرض کی: اے محمد (صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم)! آپ کیسے مجھے دعوتِ اسلام دے رہے ہیں؟ حالانکہ آپ تو فرماتے ہیں کہ جس نے کسی جان کو قتل کیا یا شریک ٹھہرایا یا زنا کیا قیامت کے دن اس کے لئے عذاب دُگنا کر دیا جائے گا اور وہ ہمیشہ اسی میں رہے گا۔ میں نے تو یہ سب کام کئے ہیں، کیا میرے لئے کوئی رخصت ہے؟ تو اللہ عَزَّ وَجَلَّ نے یہ آیتِ مبارکہ نازل فرمائی: اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا ترجمۂ کنز الایمان: مگر جو توبہ کرے اور ایمان لائے اور اچھا کام کرے۔ (پ19، الفرقان:70)

حضور نبیِّ پاک، صاحبِ لولاک، سیّاحِ افلاک صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے بذریعۂ قاصد یہ آیتِ مبارکہ وحشی اور اس کے دوستوں کی طرف بھیجی تو اس نے عرض کی: یہ شرط تو بہت سخت ہے، ممکن ہے میں اس پر عمل نہ کر سکوں، کیا اس کے علاوہ (کوئی رخصت) ہے؟ تو اللہ عَزَّ وَجَلَّ نے یہ آیتِ مبارکہ نازل فرمائی: اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ ترجمۂ کنز الایمان: بے شک اللہ اسے نہیں بخشتا کہ اس کے ساتھ کفر کیا جائے اور کفر سے نیچے جو کچھ ہے جسے چاہے معاف فرما دیتا ہے۔ (پ۵، النسآء:۴۸)

یہ آیتِ مبارکہ جب وحشی کی جانب بھیجی گئی تو اس نے پھر کہا: ابھی یہ شبہ باقی ہے کہ مجھے نہیں معلوم کہ میری مغفرت بھی

ہوگی یا نہیں؟ کیا اس کے علاوہ (کوئی رخصت) ہے؟ تو اللہ عَزَّ وَجَلَّ نے یہ آیتِ مبارکہ نازل فرمائی: قُلْ یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰۤی اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِیْعًا ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ O یہ آیت وحشی اور اس کے دوستوں کی طرف بھیجی گئی تو وحشی نے کہا: ہاں! یہ (ہماری بخشش کی گارنٹی) ہے۔ چنانچہ، وہ اور اس کے دوست حاضر ہوئے اور اسلام قبول کرلیا۔ صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کی: یا رسول اللہ عَزَّ وَجَلَّ وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم! کیا یہ حکم خاص ان لوگوں کے لئے ہے یا تمام مسلمانوں کے لئے؟ ارشاد فرمایا: یہ تمام مسلمانوں کے لئے ہے۔ (المعجم الکبیر، الحدیث 11480، ج 11، ص 157)

پس اگر اللہ عَزَّ وَجَلَّ نے مؤمن کو جہنم کا عذاب دینے اور ہمیشہ اس میں ٹھہرانے کا ارادہ فرمایا ہوتا تو اپنی معرفت و توحید کبھی اس کے دل میں نہ ڈالتا، کیونکہ وہ خود ارشاد فرماتا ہے:

لَا یَصْلٰىهَاۤ اِلَّا الْاَشْقَى O الَّذِیْ كَذَّبَ وَ تَوَلّٰى O

ترجمۂ کنزالایمان: نہ جائے گا اس میں مگر بڑا بدبخت جس نے جھٹلایا اور منہ پھیرا۔ (پ 30، الیل: 15، 16)

حضرتِ سیِّدُنا قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: ہمیں بتایا گیا ہے کہ کچھ لوگوں نے زمانۂ جاہلیت میں بہت گناہ کئے تھے۔ جب اسلام آیا تو ان کو یہ خوف تھا کہ ان کی توبہ قبول نہ ہوگی۔ چنانچہ، اللہ عَزَّ وَجَلَّ نے اس آیتِ مبارکہ میں اُن کو مخاطب فرمایا:

قُلْ یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰۤی اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِیْعًا ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ O

ترجمۂ کنزالایمان: تم فرماؤ اے میرے وہ بندو جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی اللہ کی رحمت سے نا امید نہ ہو بے شک اللہ سب گناہ بخش دیتا ہے، بے شک وہی بخشنے والا مہربان ہے۔ (پ 24، الزمر: 53)

(تفسیر طبری، سورۃ الزمر، تحت الآیۃ 53، الحدیث 30178، ج 11، ص 15)

حضرتِ سیِّدُنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، شہنشاہِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ، صاحبِ معطر پسینہ، باعثِ نُزولِ سکینہ، فیض گنجینہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ مغفرت نشان ہے: اگر تم اتنی خطائیں کرو کہ وہ آسمان تک پہنچ جائیں پھر توبہ کرو تو اللہ عَزَّ وَجَلَّ ضرور تمہاری توبہ قبول فرمائے گا۔

(سنن ابن ماجۃ، ابواب الزھد، باب ذکر التوبۃ، الحدیث ۴۲۴۸، ص ۲۷۳۵)

سرکارِ مدینہ، قرارِ قلب سینہ، باعثِ نُزولِ سکینہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے فرمایا کہ اللہ عَزَّ وَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے: اے میرے بندو! تم رات دن گناہوں میں بسر کرتے ہو اور میں گناہوں کو بخشتا رہتا ہوں اور مجھے کوئی پرواہ نہیں۔ پس تم مجھ سے بخشش طلب کرتے رہو میں تمہیں بخشتا رہوں گا۔ (صحیح مسلم، کتاب البر والصلۃ، باب تحریم الظلم، الحدیث ۲۵۷۷، ص ۱۱۲۹)

(441) وَعَنْ اَبِیْ نَجِیْحٍ عَمْرِو بْنِ عَبَسَةَ - بِفَتْحِ الْعَیْنِ وَالْبَاءِ - السُّلَمِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: کُنْتُ وَاَنَا فِی الْجَاهِلِیَّةِ اَظُنُّ اَنَّ النَّاسَ عَلٰی ضَلَالَةٍ، وَاَنَّهُمْ لَیْسُوْا عَلٰی شَیْءٍ، وَّهُمْ یَعْبُدُوْنَ الْاَوْثَانَ، فَسَمِعْتُ بِرَجُلٍ بِمَکَّةَ یُخْبِرُ اَخْبَارًا، فَقَعَدْتُّ عَلٰی رَاحِلَتِیْ، فَقَدِمْتُ عَلَیْهِ، فَاِذَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مُسْتَخْفِیًا، جُرَاءُ عَلَیْهِ قَوْمُهٗ، فَتَلَطَّفْتُ حَتّٰی دَخَلْتُ عَلَیْهِ بِمَکَّةَ، فَقُلْتُ لَهٗ: مَا اَنْتَ؟ قَالَ: اَنَا نَبِیٌّ قُلْتُ: وَمَا نَبِیٌّ؟ قَالَ: اَرْسَلَنِیَ اللّٰهُ قُلْتُ: وَبِاَیِّ شَیْءٍ اَرْسَلَكَ؟ قَالَ: اَرْسَلَنِیْ بِصِلَةِ الْاَرْحَامِ، وَکَسْرِ الْاَوْثَانِ، وَاَنْ یُّوَحَّدَ اللّٰهُ لَا یُشْرَكُ بِهٖ شَیْءٌ قُلْتُ: فَمَنْ مَّعَكَ عَلٰی هٰذَا؟ قَالَ: حُرٌّ وَّعَبْدٌ وَمَعَهٗ یَوْمَئِذٍ اَبُوْ بَکْرٍ وَّبِلَالٌ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قُلْتُ: اِنِّیْ مُتَّبِعُكَ، قَالَ: اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِیْعَ ذٰلِكَ یَوْمَكَ هٰذَا، اَلَا تَرٰی حَالِیْ وَحَالَ النَّاسِ؟ وَلٰکِنِ ارْجِعْ اِلٰی اَهْلِكَ فَاِذَا سَمِعْتَ بِیْ قَدْ ظَهَرْتُ فَاْتِنِیْ قَالَ: فَذَهَبْتُ اِلٰی اَهْلِیْ وَقَدِمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِیْنَةَ حَتّٰی قَدِمَ نَفَرٌ مِّنْ اَهْلِ الْمَدِیْنَةِ، فَقُلْتُ: مَا فَعَلَ هٰذَا الرَّجُلُ الَّذِیْ قَدِمَ الْمَدِیْنَةَ؟ فَقَالُوْا: النَّاسُ اِلَیْهِ سِرَاعٌ، وَّقَدْ اَرَادَ قَوْمُهٗ قَتْلَهٗ، فَلَمْ یَسْتَطِیْعُوْا ذٰلِكَ، فَقَدِمْتُ الْمَدِیْنَةَ، فَدَخَلْتُ عَلَیْهِ، فَقُلْتُ: یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَتَعْرِفُنِیْ؟ قَالَ: نَعَمْ، اَنْتَ الَّذِیْ لَقِیْتَنِیْ بِمَکَّةَ قَالَ: فَقُلْتُ: یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، اَخْبِرْنِیْ عَمَّا عَلَّمَكَ اللّٰهُ وَاَجْهَلُهٗ، اَخْبِرْنِیْ عَنِ الصَّلٰوةِ؟ قَالَ: صَلِّ صَلَاةَ

حضرت ابونجیح عمرو بن عبسہ عین اور با کے فتحہ کے ساتھ السلمی ﷛ سے روایت ہے کہ میں دور جاہلیت میں یہ سمجھتا تھا کہ لوگ گمراہی پر ہیں وہ کسی دین پر نہیں اور وہ بتوں کی عبادت کرتے ہیں۔ پھر میں نے مکہ میں ایک آدمی کے بارے میں سنا کہ وہ کچھ خاص باتیں کرتا ہے میں سواری پر بیٹھا اور اس کے پاس آیا' تو اچانک رسول اللہ ﷺ قوم سے چھپ کر اپنے کام کر رہے ہیں اور قوم آپ کے خلاف دلیر اور بے باک ہے میں خفیہ طریقہ اپنا کر مکہ میں آپ تک جا پہنچا۔ میں نے عرض کیا: آپ کون ہیں؟ فرمایا: نبی ہوں میں نے عرض کیا: نبی کیا ہوتا ہے۔ فرمایا: مجھے اللہ نے بھیجا ہے' میں نے عرض کیا: کس چیز کے ساتھ فرمایا مجھے صلہ رحمی کرنے' بت شکنی کرنے کے لیے کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرایا جائے ان کاموں کے ساتھ اللہ نے بھیجا ہے۔ میں نے پوچھا آپ کے ساتھ اس معاملہ میں کون ہے فرمایا ایک آزاد ایک غلام آپ کے ساتھ اس وقت حضرت ابوبکر اور حضرت بلال ﷛ تھے میں نے عرض کیا: میں آپ کے ساتھ رہ کر آپ کے پیچھے چلنا چاہتا ہوں۔ فرمایا: اس دن تو یہ نہ کر سکے گا کیا' تو لوگوں کا اور میرا حال نہیں دیکھتا۔ لیکن تو اپنے گھر چلا جا جب تو سنے کہ میں غالب آ گیا ہوں پھر آنا۔ فرمایا کہ میں گھر آ گیا اور رسول اللہ مدینہ شریف آ گئے۔ میں لوگوں سے حالات معلوم کرتا رہتا۔ حتیٰ کہ میرے گھر سے کچھ لوگ مدینہ منورہ میں آئے۔ پھر میں نے اس سے کہا اس آدمی نے کیا کیا جو مدینہ منورہ میں آیا ہے۔ کیا لوگ اس کی طرح تیزی سے

الصُّبْحِ، ثُمَّ اقْصُرْ عَنِ الصَّلٰوةِ حَتّٰى تَرْتَفِعَ الشَّمْسُ
قِيدَ رُمْحٍ، فَإِنَّهَا تَطْلُعُ حِينَ تَطْلُعُ بَيْنَ قَرْنَيْ شَيْطٰنٍ،
وَحِينَئِذٍ يَسْجُدُ لَهَا الْكُفَّارُ، ثُمَّ صَلِّ فَإِنَّ الصَّلاَةَ
مَشْهُودَةٌ مَحْضُورَةٌ حَتّٰى يَسْتَقِلَّ الظِّلُّ بِالرُّمْحِ، ثُمَّ
اقْصُرْ عَنِ الصَّلٰوةِ، فَإِنَّهُ حِينَئِذٍ تُسْجَرُ جَهَنَّمُ،
فَإِذَا أَقْبَلَ الْفَيْءُ فَصَلِّ، فَإِنَّ الصَّلٰوةَ مَشْهُودَةٌ
مَحْضُورَةٌ حَتّٰى تُصَلِّيَ الْعَصْرَ، ثُمَّ اقْصُرْ عَنِ الصَّلٰوةِ
حَتّٰى تَغْرُبَ الشَّمْسُ، فَإِنَّهَا تَغْرُبُ بَيْنَ قَرْنَيْ
شَيْطَانٍ، وَحِينَئِذٍ يَسْجُدُ لَهَا الْكُفّارُ قَالَ:
فَقُلْتُ: يَا نَبِيَّ اللهِ، فَالوضوءُ حدثنِي عَنْهُ؛ فَقَالَ:
مَا مِنْكُمْ رَجُلٌ يُقَرِّبُ وَضُوئَهُ، فَيَتَمَضْمَضُ
وَيَسْتَنْشِقُ فَيَسْتَنْثِرُ، إِلاَّ خَرَّتْ خَطَايَا وَجْهِهِ مِنْ
أَطْرَافِ لِحْيَتِهِ مَعَ الْمَاءِ، ثُمَّ يَغْسِلُ يديهِ إِلَى
الْمِرْفَقَيْنِ، إِلاَّ خَرَّتْ خَطَايَا يَدَيْهِ مِنْ أَنَامِلِهِ مَعَ
الْمَاءِ، ثُمَّ يَمْسَحُ رَأْسَهُ، إِلاَّ خرّتْ خَطَايَا رَأْسِهِ من
أَطْرَافِ شَعْرِهِ مَعَ الْمَاءِ، ثُمَّ يغسل قَدَمَيْهِ إِلَى
الْكَعْبَيْنِ، إِلاَّ خَرَّتْ خَطَايَا رِجلَيْهِ مِنْ أَنَامِلِهِ مَعَ
الْمَاءِ، فَإِنْ هُوَ قَامَ فَصَلّٰى، فَحَمِدَ اللهَ تَعَالٰى، وَأَثْنٰى
عَلَيْهِ وَمَجَّدَهُ بِالَّذِي هُوَ لَهُ أَهْلٌ، وَفَرَّغَ قلبه للهِ
تَعَالٰى، إِلاَّ انْصَرَفَ مِنْ خَطِيئَتِهِ كَهَيْئَتِهِ يَوْمَ
وَلَدَتْهُ أُمُّهُ ـ فَحَدَّثَ عَمْرُو بن عبسة بِهٰذَا الْحَدِيثِ
أَبَا أُمَامَةَ صاحِبَ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ، فَقَالَ لَهُ أَبُو أُمَامَةَ: يَا عَمْرُو بْنُ عَبَسَةَ،
انْظُرْ مَا تقولُ: فِي مقامٍ وَّاحدٍ يُعْطَى هٰذَا الرَّجُلُ؟
فَقَالَ عَمْرٌو: يَا أَبَا أُمَامَةَ، لقد كَبِرَتْ سِنّي، وَرَقَّ

آ رہے ہیں کہنے لگے: اس کی قوم نے اس کو قتل کرنے کا
ارادہ کیا لیکن کامیاب نہ ہوئے۔ تو میں مدینہ منورہ
شریف میں آپ کے پاس آیا میں نے عرض کیا: یارسول
اللہ! کیا آپ مجھے پہچانتے ہیں؟ فرمایا ہاں تو وہ ہے' جو
مجھے مکہ میں ملا تھا۔ میں نے عرض کیا: ہاں! یارسول
اللہ! مجھے اس میں سے سکھائیں جو آپ کو اللہ تعالیٰ نے
سکھایا اور میں اس کو نہیں جانتا مجھے نماز کے بارے میں
خبر دیں فرمایا نماز صبح ادا کر پھر نماز سے رک جا حتیٰ کہ
سورج نیزہ کی مقدار بلند ہو جائے۔ کیونکہ وہ شیطان کے
دو سینگوں کے درمیان طلوع ہوتا ہے۔ اس وقت کفار اس
کے لیے سجدہ ریز ہوتے ہیں۔ پھر نماز پڑھ کیونکہ یہ وہ
نماز ہے کہ اس میں فرشتے گواہ ہوتے ہیں اور (لکھنے
کے لیے) حاضر ہوتے ہیں حتیٰ کہ سایہ نیزے کے ساتھ
کم ہو جائے۔ (مشرق یا مغرب کی طرف نہ ہو) تو اب
نماز سے رک جا کیونکہ اس وقت جہنم کو بھڑکایا جاتا ہے۔
پھر جب سایہ ہو جائے' تو نماز پڑھ کیونکہ اس نماز میں
فرشتے گواہ اور حاضر ہوتے ہیں۔ یہاں تک کہ نماز عصر
ادا کرے پھر سورج غروب ہونے تک نماز سے رک جا۔
کیونکہ وہ شیطان کے دو سینگوں کے درمیان غروب ہوتا
ہے۔ اور اس وقت کفار اس کے لیے سجدہ ریز ہوتے
ہیں۔ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے نبی! تو وضو کے
بارے میں آپ مجھے بتائیں۔ آپ نے فرمایا: تم میں
سے جو کوئی اپنے وضو کا پانی قریب کرتا ہے پھر کلی
کرتا ہے۔ اور ناک میں پانی چڑھاتا ہے پھر ناک
جھاڑتا ہے اس کے چہرے منہ اور ہاتھوں کے گناہ پانی

عَظْمِي، وَاقْتَرَبَ اَجَلِي، وَمَا بِي حَاجَةٌ اَنْ اَكْذِبَ عَلَى اللّٰهِ تَعَالٰى، وَلَا عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، لَوْ لَمْ اَسْمَعْهُ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، اِلَّا مَرَّةً اَوْ مَرَّتَيْنِ اَوْ ثَلَاثًا - حَتّٰى عَدَّ سَبْعَ مَرَّاتٍ - مَا حَدَّثْتُ اَبَدًا بِهٖ، وَلٰكِنِّي سَمِعْتُهٗ اَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ۔ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

کے ساتھ گر جاتے ہیں۔ پھر جب اپنے چہرے کو دھوتا ہے جس طرح اللہ تعالیٰ نے اس کو حکم دیا ہے۔ تو اس کے چہرہ کے گناہ داڑھی کے کناروں سے پانی کے ساتھ گر جاتے ہیں۔ پھر اپنے دونوں ہاتھ کہنیوں تک دھوتا ہے تو اس کے ہاتھوں کے گناہ انگلیوں کے پوروں کے پانی کے ساتھ گر جاتے ہیں۔ پھر سر کا مسح کرتا ہے تو سر کے گناہ سر کے بالوں کے کناروں سے گر جاتے ہیں۔ پھر ٹخنوں تک قدموں کو دھوتا ہے تو اس کے گناہ پاؤں کی انگلیوں کے پوروں سے گر جاتے ہیں تو اگر وہ کھڑا ہو کر نماز پڑھتا ہے پھر اللہ کی حمد و ثناء اور اللہ کی شان کے مطابق اس کی بزرگی بیان کرتا ہے۔ اللہ کے لیے اپنے دل کو خالی کرتا ہے تو جب وہ فارغ ہوتا ہے تو گناہوں سے اس طرح صاف ہو جاتا ہے جس طرح اپنی پیدائش کے دن اس کی ماں نے اُسے جنا تھا۔ تو حضرت عمرو بن عبسہ نے یہ حدیث رسول اللہ ﷺ کے صحابی حضرت ابوامامہ کو بیان کی تو اس کو حضرت ابوامامہ نے کہا: اے عمرو بن عبسہ خیال کرو کیا کہتے ہو ایک آدمی کو ایک ہی جگہ سے سب کچھ مل جاتا ہے۔ تو حضرت عمرو نے کہا: اے ابوامامہ میں بوڑھا ہو گیا ہوں میری ہڈیاں کمزور ہو گئیں اور میری موت قریب ہے۔ اور مجھے کوئی ضرورت نہیں کہ اللہ تعالیٰ پر اور رسول اللہ ﷺ پر جھوٹ بولوں اگر میں نے یہ رسول اللہ ﷺ سے نہ سنا ہوتا ایک بار یا دو بار یا تین بار حتیٰ کہ آپ نے سات بار شمار کیا۔ میں یہ نہ بیان کرتا۔ لیکن میں نے رسول اللہ ﷺ کو اس سے زیادہ مرتبہ اس چیز کا ذکر کرتے سنا ہے۔ (مسلم)

قَوْلُهٗ: جُرَءَاءُ عَلَيْهِ قَوْمُهٗ هُوَ بِجِيمٍ مَّضْمُوْمَةٍ وَّبِالْمَدِّ عَلٰى وَزْنِ عُلَمَاءَ، اَیْ: جَاسِرُوْنَ مُسْتَطِيْلُوْنَ غَيْرُ هَائِبِيْنَ، هٰذِهِ الرِّوَايَةُ الْمَشْهُوْرَةُ. وَرَوَاهُ الْحُمَيْدِیُّ وغيرُهٗ حِرَاءٌ بِكَسْرِ الْحَاءِ الْمُهْمَلَةِ، وَقَالَ: مَعْنَاهُ غِضَابٌ ذَوُوْ غَمٍّ وهَمٍّ، قَدْ عِيلَ صَبْرُهُمْ بِهٖ، حَتّٰى اَثَّرَ فِیْ اَجْسَامِهِمْ، مِنْ قَوْلِهِمْ: حَرٰى جِسْمُهٗ يَحْرٰى، اِذَا نَقَصَ مِنَ اَلَمٍ اَوْ غَمٍّ وَنَحْوِهٖ، وَالصَّحِيْحُ اَنَّهٗ بِالْجِيْمِ۔ قَوْلُهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: بَيْنَ قَرْنَیْ شَيْطَانٍ اَیْ نَاحِيَتَیْ رَاْسِهٖ وَالْمُرَادُ التَّمْثِيْلُ، وَمَعْنَاهُ: اَنَّهٗ حِيْنَئِذٍ يَّتَحَرَّكُ الشَّيْطٰنُ وَشِيْعَتُهٗ، وَيَتَسَلَّطُوْنَ۔

جُرَءَاءُ عَلَيْهِ قَوْمُهٗ: وہ آپ پر بڑی جسارت کرنے والے ہیں جیم پر پیش اور مد کے ساتھ علماء کے وزن پر ہے یعنی اور اس میں بالکل بے باک تھے۔ یہ مشہور روایت ہے اور حمیدی وغیرہ نے حَرَاءٌ: روایت کی ہے۔ حرا حا مہملہ کی زیر کے ساتھ اور کہا گیا کہ اس کا معنی ہے غضب ناک جس کا پیمانہ صبر لبریز ہو جائے حتیٰ کہ اس کا اثر ان کے جسموں میں ظاہر ہو جائے۔ حری جسمه یحری: اس کے معنی ہے غم و تکالیف کی وجہ سے جسم گھل جائے۔ صحیح یہ ہے کہ یہ جیم کے ساتھ ہے۔ آپ ﷺ کا قول بين قرنی الشيطان شیطان کے سینگوں کے درمیان ہونے کا مطلب ہے اس کے سر کی طرفوں کے درمیان۔ مراد مثال بیان کرنا ہے۔ کہ اس وقت شیطان اور اس کا گروہ متحرک ہوتے ہیں اور مسلط ہونے کی کوشش کرتے ہیں۔

وَقَوْلُهٗ: يُقَرِّبُ وَضُوْءَهٗ مَعْنَاهُ يُحْضِرُ الْمَاءَ الَّذِیْ يَتَوَضَّأُ بِهٖ، وَقَوْلُهٗ: اِلَّا خَرَّتْ خَطَايَا هُوَ بِالْخَاءِ الْمُعْجَمَةِ: اَیْ سَقَطَتْ، وَرَوَاهُ بَعْضُهُمْ جَرَتْ بِالْجِيْمِ، وَالصَّحِيْحُ بِالْخَاءِ وَهُوَ رِوَايَةُ الْجُمْهُوْرِ۔ وَقَوْلُهٗ: فَيَنْتَثِرُ اَیْ يَسْتَخْرِجُ مَا فِیْ اَنْفِهٖ مِنْ اَذًى وَّالنَّثْرَةُ: طَرَفُ الْاَنْفِ۔

يُقَرِّبُ وَضُوْءَهٗ: اس کا معنی وضو کے لیے پانی قریب کرے۔ اِلَّا خَرَّتْ خَطَايَا: خاء معجمہ کے ساتھ یعنی اس کے گناہ گر جاتے ہیں۔ بعض نے اس کو جرت پڑھا صحیح خا کے ساتھ ہے یہی جمہور کی روایت ہے کہ صحیح خرت (خا سے) ہے۔ فَيَنْتَثِرُ: یعنی تکالیف دہ مواد کو ناک سے صاف کرنا۔ نَثْرَةٌ: ناک کے کنارہ کو کہتے ہیں۔

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب اسلام عمرو بن عبسة، ج۲ص۲۰۸ رقم: ۱۹۶۷، سنن البیہقی، باب ذکر الخبر الذی یجمع النھی عن الصلاۃ، ج۲ص۳۳۵ رقم: ۴۵۵۹، جامع الاصول لابن اثیر، ذکر عمرو بن عبسة السلمی رضی اللہ عنه، ج۹ص۱۱۶ رقم: ۶۶۶۵)۔

شرح حدیث: پتے جھڑ گئے

حضرتِ سیدنا ابوعثمان رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضرتِ سیدنا سَلْمان فارسی رضی اللہ تعالی عنہ کے ساتھ ایک درخت کے نیچے کھڑا تھا کہ آپ رضی اللہ تعالی عنہ نے اس درخت کی ایک خشک ٹہنی کو پکڑا اور اسے ہلایا یہاں تک کہ اس کے پتے جھڑ گئے پھر فرمایا، اے ابوعثمان! کیا تم مجھ سے نہیں پوچھو گے کہ میں نے ایسا کیوں کیا؟ میں نے پوچھا کہ آپ نے ایسا کیوں کیا؟ تو فرمایا، ایک مرتبہ میں رحمتِ عالم صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ایک درخت کے نیچے کھڑا تھا تو سرکارِ مدینہ صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم نے اسی طرح کیا اور اس درخت کی ایک خشک ٹہنی کو پکڑ کر ہلایا یہاں تک کہ اس کے پتے جھڑ گئے پھر فرمایا، اے سَلْمان! کیا تم مجھ سے نہیں پوچھو گے کہ میں نے یہ عمل کیوں کیا؟

میں نے عرض کیا، آپ نے ایسا کیوں کیا؟ ارشاد فرمایا بیشک جب مسلمان اچھی طرح وضو کرتا ہے اور پانچ نمازیں ادا کرتا ہے تو اس کے گناہ اس طرح جھڑتے ہیں جس طرح یہ پتے جھڑ جاتے ہیں۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت مبارکہ پڑھی،

وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَیِ النَّهَارِ وَزُلَفًا مِّنَ الَّیْلِ ؕ اِنَّ الْحَسَنٰتِ یُذْهِبْنَ السَّیِّاٰتِ ؕ ذٰلِكَ ذِكْرٰى لِلذّٰكِرِیْنَ ○

ترجمہ کنزالایمان: اور نماز قائم رکھو دن کے دونوں کناروں اور کچھ رات کے حصوں میں بیشک نیکیاں برائیوں کو مٹا دیتی ہیں یہ نصیحت ہے نصیحت ماننے والوں کو۔ (پ12، ھود:114)

(مسند احمد، حدیث سَلْمان فارسی، رقم ۲۳۷۶۸، ج۹، ص۱۷۸)

امیر المومنین حضرتِ سیدنا عثمان رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے سرکارِ والاتبار، ہم بے کسوں کے مددگار، شفیعِ روزِ شُمار، دوعالَم کے مالک ومختار، حبیبِ پروردگار صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم کو فرماتے ہوئے سنا کہ جس مسلمان پر فرض نماز کا وقت آئے اور وہ نماز کے لئے اچھے طریقے سے وضو کرے اور اسے خشوع وخضوع کے ساتھ ادا کرے تو یہ نماز اس کے پچھلے گناہوں کے لئے کفارہ ہوجائے گی جب تک کبیرہ گناہ کا ارتکاب نہ کرے، اور یہ عمل ساری زندگی جاری رہے گا یعنی وہ نماز اسکے گناہوں کا کفارہ بنتی رہے گی۔ (صحیح مسلم، کتاب الطہارۃ، باب فضل الوضوء، الصلوۃ عقبہ، رقم ۲۲۸، ص ۱۴۲)

حضرتِ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دوجہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر وبَر صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے فرمایا، (اگر) تم سے مسلسل گناہ ہوتے رہیں لیکن جب تم فجر کی نماز ادا کروگے تو وہ تمہارے ان گناہوں کو دھودے گی، اس کے بعد پھر تم سے مسلسل گناہوں کا صدور ہوتا رہے لیکن جب ظہر کی نماز ادا کروگے تو وہ تمہارے گناہوں کو دھودے گی، اس کے بعد پھر گناہ ہوتے رہیں لیکن جب عصر کی نماز ادا کروگے تو وہ تمہارے گناہوں کو دھودے گی، اس کے بعد پھر گناہ مسلسل ہوتے رہیں لیکن جب تم مغرب کی نماز ادا کروگے تو وہ تمہارے

گناہوں کو دھودے گی، اس کے بعد بھی تم سے گناہوں کا صدور ہوتا رہے لیکن جب تم عشاء کی نماز ادا کرو گے تو وہ تمہارے گناہوں کو دھودے گی۔ پھر تم سو جاؤ گے تو بیدار ہونے تک تمہارا کوئی گناہ نہ لکھا جائے گا۔

(مجمع الزوائد، کتاب الصلوۃ، باب فضل الصلوۃ وحقنھا للدم، رقم ۱۶۵۸، ج ۲، ص ۳۳)

(442) وَعَنْ أَبِيْ مُوْسَى الْأَشْعَرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: إِذَا أَرَادَ اللّٰهُ تَعَالٰى رَحْمَةَ أُمَّةٍ، قَبَضَ نَبِيَّهَا قَبْلَهَا، فَجَعَلَهُ لَهَا فَرَطًا وَسَلَفًا بَيْنَ يَدَيْهَا، وَإِذَا أَرَادَ هَلَكَةَ أُمَّةٍ، عَذَّبَهَا وَنَبِيُّهَا حَيٌّ، فَأَهْلَكَهَا وَهُوَ حَيٌّ يَنْظُرُ، فَأَقَرَّ عَيْنَهُ بِهَلَاكِهَا حِيْنَ كَذَّبُوْهُ وَعَصَوْا أَمْرَهُ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

حضرت ابوموسیٰ اشعری ﷛ سے روایت ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ کسی امت سے رحمت کا ارادہ فرماتا تو اس کے نبی کو پہلے فوت کر لیتا ہے۔ پھر اس نبی کو ان کے لیے پیش رو اور استقبال کرنے والا بنا دیتا ہے۔ اور جب کسی امت کی ہلاکت کا ارادہ کرتا ہے تو نبی کی زندگی میں قوم کو ہلاک کر دیتا ہے۔ اس کی ہلاکت کے ساتھ نبی کی آنکھیں ٹھنڈی کرتا ہے۔ کیونکہ انہوں نے ان کو جھٹلایا ہوتا ہے اور اس کی نافرمانی کی ہوتی ہے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب اذا اراد الله تعالى رحمة امة قبض نبيها قبلها، ج۶، ص۶۵، رقم: ۶۱۰۵، المعجم الاوسط للطبرانی، من اسمه عبدالله، ج۴، ص۳۱۵، رقم: ۴۳۰۶، صحیح ابن حبان، باب فضل الامة، ج۱۶، ص۱۹۸، رقم: ۷۲۱۵، مسند البزار، مسند حذیفه بن الیمان، ج۱، ص۴۷۷، رقم: ۳۱۷۷)

شرح حدیث: حکیم الاُمّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یہاں سلف اور فرط ایک ہی معنی میں ہیں اس کی تحقیق پہلے ہو چکی ہے۔ مؤمن مر کر نہ تو لاوارث ہوتا ہے نہ اجنبی گھر میں جاتا ہے، اس کے والی وارث حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس سے پہلے وہاں پہنچ چکے ہیں، ان کی آغوش رحمت میں جاتا ہے بھرے گھر میں اترتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے گذشتہ جلالی نبیوں کی نافرمان امتوں کو ان کے سامنے ہلاک فرما کر ان کی آنکھیں ٹھنڈی کیں اور ہمارے حضور کی نافرمان امت کو حضور کے سامنے ہی ہدایت دے کر آپ کا مطیع بنا کر آپ کی آنکھیں ٹھنڈی کیں۔ چنانچہ مکہ معظمہ کے نافرمان کافر فتح مکہ کے دن سارے کے سارے ایمان لائے حضور کے مطیع ہوئے۔ جلالی پیغمبروں کی آنکھوں کی ٹھنڈک اور ہے حضور کی آنکھوں کی ٹھنڈک کچھ اور، ہر آنکھ کے لیے ٹھنڈا سرمہ علیحدہ ہے۔ خیال رہے کہ حضور انور بھی ہر مؤمن کی آنکھ کی ٹھنڈک، دل کا چین، بے قراروں کا قرار، بے کسوں کے کس، بے بسوں کے بس، بے سہاروں کے سہارا ہیں

تم ہو دوائے درد دل تم ہو قرار بے قرار
دل کی لگی میرے نبی تیرے سوا بجھائے کون
(مرآۃ المناجیح، ج ۸ ص ۲۲۲)

52-بَابُ فَضْلُ الرِّجَاءِ

اللہ تعالیٰ سے امید خیر کی فضیلت

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى اِخْبَارًا عَنِ الْعَبْدِ الصَّالِحِ: (وَاُفَوِّضُ اَمْرِيْۤ اِلَى اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بَصِيْرٌۢ بِالْعِبَادِ فَوَقٰىهُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِ مَا مَكَرُوْا) (غافر، مومن: 44-45)

اللہ تعالیٰ نے اپنے ایک نیک بندے کا قول بیان کرتے ہوئے فرمایا: میں اپنا کام اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتا ہوں۔ یقیناً اللہ بندوں کو دیکھنے والا ہے۔ پس اللہ نے اس کو ان کے مکر کی برائیوں سے بچالیا۔

(443) وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، اَنَّهٗ قَالَ: قَالَ اللّٰهُ - عَزَّوَجَلَّ -: اَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِيْ بِيْ، وَاَنَا مَعَهٗ حَيْثُ يَذْكُرُنِيْ، وَاللّٰهِ، اَللّٰهُ اَفْرَحُ بِتَوْبَةِ عَبْدِهٖ مِنْ اَحَدِكُمْ يَجِدُ ضَالَّتَهٗ بِالْفَلَاةِ، وَمَنْ تَقَرَّبَ اِلَيَّ شِبْرًا، تَقَرَّبْتُ اِلَيْهِ ذِرَاعًا، وَّمَنْ تَقَرَّبَ اِلَيَّ ذِرَاعًا، تَقَرَّبْتُ اِلَيْهِ بَاعًا، وَّاِذَا اَقْبَلَ اِلَيَّ يَمْشِيْ اَقْبَلْتُ اِلَيْهِ اُهَرْوِلُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابو ہریرہ ﷺ سے روایت ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میں اپنے بندے کے گمان کے مطابق ہوتا ہوں۔ میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں۔ جب میرا ذکر کرتا ہے۔ اللہ کی قسم! اللہ اپنے بندے کی توبہ پر تم میں سے کسی کی نسبت زیادہ خوش ہوتا ہے جو اپنی گم شدہ چیز صحرا میں پالے۔ اور جو میری طرف ایک بالشت قریب ہوتا ہے تو میں اس کی طرف ایک ہاتھ قریب ہوتا ہوں اور جو ایک ہاتھ قریب ہوتا ہے میں دو ہاتھ قریب ہوتا ہوں۔ اور جب میری طرف آرام سے چلتے ہوئے متوجہ ہوتا ہے تو میں اس کی طرف دوڑ کر آتا ہوں۔ (متفق علیہ)

وَهٰذَا لَفْظُ اِحْدٰى رِوَايَاتِ مُسْلِمٍ۔ وَتَقَدَّمَ شَرْحُهٗ فِي الْبَابِ قَبْلَهٗ۔ وَرُوِيَ فِي الصَّحِيْحَيْنِ: وَاَنَا مَعَهٗ حِيْنَ يَذْكُرُنِيْ بِالنُّوْنِ، وَفِيْ هٰذِهِ الرِّوَايَةِ حَيْثُ بِالثَّاءِ وَكِلَاهُمَا صَحِيْحٌ.

مسلم کی روایات میں سے یہ ایک روایت کے لفظ یہ ہیں۔ اس کی شرح ایک باب پہلے (412 کے تحت) گزر چکی ہے صحیحین میں مروی انا معه حین یذکرنی کہ میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں۔ جب وہ مجھے یاد کرتا ہے۔ نون کے ساتھ اور اس روایت میں حیث ہے اور دونوں صحیح ہیں۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، کتاب التفسیر، باب قول اللہ تعالیٰ "ویحذرکم اللہ نفسه" ج۹ص۱۲۱ رقم: ۷۴۰۵، صحیح

مسلم، باب فی الحض علی التوبة والفرح بها، ج۸ص۹۱، رقم: ۱۲۸، الابانة الکبریٰ لابن بطة، باب جامع من احادیث الصفات رواها الائمة، ج۲ص۲۸۳، رقم: ۲۶۳۹، مسند امام احمد بن حنبل، مسند ابی هریرة رضی الله عنه، ج۲ص۲۵۱، رقم: ۷۴۱۶، سنن ترمذی، باب فی حسن الظن بالله عزوجل، ج۵ص۵۸۱، رقم: ۳۶۰۳)

شرح حدیث: انوکھی مناجات

حضرت سیِّدُنا ابوسلیمان دارانی قُدِّسَ سِرُّہُ النُّورَانِی اپنی مناجات میں عرض کرتے: اے میرے مولیٰ عَزَّ وَجَلَّ! اگر تونے میرے گناہوں کا مؤاخذہ کیا تو میں تجھ سے بخشش طلب کروں گا۔ اگر تونے میرے بخل کے سبب پوچھ گچھ کی تو میں تجھ سے جود وکرم کا سوال کروں گا۔ اگر تونے نافرمانی پر میرا حساب کتاب لیا تو میں تجھ سے احسان طلب کروں گا۔ اگر تونے مجھے آگ میں داخل کیا تو میں اہلِ دوزخ سے کہوں گا کہ میں رب عَزَّ وَجَلَّ سے محبت کرتا ہوں۔ تو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو آواز آئی: اے ابوسلیمان! ہم تجھے جہنم میں نہیں بلکہ جنت میں داخل کریں گے کہ تو اہلِ جنت کو ہماری محبت کے متعلق بتائے، اہلِ دوزخ کو ہماری محبت سے آگاہ نہ کرے کیونکہ محبت کرنے والوں کا ٹھکانہ جنت اور دشمنوں کا ٹھکانہ جہنم ہے۔

محبت دُلہنوں کی مانند ہے اور اس کا حق مہر جانوں کی قربانی ہے۔ اس کی وجہ سے گردنیں اور سر جھکے رہتے ہیں۔ یہ دلوں پر اپنی تجلّی ڈالتی اور گدلا پن دور کرتی ہے۔ یہ عارف کے لئے نور ہے تو جاہل کے لئے آگ۔ جب محبت کی پاکیزہ شراب اہلِ صفا کو اُکساتی ہے تو اہلِ وفا کے دل حاضر ہو جاتے ہیں۔ پس ذکرِ الٰہی عَزَّ وَجَلَّ اس کا ساز ہے تو توحید باری تعالیٰ اس کا گلدستہ ہے۔ شکر اس کا ترجمان ہے تو ہیبت اس کی پہچان۔ اہلِ محبت کے لئے باغ وصالِ یار کے دروازے کھولے جائیں گے، وہ صبح وشام اس کی نعمتوں سے لطف اندوز ہوں گے، محبوبِ حقیقی عَزَّ وَجَلَّ بلاحجاب اُن پر تجلّی فرمائے گا اور خوش رو ملائکہ ہر دروازے سے ان کے پاس حاضر ہوں گے۔ پس قرآنِ حکیم کی تلاوت کرنے والوں کے لئے خوشخبری اور اچھا ٹھکانہ ہے۔ اور خوف خدا عَزَّ وَجَلَّ رکھنے والے اور برے حساب سے ڈرنے والے جنت میں آراستہ پیراستہ صوفوں سے ٹیک لگائے ہوں گے۔ کیا ہی اچھا ثواب ہے اُن کا۔ (اَلرَّوْضُ الْفَائِق فِی الْمَوَاعِظِ وَالرَّقَائِق صفحہ ۴۹۰)

میں تیری محبت میں کمزور نہیں

حضرت سیِّدُنا عبداللہ بن فضل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں، جب حضرت سیِّدُنا یحیٰی بن معاذ رازی علیہ رحمۃ اللہ الباقی کا انتقال ہوا اور آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو خواب میں دیکھ کر پوچھا گیا: اللہ عَزَّ وَجَلَّ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ فرمایا؟ جواب دیا: اللہ عَزَّ وَجَلَّ نے مجھے بخش دیا۔ پوچھا گیا: کس سبب سے؟ فرمایا: میں اپنی دعا میں عرض کرتا تھا، یا اللہ عَزَّ وَجَلَّ! اگرچہ میں تیری عبادت میں کمزور ہوں مگر تیری محبت میں کمزور نہیں۔ (اَلرَّوْضُ الْفَائِق فِی الْمَوَاعِظِ وَالرَّقَائِق صفحہ ۴۹۲)

(444) وَعَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا: اَنَّهُ سَمِعَ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی وفات سے تین دن قبل

قَبْلَ مَوْتِهِ بِثَلَاثَةِ اَیَّامٍ، یَقُوْلُ: لَا یَمُوْتَنَّ اَحَدُکُمْ اِلَّا وَھُوَ یُحْسِنُ الظَّنَّ بِاللّٰہِ عَزَّوَجَلَّ۔ رَوَاہُ مُسْلِمٌ۔

آپ کا یہ ارشاد پاک سنا آپ نے فرمایا کہ تم میں سے جو بھی مرے اللہ عزوجل سے حسن ظن کے ساتھ ہی مرے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب الامر بحسن الظن باللہ تعالیٰ عند الموت، ج۸ص۱۶۵، رقم: ۷۴۱۰، السنن الکبرٰی للبیہقی، باب المریض یحسن ظنہ باللہ عزوجل ویرجوا رحمتہ، ج۳ص۳۷۸، رقم: ۶۸۰۶، صحیح ابن حبان، باب حسن الظن باللہ تعالیٰ، ج۲ص۴۰۳، رقم: ۶۳۶، مسند امام احمد بن حنبل، مسند جابر بن عبداللہ، ج۳ص۲۹۳، رقم: ۱۴۱۵۷، مسند ابی یعلیٰ، مسند جابر بن عبداللہ، ج۳ص۱۹۲، رقم: ۲۲۹۰)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

صوفیا فرماتے ہیں نیک بختی کی نشانی یہ ہے کہ بندے پر زندگی میں خوفِ خدا غالب ہو اور مرتے وقت امید، نیک کار نیکیاں قبول ہونے کی امید رکھیں اور بدکار معافی کی۔ امید کی حقیقت یہ ہے کہ انسان نیکیاں کرے اور اس کے فضل کا امیدوار رہے، بدکاری کے ساتھ امید رکھنا دھوکا ہے امید نہیں۔ اس حدیث کی بنا پر بعض بزرگوں نے کہا کہ خوف کی عبادت سے امید کی عبادت بہتر ہے۔ (مرأۃ المناجیح، ج۸ ص ۲۲۲)

اللہ عزوجل سے اچھا گمان

حضرت سیدنا حبان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضرتِ سیدنا یزید بن اسود رضی اللہ عنہ کی عیادت کرنے نکلا تو میری ملاقات حضرتِ سیدنا واثلہ بن اسقع سے ہوئی وہ بھی ان کی عیادت کا ارادہ رکھتے تھے۔ جب ہم ان کے پاس پہنچے اور انہوں نے سیدنا واثلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا تو اپنا ہاتھ پھیلا دیا اور ان کی طرف اشارہ کیا۔ حضرتِ سیدنا واثلہ ان کے پاس آکر بیٹھ گئے تو حضرتِ سیدنا یزید رضی اللہ عنہ نے حضرتِ سیدنا واثلہ رضی اللہ عنہ کے دونوں ہاتھ تھام لئے اور انہیں اپنے چہرے پر پھیرنے لگے تو حضرتِ سیدنا واثلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے پوچھا، تمہارا اللہ عزوجل کے ساتھ کیسا گمان ہے؟ تو حضرتِ سیدنا یزید رضی اللہ عنہ نے عرض کیا، خدا کی قسم! مجھے اللہ عزوجل سے اچھا گمان ہے۔ فرمایا، پھر خوش ہو جاؤ کہ میں نے نبی مُکَرَّم، نُورِ مُجَسَّم، رسول اکرم، شہنشاہِ بنی آدم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلَّم کو فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ عزوجل فرماتا ہے کہ میں اپنے بندے کے گمان کے قریب ہوں اگر وہ اچھا گمان کرے تو اس کے لئے ویسا ہی ہے اور اگر وہ برا گمان کرے تو اس کے لئے ویسا ہی ہے۔

(الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان، کتاب الرقائق، باب حسن الظن باللہ، رقم ۶۴۰، ج۲، ص۱۷)

حضرت سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ شہنشاہِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ، صاحبِ معطر پسینہ، باعثِ نُزولِ سکینہ، فیض گنجینہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلَّم نے فرمایا، اللہ عزوجل نے ایک بندے کے بارے میں جہنم کا حکم دیا جب وہ جہنم

کے کنارے پر پہنچا تو رک گیا اور پیچھے مڑ کر دیکھنے لگا اور عرض کرنے لگا، یا رب عزوجل! تیری قسم! میں تو تیرے ساتھ اچھا گمان رکھا کرتا تھا۔ تو اللہ عزوجل فرمائے گا کہ میں اپنے بندے کے ساتھ اس گمان کے مطابق معاملہ کرتا ہوں جو وہ مجھ سے رکھتا ہے۔ (شعب الایمان، باب عیادۃ المریض، فصل فی آداب العیادۃ، رقم ۹۲۳۶، ج ۶، ص ۵۴۶)

حضرتِ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس ذات پاک کی قسم! جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں جب بندہ اللہ عزوجل سے اچھا گمان رکھتا ہے تو اللہ عزوجل اس کے گمان کے مطابق اسے عطا فرماتا ہے کیونکہ تمام بھلائیاں اسی رب عزوجل کے دست قدرت میں ہیں۔ (طبرانی کبیر ابن مسعود، رقم ۸۷۷۲، ج ۹، ص ۱۵۴)

(445) وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُوْلُ: قَالَ اللهُ تَعَالٰى: يَا ابْنَ اٰدَمَ، اِنَّكَ مَا دَعَوْتَنِيْ وَرَجَوْتَنِيْ غَفَرْتُ لَكَ عَلٰى مَا كَانَ مِنْكَ وَلاَ اُبَالِيْ. يَا ابْنَ اٰدَمَ، لَوْ بَلَغَتْ ذُنُوْبُكَ عَنَانَ السَّمَآءِ، ثُمَّ اسْتَغْفَرْتَنِيْ غَفَرْتُ لَكَ وَلاَ اُبَالِيْ. يَا ابْنَ اٰدَمَ، اِنَّكَ لَوْ اَتَيْتَنِيْ بِقُرَابِ الْاَرْضِ خَطَايَا، ثُمَّ لَقِيْتَنِيْ لاَ تُشْرِكُ بِيْ شَيْئًا، لَاَتَيْتُكَ بِقُرَابِهَا مَغْفِرَةً رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: حَدِيْثٌ حَسَنٌ.

حضرت انس ﷺ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ہے۔ اے آدم کے بیٹے تو جب تک مجھے پکارتا رہے گا اور میری امید رکھے گا تو میں تجھ کو بخشتا رہوں گا۔ تیرے عمل جیسے ہی ہوں مجھے اس کی پرواہ نہیں۔ اے آدم کے بیٹے اگر تیرے گناہ آسمان کے کنارہ تک جا پہنچیں۔ پھر تو مجھ سے مغفرت طلب کرے تو میں تجھے بخش دوں گا اور مجھے اس کی کوئی پرواہ نہیں۔ اے آدم کے بیٹے اگر تو میرے پاس زمین بھر کے گناہ لے کر آئے گا۔ بشرطیکہ تو میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کرتا ہو تو میں اس کی زمین بھر تیرے پاس مغفرت لاؤں گا۔ اسے ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن ہے۔

عَنَانُ السَّمَآءِ بِفَتْحِ الْعَيْنِ، قِيْلَ: هُوَ مَا عَنَّ لَكَ مِنْهَا، اَيْ: ظَهَرَ اِذَا رَفَعْتَ رَاْسَكَ، وَقِيْلَ: هُوَ السَّحَابُ. وَ قُرَابُ الْاَرْضِ بِضَمِّ الْقَافِ، وَقِيْلَ: بِكَسْرِهَا، وَالضَّمُّ اَصَحُّ وَاَشْهَرُ، وَهُوَ: مَا يُقَارِبُ مِلْاَهَا، وَاللهُ اَعْلَمُ.

عِنَانُ السَّمَآءِ: عین پر زبر کے ساتھ کہا گیا آسمان کا جو حصہ تیرے سامنے ہو جب تو سر اٹھائے۔ بعض نے اس کا معنی بادل مراد لیا۔ قِرَابُ الْاَرْضِ: قاف پر پیش اور زیر کے ساتھ۔ پیش زیادہ صحیح اور مشہور ہے یعنی جو زمین بھر کے قریب ہو اور اللہ ہی زیادہ علم والا ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب فی فضل التوبۃ والاستغفار، ج۵ص۵۲۸، رقم: ۳۵۴۰، المعجم الاوسط للطبرانی، من اسمہ محمد، ج۵ص۳۳۶، رقم: ۵۴۸۳، سنن الدارمی، باب اذا تقرب العبد الی اللہ، ج۲ص۴۱۴، رقم: ۲۷۸۸، مسند امام احمد، حدیث المشائخ عن ابی بن عارم، ج۵ص۱۶۷، رقم: ۲۱۵۱۰)

شرح حدیث: اللہ عزوجل سے استغفار کرے

امیر المومنین حضرتِ سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں وہ شخص ہوں کہ جب نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجوَر، سلطانِ بَحر و بَر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلَّم سے حدیث سنتا ہوں تو اللہ عزوجل مجھے اس سے جتنا چاہے نفع دے دیتا ہے اور جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے کوئی صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ مجھے کوئی حدیث سناتے ہیں تو میں ان سے حلف لے لیتا ہوں اور جب وہ حلف اٹھا لیتے ہیں تو میں ان کی تصدیق کرتا ہوں اور مجھے حضرتِ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حدیث سنائی اور انہوں نے سچ فرمایا کہ میں نے مدنی آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ جو بندہ گناہ کر بیٹھے پھر احسن طریقے سے وضو کرے پھر کھڑے ہو کر دو رکعتیں ادا کرے پھر اللہ عزوجل سے استغفار کرے تو اسکی مغفرت کر دی جاتی ہے۔ پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے یہ آیت مبارکہ تلاوت فرمائی:

وَالَّذِيْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً اَوْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ ۠

ترجمہ کنز الایمان: اور وہ کہ جب کوئی بے حیائی یا اپنی جانوں پر ظلم کریں اللہ کو یاد کر کے اپنے گناہوں کی معافی چاہیں۔ (پ ۴، آل عمران: ۱۳۵) (ترمذی، کتاب الصلوۃ ما جاء فی الصلوۃ عند التوبہ، رقم ۴۰۶، ج۱، ص ۴۱۴ بتغیر)

حضرتِ سیّدنا سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، حضور نبیِّ کریم، رء وف رحیم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عظمت نشان ہے: اللہ عَزَّ وَجَلَّ نے زمین و آسمان کی تخلیق کے دن سو رحمتیں پیدا فرمائیں۔ ہر رحمت زمین و آسمان کے درمیان تہہ در تہہ رکھ دی گئی ہے۔ ان میں سے ایک رحمت زمین پر نازل ہوئی۔ اسی سے والدہ اپنی اولاد پر، وحشی درندے اور پرندے ایک دوسرے پر مہربان ہوتے ہیں، یہاں تک کہ گھوڑا اپنا پاؤں اپنے بچے سے دور کر لیتا ہے کہ کہیں اسے چوٹ نہ لگ جائے۔ جب قیامت کا دن ہوگا تو اللہ عَزَّ وَجَلَّ اس رحمت کو دوسری ننانوے (99) رحمتوں میں ملا کر سو مکمل فرمادے گا اور بروزِ قیامت اس سے اپنے بندوں پر رحم فرمائے گا۔

(صحیح مسلم، کتاب التوبۃ، باب فی سعۃ رحمۃ اللہ۔۔۔۔۔۔الخ، الحدیث ۵۳/ ۲۷۵۲، ص ۱۱۵۵)

53-بَابُ الْجَمْعِ بَيْنَ الْخَوْفِ وَالرَّجَاءِ — اللہ تعالیٰ سے خوف و امید کو جمع کرنا

اِعْلَمْ اَنَّ الْمُخْتَارَ لِلْعَبْدِ فِيْ حَالِ صِحَّتِهٖ اَنْ يَّكُوْنَ خَائِفًا رَّاجِيًا، وَيَكُوْنَ خَوْفُهٗ وَرَجَاؤُهٗ سَوَاءً

تمہیں علم ہونا چاہئے کہ حالت صحت میں بندے کی پسندیدہ حالت یہ ہے کہ ڈرنے والا ہو رحمت کی امید

وَفِيْ حَالِ الْمَرَضِ يُمَحِّضُ الرَّجَاءُ، وَقَوَاعِدُ الشَّرْعِ مِنْ نُصُوْصِ الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ وَغَيْرِ ذٰلِكَ مُتَظَاهِرَةٌ عَلٰى ذٰلِكَ.

رکھنے والا ہو اور اس کے امید و خوف دونوں برابر ہوں اور حالت مرض میں خالص امید رکھے۔ نصوص قرآن وسنت وغیرہ سے قواعد شرع اس پر متفق ہیں۔

شرح: خوف اور اُمید دونوں کا پایا جانا ضروری ہے

(پھر فرمایا) نجات مُنْحصر ہے اس بات پر کہ ایک ایک عقیدہ اہلِ سنت و جماعت کا ایسا پختہ (یعنی مضبوط) ہو کہ آسمان وزمین ٹل (یعنی جگہ سے ہٹ) جائیں اور وہ نہ ٹلے، پھر اس کے ساتھ ہر وقت خوف لگا ہو۔

سلبِ ایمان کا خوف

علمائے کرام فرماتے ہیں جس کو سلبِ ایمان کا خوف نہ ہو مرتے وقت اُس کا ایمان سلب ہو جانے کا اندیشہ ہے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خوفِ خدا عزوجل

سیدنا عمر فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں اگر آسمان سے ندا کی جائے کہ تمام روئے زمین کے آدمی بخش دیئے گئے مگر ایک شخص، تو میں خوف کروں گا کہ وہ شخص میں ہی نہ ہوں۔ اور اگر ندا کی جائے روئے زمین کے تمام آدمی دوزخی ہیں سوائے ایک شخص کے، تو میں امید کروں گا کہ وہ شخص میں ہی نہ ہوں۔

(احیاء علوم الدین، کتاب الخوف، بیان ان الافضل ہو غلبۃ الخوف۔۔۔۔۔۔الخ، ج ۴، ص ۲۰۲)

خوف و رجا کا مرتبہ ایسا مُعتدِل ہونا چاہیے۔

(پھر فرمایا) خیر یہ تو حصہ عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا تھا لیکن کم سے کم ہر مسلمان کو اتنا تو ہونا ہی چاہیے کہ صحت وتندرستی کے وقت خوف غالب ہو اور مرتے وقت رِجا۔ (یعنی اُمید)

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (فَلَا يَأْمَنُ مَكْرَ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْخٰسِرُوْنَ) (الأعراف: 99).

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اللہ کی خفیہ تدبیر سے صرف خسارے والے لوگ بے خوف ہوتے ہیں۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (اِنَّهٗ لَا يَيْاَسُ مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْكٰفِرُوْنَ) (یوسف: 87)

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اللہ کی رحمت سے بے امید صرف کافر لوگ ہوتے ہیں۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (يَوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوْهٌ وَّتَسْوَدُّ وُجُوْهٌ) (آل عمران: 106).

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اس دن کچھ چہرے سفید ہوں گے اور کچھ چہرے سیاہ ہوں گے۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (اِنَّ رَبَّكَ لَسَرِيْعُ الْعِقَابِ وَاِنَّهٗ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ) (الأعراف: 166).

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: یقیناً تیرا ربّ جلد سزا دینے والا ہے۔ اور وہ ضرور بخشنے والا مہربان ہے۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِيْ نَعِيْمٍ وَّاِنَّ الْفُجَّارَ لَفِيْ جَحِيْمٍ) (الانفطار: 13-14).

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: نیک لوگ یقینا نعمتوں میں ہوں گے اور نافرماں لوگ ضرور جہنم میں ہوں گے۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (فَاَمَّا مَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ فَهُوَ فِيْ عِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ وَّاَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُمُّهٗ هَاوِيَةٌ) (القارعة: 6-9)

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: جس کے اعمال صالحہ کے ترازو بھاری ہوئے تو وہ پسندیدہ زندگی میں ہوگا اور جس کے وزن ہلکے ہوئے اس کا انجام ھاویہ (جہنم کی وادی کا نام) ہے۔

وَالْاٰيَاتُ فِيْ هٰذَا الْمَعْنٰى كَثِيْرَةٌ. فَيَجْتَمِعُ الْخَوْفُ وَالرَّجَاءُ فِيْ اٰيَتَيْنِ مُقْتَرِنَتَيْنِ اَوْ اٰيَاتٍ اَوْ اٰيَةٍ.

اس معنی میں آیات بہ کثرت ہیں۔ تو خوف وامید ایک دو یا زیادہ آیات میں اکٹھا آتا ہے۔

(446) وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: لَوْ يَعْلَمُ الْمُؤْمِنُ مَا عِنْدَ اللّٰهِ مِنَ الْعُقُوْبَةِ، مَا طَمِعَ بِجَنَّتِهٖ اَحَدٌ، وَّلَوْ يَعْلَمُ الْكَافِرُ مَا عِنْدَ اللّٰهِ مِنَ الرَّحْمَةِ، مَا قَنَطَ مِنْ جَنَّتِهٖ اَحَدٌ رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے فرمایا: اگر ایمان دار اللہ کی سزا کو جانے تو اس کی جنت کی خواہش کوئی نہ کرے۔ اور اگر کافر اللہ کی رحمت کو جان لے تو اس کی رحمت کی جنت سے کوئی مایوس نہ ہو۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب فی سعة رحمة الله تعالی وانها سبقت غضبه، ج۸ص۹۷، رقم: ۱۵۵، سنن ترمذی، باب خلق الله مائة رحمة، ج۵ص۵۴۹، رقم: ۳۵۴۲، صحیح ابن حبان، باب الخوف والتقوی، ج۲ص۳۳۲، رقم: ۶۵۶، مسند امام احمد بن حنبل، مسند ابی هريرة رضی الله عنه، ج۲ص۳۳۴، رقم: ۸۳۹۶، مسند البزار، مسند ابی هريرة، ج۲ص۳۲۷، رقم: ۸۳۳۱)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اس میں رب تعالیٰ کی انتہائی رحمت وعذاب کا ذکر ہے یعنی اس قدر بیان کرنے کے باوجود اللہ تعالیٰ کی وسعت رحمت وعذاب کسی کے خیال میں نہیں آسکتی، اگر ان کی حقیقت معلوم ہوجائے تو عذاب دیکھ کر مومن کی آس ٹوٹ جائے اور اس کی رحمت میں غور کرکے کافر کے پاس جاتی رہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ نیک کار کو بھولنا نہ چاہیئے کیونکہ اللہ جبار وقہار ہے اور گنہگار کو مایوس نہ ہونا چاہیئے کیونکہ اللہ ستار وغفار ہے۔ حضرت عمر فرماتے ہیں اگر قیامت میں رب اعلان فرمائے کہ صرف ایک ہی بندہ جنتی ہے تو مجھے امید ہوکہ شائد میں ہی ہوں گا اور اگر اعلان ہوجائے کہ صرف ایک ہی بندہ دوزخی ہے تو مجھے خطرہ ہوگا کہ وہ میں ہی ہوں۔ صوفیاء فرماتے ہیں کہ بندہ پر زندگی میں خوف غالب چاہیئے اور مرتے وقت امید۔

(مرآۃ المناجیح، ج۳، ص۵۹)

مؤمنین سے استفسار

حضرت سیدنا انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ مَحبوبِ رَبُّ العزت، مُحسنِ انسانیت عزوجل وصلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم ایک نوجوان کے پاس تشریف لے گئے جس پر نزع کا عالم طاری تھا، شہنشاہِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم نے اس سے دریافت فرمایا کیسا محسوس کررہے ہو؟ اس نے عرض کی میں اللہ عزوجل سے امید رکھتا ہوں اور اپنے گناہوں پر خوفزدہ ہوں۔ تو صاحبِ معطر پسینہ، باعثِ نُزولِ سکینہ، فیض گنجینہ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشادفرمایا: ایسے وقت میں جب بندے کے دل میں یہ دو چیزیں جمع ہوجائیں تو اللہ عزوجل اس کی اُمید پوری فرمادیتا ہے اور اس کے خوف سے اسے امن عطا فرماتا ہے۔

(جامع الترمذی، ابواب الجنائز، باب الرجاء باللہ والخوف ۔۔۔۔۔۔ الخ، الحدیث: ۹۸۳، ص ۱۷۴۵)

نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم کا فرمانِ عالیشان ہے: اگر تم چاہو تو میں تمہیں بتاؤں کہ قیامت کے دن اللہ عزوجل سب سے پہلے مؤمنین سے کیا فرمائے گا اور مؤمنین اللہ عزوجل کی بارگاہ میں کیا عرض کریں گے؟ ہم نے عرض کی یارسول اللہ عزوجل وصلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم! ہمیں ضرور بتایئے۔ تو آپ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشادفرمایا: اللہ عزوجل مؤمنین سے استفسار فرمائے گا: کیا تم مجھ سے ملاقات کرنا پسند کرتے تھے؟ وہ عرض کریں گے جی ہاں! اے ہمارے رب عزوجل! تو وہ دوبارہ ان سے دریافت کریگا، کیوں؟ مؤمنین عرض کریں گے ہم تجھ سے عفو اور مغفرت کی اُمید رکھتے تھے۔ تو اللہ عزوجل ارشاد فرمائے گا: تو پھر تمہاری بخشش میرے ذمۂ کرم پر ہے۔

(المسند للامام احمد بن حنبل، مسند الانصار، الحدیث: ۲۲۱۳۳، ج ۸، ص ۲۴۹)

خوفِ خدا عزوجل کی بہترین مثال

ایک مرتبہ رحمتِ عالم، نورِ مجسم، شاہِ بنی آدم صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم کے والد محترم حضرت سیدنا عبداللہ بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہیں سفر پر جارہے تھے کہ راستے میں ایک یہودی عورت ملی جو اپنے مذہب کی کتابوں کو خوب جانتی تھی اور وہ کاہنہ بھی تھی، اس کا نام فاطمہ بنت مُرّ تھا، بہت زیادہ حسین وجمیل اور پارسا تھی، لوگ اس سے شادی کی خواہش کرتے تھے، حسن وخوبصورتی میں اس کا بہت چرچا تھا، جب اس کی نظر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر پڑی تو اسے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پیشانی میں نورِ نبوت چمکتا ہوا نظر آیا، وہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قریب آکر کہنے لگی: اے نوجوان! اگر تو مجھ سے ابھی مباشرت کرلے تو میں تجھے سو اونٹ دوں گی۔ یہ سن کر عفت وحیا کے پیکر حضرت سیدنا عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: مجھے حرام کام میں پڑنے سے موت زیادہ عزیز ہے اور حلال کام تیرے پاس نہیں یعنی تو میرے لئے حلال نہیں پھر میں تیری خواہش کیسے پوری کرسکتا ہوں۔

پھر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ واپس گھر تشریف لائے اور حضرت سیدتنا آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے صحبت فرمائی۔ چند

دنوں کے بعد ایک مرتبہ پھر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ملاقات اس عورت سے ہوئی، اس نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چہرہ انور پر نور نبوت نہ پا کر پوچھا: تم نے مجھ سے جدا ہونے کے بعد کیا کیا؟ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: میں اپنی زوجہ کے پاس گیا اور اس سے مباشرت کی۔ یہ سن کر وہ بولی: خداعزوجل کی قسم! میں بدکارہ نہیں لیکن میں نے تمہارے چہرے پر نورِ نبوت دیکھا تو میں نے چاہا کہ وہ نور مجھے مل جائے مگر اللہ عزوجل کو کچھ اور ہی منظور تھا اس نے جہاں چاہا اس نور کو رکھا۔ جب یہ بات لوگوں کو معلوم ہوئی تو انہوں نے اس عورت سے پوچھا: کیا واقعی عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تجھے قبول نہ کیا، کیا تو نے اسے اپنی طرف دعوت دی تھی؟ یہ سن کر اس نے چند اشعار پڑھے، جن کا ترجمہ یہ ہے:

میں نے ایک بجلی دیکھی جس نے سیاہ بادلوں کو بھی جگمگا دیا، اس بجلی میں ایسا نور تھا جو سارے ماحول کو چودھویں کے چاند کی طرح روشن کر رہا تھا، میں نے چاہا کہ اس نور کو حاصل کرلوں تاکہ اس پر فخر کرتی رہوں مگر ہر پتھر کی رگڑ سے آگ پیدا نہیں ہوتی مگر اے عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ! وہ زُہری عورت (یعنی حضرت سیدتنا آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا) بڑی نصیب والی ہے جس نے تیرے دونوں کپڑے لے لئے وہ کیا جانے کہ اس نے کتنی عظیم چیز حاصل کر لی ہے۔ (یعنی حضرت سیدتنا آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے تم سے وہ شہزادہ حاصل کرلیا جس کے وجود پر دو چادریں ہیں: ایک حکومت کی اور دوسری نبوت کی) وہ عورت اکثر یہ اشعار پڑھا کرتی تھی۔

(اس واقعہ سے رحمتِ عالم، نورِ مجسّم شاہِ بنی آدم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کے والدِ محترم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خوف خدا کا بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ ایک نوجوان کو حسین وجمیل مال دار عورت گناہ کی دعوت دے اور صرف گناہ کی دعوت ہی نہیں بلکہ سو اونٹ بھی ساتھ دے لیکن پھر وہ غیرت مند اور عفت وحیا کا پیکر اپنی عزت کو محفوظ رکھنے کے لئے اس کی طرف بالکل بھی توجہ نہ دے اور اس کی دعوت کو ٹھکرا دے، تو کیا یہ عمل پاکدامنی، تقوی، پرہیزگاری اور خوفِ خداعزوجل کی ایک اعلیٰ ترین مثال نہیں؟ یقیناً یہ خوف خداعزوجل کی بہترین مثال ہے، ایسے مردِ مؤمن کی پاکدامنی پر کروڑوں سلام۔

(447) وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِنِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: اِذَا وُضِعَتِ الْجَنَازَةُ وَاحْتَمَلَهَا النَّاسُ اَوِ الرِّجَالُ عَلٰی اَعْنَاقِهِمْ، فَاِنْ كَانَتْ صَالِحَةً، قَالَتْ: قَدِّمُوْنِیْ قَدِّمُوْنِیْ، وَاِنْ كَانَتْ غَیْرَ صَالِحَةٍ، قَالَتْ: یَا وَیْلَهَا! اَیْنَ تَذْهَبُوْنَ بِهَا؟ یَسْمَعُ صَوْتَهَا كُلُّ شَیْءٍ اِلَّا الْاِنْسَانُ، وَلَوْ سَمِعَهُ صَعِقَ رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ۔

حضرت ابوسعید خدری ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب جنازہ تیار ہوجاتا ہے اور لوگ یا آدمی اس کو کندھوں پر اٹھالیتے ہیں اگر نیک ہوتو وہ کہتا ہے مجھے آگے لے جاؤ مجھے آگے لے جاؤ اور اگر نیک نہ ہوتو کہتا ہے ہائے افسوس مجھے کہاں لے جاتے ہو۔ انسان کے سوا ہر چیز اس کی آواز سنتی ہے۔ اگر انسان اس کو سن لے تو بے ہوش ہوجائے۔ (بخاری)

تخریج حدیث: (صحیح البخاری، باب کلام المیت علی الجنازۃ، ج۲ص۱۰۰، رقم: ۱۳۸۰ سنن الکبری للبیھقی، باب

الاسراع فی المشی بالجنازۃ، ج۴ص۲۱، رقم: ۷۰۹۳، سنن الکبرٰی للنسائی، باب السرعۃ بالجنازۃ، ج۱ص۶۲۲، رقم: ۲۰۳۶، صحیح ابن حبان، باب المریض وما یتعلق بہ، ج۵ص۳۷۸، رقم: ۳۱۱۱، مسند امام احمد بن حنبل، مسند ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ، ج۳ص۲۹۲، رقم: ۹۰۱۷)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

جنازے سے مراد میت ہے اور اس کے رکھے جانے سے مراد گھر سے باہر نکال کر لوگوں کے سامنے قبرستان لے جانے کے لیے رکھا جانا ہے۔ ظاہر یہی ہے کہ مردہ بزبان قال یہ گفتگو کرتا ہے کیونکہ اسے نزع میں ہی اپنے آئندہ حال کا پتہ چل جاتا ہے، اب اسے یہاں ٹھہرنا وبال معلوم ہوتا ہے اس لیے کہتا ہے جلدی پہنچاؤ۔ اس سے معلوم ہوا کہ اس حالت ہی میں جسم میں جان پڑ چکی ہوتی ہے اور بعد موت مردہ بولتا بھی ہے، سنتا بھی ہے جیسا کہ باب عذاب قبر میں گزر چکا کہ مردہ چلنے والوں کے جوتوں کی آہٹ سنتا ہے۔ احمد، طبرانی، ابن ابی دنیا، معروزی، اور ابن مندہ نے ابوسعید خدری سے روایت کی کہ میت اپنے غسل دینے والے، اٹھانے والے، کفن دینے والے اور قبر میں اتارنے والے سب کو پہنچانتا ہے۔ (مرقات)

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ مردے کی یہ گفتگو زبان قال سے آواز کے ساتھ ہی ہوتی ہے جسے جانور فرشتہ کنکر، پتھر سب سنتے ہیں انسان کو اس لیے نہ سنائی گئی کہ اولاً تو اس میں اس آواز کی برداشت کی طاقت نہیں۔ دوسرے اس پر ایمان بالغیب لازم ہے اگر وہ آواز سن لے تو ایمان بالغیب نہ رہے۔ (مراٰۃ المناجیح، ج ۲، ص ۸۷۰)

(448) وَ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَلْجَنَّةُ اَقْرَبُ اِلٰى اَحَدِكُمْ مِنْ شِرَاكِ نَعْلِهٖ، وَالنَّارُ مِثْلُ ذٰلِكَ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

حضرت ابن مسعود ﷛ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ جنت تم میں سے کسی کے جوتے کے تسمے سے بھی زیادہ قریب ہے۔ اور آگ بھی اس طرح۔ (بخاری)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب الجنۃ اقرب الی احدکم من شراک نعلہ، ج۸ص۱۰۲، رقم: ۶۴۸۸، السنن الکبرٰی للبیہقی، باب ما ینبغی لکل مسلم ان یستعملہ من قصر الامل، ج۳ص۳۶۸، رقم: ۶۴۳۹، صحیح ابن حبان، باب الخوف والتقوٰی، ج۲ص۳۳۶، رقم: ۶۶۱، مسند امام احمد، مسند عبداللہ بن مسعود، ج۱ص۲۸۷، رقم: ۳۶۶۷، مسند البزار، مسند عبداللہ بن مسعود، ج۱ص۲۷۷، رقم: ۱۶۶۳)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اس طرح کہ کبھی منہ سے ایک بری بات نکل جاتی ہے تو ساری عمر کی نیکیاں برباد ہو جاتی ہیں اور بندہ دوزخی ہو جاتا ہے اور کبھی منہ سے ایک بات اچھی نکل جاتی ہے جو رب کو پسند ہو اس سے بندہ کے عمر بھر کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں اور وہ جنتی ہو جاتا ہے۔ غرضکہ ایک لفظ میں جنت و دوزخ ہے، چونکہ جنت و دوزخ اپنے عمل سے ملتی ہیں اور ان کے راستے عمل کے

قدموں سے طے ہوتے ہیں اس لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قرب کو جوتے کے تسمے سے تشبیہ دی یعنی ایک قدم میں جنت ہے اور ایک قدم میں دوزخ۔ (مرأۃ المناجیح، ج ۳، ص ۵۹۱)

پاس بیٹھنے والوں کو ہنساتا ہے

حضرت سیِّدُنا بلال بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں، سرکارِ والا تبار، ہم بے کسوں کے مددگار، شفیعِ روزِ شُمار صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: کوئی شخص اللہ عَزَّ وَجَلَّ کی رضا والا ایسا کلمہ کہتا ہے جس کے بارے میں اس کا خیال نہیں ہوتا کہ وہ کس بلندی تک پہنچے گا مگر اس کی وجہ سے اللہ عَزَّ وَجَلَّ قیامت تک اس کے لئے اپنی رضا لکھ دیتا ہے اور کوئی آدمی اللہ عَزَّ وَجَلَّ کی ناراضگی والا ایک کلمہ کہتا ہے، حالانکہ وہ شخص اسے معمولی سمجھتا ہے لیکن اللہ عَزَّ وَجَلَّ اس کے سبب قیامت تک اس کے لئے ناراضگی لکھ دیتا ہے۔

(موسوعۃ لابن ابی الدنیا، کتاب الصَّمت وآداب اللِّسان، باب النھی عن فضول الکلام والخوض فی الباطل، الحدیث ۷۰، ج ۷، ص ۶۷۔۶۸)

(امام غزالی علیہ رحمۃ اللہ الوالی فرماتے ہیں کہ) حضرت سیِّدُنا علقمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے تھے: حضرت سیِّدُنا بلال بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس روایت نے مجھے اکثر باتوں سے روکا ہے کہ تاجدارِ رسالت، شہنشاہِ نبوت صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: ایک شخص ایسی بات کہتا ہے جس کے ذریعے اپنے پاس بیٹھنے والوں کو ہنساتا ہے مگر وہ اس کے باعث ثریا (ستارے) سے بھی زیادہ دور جا گرتا ہے۔

(الموسوعۃ لابن ابی الدنیا، کتاب الصَّمت وآداب اللِّسان، باب النھی عن فضول الکلام، الحدیث ۷۱، ج ۷، ص ۶۸۔۶۹)

54-بَابُ فَضْلِ الْبُكَاءِ مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ تَعَالٰى وَشَوْقًا اِلَيْهِ

اللہ تعالیٰ کے خوف اور اس شوق کے سبب رونے کی فضیلت

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (وَيَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ يَبْكُوْنَ وَيَزِيْدُهُمْ خُشُوْعًا) (الإسراء: 109).

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: وہ ٹھوڑیوں کے بل روتے ہوئے گرتے ہیں اور ان کے خشوع میں (قرآن) اضافہ کردیتا ہے۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (اَفَمِنْ هٰذَا الْحَدِيْثِ تَعْجَبُوْنَ وَتَضْحَكُوْنَ وَلَا تَبْكُوْنَ) (النجم: 59).

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: کیا تم اس بات سے تعجب کرتے اور ہنستے ہو اور روتے نہیں۔

(449) وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ لِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اِقْرَاْ عَلَيَّ الْقُرْاٰنَ قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، اَقْرَاُ عَلَيْكَ،

حضرت ابن مسعود ﷺ سے روایت ہے۔ مجھے نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: مجھ پر قرآن پڑھ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! کیا میں آپ پر پڑھوں حالانکہ آپ پر

وَعَلَيْكَ أُنْزِلَ؟! قَالَ: اِنِّيْ أُحِبُّ اَنْ اَسْمَعَهُ مِنْ غَيْرِيْ فَقَرَأْتُ عَلَيْهِ سُوْرَةَ النِّسَآءِ حَتّٰى جِئْتُ اِلٰى هٰذِهِ الْاٰيَةِ: (فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ بِشَهِيْدٍ وَّجِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰؤُلَآءِ شَهِيْدًا) (النساء: 41) قَالَ: حَسْبُكَ الْاٰنَ فَالْتَفَتُّ اِلَيْهِ فَاِذَا عَيْنَاهُ تَذْرِفَانِ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

نازل ہوا: فرمایا میں دوسرے سے سننا پسند کرتا ہوں۔ تو میں نے آپ پر سورۃ النساء پڑھنی شروع کر دی۔ یہاں تک کہ اس آیت پر پہنچا۔ ''اس وقت کیسا منظر ہوگا' جب ہم ہر امت سے ایک گواہ لائیں گے اور آپ کو ان پر گواہ بنا لائیں گے''۔ تو آپ نے فرمایا: تجھے کافی ہے۔ میں متوجہ ہوا تو آپ کی چشمانِ مقدس سے آنسو جاری تھے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح البخاری، باب قول المقری للقاری حسبك، ج٦ص١١٦، رقم: ٥٠٥٠، صحیح مسلم، باب فضل استماع القرآن وطلب القرأة، ج٢ص١٩٦، رقم: ١٩٠٥، سنن ابوداؤد، باب فی القصص، ج٣ص٣٦٣، رقم: ٣٦٦٠، سنن ترمذی، باب ومن سورة النساء، ج٥ص٢٢٨، رقم: ٣٠٢٥، صحیح ابن حبان، باب قرأة القرآن، ج٣ص٩، رقم: ٩٣٥)

شرح حدیث: آنسو زمین پر

حضرتِ سیدنا اَنس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے کہ آقائے مظلوم، سرورِ معصوم، حسنِ اخلاق کے پیکر، نبیوں کے تاجور، مَحبوبِ رَبِّ اکبر صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلَّم نے فرمایا کہ جو اللہ عزوجل کو یاد کرے اور اس کی آنکھیں خوفِ خدا عزوجل سے بہنا شروع کر دیں یہاں تک کہ اس کے آنسو زمین پر جا گریں تو اس شخص کو بروزِ قیامت عذاب نہیں دیا جائے گا۔ (مستدرک، کتاب التوبہ، باب لایلج النار احد بکی من خشیۃ اللہ، رقم ۷۷۴۲، ج۵، ص۳۶۹)

حضرتِ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے نبی مُکَرَّم، نُورِ مُجسَّم، رسول اکرم، شہنشاہِ بنی آدم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلَّم کو فرماتے ہوئے سنا کہ دو آنکھوں کو جہنم کی آگ نہ چھو سکے گی، ایک وہ آنکھ جو اللہ عزوجل کی راہ میں رات کو پہرہ دے اور دوسری وہ آنکھ جو اللہ عزوجل کے خوف سے روئے۔

(مجمع الزوائد، کتاب الجہاد، باب الحرس فی سبیل اللہ، رقم ۹۴۸۹، ج۵، ص۵۲۴)

حضرتِ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے شہنشاہِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ، صاحبِ معطر پسینہ، باعثِ نُزولِ سکینہ، فیض گنجینہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلَّم کو فرماتے ہوئے سنا کہ دو آنکھوں کو جہنم کی آگ نہ چھو سکے گی، ایک وہ آنکھ جو اللہ عزوجل کے خوف سے روئے اور دوسری وہ آنکھ جو اللہ عزوجل کی راہ میں رات کو پہرہ دے۔

(جامع الترمذی، کتاب فضائل الجہاد، باب فی الحرس فی سبیل اللہ، رقم ۱۶۴۵، ج۳، ص۲۳۹)

ایک روایت میں ہے کہ دو آنکھوں تک جہنم کی آگ کا پہنچنا حرام ہے ایک وہ آنکھ جو اللہ عزوجل کے خوف سے روئے اور دوسری وہ آنکھ جو اسلام اور مسلمانوں کی کفار سے حفاظت میں رات بسر کرے۔

(المستدرک، کتاب الجھاد، باب ثلاثۃ اعین لاتمسھا النار، رقم ۲۴۷۷، ج ۲، ص ۴۰۳)

حضرتِ سیدنا ابو ریحانہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہٖ وسلَّم نے فرمایا کہ اللہ عزوجل کے خوف سے آنسو بہانے یا رونے والی آنکھ پر جہنم حرام ہے اور اللہ عزوجل کی راہ میں پہرہ دینے والی آنکھ پر جہنم حرام ہے اور آپ صلی اللہ علیہ نے ایک تیسری آنکھ کا تذکرہ بھی فرمایا تھا۔

(الترغیب والترھیب، کتاب التوبۃ والزھد، باب الترغیب فی البکاء، رقم ۳، ج ۴، ص ۱۱۴)

حضرتِ سیدنا عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضورِ پاک، صاحبِ لَولاک، سیّاحِ افلاک صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہٖ وسلَّم کو فرماتے ہوئے سنا کہ دو آنکھوں کو جہنم کی آگ نہ چھوئے گی، ایک وہ آنکھ جو رات کے پہر میں اللہ عزوجل کے خوف سے روئے اور دوسری وہ آنکھ جو اللہ عزوجل کی راہ میں پہرہ دیتے ہوئے رات گزارے۔

(مجمع الزوائد، کتاب الجھاد، باب الحرس فی سبیل اللہ، رقم ۹۴۸۹، ج ۵، ص ۵۲۳)

(450) وَعَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ، قَالَ: خَطَبَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ خُطْبَۃً مَّا سَمِعْتُ مِثْلَھَا قَطُّ. فَقَالَ: لَوْ تَعْلَمُوْنَ مَا اَعْلَمُ، لَضَحِکْتُمْ قَلِیْلًا وَّلَبَکَیْتُمْ کَثِیْرًا قَالَ: فَغَطّٰی اَصْحَابُ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وُجُوْھَھُمْ، وَلَھُمْ خَنِیْنٌ. مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ. وَسَبَقَ بَیَانُہٗ فِیْ بَابِ الْخَوْفِ.

حضرت انس ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں ایک بار خطبہ دیا کہ اس جیسا میں نے کبھی نہ سنا آپ نے ارشاد فرمایا: اگر تم وہ جان لو جو میں جانتا ہوں تو تم ہنسو کم اور روؤ زیادہ۔ تو رسول اللہ ﷺ کے صحابہ نے چہرے ڈھانپ لیے اور ان کے رونے کی آواز آتی تھی۔ (متفق علیہ) اس کا بیان باب الخوف میں اس سے پہلے گزر چکا ہے۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب الصدقۃ فی الکسوف، ج۲ص۳۴ رقم: ۱۰۴۴ صحیح مسلم، باب توقیرہ صلی اللہ علیہ وسلم وترك اکثر سؤالہ عما لا ضرورۃ الیہ، ج۲ص۹۲ رقم: ۶۲۶۸ السنن الکبرٰی للبیھقی، باب ما کان مطالبا برویۃ مشاھدۃ الحق، ج۷ص۵۲ رقم: ۱۳۴۱۸ المستدرك للحاکم، کتاب الفتن والملاحم، ج۴ص۵۸۶ رقم: ۸۶۳۳ المعجم الکبیر للطبرانی، من اسمہ سمرۃ بن جندب الفزاری، ج۷ص۲۴۴ رقم: ۷۰۲۱)

شرح حدیث: آگ کے سمندر

حضرتِ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی:

اَفَمِنْ ھٰذَا الْحَدِیْثِ تَعْجَبُوْنَ O وَ تَضْحَکُوْنَ وَلَا تَبْکُوْنَ O

ترجمہ کنزالایمان: تو کیا اس بات سے تم تعجب کرتے ہو اور ہنستے ہو اور روتے نہیں۔ (پ27، النجم: 59،60)

تو اصحاب صفہ رضی اللہ عنہم اتنا روئے کہ ان کے آنسو انکے رخساروں پر بہنے لگے۔ جب رسول اللہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ

ؤالہٖ وسلّم نے ان کے رونے کی آواز سنی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان کے ساتھ رونے لگے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو روتا ہوا دیکھ کر ہم بھی رونے لگے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جو بندہ اللہ عزوجل کے خوف سے روئے گا جہنم میں داخل نہیں ہوگا اور گناہ پر اصرار کرنے والا جنت میں داخل نہ ہوگا اور اگر لوگ گناہ نہ کریں تو اللہ عزوجل ایسی قوم کو لائے گا جو گناہ کریں گے پھر اللہ عزوجل ان کی مغفرت فرمادے گا۔

(شعب الایمان، باب فی الخوف من اللہ، رقم ۷۹۸، ج۱، ص ۴۸۹)

حضرتِ سیدنا زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں کس چیز کے ذریعے جہنم سے بچ سکتا ہوں؟ تو رسول اللہ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہٖ وسلّم نے فرمایا کہ اپنی آنکھوں کے آنسوؤں کے ذریعے سے کیونکہ جو آنکھ اللہ عزوجل کے خوف سے روتی ہے اسے جہنم کی آگ کبھی نہ چھوئے گی۔

(الترغیب والترہیب، کتاب التوبہ والزھد، الترغیب فی البکاء من خشیۃ اللہ، رقم ۹، ج ۴، ص ۱۱۴)

حضرتِ سیدنا مسلم بن یسار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ تاجدارِ رسالت، شہنشاہِ نُبوت، مَخْزنِ جودوسخاوت، پیکرِ عظمت وشرافت، مَحبوبِ رَبُّ العزت، مُحسنِ انسانیت صلّی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہٖ وسلّم نے فرمایا کہ جو آنکھ آنسوؤں سے بھر جائے اللہ عزوجل اس پورے جسم کو جہنم پر حرام فرمادیتا ہے اور جو قطرہ آنکھ سے بہہ کر رخسار پر بہہ جائے اس چہرے کو ذلت وتنگدستی نہ پہنچے گی۔ اگر کسی امت میں ایک بھی رونے والا ہو تو اسکی وجہ سے ساری امت پر رحم کیا جاتا ہے اور ہر چیز کی ایک مقدار اور وزن ہوتا ہے مگر اللہ عزوجل کے خوف سے رونے والا آنسو آگ کے سمندروں کو بجھادے گا۔

(شعب الایمان، باب فی الخوف من اللہ تعالیٰ، رقم ۸۱۱، ج۱، ص ۴۹۴)

حضرتِ سیدنا اَنس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے یہ آیت مبارکہ تلاوت فرمائی:

وَّقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ

ترجمۂ کنزالایمان: جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں۔ (پ28، التحریم:6)

اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ جہنم کی آگ کو ایک ہزار سال تک جلایا گیا یہاں تک کہ وہ سرخ ہوگئی، پھر ایک ہزار سال تک جلایا گیا یہاں تک کہ وہ سفید ہوگئی، پھر اسے ایک ہزار سال تک جلایا گیا تو وہ سیاہ ہوگئی تو اب جہنم کالی سیاہ ہے اس کے شعلے نہیں بجھتے۔ یہ سن کر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے ایک حبشی چیخیں مار کر رونے لگا تو جبرئیل امین علیہ السلام نازل ہوئے اور عرض کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے رونے والا شخص کون ہے؟ فرمایا کہ حبشہ کا ایک شخص ہے۔ اور پھر اس شخص کی تعریف بیان فرمائی تو جبرئیل علیہ السلام نے عرض کیا، اللہ عزوجل فرماتا ہے کہ مجھے اپنی عزت وجلال اور ارتفاع فوق العرش ہونے کی قسم! میرے خوف کے سبب جس بندے کی آنکھ روئے گی میں جنت میں اس کی ہنسی میں اضافہ فرماؤں

گا۔ (شعب الایمان، باب فی الخوف من اللہ تعالیٰ، رقم ۷۹۹، ج۱، ص ۴۸۹ بتغیر قلیل)

(451) وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: لَا یَلِجُ النَّارَ رَجُلٌ بَکٰی مِنْ خَشْیَةِ اللهِ حَتّٰی یَعُوْدَ اللَّبَنُ فِی الضَّرْعِ، وَلَا یَجْتَمِعُ غُبَارٌ فِیْ سَبِیْلِ اللهِ وَدُخَانُ جَهَنَّمَ رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ، وَقَالَ: حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: آگ میں وہ آدمی داخل نہ ہوگا' جو اللہ کے ڈر سے رویا یہاں تک کہ تھنوں میں دودھ لوٹ جائے اور اللہ کے راستہ کا غبار اور جہنم کا دھواں جمع نہ ہوں گے۔ اسے امام ترمذی نے روایت کیا اور کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ما جاء فی فضل الغبار فی سبیل اللہ، ج۳ص۱۷۱، رقم: ۱۶۳۳ سنن النسائی، باب فضل من عمل فی سبیل اللہ علی قدمه، ج۶ص۳۱۹، رقم: ۳۱۰۸ جامع الاصول، الفصل السابع فی فضل الجهاد والشهادة، نوع خامس، ج۹ص۴۸۵، رقم: ۷۱۸۸)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی جیسے دوہے ہوئے دودھ کا تھن میں واپس ہونا ناممکن ہے ایسے ہی اس شخص کا دوزخ میں جانا ناممکن ہے، جیسے رب تعالیٰ فرماتا ہے: حَتّٰی یَلِجَ الْجَمَلُ فِیْ سَمِّ الْخِیَاطِ۔ خوف خدا میں رونے کے بڑے فضائل ہیں اللہ تعالیٰ نصیب فرمادے۔

باش چوں دولاب دائم چشم تر　　تا درون صحن تو روید خضر

راہ خدا کا غبار وہ غبار ہے جو رب کی رضا کے لیے راستہ چلا جائے اور وہاں کا غبار بدن یا کپڑوں یا پاؤں یا چہرے پر پڑے جیسے مسجد کو جاتے طلب علم، جہاد حج وعمرہ وغیرہ کرنے کی حالت میں جو گرد وغبار پڑے۔ جیسے دو ضدیں جمع نہیں ہوسکتیں ایسے ہی ایک جگہ یہ دو چیزیں جمع نہیں ہوسکتیں، رب تعالیٰ نے اس غبار اور دوزخ کے دھوئیں کو نقیضیں یا ضدیں بنادیا ہے یہ اس کی بندہ نوازی ہے۔ چونکہ ناک کے نتھنے پیٹ اور دماغ کے دروازے ہیں کہ انہیں کے ذریعہ ہوا اندر باہر آتی جاتی ہے، اگر ان میں راہِ خدا کا غبار پڑے تو یقیناً سانس کے ساتھ پیٹ اور دماغ میں بھی پہنچے گا اس لیے خصوصیت سے ان کا ذکر فرمایا گیا۔ خیال رہے کہ لفظ منخر میم اور خ کے فتح سے بھی ہے اور دونوں کے پیش سے بھی اور میم کے فتحہ اور خ کے کسرہ سے بھی، بروزن مجلس اور میم کے کسرہ خ کے فتحہ سے بھی، بہت لغات میں بمعنی ناک کا نتھنا۔

جس مؤمن کے پیٹ میں سانس کے ذریعہ راہ خدا کا غبار پہنچ جائے وہاں دوزخ کا دھواں نہ پہنچے یعنی وہ دوزخ میں تو کیا دوزخ کے قریب بھی نہ جائے گا جہاں دوزخ کی آگ کا دھواں پہنچتا ہے۔ خیال رہے کہ دوزخ میں کہیں آگ بغیر دھوئیں کی ہے جیسے دنیا میں ویلڈنگ کی آگ اور کہیں دھوئیں والی ہے، لہذا اس حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ بعض روایات میں ہے کہ دوزخ کی آگ بغیر دھوئیں کے ہے پھر وہاں دھواں کیسا؟ (مراٰۃ المناجیح، ج۵، ص ۴۲۲)

(452) وَعَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: سَبْعَةٌ يُظِلُّهُمُ اللّٰهُ فِيْ ظِلِّهٖ يَوْمَ لَا ظِلَّ اِلاَّ ظِلُّهٗ: اِمَامٌ عَادِلٌ، وَّشَابٌّ نَشَاَ فِيْ عِبَادَةِ اللّٰهِ تَعَالٰى، وَرَجُلٌ قَلْبُهٗ مُعَلَّقٌ بِالْمَسَاجِدِ، وَرَجُلَانِ تَحَابَّا فِي اللّٰهِ اجْتَمَعَا عَلَيْهِ وَتَفَرَّقَا عَلَيْهِ، وَرَجُلٌ دَعَتْهُ امْرَاَةٌ ذَاتُ مَنْصِبٍ وَّجَمَالٍ، فَقَالَ: اِنِّيْ اَخَافُ اللّٰهَ. وَرَجُلٌ تَصَدَّقَ بِصَدَقَةٍ فَاَخْفَاهَا حَتّٰى لَا تَعْلَمَ شِمَالُهٗ مَا تُنْفِقُ يَمِيْنُهٗ، وَرَجُلٌ ذَكَرَ اللّٰهَ خَالِيًا فَفَاضَتْ عَيْنَاهُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سات افراد ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ اس دن جس دن اللہ کے سائے کے سوا کوئی سایہ نہ ہوگا اپنے (عرش) کے سائے میں جگہ دے گا۔ عادل حکمران، اللہ کی عبادت والا نوجوان اور وہ آدمی جس کا دل مسجد کے ساتھ لگا رہے اور وہ دو آدمی جو اللہ کی محبت میں اکٹھے اور جدا ہوتے ہیں اور وہ آدمی جسے خاندانی اور صاحب جمال عورت اپنی طرف لائے اور وہ کہے میں اللہ سے ڈرتا ہوں اور وہ آدمی جو چھپ چھپا کر صدقہ دیتا ہے کہ اس کے بائیں ہاتھ کو بھی علم نہیں ہوتا کہ دائیں نے کیا خرچ کیا اور وہ شخص جو تنہائی میں اللہ کو یاد کرتا ہے اور اس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگتے ہیں۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب من جلس فی المسجد ینتظر الصلاۃ وفضل المساجد، ج۱ص۱۳۳، رقم: ۶۶۰ صحیح مسلم، باب فضل اخفاء الصدقة، ج۳ص۹۳، رقم: ۲۴۲۷، الاداب للبیھقی، باب من خاف اللہ عزوجل فترك معاصیه، ج۲ص۴، رقم: ۸۲۴ موطأ امام مالك، باب ما جاء فی المتحابین فی اللہ، ص۹۵۲، رقم: ۱۷۰۹ صحیح ابن خزیمه، باب فضل انتظار الصلاۃ، ج۱ص۱۸۵، رقم: ۳۵۸)

شرح حدیث: میرے ماں باپ آپ پر قربان!

حضرتِ سَیِّدُنا عطا رضي اللہ تعالي عنہ فرماتے ہیں کہ میں اور میرے ساتھ حضرت ابن عمر اور حضرت عبید بن عمر وص ایک مرتبہ اُم المؤمنین سیدتنا عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہ تعالیٰ عَنہا کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے بارے میں کوئی بات بتایئے۔ تو آپ رو پڑیں اور فرمایا، ایک رات رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم میرے پاس تشریف لائے اور فرمانے لگے، مجھے رخصت دو کہ میں رب تعالیٰ کی عبادت کرلوں۔ تو میں نے عرض کی، مجھے آپ کا رب تعالیٰ کے قریب ہونا اپنی خواہش سے زیادہ عزیز ہے۔ تو آپ اگھر کے ایک کونے میں کھڑے ہو گئے اور رونے لگے۔ پھر وضو کر کے قرآن پاک پڑھنا شروع کیا تو دوبارہ رونا شروع کر دیا یہاں تک کہ آپ کی چشمان مبارک سے نکلنے والے آنسو زمین تک جا پہنچے۔ اتنے میں حضرت بلال رضي اللہ تعالي عنہ حاضر ہوئے تو آپ کو روتے دیکھ کر عرض کی، یارسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان! آپ کیوں رو رہے ہیں حالانکہ آپ کے سبب تو اگلوں اور پچھلوں کے

گناہ بخشے جاتے ہیں؟ تو ارشاد فرمایا، کیا میں شکر گزار بندہ نہ بنوں؟ اور مجھے رونے سے کون روک سکتا ہے جب کہ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی ہے:

الَّذِیْنَ یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ قِیٰمًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰی جُنُوْبِھِمْ وَیَتَفَکَّرُوْنَ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ ھٰذَا بَاطِلًا ۚ سُبْحٰنَکَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ O

(ترجمہ کنز الایمان: بے شک آسمانوں اور زمین کی پیدائش اور رات اور دن کی باہم بدلیوں میں نشانیاں ہیں عقل مندوں کے لئے، جو اللہ کی یاد کرتے ہیں کھڑے اور بیٹھے اور کروٹ پر لیٹے اور آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں غور کرتے ہیں، اے رب ہمارے تو نے یہ بے کار نہ بنایا، پاکی ہے تجھے تو ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچالے۔ (پ ۴، آل عمران ۱۹۰، ۱۹۱)

(پھر فرمایا)، اے بلال! جہنم کی آگ کو آنکھ کے آنسو ہی بجھا سکتے ہیں، ان لوگوں کے لئے ہلاکت ہے کہ جو یہ آیت پڑھیں اور اس میں غور نہ کریں۔ (درۃ الناصحین، المجلس الخامس والستون، ص ۲۹۴)

مسلسل بہنے والے آنسو

حضرت سَیِّدُ نا یحیٰی علیہ السلام جب نماز کے لئے کھڑے ہوتے تو (خوفِ خدا سے) اس قدر روتے کہ درخت اور مٹی کے ڈھیلے بھی آپ کے ساتھ رونے لگتے حتّٰی کہ آپ کے والدِ محترم حضرت سَیِّدُ نا زکریا بھی آپ کو دیکھ کر رونے لگتے یہاں تک کہ بے ہوش ہو جاتے۔ آپ اسی طرح مسلسل آنسو بہاتے رہتے یہاں تک کہ ان مسلسل بہنے والے آنسوؤں کے سبب آپ کے رخسارِ مبارک پر زخم ہو گئے۔ یہ دیکھ کر آپ کی والدہ ماجدہ نے آپ کے رخساروں پر اونی پٹیاں چپٹا دیں۔ اس کے باوجود جب آپ دوبارہ نماز کے لئے کھڑے ہوتے تو پھر رونا شروع کر دیتے، جس کے نتیجے میں وہ روئی کی پٹیاں بھیگ جاتیں۔ جب آپ کی والدہ انہیں خشک کرنے کے لئے نچوڑتیں اور آپ اپنے آنسوؤں کے پانی کو اپنی ماں کے بازو پر گرتا ہوا دیکھتے تو بارگاہِ الٰہی عزوجل میں اس طرح عرض کرتے، اے اللہ عزوجل! یہ میرے آنسو ہیں، یہ میری ماں ہے اور میں تیرا بندہ ہوں جبکہ تو سب سے زیادہ رحم فرمانے والا ہے۔ (احیاء العلوم، کتاب الخوف والرجاء ج ۴، ص ۲۲۵)

کسی نے آنکھ کھولتے نہیں دیکھا

حضرت سَیِّدُ نا شعیب علیہ السلام خوفِ خدا عزوجل سے اتنا روتے تھے کہ مسلسل رونے کی وجہ سے آپ کی اکثر بینائی رخصت ہو گئی۔ لوگوں نے عرض کی، یا نبی اللہ علیہ السلام آپ اتنا کیوں روئے کہ آپ کی اکثر بینائی جاتی رہی؟ ارشاد فرمایا، دو باتوں کے سبب (۱) کہیں میری نظر ایسی چیز پر نہ جا پڑے جسے دیکھنے سے شریعت نے منع فرمایا ہے۔ (۲) جو آنکھیں اپنے رب عزوجل کا جلوہ دیکھنا چاہتی ہیں، میں نہیں چاہتا کہ وہ کسی اور چیز کو بھی دیکھیں، لہٰذا میں نے مناسب خیال کیا کہ نابینا کی طرح ہو جاؤں اور جب قیامت میں میری آنکھ کھلے تو فوراً میری نظر اپنے رب تعالیٰ کا دیدار کرے۔ اس کے

بعد آپ ساٹھ برس حیات ظاہری سے متصف رہے لیکن کسی نے انہیں آنکھ کھولتے نہیں دیکھا۔

(رسالہ قفل مدینہ از امیر اہل سنت مولانا محمد الیاس عطار قادری مدظلہ العالی)

اُن کے پہلو لرز رہے ہیں

سرورِ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا، اللہ تعالیٰ کے کچھ فرشتے ایسے ہیں جن کے پہلو اس کے خوف کی وجہ سے لرزتے رہتے ہیں، ان کی آنکھ سے گرنے والے ہر آنسو سے ایک فرشتہ پیدا ہوتا ہے، جو کھڑے ہو کر اپنے رب عزوجل کی پاکی بیان کرنا شروع کر دیتا ہے۔ (شعب الایمان، باب فی الخوف من اللہ تعالیٰ، ج ۱، ص ۵۲۱، رقم الحدیث ۹۱۴)

(453) وَعَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ الشِّخِّيْرِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: اَتَيْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يُصَلِّيْ وَلِجَوْفِهِ اَزِيْزٌ كَاَزِيْزِ الْمِرْجَلِ مِنَ الْبُكَاءِ. حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ رَوَاهُ اَبُوْ دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ فِي الشَّمَائِلِ بِاِسْنَادٍ صَحِيْحٍ.

حضرت عبداللہ بن شخیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا کہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوا آپ اس وقت نماز ادا کر رہے تھے اور آپ کے سینۂ اقدس سے اُبلنے کی آواز آتی تھی جس طرح ہنڈیا کے اُبلنے کی آواز آتی ہے۔ یہ حدیث صحیح ہے۔ اسے ابوداؤد نے روایت کیا اور ترمذی نے شمائل میں صحیح سند کے ساتھ روایت کیا۔

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد، باب البکاء فی الصلوٰۃ، ج ۱ ص ۳۳۰ رقم: ۹۰۴ الشمائل المحمدیہ للترمذی، باب ما جاء فی بکاء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ص ۳۵۷ رقم: ۳۱۳ المستدرک للحاکم، باب التامین، ج ۱ ص ۳۹۶ رقم: ۹۷۱ سنن الکبریٰ للنسائی، باب البکاء فی الصلوٰۃ، ج ۱ ص ۱۹۵ رقم: ۵۴۴ صحیح ابن حبان، باب الخوف والتقویٰ، ج ۲ ص ۴۳۴ رقم: ۶۶۵ مسند امام احمد بن حنبل، حدیث مطرف بن عبداللہ، ج ۳ ص ۲۵ رقم: ۱۶۳۵۵)

شرحِ حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ رونا خوف خدا یا عشق الٰہی میں تھا یا اپنی امت کی شفاعت میں جیسا کہ بعض روایات میں ہے کہ حضور علیہ السلام تہجد پڑھ رہے تھے اور آیت اِنْ تُعَذِّبْهُمْ الخ بار بار پڑھتے تھے اور روتے تھے یہ رونا رب تعالیٰ کو بہت پیارا ہے، اب بھی جو نمازی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق یا خدا کے خوف سے نماز میں روئے تو نماز بڑی مقبول ہوتی ہے خصوصاً نماز تہجد، ہاں دنیوی تکلیف سے نماز میں رونا منع ہے اور اگر اس میں تین حرف ادا ہو گئے تو نماز فاسد ہے۔ (مراٰۃ المناجیح، ج ۲، ص ۲۲۵)

پہاڑوں جتنے گناہوں کا بوجھ

حضرتِ سیدنا مسلم بن یسار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ تاجدارِ رسالت، شہنشاہِ نبوت، مخزنِ جود وسخاوت، پیکرِ عظمت وشرافت، محبوبِ ربُّ العزت، محسنِ انسانیت صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا کہ جو آنکھ آنسوؤں سے بھر

جائے اللہ عزوجل اس پورے جسم کو جہنم پر حرام فرما دیتا ہے اور جو قطرہ آنکھ سے بہہ کر رخسار پر بہہ جائے اس چہرے کو ذلت وتنگدستی نہ پہنچے گی۔ اگر کسی امت میں ایک بھی رونے والا ہو تو اسکی وجہ سے ساری امت پر رحم کیا جاتا ہے اور ہر چیز کی ایک مقدار اور وزن ہوتا ہے مگر اللہ عزوجل کے خوف سے رونے والا آنسو آگ کے سمندروں کو بجھادے گا۔

سلطانِ بَحر وبَر صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم لوگوں کو خطبہ ارشاد فرما رہے تھے کہ ایک شخص آپ صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم کے سامنے رونے لگا تو رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر آج تمام وہ مومن جن کے سر پر مضبوط پہاڑوں جتنے گناہوں کا بوجھ ہو وہ بھی تمہارے ساتھ حاضر ہوجاتے تو اس شخص کے رونے کی وجہ سے ان سب کی بھی مغفرت کردی جاتی کیونکہ اس کے لئے ملائکہ رو رہے ہیں اور اسکے حق میں دعا کرتے ہوئے عرض کر رہے ہیں، اے اللہ عزوجل! کثرت سے رونے والوں کی شفاعت، نہ رونے والوں کے حق میں قبول فرمالے۔

(شعب الایمان، باب فی الخوف من اللہ تعالی، رقم ۸۱۰، ج ۱، ص ۴۹۴)

(454) وَعَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لِاُبَیِّ بْنِ کَعْبٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ: اِنَّ اللّٰہَ - عَزَّوَجَلَّ - اَمَرَنِیْ اَنْ اَقْرَاَ عَلَیْكَ: (لَمْ یَکُنِ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا) قَالَ: وَسَمَّانِیْ؟ قَالَ: نَعَمْ فَبَکٰی اُبَیٌّ. مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ. وَفِیْ رِوَایَۃٍ: فَجَعَلَ اُبَیٌّ یَبْکِیْ.

حضرت انس ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابی بن کعب ﷺ کو فرمایا کہ اللہ عزوجل نے مجھے حکم فرمایا ہے کہ تم کو میں سورہ لَمْ یَکُنِ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا پڑھ کر سناؤں عرض کیا: اللہ نے میرا نام لیا ہے؟ آپ نے فرمایا: ہاں تو حضرت ابی رو پڑے۔ (متفق علیہ) اور ایک روایت ہے کہ حضرت اُبی رونے لگے۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب مناقب ابی بن کعب رضی اللہ عنہ، ج۵ص۳۶ رقم: ۳۸۰۹ صحیح مسلم، باب استحباب القرآن علی اھل الفضل والحذاق فیہ، ج۲ص۱۹۵ رقم: ۱۹۰۱ مسند امام احمد بن حنبل، مسند انس بن مالک، ج۳ص۱۳۰ رقم: ۱۲۳۴۲ مسند البزار، مسند ابی حمزہ عن انس بن مالک، ج۲ص۳۲۷ رقم: ۷۱۳۴ سنن ترمذی، باب مناقب معاذ بن جبل وزید بن ثابت، ج۵ص۶۶۵ رقم: ۳۷۹۲)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اس طرح کہ قرآن کریم کی بعض آیتیں یا سورتیں خصوصیت سے تم کو سناؤں اگرچہ عموماً ہر مسلمان کو سنانا احکام بتانا ہمارا تبلیغی فریضہ ہے۔ معلوم ہوا کہ کسی خاص شخص کو قرآن پاک سنانا بھی سنت ہے۔

(میرا نام لیا؟) یہ سوال تعجب کے لیے ہے کہ کیا مجھ جیسے عاجز مسلمان کا نام بھی رب تعالیٰ نے آپ کے سامنے عزت کے ساتھ لیا۔ کیا میں ایسا خوش نصیب انسان ہوں سوال کے بہت مقصد ہوتے ہیں ایک تعجب بھی ہے اور رونا انتہائی خوشی کا

تھا اور اس اندیشہ کی بنا پر تھا کہ میں عاجز انسان اتنی بڑی نعمت کا شکریہ کس طرح ادا کر سکوں گا۔ حضرت ابی ابن کعب نے قرآن سیکھنے میں بڑی محنت کی تھی حتیٰ کہ آپ تمام صحابہ میں بڑے پائے کے قاری تھے اسی بنا پر رب تعالیٰ نے فرمایا کہ اے محبوب چونکہ دنیا ان سے قرأت سیکھے گی لہذا آپ خصوصیت سے انہیں قرأت سنائیں آپ میرے شاگرد اعلیٰ ہیں یہ آپ کے شاگرد رشید ہوں۔

خصوصیت سے یہ سورہ تلاوت فرمانے کی یہ وجہ ہو سکتی ہے کہ حضرت ابی ابن کعب علمائے یہود سے تھے اور اس سورۃ میں علمائے اہل کتاب کا ذکر ہے اس کے سننے سے ان کا ایمان اور بھی قوی ہوگا، اس حدیث سے حضرت ابی ابن کعب کی عظمت کا پتہ لگا۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ افضل مفضول کو مفضول افضل کو قرآن کریم سکھائے۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۳، ص ۴۲۱)

(455) وَعَنْهُ، قَالَ: قَالَ اَبُوْ بَكْرٍ لِعُمَرَ، رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، بَعْدَ وَفَاةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اِنْطَلِقْ بِنَا اِلٰى اُمِّ اَيْمَنَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا نَزُوْرُهَا، كَمَا كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَزُوْرُهَا، فَلَمَّا انْتَهَيَا اِلَيْهَا بَكَتْ، فَقَالَا لَهَا: مَا يُبْكِيْكِ؟ اَمَا تَعْلَمِيْنَ اَنَّ مَا عِنْدَ اللّٰهِ تَعَالٰى خَيْرٌ لِّرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ! قَالَتْ: مَا اَبْكِيْ اَنْ لَّا اَكُوْنَ اَعْلَمُ اَنَّ مَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ لِّرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَلٰكِنِّيْ اَبْكِيْ اَنَّ الْوَحْيَ قَدِ انْقَطَعَ مِنَ السَّمَآءِ ؛ فَهَيَّجَتْهُمَا عَلَى الْبُكَاءِ فَجَعَلَا يَبْكِيَانِ مَعَهَا۔ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

انہی سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد حضرت ابوبکر صدیق نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا ہمارے ساتھ ام ایمن رضی اللہ عنہا کی ملاقات کے لئے چلو۔ جس طرح رسول اللہ ﷺ اس کو ملنے جایا کرتے تھے جب یہ حضرات ان کے پاس پہنچے تو وہ رونے لگیں ان دونوں حضرات نے ان سے کہا کیوں روتی ہو کیا تم نہیں جانتیں کہ جو اللہ کے پاس ہے وہ رسول اللہ ﷺ کے لئے زیادہ بہتر ہے فرمانے لگیں میں تو اس لیے روتی ہوں کہ آسمان سے وحی آنا بند ہوگئی ان کی اس بات نے ان دونوں حضرات کو بھی رُلا دیا۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب من لعنه النبی صلی الله علیه وسلم اوسبه او دعا علیه، ج۸ص۲۶، رقم: ۶۷۹۲ سنن ابن ماجه، باب ذکر وفاته صلی الله علیه وسلم، ج۱ص۵۲۳، رقم: ۱۶۳۵ مشکوة المصابیح، باب هجرة اصحابه صلی الله علیه وسلم من مکه ووفاته، ج۲ص۲۹۸، رقم: ۵۹۶۷)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

جناب ام ایمن کا نام شریف برکت ہے حبشہ کی تھیں، حضرت عبداللہ یعنی حضور کے والد ماجد کی لونڈی تھیں، حضور کی پرورش انہوں نے بھی کی ہے، حضور انور نے آپ کا نکاح حضرت زید ابن حارثہ سے کر دیا تھا، انہیں کے بطن شریف سے حضرت اسامہ ابن زید پیدا ہوئے، آپ جہادوں میں جاتیں تھیں زخمیوں کی مرہم پٹی غازیوں کی خدمت کرتی

تھیں، حضرت عمر فاروق کی وفات سے بیس دن بعد آپ کی وفات ہوئی، حضرت زید ابن حارثہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ کے غلام بن گئے تھے، حضور انور نے جناب خدیجہ سے انہیں مانگ لیا اور آزاد کر کے اپنا منہ بولا بیٹا بنالیا۔ (مرقات)

(جس طرح رسول اللہ اس کو ملنے جایا کرتے تھے) یعنی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم جناب ام ایمن کی ملاقات کے لیے انکے گھر تشریف لے جایا کرتے تھے چلو ہم بھی اس سنت پر عمل کریں ام ایمن کی زیارت کریں۔ معلوم ہوا کہ بزرگوں کی وفات کے بعد ان کے معمولات قائم رکھنا، ان کے دوستوں سے محبت کرنا، بلکہ جن کی وہ حضرات ملاقات کرتے ہوں ان سے ملاقات کے لیے جانا سنتِ صحابہ ہے۔

ان میں حضرت انس بھی شامل ہیں یعنی حضرت انس کہتے ہیں کہ جب ہم تینوں یعنی حضرت ابوبکر صدیق اور عمر فاروق ام ایمن کے پاس پہنچے۔ بعض نسخوں میں ہے۔ فلما انتھیا تثنیہ مذکر غائب ہے یعنی جب وہ دونوں صدیق و فاروق ام ایمن کے پاس پہنچے بہر حال ان بزرگوں کو دیکھ کر ام ایمن کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم یاد آ گئے کیونکہ یہ دونوں حضرات حضور کے ساتھی اور خاص محبوب دوست تھے۔ بعد وفات مرحوم کی چیزیں، اس کی اولاد، اس کے دوست دیکھ کر مرحوم یاد آتا ہے اور لوگ رونے لگتے ہیں یہ رونا ایسا ہی تھا۔

(جو اللہ کے پاس ہے وہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کے لئے زیادہ بہتر ہے) یعنی جہاں حضور اب ہیں وہ جگہ دنیا سے بہتر ہے کہ یہاں تکالیف تھیں وہاں آرام و راحت ہے، وہاں ہر وقت اپنے رب سے قرب خاص حاصل ہے پھر تم اتنی بے قرار ہو کر روتی کیوں ہو (تو فرمایا) میرا رونا اپنی محرومی پر ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کی وجہ سے ہم اللہ کی بہت نعمتوں سے محروم ہو گئے، آیاتِ قرآنیہ کا آنا بند ہو گیا، احادیث نبویہ کا سلسلہ ختم ہو گیا، مسلمانوں کا صحابی بننا ختم ہو گیا، حضور سب کچھ ہم کو دے گئے مگر یہ چیزیں اپنے ساتھ لے گئے ؎

حیف در چشم زدن صحبت یار آخر شد　　　روئے گل سیر نہ دیدیم بہار آخر شد

اب حضرت جبریل کیوں آئیں گے اور کہاں آئیں گے۔

تو یہ سن کر حضرت صدیق و فاروق اعظم بھی پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے یہ رونا تو امت کو قیامت تک رہے گا کہ کسے دیکھ کر صحابی بنیں گے، کس کے منہ سے آیات و احادیث کے پھول جھڑتے ہوئے دیکھیں، حضرت بلال یہ ہی سوچ کر مدینہ چھوڑ کر دمشق چلے گئے کہ اب میں کس کی طرف اشارہ کر کے اذان کہا کروں گا۔ حالت یہ ہو گئی تھی کہ ؎

قافلہ سالار سفر کر گیا　　　قافلہ کو زیر و زبر کر گیا

(مرآۃ المناجیح، ج ۸ ص ۲۱۲)

(456) وَ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ: لَمَّا اشْتَدَّ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ کا مرض زیادہ شدید ہو گیا۔ آپ کو نماز کے

وَجَعُهُ، قِيلَ لَهُ فِي الصَّلٰوةِ، فَقَالَ: مُرُوْا اَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ بِالنَّاسِ فَقَالَت عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا: اِنَّ اَبَا بَكْرٍ رَجُلٌ رَقِيْقٌ، اِذَا قَرَاَ الْقُرْاٰنَ غَلَبَهُ الْبُكَاءُ، فَقَالَ: مُرُوْهُ فَلْيُصَلِّ۔ وَفِيْ رِوَايَةٍ عَنْ عَائِشَةَ، رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا، قَالَتْ: قُلْتُ: اِنَّ اَبَا بَكْرٍ اِذَا قَامَ مَقَامَكَ لَمْ يُسْمِعِ النَّاسَ مِنَ الْبُكَاءِ۔ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

بارے عرض کیا گیا: تو آپ نے فرمایا ابوبکر سے کہو کہ لوگوں کو نماز پڑھائے' تو حضرت عائشہ صدیقہ ﷺ نے عرض کیا: ابوبکر نرم دل آدمی ہیں۔ جب قرآن پڑھتے ہیں' تو ان پر گریہ غالب ہوتا ہے۔ فرمایا: اس کو حکم دو کہ نماز پڑھا دے۔ حضرت عائشہ ﷺ کی ہی ایک اور روایت میں ہے کہ میں نے عرض کیا' ابوبکر جب آپ کی جگہ کھڑے ہوں گے تو گریہ کی وجہ سے لوگوں کو قرآن نہ سنا سکیں گے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب اهل العلم والفضل احق بالامامة، ج١ص١٣٦، رقم: ٦٧٨، صحیح مسلم، باب استخلاف الامام اذا عرض له عذر من مرض وسفر، ج٢ص٢٢، رقم: ٩٦٧، السنن الکبرٰی للبیهقی، باب من بکی فی صلاته لم یظهر من صوته، ج٢ص٢٥١، رقم: ٣٣٨٦، مسند امام احمد بن حنبل، حدیث ابی موسی الاشعری، ج٧ص٤١٢، رقم: ١٩٧١٥، المعجم الاوسط للطبرانی، من اسمه محمد، ج٥ص١٨٠، رقم: ٥٠٠٥)

شرح حدیث: جہنم حرام ہے

حضرتِ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا میں تمہیں اس شخص کے بارے میں خبر دوں جس پر جہنم حرام ہے جہنم نرم خو نرم دل اور آسان خو شخص پر حرام ہے۔

(ترمذی، کتاب صفة القیامة، رقم ٢٤٩٦، ج ٤، ص ٢٢٠)

اور حضرت سیدنا جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں سید العالمین ا نے ارشاد فرمایا:

بروز محشر تم میں سے میرے سب سے زیادہ محبوب اور تم میں سے میری مجلس میں سب سے زیادہ قریب وہ لوگ ہوں گے جو تم میں اچھے اخلاق والے اور نرم خو ہوں، وہ لوگوں سے الفت رکھتے ہوں اور لوگ ان سے محبت کرتے ہوں۔ اور تم میں میرے لیے سب سے زیادہ قابل نفرت اور قیامت کے دن میری مجلس میں مجھ سے سب سے زیادہ دُور منہ بھر کر باتیں کرنے والے، باتیں بنا کر لوگوں کو مرغوب کرنے والے اور تکبر کرنے والے ہونگے۔

(سنن الترمذی، کتاب البر والصلة، ج ٣، رقم ٢٠٢٥، ص ٤١٠)

حضور والا ارشاد فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: میرے نرم دل امتیوں سے نیکی و احسان مانگو ان کے ظل عنایت میں آرام کرو گے، (اسے حاکم نے مستدرک میں امیر المومنین علی المرتضی کرم اللہ وجہہ الاسنیٰ سے روایت کیا۔

(المستدرک للحاکم کتاب الرقاق دار الفکر بیروت ٣٢١/٤)

ام المومنین حضرتِ سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے فرمایا کہ نرمی جس چیز میں ہوتی ہے اسے زینت بخشتی ہے اور جس چیز سے نرمی چھین لی جاتی ہے اسے عیب دار کر دیتی ہے۔ (صحیح مسلم کتاب البر والصلۃ، باب فضل الرفق، رقم ۲۵۹۲، ص ۱۳۹۸)

حضرتِ سیدنا ابودَرْدَاء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ شہنشاہِ خوش خِصال، پیکرِ حُسن و جمال، دافعِ رنج و مَلال، صاحبِ جُود و نوال، رسولِ بے مثال، بی بی آمنہ کے لال صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے فرمایا، جسے نرمی میں سے حصہ دیا گیا اسے بھلائی میں سے حصہ دیا گیا اور جو نرمی کے حصے سے محروم رہا وہ بھلائی میں سے اپنے حصے سے محروم رہا۔

(ترمذی، کتاب البر والصلۃ، باب فی الرفق، رقم ۲۰۲۰، ج ۳، ص ۴۰۷)

ام المومنین حضرتِ سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ خاتَمُ الْمُرْسَلین، رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلمین، شفیعُ المذنبین، انیسُ الغریبین، سراجُ السالکین، مَحبوبِ ربُّ العٰلمین، جنابِ صادق و امین صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے فرمایا، اللہ عزوجل مہربان ہے اور ہر کام میں نرمی کو پسند کرتا ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ اللہ عزوجل مہربان ہے اور نرمی کو پسند فرماتا ہے اور نرمی پر وہ انعامات عطا فرماتا ہے جو سختی پر عطا نہیں فرماتا اور نہ ہی کسی اور چیز پر عطا فرماتا ہے۔

(صحیح البخاری، کتاب استتابۃ المرتدین۔۔الخ، باب اذا عرض الذمی۔۔۔الخ، ج ۴، ص ۳۷۹)

حضرتِ سیدنا جریر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ تاجدارِ رسالت، شہنشاہِ نُبوت، مَخزنِ جود و سخاوت، پیکرِ عظمت و شرافت، مَحبوبِ رَبُّ العزت، محسنِ انسانیت صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے فرمایا، اللہ عزوجل نرمی پر وہ انعام عطا فرماتا ہے جو جہالت و حماقت پر عطا نہیں فرماتا ہے اور جب اللہ عزوجل کسی بندے سے محبت فرماتا ہے تو اسے نرمی عطا فرماتا ہے اور جو گھر نرمی سے محروم رہا وہ محروم ہی ہے۔ (المعجم الکبیر، مسند جریر بن عبداللہ، رقم ۲۲۷۴، ج ۲، ص ۳۰۶)

(457) وَعَنْ اِبْرَاهِيْمَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ: اَنَّ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ عَوْفٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اُتِيَ بِطَعَامٍ وَّكَانَ صَائِمًا، فَقَالَ: قُتِلَ مُصْعَبُ بْنُ عُمَيْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، وَهُوَ خَيْرٌ مِّنِّيْ، فَلَمْ يُوْجَدْ لَهُ مَا يُكَفَّنُ فِيْهِ اِلَّا بُرْدَةٌ اِنْ غُطِّيَ بِهَا رَاْسُهُ بَدَتْ رِجْلَاهُ، وَاِنْ غُطِّيَ بِهَا رِجْلَاهُ بَدَا رَاْسُهُ، ثُمَّ بُسِطَ لَنَا مِنَ الدُّنْيَا مَا بُسِطَ - اَوْ قَالَ: اُعْطِيْنَا مِنَ

حضرت ابراہیم بن عبدالرحمن بن عوف ﷺ (اپنے والا) حضرت عبدالرحمن بن عوف ﷺ سے روایت بیان کرتے ہیں کہ وہ روزے سے تھے۔ ان کے پاس شام کا کھانا لایا گیا تو کہا حضرت مصعب بن عمیر ﷺ شہید ہوئے حالانکہ وہ مجھ سے بہتر تھے۔ تو ان کے کفن کے لیے صرف ایک چادر ملی جس سے اگر ان کا سر ڈھانپتے تو پاؤں ننگے ہو جاتے۔ اور اگر پاؤں ڈھانپتے تو ان کا سر

الدُّنْيَا مَا أُعْطِيْنَا - قَدْ خَشِيْنَا أَنْ تَكُوْنَ حَسَنَاتُنَا عُجِّلَتْ لَنَا. ثُمَّ جَعَلَ يَبْكِيْ حَتّٰى تَرَكَ الطَّعَامَ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

ننگا ہو جاتا' پھر ہمیں بہت وسعت دنیا دی گئی' یا کہا دنیا سے ہمیں دیا گیا جو کچھ دیا گیا۔ ہم تو ڈرتے ہیں کہ ہماری نیکیوں کو ہمارے لیے جلد نہ کر دیا گیا ہو' پھر رونے لگے حتیٰ کہ انہوں نے کھانا چھوڑ دیا۔ (بخاری)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب غزوة احد، ج۳ص۴۵، رقم: ۴۰۴۵ (دارطوق النجاة) السنن الکبرٰی للبیہقی، باب الدلیل علی جواز التکفین فی ثوب واحد، ج۳ص۴۰۱، رقم: ۶۶۳۱ جامع الاصول لابن اثیر، الفصل الاول فی ذم الدنیا، ج۴ص۵۰۵، رقم: ۲۶۰۰ مشکوة المصابیح، باب غسل المیت وتکفینه، ج۱ص۳۷۱، رقم: ۱۶۴۴)

شرح حدیث: حضرت سیدنا مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

دنیا میں زاہدین کے پیشواؤں میں سے ایک حضرت سیدنا مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی ہیں۔ چنانچہ،

حضرت سیدنا خباب بن الارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نے نبیوں کے سلطان، سرورِ ذیشان، محبوب رحمٰن عزوجل وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کی معیت میں رضائے الٰہی عزوجل کے لئے اللہ عزوجل کی راہ میں ہجرت کی۔ جس کا اجر وثواب اللہ عزوجل کے ہاں ثابت ہو گیا۔ ہم میں سے بعض وہ ہیں جن کا وصال ہو گیا اور انہیں دنیا میں کوئی اجر نہیں ملا۔ انہیں میں سے ایک حضرت سیدنا مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں جو غزوہ اُحد کے دن شہید ہو گئے تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کفن کے لئے سوائے ایک چادر کے کچھ نہیں تھا، جب ہم اس چادر کو ان کے سر پر ڈالتے تو پاؤں ظاہر ہو جاتے اور جب پاؤں چھپاتے تو سر ظاہر ہو جاتا، حضور صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: چادر کو ان کے سر پر ڈال دو اور پاؤں پر اِذْخَر (ایک گھاس کا نام) ڈال دو۔ حضرت سیدنا خباب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: اور ہم میں سے بعضوں کی محنت کا پھل پک چکا ہے اور وہ اس کو چن چن کر کھا رہا ہے۔

(صحیح مسلم، کتاب الجنائز، باب فی کفن المیت، الحدیث: ۲۱۷۷، ص ۶۲۵)

امیر المومنین حضرت سیدنا علی بن ابی طالب کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْهَهُ الْكَرِیْم سے مروی ہے، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم حضور نبی مکرم، شفیع معظم، شاہِ بنی آدم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کے ساتھ مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے، اتنے میں حضرت سیدنا مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس حال میں ہمارے پاس آئے کہ ان کے بدن پر صرف ایک پھٹی پرانی پیوند لگی ہوئی چادر تھی۔ جب حضور رحمتِ کونین، دکھی دلوں کے چین صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ان کو دیکھا تو رو پڑے کہ کل جو آسائشوں اور نعمتوں میں رہتا تھا آج اس حالت میں ہے۔

پھر حضور نبی پاک، صاحب لولاک، سیّاح افلاک صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: اس وقت تمہاری کیا حالت ہو گی جب تم میں سے کوئی صبح میں ایک لباس پہنے گا اور شام میں دوسرا لباس پہنے گا، اس کے سامنے (کھانے

وغیرہ کا) ایک پیالہ رکھا جائے گا اور دوسرا اٹھایا جائے گا۔ اور تم اپنے گھروں پر اس طرح پردے لٹکاؤ گے جس طرح کعبہ معظمہ پر پردہ ہے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے عرض کی: یارسول اللہ عزوجل وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم! ان دنوں ہم آج کی بنسبت بہتر ہوں گے کیونکہ عبادت کے لئے (زیادہ) فارغ ہوں گے اور ہم تفکرات کی تکلیف سے آزاد ہوں۔ تو حضور نبی کریم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: نہیں۔ تم اُس دن کی بنسبت آج بہتر حال میں ہو۔

(جامع الترمذی، کتاب صفۃ القیامۃ، باب حدیث علی........الخ، الحدیث:۲۴۷۶، ص۱۹۰۱)

(458) وَعَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ صُدَیِّ بْنِ عَجْلَانَ الْبَاهِلِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: لَیْسَ شَیْءٌ اَحَبَّ اِلَی اللّٰهِ تَعَالٰی مِنْ قَطْرَتَیْنِ وَاَثَرَیْنِ: قَطْرَةُ دُمُوْعٍ مِنْ خَشْیَةِ اللّٰهِ، وَقَطْرَةُ دَمٍ تُهَرَاقُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ. وَاَمَّا الْاَثَرَانِ: فَاَثَرٌ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ تَعَالٰی، وَاَثَرٌ فِیْ فَرِیْضَةٍ مِّنْ فَرَائِضِ اللّٰهِ تَعَالٰی رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ، وَقَالَ: حَدِیْثٌ حَسَنٌ.

حضرت ابوامامہ صدی بن عجلان الباہلی ﷛ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کو دو قطروں اور دو نشانوں سے زیادہ پیاری کوئی چیز نہیں۔ ایک آنسوؤں کا وہ قطرہ جو اللہ کے خوف سے نکلے اور ایک وہ خون کا قطرہ جو اللہ کی راہ میں بہایا جائے اور دو نشان ایک نشان وہ جو اللہ تعالیٰ کے راستے (جہاد) کے درمیان ظاہر ہوا اور ایک نشان وہ اللہ جو کے فرائض میں سے کسی فرض کی وجہ سے لگا۔ اسے روایت کیا اور فرمایا یہ حدیث حسن ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ما جاء فی فضل المرابط، ج۳ص۱۹۰، رقم: ۱۶۶۹، المعجم الاوسط للطبرانی، من اسمه صدی بن العجلان، ج۸ص۲۳۵، رقم: ۹۳۳۷، مشکوۃ المصابیح، کتاب الجهاد، الفصل الثانی، ج۲ص۳۶۷، رقم: ۳۸۳۷، جامع الاحادیث للسیوطی، حرف اللام، ج۱۸ص۳۶۴، رقم: ۱۹۳۶۲)

شرح حدیث: حکیمُ الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

خیال رہے کہ گنہگاروں کو رب تعالیٰ کے عذاب سے خوف ہوتا ہے، نیکوکاروں کو اس کی ذات سے ہیبت وجلال سے خوف ہوتا ہے یہ خوف محبت واطاعت پیدا کرتا ہے، یہ خوف اللہ کی بڑی نعمت ہے اور خوف ایذاء جو نفرت پیدا کرتا ہے وہ خدا سے خوف کرنا کفر ہے جیسے سانپ یا ظالم حاکم سے خوف، دیکھو شیطان نے بھی کہا تھا اِنِّیْٓ اَخَافُ اللّٰهَ رَبَّ الْعٰلَمِیْنَ مگر یہ خوف مفید نہیں مضر ہے، یہاں پہلی قسم کے وہ خوف مراد ہیں۔

اور چونکہ آنسوؤں کے قطرے مسلسل آنکھوں سے ٹپکتے رہے اور خون ایک دم نکل کر بہہ جاتا ہے اس لیے آنسو کے لیے دموع جمع ارشاد ہوا اور خون کے لیے دم واحد فرمایا گیا۔ قطرہ سے مراد جنس قطرہ ہے نہ کہ شخصی قطرہ لہذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں، بہت سے آنسوؤں کا قطرہ ایک کیونکر ہوگا اور شہید کے جسم سے خون کا دھارا بہتا ہے ایک قطرہ نہیں نکلتا۔

اللہ کی راہ سے ہر وہ راستہ مراد ہے جو رضاءِ الٰہی کے لیے طے کیا جائے جیسے نماز کے لیے مسجد کو جانا، طلب علم کے لیے مدرسہ جانا، جہاد کے لیے میدانِ جہاد میں جانا اور وہاں چلنا پھرنا۔ نشان قدم سے عام نشان مراد ہے خواہ محسوس ہو یا نہ ہو لہٰذا اس پر یہ اعتراض نہیں کہ پختہ سڑک پر چلنے میں نشان قدم پڑتے ہی نہیں پھر پیاری کیا چیز ہوگی۔

(نشان قدم سے مراد) یعنی کسی شرعی فریضہ کو ادا کرنے کے لیے چلا اس کے نشان قدم رب کو پیارے ہیں اور ہوسکتا ہے کہ اثر سے مراد مطلقاً نشان ہو، قدم کی قید نہ ہو تو حدیث بہت جامع بھی ہوگی اور واضح بھی لہٰذا سردیوں میں وضو سے ہاتھ پاؤں پھٹ جائیں، گرمیوں میں پیشانی پر گرم زمین پر سجدے پڑ جاویں، روزے میں منہ کی بو، حج و جہاد میں غبار راہ جو کپڑوں اور منہ پر پڑ جائے، یہ رب کو بڑے پیارے ہیں، مرقات نے یہ ہی توجیہ اختیار کی۔ (مراٰۃ المناجیح، ج ۵ ص ۱۳۱۷)

(459) وَفِي الْبَابِ أَحَادِيثُ كَثِيرَةٌ مِّنْهَا: حَدِيثُ الْعِرْبَاضِ بْنِ سَارِيَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: وَعَظَنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَوْعِظَةً وَجِلَتْ مِنْهَا الْقُلُوبُ، وَذَرِفَتْ مِنْهَا الْعُيُونُ. وَقَدْ سَبَقَ فِي بَابِ النَّهْيِ عَنِ الْبِدَعِ.

اس باب میں بہت سی احادیث ہیں، ان میں حضرت عرباض بن ساریہ ﷺ کی حدیث جو باب النھی عن البدع میں گزر چکی ہے۔ فرمایا کہ ہمیں رسول اللہ ﷺ نے وعظ فرمایا جس سے دل کانپ گئے اور آنکھیں بہہ پڑیں۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ما جاء فی الاخذ بالسنة واجتناب البدع، ج ۲ ص ۳۴۲، رقم: ۲۶۷۶ سنن ابوداؤد، باب فی لزوم السنة، ج ۳ ص ۳۲۹، رقم: ۴۶۰۷ سنن الکبرٰی للبیھقی، باب ما یقضی به القاضی ویفتی به المفتی، ج ۱۰ ص ۱۱۴، رقم: ۲۰۸۳۵ سنن ابن ماجه، باب اجتناب البدع والجدل، ج ۱ ص ۱۸، رقم: ۴۲ سنن الدارمی، باب اتباع السنة، ج ۱ ص ۵۷، رقم: ۹۵)

55- بَابُ فَضْلِ الزُّهْدِ فِي الدُّنْيَا وَالْحَثِّ عَلَى التَّقَلُّلِ مِنْهَا وَفَضْلِ الْفَقْرِ

دنیا میں زُہد کی فضیلت اس سے کفایت شعاری پر برانگیختہ کرنا اور فقر کی فضیلت

قَالَ اللهُ تَعَالَى: ﴿إِنَّمَا مَثَلُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا كَمَاءٍ أَنزَلْنَاهُ مِنَ السَّمَاءِ فَاخْتَلَطَ بِهِ نَبَاتُ الْأَرْضِ مِمَّا يَأْكُلُ النَّاسُ وَالْأَنْعَامُ حَتَّى إِذَا أَخَذَتِ الْأَرْضُ زُخْرُفَهَا وَازَّيَّنَتْ وَظَنَّ أَهْلُهَا أَنَّهُمْ قَادِرُونَ عَلَيْهَا أَتَاهَا أَمْرُنَا لَيْلًا أَوْ نَهَارًا فَجَعَلْنَاهَا حَصِيدًا كَأَن لَّمْ تَغْنَ بِالْأَمْسِ كَذَٰلِكَ نُفَصِّلُ الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ﴾ (یونس: 24)

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ''دنیوی زندگی کی مثال پانی کی طرح ہے، جس کو ہم نے آسمان سے اتارا تو اس کے ساتھ زمین کا سبزہ آیا، جس سے لوگ اور چوپائے کھاتے ہیں۔ حتیٰ کہ جب زمین پر رونق ہوگئی اور مزین ہوگئی تو اس کے مالکوں نے گمان کیا وہ اس پر اختیار رکھتے ہیں، اس پر ہمارا عذاب دن یا رات کو آ پہنچا تو ہم نے اس کو کٹی ہوئی کھیتی بنا دیا گویا یہ گزشتہ کل آباد ہی نہ تھی۔ اسی طرح ہم آیات کی تفصیل ایسی قوم کے لیے کرتے

ہیں جو غور و فکر کرتے ہیں''۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (وَاضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا كَمَاءٍ اَنْزَلْنَاهُ مِنَ السَّمَآءِ فَاخْتَلَطَ بِهٖ نَبَاتُ الْاَرْضِ فَاَصْبَحَ هَشِيْمًا تَذْرُوْهُ الرِّيَاحُ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ مُّقْتَدِرًا ۝ اَلْمَالُ وَالْبَنُوْنَ زِيْنَةُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَالْبَاقِيَاتُ الصَّالِحَاتُ خَيْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَّخَيْرٌ اَمَلًا) (الكهف: 45-46).

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ''اور ان کے لیے آپ دنیوی زندگی کی مثال اس پانی کے ساتھ بیان فرما دیں۔ جس کو ہم نے آسمان سے اتارا اس کی ہی وجہ سے زمین کی سبز پیداوار بکثرت ہوئی۔ تو وہ ریزہ ریزہ ہوگئی اس کو ہوائیں اڑاتی تھیں اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے۔ مال اور بیٹے دنیوی زندگی کی زینت ہیں اور باقی رہنے والی نیکیاں تیرے رب کے نزدیک ثواب کے اعتبار سے بہتر اور امید کے لحاظ سے اچھے ہیں''۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (اِعْلَمُوْا اَنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ وَّزِيْنَةٌ وَّتَفَاخُرٌ بَيْنَكُمْ وَتَكَاثُرٌ فِي الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ كَمَثَلِ غَيْثٍ اَعْجَبَ الْكُفَّارَ نَبَاتُهٗ ثُمَّ يَهِيْجُ فَتَرَاهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ يَكُوْنُ حُطَامًا وَّفِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ شَدِيْدٌ وَّمَغْفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانٌ وَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ) (الحديد: 20).

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ''جان لو کہ دنیوی زندگی فضول اور کھیل ہے اور آپس میں فخر کا مقابلہ ہے اور مالوں اور اولادوں میں کثرت کا مقابلہ ہے۔ اس کا حال ایسی بارش کی طرح ہے، جس کی پیداوار نے کفار کو خوش کیا پھر وہ رنگ بدل دیتی ہے، تو تم اس کو زرد دیکھتے ہو۔ پھر وہ ریزہ ریزہ ہو جاتی ہے اور (کافروں کے لیے) آخرت میں سخت عذاب اور (مومنوں کے لیے) اللہ کی طرف سے مغفرت اور رضا ہے اور دنیا کی زندگی صرف دھوکہ کا سامان ہے''۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوَاتِ مِنَ النِّسَآءِ وَالْبَنِيْنَ وَالْقَنَاطِيْرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَالْاَنْعَامِ وَالْحَرْثِ ذٰلِكَ مَتَاعُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الْمَاٰبِ) (آل عمران: 14)

اور ارشاد فرمایا: ''لوگوں کے لیے عورتوں اور بیٹوں کی خواہشات مزین کی گئی ہیں اور سونے چاندی کے بڑے بڑے ڈھیروں کی خواہش اور نشان زدہ کیے گئے گھوڑے اور چوپائے اور کھیتی یہ دنیا والی زندگی کا سامان ہی تو ہے اور اللہ کے پاس اچھا انجام ہے''۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (يَا اَيُّهَا النَّاسُ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيَاةُ الدُّنْيَا وَلَا يَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ''اے لوگو! یقیناً اللہ کا وعدہ حق ہے اور تم کو اللہ کے ساتھ بڑا دھوکہ باز دھوکہ

الْغَرُوْرُ) (فاطر: 5)،

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ O حَتّٰى زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ O كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ O ثُمَّ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ O كَلَّا لَوْ تَعْلَمُوْنَ عِلْمَ الْيَقِيْنِ) (التکاثر: 1-5)

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (وَمَا هٰذِهِ الْحَيَاةُ الدُّنْيَا اِلَّا لَهْوٌ وَّلَعِبٌ وَّاِنَّ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ لَهِيَ الْحَيَوَانُ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ)(العنکبوت: 64)

وَالْاٰيَاتُ فِي الْبَابِ كَثِيْرَةٌ مَّشْهُوْرَةٌ. وَاَمَّا الْاَحَادِيْثُ فَاَكْثَرُ مِنْ اَنْ تُحْصَرَ فَنُنَبِّهُ بِطَرَفٍ مِّنْهَا عَلٰى مَا سِوَاهُ.

(460) عَنْ عَمْرِو بْنِ عَوْفٍ الْاَنْصَارِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ اَبَا عُبَيْدَةَ بْنِ الْجَرَّاحِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اِلَى الْبَحْرَيْنِ يَاْتِيْ بِجِزْيَتِهَا، فَقَدِمَ بِمَالٍ مِّنَ الْبَحْرَيْنِ، فَسَمِعَتِ الْاَنْصَارُ بِقُدُوْمِ اَبِيْ عُبَيْدَةَ، فَوَافَوْا صَلَاةَ الْفَجْرِ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَلَمَّا صَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، انْصَرَفَ، فَتَعَرَّضُوْا لَهُ، فَتَبَسَّمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ رَاٰهُمْ، ثُمَّ قَالَ: اَظُنُّكُمْ سَمِعْتُمْ، اَنَّ اَبَا عُبَيْدَةَ قَدِمَ بِشَيْءٍ مِّنَ الْبَحْرَيْنِ؟ فَقَالُوْا: اَجَلْ، يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، فَقَالَ: اَبْشِرُوْا وَاَمِّلُوْا مَا يَسُرُّكُمْ، فَوَاللّٰهِ مَا الْفَقْرَ اَخْشٰى عَلَيْكُمْ، وَلٰكِنِّيْ اَخْشٰى اَنْ تُبْسَطَ الدُّنْيَا عَلَيْكُمْ كَمَا بُسِطَتْ عَلٰى مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ، فَتَنَافَسُوْهَا كَمَا تَنَافَسُوْهَا،

میں نہ ڈالے''۔

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد ربانی ہے: ''کثرت کے مقابلہ نے تم کو ہلاکت میں ڈال دیا۔ حتیٰ کہ تم نے قبریں دیکھ لیں۔ خبردار تم عنقریب جان لوگ گے پھر ہرگز نہیں تم عنقریب جان لو گے، ہرگز نہیں تم اگر علم یقینی جانتے''۔

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ''اور دنیا کی یہ زندگی صرف کھیل اور فضول ہے۔ اور آخرت کا گھر ضرور سچی زندگی ہے کیا اچھا ہوتا اگر وہ جانتے ہوتے''۔

اس باب میں آیات بکثرت مشہور و معروف ہیں۔ احادیث تو احاطہ سے زیادہ ہیں ہم ان میں سے کچھ بیان کر کے باقی پر تنبیہ کرتے ہیں۔

حضرت عمرو بن عوف انصاری ﷛ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوعبیدہ بن جراح ﷛ کو بحرین جزیہ کی وصولی کے لیے بھیجا وہ بحرین سے کافی مال لائے۔ انصار نے حضرت ابوعبیدہ کے آنے کا سنا تو وہ نماز فجر کے وقت رسول اللہ ﷺ کے پاس آ پہنچے جب رسول اللہ ﷺ نماز سے فارغ ہوئے، تو آپ کے سامنے ہونے لگے۔ رسول اللہ ﷺ نے جب ان کو دیکھا تو تبسم فرمایا پھر ارشاد فرمایا۔ میرا خیال ہے تم نے سنا ہوگا کہ ابوعبیدہ بحرین سے کچھ لائے ہیں، تو انہوں نے کہا: ہاں، یارسول اللہ! آپ ﷺ نے فرمایا خوش ہو جاؤ اور خوشی والی باتوں کی امید رکھو۔ اللہ کی قسم مجھے تم پر محتاجی کا ڈر نہیں مجھے تو یہ ڈر ہے کہ تم پر دنیا فراخ ہو جائے گی، جس طرح تم سے پہلے لوگوں کے لیے فراخ کی گئی۔ پس تم اس کو قابل قدر جاننے لگو گے جس طرح انہوں نے اس کو

فَتُهْلِكَكُمْ كَمَا أَهْلَكَتْهُمْ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. قابل قدر جانا۔ پھر تم کو اس طرح ہلاک کر دے گی جس طرح ان کو ہلاک کر دیا ہے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری باب شهود الملائكة بدرا ج[illegible]ص[illegible] رقم:[illegible] صحیح مسلم باب الزهد والرقائق ج[illegible]ص[illegible] رقم:[illegible] الآداب للبیہقی باب لا بأس بالغنی لمن اتقی للہ عزوجل فاخذہ من حق ج[illegible]ص[illegible] رقم:[illegible] السنن الكبرى للنسائی باب المجوس اهل كتاب والجزية توخذ منهم ج[illegible]ص[illegible] رقم:[illegible] سنن ابن ماجه باب فتنة المال ج[illegible]ص[illegible] رقم:[illegible])

شرح حدیث: دنیا سے بے رغبتی اختیار کرو

حضرتِ سیدنا سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے نبی مُکَرَّم، نُورِ مُجَسَّم، رسول اکرم، شہنشاہِ بنی آدم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہو کر عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے کوئی ایسا عمل بتایئے، جسے میں کروں تو اللہ عزوجل مجھ سے محبت کرنے لگے اور لوگ بھی مجھ سے محبت کریں۔ ارشاد فرمایا، دنیا سے بے رغبتی اختیار کرو اللہ عزوجل تم سے محبت فرمائے گا اور لوگوں کے مال سے بے نیاز ہو جاؤ لوگ تم سے محبت کرنے لگیں گے۔

(ابن ماجہ، کتاب الزھد، باب الزھد فی الدنیا، رقم ۴۱۰۲، ج ۴، ص ۴۲۳)

حضرتِ سیدنا ابراہیم بن ادہم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے شہنشاہِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ، صاحبِ معطر پسینہ، باعثِ نُزولِ سکینہ، فیض گنجینہ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلّم کی بارگاہ میں حاضر ہو کر عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے کوئی ایسا عمل بتایئے جس کی وجہ سے اللہ عزوجل مجھ سے محبت کرے اور لوگ بھی مجھ سے محبت کرنے لگیں۔ ارشاد فرمایا کہ وہ عمل جس کی وجہ سے اللہ عزوجل تم سے محبت فرمائے گا دنیا سے بے رغبتی ہے اور وہ عمل جس کی وجہ سے لوگ تجھ سے محبت کرنے لگیں گے وہ یہ ہے کہ تمہارے پاس جو مال ہے اسے لوگوں کے سپرد کر دو۔

(الترغیب والترہیب، کتاب التوبۃ والزھد، الترغیب فی الزھد فی الدنیا، رقم ۲، ج ۴، ص ۷۵)

حضرتِ سیدنا عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر وبَر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلَّم کو فرماتے ہوئے سنا، نیک لوگوں نے دنیا سے بے رغبتی سے بڑھ کر کسی عمل سے زینت حاصل نہیں کی۔ (مجمع الزوائد، کتاب الزھد، باب ما جاء فی الزھد فی الدنیا، رقم ۱۸۰۵۹، ج ۱۰، ص ۵۱۰)

حضرتِ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضورِ پاک، صاحبِ لولاک، سیّاحِ افلاک صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلَّم نے فرمایا، دنیا سے بے رغبتی دل وجان کو راحت بخشتی ہے۔

(مجمع الزوائد، کتاب الزھد، باب ما جاء فی الزھد فی الدنیا، رقم ۱۸۰۵۸، ج ۱۰، ص ۵۰۹)

حضرتِ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ سیدُ المبلغین، رَحمۃٌ لِّلْعٰلمین صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلَّم نے

ارشاد فرمایا کہ اللہ عزوجل نے تین دن میں حضرتِ سیدنا موسیٰ علیہ السلام سے ایک لاکھ چالیس ہزار کلمات کے ذریعے کلام فرمایا تو جب موسیٰ علیہ السلام نے آدمیوں کا کلام سنا تو اپنے رب عزوجل کا کلام سن لینے کی وجہ سے ان کے کلام کو ناپسند فرمانے لگے۔ اللہ عزوجل نے موسیٰ علیہ السلام سے جو کلام فرمایا تھا اس میں یہ بھی تھا کہ اے موسیٰ علیہ السلام! میرے لئے عمل کرنے والوں نے دنیا سے بے رغبتی جیسا کوئی عمل نہیں کیا اور مقربین نے ان پر میری حرام کردہ اشیاء سے بچنے جیسے کسی اور عمل سے میرا اقرب حاصل نہیں کیا اور میری عبادت کرنے والوں نے میرے خوف میں رونے جیسی کوئی عبادت نہیں کی۔

حضرتِ سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا، اے ساری کائنات کے رب! اور روز جزاء کے مالک! یاذاالجلال والاکرام! تو نے ان کے لئے کیا تیار کیا ہے اور تُو انہیں کیا بدلہ عطا فرمائے گا؟ تو اللہ عزوجل نے فرمایا، دنیا سے بے رغبتی رکھنے والوں کے لئے تو میں اپنی جنت کو مباح کر دوں گا کہ وہ اس میں جہاں چاہیں ٹھکانا بنالیں اور میں اپنی حرام کردہ چیزوں سے پرہیز کرنے والوں کو یہ انعام دوں گا کہ جب قیامت کا دن آئے گا تو میں پرہیزگاروں کے علاوہ ہر بندے سے سخت حساب لوں گا کیونکہ میں اُن سے حیا کروں گا اور انہیں عزت واکرام سے نوازوں گا پھر انہیں بغیر حساب جنت میں داخل فرمادوں گا اور میرے خوف سے رونے والے تو وہی ہیں جو رفیق اعلیٰ میں ہوں گے اس میں ان کا کوئی شریک نہ ہوگا۔

(طبرانی کبیر، رقم ۱۲۶۵۰، ج ۱۲، ص ۹۴)

(461) وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِنِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: جَلَسَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَلَی الْمِنْبَرِ، وَجَلَسْنَا حَوْلَهُ، فَقَالَ: اِنَّ مِمَّا اَخَافُ عَلَیْکُمْ مِنْ م بَعْدِیْ مَا یُفْتَحُ عَلَیْکُمْ مِنْ زَهْرَةِ الدُّنْیَا وَزِیْنَتِهَا مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ۔

حضرت ابوسعید خدری ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ منبر پر بیٹھے اور ہم آپ کے اردگرد بیٹھے تھے تو آپ ﷺ نے فرمایا: مجھے تم پر اپنے بعد جس چیز کا سب سے زیادہ خطرہ ہے۔ وہ اس کا ہے جو دنیا کی تازگی اور زینت سے کھول دیا جائے گا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب الصدقة علی الیتامی، ج۲ص۱۲۱ رقم: ۱۴۶۵ صحیح مسلم، باب تخوف ما یخرج من زهرة الدنیا، ج۲ص۱۰۱ رقم: ۲۴۷۰ السنن الکبری للبیهقی، باب یحول الناس وجوههم الی الامام ویستمعون الذکر، ج۳ص۱۹۸ رقم: ۵۹۲۰ مسند امام احمد بن حنبل، مسند ابی سعید الخدری، ج۴ص۲۱ رقم: ۱۱۱۶۳ مسند ابوداؤد الطیالسی، احادیث عطاء بن یسار عن ابی سعید رضی الله عنه، ص۲۹۰ رقم: ۲۱۸۰)

شرح حدیث: دلوں کی کمزوری کا سبب

حضرت سیدنا ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، کہ نبی کریم، رءوف رحیم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: عنقریب تمہارے خلاف ہر جانب سے لوگ اکٹھے ہوجائیں گے جیسے کھانے والے کھانے کے برتن پر جمع ہوتے ہیں۔ عرض کی گئی: یارسول اللہ عزوجل وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کیا اس دن ہماری تعداد کم ہوگی؟

ارشاد فرمایا: نہیں! بلکہ تم تو کوڑے کچرے ہو جاؤ گے جیسے سیلاب کا کوڑا کچرا ہوتا ہے (مراد اس سے آخری زمانے کے خراب اور نکمے لوگ ہیں)، دنیا سے محبت اور موت سے نفرت کی وجہ سے تمہارے دل کمزور پڑ جائیں گے اور تمہارے دشمنوں کے دلوں سے تمہارا رعب جاتا رہے گا۔ (المسند للامام احمد بن حنبل، الحدیث:۲۲۴۶۰، ص ۳۲۷ تغیراً)

دنیا کی محبت، جھگڑوں کا سبب ہے

حضرت سیدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم، رؤف رحیم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم ایک روز (گھر سے) باہر تشریف لے گئے اور شہداء احد پر نماز پڑھی جیسی آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم میت پر نمازِ جنازہ پڑھتے تھے۔

پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم منبر شریف پر تشریف لے گئے اور ارشاد فرمایا: میں تمہارے لئے فَرَط (یعنی پیش رو) ہوں اور تمہارا نگران گواہ ہوں اور خدا عزوجل کی قسم! میں اس وقت بھی اپنے حوض (یعنی حوضِ کوثر) کو دیکھ رہا ہوں اور مجھے زمین کے خزانوں کی چابیاں عطا کی گئی ہیں یا (ارشاد فرمایا) زمین کی چابیاں عطا کی گئی ہیں۔ اور اللہ عزوجل کی قسم! مجھے تم پر اس بات کا ڈر نہیں کہ تم میرے بعد شرک کرو گے، بلکہ مجھے تم پر اس بات کا خوف ہے کہ تم (حصولِ دنیا کے لئے) ایک دوسرے سے مقابلہ کرو گے۔ (صحیح البخاری، کتاب الرقاق، باب ما یحذر من زہرۃ الدنیا، الحدیث:۶۴۲۶، ص ۵۴۰)

زمین کی برکات

حضرت سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رحمتِ کونین، دکھی دلوں کے چین صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: مجھے تم پر جس چیز کا زیادہ خوف ہے وہ اللہ تعالیٰ کا تمہارے لئے زمین کی برکات کو نکالنا ہے۔ عرض کی گئی: زمین کی برکات کیا ہیں؟ ارشاد فرمایا: دنیا کی آسائشیں۔ ایک شخص نے عرض کی: کیا خیر کے ساتھ شر بھی آتا ہے؟ تو سرکارِ مدینہ، راحتِ قلب وسینہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے سکوت فرمایا حتی کہ ہم نے گمان کیا کہ آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم پر وحی نازل ہو رہی ہے، پھر سیدِ عالم، نورِ مجسَّم، شاہِ بنی آدم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے اپنی مبارک پیشانی سے پسینہ پونچھتے ہوئے ارشاد فرمایا: سوال پوچھنے والا کہاں ہے؟ اس شخص نے عرض کی: میں حاضر ہوں۔ حضرت سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: ہم نے اس کے وہاں موجود ہونے پر اس کی تعریف کی۔ حضور نبی کریم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے فرمایا: خیر کے ساتھ خیر ہی آتی ہے، بے شک یہ دنیا کا مال سرسبز اور شیریں لگتا ہے جس طرح فصلِ ربیع جو کچھ اُگاتی ہے وہ یا تو جانور کو پیٹ پُھلا کر مار ڈالتا ہے یا مرنے کے قریب کر دیتا ہے۔ مگر وہ جانور جو ہری گھاس کھائے، جب پیٹ بھر جائے تو دھوپ میں آجائے، جگالی کرے اور گوبر و پیشاب کرے پھر آکر دوبارہ چرنے لگے، یوں ہی یہ مال بھی شیریں ہے لیکن جو حق کے ساتھ اسے حاصل کرے اور ٹھیک جگہ پر خرچ کرے تو (ثواب حاصل کرنے میں) بہت اچھا مددگار ہے اور جو ناحق مال لے تو وہ اس کی طرح ہے جو کھاتا ہے مگر پیٹ نہیں بھرتا۔

(صحیح البخاری، کتاب الرقاق، باب ما یحذر من زهرة الدنیا، الحدیث: ۶۴۲۷)

(462) وَعَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: اِنَّ الدُّنْيَا حُلْوَةٌ خَضِرَةٌ وَّاِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى مُسْتَخْلِفُكُمْ فِيْهَا، فَيَنْظُرُ كَيْفَ تَعْمَلُوْنَ، فَاتَّقُوا الدُّنْيَا وَاتَّقُوا النِّسَآءَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

انہی سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یقینا دنیا میٹھی اور سبز ہے۔ بلاشبہ تم کو اللہ تعالیٰ اس میں خلیفہ بنائے گا پھر دیکھے گا تم کس طرح کے عمل کرتے ہو تو دنیا سے بچنا اور عورتوں سے بچنا۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب اکثر اهل الجنة الفقرا واکثر اهل النار النساء، ج۸ص۸۹، رقم: ۷۱۲۴، السنن الکبرٰی للبیهقی، باب ما ینبغی لکل مسلم ان یستعمله من قصر الامل، ج۳ص۳۶۹، رقم: ۶۷۳۶، سنن ترمذی، باب ما جاء اخبر النبی صلی الله علیه وسلم اصحابه بما هو کائن الی یوم القیامة، ج۴ص۴۸۳، رقم: ۲۱۹۱، مسند البزار، مسند ابی حمزة عن انس بن مالك، ج۲ص۴۸۳، رقم: ۶۳۹۶، اتحاف الخیرة المهرة للبوصیری، کتاب الفتن، باب فیما اخبر به النبی صلی الله علیه وسلم مما هو کائن الی یوم القیامة، ج۸ص۶۶، رقم: ۷۴۹۲)

شرح حدیث: ترمذی شریف میں یہ روایت تفصیل یوں ہے:

روایت ہے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عصر کے بعد ہمارے درمیان خطبہ دینے کھڑے ہوئے پس آپ نے قیامت تک ہونے والی کوئی خبر نہ چھوڑی مگر اس کا ذکر کر دیا یاد رکھا جس نے یاد رکھا اور جو بھول گیا وہ بھول گیا، اسی میں آپ نے فرمایا بے شک دنیا میٹھی اور سرسبز ہے اور اللہ تعالیٰ اس کی تم کو خلافت دینے والا ہے پس دیکھتا ہے کہ تم کیسے عمل کرتے ہو۔ خبردار! دنیا سے بچو اور عورتوں سے بچو اور ذکر فرمایا کہ قیامت کے روز ہر دغا باز کے لیے اس کی دنیاوی دغابازی کے مطابق جھنڈا ہوگا اور حاکم کی عام دغابازی سے بڑھ کر کوئی دغابازی نہیں اس کا جھنڈا اس کے پاخانے کی جگہ کے پاس گاڑا جائے گا، فرمایا کہ تم میں سے کسی کو لوگوں کا خوف حق بات کہنے سے نہ روکے جب کہ اسے معلوم ہو، ایک روایت میں ہے کہ اگر برا کام دیکھے تو اسے روکے، پس حضرت ابو سعید رو پڑے اور فرمایا ہم اسے دیکھتے ہیں اور لوگوں کی ہیبت ہمیں اس کے متعلق بولنے سے روکتی ہے پھر فرمایا کہ آدمی مختلف درجوں کے پیدا کیے گئے ہیں بعض وہ ہیں جو مؤمن پیدا ہوتے ہیں مؤمن ہی زندہ رہتے ہیں اور مؤمن مرتے ہیں اور ان میں سے بعض کافر پیدا ہوتے ہیں کافر زندہ رہتے ہیں اور کافر ہی مرتے ہیں اور ان میں سے بعض مؤمن پیدا ہوتے مؤمن زندہ رہتے اور کافر مرتے ہیں اور ان میں سے بعض کافر پیدا ہوتے کافر زندہ رہتے اور مؤمن مرتے ہیں، راوی کا بیان ہے کہ آپ نے غصے کا ذکر فرمایا کہ ان میں سے بعض کو جلد غصہ آتا اور جلد چلا جاتا ہے پس ایک دوسرے کے ساتھ ہے ان میں سے بعض کو دیر سے غصہ آتا اور دیر سے جاتا ہے پس ایک دوسرے کے ساتھ ہے تم میں سے بہتر وہ ہیں جن کو دیر سے غصہ آئے اور جلد چلا جائے اور تم میں سے برے وہ ہیں جن کو جلدی غصہ آئے اور دیر سے جائے فرمایا کہ غصے سے بچو کیونکہ یہ آدمی کے دل پر چنگاری ہے کیا تم اس کی رگوں کے پھولنے اور آنکھوں کے سرخ ہونے کو نہیں دیکھتے جس کو غصہ محسوس ہو تو چاہیے کہ لیٹ جائے اور زمین

سے چمٹ جائے، راوی کا بیان ہے کہ آپ نے قرض کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا تم میں سے کوئی اچھی طرح ادا کر دیتا ہے لیکن جب اس کا کسی پر ہو تو لینے میں سختی کرتا ہے دونوں ایک دوسرے کے مقابل ہیں ان میں سے کوئی ادا کرنے میں برا ہے لیکن اگر اس کا کسی پر ہو تو طلب میں اچھا ہے یہ ایک عادت دوسری کے ساتھ ہے اور تم میں سے بہتر وہ ہے کہ جب اس پر کسی کا قرض ہو تو اچھی طرح ادا کرے اور اس کا کسی پر ہو تو اچھی طرح طلب کرے اور تم میں سے برا وہ ہے کہ جب اس پر کسی کا قرض ہو تو بری طرح ادا کرے اور اس کا کسی پر ہو تو سختی سے طلب کرے خواہ سورج درختوں کی چوٹیوں اور دیواروں کے کناروں پر ہو نیز فرمایا کہ دنیا کی زندگی میں سے گزرے ہوئے وقت کے مقابلے میں نہیں باقی رہا مگر اتنا حصہ جتنا آج گزرے ہوئے وقت سے باقی رہ گیا ہے۔

(جامع الترمذی، ابواب الفتن، باب ما اخبر النبی۔۔۔۔۔۔۔الخ، الحدیث ۲۱۹۱ ص ۱۸۷۲) (الزھد لابن ابی الدنیا، الحدیث ۲۰، ج ۱، ص ۲۱)

حکیم الاُمّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اس طویل حدیث میں کئی مسائل بیان ہوئے ہیں جن کی تفصیل یوں ہے۔(۱) رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے خطبہ میں قیامت تک پیش آنے والے مسائل سے متعلق مکمل احکام ذکر فرمائے جو آپ کا معجزہ ہے ورنہ اتنے مختصر وقت میں اور پھر مستقبل کے واقعات کا بیان ممکن نہیں۔(۲) دنیا میٹھی اور سرسبز ہے ہر شخص اسے حاصل کرنا چاہتا ہے لیکن یاد رکھنا چاہیے کہ یہ ایک آزمائش ہوتی ہے کہ آیا دولت واقتدار حاصل ہونے کے بعد انسان احکام خداوندی سے روگردانی کرتا ہے یا ان کی تعمیل لہذا اس آزمائش میں ناکامی کے خوف سے کوشش کی جائے کہ دنیا اور عورتوں کے فتنوں سے دور رہیں۔(۳) دنیا میں جو بھی شخص دھوکہ بازی اور خیانت کرے گا قیامت کے دن سب کے سامنے ذلیل و رسوا ہوگا، حکمرانوں اور بڑے بڑے افسروں کو خاص طور پر اس بات کا خیال رکھنا چاہیے۔(۴) کلمہ حق کہنے میں کسی کا خوف آڑے نہیں آنا چاہیے ورنہ معاشرتی نظام تباہ وبرباد ہو جائے گا۔(۵) خاتمے کے بارے میں فکرمند رہنا چاہیے اور ہر وقت حسن خاتمہ کی دعا مانگتے رہنا چاہیے۔(۶) دنیا میں وہی انسان سب سے اچھا ہے جس کو غصہ دیر سے آئے اور جلد چلا جائے اور وہ شخص سب سے برا ہے جسے جلدی غصہ آئے اور دیر سے جائے۔(۷) غصے سے اجتناب کرنا چاہیے کیونکہ یہ ایک ایسی آگ ہے جو سب کچھ جلا کر راکھ کر دے گی۔(۸) قرض کے سلسلے میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کو سب سے اچھا قرار دیا جو قرض دے تو اچھی طرح واپس مانگے اور قرض لے تو اچھے طریقے سے ادا کرے، جب کہ وہ شخص جو طلب میں بدکلامی کا مظاہرہ کرے اور کسی کا قرض دینا ہو تو اچھے طریقے سے ادا نہ کرے وہ سب سے برا آدمی ہے۔

(۹) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عمل کی ترغیب دیتے ہوئے فرمایا جس طرح اب سورج کے غروب ہونے میں تھوڑا سا وقت باقی ہے اسی طرح قیامت بھی بالکل قریب ہے لہذا اس کے لیے تیار رہنا چاہیے۔(مرآۃ المناجیح، ج ۶، ص ۹۶۶)

حضرت سیدنا عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: دنیا کو رب نہ بناؤ ورنہ وہ تمہیں اپنا غلام بنا لے گی، اپنا

مال اس کے پاس جمع کرو جو اسے ضائع نہیں کرتا کیونکہ جس کے پاس دنیا کا خزانہ ہو اسے آفت کا ڈر ہوتا ہے اور اللہ عَزَّ وَجَلَّ کے پاس مال جمع کروانے والے کو آفت کا خوف نہیں ہوتا۔

تاجدارِ رسالت، شہنشاہِ نُبوت، مَخْزنِ جودوسخاوت، پیکرِ عظمت وشرافت، مَحبوبِ رَبُّ العزت، محسنِ انسانیت عَزَّ وَجَلَّ وصَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے اپنے ایک خطبے میں ارشاد فرمایا: مؤمن دو خوفوں کے درمیان ہوتا ہے: ایک اس مدت پر جو گزر گئی اور وہ نہیں جانتا کہ اللہ عَزَّ وَجَلَّ اس کے بارے میں کیا معاملہ فرمائے گا، دوسری وہ مدت جو باقی ہے اور وہ نہیں جانتا کہ اس کے بارے میں اللہ عَزَّ وَجَلَّ کیا فیصلہ فرمائے گا۔ پس انسان کو اپنی ذات سے اپنی ذات کے لئے، اپنی دُنیا سے اپنی آخرت کے لئے، اپنی زندگی سے موت کے لئے اور اپنی جوانی سے بڑھاپے کے لئے زادِ راہ تیار کرنا چاہے کیونکہ دُنیا تمہارے لئے اور تمہیں آخرت کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔ اور اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے! موت کے بعد معافی مانگنے کی کوئی جگہ نہیں اور دُنیا کے بعد جنت یا دوزخ کے علاوہ کوئی گھر نہیں۔

(شعب الایمان للبیھقی، باب فی الزھد وقصر الامل، الحدیث ۱۰۵۸۱، ج ۷، ص ۳۶۰)

(463) وَعَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ: اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، قَالَ: اَللّٰھُمَّ لَا عَیْشَ اِلَّا عَیْشَ الْاٰخِرَۃِ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اے اللہ! زندگی تو صرف آخرت کی زندگی ہے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب دعا النبی صلی اللہ علیہ وسلم اصلح الانصار والمهاجرة، ج۵ص۳۲، رقم: ۳۷۹۶، صحیح مسلم، باب غزوة الاحزاب، ج۵ص۱۸۸، رقم: ۴۷۷۳، مسند امام احمد بن حنبل، مسند انس بن مالك، ج۲ص۱۶۲، رقم: ۱۲۷۹۱، مسند الحارث، باب غزوة الخندق وقريظة، ج۲ص۷۰۳، رقم: ۶۹۱، مصنف عبد الرزاق، باب فی فضائل الانصار، ج۱۱ص۶۲، رقم: ۱۹۹۱۲ (المکتب الاسلامی، بیروت)

شرحِ حدیث: دنیا کی مذمت پر آیاتِ قرآنیہ

(۱) اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے:

وَمَا هٰذِهِ الْحَیٰوةُ الدُّنْیَآ اِلَّا لَهْوٌ وَّلَعِبٌ ؕ وَاِنَّ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ لَهِیَ الْحَیَوَانُ ۘ لَوْ كَانُوْا یَعْلَمُوْنَ ۝

ترجمہ کنزالایمان: اور یہ دنیا کی زندگی تو نہیں مگر کھیل کود اور بے شک آخرت کا گھر ضرور وہی سچی زندگی ہے کیا اچھا تھا اگر جانتے۔ (پ21، العنکبوت: 64)

(2) قُلْ مَتَاعُ الدُّنْیَا قَلِیْلٌ ۚ وَالْاٰخِرَةُ خَیْرٌ لِّمَنِ اتَّقٰى

ترجمہ کنزالایمان: تم فرمادو! کہ دنیا کا برتنا تھوڑا ہے۔ اور ڈر والوں کیلئے آخرت اچھی۔ (پ5، النسآء: 77)

(3) وَمَا الْحَیٰوةُ الدُّنْیَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ ۝

ترجمہ کنزالایمان: اور دنیا کا جینا تو نہیں مگر دھوکے کا مال۔ (پ27، الحدید:20)

دنیا کی مذمت پر احادیث مبارکہ

حضرت سیدنا اَنس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم، نور مجسّم، شاہ بنی آدم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عظمت نشان ہے: اے اللہ عزوجل! زندگی تو صرف آخرت کی ہے پس تُو مہاجرین اور انصار کو نیک بنادے۔ایک روایت میں یہ الفاظ آئے ہیں تُو مہاجرین وانصار کی بخشش فرمادے۔

(صحیح البخاری، کتاب الرقاق، باب الصحۃ والفراغ....الخ، الحدیث: ۶۴۱۲۔۱۳، ص۵۳۹)

حضرت سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ حضورِ پاک، صاحبِ لَولاک، سیّاحِ اَفلاک صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے میرے کندھے پکڑ کر ارشاد فرمایا: دنیا میں ایک اجنبی اور مسافر بن کر رہو۔حضرت سیدنا ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں: جب تو شام کرے تو آنے والی صبح کا انتظار مت کر، اور جب صبح کرے تو شام کا منتظر نہ رہ، اور حالت صحت میں بیماری کے لئے اور زندگی میں موت کے لئے تیاری کرلے۔

(صحیح البخاری، کتاب الرقاق، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی الدنیا...الخ، الحدیث: ۶۴۱۶، ص۵۳۹)

حضرت سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی مُکَرَّم، نُورِ مُجَسَّم، رسولِ اَکرم، شاہِ بنی آدم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم ارشاد فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ اس شخص کا عذر قبول نہیں فرمائے گا جس کی موت کو مؤخر کردیا حتی کہ اُسے ساٹھ سال تک پہنچادیا۔ (مطلب یہ کہ وہ اس عمر میں بھی گناہوں سے باز نہ آیا)

(صحیح البخاری، کتاب الرقاق، باب من بلغ ستین سنۃ.....الخ، الحدیث: ۶۴۱۹، ص۵۳۹)

(464) وَعَنْهُ، عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: يَتْبَعُ الْمَيِّتَ ثَلَاثَةٌ: اَهْلُهُ وَمَالُهُ وَعَمَلُهُ: فَيَرْجِعُ اثْنَانِ، وَيَبْقٰى وَاحِدٌ: يَرْجِعُ اَهْلُهُ وَمَالُهُ وَيَبْقٰى عَمَلُهُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میت کے پیچھے تین چیزیں جائیں گی۔اس کے گھر والے اس کا مال (غلام وغیرہ) اور اس کا عمل پس دو چیزیں لوٹ آتی ہیں اور ایک رہ جاتی ہے اس کے گھر والے اور مال لوٹ آتے ہیں اور اس کا عمل باقی رہ جاتا ہے۔

(متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب فضل السجود والحث علیه، ج ۱ص۲۵۲، رقم: ۱۱۲۲سنن الکبری للبیهقی، باب الترغیب فی الاکثار من الصلوٰۃ، ج ۲ص۴۸۶، رقم: ۴۷۵۰الاحادوالمثانی، من اسمه ربیعة بن کعب الاسلمی، ص۶۵۲، رقم: ۲۳۸۶سنن ابوداؤد، باب وقت قیام النبی صلی الله علیه وسلم، ج ۱ص۵۰۶، رقم: ۱۳۲۲سنن الکبری للنسائی، باب فضل السجود، ج ۱ص۲۴۲، رقم: ۷۲۴)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:
یعنی مرنے کے بعد قبر تک تین چیزیں ساتھ جاتی ہیں: دو بے وفا جو مردے کو چھوڑ کر لوٹ آتی ہیں ایک وفادار جو ساتھ رہتی ہے۔

گھر والوں سے مراد بال بچے، عزیز و اقارب، دوست آشنا جو دفن و نماز میں شرکت کرنے جاتے ہیں۔ مال سے مراد اس کے غلام باندیاں ہیں۔ اعمال سے مراد سارے اچھے برے عمل ہیں جو میت نے اپنی زندگی میں کیے۔ اعمال کے ساتھ جانے سے مراد ان کا میت کے ساتھ تعلق ہے جو مرے بعد قائم رہتا ہے لہذا حدیث شریف واضح ہے۔
نیک اعمال جو قبول ہو گئے ہمیشہ اس کے ساتھ رہتے ہیں برے اعمال شفاعت بخشش یا سزا بھگتنے تک چپٹے رہتے ہیں، ان چیزوں کے بعد پیچھا چھوڑتے ہیں۔ جس پر مولیٰ رحم کرے حضور جسے سنبھال لیں اس کا بیڑا پار ہے۔ قبر اعمال کا صندوق ہے یا دوزخ کی بھٹی ہے یا جنت کی کیاری اس لیے بزرگوں کی قبر کو روضہ کہتے ہیں یعنی جنت کا باغ۔

(مرآۃ المناجیح، ج ۷، ص ۱۳)

آخرت کی تیاری کرلو

جب دنیا ایک ختم ہوجانے والا سایہ ہے اور فانی ہونے والا سامان ہے تو تجھ پر لازم ہے کہ تو آخرت کے لئے مکمل اہتمام کر۔ چنانچہ،

حضرت سیدنا معقل بن یسار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ سَیِّدُ المبلغین، رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِیْن صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم ارشاد فرماتے ہیں کہ تمہارا پاک پروردگار عزوجل ارشاد فرماتا ہے: اے ابن آدم! تو خود کو میری عبادت کے لئے فارغ کرلے میں تیرے دل کو غناء سے اور تیرے ہاتھوں کو رزق سے بھر دوں گا۔ اور اے ابن آدم! تو میری عبادت سے دوری اختیار نہ کر (ورنہ) میں تیرے دل کو فقر سے بھر دوں گا اور تیرے ہاتھوں کو دنیاوی کاموں میں مصروف کردوں گا۔

(المستدرک للحاکم، کتاب الرقاق، الحدیث: ۷۹۹۶، ج ۵، ص ۴۶۴)

حضرت سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے محبوب، دانائے غیوب، منزہ عن العیوب عزوجل وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عبرت نشان ہے: جس نے دنیا سے محبت کی وہ آخرت میں نقصان اٹھائے گا اور جس نے آخرت سے محبت کی اس کو دنیا میں نقصان ہوگا، تو تم باقی رہنے والی (آخرت) کو فنا ہونے والی (دنیا) پر ترجیح دو۔ (المرجع السابق، الحدیث: ۷۹۶۷، ص ۴۵۴)

حضرت سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ سردارِ مکہ مکرمہ، سلطانِ مدینہ منورہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم اتنی لمبی نماز ادا فرماتے تھے کہ مبارک قدموں میں ورم آجاتا یا ان میں زخم ہوجاتے اور جب آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم سے اس کے بارے میں عرض کی جاتی (کہ اتنی مشقت کس لئے؟) تو ارشاد فرماتے: کیا میں اپنے رب

عزوجل کا شکر گزار بندہ نہ بنوں؟ (صحیح البخاری، کتاب الرقاق، باب الصبر عن محارم اللہ، الحدیث: ۶۴۷۰، ص ۵۴۳)

(465) وَعَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يُؤْتٰى بِاَنْعَمِ اَهْلِ الدُّنْيَا مِنْ اَهْلِ النَّارِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ، فَيُصْبَغُ فِي النَّارِ صَبْغَةً ، ثُمَّ يُقَالُ: يَا ابْنَ اٰدَمَ، هَلْ رَاَيْتَ خَيْرًا قَطُّ؟ هَلْ مَرَّ بِكَ نَعِيْمٌ قَطُّ؟ فَيَقُوْلُ: لَا وَاللهِ يَا رَبِّ، وَيُؤْتٰى بِاَشَدِّ النَّاسِ بُؤْسًا فِي الدُّنْيَا مِنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ، فَيُصْبَغُ صَبْغَةً فِي الْجَنَّةِ، فَيُقَالُ لَهٗ: يَا ابْنَ اٰدَمَ، هَلْ رَاَيْتَ بُؤْسًا قَطُّ؟ هَلْ مَرَّ بِكَ شِدَّةٌ قَطُّ؟ فَيَقُوْلُ: لَا وَاللهِ، مَا مَرَّ بِيْ بُؤْسٌ قَطُّ، وَلَا رَاَيْتُ شِدَّةً قَطُّ رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن ایک ایسے دوزخی کو لایا جائے گا۔ جو دنیا میں رہتے ہوئے سب سے زیادہ نعمتوں والا تھا' اس کو دوزخ میں ایک غوطہ دے کر پوچھا جائے گا اے ابن آدم! کیا کبھی تو نے بھلائی دیکھی' کیا کبھی تو بھلائی کے پاس سے گزرا وہ کہے گا: اللہ کی قسم! نہیں اے میرے ربّ! اور ایک ایسے جنتی کو لایا جائے گا' جو دنیا میں رہتے ہوئے سب سے برے حال میں تھا۔ اس کو جنت میں ایک غوطہ دے کر دریافت کیا جائے گا کبھی تمہیں کوئی تکلیف ہوئی ہے' کبھی تو سختی کے پاس سے گزرا وہ کہے گا: اللہ کی قسم! میرے پاس سے کبھی کوئی سختی یا تکلیف نہ گزری اور نہ میں نے کچھ سختی دیکھی۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب صبغ اهل الدنیا فی النار وصبغ اشدهم بوسا فی الجنة، ج۸ص۱۳۵، رقم: ۷۲۶۶، مسند امام احمد بن حنبل، مسند انس بن مالک رضی الله عنه، ج۳ص۲۰۳، رقم: ۱۳۱۳۴، جامع الاصول لابن اثیر، الفصل السادس فی احادیث مفردة تتعلق بالقیامة، ج۱۰ص۳۹۰، رقم: ۸۰۲۱)

شرح حدیث: حکیم الاُمّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

(ایک بار غوطہ دیا جائے گا) یہ واقعہ بعد قیامت ہوگا نہ کہ قبر میں کیونکہ دوزخ میں داخلہ اس وقت ہے قبر میں تو صرف دوزخ یا جنت کی کھڑکی کھل جاتی ہے۔

(یارب واللہ کبھی نہیں) پتہ لگا کہ دنیا کے عمر بھر کے عیش و آرام وہاں کے منٹ بھر کے ایک غوطہ پر بھول جائیں گے وہ تو بڑی سخت جگہ ہے دنیا میں کوئی خاص مصیبت پڑے تو سارے عیش فراموش ہو جاتے ہیں۔

(ایک بار غوطہ دیا جائے گا) یا تو حوض کوثر میں یا وہاں کی ہوا اور دوسری نعمتوں میں۔ غوطہ دیئے جانے سے مراد ہے وہاں کی ہوا کا جھونکا دینا وہاں داخل فرما کر اس کی تجلی دکھانا۔

(یارب واللہ کبھی نہیں) معلوم ہوا کہ وہاں کے عیش کی ایک جھلک وہاں کی ہوا کا ایک جھونکا عمر بھر کے دنیاوی غموں تکلیفوں کو بھلا دے گا، انسان کو چاہیے کہ اس طرف دل لگائے۔ خیال رہے کہ یہ عرض معروض جھوٹ نہ ہوگی بلکہ واقعی وہ

شخص ان مصیبتوں کو بھول ہی جاوے گا اس بنا پر یہ کہے گا۔

(نہ میں نے کبھی کوئی سختی دیکھی) اس کا مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ میں نے دنیا میں جو مصیبتیں دیکھیں وہ درحقیقت مصیبتیں ہی نہ تھیں کیونکہ ان کا انجام یہ نعمتیں تھیں یا یہ مطلب ہے کہ وہ ان مصیبتوں کو بھول ہی گیا ان نعمتوں کی خوشی میں۔

(مرآۃ المناجیح، ج ۷، ص ۱۳)

دنیا کی محبت کو اپنے دل سے نکال دے

شہنشاہِ نبوّت، مخزنِ جودوسخاوت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ جنت نشان ہے: اللہ عزوجل نے حضرتِ سیّدنا داؤد علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی کہ اے داؤد (علیہ السلام)! گنہگاروں کو خوشخبری دے دو اور صدیقین کو ڈر سناؤ۔ تو حضرت سیدنا داؤد علیہ السلام کو اس بات پر بڑا تعجب ہوا، تو انہوں نے عرض کی: یارب عزوجل میں گنہگاروں کو کیا خوشخبری دوں اور صدیقین کو کیا ڈر سناؤں؟

اللہ عزوجل نے فرمایا: اے داؤد (علیہ السلام)! گنہگاروں کو یہ خوشخبری سنا دو کہ کوئی گناہ میری بخشش سے بڑا نہیں اور صدیقین کو اس بات کا ڈر سناؤ کہ وہ اپنے نیک اعمال پر خوش نہ ہوں کہ میں نے جس سے بھی اپنی نعمتوں کا حساب لیا وہ تباہ وبرباد ہو جائے گا، اے داؤد (علیہ السلام)! اگر تو مجھ سے محبت کرنا چاہتا ہے تو دنیا کی محبت کو اپنے دل سے نکال دے کیونکہ میری اور دنیا کی محبت ایک دل میں جمع نہیں ہوسکتیں، اے داؤد (علیہ السلام)! جو مجھ سے محبت کرتا ہے وہ رات کو میرے حضور تہجد ادا کرتا ہے جبکہ لوگ سو رہے ہوتے ہیں، وہ تنہائی میں مجھے یاد کرتا ہے جب غافل لوگ میرے ذکر سے غفلت میں پڑے ہوتے ہیں، وہ میری نعمت پر شکر ادا کرتا ہے جبکہ بھولنے والے مجھ سے غفلت اختیار کرتے ہیں۔

(حلیۃ الاولیاء، عبدالعزیز بن ابی رواد، رقم ۱۱۹۰۶، ج ۸، ص ۲۱۱۔ الی قولہ الاھلک)

(466) وَعَنِ الْمُسْتَوْرِدِ بْنِ شَدَّادٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا الدُّنْيَا فِي الْاٰخِرَةِ اِلاَّ مِثْلُ مَا يَجْعَلُ اَحَدُكُمْ اِصْبَعَهُ فِي الْيَمِّ، فَلْيَنْظُرْ بِمَ يَرْجِعُ! رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت مستورد بن شداد ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: دنیا آخرت کے مقابلے میں یوں ہے جیسے تم میں سے کوئی اپنی انگلی سمندر میں ڈال کر نکالے پھر دیکھے وہ کیا لے کر آئی۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب فنا الدنیا وبیان الحشر یوم القیامۃ، ج۸ص۱۵۶، رقم: ۷۳۷۶، سنن ابن ماجہ، باب مثل الدنیا، ج۲ص۱۳۷۶، رقم: ۴۱۰۸، المعجم الاوسط للطبرانی، من اسمہ علی، ج۴ص۲۷۴، رقم: ۴۱۸۰، صحیح ابن حبان، کتاب الایمان، ج۱۰ص۱۷۳، رقم: ۴۳۳۰، مسند امام احمد بن حنبل، حدیث المستورد بن شداد، ج۶ص۲۲۹، رقم: ۱۸۰۲۳)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

آپ بہت کم سن صحابی ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت بالکل نو عمر تھے مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام

شریف یادرکھا، روایت کیا، مصر میں قیام رہا۔ (اکمال، اشعہ)

(پھر دیکھے وہ کیا لے کرآئی) یہ بھی فقط سمجھانے کے لیے ہے ورنہ فانی اور متناہی کو باقی غیر فانی غیر متناہی سے وجہ نسبت بھی نہیں جو بھیگی اونگلی کی تری کو سمندر سے ہے۔ خیال رہے کہ دنیا وہ ہے جو اللہ سے غافل کردے۔ عاقل عارف کی دنیا تو آخرت کی کھیتی ہے اس کی دنیا بہت ہی عظیم ہے۔ غافل کی نماز بھی دنیا ہے جو وہ نام نمود کے لیے کرتا ہے۔ عاقل کا کھانا پینا، سونا جاگنا بلکہ جینا مرنا بھی دین ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔ مسلمان اس لیے کھائے پئے سوئے جاگے کہ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتیں ہیں۔ حیاۃ الدنیا اور چیز ہے، حیوۃ فی الدنیا اور، حیاۃ للدنیا کچھ اور یعنی دنیا کی زندگی، دنیا میں زندگی، دنیا کے لیے زندگی، جو زندگی دنیا میں ہو مگر آخرت کے لیے ہو دنیا کے لیے نہ ہو وہ مبارک ہے۔ مولانا فرماتے ہیں شعر

آب در کشتی ہلاک کشتی است   آب اندر زیر کشتی پشتی است

کشتی دریا میں رہے تو نجات ہے اور اگر دریا کشتی میں آجاوے تو ہلاک ہے۔ مؤمن کا دل مال واولاد میں رہنا چاہیے مگر دل میں اللہ ورسول کے سوا کچھ نہ رہنا ضروری ہے۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۷، ص ۲)

فتنۂ دنیا

ان نُفُوس کو لگام دو اور دلوں کو گناہوں سے روک لو اور سمجھداری سے عبرت کے صحیفوں کو پڑھو،۔۔۔۔۔۔ اے خواہشات میں مبتلا رہنے والو! تمہارے پیچھے موت لگی ہوئی ہے،۔۔۔۔۔۔ اے گناہوں میں منہمک رہنے والو! اے سونے والو! بیدار ہو جاؤ،۔۔۔۔۔۔ تم نے کتنے سال برباد کردیئے،۔۔۔۔۔۔ ساری دنیا خوابِ غفلت میں ہے کیونکہ اس کے جھوٹے خواب بہت سہانے ہیں اور بوڑھے کی عقل بچوں کی سی ہے لیکن جس نے اپنے نفس پر قابو پالیا حقیقت میں وہی عقلمند ہے،۔۔۔۔۔۔ غفلت انتہاء کو پہنچ چکی ہے اور سزائیں قریب آگئیں۔۔۔۔۔۔ پس ہم اللہ عزوجل کے لئے ہیں اور ہمیں اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے، اللہ عزوجل سلامتی عطا فرمائے۔

دنیا سے محبت کا انجام

حضرت سیدنا عیسیٰ رُوح اللہ علیہ السلام ایک بستی پر سے گزرے تو اس کے تمام باشندوں کو گلیوں میں منہ کے بل گرے ہوئے مردہ حالت میں پایا۔ آپ علیہ السلام کو بہت تعجب ہوا اور فرمایا: اے حواریو! یہ لوگ اللہ عزوجل کے عذاب اور غضب میں مبتلا ہو گئے ہیں۔ تو حواریوں نے عرض کی: اے روح اللہ! علیہ السلام ہم ان کا واقعہ جاننا چاہتے ہیں۔ حضرت سیِّدُنا عیسیٰ علیہ السلام نے ان کے بارے میں جاننے کے لئے اللہ عزوجل کی بارگاہ میں دعا کی تو اللہ عزوجل نے ان کی طرف وحی فرمائی: جب رات کا وقت ہو تو بستی والوں کو آواز دینا یہ تمہیں جواب دیں گے۔ پھر جب رات ہوئی تو حضرت سیدنا عیسی علیہ السلام ایک ٹیلے پر تشریف لائے اور بستی والوں کو پکارا تو ان میں سے ایک شخص نے جواب دیا لَبَّیْکَ یَارُوْحَ

اللہ۔

توحضرتِ سیّدُ نا عیسیٰ علیہ السلام نے اس سے پوچھا: تمہارا واقعہ کیا ہے؟ اس نے عرض کی: اے روح اللہ علیہ السلام! رات کو ہم چین سے سوئے تھے اور صبح کو ہلاکت میں مبتلاء ہو گئے۔ پوچھا: ایسا کیونکر ہوا؟ عرض کی: دنیا کی محبت اور بدکارو ں کی پیروی کی وجہ سے۔ حضرتِ سیّدُ نا عیسیٰ علیہ السلام نے پوچھا: دنیا سے تمہاری محبت کیسی تھی؟ عرض کی: جیسی ایک بچے کو اپنی ماں سے ہوتی ہے جب وہ ہمارے پاس آتی تو ہم خوش ہوتے اور جب ہم سے جدا ہوتی تو ہم غمگین ہوتے اور رونے لگتے۔

پھر حضرتِ سیّدُ نا عیسیٰ علیہ السلام نے پوچھا: اے فلاں! تمہارے ساتھیوں کو کیا ہوا وہ کیوں نہیں جواب دیتے؟ عرض کی: ان کے جبڑوں میں بہت طاقتور فرشتوں نے آگ کی لگامیں ڈال رکھی ہیں۔ فرمایا: تُو ان میں سے کیسے جواب دے رہا ہے؟ عرض کی: میں ان کے ساتھ تو ہوں مگر حقیقت میں ان میں سے نہیں، جب ان پر عذاب آیا تو ان کے ساتھ ساتھ میں بھی عذاب میں مبتلا ہو گیا میں اس وقت جہنم کے کنارے پر لٹکا ہوا ہوں اور میں نہیں جانتا کہ مجھے اس سے نجات ملے گی یا میں جہنم میں دھکیل دیا جاؤں گا۔ والعیاذ باللہ (حلیۃ الاولیاء، وھب بن منبہ، رقم ۶۲۷۴، ج ۴، ص ۶۴۔ بتصرف)

(467) وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ بِالسُّوْقِ وَالنَّاسُ كَنَفَتَيْهِ، فَمَرَّ بِجَدْيٍ اَسَكَّ مَيِّتٍ، فَتَنَاوَلَهُ فَاَخَذَ بِاُذُنِهِ، ثُمَّ قَالَ: اَيُّكُم يُحِبُّ اَنْ يَّكُوْنَ هٰذَا لَهُ بِدِرْهَمٍ؟ فَقَالُوْا: مَا نُحِبُّ اَنَّهُ لَنَا بِشَيْءٍ وَّمَا نَصْنَعُ بِهِ؟ ثُمَّ قَالَ: اَتُحِبُّوْنَ اَنَّهُ لَكُمْ؟ قَالُوْا: وَاللهِ لَوْ كَانَ حَيًّا كَانَ عَيْبًا، اِنَّهُ اَسَكُّ فَكَيْفَ وَهُوَ مَيِّتٌ! فَقَالَ: فَوَاللهِ لَلدُّنْيَا اَهْوَنُ عَلَى اللهِ مِنْ هٰذَا عَلَيْكُمْ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔ قَوْلُهُ: كَنَفَيْهِ اَيْ: عَنْ جَانِبَيْهِ۔ وَالْاَسَكُّ: الصَّغِيْرُ الْاُذُنِ۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ بازار سے گزرے آپ کے دونوں طرف لوگ تھے۔ آپ بکری کے ایک مردہ بچے کے پاس سے گزرے آپ نے اس کے کان پکڑے پھر فرمایا: تم میں سے کون اس کو ایک درہم میں پسند کرے گا؟ صحابہ نے عرض کیا: ہم بلا معاوضہ لینا بھی پسند نہ کریں گے۔ ہم نے اس کو کیا کرنا؟ فرمایا: کیا تم چاہتے ہو کہ یہ تمہارا ہوتا؟ انہوں نے عرض کی: اللہ کی قسم! اگر یہ زندہ ہوتا تو بھی عیب دار تھا۔ یہ چھوٹے کانوں والا ہے اور اب تو یہ مردار ہے۔ آپ نے فرمایا: اللہ کی قسم! دنیا اللہ کی بارگاہ میں اس سے بھی زیادہ ذلیل ہے۔ جتنا یہ مردار بچہ تمہاری نظر میں ہے۔ (مسلم) کنفیہ: یعنی دونوں طرف، دائیں بائیں۔ اسک: چھوٹے کانوں والا۔

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب الزھد والرقائق، ج۸ص۲۱۰، رقم: ۶۰۷، الادب المفرد للبخاری، باب من کرہ ان

یقعد ویقوم له الناس، ص۲۳۴، رقم: ۹۹۶۲، السنن الکبریٰ للبیہقی، باب فی مس الانجاس الیابسة، ج۱ص۱۳۹، رقم: ۶۷۷، مسند امام احمد بن حنبل، مسند جابر بن عبداللہ، ج۳ص۳۶۵، رقم: ۱۴۹۶۲)

شرح حدیث: دنیا محبوبانِ خدا سے دور رکھی جاتی ہے

اللہ تعالیٰ دنیا کو اپنے محبوب سے ایسا دور فرماتا ہے جیسے بلاتشبیہ بیمار بچے کو اس سے مضر (یعنی نقصان دہ) چیزوں سے ماں دور رکھتی ہے۔

وَيَدْعُ الْاِنْسٰنُ بِالشَّرِّ دُعَآءَهٗ بِالْخَيْرِ ؕ وَكَانَ الْاِنْسٰنُ عَجُوْلًا ۝

ترجمہ کنزالایمان: اور آدمی برائی کی دعا کرتا ہے جیسے بھلائی مانگتا ہے اور آدمی بڑا جلد باز ہے۔

آدمی اپنے منہ برائی مانگتا ہے جس طرح کہ اپنے لیے بھلائی مانگتا ہے۔ اللہ (عَزَّ وَجَلَّ) جانتا ہے کہ اس میں کتنا ضرر ہے یہ دعا مانگتا ہے اور وہ نہیں دیتا۔ (پ ۱۵، بنی اسرائیل: ۱۱)

(پھر فرمایا) ارشاد ہوتا ہے:

لَا يَغُرَّنَّكَ تَقَلُّبُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِي الْبِلَادِ ۝ مَتَاعٌ قَلِيْلٌ ۟ ثُمَّ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ؕ وَبِئْسَ الْمِهَادُ ۝

تم کو دھوکے میں نہ ڈال دے کافروں کا اہلے گہلے شہروں میں پھرنا یہ تھوڑی پونجی ہے پھر ان کا ٹھکانہ جہنم ہے اور بُرا ٹھکانہ ہے۔ (پ ۴، ال عمران: ۱۹۶، ۱۹۷)

دل سے دنیا کی محبت نکالنے کا نسخہ

حضرت سیِّدُنا معروف کرخی علیہ رحمۃ اللہ الغنی فرمایا کرتے تھے: دُنیا چار چیزوں کا نام ہے: (۱)۔۔۔۔۔۔مال (۲)۔۔۔۔۔۔کلام (۳)۔۔۔۔۔۔سونا اور (۴)۔۔۔۔۔۔کھانا۔ کیونکہ مال سرکشی کا سبب ہے، کلام لہو ولعب میں مبتلا کر دیتا ہے، نیند غافل کر دیتی ہے اور کھانا دل کی سختی کا باعث ہے۔

حضرت سیِّدُنا سری سقطی علیہ رحمۃ اللہ القوی فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت سیِّدُنا معروف کرخی علیہ رحمۃ اللہ الغنی کو یہ ارشاد فرماتے سنا: جس نے اللہ عَزَّ وَجَلَّ کے مقابلے میں بڑائی چاہنے کا ارادہ کیا تو وہ اُسے بری طرح پچھاڑ دے گا، جس نے اس سے لڑائی کا ارادہ کیا تو وہ اسے ذلیل کر دے گا، جس نے اس کو دھوکا دینا چاہا تو وہ اسے اس کی سزا دے گا اور جس نے اس پر بھروسہ کیا تو وہ اسے نفع دے گا اور جس نے اس کے لئے عاجزی کی تو وہ اُسے بلند رتبہ عطا فرمائے گا۔

(سیر اعلام النبلاء، الرقم ۱۴۲۵ معروف الکرخی، ج۸، ص۲۱۸)

حضرت سیِّدُنا معروف کرخی علیہ رحمۃ اللہ الغنی کی بارگاہ میں عرض کی گئی: دل سے دنیا کی محبت نکالنے کا نسخہ کیا ہے؟ ارشاد فرمایا: اللہ عَزَّ وَجَلَّ سے سچی محبت اور لوگوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنا۔ اور خالص محبت کی علامات تین ہیں: (۱)۔۔۔۔۔۔وعدہ پورا کرنا (۲)۔۔۔۔۔۔بغیر سوال کے عطا کرنا اور (۳)۔۔۔۔۔۔کوئی سخاوت نہ کرے پھر

بھی اس کی تعریف کرنا۔اورمُحبّین کی علامات بھی تین ہیں: (۱)۔۔۔۔۔۔رضائے الٰہی عَزَّ وَجَلَّ کی جستجو میں رہنا (۲)۔۔۔۔۔۔اسی کی ذات میں مشغول رہنااور(۳)۔۔۔۔۔۔ہمیشہ اسی کی پناہ طلب کرنا۔

(حلیۃ الاولیاء، معروف الکرخی، الحدیث ۱۲۱۷۸، ج ۸، ص ۴۱۱)

(468) وَعَنْ اَبِيْ ذَرٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: كُنْتُ اَمْشِيْ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ حَرَّةٍ بِالْمَدِيْنَةِ، فَاسْتَقْبَلَنَا اُحُدٌ، فَقَالَ: يَا اَبَا ذَرٍّ قُلْتُ: لَبَّيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ. فَقَالَ: مَا يَسُرُّنِيْ اَنَّ عِنْدِيْ مِثْلَ اُحُدٍ هٰذَا ذَهَبًا تَمْضِيْ عَلَيَّ ثَلَاثَةُ اَيَّامٍ وَّعِنْدِيْ مِنْهُ دِيْنَارٌ، اِلَّا شَيْءٌ اَرْصُدُهُ لِدَيْنٍ، اِلَّا اَنْ اَقُوْلَ بِهٖ فِيْ عِبَادِ اللّٰهِ هٰكَذَا وَهٰكَذَا وَهٰكَذَا عَنْ يَمِيْنِهٖ وَعَنْ شِمَالِهٖ وَمِنْ خَلْفِهٖ، ثُمَّ سَارَ، فَقَالَ: اِنَّ الْاَكْثَرِيْنَ هُمُ الْاَقَلُّوْنَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اِلَّا مَنْ قَالَ بِالْمَالِ هٰكَذَا وَهٰكَذَا وَهٰكَذَا عَنْ يَّمِيْنِهٖ وَعَنْ شِمَالِهٖ وَمِنْ خَلْفِهٖ وَقَلِيْلٌ مَّا هُمْ . ثُمَّ قَالَ لِيْ: مَكَانَكَ لَا تَبْرَحْ حَتّٰى اٰتِيَكَ ثُمَّ انْطَلَقَ فِيْ سَوَادِ اللَّيْلِ حَتّٰى تَوَارٰى، فَسَمِعْتُ صَوْتًا، قَدِ ارْتَفَعَ، فَتَخَوَّفْتُ اَنْ يَّكُوْنَ اَحَدٌ عَرَضَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَاَرَدْتُّ اَنْ اٰتِيَهٗ فَذَكَرْتُ قَوْلَهٗ: لَا تَبْرَحْ حَتّٰى اٰتِيَكَ فلم اَبْرَحْ حَتّٰى اَتَانِيْ، فَقُلْتُ: لَقَدْ سَمِعْتُ صَوْتًا تَخَوَّفْتُ مِنْهُ، فَذَكَرْتُ لَهٗ، فَقَالَ: وَهَلْ سَمِعْتَهٗ؟ قُلْتُ: نَعَمْ. قَالَ: ذَاكَ جِبْرِيْلُ اَتَانِيْ. فَقَالَ: مَنْ مَّاتَ مِنْ اُمَّتِكَ لَا يُشْرِكُ بِاللّٰهِ شَيْئًا دَخَلَ الْجَنَّةَ . قُلْتُ: وَاِنْ زَنٰى وَاِنْ سَرَقَ؟ قَالَ: وَاِنْ زَنٰى وَاِنْ سَرَقَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ، وَهٰذَا لَفْظُ الْبُخَارِيِّ۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ صحراء (مدینہ شریف کے پاس پتھریلے میدان) میں چل رہا تھا تو ہمارے سامنے احد پہاڑ آ گیا۔فرمایا: اے ابوذر میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! حاضر ہوں۔آپ نے فرمایا: مجھے یہ بات پسند نہیں کہ میرے پاس اس احد پہاڑ جتنا سونا ہو اور تین دن گزرنے کے بعد میرے پاس ایک دینار بھی ہو۔ سوائے اس کے کہ قرض کی ادائیگی کے لیے کچھ روک لوں لیکن یہ پسند ہے کہ اس کو اللہ کے بندوں میں اس طرح اور اس طرح تقسیم کردوں' دائیں بائیں اور پیچھے پھر چل پڑے اور فرمایا زیادہ مالوں والے ہی روزحشر مفلس ہوں گے۔ہاں لیکن جس نے مال کو اسی طرح اور اسی طرح اپنے دائیں اور بائیں اور پیچھے تقسیم کیا۔اور یہ تھوڑے ہیں' پھر فرمایا تو یہاں ٹھہر حتیٰ کہ میں تیرے پاس آؤں اس جگہ سے نہ ہٹنا۔پھر آپ رات کی تاریکی میں چلتے رہے پھر میں نے ایک بلند آواز سنی میں ڈرا کہ کوئی نبی کریم ﷺ کے درپے نہ ہو گیا ہو میں نے ارادہ کیا کہ آپ کے پاس آ پہنچوں پھر مجھے یاد آ گیا کہ آپ نے فرمایا تھا: میرے آنے تک اس جگہ سے نہیں ہٹنا۔ چنانچہ میں آپ کے آنے تک وہیں ٹھہرا رہا۔میں نے عرض کیا: میں نے ایک آواز سنی اور میں ڈر گیا پھر میں نے ساری بات آپ سے ذکر کی تو آپ نے فرمایا: تو

نے وہ آواز سنی میں نے عرض کیا: جی ہاں، فرمایا وہ
جبرائیل تھے۔ میرے پاس آئے تھے کہ آپ کی امت
میں سے جو کوئی شرک میں گرفتار ہوئے بغیر فوت ہوا تو وہ
جنت میں داخل ہوگا' میں نے عرض کیا: اگر چہ اس نے زنا
کیا ہو، چوری کی ہو فرمایا اگر چہ اس نے زنا کیا ہو اور چور
کی ہو۔ یہ الفاظ بخاری شریف کے ہیں) (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم ما احب ان لی مثل احد ذھبا، ج۸ص۹۴، رقم: ۶۴۴۳، صحیح مسلم، باب الترغیب فی الصدقۃ، ج۳ص۷۵، رقم: ۲۳۵۱، مسند البزار، مسند ابی ذر الغفاری رضی اللہ عنہ، ج۲ص۹۲، رقم: ۳۹۷۵، صحیح ابن حبان، باب فرض الایمان، ج۱ص۳۹۳، رقم: ۱۷۰، مسند امام احمد بن حنبل، حدیث المشائخ عن ابی بن کعب، ج۵ص۱۵۰، رقم: ۲۱۳۶۹)

شرح حدیث: امام ابن جوزی علیہ رحمۃ اللہ القوی اپنی کتاب عُیُونُ الحِکَایَات میں لکھتے ہیں:

کنجوسی کا انجام

حضرت سیدنا یزید بن میسرہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: ہم سے پہلی امتوں میں ایک شخص تھا جس نے بہت زیادہ مال ومتاع جمع کیا ہوا تھا، اور اس کی اولاد بھی کافی تھی، طرح طرح کی نعمتیں اسے میسر تھیں، کثیر مال ہونے کے باوجود وہ انتہائی کنجوس تھا۔ اللہ عزوجل کی راہ میں کچھ بھی خرچ نہ کرتا، ہر وقت اسی کوشش میں رہتا کہ کسی طرح میری دولت میں اضافہ ہو جائے۔ جب وہ بہت زیادہ مال جمع کر چکا تو اپنے آپ سے کہنے لگا: اب تو میں خوب عیش وعشرت کی زندگی گزاروں گا۔ چنانچہ وہ اپنے اہل وعیال کے ساتھ خوب عیش وعشرت سے رہنے لگا۔

بہت سے خدّام ہر وقت ہاتھ باندھے اس کے حکم کے منتظر رہتے، الغرض! وہ ان دنیاوی آسائشوں میں ایسا مگن ہوا کہ اپنی موت کو بالکل بھول گیا۔ ایک دن ملک الموت حضرت سیدنا عزرائیل علیہ السلام ایک فقیر کی صورت میں اس کے گھر آئے، اور دروازہ کھٹکھٹایا۔ غلام فوراً دروازے کی طرف دوڑے، اور جیسے ہی دروازہ کھولا تو سامنے ایک فقیر کو پایا، اُس سے پوچھا: تو یہاں کس لئے آیا ہے؟ ملک الموت علیہ السلام نے جواب دیا: جاؤ، اپنے مالک کو باہر بھیجو مجھے اُسی سے کام ہے۔

خادموں نے جھوٹ بولتے ہوئے کہا: وہ تو تیرے ہی جیسے کسی فقیر کی مدد کرنے باہر گئے ہیں۔ حضرت سیدنا ملک الموت علیہ السلام یہ سن کر وہاں سے چلے گئے۔ کچھ دیر بعد دوبارہ آئے اور دروازہ کھٹکھٹایا، غلام باہر آئے تو ان سے کہا: جاؤ، اور اپنے آقا سے کہو: مَیں ملک الموت علیہ السلام ہوں۔

جب اس مالدار شخص نے یہ بات سنی تو بہت خوف زدہ ہوا اور اپنے غلاموں سے کہا: جاؤ، اور ان سے بہت نرمی سے

گفتگو کرو۔ خدام باہر آئے اور حضرت سیدنا ملک الموت علیہ السلام سے کہنے لگے: آپ ہمارے آقا کے بدلے کسی اور کی روح قبض کرلیں اور اسے چھوڑ دیں، اللہ عزوجل آپ کو برکتیں عطا فرمائے۔

حضرت سیدنا ملک الموت علیہ السلام نے فرمایا: ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا۔ پھر ملک الموت علیہ السلام اندر تشریف لے گئے، اور اس مالدار شخص سے کہا: تجھے جو وصیت کرنی ہے کرلے، میں تیری روح قبض کئے بغیر یہاں سے نہیں جاؤں گا۔

یہ سن کر سب گھر والے چیخ اُٹھے، اور رونا دھونا شروع کردیا، اس شخص نے اپنے گھر والوں اور غلاموں سے کہا: سونے چاندی سے بھرے ہوئے صندوق اور تابوت کھول دو، اور میری تمام دولت میرے سامنے لے آؤ۔ فوراً حکم کی تعمیل ہوئی، اور سارا خزانہ اس کے قدموں میں ڈھیر کردیا گیا۔ وہ شخص سونے چاندی کے ڈھیر کے پاس آیا اور کہنے لگا: اے ذلیل و بدترین مال! تجھ پر لعنت ہو، تو نے ہی مجھے پروردگار عزوجل کے ذکر سے غافل رکھا، تو نے ہی مجھے آخرت کی تیاری سے روکے رکھا۔

یہ سن کر وہ مال اس سے کہنے لگا: تو مجھے ملامت نہ کر، کیا تو وہی نہیں کہ دنیاداروں کی نظروں میں حقیر تھا؟ میں نے تیری عزت بڑھائی۔ میری ہی وجہ سے تیری رسائی بادشاہوں کے دربار تک ہوئی ورنہ غریب و نیک لوگ تو وہاں تک پہنچ ہی نہیں سکتے، میری ہی وجہ سے تیرا نکاح شہزادیوں اور امیرزادیوں سے ہوا۔ ورنہ غریب لوگ ان سے کہاں شادی کرسکتے ہیں۔ اب یہ تو تیری بدبختی ہے کہ تو نے مجھے شیطانی کاموں میں خرچ کیا۔ اگر تو مجھے اللہ عزوجل کے کاموں میں خرچ کرتا تو یہ ذلت و رسوائی تیرا مقدر نہ بنتی۔ کیا میں نے تجھ سے کہا تھا کہ تو مجھے نیک کاموں میں خرچ نہ کر؟ آج کے دن میں نہیں بلکہ تو زیادہ ملامت و لعنت کا مستحق ہے۔

ابن آدم! بے شک میں اور تُو دونوں ہی مٹی سے پیدا کئے گئے ہیں۔ پس بہت سے لوگ ایسے ہیں جو نیکی کی راہ پر گامزن ہیں اور بہت سے گناہوں میں مستغرق ہیں۔ (امام ابن جوزی علیہ رحمۃ اللہ القوی فرماتے ہیں:) گویا مال ہر شخص سے اسی طرح کہتا ہے، لہٰذا مال کی برائیوں سے بچ کر رہو اور اسے نیک کاموں میں خرچ کرو۔ (عُیُونُ الْحِکَایَات صفحہ ۴۷)

(469) وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: لَوْ كَانَ لِیْ مِثْلُ اُحُدٍ ذَهَبًا، لَسَرَّنِیْ اَنْ لَّا تَمُرَّ عَلَیَّ ثَلَاثُ لَیَالٍ وَّعِنْدِیْ مِنْهُ شَیْءٌ اِلَّا شَیْءٌ اَرْصُدُهٗ لِدَیْنٍ. مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ.

حضرت ابو ہریرہ ﷛ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اگر میرے پاس اُحد پہاڑ جتنا سونا ہوتا تو میں یوں خوش ہوتا کہ تین دن گزرنے سے پہلے ختم ہو جائے میرے پاس کچھ نہ بچے سوائے اس کے کہ میں قرض کی ادائیگی کے لیے (اس میں سے) کسی چیز کو روک لوں۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب اداء الدین وقول اللہ "ان اللہ یامرکم ان تودوا الامانات" ج۲ص۱۱۶ رقم:

۲۳۸۸،صحیح مسلم، باب تغليظ عقوبة من لا يؤدي الزكاة، ج۲ص۶۷۵ رقم: ۲۳۴۹ مسند البزار، مسند ابي هريرة رضي الله عنه، ج۲ص۴۰۵، رقم: ۸۰۵۵ السنن الكبرى للبيهقي، باب ما جاء في جواز الاستقراض وحسن النية، ج۵ص۳۵۴، رقم: ۱۱۲۷۵)

شرح حدیث: حکیم الاُمّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

حدیث کا مطلب بالکل ظاہر ہے، یہ گفتگو ظاہر کے لحاظ سے ہے ورنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اگر چاہتے تو آپ کے ساتھ سونے کے پہاڑ چلا کرتے جیسا کہ دوسری حدیث میں صراحۃً مذکور ہے۔ اس میں اشارۃً فرمایا گیا کہ مقروض نفلی صدقہ نہ دے بلکہ پہلے قرض ادا کرے، نیز اتنی عظیم الشان سخاوت وہ کرسکتا ہے جس کے بال بچے بھی صابر شاکر ہوں ورنہ انہیں بھوکا مار کر نفلی خیرات نہ کرو۔ حضرت صدیق اکبر نے جو سب کچھ خیرات کردیا اس کی وجہ یہ تھی کہ ان کے گھر والے بھی صابرین کے سردار تھے لہذا یہ حدیث اس حدیث کے خلاف نہیں کہ تم پر تمہاری بیوی کا حق بھی ہے اور تمہارے بچوں کا بھی کیونکہ وہاں ہم جیسوں کے لیے قانون کا ذکر ہے اور یہاں ان حضور داتا کے خصوصی کرم کا۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۳ص ۸۵)

فقر کی فضیلت

حضرت سَیِّدُنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، حضور نبیِّ اکرم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے صحابۂ کرام علیہم الرضوان سے استفسار فرمایا: لوگوں میں سے بہتر کون ہے؟ انہوں نے عرض کی: وہ مال دار شخص جو اپنی جان اور مال میں سے اللہ عَزَّ وَجَلَّ کا حق ادا کرتا ہے۔ آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: یہ شخص اچھا ہے لیکن یہ شخص مراد نہیں، صحابۂ کرام علیہم الرضوان نے عرض کی: یارسول اللہ عَزَّ وَجَلَّ وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم! پھر لوگوں میں سے کون سا شخص سب سے اچھا ہے؟ آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: وہ فقیر جس کو اس کی جدوجہد عطا کی گئی۔

(الکامل فی ضعفاء الرجال لابن عدی، الرقم ۱۰۶۶۔ عبداللہ بن دینار، ج ۵، ص ۳۹۳)

مشہور حدیثِ پاک ہے، آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا:

تَدْخُلُ فُقَرَاءُ اُمَّتِي الْجَنَّةَ قَبْلَ أَغْنِيَائِهِمْ بِخَمْسِ مِائَةِ عَامٍ۔

ترجمہ: میری اُمّت کے فقراء مالدار لوگوں سے پانچ سو سال پہلے جنت میں داخل ہوجائیں گے۔

(جامع الترمذی، ابواب الزھد، باب ماجاء ان فقراء المھاجرین یدخلون ۔۔۔۔۔۔ الخ، الحدیث ۲۳۵۱، ص ۱۸۸۸، بتغیرٍ قلیلٍ)

مروی ہے کہ حضرت سَیِّدُنا عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام ایک آدمی کے پاس سے گزرے جو مٹی پر سویا ہوا تھا اور اس کے سر کے نیچے اینٹ تھی، اس کا چہرہ اور داڑھی گرد آلود ہو چکی تھی اور اس نے ایک تہبند باندھ رکھا تھا تو آپ علیہ السلام نے اللہ عَزَّ وَجَلَّ کی بارگاہ میں عرض کی: اے میرے رب عَزَّ وَجَلَّ! تیرا یہ بندہ دنیا میں ضائع ہو گیا۔ اللہ عَزَّ وَجَلَّ نے آپ علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی: اے عیسیٰ (علیہ السلام)! کیا تم نہیں جانتے کہ جب میں اپنے بندے پر مکمل طور پر نظرِ رحمت فرماتا ہوں تو اس سے تمام دنیا سمیٹ لیتا ہوں۔

اللہ کے محبوب، دانائے غُیوب، مُنَزَّہ عَنِ الْعُیوب عَزَّ وَجَلَّ وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ محبت نشان ہے: بے شک مجھے دو چیزیں پسند ہیں، جس نے ان سے محبت کی، اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے ان سے بغض رکھا، اس نے مجھ سے بغض رکھا، ایک فقر اور دوسرا جہاد۔

ایک روایت میں ہے، حضرت سَیِّدُنا جبرائیل علیہ السلام نبیِّ اَکرم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کی بارگاہ بے کس پناہ میں حاضر ہوئے اور عرض کی: اللہ عَزَّ وَجَلَّ آپ کو سلام بھیجتا ہے اور استفسار فرماتا ہے: کیا آپ کو یہ بات پسند ہے کہ میں ان پہاڑوں کو آپ کے لئے سونا بنادوں اور آپ جہاں بھی ہوں یہ آپ کے ساتھ رہیں؟ نبیِّ اَکرم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے کچھ دیر سرِ اقدس جھکائے رکھا پھر فرمایا: اے جبریل! دنیا اس کا گھر ہے جس کا کوئی گھر نہ ہو، اس کا مال ہے جس کا کوئی مال نہ ہو اور اسے وہی جمع کرتا ہے جو عقلمند نہ ہو۔ تو جبریل علیہ السلام نے عرض کی: اے محمد صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم! اللہ عَزَّ وَجَلَّ آپ کو قولِ ثابت پر قائم رکھے۔ (المسند للامام احمد بن حنبل، مسند السیدۃ عائشۃ، الحدیث ۲۴۴۷۳، ج۹، ص ۳۴۳۔۳۴۴)

(مصنف ابن ابی شیبۃ، کتاب الزھد، باب ما قالوا فی البکاء من خشیۃ اللہ، الحدیث ۱۸۶، ج۸، ص ۳۲۱)

(470) وَعَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اُنْظُرُوْا اِلٰى مَنْ هُوَ اَسْفَلَ مِنْكُمْ وَلَا تَنْظُرُوْا اِلٰى مَنْ هُوَ فَوْقَكُمْ ؛ فَهُوَ اَجْدَرُ اَنْ لَّا تَزْدَرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. وَهٰذَا لَفْظُ مُسْلِمٍ وَّفِيْ رِوَايَةِ الْبُخَارِيِّ: اِذَا نَظَرَ اَحَدُكُمْ اِلٰى مَنْ فُضِّلَ عَلَيْهِ فِي الْمَالِ وَالْخَلْقِ، فَلْيَنْظُرْ اِلٰى مَنْ هُوَ اَسْفَلَ مِنْهُ.

انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ان کی طرف دیکھو جو تم سے نیچے ہیں اور ان کی طرف نہ دیکھو جو تم سے اوپر ہیں یہ طریقہ اس بات کے زیادہ لائق ہے کہ تم اللہ کی نعمتیں جو تم پر ہیں ان کو حقیر اور معمولی نہ جانو گے۔ (متفق علیہ) یہ مسلم کے لفظ ہیں اور بخاری کی روایت یوں ہے۔ جب تم میں سے کوئی اس کو دیکھے جو مال اور خلقت میں تم سے بڑھ کر ہو تو تم اس کی طرف دیکھو جو مال اور خلقت میں تم سے کم ہو۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب ینظر الی من ھو اسفل منه ولا ینظر الی من ھو فوقه، ج۸ص۱۰۲ رقم: ۶۴۹۰ صحیح مسلم، باب الزھد والرقائق، ج۸ص۲۱۳، رقم: ۷۶۱۹ سنن ابن ماجه، باب القناعة، ج۲ص۱۳۸۷، رقم: ۴۱۴۲ المعجم الاوسط للطبرانی، من اسمه ابراھیم، ج۲ص۲۲، رقم: ۲۳۴۳ صحیح ابن حبان، باب الفقر والزھد، ج۲ص۴۹۰، رقم: ۷۱۳)

شرح حدیث: یہ عبرت کی جا ہے تماشا نہیں ہے

حضرت سیدنا ابو صالح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے مروی ہے کہ حضرت سیدنا ہقل بن زیاد اوزاعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے دورانِ وعظ ارشاد فرمایا: اے لوگو! تم اللہ عزوجل کی ان نعمتوں کا بہت شکر ادا کرو جن کی وجہ سے تم اللہ عزوجل کی بھڑکائی ہوئی اس آگ سے دور کر دیئے گئے جو دلوں تک چڑھ جاتی ہے۔ تم ایسے گھر میں ہو جس میں تھوڑی ہی دیر ٹھہرنا ہے اور تم

بہت ہی قلیل عرصہ کے لئے ان لوگوں کے نائب بن کر آئے ہو جن کی عمریں تم سے زیادہ تھیں، ان کے جسم تم سے زیادہ لمبے تھے، انہوں نے پہاڑوں کو کھود کر پھاڑ ڈالا اور چٹانیں توڑ ڈالیں۔ وہ ایسے جنگجو اور بہادر تھے کہ شہروں میں پہنچ کر شدید حملہ کرتے، ان کے اجسام ستونوں کی مانند تھے۔ انہوں نے اس فانی دنیا میں بہت کم وقت گزارا۔ گردش ایام نے ان کی طویل عمریں گھٹا دیں، ان کے نشانات مٹا دیئے، ان کے گھروں کو ویران کر دیا اور ان کے ذکر کو بھلا دیا۔ ان میں سے کوئی بھی باقی نہ رہا، جو لوگ بہت گرجدار آواز میں باتیں کرتے تھے مرنے کے بعد کبھی ان کی دھیمی سی آواز بھی سنائی نہ دی۔

وہ فضول امیدوں میں پڑے عیش وعشرت سے زندگی بسر کر رہے تھے۔ انہوں نے لوگوں کے انجام سے عبرت حاصل نہ کی اور غفلت کی وادیوں میں بھٹکتے رہے۔ پھر اچانک رات کے وقت ان پر اللہ عزوجل کا عذاب نازل ہوا تو ان میں سے اکثر اپنے گھروں میں سوئے ہی رہ گئے (یعنی موت کے منہ میں اُتر گئے)۔ اور جو باقی رہ گئے تھے وہ عذاب کے آثار ونشانات، زوالِ نعمت، اور تباہ و برباد گھروں کو دیکھنے لگے۔ ان باتوں میں ان لوگوں کے لئے عبرت ونشانیاں ہیں جو دردناک عذاب سے ڈرتے ہیں۔

ان کے بعد تمہاری عمریں کم ہوگئیں ہیں۔ دنیا فنا کی طرف بڑی تیزی سے بڑھ رہی ہے۔ اب ہر طرف برائیوں کا دور دورہ ہے۔ عفو و درگزر پیٹھ پھیر گیا، خیر خواہی اور نرمی رخصت ہوگئی۔ اب عبرتناک ہولناکیاں، مختلف قسم کی سزائیں، فتنہ وفساد، لغزشوں کی بھرمار اور گزرے ہوئے ان لوگوں کی بری باتیں باقی رہ گئیں جن کی وجہ سے خشکی اور سمندر میں فساد برپا ہوا۔ اے لوگو! تم ان غافلوں کی طرح نہ ہو جانا جنہیں طویل عمری کی جھوٹی امیدوں نے دھوکے میں ڈالے رکھا۔

(471) وَعَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: تَعِسَ عَبْدُ الدِّيْنَارِ، وَالدِّرْهَمِ، وَالْقَطِيْفَةِ، وَالْخَمِيْصَةِ، اِنْ اُعْطِيَ رَضِيَ، وَاِنْ لَّمْ يُعْطَ لَمْ يَرْضَ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

اور انہی سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: دینار کا بندہ ہلاک ہوا اور درہم کا بندہ اور چادر اور شال کا بندہ کہ اگر وہ مل جائے تو خوش ورنہ ناراض ہو جائے۔ (بخاری)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب الحراسة فی الغزو فی سبیل الله، ج۲ص۳۳ رقم: ۲۸۸۶ صحیح ابن حبان، باب جمع المال من حله، ج۸ص۱۲ رقم: ۳۲۱۸ السنن الکبرٰی للبیھقی، باب فی فضل الجهاد فی سبیل الله، ج۹ص۱۵۹ رقم: ۱۸۹۶۸ سنن ابن ماجه، باب فی المکثرین، ج۲ص۱۳۸۵ رقم: ۴۱۳۵ مسند البزار، مسند ابی هریرة رضی الله عنه، ج۲ص۳۱۱ رقم: ۸۱۲۰)

شرح حدیث: دنیا سے محبت کا انجام

حضرت سیدنا عیسیٰ رُوح اللہ علیہ السلام ایک بستی پر سے گزرے تو اس کے تمام باشندوں کو گلیوں میں منہ کے بل گرے ہوئے مردہ حالت میں پایا۔ آپ علیہ السلام کو بہت تعجب ہوا اور فرمایا: اے حواریو! یہ لوگ اللہ عزوجل کے عذاب اور غضب میں مبتلا ہو گئے ہیں۔ تو حواریوں نے عرض کی: اے روح اللہ! علیہ السلام ہم ان کا واقعہ جاننا چاہتے ہیں۔

حضرتِ سیّدُنا عیسیٰ علیہ السلام نے ان کے بارے میں جاننے کے لئے اللہ عزوجل کی بارگاہ میں دعا کی تو اللہ عزوجل نے ان کی طرف وحی فرمائی: جب رات کا وقت ہو تو بستی والوں کو آواز دینا یہ تمہیں جواب دیں گے۔ پھر جب رات ہوئی تو حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام ایک ٹیلے پر تشریف لائے اور بستی والوں کو پکارا تو ان میں سے ایک شخص نے جواب دیا لَبَّیْكَ یَارُوْحَ اللّٰہِ۔

تو حضرتِ سیّدُنا عیسیٰ علیہ السلام نے اس سے پوچھا: تمہارا واقعہ کیا ہے؟ اس نے عرض کی: اے روح اللہ علیہ السلام! رات کو ہم چین سے سوئے تھے اور صبح کو ہلاکت میں مبتلاء ہو گئے۔ پوچھا: ایسا کیونکر ہوا؟ عرض کی: دنیا کی محبت اور بدکارو ں کی پیروی کی وجہ سے۔ حضرتِ سیّدُنا عیسیٰ علیہ السلام نے پوچھا: دنیا سے تمہاری محبت کیسی تھی؟ عرض کی: جیسی ایک بچے کو اپنی ماں سے ہوتی ہے جب وہ ہمارے پاس آتی تو ہم خوش ہوتے اور جب ہم سے جدا ہوتی تو ہم غمگین ہوتے اور رونے لگتے۔

پھر حضرتِ سیّدُنا عیسیٰ علیہ السلام نے پوچھا: اے فلاں! تمہارے ساتھیوں کو کیا ہوا وہ کیوں نہیں جواب دیتے؟ عرض کی: ان کے جبڑوں میں بہت طاقتور فرشتوں نے آگ کی لگامیں ڈال رکھی ہیں۔ فرمایا: تُو ان میں سے کیسے جواب دے رہا ہے؟ عرض کی: میں ان کے ساتھ تو ہوں مگر حقیقت میں ان میں سے نہیں، جب ان پر عذاب آیا تو ان کے ساتھ ساتھ میں بھی عذاب میں مبتلا ہو گیا میں اس وقت جہنم کے کنارے پر لٹکا ہوا ہوں اور میں نہیں جانتا کہ مجھے اس سے نجات مل جائے گی یا میں جہنم میں دھکیل دیا جاؤں گا۔ والعیاذ باللہ (حلیۃ الاولیاء، وھب بن منبہ، رقم ۴۷۶۲، ج ۴، ص ۶۴۔ بتصرف)

(472) وَعَنْهُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: لَقَدْ رَاَيْتُ سَبْعِيْنَ مِنْ اَهْلِ الصُّفَّةِ، مَا مِنْهُمْ رَجُلٌ عَلَيْهِ رِدَاءٌ: اِمَّا اِزَارٌ، وَاِمَّا كِسَاءٌ، قَدْ رَبَطُوْا فِيْ اَعْنَاقِهِمْ، فَمِنْهَا مَا يَبْلُغُ نِصْفَ السَّاقَيْنِ، وَمِنْهَا مَا يَبْلُغُ الْكَعْبَيْنِ، فَيَجْمَعُهُ بِيَدِهٖ كَرَاهِيَةَ اَنْ تُرٰى عَوْرَتُهٗ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے فرمایا کہ میں نے اہل صفہ میں ستر آدمیوں کو اس حال میں دیکھا کہ ان میں سے کسی کے پاس بھی چادر نہ تھی ہر ایک کے پاس یا تہبند ہے یا اوپر لپیٹنے کی چادر جو انہوں نے گردن میں باندھی ہوتی پس کچھ کا تہبند نصف پنڈلی تک ہوتا اور کچھ کی چادر ٹخنوں تک جا پہنچتی، تو وہ اس کو ہاتھ سے اکٹھا رکھتا تا کہ اس کی بے پردگی نہ ہو جائے۔

(بخاری)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب نوم المرأۃ فی المسجد، ج۱ص۹۶، رقم: ۴۴۲، سنن الکبریٰ للبیہقی، باب من جمع ثوبہ بیدہ کراھیۃ ان تبدوا عورتہ، ج۲ص۲۴۱، رقم: ۳۳۳۰، جامع الاصول لابن اثیر، الفصل الثانی فیما کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم واصحابہ علیہ من الفقر، ج۴ص۷۰۱، رقم: ۲۸۱۳)

شرح حدیث: سخت تنگدستی کے باوجود بہت صابر

اہلِ صفہ محبوبِ ربُّ العزت، محسنِ انسانیت عزوجل وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کے ساتھ ہجرت کرنے والے وہ مہاجر فقراء تھے جو مسجد نبوی شریف کے چبوترے میں رہائش پذیر تھے، ہر مہاجر آکر ان کے ساتھ شامل ہو جاتا یہاں تک کہ ان کی تعداد بہت زیادہ ہوگئی۔ یہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سخت تنگدستی کے باوجود بہت صابر تھے، مگر انہیں اللہ عزوجل کے اپنے اولیاء کے لئے تیار کردہ انعامات کے مشاہدے نے اس بات پر آمادہ کیا تھا کیونکہ اللہ عزوجل نے ان کے دلوں سے اغیار کے ہر تعلق کو مٹا دیا تھا اور انہیں نیکیوں میں سبقت اور فضیلت والے احوال ومقامات کی راہ دکھادی تھی، اسی وجہ سے یہ حضرات اس بات کے حقدار ہو گئے کہ اللہ عزوجل انہیں اپنے در سے دور نہ کرے اور اپنے محبوب بندوں کے سامنے ان کی مدح کا اعلان کرے کیونکہ مساجد ان کا ٹھکانا، اللہ عزوجل ان کا مطلوب اور مولیٰ، بھوک ان کی غذا، رات میں جب لوگ سوجائیں تو شب بیداری کرنا ان کی ترکاری (یعنی سالن) اور فقروفاقہ ان کا شعار اور غربت وحیا ان کی پونجی تھی، ان کا فقر وہ عام فقر نہ تھا جو اللہ عزوجل کا مطلق محتاج ہونا ہے کیونکہ یہ تو ہر مخلوق کی صفت ہے اور اللہ عزوجل کے اس فرمان میں بھی یہی فقر مراد ہے:

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ اِلَى اللّٰهِ ۚ

ترجمۂ کنزالایمان: اے لوگو! تم سب اللہ کے محتاج۔ (پ22، فاطر:15)

بلکہ ان کا فقر وہ خاص فقر تھا جو اولیاء اللہ اور مقربینِ بارگاہِ ایزدی کا شعار ہے اور وہ یہ ہے کہ دل کا غیر کے تعلق سے خالی ہونا اور تمام حرکات وسکنات میں اللہ عزوجل کے مشاہدے سے نفع اٹھانا، اللہ عزوجل ہمیں ان کی محبت کے حقائق سے سرفراز فرما کر ان کے گرہ میں اٹھائے۔ آمین بجاہ النبی الامین صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم!

(الزواجر عن اقتراف الکبائر، صفحہ ۳۷۰)

(473) وَعَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَلدُّنْيَا سِجْنُ الْمُؤْمِنِ، وَجَنَّةُ الْكَافِرِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

اور انہی سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: دنیا ایماندار کے لیے قید خانہ اور کافر کے لیے جنت ہے۔ (بخاری)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب الزھد والرقائق، ج۸ص۲۱۰، رقم: ۷۶۰۶، سنن ابن ماجه، باب مثل الدنيا، ج۲ص۱۳۷۸، رقم: ۴۱۱۳، سنن ترمذی، باب ما جاء ان الدنيا سجن المؤمن وجنة الكافر، ج۴ص۵۶۲، رقم: ۲۳۰۴، صحيح ابن حبان، باب الفقر والزهد، ج۲ص۴۶۲، رقم: ۶۸۷، مسند امام احمد، مسند ابی هريرة رضی الله عنه، ج۲ص۳۲۳، رقم: ۸۲۷۲)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی مؤمن دنیا میں کتنا ہی آرام میں ہو مگر اس کے لیے آخرت کی نعمتوں کے مقابلہ میں دنیا جیل خانہ ہے جس میں وہ

دل نہیں لگاتا۔ جیل اگرچہ اے کلاس ہو پھر بھی جیل ہے اور کافر خواہ کتنے ہی تکالیف میں ہوں مگر آخرت کے عذاب کے مقابلہ اسکے لیے دنیا باغ اور جنت ہے وہ یہاں دل لگا کر رہتا ہے، لہذا حدیث شریف پر یہ اعتراض نہیں کہ بعض مؤمن دنیا میں آرام سے رہتے ہیں اور بعض کافر تکلیف میں۔ ایک روایت میں ہے کہ حضور انور نے فرمایا اے ابوذر! دنیا مؤمن کی جیل ہے اور قبر اس کے چھٹکارے کی جگہ، جنت اس کے رہنے کا مقام ہے اور دنیا کافر کے لیے جنت ہے، موت اس کی پکڑ کا دن اور دوزخ اس کا ٹھکانا۔ (مرقات) (مرآۃ المناجیح، ج ۷، ص ۴)

دُنیا قید خانہ ہے

قاضی سہل محدث رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ایک دن بڑے تزک و احتشام کے ساتھ گھوڑے پر سوار کہیں تشریف لے جا رہے تھے۔ اچانک ایک حمام سلگانے والا، دھوئیں اور غبار کی کثافت سے میلا کچیلا یہودی حضرت سہل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے سامنے آ کر کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا کہ قاضی صاحب! مجھے اپنے نبی (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے اس فرمان کا مطلب سمجھا دیجئے کہ دنیا مؤمن کے لئے قید خانہ ہے اور کافر کے لئے جنت ہے۔ کیونکہ آپ مؤمن ہو کر اس عیش و آرام اور کرّ و فر کے ساتھ رہتے ہیں اور میں کافر ہو کر اتنا خستہ حال اور آلام و مصائب میں گرفتار ہوں۔ قاضی سہل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے برجستہ جواب دیا: آرام و آسائش کے باوجود یہ دُنیا میرے لئے جنت کی عظیم نعمتوں کے مقابلے میں قید خانہ ہے، جبکہ تمام تر تکالیف کے باوجود یہ دُنیا تمہارے لئے دوزخ کے ہولناک عذاب کے مقابلے میں جنت ہے۔

(تفسیر روح البیان، سورۃ الانعام، تحت الآیۃ ۳۲، ج ۳، ص ۲۳)

(474) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ: اَخَذَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَنْكِبَيَّ، فَقَالَ: كُنْ فِي الدُّنْيَا كَاَنَّكَ غَرِيْبٌ، اَوْ عَابِرُ سَبِيْلٍ. وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، يَقُوْلُ: اِذَا اَمْسَيْتَ فَلَا تَنْتَظِرِ الصَّبَاحَ، وَاِذَا اَصْبَحْتَ فَلَا تَنْتَظِرِ الْمَسَاءَ، وَخُذْ مِنْ صِحَّتِكَ لِمَرَضِكَ، وَمِنْ حَيَاتِكَ لِمَوْتِكَ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے میرے کندھے سے پکڑا اور فرمایا دنیا میں اس طرح وقت بسر کر جیسے تو مسافر یا راہگیر ہو۔ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرمایا کرتے تھے۔ جب تو شام کرے تو صبح کا انتظار نہ کیا کر اور جب صبح کرے تو شام کا انتظار نہ کر اور اپنی صحت سے مرض کے لیے اور زندگی سے موت کے لیے کچھ حاصل کر۔ (بخاری)

قَالُوْا فِيْ شَرْحِ هٰذَا الْحَدِيْثِ مَعْنَاهُ: لَا تَرْكَنْ اِلَى الدُّنْيَا وَلَا تَتَّخِذْهَا وَطَنًا، وَلَا تُحَدِّثْ نَفْسَكَ بِطُوْلِ الْبَقَاءِ فِيْهَا، وَلَا بِالْاِعْتِنَاءِ بِهَا، وَلَا تَتَعَلَّقْ مِنْهَا اِلَّا بِمَا يَتَعَلَّقُ بِهِ الْغَرِيْبُ فِيْ غَيْرِ وَطَنِهِ، وَلَا

علماء نے اس حدیث کی شرح میں فرمایا اس کا معنی ہے کہ دنیا کی طرف مائل نہ ہو اس کو وطن نہ بنا۔ اپنے نفس سے اسی دنیا میں عرصہ دراز تک رہنے کی باتیں نہ کر۔ اس کی طرف زیادہ توجہ نہ کر۔ اس سے اتنا ہی تعلق

تَشْتَغِلُ فِیْهَا بِمَا لَا یَشْتَغِلُ بِهِ الْغَرِیْبُ الَّذِیْ یُرِیْدُ الذَّهَابَ اِلٰی اَهْلِهٖ، وَبِاللّٰهِ التَّوْفِیْقُ۔ رکھو جتنا مسافر تعلق رکھتا ہے، جس کا ارادہ گھر والوں کی طرف جانے کا ہوتا ہے اور توفیق اللہ کی طرف سے ہی ہے۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم کن فی الدنیا کانك غریب، ج۴ص۸۹، رقم: ۶۴۱۶ صحیح ابن حبان، باب الفقر والزهد، ج۲ص۴۷، رقم: ۶۹۸ مسند امام احمد بن حنبل، مسند عبداللہ بن عمر، ج۲ص۲۲، رقم: ۴۷۶۴ مسند الشامیین، احادیث بن ثوبان عن الحسن بن الحر، ج۱ص۱۰۹، رقم: ۱۶۵ سنن الکبرٰی للبیہقی، کتاب الجنائز، ج۳ص۳۶۹، رقم: ۶۳۰۴)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی جیسے مسافر منزل اور وہاں کی زیب و زینت سے دل نہیں لگاتا کیونکہ اسے آگے جانا ہوتا ہے ایسے ہی تم یہاں کے انسان اور سامان سے دل نہ لگاؤ، ورنہ مرتے وقت ان کے چھوٹنے سے بہت تکلیف ہوگی۔ صوفیاء جو فرماتے ہیں کہ حُبُّ الْوَطَنِ مِنَ الْاِیْمَانِ یعنی وطن کی محبت ایمان کا رکن ہے وہاں وطن سے مراد جنت ہے یعنی اصلی وطن یا مدینہ منورہ کہ وہ مؤمن کا روحانی وطن ہے۔

حضرت ابن عمر یہ اپنے نفس سے خطاب کرتے تھے کہ زندگی کی لمبی امیدیں نہ باندھو ہر نماز آخری نماز سمجھ کر پڑھو، تندرستی اور زندگی کو غنیمت جانو جس قدر ہو سکے اس میں نیکیاں کمالو، ورنہ بیماری میں اور موت کے بعد کچھ بن نہ پڑے گا۔ شعر

کر جوانی میں عبادت کاہلی اچھی نہیں
جب بڑھاپا آ گیا پھر بات بن پڑتی نہیں

ہے بڑھاپا بھی غنیمت جب جوانی ہو چکی
یہ بڑھاپا بھی نہ ہوگا موت جس دم آ گئی

(مراٰۃ المناجیح، ج۲، ص۸۲۸)

کل صرف حساب ہوگا

یہ لمبی امیدیں تمہیں نیکی کے کام کرنے سے ہرگز غفلت میں نہ ڈالیں، ۔۔۔۔۔۔ یہ دنیا جس میں ہم زندگی گزار رہے ہیں، آخرت کی کھیتی ہے، ۔۔۔۔۔۔ ہم پر لازم ہے کہ اپنی عمر بھلائی کے کاموں میں صرف کریں کیونکہ ہر نئے دن، دنیا ہم سے دور ہوتی جاری رہی ہے اور آخرت ہمارے قریب آرہی ہے، ۔۔۔۔۔۔ آج عمل کا موقع ہے اور کوئی حساب نہیں لیکن کل صرف حساب ہوگا اور کچھ عمل نہ کر سکیں گے۔

اللہ عزّوجل ارشاد فرماتا ہے:

فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَاُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ ؕ

ترجمہ کنزالایمان: جو آگ سے بچا کر جنت میں داخل کیا گیا وہ مراد کو پہنچا۔(پ4،آل عمران:185)

اے انسان! نیکی کے کاموں میں کوشش کر اور موت سے پہلے پہلے اپنی عمر سے فائدہ اٹھا،۔۔۔۔۔۔ دنیا ایک محدود وقت ہے اس میں جتنے بھلائی کے کام تو کرنا چاہے کر سکتا ہے،۔۔۔۔۔۔ اور ایک وقت وہ ہے جو آنے والا ہے جس میں تجھے نہیں معلوم کہ قادر مطلق عزوجل تیرے ساتھ کیا معاملہ فرمانے والا ہے۔۔۔؟ جو لمحہ گزر گیا تیرے اچھے یا برے عمل کو ساتھ لے گیا اب وہ قیامت تک واپس نہیں آئے گا۔ اے انسان! اپنی فراغت سے موقع اٹھا اور صحت سے فائدہ حاصل کر (یعنی زندگی کے ایسے لمحات کو غنیمت جان اور کچھ نیک اعمال کر لے)۔ چنانچہ،

حضرت سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عظمت نشان ہے: دو نعمتیں ایسی ہیں جن کی وجہ سے اکثر لوگ دھوکے میں ہیں (ایک) صحت اور (دوسری) فراغت۔

(صحیح البخاری، کتاب الرقاق، باب الصحۃ والفراغ۔۔۔۔۔الخ، الحدیث: ۶۴۱۲، ص۵۳۹)

(475) وَعَنْ اَبِي الْعَبَّاسِ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ السَّاعِدِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: جَآءَ رَجُلٌ إِلَى النبی صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللهِ، دُلَّنِيْ عَلٰى عَمَلٍ إِذَا عَمِلْتُهُ اَحَبَّنِي اللهُ وَاَحَبَّنِي النَّاسُ، فَقَالَ: ازْهَدْ فِي الدُّنْيَا يُحِبَّكَ اللهُ، وَازْهَدْ فِيمَا عِنْدَ النَّاسِ يُحِبَّكَ النَّاسُ حَدِيثٌ حَسَنٌ رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ وَغَيْرُهُ بِاَسَانِيْدَ حَسَنَةٍ.

حضرت ابوعباس سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا۔ عرض کیا: یارسول اللہ مجھے ایسا کام بتائیں کہ جب میں وہ کروں تو اللہ مجھ سے محبت کرے اور لوگ بھی مجھ سے محبت کریں۔ فرمایا: دنیا سے بے رغبت ہو جا اللہ تجھ سے محبت فرمائے گا اور جو کچھ لوگوں کے ہاتھ میں ہے اس کے لیے بے رغبت ہو جا لوگ تجھے سے محبت کریں گے۔ یہ حدیث حسن ہے۔ ابن ماجہ وغیرہ نے اسے اسانید حسن کے ساتھ روایت کیا ہے۔(ابن ماجہ)

تخریج حدیث: (سنن ابن ماجه، باب الزهد فی الدنیا، ج۲ص۱۳۷۳، رقم: ۴۱۰۲، المستدرك للحاكم، كتاب الرقاق، ج۴ص۳۴۸، رقم: ۷۸۷۳، المعجم الكبير للطبرانی، من اسمه سهل بن سعد الساعدی، ج۶ص۱۹۳، رقم: ۵۹۷۲، مسند الشهاب، باب ازهد فی الدنیا یحبك الله، ص۳۷۳، رقم: ۶۴۳)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

معلوم ہوا کہ اللہ کے بندوں کی محبت جو قدرتی طور سے ہو اللہ کی رحمت ہے، محبت خلق محبت خالق کی علامت ہے انتم شھداء اللہ فی الارض لہذا لوگوں کی محبت حاصل کرنے کی کوشش کرنا ممنوع نہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام

نے دعا کی تھی کہ مولٰی واجعل لی لسان صدق فی الاخرین آئندہ نسلوں میں میرا ذکر خیر جاری فرما لہذا ان صاحب کا یہ سوال بالکل برحق ہے۔

دنیا سے بے رغبتی کے رکن تین ہیں: محبت دنیا سے علیحدگی، زائد دنیا سے پرہیز، آخرت کی تیاری، ایسے شخص سے اللہ تعالٰی محبت اس لیے کرتا ہے کہ وہ اللہ کے دشمن سے محبت نہیں کرتا دشمن کا دشمن بھی دوست ہوتا ہے۔ (مرقات) صوفیاء فرماتے ہیں کہ آگ کے ڈر سے دنیا میں رہتے ہوئے اس سے الگ رہنا زہد ہے۔ کسی صوفی نے کیا خواب کہا شعر

وما الزهد الا فی انقطاع الخلائق وما الحق الا فی وجود الحقائق

وما الحب الاحب من کان قلبه عن الخلق مشغولا برب الخلائق

نیز جو دنیا سے بے رغبت ہوگا وہ گناہ کم کرے گا نیکیاں زیادہ اور ایسا بندہ ضرور اللہ تعالٰی کو پیارا ہے۔

دنیا کا دستور ہے کہ جو اس کی طرف دوڑتا ہے تو وہ اس سے بھاگتی ہے اور جو اس سے بے نیاز ہوتا ہے تو وہ اس کی طرف آتی ہے۔ جو شخص لوگوں سے تمنا رکھے گا تو خواہ مخواہ ان کی خوشامد کرے گا اور لوگ اسی سے نفرت کریں گے اور جو لوگوں سے بے نیاز ہوگا تو لوگ خواہ مخواہ اس کی طرف آئیں گے۔ شعر

آس بگذار بادشاہی کن گردن بے طمع بلند بود

(مرآۃ المناجیح، ج ۷، ص ۳۳)

سونا اور پتھر برابر

شہنشاہِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ، صاحبِ معطر پسینہ، باعثِ نُزولِ سکینہ، فیض گنجینہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ نصیحت نشان ہے: جو شخص اس حال میں صبح کرے کہ اُسے دنیا ہی کی فکر ہو اللہ عَزَّ وَجَلَّ اس کے کام منتشر کر دیتا ہے اور اس کا سامان متفرق کر دیتا ہے، اس کی تنگدستی اس کے سامنے کر دیتا ہے اور دُنیا تو اسی قدر آئے گی، جو اس کی تقدیر میں لکھی ہے اور جو اس حال میں صبح کرے کہ اس کو آخرت کی فکر ہو اللہ عَزَّ وَجَلَّ اس کے کام درست فرما دیتا ہے، اس کے سامان کی حفاظت فرماتا اور اس کے دل میں دنیا سے بے رغبتی ڈال دیتا ہے نیز اس کے پاس دنیا ذلیل ہو کر آتی ہے۔

(سنن ابن ماجۃ، ابواب الزھد، باب الھم بالدنیا، الحدیث ۴۱۰۵، ص ۲۷۲۶، بتغیر قلیل)

نبیِّ کریم، رءُوف رحیم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ حکمت نشان ہے: جب تم کسی شخص کو دیکھو کہ اسے خاموشی اور دنیا سے بے رغبتی عطا کی گئی ہے تو اس کے قریب ہو جاؤ کیونکہ اسے حکمت عطا کی گئی ہے۔

(سنن ابن ماجۃ، ابواب الزھد، باب الزھد فی الدنیا، الحدیث ۴۱۰۱، ص ۲۷۲۶، بتغیر قلیل)

سرکارِ مدینہ، راحتِ قلب وسینہ، سلطانِ باقرینہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ محبت نشان ہے:
اِنْ اَرَدْتَ اَنْ یُحِبَّكَ اللّٰهُ فَازْهَدْ فِی الدُّنْیَا۔

ترجمہ: اگر تم چاہتے ہو کہ اللہ عَزَّ وَجَلَّ تم سے محبت کرے تو دنیا میں زُہد اختیار کرو۔

(سنن ابن ماجۃ، ابواب الزھد، باب الزھد فی الدنیا، الحدیث ۴۱۰۲، ص ۲۷۲۶، مفہوماً)

جب حضرت سَیِّدُنا حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بارگاہِ رسالت صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلَّم میں عرض کی: میں سچا مؤمن ہوں۔ تو آپ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلَّم نے استفسار فرمایا: تمہارے ایمان کی حقیقت کیا ہے؟ انہوں نے عرض کی: میں نے اپنے نفس کو دنیا سے علیحدہ کر دیا ہے، پس میرے نزدیک اِس (دُنیا) کا سونا اور پتھر برابر ہیں، گویا میں جنّت اور دوزخ کے مابین ہوں اور گویا میں اپنے رب عَزَّ وَجَلَّ کے عرش کے پاس کھڑا ہوں۔ آپ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: تم نے (ایمان کی حقیقت کو) پہچان لیا، پس اس کو لازِم پکڑنا (پھر آپ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلَّم نے حضرت سَیِّدُنا حارثہ کے متعلق فرمایا) یہ ایسا بندہ ہے جس کے دل کو اللہ عَزَّ وَجَلَّ نے نورِ ایمان سے منوّر کر دیا۔

(الزھد الکبیر للبیہقی، الحدیث ۹۷۳، ص ۳۵۵، مفہوماً)

(476) وَعَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ: ذَكَرَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، مَا اَصَابَ النَّاسُ مِنَ الدُّنْيَا. فَقَالَ: لَقَدْ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَظَلُّ الْيَوْمَ يَلْتَوِيْ مَا يَجِدُ مِنَ الدَّقَلِ مَا يَمْلَأُ بِهٖ بَطْنَهُ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اس دنیا کا ذکر کیا جو لوگوں کو ملی تھی، تو فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ سارا دن خالی پیٹ رہتے (فقر اختیاری کی وجہ سے) عالم یہ ہوتا کہ پیٹ بھرنے کے لیے ردی قسم کی کھجور بھی نہ ملتی۔ (مسلم)

اَلدَّقَلُ بِفَتْحِ الدَّالِ الْمُهْمَلَةِ وَالْقَافِ: رَدِيْئُ التَّمْرِ.

اَلدَّقَلُ: دال مہملہ اور قاف پر زبر ہے، ردی قسم کی کھجور کو کہتے ہیں۔

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب الزھد والرقائق، ج۸ص۲۲۰، رقم: ۷۶۵۲، مسند ابویعلیٰ، مسند عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ، ج۱ص۱۶۲، رقم: ۱۸۳، مسند امام احمد بن حنبل، مسند عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ، ج۱ص۵۰، رقم: ۳۵۳)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یہ خطاب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد صحابہ کرام و تابعین سے ہے جب کہ مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ نے بڑی فراخی عطا فرمادی تھی خصوصًا عہد فاروقی عثمانی میں۔ مقصد یہ ہے کہ اس فراخی رزق پر اللہ تعالیٰ کا شکر کرو یا اعتراض۔ فرمایا کہ تم لوگوں نے دنیا کی فراوانی پا کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا زہد تقویٰ اور ترک دنیا کا طریقہ چھوڑ دیا۔ (مرقات)

دقل کا لفظی ترجمہ گڈ ہے یعنی ایسے معمولی خرمے جس میں ہر قسم کے خرمے موجود ہیں انکا کوئی خاص نام نہ ہو بکھرے پھرتے ہوں یعنی اعلیٰ کھانوں اعلیٰ کھجوروں کا تو ذکر ہی کیا ہے۔ ردی معمولی گڈ خرمے بھی افراط سے نہ پاتے

تھے، غالبًا یہ ذکر ہے فتح خیبر سے پہلے کا۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۶ ص ۴۵)

مسکینی کی زندگی

حضرتِ سیدنا ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے خاتم المرسلین، رحمۃ للعلمین، شفیع المذنبین، انیس الغریبین، سراج السالکین، محبوبِ ربّ العلمین، جنابِ صادق وامین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم کو یہ دعا مانگتے ہوئے سنا کہ

اَللّٰهُمَّ اَحْيِنِیْ مِسْكِيْنًا وَّاَمِتْنِیْ مِسْكِيْنًا وَّاحْشُرْنِیْ فِیْ زُمْرَةِ الْمَسَاكِيْنِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ

ترجمہ: اے اللہ! مجھے مسکینی کی زندگی اور مسکینی کی موت عطا فرما اور قیامت کے دن مجھے مسکینوں کے زمرے میں اٹھانا۔

ایک روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اور بے شک سب بدبختوں میں سے بڑا بدبخت وہ ہے جس پر دنیا کا فقر اور آخرت کا عذاب جمع ہو جائے۔ (المستدرک، کتاب الرقائق، باب اشقی الاشقیاء... الخ، رقم ۷۹۸۱، ج ۵، ص ۴۵۹)

حضرتِ سیدنا عطاء بن ابورباح رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرتِ سیدنا ابوسعید رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا، اے لوگو! تنگدستی تمہیں حرام طریقے سے رزق کمانے پر نہ ابھارے کیونکہ میں نے تاجدارِ رسالت، شہنشاہِ نبوت، مخزنِ جود وسخاوت، پیکرِ عظمت وشرافت، محبوبِ ربّ العزت، محسنِ انسانیت صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم کو یہ دعا مانگتے ہوئے سنا ہے،

اَللّٰهُمَّ تَوَفَّنِیْ فَقِيْرًا وَّلَا تَوَفَّنِیْ غَنِيًّا وَّاحْشُرْنِیْ فِیْ زُمْرَةِ الْمَسَاكِيْنِ

ترجمہ: اے اللہ! مجھے حالتِ فقر میں موت دینا اور غنی بنا کر موت نہ دینا اور مجھے مساکین کے زمرے میں اٹھانا۔

ایک روایت میں یہ اضافہ ہے کہ

وَلَا تَحْشُرْنِیْ فِیْ زُمْرَةِ الْاَغْنِيَاءِ فَاِنَّ اَشْقَى الْاَشْقِيَاءِ مَنِ اجْتَمَعَ عَلَيْهِ فَقْرُ الدُّنْيَا وَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ

ترجمہ: اور مجھے مالداروں کے گروہ میں نہ اٹھا کیونکہ سب سے بڑا بدبخت تو وہ شخص ہے جس پر دنیا کا فقر اور آخرت کا عذاب جمع ہو جائے۔ (الترغیب والترہیب، کتاب الادب، الترہیب فی الفقر، رقم ۲۳، ج ۴، ص ۶۷)

(477) وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا، قَالَتْ: تُوُفِّیَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَمَا فِیْ بَيْتِیْ مِنْ شَیْءٍ يَّاْكُلُهٗ ذُوْ كَبِدٍ اِلَّا شَطْرُ شَعِيْرٍ فِیْ رَفٍّ لِّیْ، فَاَكَلْتُ مِنْهُ حَتّٰى طَالَ عَلَیَّ، فَكِلْتُهٗ فَفَنِیَ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت عائشہ صدیقہ ﷺ سے روایت ہے آپ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ فوت ہوئے اور میرے گھر میں اتنی چیز بھی کوئی نہ تھی جسے کوئی جگر والا کھائے۔ صرف ایک طاق میں تھوڑے سے جو رکھے تھے۔ میں اس میں سے کھاتی رہی جب عرصہ دراز گزر چکا تو میں نے اس کو

تولاتو تب وہ جلد ہی ختم ہو گئے۔ (متفق علیہ)

قَوْلُهَا: شَطْرُ شَعِيْرٍ اَیْ: شَيْئٌ مِّنْ شَعِيْرٍ، كَذَا فَسَّرَهُ التِّرْمِذِیُّ۔ شَطْرُ شَعِیْرٍ: یعنی کچھ جو یہ ترمذی نے اس کی یہی تفسیر بیان کی ہے۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب نفقة نساء النبی صلی الله علیه وسلم بعد وفاته، ج۲ص۸۱، رقم: ۳۰۹۷، صحیح مسلم، باب الزهد والرقائق، ج۸ص۲۱۸، رقم: ۷۶۴۱، السنن الکبری للبیهقی، باب ما امره الله تعالی به من اختیار الاخرة علی الاولی، ج۷ص۴۷، رقم: ۱۳۰۹۳، سنن ابن ماجه، باب خبز الشعیر، ج۲ص۱۱۱۰، رقم: ۳۳۴۵، مصنف ابن ابی شیبة، کلام عائشه رضی الله عنها، ج۷ص۱۳۲، رقم: ۳۴۷۴۸)

شرحِ حدیث: سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہٖ وسلم اور خاندانِ سرکار کا فقرِ اختیاری

ہمارے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہٖ وسلم کو خدا عزوجل نے اشرف ترین مخلوق بنایا اور محبوبیتِ خاص کا خلعتِ فاخرہ عطا فرمایا۔ اسی وجہ سے دنیا کی جو بلائیں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہٖ وسلم نے اٹھائیں اور جو مصیبتیں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہٖ وسلم نے برداشت کیں کسی سے ان کا تحمل ممکن نہیں۔ اللہ اللہ! محبوبیت کی تو وہ ادائیں کہ فرمایا جاتا ہے:

لَوْلَاكَ لَمَا خَلَقْتُ الدُّنْيَا اے محبوب! صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہٖ وسلم میں اگر تم کو نہ پیدا کرتا تو دنیا ہی کو نہ بناتا۔

(فردوس الأخبار، الحدیث: ۸۰۹۵، ج ۲، ص ۵۸ ۴ بلفظ ما خلقت)

علوِ مرتبت کی وہ کیفیتیں کہ اپنے خزانے کی کنجیاں دے کر مختارِ کل بنا دیا کہ جو چاہو کرو، سیاہ وسپید کا تمہیں اختیار ہے۔

ایسے بادشاہ جن کے مقدس سر پر دونوں عالم کی حکومت کا چمکتا تاج رکھا گیا، ایسے رفعت پناہ، جن کے مبارک پاؤں کے نیچے تختِ الٰہی بچھایا گیا، شاہی لنگر کے فقیر، سلاطین عالم، سلطانی باڑے کے محتاج، شاہان معظم، دنیا کی نعمتیں بانٹنے والے، زمانے کی دولتیں دینے والے، بھکاریوں کی جھولیاں بھریں، منہ مانگی مرادیں پوری کریں۔ اب کاشانہ اقدس اور دولت سرائے مقدس کی طرف نگاہ جاتی ہے اللہ تعالیٰ کی شان نظر آتی ہے۔ ایسے جلیل القدر بادشاہ جن کی قاہر حکومت مشرق مغرب کو گھیر چکی اور جن کا ڈنکا ہفت آسمان وتمام روئے زمین میں بج رہا ہے، ان کے برگزیدہ گھر میں آسایش کی کوئی چیز نہیں، آرام کے اسباب تو درکنار، خشک کھجوریں اور جَو کے بے چھنے آٹے کی روٹی بھی تمام عمر پیٹ بھر کر نہ کھائی۔

کل جہاں مِلک اور جَو کی روٹی غذا
اس شکم کی قناعت پہ لاکھوں سلام

(حدائقِ بخشش)

شاہی لباس دیکھئے تو سترہ سترہ پیوند لگے ہیں، وہ بھی ایک کپڑے کے نہیں۔ دو دو مہینے سلطانی باورچی خانے سے دھواں بلند نہیں ہوتا۔ دنیوی عیش وعشرت کی تو یہ کیفیت ہے، دینی وجاہت دیکھئے تو اس تاجدار صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہٖ وسلم کی شوکت اور اس سادگی پسند کی وجاہت سے دونوں عالم گونج رہے ہیں۔

مالکِ کونین ہیں گو پاس کچھ رکھتے نہیں دو جہاں کی نعمتیں ہیں ان کے خالی ہاتھ میں

یہاں یہ امر بھی بیان کردینے کے قابل ہے کہ یہ تکلیفیں، یہ مصیبتیں محض اپنی خوشی سے اٹھائی گئیں، اس میں مجبوری کو ہرگز دخل نہ تھا۔

ایک بار آپ کے بہی خواہ اور رضا جو دوست جل جلالہٗ نے پیام بھیجا کہ تم کہو تو مکہ کے دو پہاڑوں کو سونے کا بنادوں کہ وہ تمہارے ساتھ رہیں، عرض کی: یہ چاہتا ہوں کہ ایک دن دے کہ شکر بجالاؤں، ایک دن بھوکا رکھ کہ صبر کروں۔

(سنن الترمذی، کتاب الزہد، باب ماجاء فی الکفاف...الخ، ج ۴، ص ۱۵۵، الحدیث: ۲۳۵۴)

مسلمانو! اللہ تعالیٰ نے ہمارے حضور علیہ الصلاۃ والسلام کو نفسِ مطمئنہ عطا فرمایا ہے۔ اگر آپ عیش وعشرت میں بسر فرماتے اور آسایش وراحت محبوب رکھتے، تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہ وسلم کا پروردگار عزوجل آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہ وسلم کی خوشی پر خوش ہونے والا دنیا میں جنتوں کو اتار کر رکھ دیتا، اور یہ سامانِ عیش آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہ وسلم کے برگزیدہ اور پاک نفس میں ہرگز تغیر پیدا نہ کرسکتا، ایسی حالت میں یہ بلاپسندی اور مصیبت دوستی اسی بنیاد پر ہوسکتی ہے کہ آپ رحمۃ للعالمین ٹھہرے، دنیا کی ہر چیز کے حق میں رحمت ہوکر آئے، اگر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہ وسلم عیش وعشرت میں مشغول رہتے تو تکلیف ومصیبتجن سے عاقبت میں حضور علیہ الصلاۃ والسلام کے غلاموں کو بھی سروکار نہ ہوگا، برکات سے محروم رہ جاتیں۔

ایک بار حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہ وسلم مسلمانوں کو کنیزیں اور غلام تقسیم فرمارہے تھے، مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ نے حضرت بتول زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کہا: جاؤ! تم بھی اپنے لئے کوئی کنیز لے آؤ۔ حاضر ہوئیں اور ہاتھ دکھا کر عرض کرنے لگیں کہ چکیاں پیتے پیتے ہاتھوں میں چھالے پڑ گئے ہیں ایک کنیز مجھے بھی عنایت ہو۔ ارشاد ہوا: اے فاطمہ! رضی اللہ تعالیٰ عنہا میں تجھے ایسی چیز بتاتا ہوں جو کنیز وغلام سے زیادہ کام دے، تُو رات کو سوتے وقت سبحان اللہ ۳۳ بار، الحمد للہ ۳۳ بار، اللہ اکبر ۳۴ بار پڑھ کر سورہا کر۔ (سنن الترمذی، کتاب الدعوات، باب ماجاء فی التسبیح...الخ، الحدیث ۳۴۱۹، ج ۵، ص ۲۶۰)

ایک بار حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہ وسلم حضرتِ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے کاشانہ میں تشریف لے گئے، دروازہ تک رونق افروز ہوئے تھے کہ حضرتِ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ہاتھوں میں چاندی کی ایک چوڑی ملاحظہ فرمائی، واپس تشریف لے آئے، حضرتِ بتول رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے وہ چوڑیاں حاضر کردیں کہ انہیں تصدق کردیجئے، مساکین کو عطا فرمادی گئیں اور دو چوڑیاں عاج کی مرحمت ہوئیں اور ارشاد ہوا: فاطمہ! دنیا، محمد اور آلِ محمد کے لائق نہیں۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیہم وسلم

عمرِ فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ حاضر آئے، دیکھا کہ کھجور کی چٹائی پر آرام فرمارہے ہیں، اور اس نازک جسم اور نازنین بدن پر بوریے کے نشان بن گئے ہیں، یہ حالت دیکھ کر بے اختیار رونے لگے اور عرض کی کہ یارسول اللہ! صلی اللہ علیک وسلم،

قیصر وکسریٰ، خدا کے دشمن، ناز ونعمت میں بسر کریں اور خدا عزوجل کا محبوب تکلیف ومصیبت میں؟ ارشاد ہوا: کیا تُو اس امر پر راضی نہیں کہ انہیں دنیا کے عیش ملیں اور تُو عقبیٰ کی خوبیوں سے بہرہ ور ہو؟

(صحیح البخاری، کتاب التفسیر، باب تبتغی مرضاۃ...الخ، الحدیث ۴۹۱۳، ج ۳، ص ۳۶۰)

(478) وَعَنْ عَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ اَخِیْ جُوَیْرِیَّةَ بِنْتِ الْحَارِثِ اُمِّ الْمُؤْمِنِیْنَ، رَضِیَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: مَا تَرَكَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَ مَوْتِهٖ دِيْنَارًا، وَّلاَ دِرْهَمًا، وَّلاَ عَبْدًا، وَّلاَ اَمَةً، وَّلاَ شَيْئًا اِلاَّ بَغْلَتَهُ الْبَيْضَاءَ الَّتِیْ كَانَ يَرْكَبُهَا، وَسِلَاحَهٗ، وَاَرْضًا جَعَلَهَا لِابْنِ السَّبِيْلِ صَدَقَةً. رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ.

اُم المومنین حضرت جویریہ بنت حارث ﷺ کے بھائی عمرو بن حارث ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے وفات کے وقت دینار چھوڑا نہ درہم اور نہ غلام نہ باندی نہ کچھ اور صرف ایک خچر سفید رنگ کا جس پر آپ سوار ہوتے تھے اور اسلحہ اور کچھ زمین ان چیزوں کو آپ نے مسافروں کے لیے صدقہ کر دیا تھا۔ (بخاری)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب الوصایا وقول النبی صلی اللہ علیہ وسلم وصیۃ الرجل مکتوبۃ عندہ، ج۱ص۲، رقم: ۲۷۳۸، مسند امام احمد بن حنبل، حدیث السیدۃ عائشہ رضی اللہ عنہا، ج۶ص۱۳۶، رقم: ۲۵۰۹۷، السنن الکبری للبیہقی، باب الصدقات المحرمات، ج۲ص۲۷۱، رقم: ۱۲۲۴۲، سنن نسائی، کتاب الاحباس، ج۶ص۵۲۹، رقم: ۳۵۹۶، مسند الحمیدی، احادیث عائشہ رضی اللہ عنہا، ص۱۳۲، رقم: ۲۷۱)

شرح حدیث: حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ترکہ

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مقدس زندگی اس قدر زاہدانہ تھی کہ کچھ اپنے پاس رکھتے ہی نہیں تھے۔ اس لئے ظاہر ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وفات کے بعد کیا چھوڑا ہوگا؟ چنانچہ حضرت عمرو بن الحارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ مَا تَرَكَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَ مَوْتِهٖ دِرْهَمًا وَّلَا دِيْنَارًا وَّلَا عَبْدًا وَّلَا اَمَةً وَّلَا شَيْئًا اِلَّا بَغْلَتَهُ الْبَيْضَاءَ وَسِلَاحَهٗ وَاَرْضًا جَعَلَهَا صَدَقَةً۔

(صحیح البخاری، کتاب الوصایا، باب الوصایا...الخ، الحدیث: ۲۷۳۹، ج ۲، ص ۲۳۱)

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی وفات کے وقت نہ درہم و دینار چھوڑا نہ لونڈی و غلام نہ اور کچھ صرف اپنا سفید خچر اور ہتھیار اور کچھ زمین جو عام مسلمانوں پر صدقہ کر گئے چھوڑا تھا۔

بہر حال پھر بھی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے متروکات میں تین چیزیں تھیں۔ (۱) بنونضیر، فدک، خیبر کی زمینیں (۲) سواری کا جانور (۳) ہتھیار۔ یہ تینوں چیزیں قابل ذکر ہیں۔

زمین

بنونضیر، فدک، خیبر کی زمینوں کے باغات وغیرہ کی آمدنیاں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے اور اپنی ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کے سال بھر کے اخراجات اور فقراء ومساکین اور عام مسلمانوں کی حاجات میں صرف فرماتے تھے۔

(سنن ابی داود، کتاب الخراج والفییٔ۔۔۔الخ، باب فی فایا۔۔۔الخ، الحدیث: ۲۹۶۳، ج ۳،ص ۱۹۳، ۱۹۴ ملتقطاً ومدارج النبوت، قسم چہارم، باب سوم، ج ۲،ص ۴۴۵)

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد حضرت عباس اور حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور بعض ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن چاہتی تھیں کہ ان جائیدادوں کو میراث کے طور پر وارثوں کے درمیان تقسیم ہوجانا چاہیے۔ چنانچہ حضرت امیر المؤمنین ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے ان لوگوں نے اس کی درخواست پیش کی مگر آپ اور حضرت عمر وغیرہ اکابر صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے ان لوگوں کو یہ حدیث سنادی کہ لَانُوْرَثُ مَاتَرَكْنَا صَدَقَةٌ

(سنن ابی داود، کتاب الخراج۔۔۔الخ، باب فی صفایا۔۔۔الخ، الحدیث: ۲۹۶۳، ج ۳،ص ۱۹۳، ۱۹۴ صحیح البخاری، کتاب فضائل اصحاب النبی، باب مناقب قرابۃ۔۔۔الخ، الحدیث: ۳۷۱۱۔۳۷۱۲، ج ۲، ص ۵۳۷،۵۳۸ وکتاب الفرائض، باب قول النبی لانورث۔۔۔ الخ، الحدیث: ۶۷۲۵۔۶۷۲۶، ج ۴،ص ۳۱۳ ملتقطاً)

ہم (انبیاء) کا کوئی وارث نہیں ہوتا ہم نے جو کچھ چھوڑا وہ مسلمانوں پر صدقہ ہے۔

اور اس حدیث کی روشنی میں صاف صاف کہہ دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وصیت کے بموجب یہ جائیدادیں وقف ہوچکی ہیں۔ لہٰذا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی مقدس زندگی میں جن مدآت ومصارف میں ان کی آمدنیاں خرچ فرمایا کرتے تھے اس میں کوئی تبدیلی نہیں کی جاسکتی۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے دور خلافت میں حضرت عباس وحضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے اصرار سے بنونضیر کی جائیداد کا ان دونوں کو اس شرط پر متولی بنادیا تھا کہ اس جائیداد کی آمدنیاں انہیں مصارف میں خرچ کرتے رہیں گے جن میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خرچ فرمایا کرتے تھے۔ پھر ان دونوں میں کچھ ان بن ہوگئی اور ان دونوں حضرات نے یہ خواہش ظاہر کی کہ بنونضیر کی جائیداد تقسیم کرکے آدھی حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تولیت میں دے دی جائے اور آدھی کے متولی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ رہیں مگر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس دخواست کو نامنظور فرمادیا۔

(سنن ابی داود، کتاب الخراج۔۔۔الخ، باب فی صفایا۔۔۔الخ، الحدیث: ۲۹۶۳، ۲۹۶۴، ج ۳، ص ۱۹۳، ۱۹۵)

لیکن خیبر اور فدک کی زمینیں حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے تک خلفاء ہی کے ہاتھوں میں رہیں حاکم مدینہ مروان بن الحکم نے اس کو اپنی جاگیر بنالی تھی مگر حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے زمانہ خلافت میں پھر وہی عملدرآمد جاری کردیا جو حضرت ابوبکر وحضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے دور خلافت میں تھا۔

(سنن ابی داود، کتاب الخراج۔۔۔الخ، باب فی صفایا۔۔۔الخ، الحدیث: ۲۹۷۲، ج۳، ص۱۹۸)

سواری کے جانور

زرقانی علی المواہب وغیرہ میں لکھا ہوا ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ملکیت میں سات گھوڑے، پانچ خچر، تین گدھے، دو اونٹنیاں تھیں۔ (المواہب اللدنیۃ مع شرح الزرقانی، باب فی ذکر خیلہ۔۔۔الخ، ج۵، ص۹۸۔۱۰۲، ۱۰۶۔۱۱۰ ملتقطاً)

لیکن اس میں یہ تشریح نہیں ہے کہ بوقت وفات ان میں سے کتنے جانور موجود تھے کیونکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے جانور دوسروں کو عطا فرماتے رہتے تھے۔ کچھ نئے خریدتے کچھ ہدایا اور نذرانوں میں ملتے بھی رہے۔

بہر حال روایات صحیحہ سے معلوم ہوتا ہے کہ وفات اقدس کے وقت جو سواری کے جانور موجود تھے ان میں ایک گھوڑا تھا جس کا نام "لحیف" تھا ایک سفید خچر تھا جس کا نام "دلدل" تھا یہ بہت ہی عمر دراز ہوا۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے تک زندہ رہا اتنا بوڑھا ہو گیا تھا کہ اس کے تمام دانت گر گئے تھے اور آخر میں اندھا بھی ہو گیا تھا۔ ابن عساکر کی تاریخ میں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی جنگ خوارج میں اس پر سوار ہوئے تھے۔

(شرح الزرقانی علی المواہب، فی ذکر خیلہ ولقاحہ ودوابہ، ج۵، ص۱۰۰، ۱۰۶)

ایک عربی گدھا تھا جس کا نام "عفیر" تھا ایک اونٹنی تھی جس کا نام "عضباء وقصواء" تھا یہ وہی اونٹنی تھی جس کو بوقت ہجرت آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے خریدا تھا اس اونٹنی پر آپ نے ہجرت فرمائی اور اس کی پشت پر حجۃ الوداع میں آپ نے عرفات ومنیٰ کا خطبہ پڑھا تھا۔ (واللہ تعالیٰ اعلم)

ہتھیار

چونکہ جہاد کی ضرورت ہر وقت درپیش رہتی تھی اس لئے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اسلحہ خانہ میں نو یا دس تلواریں، سات لوہے کی زرہیں، چھ کمانیں، ایک تیردان، ایک ڈھال، پانچ برچھیاں، دو مغفر، تین جبے، ایک سیاہ رنگ کا بڑا جھنڈا باقی سفید وزرد رنگ کے چھوٹے چھوٹے جھنڈے تھے اور ایک خیمہ بھی تھا۔ (المواہب اللدنیۃ وشرح الزرقانی، فی الالات حروبہ۔۔۔الخ، ج۵، ص۸۵، ۸۸۔۸۹، ۹۱۔۹۲ ومدارج النبوت، قسم پنجم، باب یازدہم، ج۲، ص۵۹۸، ۶۰۷ ملخصاً وملتقطاً)

ہتھیاروں میں تلواروں کے بارے میں حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے تحریر فرمایا کہ مجھے اس کا علم نہیں کہ یہ سب تلواریں بیک وقت جمع تھیں یا مختلف اوقات میں آپ کے پاس رہیں۔

(مدارج النبوت، قسم پنجم، باب یازدہم، ج۲، ص۵۹۵)

ظروف ومختلف سامان

ظروف اور برتنوں میں کئی پیالے تھے ایک شیشہ کا پیالہ بھی تھا۔ ایک پیالہ لکڑی کا تھا جو پھٹ گیا تھا تو حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کے شگاف کو بند کرنے کیلئے ایک چاندی کی زنجیر سے اس کو جکڑ دیا تھا۔

(صحیح البخاری، کتاب فرض الخمس، باب ماذکر من ذرع النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔۔۔الخ، الحدیث:۳۱۰۹، ج۲، ص ۳۴۴)

چمڑے کا ایک ڈول، ایک پرانی مشک، ایک پتھر کا تغار، ایک بڑا سا پیالہ جس کا نام "السعہ" تھا، ایک چمڑے کا تھیلا جس میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آئینہ، قینچی اور مسواک رکھتے تھے، ایک کنگھی، ایک سرمہ دانی، ایک بہت بڑا پیالہ جس کا نام "الغراء" تھا، صاع اور مد دوناپنے کے پیمانے۔

ان کے علاوہ ایک چار پائی جس کے پائے سیاہ لکڑی کے تھے۔ یہ چار پائی حضرت اسعد بن زرارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہدیۃً خدمت اقدس میں پیش کی تھی۔ بچھونا اور تکیہ چمڑے کا تھا جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی، مقدس جوتیاں، یہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اسباب وسامانوں کی ایک فہرست ہے جن کا تذکرہ احادیث میں متفرق طور پر آتا ہے۔

(المواہب اللدنیۃ مع شرح الزرقانی، تکمیل، ج۵، ص ۹۴۔۹۶ ملخصاً)

تبرکاتِ نبوت

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ان متروکہ سامانوں کے علاوہ بعض یادگاری تبرکات بھی تھے جن کو عاشقانِ رسول فرطِ عقیدت سے اپنے اپنے گھروں میں محفوظ کئے ہوئے تھے اور ان کو اپنی جانوں سے زیادہ عزیز رکھتے تھے۔ چنانچہ موئے مبارک، نعلین شریفین اور ایک لکڑی کا پیالہ جو چاندی کے تاروں سے جوڑا ہوا تھا حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان تینوں آثار متبرکہ کو اپنے گھر میں محفوظ رکھا تھا۔

(صحیح البخاری، کتاب فرض الخمس، باب ماذکر من درع النبی الخ، الحدیث:۳۱۰۷، ۳۱۰۹، ج۲، ص ۳۴۳، ۳۴۴ ملخصاً وفتح الباری شرح صحیح البخاری، کتاب فرض الخمس، باب ماذکر من درع النبی الخ، تحت الحدیث:۳۱۰۷، ۳۱۰۹، ج۶، ص ۱۷۳، ۱۷۴ ملتقطاً)

اسی طرح ایک موٹا کمبل حضرت بی بی عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس تھا جن کو وہ بطور تبرک اپنے پاس رکھے ہوئے تھیں اور لوگوں کو اس کی زیارت کراتی تھیں۔ چنانچہ حضرت ابو بردہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ ہم لوگوں کو حضرت بی بی عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت مبارکہ میں حاضری کا شرف حاصل ہوا تو انہوں نے ایک موٹا کمبل نکالا اور فرمایا کہ یہ وہی کمبل ہے جس میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وفات پائی۔

(صحیح البخاری، کتاب فرض الخمس، باب ماذکر من درع النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔الخ، الحدیث:۳۱۰۸، ج۲، ص ۳۴۳)

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ایک تلوار جس کا نام "ذوالفقار" تھا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس تھی ان کے بعد ان کے خاندان میں رہی یہاں تک کہ یہ تلوار کربلا میں حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس تھی۔ اس کے بعد ان کے فرزند وجانشین حضرت امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس رہی۔ چنانچہ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے بعد جب حضرت امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ یزید بن معاویہ کے پاس سے رخصت ہو کر مدینہ تشریف لائے تو مشہور صحابی حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حاضر خدمت ہوئے اور عرض کیا کہ اگر آپ کو کوئی

حاجت ہو یا میرے لائق کوئی کارِ خدمت ہو تو آپ مجھے حکم دیں میں آپ کے حکم کی تعمیل کے لئے حاضر ہوں۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا مجھے کوئی حاجت نہیں پھر حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ گزارش کی کہ آپ کے پاس رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جو تلوار (ذوالفقار) ہے کیا آپ وہ مجھے عنایت فرما سکتے ہیں؟ کیونکہ مجھے خطرہ ہے کہ کہیں یزید کی قوم آپ پر غالب آ جائے اور یہ تبرک آپ کے ہاتھ سے جاتا رہے اور اگر آپ نے اس مقدس تلوار کو مجھے عطا فرما دیا تو خدا کی قسم! جب تک میری ایک سانس باقی رہے گی ان لوگوں کی اس تلوار تک رسائی بھی نہیں ہو سکتی مگر حضرت امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس مقدس تلوار کو اپنے سے جدا کرنا گوارا نہیں فرمایا۔

(صحیح البخاری، کتاب فرض الخمس، باب ما ذکر من درع النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ الخ، الحدیث: ۳۱۱۰، ج ۲، ص ۳۴۴)

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی انگوٹھی اور عصائے مبارک پر جانشین ہونے کی بنا پر خلفائے کرام حضرت ابوبکر صدیق وحضرت عمر فاروق وحضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اپنے اپنے دورِ خلافت میں قابض رہے مگر انگوٹھی حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ سے کنوئیں میں گر کر ضائع ہو گئی۔ اس کنوئیں کا نام "بیر اریس" ہے جس کو لوگ "بیر خاتم" بھی کہتے ہیں۔

(صحیح البخاری، کتاب اللباس، باب خاتم الفضۃ، الحدیث: ۵۸۶۶، ج ۴، ص ۶۸)

اسی قسم کے دوسرے اور بھی تبرکات نبویہ ہیں جو مختلف صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے پاس محفوظ تھے جن کا تذکرہ احادیث اور سیرت کی کتابوں میں جا بجا متفرق طور پر مذکور ہے اور ان مقدس تبرکات سے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور تابعین عظام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم کو اس قدر والہانہ محبت تھی کہ وہ ان کو اپنی جانوں سے بھی زیادہ عزیز سمجھتے تھے۔

(479) وَعَنْ خَبَّابِ بْنِ الْاَرَتِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: هَاجَرْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَلْتَمِسُ وَجْهَ اللهِ تَعَالٰى، فَوَقَعَ اَجْرُنَا عَلَى اللهِ، فَمِنَّا مَنْ مَّاتَ وَلَمْ يَاْكُلْ مِنْ اَجْرِهٖ شَيْئًا، مِنْهُمْ: مُصْعَبُ بْنُ عُمَيْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قُتِلَ يَوْمَ اُحُدٍ، وَتَرَكَ نَمِرَةً، فَكُنَّا اِذَا غَطَّيْنَا بِهَا رَاْسَهٗ، بَدَتْ رِجْلَاهُ، وَاِذَا غَطَّيْنَا بِهَا رِجْلَيْهِ، بَدَا رَاْسُهٗ، فَاَمَرَنَا رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، اَنْ نُغَطِّيَ رَاْسَهٗ، وَنَجْعَلَ عَلٰى رِجْلَيْهِ شَيْئًا مِّنَ الْاِذْخِرِ ، وَمِنَّا مَنْ اَيْنَعَتْ لَهٗ ثَمَرَتُهٗ، فَهُوَ يَهْدِبُهَا۔ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

حضرت خباب بن ارت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ہجرت کی اس کا مقصد اللہ کی رضا کا حصول تھا تو ہمارا ثواب اللہ کی بارگاہ میں ثابت ہو گیا ہم میں سے کچھ تو وہ ہیں، جنہوں نے اپنے اجر میں کچھ نہ حاصل کیا اور فوت ہو گئے۔ ان میں سے حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ ہیں۔ جو اُحد کے دن شہید ہوئے اور ایک چادر چھوڑی جب اس کے ساتھ ہم ان کے پاؤں ڈھانپتے تو سر ان کا ننگا ہو جاتا اور سر ڈھانپتے تو ان کے پیر ننگے ہو جاتے تو رسول اللہ ﷺ نے ہمیں حکم فرمایا، کہ ہم ان کا سر چادر سے ڈھانپ دیں اور ان کے پاؤں پر اذخر (گھاس کی قسم) ڈالیں اور کچھ ہم میں سے

وہ ہیں جس کا پھل پک کر تیار ہو چکا پس وہ اس کو چن رہے ہیں۔ (متفق علیہ)

اَلنَّمِرَۃُ: کِسَاءٌ مُّطَلَّوَنٌ مِّنْ صُوْفٍ۔ وَقَوْلُہٗ: اَیْنَعَتْ اَیْ: نَضِجَتْ وَاَدْرَکَتْ۔ وَقَوْلُہٗ: یَھْدِبُھَا ھُوَ بِفَتْحِ الْیَاءِ وَضَمِّ الدَّالِ وَکَسْرِھَا لُغَتَانِ: اَیْ: یَقْطُفُھَا وَیَجْتَنِیْھَا، وَھٰذِہٖ اِسْتِعَارَۃٌ لِّمَا فَتَحَ اللہُ تَعَالٰی عَلَیْھِمْ مِّنَ الدُّنْیَا وَتَمَکَّنُوْا فِیْھَا۔

اَلنَّمِرَۃُ: اون کی دھاری دار چادر کو کہتے ہیں۔ اَیْنَعَتْ: یعنی پھل پک گئے' تیار ہو گئے۔ یَھْدِبُھَا: یا پر زبر' دال پر پیش اور زیر دونوں طرح پڑھا گیا مطلب اس کو چننا ہے۔ یہ استعارہ ہے کہ جب اللہ نے ان کو دنیا کی فتح عطا فرمائی اور وہ اس پر قادر ہو گئے۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب اذا لم یجد کفنا الا مایواری راسه او قدمیه غطی راسه، ج۱ص۷۷، رقم: ۱۲۷۶ صحیح مسلم، باب فی کفن المیت، ج۳ص۴۸ رقم: ۲۲۲۰ المعجم الکبیر للطبرانی، باب الخاء، ج۴ص۶۹ رقم: ۳۶۶۲ مسند الحمیدی، احادیث خباب بن الارت، ص۸۴، رقم: ۱۵۵)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی بفضلہٖ تعالیٰ ہماری ہجرت قبول ہوئی کیونکہ خالص اللہ کے لیے ہماری ہجرت تھی اخلاص کے لیے اجر و ثواب لازم ہے۔

(ہمارا ثواب اللہ پر ہو گیا) یہاں اجر سے مراد دنیاوی نفع ہے جو مؤمن کے لیے ثواب عاجل یعنی نقد معاوضہ ہوتا ہے یعنی بعض مہاجرین وہ ہیں جنہوں نے فتوحات غنیمتیں وغیرہ کچھ نہ دیکھیں اور شہید ہو گئے۔

حضرت معصب ابن عمیر قرشی عبدری ہیں، جلیل القدر صحابی ہیں، اسلام سے پہلے بڑے ناز و نعم میں پرورش پاتے رہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عقبہ اولیٰ کی بیعت کے بعد انہیں مدینہ منورہ تبلیغ کے لیے بھیج دیا تھا آپ لوگوں کے گھروں میں جا کر تبلیغ کرتے ہر دورہ میں ایک دو مسلمان کر لیتے تھے حتی کہ وہاں ایک جماعت مؤمن ہو گئی پھر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت سے آپ نے مدینہ منورہ میں جمعہ شروع کیا پھر اگلے سال ستر اہل مدینہ کو لے کر حج میں آئے اور دوسری بیعۃ عقبہ میں شریک ہوئے (مرقات) آپ کی شہادت غزوہ احد میں ہوئی۔

کفن تین طرح کا ہوتا ہے: کفن سنت، کفن کفایت، کفن ضرورت۔ حضرت مصعب ابن عمیر کو بعد شہادت کفن ضرورت بھی پورا نہ ملا یعنی ایک کپڑا جسم کا کچھ حصہ کپڑے سے ڈھانپا گیا کچھ حصہ گھاس سے، ایک بار حضرت مصعب حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر تھے نہایت ہی معمولی لباس میں بیٹھے تھے جس میں چمڑے کے پیوند تھے، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم رو پڑے اور فرمایا دیکھو یہ کس ناز و نعم میں پلے اور اب اسلام کی خاطر کس حالت میں ہیں۔ (مرقات)

یعنی ہم مہاجرین میں سے بعض وہ حضرات ہیں جنہوں نے اسلامی فتوحات دیکھیں، مال غنیمت حاصل کیے، آرام

پایا۔خیال رہے کہ ان فتوحات کے دیکھنے غنیمت پانے سے ان حضرات کا اُخروی ثواب کم نہیں ہو گیا۔

(مرآۃ المناجیح، ج ۸، ص ۴۴۶)

(480) وَعَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدِ نِ السَّاعِدِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَوْ كَانَتِ الدُّنْيَا تَعْدِلُ عِنْدَ اللهِ جَنَاحَ بَعُوضَةٍ، مَا سَقٰى كَافِرًا مِّنْهَا شَرْبَةَ مَاءٍ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ۔

حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر دنیا کی قدر اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایک مکھی کے برابر بھی ہوتی، تو کسی کافر کو پانی کا ایک گھونٹ تک نہ ملتا۔اسے ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ما جاء فی هوان الدنیا علی الله عزوجل، ج۴ص۱۴۳، رقم: ۲۳۲۰، المستدرك للحاکم، کتاب الرقاق، ج۶ص۳۳۰، رقم: ۷۸۴۷، مجمع الزوائد للهیثمی، باب هوان الدنیا علی الله، ج۱۰ص۵۱۳، رقم: ۱۸۰۶۳، مسند البزار، مسند ابی هریرة رضی الله عنه، ج۲ص۳۱۵، رقم: ۸۱۷۶)

شرح حدیث: دُنیوی زندگی مصیبت ہے

حضرت سیدنا سعید حربی علیہ رحمۃ اللہ القوی فرمایا کرتے تھے: کچھ نوجوان ایسے ہیں کہ اپنی نوجوانی اور کم عمری کے باوجود اُدھیڑ عمر کے دکھائی دیتے ہیں، ان کی نظریں کبھی بھی حرام چیز کی طرف نہیں اٹھتیں، ان کے کان ہمیشہ حرام اور لہو ولعب کی باتیں سننے سے محفوظ رہتے ہیں، ان کے قدم حرام و باطل اشیاء کی طرف نہیں اٹھتے بلکہ بہت زیادہ بوجھل ہو جاتے ہیں، ان کے پیٹ میں کبھی بھی حرام اشیاء داخل نہیں ہوتیں۔ایسے لوگ اللہ عزوجل کو محبوب ہیں۔

آدھی رات کو وہ قرآن کریم کی تلاوت کرتے ہیں اور رکوع و سجود کرتے ہیں تو اللہ رب العزت عزوجل ان پر رحمت بھری نظر فرماتا ہے، ان کی حالت یہ ہوتی ہے کہ قرآن پاک پڑھتے وقت ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے ہیں۔ جب کبھی وہ ایسی آیت کی تلاوت کرتے ہیں جس میں جنت کا تذکرہ ہوتا ہے تو اس جنت کی محبت میں رونے لگتے ہیں اور جب ایسی آیت تلاوت کرتے ہیں جس میں جہنم کا تذکرہ ہو تو جہنم کے خوف سے چیخنے لگتے ہیں۔ایسا لگتا ہے جیسے وہ جہنم کی چنگھاڑ کو سن رہے ہیں اور آخرت بالکل ان کی نظروں کے سامنے ہے۔

یہ پاکیزہ نوجوان اتنی کثرت سے نماز پڑھتے ہیں کہ زمین ان کی پیشانیوں اور گھٹنوں کو کھا گئی ہے (یعنی کثرتِ سجود کی وجہ سے ان کی نورانی پیشانیوں اور گھٹنوں پر داغ پڑ گئے ہیں اور گوشت خشک ہو چکا ہے)

شب بھر قیام کرنے اور دن بھر روزہ رکھنے کی وجہ سے ان کے رنگ متغیر ہو گئے ہیں، یہ لوگ موت کی تیاری میں مشغول ہیں اور ان کی یہ تیاری کتنی عظیم ہے اور ان کی کوششیں کتنی عمدہ ہیں، ساری ساری رات رو کر گزار دیتے ہیں اور اپنی آنکھوں سے نیند کو دور رکھتے ہیں، ان کا دن اس حالت میں گزرتا ہے کہ یہ روزہ رکھتے ہیں اور آخرت کی فکر میں غمگین رہتے

ہیں، انہیں ہر وقت غمِ آخرت لاحق رہتا ہے۔ جب کبھی ان کے سامنے دنیا کا تذکرہ ہوتا ہے تو ان کی دنیا سے بے رغبتی میں مزید اضافہ ہو جاتا ہے کیونکہ یہ دنیا کی حقیقت کو جانتے ہیں کہ یہ دنیا فانی ہے۔ پھر جب کبھی ان کے سامنے آخرت کا تذکرہ ہوتا ہے تو آخرت کی طرف انہیں مزید رغبت پیدا ہوتی ہے کیونکہ یہ جانتے ہیں کہ آخرت کی نعمتیں ہمیشہ رہنے والی ہیں۔ دنیا ان کی نظروں میں بہت حقیر ہے اور یہ اس سے شدید نفرت کرتے ہیں۔

ان کے نزدیک دُنیوی زندگی مصیبت ہے کیونکہ اس میں فتنے ہی فتنے ہیں اور راہِ خدا عزوجل میں شہید ہونا انہیں بہت زیادہ محبوب ہے کیونکہ انہیں اللہ عزوجل کی ذات سے اُمید ہے کہ شہادت کے بعد راحت و آرام اور عیش وعشرت کی زندگی ہے۔ یہ کبھی بھی نہیں ہنستے، یہ اپنے لئے نیک اعمال کا ذخیرہ اکٹھا کر رہے ہیں کیونکہ انہیں آخرت کی ہولناکیوں کا اندازہ ہے۔

جہاد کا اعلان سن کر یہ فوراً اپنی سواریوں پر بیٹھتے ہیں، اور میدان کارزار کی طرف روانہ ہو جاتے ہیں گویا پہلے ہی سے انہوں نے اپنے آپ کو جہاد کے لئے تیار کر رکھا ہے۔ پھر جب صف بندی ہوتی ہے اور لشکر آپس میں ملتے ہیں اور یہ دیکھتے ہیں کہ دشمنوں کی طرف سے نیزہ بازی شروع ہو گئی ہے، تیر برسنے لگے ہیں، تلواریں آپس میں ٹکرانے لگی ہیں، ہر طرف موت کی گرج سنائی دے رہی ہے اور لاشیں گر رہی ہیں تو یہ لوگ موت کی گرجتی ہوئی آواز سے نہیں ڈرتے بلکہ میدانِ کارزار میں بے دھڑک مردانہ وار کود پڑتے ہیں اور انہیں موت سے بالکل ڈر نہیں لگتا بلکہ انہیں تو اللہ عزوجل کے عذاب کا خوف دامن گیر رہتا ہے۔

یہ بے خوف وخطر دشمن پر جھپٹ پڑتے ہیں اور لڑتے لڑتے ان میں سے بعض کے سرتن سے جدا ہو جاتے ہیں اور ان کے گھوڑے لشکروں میں گم ہو جاتے ہیں ان کی لاشوں کو گھوڑوں کے سُموں سے روندھ دیا جاتا ہے پھر جب جنگ ختم ہو جاتی ہے اور لشکر واپس چلے جاتے ہیں تو ان میں سے جن کی لاشیں میدانِ جنگ میں باقی رہ جاتی ہیں ان پر درندے اور آسمانی پرندے ٹوٹ پڑتے ہیں اور انہیں کھا جاتے ہیں یہ عظیم لوگ بالآخر اپنی منزل مقصود تک پہنچ جاتے ہیں۔

یہ لوگ خوش بخت اور کامیاب ہیں کیونکہ انہوں نے عظیم سعادت حاصل کرلی ہے اور جیسے ہی ان کے خون کا پہلا قطرہ زمین پر گرتا ہے فوراً ان کے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں اور ان کے جسم قبر میں پھٹنے اور گل سڑنے سے محفوظ ہیں پھر جب بروزِ قیامت یہ اپنی قبروں سے نکلیں گے تو بہت زیادہ مسرور ہوں گے اور اپنی تلواروں کو لہراتے ہوئے میدان حشر کی طرف جائیں گے اور یہ اس حال میں وہاں پہنچیں گے کہ عذاب سے نجات پا چکے ہوں گے۔ انہیں حساب وکتاب کے سخت مرحلے سے بھی نہیں گزرنا پڑے گا اور بغیر حساب وکتاب کے جنت میں داخل ہو جائیں گے۔

وہ جنت کتنی عظیم ہے جہاں ان عظیم لوگوں کی مہمان نوازی ہوگی اور وہ نعمتیں کیسی دائمی اور عظیم ہیں جن کی طرف انہوں نے سبقت کی۔

اب جنت میں ان پر نہ تو کوئی مصیبت نازل ہوگی، نہ ہی انہیں آفات وبلیات کا سامنا کرنا پڑے گا۔ یہ جنت میں

اَمن وسکون کے ساتھ رہیں گے پھر ان کا نکاح حورعین سے کیا جائے گا (جو جنت کی سب سے حسین حوریں ہیں)، ان کی خدمت کے لئے ہر وقت خُدام حاضر ہوں گے جو ان کے بلانے سے پہلے ہی ان کے پاس پہنچ جائیں گے، وہاں کی نعمتیں ایسی دائمی نعمتیں ہیں کہ جو شخص ان کی معرفت حاصل کرلے وہ ہر وقت ان کی طلب میں لگا رہے۔

اے لوگو! اگر تم موت کو ہر وقت پیش نظر رکھو گے اور اپنی اَصلی منزل (جنت) کو یاد رکھو گے تو پھر کبھی بھی تمہیں نیک اعمال میں سستی نہ ہوگی اور نہ ہی تم دنیا کے دھوکے میں پڑو گے۔

کچھ نیکیاں کمالے جلد آخرت بنالے ؎ کوئی نہیں بھروسہ اے بھائی زندگی کا

(اے میرے اللہ عزوجل! ہمیں بھی ان عظیم نوجوانوں جیسی صفات سے متصف فرما اور ان کے جذبہ عبادت و ریاضت میں سے ہمیں بھی کچھ حصہ عطا فرما، جس طرح ان کی نظروں میں دنیا کی کوئی حیثیت نہیں اسی طرح ہمیں بھی دنیا سے بے رغبتی عطا فرما اور ہر وقت ہمیں اپنی یاد اور اپنے پیارے حبیب صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کے جلووں میں گم رکھ۔

اے اللہ عزوجل! ہمیں ایسا جذبہ عطا فرما دے کہ ہم ہر وقت اپنا مال اپنی جان اور اپنی تمام چیزیں تیرے نام پر قربان کرنے کے لئے تیار رہیں، ہمیں شہادت کی دولت عطا فرما اور کثرت عبادت کی توفیق دے۔ ہمارے تمام اعضاء کو گناہوں سے محفوظ رکھ اور ہمیں جنت الفردوس میں ہمارے پیارے آقا صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کے پڑوس میں جگہ عطا فرما۔ آمین بجاہ النبی الامین صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم) (عُیُونُ الحِکَایات صفحہ ۲۱۸)

(481) وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُوْلُ: اَلَا اِنَّ الدُّنْيَا مَلْعُوْنَةٌ، مَلْعُوْنٌ مَا فِيْهَا، اِلَّا ذِكْرَ اللّٰهِ تَعَالٰى، وَمَا وَالَاهُ، وَعَالِمًا وَّمُتَعَلِّمًا رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ، وَقَالَ: حَدِيْثٌ حَسَنٌ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا' خبردار یقینا دنیا ملعون ہے اور جو کچھ اس میں ہے ملعون ہے۔ صرف اللہ کا ذکر اور جو اس کے مطابق ہو اور عالم اور متعلم۔ اسے ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ما جاء فی هوان الدنیا علی اللہ عزوجل، ج۴ص۵۶۱، رقم: ۲۳۲۲، سنن الدارمی، باب فی فضل العلم والعالم، ج۱ص۱۰۶، رقم: ۳۲۲، اتحاف الخیرة المهرة للبوصیری، باب ما جاء فی العلم، ج۱ص۴۹، رقم: ۲۹۲، المعجم الاوسط للطبرانی، من اسمه علی، ج۴ص۲۳۶، رقم: ۴۰۷۲، سنن ابن ماجه، باب مثل الدنیا، ج۲ص۱۳۷۷، رقم: ۴۱۱۲)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

ہم پہلے بتا چکے ہیں کہ جو چیز اللہ ورسول سے غافل کردے وہ دنیا ہے یا جو اللہ ورسول کی ناراضی کا سبب ہو وہ دنیا ہے، بال بچوں کی پرورش، غذا لباس، گھر وغیرہ حاصل کرنا سنت انبیاء کرام ہے یہ دنیا نہیں۔ اس معنی سے واقعی دنیا اور دنیا والی چیزیں لعنتی ہیں۔

یہ استثناء منقطع ہے کیونکہ یہ چیزیں دنیا نہیں ہیں۔ اللہ کے ذکر سے مراد ساری عبادات ہیں۔ والاٰ بنا ہے ولی سے بمعنی قرب یا محبت یا تابع ہونا یا سبب لہذا اس جملہ کے چار معنی ہیں: وہ حضرات انبیاء واولیاء جو اللہ سے قریب کردیں یا اللہ تعالیٰ ان سے محبت کرتا ہے، یا جو ذکر الٰہی سے قریب کردے، یا جو ذکر اللہ کے تابع ہے، یا جو ذکر اللہ کا سبب ہے۔ (اشعہ) یعنی اللہ کا ذکر اللہ کے محبوب بندے علماء طلباء اگرچہ دنیا میں ہیں مگر دنیا نہیں ہیں یہ تو اللہ کے محبوب ہیں۔ حدیث شریف میں ہے کہ اللہ کا ذکر ہر عبادت ہر سعادت کا سر ہے جیسے بدن کے لیے جان ضروری ہے ایسے ہی مؤمن کے لیے ذکر اللہ لازمی ہے۔ ذکر اللہ سے دنیا کا بقاء آسمان وزمین کا قیام ہے۔ (مرقات) جب ذاکرین فنا ہوجائیں گے تو قیامت آجاوے گی۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۷، ص ۲۲)

ذکرُ اللہ عزوجل کے فضائل

حضرتِ سیدنا حارث اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی مُکَرَّم، نُورِ مُجَسَّم، رسول اکرم، شہنشاہِ بنی آدم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا، اللہ عزوجل نے حضرت یحیٰ بن زکریا علیہما السلام کی طرف پانچ باتوں کی وحی فرمائی اور ان پر خود عمل کرنے اور بنی اسرائیل کو ان پر عمل کی ترغیب دلانے کا حکم دیا۔ پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، اس میں سے ایک یہ بھی ہے کہ میں تمہیں کثرت سے ذکر کرنے کا حکم دیتا ہوں اور ذکر کرنے والے کی مثال اس شخص کی طرح ہے جسکے دشمن اس کی تلاش میں ہوں پھر وہ ایک قلعے کے پاس پہنچ کر اپنے آپ کو اس میں چھپالے، اسی طرح بندہ ذکرُ اللہ عزوجل کے ذریعے ہی شیطان سے نجات حاصل کرسکتا ہے۔

(المستدرک، کتاب الصوم، باب وان ریح الصوم ریح المسک، رقم ۱۵۷۴، ج ۲، ص ۵۱)

حضرتِ سیدتنا اُمّ انس رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے کوئی نصیحت فرمائیے۔ فرمایا، گناہوں کو چھوڑ دو کیونکہ یہ سب سے افضل ہجرت ہے اور فرائض کی پابندی کیا کرو کیونکہ یہ سب سے افضل جہاد ہے اور ذکر اللہ عزوجل کی کثرت کیا کرو کیونکہ تم اللہ عزوجل کے پاس کثرتِ ذکر کے علاوہ کسی پسندیدہ چیز کے ساتھ حاضر نہیں ہوسکتے۔ (طبرانی کبیر، رقم ۳۱۳، ج ۲۵، ص ۱۲۹)

حضرتِ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ عزوجل کے مَحبوب، دانائے غُیوب، مُنَزَّہٌ عَنِ الْعُیوب صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا، اللہ عزوجل فرماتا ہے جب میرا بندہ میرا ذکر کرتا ہے اور اس کے ہونٹ میرے لئے ہلتے ہیں تو میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں۔ (ابن ماجہ، کتاب الادب، باب فضل الذکر، رقم ۳۷۹۲، ج ۴، ص ۲۴۳)

حضرتِ سیدنا ابودَرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحرو بَر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا، کیا میں تمہیں تمہارے اس عمل کے بارے میں نہ بتاؤں جو تمہارے رب عزوجل کے نزدیک سب سے بہتر اور پاکیزہ ہے، تمہارے درجات میں سب سے اونچا اور تمہارے لئے سونا اور

چاندی خرچ کرنے سے بہتر ہے، تمہارے لئے دشمنوں سے لڑنے اور ان کی گردنیں کاٹنے یا اپنی گردن کٹوانے سے بہتر ہے؟ صحابہ کرام علیھم الرضوان نے عرض کیا، ضرور ارشاد فرمائیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا، اللہ عزوجل کا ذکر۔

حضرتِ سیدنا معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ذکر اللہ عزوجل سے زیادہ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچانے والی کوئی چیز نہیں۔ (ترمذی، کتاب الدعوات، باب ٦، رقم ٣٣٨٨، ج ٥، ص ٢٤٦)

علم اور علماء کا ثواب

حضرت ابواُمامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ شہنشاہِ خوش خِصال، پیکرِ حُسن و جمال، دافعِ رنج و مَلال، صاحب ِجُودونوال، رسولِ بے مثال، بی بی آمنہ کے لال صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہٖ وسلّم نے ارشاد فرمایا، کہ اس علم کو قبض ہونے سے پہلے حاصل کرلو اور اس کے قبض ہونے سے مراد اس کا اٹھالیا جانا ہے۔ پھر رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے شہادت اور بیچ کی انگلیاں ملا کر ارشاد فرمایا کہ عالم اور متعلم خیر میں حصہ دار ہیں اور ان کے علاوہ دیگر لوگوں میں کوئی بھلائی نہیں۔

(سنن ابن ماجہ، کتاب السنہ، رقم ٢٢٨، ج ١، ص ١٥٠)

حضرتِ سیدنا ابوموسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ خاتَمُ الْمُرسَلین، رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلمین، شفیعُ المذنبین، انیسُ الغریبین، سراجُ السالکین، مَحبوبِ ربُّ العٰلمین، جنابِ صادق و امین صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہٖ وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ عزوجل کے مجھے علم اور ہدایت کے ساتھ مبعوث کرنے کی مثال اس بارش کی طرح ہے جو بنجر زمین کے ایک اچھے ٹکڑے پر برسی، جس نے اسے قبول کیا اور اس پانی سے گھاس اگائی اور بہت سے درخت لگائے اور وہاں کچھ خشک زمینیں ایسی تھیں جنہوں نے پانی کو روک لیا اور اللہ تعالیٰ نے اس کے ذریعے لوگوں کو نفع پہنچایا تو انہوں نے اسے پیا اور پلایا اور کاشت کاری کی اور یہی بارش جب زمین کے دوسرے ٹکڑے تک پہنچی جس کی سطح ہموار تھی جو نہ تو پانی روکتی تھی اور نہ ہی گھاس اگاتی تھی پس یہ مثال اس شخص کی ہے جس نے اللہ عزوجل کا دین سیکھ کر دوسروں کو سکھایا اور جس چیز کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے مجھے مبعوث فرمایا ہے اس نے اسے نفع پہنچایا اور اس نے علم سیکھا اور سکھایا اور اس شخص کی مثال ہے جس نے علم کے ذریعے بالکل بھی بلندی حاصل نہ کی اور نہ ہی اس ہدایت کو قبول کیا جو میرے ساتھ بھیجی گئی۔

(صحیح بخاری، کتاب العلم، رقم ٧٩، ج ١، ص ٤٦، بتغیر قلیل)

(482) وَعَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا تَتَّخِذُوْا الضَّيْعَةَ فَتَرْغَبُوْا فِي الدُّنْيَا رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: حَدِيْثٌ حَسَنٌ.

حضرت عبداللہ بن مسعود ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جائیدادیں نہ بناؤ کہ اس طرح تم دنیا میں رغبت کرنے لگو گے۔ اسے امام ترمذی نے روایت کیا اور کہا یہ حدیث حسن ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ما جاء فی الھم فی الدنیا وحبھا، ج٤ص٥٦٥، رقم: ٢٣٢٨، المستدرک للحاکم

کتاب الرقاق، ج۶ص۲۴۸، رقم: ۶۹۱۰، صحیح ابن حبان، باب الفقر والزھد، ج۲ص۴۸، رقم: ۶۱۰، مسند ابی یعلی، مسند عبد اللہ بن مسعود، ج۴ص۱۲۶، رقم: ۵۲۰۰، مسند امام احمد بن حنبل، مسند عبد اللہ بن مسعود، ج۱ص۳۷۷، رقم: ۳۵۷۹)

شرح حدیث: نصیحت آموز کلام

حضرتِ سیِّدُنا اَبُوْھَیْثَم خالد بن ابوصَقْر سَدُوْسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے والد کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ جب حضرتِ سیِّدُنا داؤد بن نصر طائی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا انتقال ہوا تو حضرتِ سیِّدُنا ابن سماک علیہ رحمۃ اللہ الرزاق تشریف لائے اور آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی قبر کے قریب بیٹھ گئے۔ پھر لوگوں کو مخاطب کر کے فرمایا: اے لوگو! بے شک دنیا سے بے رغبت رہنے والے دنیا میں بھی آرام وسکون سے رہتے ہیں اور کل بروزِ قیامت ان پر حساب وکتاب بھی آسان ہوگا۔ اور دنیا میں رغبت کرنے والے دنیا دار لوگ یہاں بھی تھکن سے چُور چُور ہیں اور کل قیامت میں ان پر حساب وکتاب بھی سخت ہوگا۔ دنیا سے بے رغبتی دنیا اور آخرت میں راحت وسکون کا باعث اور اس میں رغبت کرنا دنیا وآخرت میں تھکاوٹ اور پریشانی کا باعث ہے۔

پھر کہنے لگے: اے ابوسلمان! اللہ تبارک وتعالیٰ تجھ پر رحم فرمائے، تیرا مرتبہ کتنا بلند ہے کہ تُو نے اپنے نفس پر صبر کو لازم کر لیا، یہاں تک کہ نفس تیرا تابع ہو گیا۔ تو نے نفس کو بھوکا و پیاسا رکھا اگر تو چاہتا تو اسے کھلا پلا سکتا تھا۔ تو نے اپنا کھانا انتہائی سادہ رکھا اگر تو چاہتا تو عمدہ کھانا کھا سکتا تھا۔ تو نے کُھردرا لباس پہنا اگر چاہتا تو نرم لباس پہن سکتا تھا۔

اے ابوسلمان! تو نے نہ تو ٹھنڈا پانی طلب کیا۔ نہ ہی کبھی نرم وعمدہ لباس اور عمدہ کھانے کی خواہش کی۔ تو نے یہ تمام چیزیں آخرت کے لئے ذخیرہ کر لیں۔ میں تو یہی خیال کرتا ہوں کہ تو اپنی طلب میں کامیاب ہو گیا۔ جو تو نے چاہا تجھے مل گیا۔ ایسا کون ہے جس نے تیرے جیسا عزم کیا اور تیری طرح صبر کیا؟ تو نے احادیثِ مبارکہ سنیں اور لوگوں کو حدیث بیان کرتا ہوا چھوڑ آیا۔ تو نے دِین کی سمجھ بوجھ حاصل کی اور لوگوں کو فتویٰ دیتا ہوا چھوڑ آیا۔ حرص وطمع تجھے تیرے راستے سے نہ بہکا سکے۔ نہ تو تُو نے لوگوں کے کاروبار میں دلچسپی لی، نہ اچھے لوگوں سے حسد کیا، نہ عمدہ لوگوں کو عیب لگایا اور نہ ہی بادشاہوں اور دوستوں کے تحائف وغیرہ قبول کئے۔ تو نے اپنے آپ کو اپنے گھر میں قید رکھا، نہ کوئی تجھ سے گفتگو کرنے والا تھا اور نہ ہی تیرے لئے کوئی نیا واقعہ رونما ہوا۔ تیرے گھر کے دروازے پر پردہ تک نہ تھا، نہ تو تیرے پاس پانی ٹھنڈا کرنے کے لئے مٹکا تھا نہ ہی رات کا کھانا ٹھنڈا کرنے کے لئے کوئی بڑا پیالہ تھا۔ اگر تو اپنے جنازہ میں شرکت کرنے والوں اور اپنی پیروی کرنے والوں کو دیکھ لیتا تو تجھے معلوم ہو جاتا کہ انہوں نے تیری کتنی تعظیم وتوقیر کی۔ تُو نے ہمیشہ زُہد کی چادر اوڑھے رکھی۔

اے لوگو! تم میں سے کوئی شخص بھی دنیا میں رہنے کی رغبت نہ کرے مگر اس جیسے لوگوں سے محبت کرے۔ یقیناً بڑا فرمانبردار وہ ہے جو حقیقی زاہد اور امورِ آخرت کے لئے خوب کوشش کرنے والا ہو۔ پاکی ہے اس پاک پروردگار عَزَّ وَجَلَّ کے لئے جو فرمانبرداروں کا اجر ضائع نہیں کرتا اور نہ ہی کسی کے عمل کو بھولتا ہے۔ میرا پروردگار عَزَّ وَجَلَّ بڑی عظمتوں والا

ہے۔ اتنا کہنے کے بعد ابن سماک علیہ رحمۃ اللہ الرزاق لوگوں کے ہمراہ قبرستان سے واپس چلے آئے۔

(عیون الحکایات صفحہ ۵۰۔۵۱)

(483) وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ: مَرَّ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ نُعَالِجُ خُصًّا لَنَا، فَقَالَ: مَا هٰذَا؟ فَقُلْنَا: قَدْ وَهَى، فَنَحْنُ نُصْلِحُهُ، فَقَالَ: مَا أَرَى الْأَمْرَ إِلَّا أَعْجَلَ مِنْ ذٰلِكَ ۔ رَوَاهُ أَبُوْ دَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِيُّ بِإِسْنَادِ الْبُخَارِيِّ وَمُسْلِمٍ، وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ: حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس سے گزرے اور ہم اپنے جھونپڑے کو درست کر رہے تھے۔ آپ نے فرمایا یہ کیا ہے۔ ہم نے عرض کیا: یہ کمزور ہو گیا۔ ہم اس کو درست کرتے ہیں۔ فرمایا: میں تو معاملہ (موت) کو اس سے زیادہ قریب دیکھتا ہوں۔ اس حدیث کو ابوداؤد اور ترمذی نے امام بخاری اور امام مسلم کی سند سے روایت کیا ہے اور امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن صحیح کہا ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد، باب ما جاء فی البناء، ج۴ص۵۲۹ رقم: ۵۲۳۸ سنن ترمذی، باب ما جاء فی قصر الامل، ج۴ص۵۶۸ رقم: ۲۳۳۵ صحیح ابن حبان، باب المریض وما یتعلق به، ج۷ص۲۶۳ رقم: ۲۹۹۷ مسند امام احمد بن حنبل، مسند عبداللہ بن عمرو، ج۲ص۱۶۱ رقم: ۶۵۰۲ مسند البزار، مسند عبداللہ بن عمرو، ج۱ص۳۷۶ رقم: ۲۴۳۶)

شرح حدیث: اعمالِ آخرت میں سستی نہ کرو

مسلمان اس بات پر یقین رکھتا ہے کہ موت جوتے کے تسمے سے بھی زیادہ قریب ہے اس لئے عبادات کو جلد ادا کرنے کے معاملہ میں حریص ہوتا ہے،۔۔۔۔۔۔کوتاہی کو ترک کر دیتا ہے،۔۔۔۔۔۔پہلی فرصت میں طاعات وعبادات بجا لاتا ہے،۔۔۔۔۔۔اور مکمل اہتمام کے ساتھ ادا کرتا ہے،۔۔۔۔۔۔اور یہ کہ حضور نبی مُکَرَّم، نُورِ مُجَسَّم، شہنشاہِ بنی آدم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے نیکی کے کاموں میں جلدی کرنے کی بہت سی مثالیں قائم کی اور بیان فرمائی ہیں۔ چنانچہ،

حضرت سیدنا عقبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ مَیں نے مدینہ منورہ میں حضور نبی کریم، رء وف رحیم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کے پیچھے عصر کی نماز پڑھی تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سلام پھیرنے کے بعد جلدی سے اٹھے اورلوگوں کی گردنیں پھلانگ کر اپنی ازواج مطہرات میں سے کسی کے حجرے میں تشریف لے گئے۔ لوگ آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کی اس جلدی کو دیکھ کر گھبرا گئے، پھر نبی اکرم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم ان کے پاس تشریف لائے تو لوگوں کو اس عجلت سے متعجب دیکھ کر ارشاد فرمایا: مجھے کچھ سونا یاد آ گیا جو ہمارے گھر میں تھا میں نے یہ ناپسند کیا وہ مجھے (یادِ الٰہی عزوجل سے) روکے تو میں نے اسے تقسیم کرنے کا حکم دے دیا۔

(صحیح البخاری، کتاب الاذان، باب من صلی بالناس فذکر......الخ، الحدیث: ۸۵۱، ص ۶۷)

رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت، سعادت کی علامت

وہ مسلمان جسے حضور نبی پاک، صاحب لولاک صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم کی اطاعت کی توفیق مل جائے وہ یقیناً سعادت مند ہے کہ ایسا شخص آخرت کو دنیا پر ترجیح دیتا ہے اور موت کو ہمیشہ یاد رکھتا ہے، چنانچہ،

حضرت سیدنا شداد بن اوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ سیِّدُ المبلغین، رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِیْن صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا: عقلمند وہ ہے جو اپنے نفس کی خواہشات کو کمزور کردے اور موت کے بعد آنے والی زندگی کے لئے نیک عمل کرے اور عاجز ولاچارہ وہ ہے جو نفسانی خواہشات کی پیروی کرے اور اللہ عزوجل پر لمبی امیدیں رکھے۔

(شعب الایمان، باب فی الزھد وقصر الامل، الحدیث:۱۰۵۴۶، ج۷، ص۳۵۰)

حضرت سیدنا ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ حضور نبی رحمت، شفیع امت، مالک جنت صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم کا فرمان عالیشان ہے: سب سے زیادہ عقلمند ودانا وہ مومن ہے جو موت کو کثرت سے یاد کرے اور اس کے لئے احسن طریقے پر تیاری کرے، یہی (حقیقی) دانا لوگ ہیں۔ (المرجع السابق، الحدیث:۱۰۵۴۹، ص۳۵۱)

حضرت سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت اسامہ بن زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سو دینار کے عوض ایک مہینے کے لئے ایک باندی خریدی تو میں نے حضونبی اکرم، رسول محتشم صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم کو فرماتے ہوئے سنا: کیا تم اُسامہ پر تعجب نہیں کرتے جو مہینے کا سودا کرتا ہے، یقیناً اسامہ لمبی اُمید والا ہے، اس ذاتِ پاک کی قسم جس کے دستِ قدرت میں میری جان ہے! جب میں اپنی آنکھیں جھپکتا ہوں تو یہ گمان کرتا ہوں کہ کہیں میری پلکیں کھلنے سے پہلے ہی اللہ عزوجل میری روح قبض نہ فرمالے اور جب اپنی پلکیں اٹھاتا ہوں تو یہ گمان ہوتا ہے کہ کہیں انہیں جھکانے سے پہلے ہی موت کا وعدہ نہ آجائے اور جب کوئی لقمہ منہ میں ڈالتا ہوں تو یہ گمان کرتا ہوں کہ موت کا اُچھو لگنے (یعنی موت آنے) سے پہلے اسے نہ نگل سکوں گا، اے لوگو! اگر تم عقل رکھتے ہو تو اپنے آپ کو مُردوں میں شمار کرو، کیونکہ تم سے جو وعدہ کیا جاتا ہے وہ ہو کر رہے گا۔ راوی کہتے ہیں کہ حضرت سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس باندی کو اپنا ہاتھ تنگ ہونے کی وجہ سے خریدا تھا (یعنی اس وقت مال موجود تھا، بعد میں نہیں خرید سکتے تھے)۔ (المرجع السابق، الحدیث ۱۰۵۶۴، ص۳۵۵)

(484) وَعَنْ كَعْبِ بْنِ عِيَاضٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُوْلُ: اِنَّ لِكُلِّ اُمَّةٍ فِتْنَةً، وَفِتْنَةُ اُمَّتِي: الْمَالُ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ.

حضرت کعب بن عیاض ﷛ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ہر امت کے لیے کوئی نہ کوئی فتنہ ہوتا ہے۔ میری امت کے لیے فتنہ مال ہے۔ اسے امام ترمذی نے روایت کیا اور کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ما جاء ان فتنة هذه الامة فی المال، ج۴ص۱۶۹، رقم: ۲۳۳۶،الاحادوالمثانی، من اسمه کعب بن عیاض رضی اللہ عنه، ج۴ص۳۶۲، رقم: ۲۵۱۶،المستدرک للحاکم، کتاب الرقاق، ج۶ص۳۴۳، رقم: ۷۸۹۶،المعجم الاوسط للطبرانی، من اسمه بکر، ج۳ص۳۲۵، رقم: ۳۲۹۵،مسند امام احمد بن حنبل، حدیث کعب بن عیاض رضی اللہ عنه، ج۶ص۱۶۰، رقم: ۱۷۵۰۶)

شرح حدیث: حکیم الاُمّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی گزشتہ امتوں کی آزمائشیں مختلف چیزوں سے ہوئیں، میری امت کی سخت آزمائش مال سے ہوگی، رب تعالیٰ مال دے کر آزمائے گا کہ یہ لوگ اب میرے رہتے ہیں یا نہیں، اکثر لوگ اس امتحان میں ناکام ہوں گے کہ مال پا کر غافل ہوجائیں گے۔اس کا تجربہ برابر ہو رہا ہے، اکثر قتل غارت غفلت مال کی وجہ سے ہوتا ہے، ستر فیصدی گناہ مال کی بنا پر ہوتے ہیں۔(مرٰاۃ المناجیح، ج۷، ص۴۰)

بے وفا دنیا پہ مت کر اعتبار

حضرتِ سیِّدُنا ابوبکر ہُذَلی علیہ رحمۃ اللہ الولی کا بیان ہے: ایک مرتبہ ہم حضرتِ سیِّدُنا حسن بَصری علیہ رحمۃ اللہ القوی کے پاس حاضر تھے اتنے میں ایک شخص آیا اور کہنے لگا: اے ابوسعید علیہ رحمۃ اللہ المجید! ابھی کچھ دیر قبل ہم عُبداللہ بن اَہتَم کے پاس گئے، اس کا آخری وقت تھا۔ ہم نے پوچھا: اے اَبُومَعْمَر! اپنے آپ کو کیسا محسوس کر رہے ہو؟ کہا: بخدا میں اپنے آپ کو بہت مصیبت زدہ محسوس کر رہا ہوں اور میرا گمان ہے کہ شاید! اب زندہ نہ بچ سکوں، اچھا! یہ بتاؤ کہ ان ایک لاکھ دراہم کے بارے میں تم کیا کہتے ہو جو میں نے جمع کر رکھے ہیں؟ نہ تو ان کی زکوۃ ادا کی گئی اور نہ ہی کسی قریبی رشتہ دار پر خرچ کئے گئے۔ ہم نے کہا: اے ابومَعْمَر! تم نے یہ درہم کیوں جمع کئے تھے؟ کہا: گردشِ ایام، اہل وعیال کی کثرت اور بادشاہ کی طرف سے جفاکشی کے خوف سے جمع کر رکھے تھے۔ اس شخص کی یہ بات سن کر حضرتِ سیِّدُنا حسن بصری علیہ رحمۃ اللہ القوی نے فرمایا: اس غمزدہ پریشان شخص کو دیکھو جس کے پاس سے یہ آرہا ہے۔ دراصل اس مرنے والے کے پاس شیطان آیا اور اسے بادشاہ کی طرف سے جفاکشی، اہل وعیال کی کثرت اور گردشِ ایام کا خوف دلایا اور خوف بھی اس چیز کے بارے میں کہ جو اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس کے لئے مقرر فرمادی ہے اور اس دنیا میں اُس کی مدتِ حیات بھی مقرر فرمادی ہے۔ بخدا! وہ شخص اس دنیا سے اس حال میں جائے گا کہ غمگین، مصیبت زدہ، ملامت کیا ہوا اور پریشان حال ہوگا۔

توجہ سے سن! تو اس دنیا سے ہرگز دھوکا نہ کھانا جس طرح کہ تیرا مرنے والا دوست دھوکا کھا چکا۔ تیرے پاس حلال مال پہنچا ہے، مال کے فتنے سے بچتے رہنا ایسا نہ ہو کہ یہ تیرے لئے وبالِ جان بن جائے۔ یاد رکھ! جو شخص مال جمع کرنے میں لگا رہے اور کنجوسی سے کام لے، دن رات مال جمع کرنے کی تدبیر میں مصیبت بھرے سفر اور ہر طرح کا دکھ برداشت کرے پھر مال کو سنبھال کر گن گن کر رکھے، نہ اس کی زکوۃ ادا کرے، نہ کسی رشتہ دار پر خرچ کرے تو وہ شخص حسرت زدوں

میں ہوگا۔ اور سب سے بڑی حسرت یہ ہے کہ کل بروزِ قیامت جب اعمال کا وزن کیا جارہا ہو تو وہ اپنے مال کو دوسرے کے ترازو میں دیکھے۔ کیا تم جانتے ہو کہ ایسا معاملہ کب ہوتا ہے؟ سنو! یہ سب وبال اس طرح ہوتا ہے کہ انسان کو اللہ ربُّ العزّت جَلَّ جَلَالُہٗ نے اپنے خزانوں میں سے مال دیتا اور اپنی راہ میں خرچ کرنے کا حکم دیتا ہے لیکن انسان کنجوسی و بخل سے کام لیتا اور مال جمع کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ اسے موت اُچک لیتی ہے اور اس کا سارا مال وارث لے جاتے ہیں، اس طرح وہ اپنے مال کو غیر کے ترازو میں دیکھتا ہے یا اسے ایسی ٹھوکر لگتی ہے کہ سنبھلنا بہت مشکل ہو جاتا ہے اور توبہ کی دولت بھی اس کے ہاتھ سے جاتی رہتی ہے اور وہ حسرت زدہ توبہ جیسی دولت سے بھی محروم رہتا ہے۔ (عیون الحکایات صفحہ ۳۷۱)

(485) وَعَنْ اَبِيْ عَمْرٍو، وَيُقَالُ: اَبُوْ عَبْدِ اللهِ، وَيُقَالُ: اَبُوْ لَيْلٰى عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: لَيْسَ لِابْنِ اٰدَمَ حَقٌّ فِيْ سِوٰى هٰذِهِ الْخِصَالِ: بَيْتٌ يَّسْكُنُهُ، وَثَوْبٌ يُّوَارِيْ عَوْرَتَهُ، وَجِلْفُ الْخُبْزِ وَالْمَاءِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ. قَالَ التِّرْمِذِيُّ: سَمِعْتُ اَبَا دَاوُد سُلَيْمَانَ بْنَ سَالِمٍ الْبَلْخِيَّ، يَقُوْلُ: سَمِعْتُ النَّضْرَ بْنَ شُمَيْلٍ، يَقُوْلُ: الْجِلْفُ: الْخُبْزُ لَيْسَ مَعَهُ اِدَامٌ، وقَالَ غَيْرُهُ: هُوَ غَلِيْظُ الْخُبْزِ. وقَالَ الْحَرَوِيُّ: اَلْمُرَادُ بِهِ هُنَا وِعَاءُ الْخُبْزِ، كَالْجَوَالِقِ وَالْخُرْجِ وَاللهُ اَعْلَمُ.

حضرت ابو لیلٰی عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ابن آدم کے لیے صرف ان چیزوں کا حق ہے۔ ایک گھر جس میں رہائش پذیر ہو اور ستر عورت کے لیے کپڑا۔ (بغیر سالن کے) خشک روٹی اور پانی۔ اسے امام ترمذی نے روایت کیا اور کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ اور امام ترمذی نے کہا میں نے ابوداؤد سلیمان بن سالم بلخی کو کہتے ہوئے سنا کہ میں نے نضر بن شمیل کو فرماتے سنا کہ (جلف) روٹی جس کے ساتھ سالن نہ ہو۔ بعض نے بتایا کہ وہ موٹی روٹی ہے۔ حروی کہتے ہیں یہاں روٹی کا برتن مراد ہے جیسے تھیلا اور خرجی اور اللہ ہی زیادہ علم والا ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ما جاء فی الزھادۃ فی الدنیا، ج۴ص۱۵۷، رقم: ۲۳۴۱، جامع الاصول، الکتاب الثانی فی القناعۃ والعفۃ، ج۱۰ص۱۳۶، رقم: ۷۶۱۳، مسند عبد بن حمید، مسند عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ، ص۳۶ رقم: ۳۶)

شرح حدیث: دنیا کی مذمت پر فرامین

حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ

حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ خطبہ دیتے وقت ارشاد فرمایا کرتے تھے: اپنی جوانی پر نازاں خوبصورت چہروں والے کہاں گئے؟ ـــــ کہاں گئے وہ بادشاہ جنہوں نے بڑے بڑے شہر تعمیر کیے اور ان کی حفاظت کے لئے اونچی اونچی دیواریں بنائیں؟ ـــــ اور کدھر چلے گئے وہ لوگ جو جنگی معرکوں میں فتح اور غلبہ پاتے تھے؟ ـــــ ان کے اجزاء بکھر گئے جب زمانے نے انہیں تباہ وبرباد کر دیا اور وہ قبروں کی تاریکی میں چلے گئے (تو اے لوگو!) اپنی

جانوں کو ہلاکت سے بچاؤ اور جلدی کرو۔

(۲) امیر المؤمنین حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو وصیت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: یقیناً اللہ عزوجل نے تمہارے لئے دنیا کو پھیلا دیا ہے تو تم اس میں سے بقدر ضرورت ہی حصہ لینا۔

(۳) ام المؤمنین حضرت سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اپنے والد حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئیں، اس وقت وہ مرض الموت میں مبتلا تھے جب حضرت سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ان کا سانس سینے میں اٹکا ہوا دیکھا تو اس کی مثال اس شعر سے بیان فرمائی:

أَمَاوِيُّ مَا يُغْنِي الثَّرَاءُ عَنِ الْفَتَى　　إِذَا حَشْرَجَتْ يَوْمًا وَضَاقَ بِهَا الصَّدْرُ

ترجمہ: کیا سخی و بہادر شخص کو اس کا مال و دولت موت کے منہ میں جانے سے بچالے گا، اس دن کہ جب سانس حلق میں اٹک رہا ہو گا اور سینہ تنگ ہو جائے گا۔

حضرت سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ

امیر المؤمنین حضرت سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ آخرت کے معاملے میں سستی کو بالکل پسند نہ کرتے تھے۔ اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے تھے: ہر کام میں آہستگی ہونی چاہیے سوائے آخرت کے معاملے میں۔

اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایسے نہیں تھے کہ دنیا کو آخرت پر ترجیح دیتے، چنانچہ، ایک بار آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صاحبزادی اُم المؤمنین حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے آپ سے عرض کی: اگر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے ان کپڑوں کے بجائے زیادہ نرم وملائم کپڑے پہنیں اور اپنے اس کھانے سے زیادہ عمدہ کھانا کھائیں تو کیا حرج ہے؟ کیونکہ اللہ عزوجل نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا رزق وسیع کر دیا ہے اور آپ کو خیر کثیر عطا فرمائی ہے۔ تو امیر المؤمنین حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا: میں تجھے سرزنش کروں گا کیا تمہیں یاد نہیں کہ اللہ کے محبوب، دانائے غیوب، منزہ عن العیوب عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم زندگی کی ٹھاٹھ باٹھ پسند نہیں فرماتے تھے؟

حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی صاحبزادی کو بار بار یہی کہتے رہے حتی کہ انہیں رلا دیا پھر اُن سے ارشاد فرمایا: میں تمہیں پہلے بھی بتا چکا ہوں کہ اللہ عزوجل کی قسم! اگر مجھے توفیق ملی تو میں ان دونوں یعنی حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرح کٹھن زندگی اختیار کروں گا ہو سکتا ہے میں ان کی پسندیدہ زندگی پالوں۔

حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

امیر المؤمنین حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے آخری خطبہ میں ارشاد فرمایا: اے لوگو! یقیناً اللہ

عزوجل نے تمہیں دنیا اس لئے عطا فرمائی ہے کہ تم اس کے ذریعے آخرت کی تیاری کرو، اس لئے عطا نہیں فرمائی کہ تم اس کی طرف جھک جاؤ۔۔۔۔۔۔کیونکہ دنیا تو فانی ہے اور آخرت باقی رہنے والی۔۔۔۔۔۔تو کہیں فانی تمہیں اپنی طرف نہ کھینچ لے اور باقی رہنے والی سے غافل کر دے۔۔۔۔۔۔تم فانی ہونے والی (دنیا) پر باقی رہنے والی (آخرت) کو ترجیح دو۔۔۔۔۔۔یقیناً دنیا ختم ہو کر رہے گی۔۔۔۔۔۔اور اللہ عزوجل کی بارگاہ میں ہی لوٹ کر جانا۔۔۔۔۔۔اللہ عزوجل سے ڈرتے رہو کیونکہ خوفِ خدا عزوجل، عذاب کے آگے ڈھال اور اللہ عزوجل کی بارگاہ میں وسیلہ ہے۔

حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت سیدنا علی المرتضیٰ کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم نے کوفہ میں خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: اے لوگو! مجھے تم پر سب سے زیادہ خوف لمبی امیدوں، اور نفسانی خواہشات کی پیروی کا ہے۔۔۔۔۔۔کیونکہ لمبی امیدیں آخرت کو بھلا دیتی ہیں اور نفسانی خواہشات کی پیروی حق سے بھٹکا دیتی ہے۔۔۔۔۔۔خبردار! بے شک دنیا پیٹھ پھیرنے والی ہے اور یقیناً آخرت آنے والی ہے۔۔۔۔۔۔اور ان دونوں ہی کے چاہنے والے ہیں۔۔۔۔۔۔پس تم آخرت کے چاہنے والے بنو اور دنیا کے چاہنے والے نہ بنو۔۔۔۔۔۔آج عمل ہے حساب نہیں اور کل (قیامت میں) حساب ہوگا، عمل کا موقع نہیں ہوگا۔

(486) وَعَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ الشِّخِّيْرِ - بِكَسْرِ الشِّيْنِ وَالْخَاءِ الْمُعْجَمَتَيْنِ - رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، اَنَّهُ قَالَ: اَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَهُوَ يَقْرَأُ: (اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ) قَالَ: يَقُوْلُ ابْنُ اٰدَمَ: مَالِيْ، مَالِيْ، وَهَلْ لَّكَ يَا ابْنَ اٰدَمَ مِنْ مَّالِكَ اِلَّا مَا اَكَلْتَ فَاَفْنَيْتَ، اَوْ لَبِسْتَ فَاَبْلَيْتَ، اَوْ تَصَدَّقْتَ فَاَمْضَيْتَ؟! رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت عبداللہ بن شخیر خا پر زیر اور شین معجمتین کے ساتھ ﷺ سے روایت ہے کہ میں نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور آپ الھکم التکاثر پڑھ رہے تھے۔ فرمایا: ابن آدم کہتا ہے میرا مال میرا مال اے آدم کے بیٹے! تیرے لیے تیرے مال سے صرف وہ ہے، جو تو نے کھا کر فنا کر دیا یا پہن کر پرانا کر دیا یا صدقہ کر کے آگے بھیج دیا۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب الزھد والرقائق، ج۴ص۲۱۱، رقم: ۶۰۹، مسند امام احمد بن حنبل، حدیث مطرف بن عبداللہ، ج۳ص۲۴، رقم: ۱۶۳۲۸، الاحاد والمثانی، احادیث ومن الحریش بن معاویۃ بن کعب بن ربیعۃ، ج۳ص۱۵۲، رقم: ۱۳۸۱، المستدرك للحاکم، کتاب الرقاق، ج۶ص۳۲۹، رقم: ۷۹۱۳، المعجم الاوسط للطبرانی، باب من اسمه ابراھیم، ج۲ص۱۸۹، رقم: ۲۸۸۸)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان لکھتے ہیں:

(میرا مال میرا مال) یعنی فخر و تکبر کے انداز میں لوگوں سے کہتا رہتا ہے کہ یہ میرا مکان ہے، یہ میری جائیداد ہے، یہ

میرا کنواں ہے، یہ میرا فلاں مال ہے یہ برا ہے۔ انسان کو چاہیے کہ یقین رکھے کہ میں اور میرا مال سب اللہ تعالیٰ کی ملک ہے میرے پاس چندروزہ ہے عارضی ہے۔ خیال رہے کہ جسے انسان اپنا مال کہے اس کا مال یعنی انجام نراوبال ہے اور جو مال ذریعہ عبادت ہے وہ ذریعہ آمال ہے جس سے بہت امیدیں وابستہ ہیں۔

(اس کے مال صرف تین ہیں) یعنی جو مال انسان کے کام آئیں وہ صرف تین ہیں ان کے علاوہ سب دوسروں کے کام آتے ہیں۔ خیال رہے کہ انّ مالہ میں ما موصولہ ہے اور لہ اس کا صلہ اور من مالہ میں من بعضیت کا ہے یعنی اس کے مال میں سے وہ جو اسے مفید ہو صرف تین ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے بینک ہیں جہاں جمع کرنے سے بے شمار نفع ملتا ہے۔ سبحان اللہ! کیسی نفیس تعلیم ہے۔ دینے سے مراد راہِ خدا میں دینا ہے خواہ بال بچوں کو دے یا عزیزوں یا غریبوں کو بشرطیکہ یہ دینا ناموری کے لیے نہ ہو اللہ رسول کی خوشنودی کے لیے ہو۔

هو ذاهب میں **هو** ضمیر بندے کی طرف لوٹتی ہے۔ ذاہب سے مراد مرنے والا یعنی ان تین مالوں کے سوا اور مالوں کا یہ حال ہے کہ بندہ مرجاتا ہے اور وہ مال دوسروں کے لیے رہ جاتا ہے جیسے زمین باغات، مکانات، نقدی، بنک بیلنس وغیرہ۔ اس فرمان عالی کا مقصد یہ ہے کہ مال میں سے اللہ رسول کا حصہ ضرور نکالتا رہے، یہ مقصد نہیں کہ مکان جائیداد بنائے ہی نہیں، اپنے بچوں کو فقیر کر کے چھوڑے یا یہ مقصد ہے کہ مال کی محبت دل میں نہ ہو دل خاص اللہ رسول کے لیے ہو۔ شعر

دل میں ہو یاد تیری گوشۂ تنہائی ہو　　پھر تو خلوت میں عجب انجمن آرائی ہو
سارا عالم ہو مگر دیدہ دل دیکھے تمہیں　　انجمن گرم ہوا اور لذت تنہائی ہو

(مرآۃ المناجیح، ج ۷، ص ۱۲)

(487) وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُغَفَّلٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَجُلٌ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، وَاللّٰهِ إِنِّيْ لَأُحِبُّكَ. فَقَالَ: انْظُرْ مَاذَا تَقُوْلُ؟ قَالَ: وَاللّٰهِ إِنِّيْ لَأُحِبُّكَ، ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، فَقَالَ: إِنْ كُنْتَ تُحِبُّنِيْ فَأَعِدَّ لِلْفَقْرِ تِجْفَافًا، فَإِنَّ الْفَقْرَ أَسْرَعُ إِلَى مَنْ يُّحِبُّنِيْ مِنَ السَّيْلِ إِلَى مُنْتَهَاهُ. رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: حَدِيْثٌ حَسَنٌ.

حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا: یارسول اللہ! اللہ کی قسم میں آپ سے محبت کرتا ہوں۔ فرمایا: سوچ لے کیا کہتا ہے۔ عرض کی: اللہ کی قسم! میں آپ سے محبت کرتا ہوں۔ اس نے تین بار یہ کہا تو آپ ﷺ نے فرمایا: اگر تو مجھ سے محبت کرتا ہے' تو محتاجی اوڑھنے کے لیے تیار ہو جا کیونکہ محتاجی مجھ سے محبت کرنے والوں کی طرف اس تیزی سے آتی ہے' جس طرح بلندی سے پستی کی طرف سیلاب اترتا ہے۔ ترمذی نے اسے

روایت کیا اور کہا یہ حدیث حسن ہے۔

اَلتِّجْفَافُ بِكَسْرِ التَّاءِ الْمُثَنَّاةِ فَوْقُ وَإِسْكَانِ الْجِيْمِ وَبِالْفَاءِ الْمُكَرَّرَةِ: وَهُوَ شَيْءٌ يُلْبَسُهُ الْفَرَسُ، لِيُتَّقٰى بِهِ الْأَذٰى، وَقَدْ يَلْبَسُهُ الْإِنْسَانُ.

التجفاف: تا مثناۃ کی زیر جیم ساکن اور فا کے تکرار کے ساتھ جس چیز سے گھوڑے کو تکلیف سے بچانے کے لیے ڈالتے ہیں اور کبھی بوقت ضرورت اس کو انسان بھی پہن لیتا ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ما جاء فی فضل الفقر، ج۴ص۵۷۶، رقم: ۲۳۵۰، صحیح ابن حبان، باب ما جاء فی الصبر، ج۷، ص۱۸۵، رقم: ۲۹۲۲، شعب الایمان، فصل فی زهد النبی صلی الله علیه وسلم، ج۲ص۱۷۳، رقم: ۱۴۷۱، جامع الاصول لابن اثیر، الکتاب الثانی فی الزهد والفقر، ج۴ص۶۶۸، رقم: ۲۷۸۴)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان لکھتے ہیں:

(حضرت عبداللہ ابن مغفل) آپ مشہور صحابی ہیں، بیعت الرضوان میں شریک ہوئے، اولاً مدینہ منورہ میں پھر بصرہ میں رہے۔ (اشعہ)

(میں آپ سے محبت کرتا ہوں) یہ عرض کرنا یا اس حدیث پر عمل ہے کہ جس سے تم کو محبت ہو اس سے کہہ دو یا اس آیت کریمہ پر عمل ہے وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت اللہ تعالیٰ کی بڑی سے بڑی نعمت ہے اس کا اظہار وہ بھی حضور انور کے سامنے یہ اس نعمت کا شکریہ ہے ورنہ حضور کو تو پتھروں کے دل کا حال معلوم ہے، فرماتے ہیں احد ہم سے محبت کرتا ہے۔

(سوچ لو تم کیا کہتے ہو) یعنی خوب سوچ کر یہ دعویٰ کرو تم بہت ہی بڑی چیز کا دعویٰ کر رہے ہو مجھ سے محبت کوئی معمولی چیز نہیں ہے۔

(اللہ کی قسم میں آپ سے محبت کرتا ہوں) محبت سے مراد بہت ہی محبت ہے ورنہ ہر مؤمن کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت ہے حضور کی محبت ہی تو اصل ایمان ہے، حضور کی محبت سے ہی خدا کی محبت، کلمہ قرآن کی محبت اسی محبت سے حاصل ہوتی ہے حضور سے تعلق و محبت ایمان کی اصل ہے۔

(فقیری کیلئے تیار ہو جا) تجفاف ت کے کسرہ اور جیم کے سکون سے بمعنی آلات جنگ خود زرہ وغیرہ یعنی تم تیار ہو جاؤ کہ فقیری کے آفات کا مقابلہ کر سکو۔

(اپنی انتہاء کی طرف) یہاں بھی فقیری سے مراد دل کی مسکینیت ہے اور دل کا محبت مال سے خالی ہو جانا ہے فقیری اور ناداری آفتوں کے برداشت کرنے پر تیار ہو جانا یعنی جسے اللہ میری محبت دیتا ہے اس کے دل سے محبت مال وغیرہ یک دم نکال دیتا ہے لہذا اس حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ بعض صحابہ بلکہ عہد فاروقی میں سارے صحابہ بڑے مالدار تھے تو کیا انہیں

حضور سے محبت نہ تھی ضرور تھی، ان سب کے دل محبت مال سے خالی تھے۔ یہاں مرقات نے فرمایا کہ دنیا میں بہت آفات انبیاء کرام پر آتی ہیں اور یہ ہے ان کا محب تو اس پر آفتیں آئیں گی۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۷، ص ۹۵)

(488) وَعَنْ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا ذِئْبَانِ جَائِعَانِ أُرْسِلَا فِيْ غَنَمٍ بِأَفْسَدَ لَهَا مِنْ حِرْصِ الْمَرْءِ عَلَى الْمَالِ وَالشَّرَفِ لِدِيْنِهِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ.

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: دو بھوکے بھیڑیے جو بکریوں میں چھوڑ دیئے جائیں۔ ان کو زیادہ خراب نہیں کرتے۔ جتنی مال کی حرص اور عزت کی حرص آدمی کے دین کے لیے نقصان دہ ہے۔ ترمذی نے اس حدیث کو روایت کیا اور کہا یہ حسن صحیح ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ما جاء فی اخذ المال، ج۴ص۵۸۸، رقم: ۲۳۷۶، الاداب للبیہقی، باب ما یکرہ من کثرۃ الحرص علی العمر والمال، ج۱ص۳۸۹، رقم: ۷۹۰، سنن الدارمی، باب ما ذئبان جائعان، ج۲ص۳۹۴، رقم: ۲۷۳۰، مسند امام احمد بن حنبل، حدیث کعب بن مالک، ج۴ص۳۶۰، رقم: ۱۵۸۲۲، مسند ابن ابی شیبۃ، حدیث کعب بن مالک، ۲، ص۶۹۳، رقم: ۴۹۸)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان لکھتے ہیں:

نہایت نفیس تشبیہ ہے۔ مقصد یہ ہے کہ مؤمن کا دین گویا بکری ہے اور اس کی حرص مال، حرص عزت گویا دو بھوکے بھیڑیئے ہیں مگر یہ دونوں بھیڑیئے مؤمن کے دین کو اس سے زیادہ برباد کرتے ہیں جیسے ظاہری بھوکے بھیڑیئے بکریوں کو تباہ کرتے ہیں کہ انسان مال کی حرص میں حرام وحلال کی تمیز نہیں کرتا، اپنے عزیز اوقات کو مال حاصل کرنے میں ہی خرچ کرتا ہے، پھر عزت حاصل کرنے کے لیے ایسے جتن کرتے ہیں جو بالکل خلاف اسلام ہیں جیسا آج ممبری وزارت چاہنے والوں کو دیکھا جا رہا ہے۔ حضرت ابن مسعود فرماتے ہیں کہ ریا کار مرے بعد بھی ریا نہیں چھوڑتا، کسی نے پوچھا وہ کیسے، فرمایا وہ چاہتا ہے کہ میرے جنازہ میں بہت لوگ ہوں تا کہ میری عزت ہو، ریا مرے بعد بھی پیچھا نہیں چھوڑتی۔ (مرقات)

(مرآۃ المناجیح، ج ۷، ص ۹۵)

نفسِ مومن دنیا سے مطمئن کیوں؟

دنیا میں بندہ مؤمن کا دل اس وقت تک خوش اور مطمئن رہتا ہے جب تک اس کی نظر اپنے سے نچلے لوگوں (کے مال و دولت) پر ہوتی ہے اور جب اپنے سے اوپر والوں کو دیکھتا ہے تو اس کی زندگی اَجیرن اور بدمزہ ہو جاتی ہے اور اس کے ایمان کی سلامتی خطرے میں پڑ جاتی ہے۔ چنانچہ،

حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ ذیشان ہے: (دنیا کے معاملے میں) اپنے سے نیچے والوں کو دیکھو اور

اپنے سے اوپر والوں کو مت دیکھو، یہ تمہارے لئے بہترین نصیحت ہے تاکہ تم اللہ عزوجل کی نعمتیں نہ کھو بیٹھو۔
(صحیح مسلم، کتاب الزھد، باب الدنیا سجن......الخ، الحدیث: ۷۴۳۰، ص۱۱۹۱)

تم تو بادشاہ ہو

صحیح مسلم شریف میں ہے کہ حضرت سیدنا عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ایک شخص نے عرض کی: کیا ہم فقراء مہاجرین میں سے نہیں ہیں؟ تو حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس سے فرمایا: کیا تمہاری بیوی ہے جس کے ساتھ تم رہتے ہو؟ عرض کی: ہاں۔ پوچھا: کیا تیرے پاس رہنے کی جگہ ہے؟ عرض کی: ہاں۔ ارشاد فرمایا: تم تو اغنیاء میں سے ہو۔ اس نے کہا: میرا ایک خادم بھی ہے۔ ارشاد فرمایا: پھر تو تم بادشاہ ہو۔ (المرجع السابق، الحدیث: ۷۴۶۲، ص۱۱۹۶)

(489) وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: نَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى حَصِيْرٍ، فَقَامَ وَقَدْ اَثَّرَ فِيْ جَنْبِهِ، قُلْنَا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، لَوِ اتَّخَذْنَا لَكَ وِطَاءً. فَقَالَ: مَا لِيْ وَلِلدُّنْيَا؟ مَا اَنَا فِي الدُّنْيَا اِلَّا كَرَاكِبٍ اسْتَظَلَّ تَحْتَ شَجَرَةٍ ثُمَّ رَاحَ وَتَرَكَهَا رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ.

حضرت عبداللہ بن مسعود ﷜ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ چٹائی پر آرام فرما رہے تھے، تو اس کا نشان آپ کے پہلو میں پڑ چکا تھا۔ ہم نے عرض کیا: یارسول اللہ! اگر ہم آپ کے لیے بچھونا تیار کر دیں۔ (تو بہتر ہے) فرمایا میں اور دنیا، میں تو دنیا میں سوار کی طرح ہوں جو درخت کے نیچے سایہ حاصل کرے پھر اس کو چھوڑ کر چلا جائے۔ اسے امام ترمذی نے روایت کیا اور کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ما جاء فی اخذ المال، ج۴ص۵۸۸، رقم: ۲۳۷۷سنن ابن ماجه، باب مثل الدنیا، ج۲ص۱۳۷۶، رقم: ۴۱۰۹مسند البزار، مسند عبدالله بن مسعود، ج۱ص۲۶۰، رقم: ۱۵۳۳جامع الاصول لابن اثیر، الفصل الاول فی ذم الدنیا، ج۴ص۵۰۶، رقم: ۲۶۰۴)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان لکھتے ہیں:

(آپ کے جسم اطہر میں اثر کیا ہوا تھا) اس وقت جسم اطہر پر قمیض بھی نہ تھی صرف تہبند مبارک زیب تن فرمائے ننگی چٹائی پر آرام فرمایا تھا۔ شعر

بوریا ممنون خواب راحتش　　　تاج کسریٰ زیر پائے امتش

(اگر ہم آپ کے لیے بچھونا تیار کر دیں) یہاں لو شرط کے لیے نہیں بلکہ تمنا اور آرزو کے لیے ہے یعنی کاش کہ حضور ہم غلاموں کو اجازت دے دیتے تو ہم ہر قسم کے آرام کا انتظام حضور کے لیے کر دیتے۔ اعلیٰ لباس، بہترین نرم بستر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ سادگی ہم غلاموں سے دیکھی نہیں جاتی۔

(پھر اس کو چھوڑ کر چلا جائے) یعنی جیسے یہ سوار آتنی دیر آرام کے لیے اپنا بستر وغیرہ نہیں کھولتا بلکہ زمین پر ہی لیٹ کر دھوپ ڈھل جانے پر چل دیتا ہے ایسے ہی ہمارا حال ہے کہ ہم کونین کے مالک ہیں مگر اپنے لیے کچھ نہیں رکھتے۔ لہذا حدیث کا مطلب یہ نہیں کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے پردہ فرمانے کے بعد دنیا کو اور اپنی امت کو چھوڑ دیا، ان سب سے بے تعلق ہو گئے، اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہم کو چھوڑ دیں تو ہم ہلاک ہو جائیں، سورج دنیا کو چھوڑ دے تو دنیا اندھیری ہو جاوے، روح بدن کو چھوڑ دے تو بدن مر جاوے، جڑ درخت کو چھوڑ دے تو درخت سوکھ جاوے، اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم دنیا کو چھوڑ دیں تو کوئی اللہ اللہ کہنے والا نہ رہے۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۷، ص ۳۴)

(490) وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَدْخُلُ الْفُقَرَاءُ الْجَنَّةَ قَبْلَ الْأَغْنِيَاءِ بِخَمْسِمِائَةِ عَامٍ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: فقراء اغنیاء سے پانچ سو سال قبل جنت میں داخل ہوں گے۔ امام ترمذی نے اس حدیث کو روایت کیا اور کہا یہ حدیث صحیح ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ما جاء ان الفقراء المهاجرين يدخلون الجنة قبل اغنيائهم، ج ۴ ص ۵۷۸، رقم: ۲۳۵۳ مسند امام احمد بن حنبل، مسند ابی هریرة رضی الله عنه، ج ۲ ص ۵۱۲، رقم: ۱۰۶۶۳ مشكوة المصابيح، كتاب الرقاق، الفصل الثانی، ج ۳ ص ۱۳۶، رقم: ۵۲۴۳ اطراف المسند المعتلی، من اسمه ذکوان ابو صالح السمان، ج ۷، ص ۲۱۵، رقم: ۹۲۸۱)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان لکھتے ہیں:

اس فرمان عالی کا مطلب ابھی کچھ پہلے عرض کیا گیا کہ جن امیروں کا قیامت میں حساب ہوگا ان امیروں سے پانچ سو سال پہلے فقیر لوگ جنت میں پہنچ جائیں گے لہذا ان امیروں میں حضرت سلیمان علیہ السلام یا حضرت عثمان غنی داخل نہیں کہ ان کا حساب ہی نہیں پھر پیچھے ہونے کے کیا معنی۔ خیال رہے کہ گزشتہ حدیث میں چالیس سال پہلے کا ذکر تھا اور یہاں پانچ سو سال کا ذکر ہے کیونکہ فقراء بعضے امیروں سے چالیس سال پہلے جائیں گے، بعض سے پانچ سو سال پہلے، جیسا امیر ویسا اس کا حساب اتنی ہی اس کے لیے دیر۔ یہ بھی خیال رہے کہ یہ دیر حساب کی وجہ سے نہ ہوگی رب تعالیٰ سارے عالم کا حساب بہت جلد لے گا یہ ان فقراء کی شان دکھانے کے لیے ہوگی کہ امیروں کو حساب کے نام پر روک لیا گیا اور فقیروں کو جنت کی طرف چلتا کر دیا گیا۔

قیامت کا دن ایک ہزار برس کا ہے، رب تعالیٰ فرماتا ہے: اِنَّ یَوْمًا عِنْدَ رَبِّكَ كَاَلْفِ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ ہاں بعض کو پچاس ہزار سال کا محسوس ہوگا، ان کے متعلق رب فرماتا ہے: فِیْ یَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗ خَمْسِیْنَ اَلْفَ سَنَةٍ اور بعض مؤمنین کو گھڑی بھر کا محسوس ہوگا، رب تعالیٰ فرماتا ہے: فَذٰلِكَ یَوْمَىِٕذٍ یَّوْمٌ عَسِیْرٌ عَلَى الْكٰفِرِیْنَ غَیْرُ یَسِیْرٍ۔ (مرقات) لہذا آیات میں تعارض نہیں اور ہو سکتا ہے کہ قیامت کا دن پچاس ہزار سال کا ہو مگر بعض کو ایک ہزار سال کا محسوس ہو، بعض کو اس سے بھی

کم حتی کہ ابرار کو ایک ساعت کا محسوس ہوگا جیسے ایک ہی رات آرام والے کو چھوٹی محسوس ہوتی ہے تکلیف والے کو بڑی۔

(مرأۃ المناجیح، ج ۷، ص ۸۷)

نصف دن پہلے

پس پاک ہے وہ ذات جس نے تمہیں خوشی ومسرت اور کمال عطا فرمایا! تم سے محبت کی اور تمہیں فقر اختیار کرنے کی ترغیب دی اور نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کے اس فرمانِ عالیشان کے ساتھ تمہیں اس کے مانگنے کا حکم فرمایا کہ میری امت کے فقراء، امیروں سے نصف دن پہلے جنت میں داخل ہو جائیں گے اور وہ (نصف دن) پانچ سو سال کا ہوگا، وہ کھائیں گے، پئیں گے، نعمتیں لوٹیں گے، اور لوگ حساب کے غم میں ہوں گے۔ (المسند للامام احمد بن حنبل، مسند ابی ھریرۃ، الحدیث 10735، ج3، ص605) (جامع الترمذی، ابواب الزھد، باب ماجاء ان فقراء۔۔۔۔۔۔الخ، الحدیث 2354، ص1888)

پاک ہے وہ ذات جس نے فقراء کے مقام کو بلند کیا! ان کے ذکر کو عام کیا، صبر عطا کیا، ان کے لئے اجر وثواب دُگنا کر دیا۔ اور کیا ہی اچھا کلام ہے جو اُن کے غلام حریفیش (رحمۃ اللہ تعالیٰ) نے ان کی شان میں کہا ہے:

هُمُ الْفُقَرَآءُ اَهْلُ اللهِ حَقًّا ۔۔۔ وَقَدْ حَازُوْا بِضِيْقِ الْفَقْرِ فَخْرًا

هُمُ الْفُقَرَآءُ قَدْ صَبَرُوْا وَاُوْذُوْا ۔۔۔ فَعَوَّضَهُمْ بِذَاكَ الصَّبْرِ اَجْرًا

هُمُ الْفُقَرَآءُ وَالسَّادَاتِ حَقًّا ۔۔۔ وَّمِنْهُمْ تَكْتَسِي الْاَكْوَانُ عِطْرًا

هُمُ الْفُقَرَآءُ عَنْهُمْ فَارَ ذِكْرًا ۔۔۔ وَحَدَّثَ عَنْهُمُوْ سِرًّا وَّجَهْرًا

فَكَمْ صَبَرُوْا عَلٰى ضَيْمِ اللَّيَالِيْ ۔۔۔ فَعَوَّضَهُمْ بِذَاكَ الْكَسْرِ جَبْرًا

وَقَدْ زَارُوْا الْحَبِيْبَ وَشَاهَدُوْهُ ۔۔۔ وَقَدْ سَجَدُوْا لَهٗ حَمْدًا وَّشُكْرًا

ترجمہ: (۱)۔۔۔۔۔۔یقیناً فقراء ہی اللہ والے ہیں، تحقیق فقر کی تنگی کے بدلے انہوں نے فخر (یعنی بلند مقام) کو پالیا۔

(۲)۔۔۔۔۔۔انہوں نے صبر کیا اور اذیتیں جھیلیں تو اللہ تعالیٰ نے انہیں اس صبر پر اجر عطا فرمایا۔

(۳)۔۔۔۔۔۔یہی لوگ حقیقی فقراء اور سردار ہیں اور انہی کی بدولت کائنات خوشبو میں لپٹی ہوئی ہے۔

(۴)۔۔۔۔۔۔یہی فقراء ہیں کہ جن سے خوشبو پھیلی اور یہ لوگ سراً وجہراً (یعنی آہستہ اور بلند آواز سے) ذکر الٰہی عَزَّوَجَلَّ میں مشغول رہتے ہیں۔

(۵)۔۔۔۔۔۔کتنی ہی بار انہوں نے زمانے کی سختیوں پر صبر کیا لہٰذا اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اس صبر کے عوض ان کو درستی عطا فرمادی۔

(٦)۔۔۔۔۔انہوں نے اللہ تعالیٰ کا مشاہدہ اور دیدار کیا اور اس کی حمد اور شکر بجالاتے ہوئے اس کی بارگاہ میں سجدہ ریز ہو گئے۔

(491) وَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَعِمْرَانَ بْنِ الْحُصَيْنِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: اطَّلَعْتُ فِي الْجَنَّةِ فَرَأَيْتُ أَكْثَرَ أَهْلِهَا الْفُقَرَاءَ وَاطَّلَعْتُ فِي النَّارِ فَرَأَيْتُ أَكْثَرَ أَهْلِهَا النِّسَاءَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ مِنْ رِوَايَةِ ابْنِ عَبَّاسٍ، وَرَوَاهُ الْبُخَارِيُّ أَيْضًا مِنْ رِوَايَةِ عِمْرَانَ بْنِ الْحُصَيْنِ.

حضرت ابن عباس اور حضرت عمران بن حصین ﷺ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: میں نے جنت میں جھانکا تو میں نے اس کے اکثر باشندے فقراء دیکھے ہیں اور آگ میں جھانکا تو میں نے اس میں خواتین کی اکثریت دیکھی۔ (متفق علیہ) حضرت ابن عباس ﷺ سے متفق علیہ ثابت ہے اور بخاری کی روایت حضرت عمران بن حصین ﷺ سے بھی ثابت ہے۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب کفران العشیر وھو الخلیط من المعاشرۃ، ج۱،ص۳۱، رقم: ۲۹، صحیح مسلم، باب اکثر اھل الجنۃ الفقرا واکثر اھل النار انساء، ج۸ص۸۸، رقم: ۷۱۱۴، سنن ترمذی، باب ما جاء ان اکثر اھل النار النساء، ج۴ص۷۱۵، رقم: ۲۶۰۲، المعجم الاوسط للطبرانی، باب من اسمہ ابراھیم، ج۳ص۶۲، رقم: ۲۴۸۵، مسند امام احمد بن حنبل، مسند عبداللہ بن العباس، ج۱ص۲۳۴، رقم: ۲۰۸۶)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان لکھتے ہیں:

یہ واقعہ جسمانی معراج کا نہیں کہ اس شب تو حضور انور جنت میں تشریف لے گئے تھے وہاں کی سیر فرمائی تھی یہ خواب کا واقعہ معلوم ہوتا ہے کیونکہ حضرات انبیاء کرام کی اطاعت کرنے والے اکثر فقراء ہی رہے، آج بھی دیکھ لو کہ علماء حفاظ وقت پڑنے پر غازی شہید اکثر غریب لوگ ہی ہوتے ہیں، اب بھی مسجدیں، دینی مدرسے غریبوں کے دم سے آباد ہیں، امیروں کے لیے کالج، سینما، کھیل تماشے ہیں فرمان پاک بالکل درست ہے۔

اس کی وجہ ابھی بیان کردی گئی کہ عورتیں ناشکری بے صبری زیادہ ہیں عورت بگڑ کر سارے گھر کو بگاڑ دیتی ہے اور سنبھل کر سارے گھر کو سنبھال لیتی ہے، بچہ کا پہلا مدرسہ ماں کی گود ہے۔ جنت دوزخ کا یہ داخلہ بعد قیامت ہوگا مگر حضور کی نگاہ شریف نے اسے ملاحظہ فرمالیا۔ ہمارے خواب و خیال سے بھی زیادہ تیز حضور کی نگاہ شریف ہے، ہم خواب و خیال سے اگلی آئندہ چیزیں دیکھ لیتے ہیں۔ (مرآۃ المناجیح، ج۷، ص۷۸)

شادمانی و مسرت کی زندگی

عورتوں کو چاہیے کہ شوہر کی آمدنی کی حیثیت سے زیادہ خرچ نہ مانگیں بلکہ جو کچھ ملے اس پر صبر و شکر کے ساتھ اپنا گھر سمجھ کر ہنسی خوشی کے ساتھ زندگی بسر کرے اگر کوئی زیور یا کپڑا یا سامان پسند آجائے اور شوہر کی مالی حالت ایسی نہیں ہے کہ وہ

اس کو لا سکے تو کبھی ہرگز ہرگز شوہر سے اس کی فرمائش نہ کرے اور اپنی پسند کی چیزیں نہ ملنے پر کبھی ہرگز کوئی شکوہ شکایت نہ کرے نہ غصہ سے منہ پھلائے نہ طعنہ مارے نہ افسوس ظاہر کرے۔ بلکہ بہترین طریقہ یہ ہے کہ عورت شوہر سے کسی چیز کی فرمائش ہی نہ کرے کیونکہ بار بار کی فرمائشوں سے عورت کا وزن شوہر کی نگاہ میں گھٹ جاتا ہے۔ ہاں اگر شوہر خود پوچھے کہ میں تمھارے لئے کیا لاؤں تو عورت کو چاہے کہ شوہر کی مالی حیثیت دیکھ کر اپنی پسند کی چیز طلب کرے اور جب شوہر چیز لائے تو وہ پسند آئے یا نہ آئے مگر عورت کو ہمیشہ یہی چاہے کہ وہ اس پر خوشی کا اظہار کرے۔ ایسا کرنے سے شوہر کا دل بڑھ جائے گا اور اس کا حوصلہ بلند ہو جائے گا اور اگر عورت نے شوہر کی لائی ہوئی چیز کو ٹھکرا دیا اور اس میں عیب نکالا یا اس کو حقیر سمجھا تو اس سے شوہر کا دل ٹوٹ جائے گا جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ شوہر کے دل میں بیوی کی طرف سے نفرت پیدا ہو جائے گی اور آگے چل کر جھگڑے لڑائی کا بازار گرم ہو جائے گا اور میاں بیوی کی شادمانی و مسرت کی زندگی خاک میں مل جائے گی۔

(492) وَعَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: قُمْتُ عَلَى بَابِ الْجَنَّةِ، فَكَانَ عَامَّةَ مَنْ دَخَلَهَا الْمَسَاكِيْنُ، وَأَصْحَابُ الْجَدِّ مَحْبُوْسُوْنَ، غَيْرَ أَنَّ أَصْحَابَ النَّارِ قَدْ أُمِرَ بِهِمْ إِلَى النَّارِ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: میں جنت کے دروازہ پر کھڑا ہوا تو جنت میں داخل ہونے والوں کی اکثریت مسکین لوگوں کی تھی اور مالوں والوں کو میدان میں (حساب کے لیے) روک لیا گیا اور دوزخیوں کے لیے دوزخ کا حکم ہو چکا۔ (متفق علیہ)

وَ الْجَدُّ: اَلْحَظُّ وَالْغِنٰى. وَقَدْ سَبَقَ بَيَانُ هٰذَا الْحَدِيْثِ فِيْ بَابِ فَضْلِ الضَّعَفَةِ.

اَلْجَدُّ: حصہ۔ الغنی: تونگری، یہ حدیث فضل الضعفہ کے باب میں گزر چکی ہے۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب لا تاذن المرأة فی بیت زوجها لاحد الا باذنه، ج۷، ص۳۰، رقم: ۵۱۹۶، صحیح مسلم، باب اکثر اهل الجنة الفقراء و اکثر اهل النار النساء، ج۸، ص۸۷، رقم: ۷۱۱۳، المعجم الکبیر للطبرانی، من اسمه اسامة بن زید بن حارثة، ج۱، ص۱۷۰، رقم: ۳۲۲، صحیح ابن حبان، باب الفقر والزهد، ج۲، ص۳۵۰، رقم: ۶۷۵، مسند امام احمد بن حنبل، حدیث اسامة بن زید، ج۵، ص۲۰۵، رقم: ۲۱۸۳۰)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان لکھتے ہیں:

حضور کا یہ قیام یا تو جسمانی معراج کی رات تھا یا خواب کی معراج میں یا کشف و الہام میں۔ (مرقات)

خلاصہ یہ ہے کہ مالدار لوگ دو قسم کے ہیں: ایک جنتی، دوسرے دوزخی۔ جو مالدار دوزخی ہیں وہ تو دوزخ میں ٹھہرائے گئے جیسے قارون، فرعون، ابوجہل وغیرہ۔ جو جنتی ہیں وہ حساب کے لیے روکے ہوئے ہیں، رہے فقراء مسلمان وہ جنت میں بھیج دیئے گئے۔ خیال رہے کہ مالدار جنتیوں سے مراد وہ مالدار ہیں جن کا حساب ہونا ہے جن کا حساب ہی نہیں لیا جاتا وہ

جنت میں فوراً بھیج دیئے گئے، جیسے حضرت سلیمان علیہ السلام اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، یہ بھی خیال رہے کہ یہ چالیس سال مالداروں سے حساب میں صرف نہ ہوں گے رب تعالیٰ سارے جہان کا حساب بہت تھوڑی دیر میں لے لے گا پھر ایک مالدار کے حساب میں چالیس سال کیسے خرچ ہوں گے بلکہ ان مالداروں کو حساب کے انتظار میں رکا رہنا پڑے گا جیسے مقدمہ کی تاریخ پر فریقین شام تک انتظار کرتے ہیں کہ کب بلاوا ہو۔

کیونکہ عورتیں زیادہ تر دنیا کی طرف مائل ہوتی ہیں اور اپنے خاوندوں بلکہ گھر بھر کو نیکیوں سے روک دیتی ہیں۔ خیال رہے کہ یہ واقعات بعد قیامت ہوں گے مگر حضور انور کی نظر انہیں اس وقت دیکھ رہی ہے کیونکہ پیغمبر کی نظر غائب چیز کو دیکھ لیتی ہے۔ (مرآۃ المناجیح، ج۷، ص۷۷)

(493) وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: اَصْدَقُ كَلِمَةٍ قَالَهَا شَاعِرٌ كَلِمَةُ لَبِيْدٍ: اَلَا كُلُّ شَيْءٍ مَا خَلَا اللّٰهَ بَاطِلٌ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

حضرت ابوہریرہ ﷺ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: سب سے سچی بات جو کسی شاعر نے کہی ہے۔ لبید کا یہ جملہ ہے کہ خبردار اللہ کے سوا ہر چیز فنا ہونے والی ہے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب ایام الجاھلیۃ، ج۵ص۳۱ رقم: ۳۸۴۱ صحیح مسلم، باب الشعر، ج۷ص۴۹ رقم: ۶۰۲۵، السنن الکبرٰی للبیھقی، باب شھادۃ الشعراء، ج۱۰ص۲۲۶، رقم: ۲۱۶۳۱ سنن ترمذی، باب ما جاء فی انشاد الشعر، ج۵ص۱۴۰، رقم: ۲۸۴۹ صحیح ابن حبان، باب الشعر والسجع، ج۱۳ص۱۰۰، رقم: ۵۷۸۴)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان لکھتے ہیں:

یہاں کلمہ سے مراد شعر ہے، لبید ابن ربیعہ عامری عرب کے مشہور شاعر ہیں، یہ اپنی قوم بنی جعفر ابن کلاب کے وفد میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے، حضور کے بعد کوفہ میں رہے ۴۱ھ اکتالیس ہجری میں وفات پائی ایک سو چالیس یا ایک سو پچھتر سال عمر ہوئی، کوفہ میں ہی مزار ہے، اسلام لاکر کوئی شعر نہ کہا، فرماتے تھے کہ اب مجھے قرآن کریم کی فصاحت کافی ہے یہ وہ خوش نصیب صحابی ہیں جن کے اشعار بارگاہ رسالت میں شرف قبول پاگئے تو خود بھی مقبول ہو گئے رضی اللہ عنہ۔ (مرقات)

یہاں باطل بمعنی فانی ہے اور آیت کریمہ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا میں باطل بمعنی بیکار ہے یہ کلام قرآن کریم کے خلاف نہیں لبید کے اشعار یہ ہیں:

الا کل شیئ ما خلا اللہ باطل — وکل نعیم لا محالۃ زائل
نعیمك فی الدنیا غرور وحسرۃ — وعیشك فی الدنیا محل و باطل
سوی الجنۃ الفردوس ان نعیمھا — یبقی وان الموت لابد نازل

چونکہ لبید نے یہ کلام زمانہ جاہلیت میں کہا تھا پھر قرآن کریم کی آیت کے مطابق ہوا کُلُّ مَنْ عَلَیْهَا فَانٍ سُوْرَۃٔیا فرمان سُوْرَۃٔ کُلُّ شَیْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ اس وجہ سے بارگاہِ نبوت میں بہت قبول ہوا۔ (مرآۃ المناجیح، ج ٦، ص ٦٢٢)

56-بَابُ فَضْلِ الْجُوْعِ وَخُشُوْنَةِ الْعَيْشِ وَالْاِقْتِصَارِ عَلَى الْقَلِيْلِ مِنَ الْمَأْكُوْلِ وَالْمَشْرُوْبِ وَالْمَلْبُوْسِ وَغَيْرِهَا مِنْ حُظُوْظِ النَّفْسِ وَتَرْكِ الشَّهَوَاتِ

بھوک، پر مشقت زندگی گزارنے کھانے پینے اور لباس وغیرہ پسندیدہ چیزوں میں تھوڑے پر اکتفاء کرنے اور شہوات نفسانی کے ترک کرنے کی فضیلت

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (فَخَلَفَ مِنْ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ اَضَاعُوا الصَّلٰوةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوَاتِ فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ وَلَا يُظْلَمُوْنَ شَيْئًا) (مريم: 59-60).

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ''پھر ان کے بعد نالائق لوگ آئے انہوں نے نمازیں ضائع کیں اور خواہشات کی پیروی کی۔ عنقریب یہ لوگ (جہنم کی ایک وادی) غی میں پہنچیں گے ہاں جس نے توبہ کی ایمان لایا اور عمل صالح کیا، تو ایسے لوگ جنت میں داخل ہوں گے اور کچھ ظلم نہ کیے جائیں گے''۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (فَخَرَجَ عَلٰى قَوْمِهٖ فِيْ زِيْنَتِهٖ قَالَ الَّذِيْنَ يُرِيْدُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا يٰلَيْتَ لَنَا مِثْلَ مَا اُوْتِيَ قَارُوْنُ اِنَّهٗ لَذُوْ حَظٍّ عَظِيْمٍ وَقَالَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ وَيْلَكُمْ ثَوَابُ اللّٰهِ خَيْرٌ لِّمَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا) (القصص: 79-80).

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''قارون اپنی قوم پر زینت کے ساتھ نکلا تو دنیا والی زندگی کے طلبگار کہنے لگے کاش ہمیں بھی ایسا ملتا جیسا قارون کو دیا گیا وہ تو بڑے نصیبہ والا ہے۔ اور جو لوگ علم دیئے گئے انہوں نے کہا تم کو خرابی ہو۔ اللہ کا ثواب اس کے لیے بہتر ہے، جو ایمان لایا اور اس نے عمل صالح کیا''۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (ثُمَّ لَتُسْئَلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيْمِ) (التكاثر: 8).

پھر اس دن تم سے (اللہ کی) نعمتوں کے بارے میں ضرور پوچھا جائے گا۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعَاجِلَةَ عَجَّلْنَا لَهٗ فِيْهَا مَا نَشَآءُ لِمَنْ نُّرِيْدُ ثُمَّ جَعَلْنَا لَهٗ جَهَنَّمَ يَصْلٰهَا مَذْمُوْمًا مَّدْحُوْرًا) (الاسراء: 18)

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''جو دنیا کا ارادہ کرتا ہے ہم اس کو اس میں سے جتنا چاہتے ہیں عطاء کر دیتے ہیں پھر ہم اس کے لیے جہنم بناتے ہیں وہ اس میں ذلیل و مغضوب ہو کر داخل ہوگا۔

شرح: حضرتِ صدرالاُفاضل سیّدُنا مولٰینا محمد نعیم الدین مُرادآبادی علیہ رحمۃ اللہ الہادی خزائنُ العرفان میں اس کے تحت لکھتے ہیں:

یہ ضروری نہیں کہ طالبِ دنیا کی ہر خواہش پوری کی جائے اور اسے دیا ہی جائے اور جو وہ مانگے وہی دیا جائے ایسا نہیں ہے بلکہ ان میں سے جسے چاہتے ہیں دیتے ہیں اور جو چاہتے ہیں دیتے ہیں، کبھی ایسا ہوتا ہے کہ محروم کر دیتے ہیں، اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ وہ بہت چاہتا ہے اور تھوڑا دیتے ہیں، کبھی ایسا کہ عیش چاہتا ہے تکلیف دیتے ہیں، ان حالتوں میں کافر دنیا و آخرت دونوں کے ٹوٹے میں رہا اور اگر دنیا میں اس کو اس کی پوری مراد دے دی گئی تو آخرت کی بدنصیبی و شقاوت جب بھی ہے بخلاف مومن کے جو آخرت کا طلب گار ہے اگر وہ دنیا میں فقر سے بھی بسر کر گیا تو آخرت کی دائمی نعمت اس کے لئے ہے اور اگر دنیا میں بھی فضلِ الٰہی سے اس کو عیش ملا تو دونوں جہان میں کامیاب، غرض مومن ہر حال میں کامیاب ہے اور کافر اگر دنیا میں آرام پا بھی لے تو بھی کیا؟ (خزائن العرفان)

وَالْاٰيَاتُ فِي الْبَابِ كَثِيْرَةٌ مَّعْلُوْمَةٌ.

اور اس باب میں آیات بکثرت معلوم ہیں۔

(494) وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: مَا شَبِعَ اٰلُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ خُبْزِ شَعِيْرٍ يَوْمَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ حَتّٰى قُبِضَ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں کہ حضرت محمد ﷺ کے گھر والوں نے مسلسل دو دن جو کی روٹی سیر ہو کر نہیں کھائی یہاں تک کہ آپ کا وصال ہو گیا۔ (متفق علیہ)

وَفِيْ رِوَايَةٍ: مَا شَبِعَ اٰلُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُنْذُ قَدِمَ الْمَدِيْنَةَ مِنْ طَعَامِ الْبُرِّ ثَلَاثَ لَيَالٍ تِبَاعًا حَتّٰى قُبِضَ.

اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت محمد ﷺ کے گھر والے مسلسل تین راتیں گندم کے کھانے سے سیر نہ ہوئے جب سے آپ مدینہ منورہ آئے حتیٰ کہ آپ ﷺ نے وفات پائی۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب ما کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم واصحابہ یاکلون، ج۷ص۷۵، رقم: ۵۴۱۶، صحیح مسلم، باب الزھد والرقائق، ج۸ص۲۱۷، رقم: ۷۶۳۳، الشمائل المحمدیۃ للترمذی، باب ما جاء فی صفۃ خبز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ص۱۶۶، رقم: ۱۴۳، مسند امام احمد بن حنبل، حدیث السیدۃ عائشہ رضی اللہ عنہا، ج۶ص۹۸، رقم: ۲۴۷۰۹، مسند ابی یعلی، مسند عائشہ رضی اللہ عنہا، ج۸ص۳۳، رقم: ۴۵۳۹)

شرحِ حدیث: حکیم الاُمّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان لکھتے ہیں:

بلکہ ایک دن روٹی ایک دن صرف کھجوریں، پانی یا فاقہ ہوتا تھا، حضور کا یہ فقر و فاقہ اختیاری تھا اگر چاہتے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سونے کے پہاڑ ہوتے جیسا کہ حدیث شریف میں ہے اس فقر و فاقہ کو اختیار فرمانے میں تا قیامت

فقراء کو تسلی دینا مقصود تھی۔

خیال رہے کہ فتح خیبر کے بعد حضور انور ہر زوجہ پاک کو ایک سال کی کھجوریں عطا فرماد یتے تھے کیونکہ خیبر میں باغات کثرت سے ہیں وہاں سے حضور کے حصے کی کھجوریں بہت آتی تھیں۔ یہاں مسلسل دو دن تک روٹی سے سیر ہونے کی نفی ہے لہذا یہ حدیث اس واقعہ کے خلاف نہیں کہ وہاں کھجوروں کی عطا ثابت ہے، نیز حضور کے گھر والے ایک دن خود کھاتے تھے دوسرے دن کا کھانا فقراء مسکین کو دیتے تھے۔ بہر حال یہ حدیث ان احادیث کے خلاف نہیں حضور انور پر آخری زمانہ میں دولت کی بارش ہوگئی تھی مگر سب لوگوں پر تقسیم فرماد یتے تھے ان فتوحات سے پہلے طریقہ مبارکہ یہ تھا۔ شعر

اور کبھی تھوڑی کھوسریں کھانا پانی پی کر پھر رہ جانا — دو دو مہینے یوں ہی گزارا صلی اللہ علیہ وسلم

(مرآۃ المناجیح، ج ۷، ص ۸۱)

(495) وَعَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا، أَنَّهَا كَانَتْ تَقُولُ: وَاللّٰهِ، يَا ابْنَ أُخْتِي، إِنْ كُنَّا نَنْظُرُ إِلَى الْهِلَالِ، ثُمَّ الْهِلَالِ: ثَلَاثَةَ أَهِلَّةٍ فِي شَهْرَيْنِ، وَمَا أُوقِدَ فِي أَبْيَاتِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَارٌ. قُلْتُ: يَا خَالَةُ، فَمَا كَانَ يُعِيشُكُمْ؟ قَالَتْ: الْأَسْوَدَانِ التَّمْرُ وَالْمَاءُ، إِلَّا أَنَّهُ قَدْ كَانَ لِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جِيرَانٌ مِنَ الْأَنْصَارِ، وَكَانَتْ لَهُمْ مَنَائِحُ وَكَانُوا يُرْسِلُونَ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ أَلْبَانِهَا فَيَسْقِينَا. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت عروہ حضرت عائشہ صدیقہ ﷞ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ کہتی تھیں اللہ کی قسم! اے میرے بھانجے! ہم ایک چاند (پہلی چاند کو ہلال کہتے ہیں) کے بعد دوسرا چاند دیکھتے دو ماہ میں تین ہلال دیکھ لیتے اور حال یہ ہوتا کہ رسول اللہ ﷺ کے گھروں میں آگ نہ جلتی (عروہ کہتے ہیں) میں نے کہا: اے خالہ جان پھر زندگی کیسے گزرتی تھی۔ فرمایا: دو سیاہ چیزوں کھجور اور پانی سے ہاں رسول اللہ ﷺ کے کچھ پڑوس انصار سے تھے۔ ان کے دودھ والے جانور تھے وہ اپنے دودھ میں سے کچھ رسول اللہ ﷺ کے لیے بھیج دیتے تو آپ ہمیں وہ پلا دیتے تھے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب کیف عیش النبی صلی اللہ علیہ وسلم واصحابہ، ج۸ص۹۷، رقم: ۶۴۵۹ صحیح مسلم، باب الزھد والرقائق، ج۸ص۲۱۸، رقم: ۷۶۳۲ السنن الکبرٰی للبیھقی، باب التحریض علی الھبۃ والھدیۃ، ج۶ص۱۶۹، رقم: ۱۲۲۹۳ مسند عبد بن حمید من مسند الصدیقۃ عائشۃ، ص۴۳۷، رقم: ۱۵۱۰)

شرح حدیث: حکیم الاُمّت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان لکھتے ہیں:

دو کالی چیزوں سے مراد چھوہارے اور پانی ہے کہ چھوہارے تو کالے ہوتے ہیں۔ پانی کو تغلیباً کالا فرمایا گیا جیسے چاند وسورج کو قمرین اور امام حسن اور حسین کو حسنین اور حضرت ابوبکر وعمر کو عمرین کہا جاتا ہے۔ یعنی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی

وفات شریف تک ہم نے کھجوریں و پانی بھی خوب سیر ہو کر نہ کھائیں۔ فتح خیبر سے پہلے تو اس لیے کہ گھر میں یہ سامان زیادہ نہ ہوتا تھا اور فتح خیبر کے بعد اس لیے کہ حضور انور کو بہت سیر ہو کر کھانا پسند نہ تھا اگرچہ ہر گھر میں سال بھر کے جو اور چھوہارے موجود ہوتے تھے لہذا احادیث واضح ہے اس پر کوئی اعتراض نہیں۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۶، ص ۴۴)

تین خواہشات

حضرت سیدنا یوسف بن اسباط رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی زوجہ سیّدتنا عائشہ بنت سلیمان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہا فرماتی ہیں کہ یوسف بن اسباط رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مجھ سے کہا کہ میں اللہ عزوجل سے تین چیزوں کا طلب گار ہوں۔ میں نے پوچھا وہ کیا ہیں؟ فرمایا: میں چاہتا ہوں کہ جب مجھے موت آئے تو میری ملکیت میں کوئی چیز نہ ہو اور مجھ پر کوئی قرض نہ ہو اور نہ ہی (کمزوری کی وجہ سے) میری ہڈیوں پر گوشت ہو۔ اور ان کی یہ تینوں خواہشات پوری ہوئیں۔ چنانچہ انہوں نے مرض الموت میں مجھ سے پوچھا کہ کیا تمہارے پاس خرچ کرنے کے لئے کوئی چیز موجود ہے؟ میں نے جواب دیا نہیں۔ پوچھا تم کیا چاہتی ہو؟ میں نے جواب دیا کہ یہ خیمہ بازار میں جا کر بیچنا چاہتی ہوں۔ فرمایا کہ اگر تم ایسا کرو گی تو ہمارا حال ظاہر ہو جائے گا اور لوگ کہیں گے کہ انہوں نے اپنی مجبوری کی وجہ سے خیمہ بیچا ہے۔

آپ فرماتی ہیں کہ ہمارے پاس بکری کا ایک بچہ تھا جو میرے بھائی نے تحفہ دیا تھا۔ میرے شوہر نے مجھے حکم دیا کہ اسے بازار میں جا کر بیچ دو۔ وہ بکری کا بچہ دس درہم میں فروخت ہوا۔ اس کے بعد انہوں نے مجھ سے کہا کہ ایک درہم کی میرے لئے خوشبو خرید کر لاؤ اور باقی سارا مال راہِ خدا عزوجل میں خرچ کر دو۔ تو جب آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا انتقال ہوا تو ان درہموں میں سے اس ایک درہم کے علاوہ جسے ہم نے خوشبو کے لئے نکال لیا تھا کچھ باقی نہ تھا۔ (بحر الدموع صفحہ ۱۵۶)

(496) وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِنِ الْمُقْبُرِیِّ، عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّهٗ مَرَّ بِقَوْمٍ بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ شَاةٌ مَّصْلِیَّةٌ، فَدَعَوْهُ فَاَبٰی اَنْ یَّاْکُلَ. وَقَالَ: خرج رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الدُّنْیَا وَلَمْ یَشْبَعْ مِنْ خُبْزِ الشَّعِیْرِ. رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ.

حضرت ابوسعید مقبری حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ ایک قوم کے پاس سے گزرے ان کے سامنے بھنی ہوئی بکری رکھی تھی۔ انہوں نے حضرت ابوہریرہ کو کھانے کی دعوت دی تو آپ نے یہ کھانے سے انکار کر دیا اور فرمایا رسول اللہ ﷺ دنیا سے تشریف لے گئے اور آپ جو کی روٹی سے کبھی سیر نہ ہوئے۔ (بخاری)

مَصْلِیَّةٌ بِفَتْحِ الْمِیْمِ: اَیْ مَشْوِیَّةٌ.

مَصلیۃ میم پر زبر کے ساتھ یعنی بھنی ہوئی۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب ما کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم واصحابہ یاکلون، ج۲، ص۷۵، رقم: ۵۴۱۴، جامع الاصول فی احادیث الرسول، الفصل الثانی فیما کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم واصحابہ علیہ من الفقر، ج۴، ص۲۸۴، رقم:

۲۶۹۴شعب الایمان، الفصل الثانی فی ذم کثرۃ الاکل، ج۵ص۳۰، رقم:۵۶۵۸، مشکوۃ المصابیح، باب فضل الفقراء وما کان من عیش النبی صلی اللہ علیہ وسلم، الفصل الاوّل، ج۳ص۱۳۵، رقم: ۵۲۳۸)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان لکھتے ہیں:

آپ کا نام سعید ہے، آپ کے والد کا نام کیسان ہے، کنیت ابوسعید یہ دونوں باپ بیٹے تابعی ہیں، چونکہ ان کا گھر قبرستان کے کنارہ تھا اس لیے انہیں مقبری کہتے ہیں۔ سعید کی ملاقات حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، عائشہ رضی اللہ عنہا سے ہے، آخر عمر ان کی عقل میں فتور رہو گیا تھا اس لیے آپ کی بڑھاپے کی روایات معتبر نہیں ہیں، پہلے کی روایات مقبول ہیں۔ از اشعہ، مرقات)

انکار کی وجہ آگے آرہی ہے اس وقت کچھ حضور کے ان حالات کا دھیان آگیا تو دل بے قرار ہو گیا، بھونی بکری کھانے کی طرف مائل نہ ہوئے اس لیے نہ کھانا کھایا۔ دوسرے اوقات میں حضرت ابوہریرہ نے اچھے کھانے بھی کھائے ہیں، اچھے کپڑے بھی پہنے ہیں، دل کے حالات مختلف ہوتے ہیں جیسا کہ ہر شخص کو تجربہ ہے۔

یعنی مجھے اس وقت خیال یہ آگیا ہے کہ میرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم تو زندگی شریف میں جو کی روٹی سے مسلسل سیر نہ ہوئے اور میں بھونی بکری کھاؤں دل نہیں چاہتا۔ ہم ابھی عرض کر چکے ہیں کہ فتح خیبر سے پہلے تو آمدنی کم ہونے کی وجہ سے یہ حالت تھی اور فتح خیبر کے بعد ترک دنیا بہت سخاوت کی وجہ سے یہ حالت رہی لہذا حدیث واضح ہے۔ خیال رہے کہ یہاں مسلسل نہ کھانے کا ذکر ہے لہذا یہ حدیث اس کے خلاف نہیں کہ حضور انور نے بھنا مرغ بھی کھایا ہے مگر کبھی شاذ و نادر۔

(مرٲۃ المناجیح، ج۷، ص۸۲)

(497) وَعَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ، قَالَ: لَمْ یَاْکُلِ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلٰی خِوَانٍ حَتّٰی مَاتَ، وَمَا اَکَلَ خُبْزًا مُّرَقَّقًا حَتّٰی مَاتَ. رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ. وَفِیْ رِوَایَۃٍ لَّہٗ: وَلَا رَاٰی شَاۃً سَمِیْطًا بِعَیْنِہٖ قَطُّ.

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے میز پر کھانا کبھی نہ کھایا۔ حتی کہ آپ وفات پا گئے اور آپ نے وفات تک کبھی بھی چھنے ہوئے آٹے کی روٹی نہ کھائی۔ (بخاری) اور ایک روایت بخاری میں ہے کہ آپ نے (سالم) بھنی ہوئی بکری اپنی آنکھوں سے کبھی نہ دیکھی۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب فضل الفقر، ج۴ص۲۶، رقم: ۶۴۵۰، شعب الایمان، فصل فی زھد النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ج۲ص۱۶۹، رقم: ۱۴۵۷، الشمائل المحمدیۃ للترمذی، باب ما جاء فی صفۃ خبز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ص۱۸۳، رقم: ۱۵۰، السنن الکبرٰی للنسائی، باب الخبز المرقق، ج۴ص۱۵۰، رقم: ۶۶۳۸)

شرح حدیث: اونچے دستر خوان

حضورِ پاک، صاحبِ لَولاک، سیاحِ افلاک صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ ہدایت نشان ہے:
لَا اٰکُلُ مُتَّکِئًا، اِنَّمَا اَنَا عَبْدٌ، اٰکُلُ کَمَا یَاْکُلُ الْعَبْدُ، وَاَشْرَبُ کَمَا یَشْرَبُ الْعَبْدُ۔

ترجمہ: میں ٹیک لگا کر نہیں کھاتا، میں بندہ ہوں، اسی طرح کھاتا ہوں جس طرح بندہ کھاتا ہے اور اسی طرح پیتا ہوں جس طرح بندہ پیتا ہے۔ (الکامل فی ضعفاء الرجال لابن عدی، الرقم ۱۴۸۹_عبد الحکم بن عبد اللہ القسملی بصری، ج ۷، ص ۲۸) (صحیح البخاری، کتاب الاطعمۃ، باب الاکل متکأ، الحدیث ۵۳۹۸، ص ۴۶۶)

کہا گیا ہے کہ چار باتیں رسول اللہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کے بعد جاری ہوئیں: اونچے دستر خوان (یعنی ٹیبل وغیرہ)، چھلنیاں (چھلنی کی جمع چھاننے کا آلہ)، اُشنان (صابن کی جگہ استعمال کی جانے والی ایک بوٹی) اور پیٹ بھر کر کھانا۔

ہم یہ نہیں کہتے کہ اونچے دستر خوان پر کھانا ناجائز ہے کیونکہ آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کے بعد شروع ہونے والا ہر کام بدعت وممنوع نہیں۔

کھانے والے کو چاہیے کہ دستر خوان پر اچھے طریقے سے بیٹھے اور اسی پر برقرار رہے۔ نبیِّ اکرم، نورِ مجسم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا طریقہ مبارکہ اسی طرح تھا اور بعض اوقات کھانے کے لئے دوزانو ہو کر پاؤں کی پشت پر تشریف فرما ہوتے اور کبھی دایاں گھٹنا کھڑا کر کے بائیں پر تشریف فرما ہوتے تھے۔

(سنن ابی داود، کتاب الاطعمۃ، باب فی الاکل من اعلی الصفحۃ، الحدیث ۳۷۷۳، ص ۱۵۰۱، مختصراً)

لیٹ کر اور ٹیک لگا کر کھانا پینا مکروہ ہے۔ البتہ! چنے وغیرہ کھائے جاسکتے ہیں اور کم کھانے پینے کا ارادہ کرے کیونکہ عبادت کے لئے کھانے کی نیت کم کھانے سے ہی درست ہو سکتی ہے۔

نبیِّ مُکَرَّم، نُورِ مُجَسَّم، رسولِ اَکرم، شہنشاہِ بنی آدم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عظمت نشان ہے: آدمی اپنے پیٹ سے زیادہ بُرا برتن نہیں بھرتا، بندے کے لئے تو چند لقمے کافی ہیں جو اس کی پیٹھ کو سیدھا رکھیں، اگر ایسا نہ کر سکے تو تہائی کھانے کے لئے، تہائی پینے کے لئے اور تہائی سانس کے لئے ہو۔

(جامع الترمذی، ابواب الزھد، باب ماجاء فی کراھیۃ کثرۃ الاکل، الحدیث ۲۳۸۰، ص ۱۸۹۰)

دنیا کی کنجی

حضرت سیدنا ابو سلیمان دارانی قدس سرہ الربانی فرماتے ہیں: دنیا کی کنجی شکم سیری اور آخرت کی کنجی بھوک ہے۔

(نزہۃ المجالس، ج ۱، ص ۱۷۷)

حضرت سیدنا سہل بن عبد اللہ تستری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: (۱) بروزِ قیامت کوئی عمل ضرورت سے زیادہ

کھانے کو ترک کرنے سے افضل نہ ہوگا کیونکہ یہ سنت نبوی ہے (۲) سمجھدار لوگ دین ودنیا میں بھوک کو بہت زیادہ نفع بخش قرار دیتے ہیں (۳) آخرت کے طلبگاروں کے لیے کھانے سے زیادہ کسی چیز کو میں نقصان دہ نہیں سمجھتا (۴) علم وحکمت کو بھوک میں اور گناہ وجہالت کو شکم سیری میں رکھا گیا ہے (۵) جو اپنے نفس کو بھوکا رکھتا ہے اس سے وسوسے ختم ہوجاتے ہیں (۶) بندہ جب بھوکا، بیمار اور امتحان میں مبتلا ہوتا ہے اس وقت اللہ عزوجل کی رحمت اس کی طرف متوجہ ہوتی ہے مگر جسے اللہ عزوجل چاہے۔ (احیاء علوم الدین، کتاب ذکر الموت ومابعدہ، الباب السادس، بیان اقاویلھم عند موت الولد، ج ۵، ص ۲۴۱)

جاندار بدن کی آفتیں

حضرت سیدنا یحیی معاذ رازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: جو پیٹ بھر کر کھانے کا عادی ہوجاتا ہے اس کے بدن پر گوشت بڑھ جاتا ہے اور جس کے بدن پر گوشت بڑھ جاتا ہے وہ شہوت پرست ہوجاتا ہے اور جو شہوت پرست ہوجاتا ہے اس کے گناہ بڑھ جاتے ہیں اور جس کے گناہ بڑھ جاتے ہیں اس کا دل سخت ہوجاتا ہے اور جس کا دل سخت ہوجاتا ہے وہ دنیا کی آفتوں اور رنگینیوں میں غرق ہوجاتا ہے۔ (المنبہات للعسقلانی، باب الخماسی، ص ۵۹)

(498) وَعَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ: لَقَدْ رَاَيْتُ نَبِيَّكُمْ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَمَا يَجِدُ مِنَ الدَّقَلِ مَا يَمْلَاُ بِهٖ بَطْنَهٗ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

اَلدَّقَلُ: تَمْرٌ رَدِيْءٌ.

حضرت نعمان بن بشیر ﷺ سے روایت ہے فرمایا: بے شک میں نے تمہارے نبی اکرم ﷺ کو دیکھا کہ آپ اتنی مقدار میں بھی معمولی کھجوریں نہ پاتے جس سے اپنا پیٹ بھرتے۔ (مسلم)

اَلدَّقَلُ: ردی کھجور کو کہتے ہیں۔

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب الزهد والرقائق، ج۸ص۲۲۰، رقم: ۷۶۵۰، الشمائل المحمدية للترمذی، باب ما جاء فی عیش النبی صلی الله علیه وسلم، ص۳۱۴، رقم: ۳۶۳، صحیح ابن حبان، باب من صفة صلی الله علیه وسلم، ج۱۳ص۲۵۲، رقم: ۶۳۴۰)

شرح حدیث: کھانے کی مقدار کے اعتبار سے درجات

کھانے کی مقدار کے اعتبار سے بھی درجات ہیں:

پہلا درجہ: صدیقین کا ہے کہ انہوں نے کھانے میں اتنی مقدار پر قناعت کی، کہ جس سے زندگی اور عقل قائم رہ سکے اور اللہ کے محبوب، دانائے غیوب، مُنزَّہٌ عَنِ الْعُیوب عَزَّ وَجَلَّ وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے اپنے فرمان میں اسی طرف اشارہ فرمایا:

حَسْبُ ابْنُ اٰدَمَ لُقَيْمَاتٌ يُقِمْنَ صُلْبَهٗ

ترجمہ: بندے کے لئے چند لقمے کافی ہیں جو اس کی پیٹھ کو سیدھا رکھ سکیں۔

(سنن ابن ماجۃ، ابواب الاطعمۃ، باب اقتصاد فی الاکل وکراھۃ الشبع، الحدیث ۳۳۴۹، ص ۲۶۷۹)

دوسرا درجہ: یہ ہے کہ بندہ اپنے نفس کو دن رات میں نصف مُد (یعنی آدھا کلو) کا عادی بنالے اور یہ روٹی کا وہ حصہ ہے، جو چار مَن (یعنی چار کلو) میں سے ہوتا ہے اور امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عادتِ مبارکہ اسی کے قریب تھی، آپ سات یا نو لقمے تناول فرماتے تھے۔

تیسرا درجہ: یہ ہے کہ وہ ریاضت کے ذریعے نفس کو دن رات میں مُد کا عادی بنائے، اس کی اڑھائی روٹیاں بنتی ہیں، اور یہ پیٹ کے تہائی سے زیادہ ہے۔

چوتھا درجہ: یہ ہے کہ وہ کھانے کی مقدار مُد سے ایک کلو تک لے جائے اور یہ انتہائی مقدار ہے، اس سے زیادہ کھانا اسراف ہے، قریب ہے کہ وہ اللہ عَزَّ وَجَلَّ کے اس فرمان کے تحت داخل ہوجائے:

وَّكُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا ۚ

ترجمۂ کنزالایمان: اور کھاؤ اور پیؤ اور حد سے نہ بڑھو۔ (پ8، الاعراف: 31)

اس کا ایک طریقہ اور بھی ہے کہ بھوک لگنے کے بعد کھانا کھایا جائے اور سیر ہونے سے پہلے ہاتھ کھینچ لیا جائے۔ اس سے آگے نہ بڑھے لیکن اس میں خطرہ ہے، کیونکہ ہوسکتا ہے کہ وہ سچی بھوک پر آگاہ نہ ہو سکے اور اس پر معاملہ مشتبہ ہوجائے۔ کہتے ہیں کہ: سچی بھوک کی علامت یہ ہے کہ وہ سالن کا مطالبہ نہ کرے اور ایک قول یہ بھی ہے کہ: وہ روٹیوں کے درمیان فرق نہ کرے (یعنی ایک روٹی کو دوسری پر ترجیح نہ دے)۔

جان لو! یہ حالت اشخاص کے مختلف ہونے سے بدلتی رہتی ہے اس لئے کھانے کی مقدار کا تعین ممکن نہیں، لہٰذا ہر شخص اپنے نفس میں غور وفکر کرے۔

حضرت سیِّدُنا سہل تستری علیہ رحمۃ اللہ القوی ارشاد فرماتے ہیں: اگر دنیا موٹے تازے جانور کا خون ہوتی، تو بھی مؤمن کی روزی حلال ہی ہوتی، کیونکہ مؤمن ضرورت کے وقت کھاتا ہے اور صرف اتنا کھاتا ہے جس سے اسے قوت حاصل ہوجائے۔

دوسرا وظیفہ: مریدین میں سے بعض کھانے کی مقدار کی بجائے فاقے کے ذریعے ریاضت کرتے ہیں۔ ان میں سے بعض تین دن، بعض تیس دن جبکہ بعض چالیس دن تک کچھ نہ کھاتے اور بہت سے علماء وصلحاء اور صوفیاء اس مدت تک پہنچے، حضرت سیِّدُنا سلیمان خواص، حضرت سیِّدُنا سہل بن عبد اللہ اور حضرت سیِّدُنا ابراہیم خواص رحمہم اللہ تعالیٰ انہی میں سے ہیں۔

بعض علماء کرام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم ارشاد فرماتے ہیں: جو شخص چالیس دن تک (رضاِ الٰہی عَزَّ وَجَلَّ کے لئے) کھانا چھوڑ دیتا ہے، اس پر ملکوت سے قدرت کے اسرار ظاہر ہوجاتے ہیں، یعنی اس پر بعض اسرارِ الٰہی عَزَّ وَجَلَّ کھول دیئے

جاتے ہیں۔

اسی گروہ کے ایک صوفی بزرگ کا گزر ایک راہب کے پاس سے ہوا، تو اس نے اس کی حالت کے بارے میں گفتگو کی اور اسے اسلام کی طرف مائل کیا، راہب نے کہا: حضرت سیِّدُنا عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام چالیس دن تک کچھ نہ کھاتے تھے اور یہ معجزہ ہے، جو صرف سچے نبی ہی کو حاصل ہوتا ہے۔ صوفی بزرگ نے اس سے کہا: اگر میں پچاس دن تک کچھ نہ کھاؤں، تو تم اپنے دین کو چھوڑ کر دینِ اسلام میں داخل ہو جاؤ گے؟ اس نے کہا: ہاں۔ چنانچہ وہ صوفی بزرگ اس کے سامنے بیٹھ گئے حتیٰ کہ پچاس دن تک کچھ نہ کھایا، پھر راہب سے کہنے لگے: میں ساٹھ دن تک اضافہ کرتا ہوں۔ اور ساٹھ دن تک کچھ نہ کھایا۔ اس پر راہب کو تعجب ہوا اور کہنے لگا: میں نہیں سمجھتا تھا کہ کوئی شخص حضرت سیِّدُنا عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بھی زیادہ دن بھوکا رہ سکتا ہے۔ پس یہی واقعہ اس کے اسلام لانے کا سبب بنا۔

یہ بہت بڑا درجہ ہے اور اس تک صرف وہی لوگ پہنچتے ہیں، جو کشف ومجاہدہ میں مشغول ہو کر بھوک اور حاجت سے مستغنی ہو جاتے ہیں اور ان کا نفس اس لذّت میں پورا حق وصول کرتا ہے، اس کو بھوک اور حاجت بُھلا دیتا ہے، چنانچہ عالَمِ غیب سے انہیں روحانی قوت حاصل ہو جاتی ہے۔ شہنشاہِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ، صاحبِ معطر پسینہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے اپنے فرمان میں اسی طرف اشارہ فرمایا:

اَبِیْتُ عِنْدَ رَبِّیْ یُطْعِمُنِیْ وَیَسْقِیْنِیْ

ترجمہ: میں اپنے رب کے ہاں رات گزارتا ہوں، میرا رب مجھے کھلاتا اور پلاتا ہے۔

(صحیح البخاری، کتاب الصوم، باب التنکیل لمن أکثر الوصال، الحدیث ۱۹۶۵، ص ۱۵۳)

دوسرا درجہ: یہ ہے کہ وہ دو سے تین دن تک کچھ نہ کھائے اور یہ عادت ہے۔

تیسرا درجہ: یہ ہے کہ دن رات میں صرف ایک بار کھانے پر اکتفاء کرے اور یہ سب سے کم درجہ ہے۔

حضرت سیِّدُنا ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبیِّ اکرم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم جب صبح کھانا کھاتے، تو شام کو نہ کھاتے اور شام کو تناول فرماتے تو صبح نہ کھاتے۔

(شعب الایمان للبیھقی، باب فی المطاعم والمشارب، فصل فی ذم کثرۃ الأکل، الحدیث ۵۶۴۴، ج ۵، ص ۲۷)

حضور نبیِّ کریم، رءُوف رحیم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ام المؤمنین حضرت سیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ارشاد فرمایا:

اِیَّاكِ وَالْاِسْرَافَ فَاِنَّ اَكْلَتَيْنِ فِيْ يَوْمٍ مِنَ السَّرَفِ۔

ترجمہ: اسراف سے بچو، دن میں دو بار کھانا اسراف ہے۔

(شعب الایمان للبیھقی، باب فی المطاعم والمشارب، فصل فی ذم کثرۃ الأکل، الحدیث ۵۶۴۰، ج ۵، ص ۲۶، بتغیرٍ قلیلٍ)

جان لو! وہ بھوک قابلِ تعریف ہے، جو اللہ عَزَّ وَجَلَّ کی یاد سے غافل نہ کرے، کیونکہ جب یہ حد سے تجاوز کرتی ہے، تو اللہ عَزَّ وَجَلَّ کی یاد سے غافل کر دیتی ہے، مگر جس شخص پر شہوت کا بہت زیادہ غلبہ ہو، تو وہ ان شہوتوں کو ختم کرنے کے لئے ایسا کر سکتا ہے، لیکن اگر ایسا نہ ہو تو اعتدال کی راہ سب سے بہتر ہے۔

پھر اس خواہش کو چھوڑنے میں دو آفتیں ہیں، جن سے بچنا بہت ضروری ہے:

(۱) بعض اوقات انسان اکیلے میں تو کھاتا ہے، لیکن لوگوں کے مجمع میں نہیں کھاتا تو یہ شرک خفی ہے اور اکثر یہ انسان کو نِفاق تک لے جاتا ہے۔

(۲) انسان پسند کرتا ہے کہ اسے کم کھانا کھانے والا اور پاک دامن سمجھا جائے، تو اس صورت میں وہ چھوٹی آفت کو چھوڑ کر اس سے بڑی چیز، یعنی جاہ وشہرت کی خواہش کا مرتکب ہو جاتا ہے۔

حضرت سیِّدُنا ابوسلیمان علیہ رحمۃ اللہ المنّان فرماتے ہیں کہ: جب تمہیں کوئی خواہش ہو اور تم اسے چھوڑنا چاہتے ہو، تو اس میں سے تھوڑا سا لے لو، نفس کی مرضی کے مطابق نہ کھاؤ، تو گویا تم نے اپنے آپ کو خواہش سے دور کر دیا اور نفس کی خواہش کو پورا نہ کر کے اسے بھی ٹھیس پہنچائی، پس یہ نفس کی شہوت کو ترک کرنا اور نفس کی اطاعت نہ کرنا ہے۔

حضرت سیِّدُنا امام جعفر بن محمد صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں: جب مجھے کوئی خواہش ہوتی ہے، تو میں اپنے نفس پر نگاہ ڈالتا ہوں، اگر ظاہر میں اس کی تمنا پاتا ہوں، تو اسے کھلا دیتا ہوں، کیونکہ اس کے روکنے سے یہ افضل ہے اور اگر خواہش پوشیدہ ہو اور ظاہر میں ترک کرنا چاہتا ہے، تو اسے چھوڑنے کے ذریعے سزا دیتا ہوں اور اس میں سے کچھ نہیں کھاتا، تو اس پوشیدہ خواہش پر نفس کو سزا دینے کا یہ طریقہ ہے۔ (لباب الاحیاء صفحہ ۲۲۵)

(499) وَعَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: مَا رَاٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ النَّقِيَّ مِنْ حِيْنِ ابْتَعَثَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى حَتّٰى قَبَضَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى. فَقِيْلَ لَهُ: هَلْ كَانَ لَكُمْ فِيْ عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنَاخِلُ؟ قَالَ: مَا رَاٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُنْخُلًا مِّنْ حِيْنِ ابْتَعَثَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى حَتّٰى قَبَضَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى. فَقِيْلَ لَهُ: كَيْفَ كُنْتُمْ تَاْكُلُوْنَ الشَّعِيْرَ غَيْرَ مَنْخُوْلٍ؟ قَالَ: كُنَّا نَطْحَنُهُ وَنَنْفُخُهُ، فَيَطِيْرُ مَا طَارَ، وَمَا بَقِيَ ثَرَّيْنَاهُ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے (چھنے آٹے) میدہ کو نہیں دیکھا جب سے آپ کو اللہ تعالیٰ نے مبعوث فرمایا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو وفات دے دی پوچھا گیا کیا تمہارے پاس رسول اللہ ﷺ کے عہد (ظاہری) میں چھلنیاں تھیں۔ فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے جب سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو مبعوث فرمایا اس وقت سے جب تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو وفات دی، چھلنی کو نہ دیکھا۔ کہا گیا تم ان بے چھنے جوؤں کو کس طرح کھاتے تھے۔ کہا ہم اس کو پیستے اور پھونک مارتے تو جو اڑ جاتا وہ اڑ جاتا باقی کو ہم گوندھ

لیتے۔ (بخاری)

قَوْلُهُ: النَّقِيّ هُوَ بِفَتْحِ النُّوْنِ وَ كَسْرِ الْقَافِ وَتَشْدِيْدِ الْيَاءِ: وَهُوَ الْخُبْزُ الْحُوَّارِيْ، وَهُوَ: الدَّرْمَكُ. قَوْلُهُ: ثَرَّيْنَاهُ هُوَ بِثَاءٍ مُّثَلَّثَةٍ، ثُمَّ رَاءٍ مُّشَدَّدَةٍ، ثُمَّ يَاءٍ مُّثَنَّاةٍ مِّنْ تَحْتُ ثُمَّ نُوْنٍ، اَيْ: بَلَلْنَاهُ وَعَجَنَّاهُ۔

اَلنُّقِی: نون پر زبر قاف پر زیر اور یا مشددہ کے ساتھ اس کا معنی ہے میدے کی روٹی۔ ثَرَّيْنَاهُ: تا مثلثہ اس کے بعد را پر شد ہے اس کے بعد یا مثناۃ اور نون کے ساتھ اس کا مطلب ہے اس کو ہم تر کر کے گوندھ لیتے۔

تخریج حدیث: (صحيح بخاری، باب ما كان النبی صلى الله عليه وسلم واصحابه يأكلون، ج۷ص۷۴، رقم: ۳۴۱۳، صحيح ابن حبان، باب من صفة صلى الله عليه وسلم، ج۱۴ص۲۵۷، رقم: ۶۳۵۷، المعجم الاوسط، من اسمه سهل بن سعد الساعدی، ج۶ص۱۷۰، رقم: ۵۸۹۹، سنن ابن ماجه، باب الحواری، ج۲ص۱۱۰۷، رقم: ۳۳۳۵، مسند عبد بن حميد، من اسمه سهل بن سعد الساعدی، ص۱۶۹، رقم: ۴۶۱)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی میدہ کھانا تو بہت دور کبھی ملاحظہ بھی نہ فرمایا۔ اللہ کی شان ہے کہ اب مدینہ منورہ میں میدہ کی روٹی عام ہے آٹے کی روٹی بہت کم ملتی ہے اور کہتے ہیں میدہ کی روٹی بہت قسم کی ہوتی ہے مغربی، شامی وغیرہ۔

یعنی ظہور نبوت کے بعد میدہ کی روٹی ملاحظہ نہ فرمائی۔ اس سے پہلے حضور انور نے شام کا سفر کیا ہے اور بحیرہ راہب کی دعوت میں میدہ کی روٹی ملاحظہ فرمائی ہے۔ اس زمانہ میں شام و روم میں میدہ کی روٹی بہت مروج تھی۔ بعد اعلان نبوت حضور حجاز میں رہے اور مال سے بے رغبتی بھی بہت رہی۔ (مرقات)

(حتی کہ اللہ نے آپ کو وفات دی) سبحان اللہ! یہ ہے حضور کی سادہ اور بے تکلف زندگی۔

(گوندھ لیتے پھر کھا لیتے) بعض روایات میں ہے کہ کسی صاحب نے ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے تمنا کی کہ میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا کھانا کھاؤں، آپ فرمانے لگیں تم نہ کھا سکو گے یہ تو ان کی ہی شان تھی جو کھا گئے اور واقعہ ہے کہ ہم گندم کی روٹی بے چھنے آٹے کی نہیں کھا سکتے چہ جائیکہ جو کی روٹی وہ بھی بے چھنے آٹے کی۔ شعر

کھانا جو دیکھو جو کی روٹی بے چھنا آٹا روٹی بھی موٹی — وہ بھی شکم بھر روز نہ کھانا صلی اللہ علیہ وسلم
جس کی تمنا روز نہ کھانا اک دن ناغہ اک دن کھانا — جس دن کھانا شکر کا کرنا صلی اللہ علیہ وسلم
قبضہ میں جس کے ساری خدائی اس کا بچھونا ایک چٹائی — نظروں میں کتنی ہیچ ہے دنیا صلی اللہ علیہ وسلم

(مراۃ المناجیح، ج۶ص۲۳)

(500) وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ایک دن یا

خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ يَوْمٍ اَوْ لَيْلَةٍ، فَاِذَا هُوَ بِاَبِيْ بَكْرٍ وَّعُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، فَقَالَ: مَا اَخْرَجَكُمَا مِنْ بُيُوْتِكُمَا هٰذِهِ السَّاعَةَ؟ قَالَا: الْجُوْعُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ. قَالَ: وَاَنَا، وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ، لَاَخْرَجَنِي الَّذِيْ اَخْرَجَكُمَا، قُوْمَا فَقَامَا مَعَهٗ، فَاَتٰى رَجُلًا مِّنَ الْاَنْصَارِ، فَاِذَا هُوَ لَيْسَ فِيْ بَيْتِهٖ، فَلَمَّا رَاَتْهُ الْمَرْاَةُ، قَالَتْ: مَرْحَبًا وَّاَهْلًا. فَقَالَ لَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَيْنَ فُلَانٌ؟ قَالَتْ: ذَهَبَ يَسْتَعْذِبُ لَنَا الْمَاءَ. اِذْ جَاءَ الْاَنْصَارِيُّ، فَنَظَرَ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَصَاحِبَيْهِ، ثُمَّ قَالَ: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ، مَا اَحَدٌ الْيَوْمَ اَكْرَمَ اَضْيَافًا مِّنِّيْ، فَانْطَلَقَ فَجَاءَهُمْ بِعِذْقٍ فِيْهِ بُسْرٌ وَّتَمْرٌ وَّرُطَبٌ، فَقَالَ: كُلُوْا، وَاَخَذَ الْمُدْيَةَ، فَقَالَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اِيَّاكَ وَالْحَلُوْبَ فَذَبَحَ لَهُمْ، فَاَكَلُوْا مِنَ الشَّاةِ وَمِنْ ذٰلِكَ الْعِذْقِ وَشَرِبُوْا. فَلَمَّا اَنْ شَبِعُوْا وَرَوُوْا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِاَبِيْ بَكْرٍ وَعُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا: وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ، لَتُسْاَلُنَّ عَنْ هٰذَا النَّعِيْمِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ، اَخْرَجَكُمْ مِنْ بُيُوْتِكُمُ الْجُوْعُ، ثُمَّ لَمْ تَرْجِعُوْا حَتّٰى اَصَابَكُمْ هٰذَا النَّعِيْمُ رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

رات رسول اللہ ﷺ گھر سے نکلے تو اچانک حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر ؓ سے ملاقات ہوگئی۔ فرمایا: اس وقت تمہیں تمہارے گھروں سے کس نے نکالا دونوں نے عرض کیا۔ یارسول اللہ! بھوک نے۔ فرمایا: اور اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔ مجھے بھی اسی نے ہی نکالا ہے' جس چیز کو تم نے نکالا کھڑے ہو جاؤں۔ پس وہ دونوں آپ کے ساتھ کھڑے ہوگئے۔ آپ ایک انصاری کے پاس تشریف لائے وہ گھر میں نہ تھا۔ جب رسول اللہ ﷺ کو اس کی بیوی نے دیکھا تو آپ کو مرحبا اور خوش آمدید کہا۔ اس کو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ فلاں کہاں ہے؟ عرض کیا: ہمارے لیے میٹھا پانی لانے گیا ہے۔ اچانک انصاری آ گیا اس نے رسول اللہ ﷺ اور آپ کے دوساتھیوں کی طرف دیکھا اور پھر کہا الحمد اللہ آج مجھ سے زیادہ معزز مہمانوں والا کوئی نہیں۔ پھر وہ گیا اور ان کے پاس کھجوروں کا ایک خوشہ لے آیا اس میں رنگ بدلی ہوئی خشک اور تر کھجوریں تھیں تو عرض کیا: کھایئے اور خود چھری پکڑی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: دودھ دینے والی بکری کو ذبح نہ کرو۔ اس نے ان حضرات کے لیے بکری ذبح کی تو انہوں نے بکری میں سے کچھ تناول کیا اور اس خوشہ کھجور میں سے اور پانی پیا۔ جب سیر ہوگئے' تو رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر سے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔ قیامت کے دن تم سے اس نعمت کے بارے میں ضرور سوال کیا جائے گا۔ تم کو بھوک نے گھروں سے نکالا۔ پھر تم کو لوٹنے

سے پہلے یہ نعمتیں ملیں۔ (مسلم)

قَوْلُھَا: یَسْتَعْذِبُ اَیْ: یَطْلُبُ الْمَاءَ الْعَذْبَ، وَھُوَ الطَّیِّبُ. وَ الْعِذْقُ بِکَسْرِ الْعَیْنِ وَاِسْکَانِ الذَّالِ الْمُعْجَمَۃِ: وَھُوَ الْکِبَاسَۃُ، وَھِیَ الْغُصْنُ. وَ الْمُدْیَۃُ بِضَمِّ الْمِیْمِ وَکَسْرِھَا: ھِیَ السِّکِّیْنُ. وَ الْحَلُوْبُ: ذَاتُ اللَّبَنِ.

یَسْتَعْذِبُ: یعنی میٹھا پانی طلب کرنے گیا۔ عَذْبٌ: میٹھا، عِذْقٌ: عین پر زیر اور ذال معجمہ کے کسرہ کے ساتھ، خوشہ، ٹہنی۔ اَلْمُدْیَۃُ: میم پر پیش اور زیر دونوں طرح آتا ہے اس سے مراد چھری ہے۔ حَلُوْبٌ: دودھ والا جانور۔

وَالسُّؤَالُ عَنْ ھٰذَا النَّعِیْمِ سُؤَالُ تَعْدِیْدِ النِّعَمِ لَا سُؤَالُ تَوْبِیْخٍ وَّتَعْذِیْبٍ، وَّاللّٰہُ اَعْلَمُ۔

ان نعمتوں کے سوال سے مراد نعمتیں گنوانے کا سوال ہے۔ ڈانٹنے اور عذاب والا سوال نہیں۔ اور اللہ ہی زیادہ جانتا ہے۔

وَھٰذَا الْاَنْصَارِیُّ الَّذِیْ اَتَوْہُ ھُوَ. اَبُو الْھَیْثَمِ بْنُ التَّیِّھَانِ، کَذَا جَآءَ مُبَیَّنًا فِیْ رِوَایَۃِ التِّرْمِذِیِّ وَغَیْرِہٖ۔

یہ انصاری جس کے پاس آپ آئے تھے۔ حضرت ابوالہیثم بن تیہان ﷺ تھے۔ جیسا کہ ترمذی وغیرہ کی روایت میں وضاحت سے آیا ہے۔

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب جواز استتباعه وغیرہ الی دار من یثق برضاہ، ج٦ص١١٦ رقم: ٥٤٣٤ المعجم الکبیر للطبرانی، من اسمه مالك بن التیهان، ج١٩ص٢٥١، رقم: ١٦٢٣٦)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

بعض روایات میں ہے کہ یہ وقت دوپہر کا تھا۔ (اشعہ)) ابوبکر وعمر (ان حضرات کا اس وقت اپنے گھروں سے نکل پڑنا نہ تو کسی سے کچھ مانگنے کے لیے تھا نہ کہیں دعوت میں جانے کے لیے بلکہ وجہ یہ تھی کہ سخت بھوک میں کسی عبادت میں دل نہیں لگا کرتا ایسی حالت میں عبادت کرنا ایسے ہی ممنوع ہے جیسے پیشاب پاخانہ کی سخت حاجت میں عبادت مکروہ ہے اس لیے یہ حضرات اپنی عبادات نوافل ترک کر کے دل بہلانے باہر آ گئے۔ (مرقات)

(مجھے بھی اس نے نکالا جس نے تم کو نکالا) یعنی ہم بھی اس وقت اس وجہ سے باہر تشریف لائے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ اپنی تکلیف کو کسی پر ظاہر کرنا جب کہ ناشکری یا گھبراہٹ کے اظہار یا بے صبری کے لیے نہ ہو جائز ہے۔ (مرقات) ان دونوں بزرگوں کا حضور کی خدمت میں بھوک کی شکایات کرنا ایسا ہے جیسے اولاد کا ماں باپ سے بھوک کی شکایت کرنا اور حضور انور کا یہ فرمان ان بزرگوں کی تسکین اور صبر کے لیے ہے یعنی دیکھو ہم کو بھی بھوک ہے مگر صبر بھی ہے۔ خیال رہے کہ ان حضرات کا اس موقعہ پر کمانے کے لیے نہ جانا حتی کہ بھوک نے پریشان کر دیا دینی کام میں زیادہ مشغولیت کی وجہ سے تھا جو کمائی سے زیادہ اہم تھا ورنہ وہ دونوں حضرات معاش کے لیے کچھ نہ کچھ کرتے رہتے تھے۔ اشعۃ اللمعات میں ہے کہ یہ

حضرات حضور کا دیدار کر کے سیر ہو جاتے تھے ان کی بھوک جاتی رہتی تھی جیسے قحط کے زمانہ میں مصری لوگ جمال یوسفی دیکھ کر سیر ہو جاتے تھے۔ (اشعۃ اللمعات)

(وہ حضور کے ساتھ اٹھ کھڑے ہوئے) دو کے لیے جمع فرمانا یا مجازاً ہے یا کبھی دو کو جمع بول دیتے ہیں۔

(ایک انصاری صاحب کے ہاں گئے) یہ خوش نصیب صحابی حضرت مالک ابن تیہان ہیں۔ کنیت ابوالہیثم انصاری ہیں جو بڑے وسیع باغ بہت بکریوں کے مالک تھے، چونکہ اس مہمانی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اصل تھے یہ دونوں حضرات حضور کے تابع تھے اس لیے اتی صیغہ واحد ارشاد ہوا۔

(خوش آمدید اھلاً) اہل عرب مہمان کو دیکھ کر یہ الفاظ کہتے ہیں جیسے انگریزی میں ویل کم، فارسی میں خوش آمدید۔

(فرمایا فلاں کہاں ہیں) یعنی تمہارے خاوند کہاں ہیں۔ معلوم ہوا کہ کبھی اپنے دوست یا خادم کے گھر خود مہمان بن جانا بھی جائز ہے مہمان کے لیے صاحبِ خانہ کا بلانا ضروری نہیں، یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر مالک مکان گھر میں نہ ہو تو اسکے بال بچوں کے پاس انتظار کے لیے بات چیت کرنا درست ہے جب کہ ضرورۃً ہو بغیر خلوت کے ہو۔

(ہمارے لیے میٹھا پانی لینے گئے ہیں) یعنی ہمارے باغ میں پانی ہے مگر قدرے کھاری ہے باغ سے کچھ فاصلہ پر میٹھے پانی کا کنواں ہے وہاں سے پینے کے لیے میٹھا پانی لینے گئے ہیں۔

(دیکھا بولے اللہ کا شکر ہے) شمائل ترمذی میں ہے کہ یہ بات ہو رہی تھی کہ مالک ابن تیہان یعنی صاحب باغ بھی آ گئے پانی کا برتن زمین پر رکھ کر حضور سے لپٹ گئے میرے ماں باپ فدا۔ شعر

زشان و شوکت سلطان نہ گشت چیزے کم — زالتفات بمہماں سرائے مسکینے
کلاہ گوشہ مسکین بہ آفتاب رسید — کہ سایہ بر سرش افگند چوں تو سلطانے

اس میں حضرت مالک ابن تیہان کی اس عظمت کا ظہور ہے کہ سبحان اللہ! حضور انور نے ان کے گھر کو اپنا تصور فرما کر وہاں تشریف ارزانی فرمائی۔ خیال رہے کہ آپ بیعت عقبہ اولیٰ میں شریک ہوئے، بارہ نقیبوں میں آپ بھی تھے، بدر و احد اور تمام غزوات میں شریک رہے۔

(آج مجھ سے بہتر مہمانوں والا کوئی نہیں) یعنی آج معراج کا دولہا عرش اعظم کا مہمان میرے گھر کیسے کرم فرما ہو گیا، میں اپنے مقدر پر جس قدر ناز کروں کم ہے، آج میرا باغ رشک خلد بریں بلکہ رشک عرش بریں ہے۔ فوراً چادر بچھائی بڑا سا خوشہ کھجور کا حاضر لائے۔ بعض روایات میں ہے کہ حضور انور نے فرمایا صرف رطب کھجوریں ہی کیوں نہ لائے، عرض کیا کہ میں ہر قسم کی کھجوریں حاضر لایا ہوں تا کہ جو پسند خاطر ہو وہ ملاحظہ کریں۔

(دودھ والی سے الگ رہنا) یعنی دودھ والی بکری ذبح نہ کرنا۔ بعض بزرگ دودھ والی گائے بکری بھینس کی قربانی نہیں کرتے ان کا ماخذ یہ حدیث ہے اگرچہ فرمان عالی بطور مشورہ تھا مگر حضور کے مشورہ پر عمل بھی بہت ہی اچھا ہے۔ اس سے

معلوم ہوا کہ مہمان کو پہلے کچھ پھل کھلانا پھر کھانا پیش کرنا سنت صحابی ہے، بعد کھانے کے پھل پیش کرنا بھی سنت ہے جس کی روایات گزر چکیں۔

(اس خوشہ سے کھایا پانی پیا) یہاں مرقات نے فرمایا کہ حضور انور نے دوبارہ کھجوریں کھائیں۔ کھانے سے پہلے بھی اور کھانے کے بعد بھی۔ نووی نے فرمایا کہ شکم سیر کو کھانا پینا جائز ہے جن احادیث میں اس سے ممانعت آتی ہے وہاں ہمیشہ سیر ہو کر کھانا مراد ہے۔

(تم سے ان نعمتوں کے متعلق پوچھا جائے گا) کہ تم نے ان نعمتوں کا شکریہ ادا کیا کہ اللہ تعالیٰ نے بھوک و پیاس کی حالت میں ایسی نعمتیں عطا فرمائیں۔ لتسئلن مخاطب کے صیغہ سے اشارۃً معلوم ہوا کہ قیامت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے حساب نہ لیا جائے گا کہ حضور کا ہر عمل تعلیم و تبلیغ کے لیے تھا آپ کا حساب نہیں بلکہ بلا حساب اجر و ثواب بے حساب عطا ہوگا صلی اللہ علیہ وسلم۔

(حتی کہ تم کو یہ نعمتیں مل گئیں) یعنی قیامت میں تم سے سوال یہ ہوگا کہ تم نے ان نعمتوں کا شکریہ ادا کیا یا نہیں اگر کیا تو وہ کیا تھا یا اس کا مطلب یہ ہے کہ تم سے سوال یہ ہوگا کہ ہماری فلاں فلاں نعمتیں تم نے کھائیں یا نہیں۔ غرضیکہ سوال توبیخ اور ہے سوال تعداد کچھ اور مرقات نے یہ دوسرے معنی اختیار فرمائے کہ یہ سوال سوال احترام ہوگا نا کہ سوال توبیخ کہ سوال توبیخ یا کفار سے ہوگا یا غافلوں ناشکروں سے۔

اس حدیث کا تتمہ بھی عنقریب آرہا ہے تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوالہیثم سے فرمایا کہ جب ہمارے پاس غلام آویں تو تم آنا ہم تم کو ایک غلام عطا فرمائیں گے کچھ روز بعد دو غلام حضور کی بارگاہ میں لائے گئے تب ابوالہیثم حاضر بارگاہ ہوئے حضور انور نے فرمایا ان میں سے ایک لے لو۔ عرض کیا حضور آپ ہی انتخاب فرما کر ایک عطا فرمادیں فرمایا لے جاؤ یہ نمازی ہے اس سے برتاؤ اچھا کرنا۔ چنانچہ ابوالہیثم اس غلام کو گھر لائے اور اسے آزاد کر دیا۔ (مرآۃ المناجیح، ج ٦ ص ٩٤)

(501) وَعَنْ خَالِدِ بْنِ عُمَيْرٍ الْعَدَوِيِّ، قَالَ: خَطَبَنَا عُتْبَةُ بْنُ غَزْوَانَ، وَكَانَ اَمِيْرًا عَلَى الْبَصْرَةِ، فَحَمِدَ اللّٰهَ وَاَثْنٰى عَلَيْهِ، ثُمَّ قَالَ: اَمَّا بَعْدُ، فَاِنَّ الدُّنْيَا قَدْ اٰذَنَتْ بِصُرْمٍ، وَّوَلَّتْ حَذَّاءَ، وَلَمْ يَبْقَ مِنْهَا اِلَّا صُبَابَةٌ كَصُبَابَةِ الْاِنَاءِ يَتَصَابُّهَا صَاحِبُهَا، وَاِنَّكُمْ مُنْتَقِلُوْنَ مِنْهَا اِلٰى دَارٍ لَا زَوَالَ لَهَا، فَانْتَقِلُوْا بِخَيْرِ مَا بِحَضْرَتِكُمْ، فَاِنَّهٗ قَدْ ذُكِرَ لَنَا اَنَّ الْحَجَرَ يُلْقٰى مِنْ شَفِيْرِ جَهَنَّمَ فَيَهْوِيْ فِيْهَا سَبْعِيْنَ

خالد بن عمیر عدوی سے روایت ہے کہ ہمیں حضرت عتبہ بن غزوان رضی اللہ عنہ نے خطبہ دیا۔ آپ بصرہ کے امیر تھے۔ آپ نے اللہ کی حمد و ثنا بیان کی پھر کہا: اما بعد! دنیا نے ختم ہونے کا اعلان کر دیا ہے اور پیٹھ پھیر کر برابر بھاگ رہی اور اس میں سے اتنا ہی باقی ہے جتنا برتن میں تلچھٹ ہوتی ہے۔ جس کو برتن والا سمیٹ کر حاصل کر لیتا ہے۔ اور تم اس سے ایک ایسے کی طرف منتقل ہونے والے ہو جس کو زوال نہیں۔ اپنے پاس

عَامًا، لَا یُدْرِكُ لَهَا قَعْرًا، وَّاللّٰهِ لَتُمْلَاَنَّ اَفَعَجِبْتُمْ؟! وَلَقَدْ ذُكِرَ لَنَا اَنَّ مَا بَيْنَ مِصْرَاعَيْنِ مِنْ مَّصَارِيعِ الْجَنَّةِ مَسِيرَةُ اَرْبَعِيْنَ عَامًا، وَّلَيَاْتِيَنَّ عَلَيْهَا يَوْمٌ وَّهُوَ كَظِيظٌ مِّنَ الزِّحَامِ، وَلَقَدْ رَاَيْتُنِي سَابِعَ سَبْعَةٍ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، مَا لَنَا طَعَامٌ اِلَّا وَرَقُ الشَّجَرِ، حَتّٰى قَرِحَتْ اَشْدَاقُنَا، فَالْتَقَطْتُ بُرْدَةً فَشَقَقْتُهَا بَيْنِي وَبَيْنَ سَعْدِ بْنِ مَالِكٍ، فَاتَّزَرْتُ بِنِصْفِهَا، وَاتَّزَرَ سَعْدٌ بِنِصْفِهَا، فَمَا اَصْبَحَ الْيَوْمَ مِنَّا اَحَدٌ اِلَّا اَصْبَحَ اَمِيْرًا عَلٰى مِصْرٍ مِّنَ الْاَمْصَارِ، وَاِنِّي اَعُوْذُ بِاللّٰهِ اَنْ اَكُوْنَ فِيْ نَفْسِي عَظِيْمًا، وَّعِنْدَ اللّٰهِ صَغِيْرًا۔ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

موجود چیزوں میں سے اچھی چیز لے کر منتقل ہو جاؤ۔ بے شک ہمارے لیے ذکر کیا گیا کہ جہنم کے کنارے ایک پتھر اس میں لڑھکا یا جائے گا' تو اس کی تہہ تک پہنچنے سے پہلے وہ ستر سال تک پستی کی طرف رواں دواں رہے گا لیکن تہہ تک نہیں پہنچ سکے گا۔ اللہ کی قسم جہنم کو پر کر دیا جائے گا۔ کیا تم کو اس سے تعجب ہے؟ اور ہمارے لیے ذکر کیا گیا کہ جنت کے دو کواڑوں کے درمیان کا فاصلہ چالیس سال کا ہے اور اس پر ایک وقت آئے گا کہ بہت زیادہ بھرا ہوگا۔ بے شک میں نے اپنے آپ کو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سات میں ساتواں دیکھا ہمارے لیے درخت کے پتوں کے سوا کھانے کو کچھ نہ تھا۔ یہاں تک کہ ہمارے منہ زخمی ہو گئے۔ پھر مجھے ایک چادر ملی وہ میں نے اپنے اور سعد بن مالک کے درمیان نصف نصف کر لی۔ نصف کو میں نے تہہ بند بنایا اور دوسرے نصف کو سعد نے آج ہم میں سے ہر ایک کسی نہ کسی شہر پر حاکم ہے میں اس بات سے اللہ کی پناہ چاہتا ہوں کہ اپنے آپ میں بڑا بنوں حالانکہ میں اللہ کی بارگاہ میں بہت چھوٹا ہوں۔ (مسلم)

قَوْلُهُ: "اٰذَنَتْ هُوَ بِمَدِّ الْاَلِفِ، اَيْ: اَعْلَمَتْ۔ وَقَوْلُهُ: "بِصُرْمٍ هُوَ بِضَمِّ الصَّادِ، اَيْ: بِانْقِطَاعِهَا وَفَنَائِهَا۔ وَقَوْلُهُ: "وَوَلَّتْ حَذَّاءَ هُوَ بِحَاءٍ مُّهْمَلَةٍ مَفْتُوْحَةٍ، ثُمَّ ذَالٍ مُعْجَمَةٍ مُشَدَّدَةٍ، ثُمَّ اَلِفٍ مَّمْدُوْدَةٍ، اَيْ: سَرِيْعَةٍ۔ وَ"الصُّبَابَةُ بِضَمِّ الصَّادِ الْمُهْمَلَةِ وَهِيَ: الْبَقِيَّةُ الْيَسِيْرَةُ۔ وَقَوْلُهُ: "يَتَصَابُّهَا هُوَ بتشديد الباء قبل الهاء، اَيْ: يَجْمَعُهَا۔

اٰذَنَتْ: الف ممدودہ کے ساتھ یعنی اعلان کیا' بتا دیا۔ بِصُرْمٍ: صاد پر پیش کے ساتھ فناء ہو جانا' ختم ہونا۔ وَلَّتْ حَذَّاءُ: حا مہملہ پر زبر ذال معجمہ پر شد پھر الف ممدودہ کے ساتھ اس کا معنیٰ ہے جلدی' تیزی سے۔ صُبَابَۃُ: صاد مہملہ کی پیش کے ساتھ پس خوردہ' تلچھٹ' تھوڑا سا بچا ہوا۔ يَتَصَابُّهَا: ہا سے پہلے با مشدد یعنی اس کو جمع کر کے حاصل کرتا ہے۔ كَظِيْظٌ: یعنی

وَ"الْكَظِيظُ": الْكَثِيْرُ الْمُمْتَلِئُ. وَقَوْلُهُ: "قَرِحَتْ" هُوَ بِفَتْحِ الْقَافِ وَكَسْرِ الرَّاءِ، أَيْ صَارَتْ فِيْهَا قُرُوْحٌ۔

بہت بھرا ہوا۔ قَرِحَتْ: قاف پر زبر اور راء پر زیر کے ساتھ مطلب ہے وہ زخمی ہوگئے۔

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب الزھد والرقائق، ج۸ص۲۰۵، رقم: ۶۲۵، مسند امام احمد بن حنبل، حدیث عتبة بن غزوان، ج۴ص۱۷۴، رقم: ۱۷۶۱۱، المستدرک للحاکم، ذکر مناقب عتبة بن غزوان، ج۳ص۲۹۲، رقم: ۵۱۹۳، المعجم الکبیر للطبرانی، من اسمه عتبة بن غزوان السلمی، ج۱۷ص۱۱۳، رقم: ۱۳۹۶۶، مصنف عبد الرزاق، باب صفة اھل النار، ج۱۱ص۴۲۱، رقم: ۲۰۸۹۱)

شرح حدیث: فَقَر کیا ہے؟

حضرتِ سیِّدُنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ ایک شخص نبیٔ مُکَرَّم، نُورِ مُجَسَّم، رسولِ اَکرم، شہنشاہِ بنی آدم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض گزار ہوا: یارسولَ اللہ عزَّ وَجَلَّ وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم! فَقر کیا ہے؟ آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: اللہ عزَّ وَجَلَّ کے خزانوں میں سے ایک خزانہ ہے۔ اس نے دوبارہ عرض کی: یارسولَ اللہ عزَّ وَجَلَّ وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم! فقر کیا ہے؟ تو آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: اللہ عزَّ وَجَلَّ کی عطاؤں میں سے ایک عطاء ہے۔ اس نے تیسری بار پھر عرض کی: یارسولَ اللہ عزَّ وَجَلَّ وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم! فقر کیا ہے؟ تو آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: یہ وہ چیز ہے جو اللہ عزَّ وَجَلَّ اپنے نبی، رسول اور معزَّز و مکرَّم بندے کے سوا کسی کو عطا نہیں فرماتا۔

انبیاء کرام علیہم السلام اور فقراء کی تخلیق جنّت کی مٹی سے ہوئی

حضور سیِّدُ الانبیاء والمرسلین، جنابِ رحمۃٌ للعٰلمین صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ ذیشان ہے: فقیر وہ ہے جس کی بھوک اور مرض کا لوگوں کو علم نہ ہو۔ اللہ عزَّ وَجَلَّ نے مخلوق کو زمین کی مٹی سے اور انبیاء وفقراء کو جنت کی مٹی سے پیدا فرمایا۔ تو جو اللہ عزَّ وَجَلَّ کی امان چاہے اُسے چاہے کہ فقراء کی عزت کرے۔

نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ حقیقت بیان ہے: جنت کے آٹھ دروازے ہیں، اُن میں سے سات فقراء کے لئے اور ایک اغنیاء کے لئے ہے۔ اور جہنم کے سات دروازے ہیں، ان میں سے چھ فقراء پر حرام اور اغنیاء کے لئے حلال ہیں۔ اور ایک دروازہ فقراء کے لئے ہے۔

حضرتِ سیِّدُنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ حضور سیِّدُ المُبلِّغین، جنابِ رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِین صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: اللہ عزَّ وَجَلَّ کے نزدیک سب سے پسندیدہ لوگ فقراء ہیں۔ کیونکہ اللہ عزَّ وَجَلَّ کو سب سے زیادہ محبوب انبیاء کرام ہیں اور اس نے انہیں فقر میں مبتلا فرمایا۔

حضرتِ سیِّدُ نا ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت فرماتے ہیں: اے لوگو! تمہیں فاقہ وتنگدستی اس بات پر نہ ابھارے کہ تم حرام طریقے پر رزق طلب کرنے لگو۔ بے شک میں نے شہنشاہِ خوش خِصال، پیکرِ حُسن وجمال، دافِعِ رنج و مَلال، صاحبِ جُودونوال، رسولِ بے مثال، بی بی آمنہ کے لال صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم ورضی اللہ تعالیٰ عنہا کو یہ دعا فرماتے ہوئے سنا: اَللّٰهُمَّ تَوَفَّنِیْ فَقِیْرًا وَلَا تَتَوَفَّنِیْ غَنِیًّا وَاحْشُرْنِیْ فِیْ زُمْرَةِ الْمَسَاكِیْنِ یعنی اے اللہ عزَّ وَجَلَّ! مجھے فقیری میں موت عطا فرما، امیری میں موت نہ دے اور مجھے مساکین کی جماعت میں اُٹھا۔

(شعب الایمان للبیہقی، باب فی قبض الید عن الاموال المحرمۃ، الحدیث ۵۴۹۹، ج ۴، ص ۳۸۹)

(502) وَعَنْ اَبِیْ مُوْسَی الْاَشْعَرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: اَخْرَجَتْ لَنَا عَائِشَةُ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا كِسَاءً وَّاِزَارًا غَلِیْظًا، قَالَتْ: قُبِضَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْ هٰذَیْنِ. مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ.

حضرت ابوموسیٰ اشعری ﷛ سے روایت ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ ﷝ نے ہمارے سامنے ایک اوڑھنے کی چادر اور ایک موٹا تہہ بند نکالا اور کہا رسول اللہ ﷺ نے ان دو کپڑوں میں وصال فرمایا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب الاکسیۃ والخمائص، ج۷، ص۱۲۷، رقم: ۵۸۱۸ صحیح مسلم، باب التواضع فی اللباس والاقتصار علی الغلیظ منه والیسیر فی اللباس، ج۶، ص۱۴۵، رقم: ۵۵۶۳، الاداب للبیہقی، باب من اختار التواضع فی اللباس، ج۱، ص۲۹۶، رقم: ۴۹۵، سنن ترمذی، باب ما جاء فی لبس الصوف، ج۳، ص۲۲۴، رقم: ۱۷۳۳، مسند امام احمد، حدیث السیدۃ عائشہ رضی اللہ عنہا، ج۱، ص۳۲، رقم: ۲۴۰۸۳)

شرح حدیث: وصال کا اثر

حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال سے حضرات صحابہ کرام اور اہل بیت عظام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو کتنا بڑا صدمہ پہنچا؟ اور اہل مدینہ کا کیا حال ہوگیا؟ اس کی تصویر کشی کے لئے ہزاروں صفحات بھی متحمل نہیں ہو سکتے۔ وہ شمع نبوت کے پروانے جو چند دنوں تک جمال نبوت کا دیدار نہ کرتے تو ان کے دل بے قرار اور ان کی آنکھیں اشکبار ہو جاتی تھیں۔ ظاہر ہے کہ ان عاشقانِ رسول پر جان عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دائمی فراق کا کتنا روح فرسا اور کس قدر جانکاہ صدمہ عظیم ہوا ہوگا؟ جلیل القدر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم بلا مبالغہ ہوش وحواس کھو بیٹھے، ان کی عقلیں گم ہوگئیں، آوازیں بند ہوگئیں اور وہ اس قدر مخبوط الحواس ہو گئے کہ ان کے لئے یہ سوچنا بھی مشکل ہو گیا کہ کیا کہیں؟ اور کیا کریں؟ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر ایسا سکتہ طاری ہو گیا کہ وہ اِدھر اُدھر بھاگے بھاگے پھرتے تھے مگر کسی سے نہ کچھ کہتے تھے نہ کسی کی کچھ سنتے تھے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ رنج وملال میں نڈھال ہوکر اس طرح بیٹھ رہے کہ ان میں اٹھنے بیٹھنے اور چلنے پھرنے کی سکت ہی نہیں رہی۔ حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قلب پر ایسا دھچکا لگا کہ وہ اس صدمہ کو برداشت نہ کر سکے اور ان کا ہارٹ فیل ہو گیا۔ (مدارج النبوت، قسم سوم، باب دوم، ج ۲، ص ۴۳۲ ملخصا والمواہب اللدنیۃ وشرح الزرقانی، الفصل الاول فی

اتمامہ...الخ، ج ۱۲، ص ۱۴۲، ۱۴۳)

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس قدر ہوش وحواس کھو بیٹھے کہ انہوں نے تلوار کھینچ لی اور ننگی تلوار لے کر مدینہ کی گلیوں میں اِدھر اُدھر آتے جاتے تھے اور یہ کہتے پھرتے تھے کہ اگر کسی نے یہ کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وفات ہوگئی تو میں اِس تلوار سے اس کی گردن اڑا دوں گا۔ (مدارج النبوت، قسم سوم، باب دوم، ج ۲، ص ۴۳۲)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بیان ہے کہ وفات کے بعد حضرت عمر و حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما اجازت لے کر مکان میں داخل ہوئے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھ کر کہا کہ بہت ہی سخت غشی طاری ہوگئی ہے۔ جب وہ وہاں سے چلنے لگے تو حضرت مغیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ اے عمر! تمہیں کچھ خبر بھی ہے؟ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وصال ہو چکا ہے۔ یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپے سے باہر ہو گئے اور تڑپ کر بولے کہ اے مغیرہ! تم جھوٹے ہو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اس وقت تک انتقال نہیں ہوسکتا جب تک دنیا سے ایک ایک منافق کا خاتمہ نہ ہو جائے۔ (المواهب اللدنیة وشرح الزرقانی، الفصل الاول فی اتمامہ...الخ، ج ۱۲، ص ۱۳۹)

مواہب لدنیہ میں طبری سے منقول ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وفات کے وقت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سُنحمیں تھے جو مسجد نبوی سے ایک میل کے فاصلہ پر ہے۔ ان کی بیوی حضرت حبیبہ بنت خارجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا وہیں رہتی تھیں۔

چونکہ دوشنبہ کی صبح کو مرض میں کمی نظر آئی اور کچھ سکون معلوم ہوا اس لئے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خود حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اجازت دے دی تھی کہ تم سُنحلے جاؤ اور بیوی بچوں کو دیکھتے آؤ۔

(المواهب اللدنیة وشرح الزرقانی، الفصل الاول فی اتمامہ...الخ، ج ۱۲، ص ۱۳۳، ۱۳۴)

بخاری شریف وغیرہ میں ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر سُنحسے آئے اور کسی سے کوئی بات نہ کہی نہ سنی۔ سیدھے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حجرے میں چلے گئے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے رخ انور سے چادر ہٹا کر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر جھکے اور آپ کی دونوں آنکھوں کے درمیان نہایت گرم جوشی کے ساتھ ایک بوسہ دیا اور کہا کہ آپ اپنی حیات اور وفات دونوں حالتوں میں پاکیزہ رہے۔ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں ہرگز خداوند تعالیٰ آپ پر دو موتوں کو جمع نہیں فرمائے گا۔ آپ کی جو موت لکھی ہوئی تھی آپ اس موت کے ساتھ وفات پا چکے۔ اسکے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسجد میں تشریف لائے تو اس وقت حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ لوگوں کے سامنے تقریر کر رہے تھے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اے عمر! بیٹھ جاؤ۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیٹھنے سے انکار کر دیا تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انہیں چھوڑ دیا اور خود لوگوں کو متوجہ کرنے کے لئے خطبہ دینا شروع کر دیا کہ (صحیح البخاری، کتاب الجنائز، باب الدخول علی المیت...الخ، الحدیث: ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ج ۱، ص ۴۲۱ ملخصاً)

امابعد! جو شخص تم میں سے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عبادت کرتا تھا وہ جان لے کہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا اور جو شخص تم میں سے خداعزوجل کی پرستش کرتا تھا تو خدا زندہ ہے وہ کبھی نہیں مرے گا۔ پھر اس کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سورۂ آل عمران کی یہ آیت تلاوت فرمائی۔

وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ؕ اَفَائِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ ؕ وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْـًٔا ؕ وَسَيَجْزِى اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ ○

(پ ۴، ال عمران: ۱۴۴)

اور محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) تو ایک رسول ہیں ان سے پہلے بہت سے رسول ہو چکے تو کیا اگر وہ انتقال فرما جائیں یا شہید ہو جائیں تو تم الٹے پاؤں پھر جاؤ گے؟ اور جو الٹے پاؤں پھرے گا اللہ کا کچھ نقصان نہ کریگا اور عنقریب اللہ شکر ادا کرنے والوں کو ثواب دے گا۔ (آل عمران)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہتے ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ آیت تلاوت کی تو معلوم ہوتا تھا کہ گویا کوئی اس آیت کو جانتا ہی نہ تھا۔ ان سے سن کر ہر شخص اسی آیت کو پڑھنے لگا۔

(صحیح البخاری، کتاب الجنائز، باب الدخول علی المیت... الخ، الحدیث: ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ج ۱، ص ۴۲۱)

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زبان سے سورہ آلِ عمران کی یہ آیت سنی تو مجھے معلوم ہو گیا کہ واقعی نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اضطراب کی حالت میں ننگی شمشیر لے کر جو اعلان کرتے پھرتے تھے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وصال نہیں ہوا اس سے رجوع کیا اور ان کے صاحبزادے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہتے ہیں کہ گویا ہم پر ایک پردہ پڑا ہوا تھا کہ اس آیت کی طرف ہمارا دھیان ہی نہیں گیا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خطبہ نے اس پردہ کو اٹھا دیا۔

(مدارج النبوت، قسم چہارم، باب دوم، ج ۲، ص ۴۳۴)

(503) وَعَنْ سَعْدِ بْنِ اَبِىْ وَقَّاصٍ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: اِنِّىْ لَاَوَّلُ الْعَرَبِ رَمٰى بِسَهْمٍ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ، وَلَقَدْ كُنَّا نَغْزُوْ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا لَنَا طَعَامٌ اِلَّا وَرَقُ الْحُبْلَةِ، وَهٰذَا السَّمُرُ، حَتّٰى اِنْ كَانَ اَحَدُنَا لَيَضَعُ كَمَا تَضَعُ الشَّاةُ مَا لَهٗ خَلْطٌ۔ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

حضرت سعد بن ابی وقاص ﷛ سے روایت ہے فرمایا میں پہلا عربی ہوں۔ جس نے اللہ کی راہ میں تیر چلایا۔ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مل کر جہاد کیا کرتے حالانکہ ہمارا کھانا صرف میتھی کے پتے اور کیکر کے پتے ہوتے اور ہم میں سے کوئی اجابت پاخانہ یوں کرتا جس طرح بکری مینگنیاں کرتی ہے۔ اس میں (خشکی کی وجہ سے) لیس نہ ہوتا۔ (متفق علیہ)

"اَلْحُبْلَة بِضَمِّ الْحَاءِ الْمُهْمَلَةِ وَاِسْكَانِ الْبَاءِ الْمُوَحَّدَةِ: وَهِيَ وَالسَّمُرُ، نَوْعَانِ مَعْرُوْفَانِ مِنْ شَجَرِ الْبَادِيَةِ.

حُبْلَةُ حا مہملہ پر پیش کے ساتھ اور با موحدہ کے سکون کے ساتھ تھی اَلسَّمُر: کیکر یہ دونوں جنگل کی معروف پیداوار ہیں۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب ما کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم واصحابہ یاکلون، ج۴،ص۲۷، رقم: ۶۴۱۲، صحیح مسلم، باب الزهد والرقائق، ج۸ص۲۱۵، رقم: ۷۶۲۳، السنن الکبری للبیهقی، باب الجمع فی الاستنجا بین المسح بالاحجار، ج۱ص۱۰۶، رقم: ۵۳۱، المعجم الکبیر، من اسمه عتبة بن غزوان السلمی، ج۱۷ص۱۱۶، رقم: ۱۳۹۷۳، مسند امام احمد بن حنبل، مسند سعد بن ابی وقاص، ج۱ص۱۶۷، رقم: ۱۴۹۸)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

آپ نے کس موقعہ پر یہ تیر چلایا تھا اول تیر چلانا بھی اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمت رحمت ہے۔

حبلہ ح کے پیش ب کے سکون سے کیکر یعنی ببول کے بیج۔ نہ معلوم وہ حضرات یہ کیسے کھاتے ہوں گے یہ ہیں ان حضرات کی قربانیاں بے مثال اسلام کی قدر ان سے پوچھو ہم نے کمایا ہوا اسلام پایا ہم کیا قدر کر سکتے ہیں۔

(لیس نہ ہوتا) یعنی ہم کو پاخانہ بکری کی مینگنی کی طرح بالکل خشک ہوتا تھا جس میں کوئی تری نہیں، اگر کوئی تر چیز کھائیں تو تری ہو جب پتے اور ببول کے بیج کھائے جائیں گے تو پاخانہ بھی ایسا ہی ہوگا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت سعد ابن ابی وقاص کو کوفہ کا گورنر مقرر فرمایا تھا، وہاں قبیلہ بنی اسد آباد تھے ان لوگوں نے آپ کی شکایت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں کی اس شکایت میں یہ بھی کہا کہ یہ نماز غلط پڑھتے ہیں اور ہم کو غلط ہی پڑھاتے ہیں جس سے ہماری نمازیں برباد ہوتی ہیں، حضرت عمر نے آپ کو طلب فرمایا اور ان کی شکایت پیش کیں تو آپ نے جواب میں یہ فرمایا کہ میں اولین مؤمنوں میں سے ہوں میں نے صدہا نمازیں حضور کے پیچھے پڑھی ہیں میری نماز غلط کیسے ہوسکتی ہے۔

یعنی اگر ان تمام خدمات اور صحبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے باوجود مجھے نماز بھی نہیں آئی میں ان لوگوں کے سکھانے کا حاجت مند رہا تو میں بہت ہی خائب و خاسر ہوا، یہ لوگ مجھے نماز سکھانے کی کوشش نہ کریں بلکہ مجھ سے نماز اور دوسرے احکام اسلام سیکھیں میں صحبت یافتہ مصطفی ہوں صلی اللہ علیہ وسلم۔ یہاں بنی اسد سے مراد زبیر ابن عوام ابن خویلد ابن اسد کی اولاد ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ضرورت کے وقت اپنے علمی کمالات و فضائل بیان کرنا جائز ہے کہ یہ بھی رب کا شکر ہے فخر نہیں۔

اسلام سے مراد نماز ہے کیونکہ نماز اسلام کا بہت اہم رکن ہے، قرآن مجید میں نماز کو ایمان کہا گیا ہے مَا کَانَ اللّٰهُ لِیُضِیْعَ اِیْمَانَکُمْ تعزیر بمعنی سزا بھی آتا ہے اور بمعنی تعلیم اور بمعنی تعظیم بھی وَ تُعَزِّرُوْهُ وَ تُوَقِّرُوْهُ وَ تُسَبِّحُوْهُ یہاں بمعنی تعلیم

ہے۔(اشعہ)(مرآۃ المناجیح، ج۸،ص۳۶۹)

(504) وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: "اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ رِزْقَ اٰلِ مُحَمَّدٍ قُوْتًا مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے دعا کی اے اللہ! آل محمد کا رزق کفایت شعاری کا بنا۔(متفق علیہ)

قَالَ اَهْلُ اللُّغَةِ وَالغَرِیْبِ: مَعْنٰی "قُوْتًا" اَیْ: مَا یَسُدُّ الرَّمَقَ.

لغت کے علماء نے کہا قوت کا معنی ہے، جس سے زندگی باقی رہ سکے۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب کیف کان عیش النبی صلی اللہ علیہ وسلم واصحابه و تخلیهم من الدنیا، ج۴ص۹۸، رقم: ۶۴۶۰ صحیح مسلم، باب فی الکفاف والقناعة، ج۲ص۱۰۲، رقم: ۲۴۷۳ السنن الکبرٰی للبیهقی، باب الدلیل علی ان ازواجه صلی اللہ علیہ وسلم من اهل بیته، ج۲ص۱۵۰، رقم: ۲۹۷۶ سنن ابن ماجه، باب القناعة، ج۲ص۱۳۸۷، رقم: ۴۱۳۹ سنن ترمذی، باب ما جاء فی معیشة النبی صلی اللہ علیہ وسلم واهله، ج۴ص۵۸۰، رقم: ۲۳۶۱)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یہاں آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے مراد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خاص امتی ہیں جو قیامت تک ہوتے رہیں گے لہذا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا ان کے حق میں قبول ہوئی، یہ نہیں کہا جا سکتا بہت سید بڑے امیر ہوتے ہیں۔جمیع آل محمد نہیں فرمایا دیکھو مرقاۃ میں شرح اس حدیث کی۔کفاف بنا ہے کف سے بمعنی روکنا،اس سے مراد وہ مال ہے جو انسان کو سوال کرنے سے بچائے، بھیک سے روک لے یعنی بقدر ضرورت مالی ضرورت ہر شخص کی مختلف ہے لہذا کفاف بھی ہر شخص کا علیحدہ۔اس فرمان عالی میں امت کو تعلیم ہے کہ بقدر ضرورت مال پر قناعت کریں زیادتی کی ہوس میں ذلیل وخوار نہ ہو۔(اشعہ)(مرآۃ المناجیح، ج۷،ص۱۰)

مال میں زیادتی کی خواہش

جو مال حاجت اور ضرورت سے زائد ہو تو وہ شیطان کا ٹھکانا ہوتا ہے کیونکہ جس کے پاس اس قسم کا زائد مال نہیں ہوتا اس کا دل بے جا تفکرات سے خالی ہوتا ہے، لہٰذا اگر ایسے شخص کو کسی راستے میں 100 دینار پڑے ہوئے مل جائیں تو اس کے دل میں ایسی 10 خواہشیں سر اٹھانے لگتی ہیں کہ جن میں سے ہر خواہش 100 دینار کی محتاج ہوتی ہے، لہٰذا وہ مزید 900 دینار کا محتاج ہو جاتا ہے، حالانکہ وہ 100 دینار ملنے سے پہلے ہر خواہش سے بے پرواہ تھا، پھر جب اس نے 100 دینار پالئے تو یہ خیال کیا کہ وہ محتاج نہیں ہے حالانکہ اس کا گھر، خادمہ اور ساز وسامان خریدنے کے لئے 900 دینار کا محتاج ہونا ظاہر ہو چکا، اور صرف یہی نہیں بلکہ ان اشیاء کی خریداری کے بعد ان کے لوازمات پورے کرنے کے لئے مزید رقم کا محتاج ہونا بھی ثابت ہو گیا، تو اس طرح وہ ایک ایسی گھاٹی میں گر جائے گا جس کی انتہاء جہنم کی اتھاہ گہرائیوں کے سوا کچھ

نہیں۔

جب ابلیس کے چیلے صحابہ کرام علیہم الرضوان پر کامیابی پانے سے مایوس ہو گئے اور انہوں نے ابلیس سے شکایت کی تو اس نے ان سے کہا: صبر کرو! ہوسکتا ہے ان پر دنیا کے دروازے کھل جائیں اور پھر تم ان سے اپنی حاجتیں پوری کرسکو۔

(الزواجر عن اقتراف الکبائر، صفحہ ۲۸۴)

(505) وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: وَاللهِ الَّذِیْ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ، اِنْ کُنْتُ لَاَعْتَمِدُ بِکَبِدِیْ عَلَی الْاَرْضِ مِنَ الْجُوْعِ، وَاِنْ کُنْتُ لَاَشُدُّ الْحَجَرَ عَلٰی بَطْنِیْ مِنَ الْجُوْعِ. وَلَقَدْ قَعَدْتُّ یَوْمًا عَلٰی طَرِیْقِهِمُ الَّذِیْ یَخْرُجُوْنَ مِنْهُ، فَمَرَّ بِیَ النَّبِیُّ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، فَتَبَسَّمَ حِیْنَ رَاٰنِیْ، وَعَرَفَ مَا فِیْ وَجْهِیْ وَمَا فِیْ نَفْسِیْ، ثُمَّ قَالَ: "اَبَا هِرٍّ" قُلْتُ: لَبَّیْكَ یَا رَسُوْلَ اللهِ، قَالَ: "اِلْحَقْ" وَمَضٰی فَاتَّبَعْتُهُ، فَدَخَلَ فَاسْتَاْذَنَ، فَاَذِنَ لِیْ فَدَخَلْتُ، فَوَجَدَ لَبَنًا فِیْ قَدَحٍ، فَقَالَ: "مِنْ اَیْنَ هٰذَا اللَّبَنُ؟" قَالُوْا: اَهْدَاهُ لَكَ فُلَانٌ - اَوْ فُلَانَةٌ - قَالَ: "اَبَا هِرٍّ" قُلْتُ: لَبَّیْكَ یَا رَسُوْلَ اللهِ، قَالَ: "اِلْحَقْ اِلٰی اَهْلِ الصُّفَّةِ فَادْعُهُمْ لِیْ" قَالَ: وَاَهْلُ الصُّفَّةِ اَضْیَافُ الْاِسْلَامِ، لَا یَاْوُوْنَ عَلٰی اَهْلٍ وَّلَا مَالٍ وَّلَا عَلٰی اَحَدٍ، وَّکَانَ اِذَا اَتَتْهُ صَدَقَةٌ بَعَثَ بِهَا اِلَیْهِمْ، وَلَمْ یَتَنَاوَلْ مِنْهَا شَیْئًا، وَّاِذَا اَتَتْهُ هَدِیَّةٌ اَرْسَلَ اِلَیْهِمْ، وَاَصَابَ مِنْهَا، وَاَشْرَکَهُمْ فِیْهَا. فَسَآءَنِیْ ذٰلِكَ، فَقُلْتُ: وَمَا هٰذَا اللَّبَنُ فِیْ اَهْلِ الصُّفَّةِ! کُنْتُ اَحَقُّ اَنْ اُصِیْبَ مِنْ هٰذَا اللَّبَنِ شَرْبَةً اَتَقَوّٰی بِهَا، فَاِذَا جَآءُوْا وَاَمَرَنِیْ فَکُنْتُ اَنَا اُعْطِیْهِمْ، وَمَا عَسٰی اَنْ یَّبْلُغَنِیْ مِنْ هٰذَا اللَّبَنِ. وَلَمْ یَکُنْ مِنْ طَاعَةِ اللهِ وَطَاعَةِ رَسُوْلِ اللهِ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا اس اللہ کی قسم! جس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ بھوک کی وجہ سے میں اپنا پیٹ زمین پر رکھ کر دبا تا تھا۔ اور میں بھوک کی وجہ سے پیٹ پر پتھر باندھ لیتا ایک دن میں راستہ پر بیٹھا تھا۔ پس نبی اکرم ﷺ میرے پاس سے گزرے آپ نے مجھے دیکھ کر تبسم فرمایا اور پہچان لیا جو میرے چہرہ اور میرے دل میں تھا۔ پھر فرمایا ابوہریرہ میں نے عرض کیا: لبیک یارسول اللہ، فرمایا پیچھے آؤ میں چلا آیا آپ گھر گئے جا کر پردہ کروایا پھر مجھے بلایا تو میں گھر میں داخل ہوا۔ آپ نے پیالہ میں (گھر میں) دودھ پایا۔ فرمایا: یہ دودھ کہاں سے آیا ہے۔ انہوں نے عرض کیا: یہ آپ کے لیے فلاں نے یا فلانہ نے ہدیہ کیا ہے۔ فرمایا: اے ابوہریرہ میں نے عرض کیا: حاضر ہوں، یارسول اللہ! فرمایا: اصحاب صفہ کے پاس جا کر ان کو بلالاؤ۔ اصحاب صفہ اسلام کے مہمان تھے۔ گھر، مال یا کسی کے پاس پناہ لینے کے لیے نہ جاتے اور جب ہدیہ آتا تو آپ (ﷺ) ان کو بلاتے اور اس میں سے خود بھی لیتے اور ان کو بھی حصہ عطا فرماتے۔ مجھے یہ (بلانے کا حکم) اچھا نہ لگا۔ میں نے کہا یہ پیالہ اصحاب صفہ میں کیا حیثیت رکھتا ہے۔ میں اس بات کا زیادہ حق دار تھا کہ یہ پیالہ مجھے عنایت ہوتا۔ اتنا پی لیتا کہ مجھے قوت حاصل ہو

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بُدٌّ، فَاَتَيْتُهُمْ فَدَعَوْتُهُمْ، فَاَقْبَلُوْا وَاسْتَاْذَنُوْا، فَاَذِنَ لَهُمْ وَاَخَذُوْا مَجَالِسَهُمْ مِنَ الْبَيْتِ، قَالَ: "يَا اَبَا هِرٍّ" قُلْتُ: لَبَّيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، قَالَ: "خُذْ فَاَعْطِهِمْ" قَالَ: فَاَخَذْتُ الْقَدَحَ، فَجَعَلْتُ اُعْطِيْهِ الرَّجُلَ فَيَشْرَبُ حَتّٰى يَرْوٰى، ثُمَّ يَرُدُّ عَلَيَّ الْقَدَحَ، فَاُعْطِيْهِ الرَّجُلَ فَيَشْرَبُ حَتّٰى يَرْوٰى، ثُمَّ يَرُدُّ عَلَيَّ الْقَدَحَ، فَاُعْطِيْهِ الرَّجُلَ فَيَشْرَبُ حَتّٰى يَرْوٰى، ثُمَّ يَرُدُّ عَلَيَّ الْقَدَحَ حَتّٰى انْتَهَيْتُ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَقَدْ رَوِيَ الْقَوْمُ كُلُّهُمْ، فَاَخَذَ الْقَدَحَ فَوَضَعَهُ عَلٰى يَدِهٖ، فَنَظَرَ اِلَيَّ فَتَبَسَّمَ، فَقَالَ: "اَبَا هِرٍّ" قُلْتُ: لَبَّيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، قَالَ: "بَقِيْتُ اَنَا وَاَنْتَ" قُلْتُ: صَدَقْتَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، قَالَ: "اقْعُدْ فَاشْرَبْ" فَقَعَدْتُّ فَشَرِبْتُ، فَقَالَ "اشْرَبْ" فَشَرِبْتُ، فَمَا زَالَ يَقُوْلُ: "اشْرَبْ" حَتّٰى قُلْتُ: لَا، وَالَّذِيْ بَعَثَكَ بِالْحَقِّ لَا اَجِدُ لَهٗ مَسْلَكًا! قَالَ: "فَاَرِنِيْ" فَاَعْطَيْتُهُ الْقَدَحَ، فَحَمِدَ اللّٰهَ تَعَالٰى، وَسَمّٰى وَشَرِبَ الْفَضْلَةَ۔ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ۔

جاتی جب وہ آئیں گے اور آپ نے حکم دیا تو ان کو میں دوں گا۔ مجھے اس دودھ میں سے کیا بچے گا۔ لیکن اللہ اور رسول ﷺ کی اطاعت کے بغیر گزارہ بھی نہ تھا۔ میں ان کے پاس آیا ان کو بلایا وہ چلے آئے اور انہوں نے اجازت طلب کی۔ آپ نے اجازت عطا فرمائی۔ وہ گھر میں اپنی جگہوں پر بیٹھ گئے' تو آپ ﷺ نے فرمایا۔ اے ابوہریرہ میں نے عرض کیا۔ لبیک یارسول اللہ! فرمایا: پیالہ پکڑ ان کو دے۔ میں نے پیالہ پکڑا پس وہ ایک ایک آدمی کو دیتا وہ پی کر سیراب ہو جاتا پھر پیالہ مجھے واپس کرتا پھر میں وہ دوسرے کو دیتا وہ پی کر سیراب ہو جاتا پھر مجھے پیالہ واپس دیتا پھر میں اور کو دیتا وہ پی کر سیراب ہوتا۔ پھر مجھے پیالہ واپس کرتا حتیٰ کہ میں نبی اکرم ﷺ کے پاس پہنچا۔ اور سب لوگ سیراب ہو چکے تھے۔ آپ نے میری طرف دیکھ کر تبسم فرمایا پھر ارشاد فرمایا۔ اے ابوہریرہ میں نے عرض کیا: لبیک یارسول اللہ! آپ ﷺ نے فرمایا: میں اور تم باقی رہ گئے۔ میں نے عرض کیا: آپ نے سچ فرمایا: یارسول اللہ! فرمایا: بیٹھ جا اور پی' میں نے پیا۔ فرمایا: پی' میں نے پیا' آپ یہ فرماتے رہے حتیٰ کہ میں نے عرض کی: اس ذات کی قسم! جس نے آپ کو سچا رسول بنا کر بھیجا میں اس کی گنجائش نہیں پاتا۔ فرمایا: مجھے دکھا میں نے پیالہ آپ کو پیش کیا۔ آپ نے اللہ تعالیٰ کی حمد کی بسم اللہ پڑھی اور بچا ہوا پی لیا۔ (بخاری)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب کیف کان عیش النبی صلی اللہ علیہ وسلم واصحابہ وتخلیھم من الدنیا، ج۸ص۹۶ رقم: ۶۴۵۲ السنن الکبریٰ للبیہقی، باب المسلم یبیت فی المسجد، ج۲ص۴۴۶ رقم: ۴۵۱۱ سنن ترمذی، باب ما جاء فی

صفة أواني الحوض، ج۴ص۶۴۸ رقم: ۲۴۷۷)

شرح حدیث: اہلِ صفہ

اہلِ صفہ محبوبِ رَبُّ العزت، محسنِ انسانیت عزوجل وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کے ساتھ ہجرت کرنے والے وہ مہاجر فقراء تھے جو مسجد نبوی شریف کے چبوترے میں رہائش پذیر تھے، ہر مہاجر آکر ان کے ساتھ شامل ہوجاتا یہاں تک کہ ان کی تعداد بہت زیادہ ہوگئی۔ یہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سخت تنگدستی کے باوجود بہت صابر تھے، مگر انہیں اللہ عزوجل کے اپنے اولیاء کے لئے تیار کردہ انعامات کے مشاہدے نے اس بات پر آمادہ کیا تھا کیونکہ اللہ عزوجل نے ان کے دلوں سے اغیار کے ہر تعلق کو مٹادیا تھا اور انہیں نیکیوں میں سبقت اور فضیلت والے احوال ومقامات کی راہ دکھادی تھی، اسی وجہ سے یہ حضرات اس بات کے حقدار ہوگئے کہ اللہ عزوجل انہیں اپنے در سے دور نہ کرے اور اپنے محبوب بندوں کے سامنے ان کی مدح کا اعلان کرے کیونکہ مساجد ان کا ٹھکانا، اللہ عزوجل ان کا مطلوب اور مولیٰ، بھوک ان کی غذا، رات میں جب لوگ سوجائیں تو شب بیداری کرنا ان کی ترکاری (یعنی سالن) اور فقر وفاقہ ان کا شعار اور غربت وحیا ان کی پونجی تھی، ان کا فقر وہ عام فقر نہ تھا جو اللہ عزوجل کا مطلق محتاج ہونا ہے کیونکہ یہ تو ہر مخلوق کی صفت ہے اور اللہ عزوجل کے اس فرمان میں بھی یہی فقر مراد ہے:

یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ اِلَى اللّٰهِ ۚ

ترجمۂ کنز الایمان: اے لوگو! تم سب اللہ کے محتاج۔ (پ22، فاطر: 15)

بلکہ ان کا فقر وہ خاص فقر تھا جو اولیاء اللہ اور مقربینِ بارگاہِ ایزدی کا شعار ہے اور وہ یہ ہے کہ دل کا غیر کے تعلق سے خالی ہونا اور تمام حرکات وسکنات میں اللہ عزوجل کے مشاہدے سے نفع اٹھانا، اللہ عزوجل ہمیں ان کی محبت کے حقائق سے سرفراز فرماکر ان کے گرہ میں اٹھائے۔ آمین بجاہ النبی الامین صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم

(اَلزَّوَاجِرُ عَنْ اِقْتِرَافِ الْکَبَائِر صفحہ ۳۷۰)

(506) وَعَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيْرِيْنَ، عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: لَقَدْ رَاَيْتُنِيْ وَاِنِّيْ لَاَخِرُّ فِيْمَا بَيْنَ مِنْبَرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلٰى حُجْرَةِ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا مَغْشِيًّا عَلَيَّ، فَيَجِيْءُ الْجَائِيْ، فَيَضَعُ رِجْلَهٗ عَلٰى عُنُقِيْ، وَيَرٰى اَنِّيْ مَجْنُوْنٌ وَّمَا بِيْ مِنْ جُنُوْنٍ، مَا بِيْ اِلَّا الْجُوْعُ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

حضرت محمد بن سیرین حضرت ابوہریرہ ﷜ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے اپنے آپ کو اس حال میں دیکھا کہ میں رسول اللہ ﷺ کے منبر اور حجرہ حضرت عائشہ صدیقہ ﷝ کے درمیان بے ہوش ہوکر گر پڑتا آنے والا آتا۔ میری گردن پر پاؤں رکھ دیتا۔ لوگ سمجھتے کہ ابوہریرہ پاگل ہے حالانکہ مجھے دیوانگی نہ تھی۔ مجھے تو صرف بھوک ہوتی تھی۔ (بخاری)

تخریج حدیث: (صحیح البخاری، باب ما ذکر النبی صلی اللہ علیہ وسلم وحض علی اتفاق اھل العلم، ج۴ص۱۰۳، رقم: ۷۳۲۴، جامع الاصول لابن اثیر، الفصل الثانی فیما کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم واصحابہ علیہ من الفقر، ج۴ص۷۰۲، رقم: ۲۸۱۷)

شرح حدیث: زُہد کے درجات

زہد کے تین درجات ہیں:

پہلا درجہ: یہ ہے کہ انسان تکلُّف کے ساتھ دُنیا سے بے رغبتی اختیار کرے اور اپنی خواہشات کے باوجود اسے ترک کرنے کی کوشش کرے، تو ایسا شخص مُتَزَہِّد ہے اور ہو سکتا ہے وہ اس پر مداومت اختیار کرکے زُہد کو پالے۔

دوسرا درجہ: یہ ہے کہ وہ اپنی خوشی سے دنیا سے بے رغبتی اختیار کرے یعنی وہ جس چیز کی طمع کر رہا ہے اس کی نسبت سے دنیا کو حقیر جانے جیسے کوئی شخص دو دراہم کے لئے ایک درہم چھوڑ دیتا ہے اور یہ چیز اس پر دشوار نہیں ہوتی لیکن اس کی توجہ دُنیا اور اپنے نفس کی طرف بھی رہتی ہے (یعنی وہ خیال کرتا ہے کہ اس نے بڑی اہم چیز کو چھوڑا ہے) اور یہ بھی زہد ہے، لیکن اس میں نقصان کا اندیشہ ہے۔

تیسرا درجہ: سب سے اعلیٰ ہے اور وہ یہ کہ بندہ خوشی سے زہد اختیار کرے اور اپنے زہد میں مبالغہ اختیار کرے اور یہ خیال نہ کرے کہ اس نے کوئی چیز چھوڑی ہے اس لئے کہ وہ جانتا ہے کہ دنیا کوئی چیز نہیں اس کی مثال اس شخص کی ہے، جس نے پتھر کو چھوڑا اور موتی لے لیا، پس وہ اس چیز کو اس کا بدلہ نہیں سمجھتا اور دنیا کی آخرت کے مقابلے میں کوئی اہمیت نہیں۔

حضرت سَیِّدُنا ابو یزید علیہ رحمۃ اللہ الوحید نے حضرت سَیِّدُنا ابو موسیٰ عبدالرحمن علیہ رحمۃ اللہ المنّان سے پوچھا: آپ کس چیز کے متعلق گفتگو کر رہے ہیں؟ انہوں نے جواب دیا: زہد کے بارے میں۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے پوچھا: کس چیز میں زہد؟ جواب دیا: دنیا میں (یہ سن کر) حضرت سَیِّدُنا ابو یزید علیہ رحمۃ اللہ الوحید نے ہاتھ جھاڑتے ہوئے فرمایا: میرا خیال تھا کہ آپ کسی چیز کے بارے میں گفتگو کر رہے ہوں گے، دنیا تو کوئی چیز ہی نہیں جس میں زہد اختیار کیا جائے۔

اہلِ معرفت اور مشاہدات و مکاشفات سے معمور دل رکھنے والوں کے نزدیک آخرت کے لئے دنیا کو ترک کرنے والے کی مثال اس شخص کی ہے، جو بادشاہ کے دربار میں جانا چاہتا ہے، لیکن دروازے پر موجود کتّا اسے روک لیتا ہے، وہ اس کے سامنے روٹی کا ایک لقمہ ڈالتا ہے تو وہ اس میں مشغول ہو جاتا ہے، اور وہ خود دروازے میں داخل ہو جاتا ہے اور بادشاہ کا قرب حاصل کر لیتا ہے یہاں تک کہ اس کا حکم تمام مملکت میں نافذ ہونے لگتا ہے تو تمہارا کیا خیال ہے کہ کیا وہ اپنے حاصل کئے ہوئے مقام کے مقابلے میں اس لقمے کو زیادہ اہمیت دے گا، جو اس نے کتے کے سامنے ڈالا؟ شیطان بھی اللہ عَزَّوَجَلَّ کے دروازے پر ایک کتّا ہے، جو لوگوں کو داخل ہونے سے روکتا ہے، حالانکہ دروازہ کھلا اور پردہ اٹھا ہوا ہے۔ اور دنیا روٹی کے ایک لقمے کی طرح ہے، اگر تم اسے کھاؤ تو اس کی لذت صرف چبانے کی حد تک ہے، پھر نگلتے ہی

لذّت ختم ہو جائے گی، پھر اس کا بوجھ معدے میں باقی رہتا ہے اور بدبُو کی شکل اختیار کر لیتا ہے، پھر اس بوجھ کو نکالنے کی ضرورت پڑتی ہے۔ پس جو شخص اسے بادشاہ کا قرب حاصل کرنے کے لئے ترک کرتا ہے، تو وہ اس کی طرف کیسے متوجہ ہوگا؟ اور دنیا جو کسی شخص کو صحیح وسلامت حاصل ہوتی ہے آخرت کے مقابلے میں اس کی وہ نسبت بھی نہیں جو ایک لقمے کو دنیوی ملک کے ساتھ حاصل ہے، کیونکہ جس کی کوئی اِنتہاء ہو اسے غیر متناہی چیز سے کوئی نسبت نہیں اور دنیا عنقریب ختم ہونے والی ہے، اگرچہ اس کی عمر لاکھ سال ہو جائے اور وہ کدورتوں سے بالکل صاف ہو جائے پھر بھی اس کا انجام زوال ہی ہے۔

پس اب تو نے یہ بات جان لی تو یہ بھی جان لو! اعلیٰ درجہ یہ ہے کہ تم رضائے الٰہی عَزَّ وَجَلَّ کے لئے اس کے سوا ہر چیز سے بے رغبت ہو جاؤ اور یہ چیز اللہ عَزَّ وَجَلَّ (کے دیدار) کی لذت اور اس کے سوا ہر نعمت سے زہد اختیار کرنے کی معرفت سے حاصل ہوتی ہے۔ پس تمہیں چاہیے کہ اپنی ضرورت کے مطابق کھانا، لباس، نکاح اور رہائش اختیار کرو، جس سے تمہارے بدن کا گزارہ ہو اور تم اپنا دِفاع کر سکو، یہی حقیقی زہد ہے۔ وَاللّٰہُ اَعْلَم۔ (لُبَابُ الْاِحْیَاء صفحہ ۳۳۲)

(507) وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: تُوُفِّيَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَدِرْعُهُ مَرْهُوْنَةٌ عِنْدَ يَهُوْدِيٍّ فِيْ ثَلَاثِيْنَ صَاعًا مِّنْ شَعِيْرٍ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے وفات پائی اور حال یہ تھا کہ آپ کی زرہ ایک یہودی کے پاس تیس (30) ٹوپے جو کے بدلے گروی رکھی ہوئی تھی۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب ما قیل فی درع النبی صلی اللہ علیہ وسلم والقمیص فی الحرب، ج۲ص۲۴۱، رقم: ۲۹۱۶، صحیح مسلم، باب الزهد والرقائق، ج۸ص۲۱۹، رقم: ۶۳۶، السنن الکبری للبیهقی، باب جواز الرهن، ج۶ص۳۶، رقم: ۱۱۵۲۲، المعجم الکبیر للطبرانی، احادیث عبداللہ بن عباس، ج۱۱ص۳۲۸، رقم: ۱۱۹۲۸، السنن الکبری للنسائی، باب مبایعة اهل الکتاب، ج۴ص۴۹، رقم: ۶۲۴۶)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان لکھتے ہیں:

اس یہودی کا نام ابوشحم تھا، قبیلہ بنی ظفر سے تھا یا تو اس وقت صرف اسی کے پاس فالتو جَو تھے، کسی صحابی کے پاس ضرورت سے زائد نہ تھے یا حضرات صحابہ حضور انور سے گروی لینے پر ہرگز تیار نہ تھے اور گروی رکھنا ضروری تھا تاکہ آئندہ اس گروی کے مسائل لوگوں کو معلوم ہو سکیں اسی لیے یہودی سے قرض لیا اور اسے گروی دیا، حضور انور نے ابوشحم سے کچھ ادھار لیے تھے جیسا کہ دوسری روایات میں ہے۔

اس واقعہ سے بہت سے احکام شرعیہ معلوم ہوئے: کفار سے خرید و فروخت اور قرض کا لین دین جائز ہے اگرچہ ان کی آمدنی خالص حلال نہیں، وہ شراب وسور کی بھی تجارت کرتے ہیں، سود کا کاروبار بھی کرتے ہیں، ہر مخلوط آمدنی والے کا یہ

ہی حکم ہے. حضور انور نے دنیا میں زہد وقناعت اختیار کی، جنگی سامان کفار کے ہاں گروی رکھنا درست ہے اگر چہ بحالت جنگ ان کے ہاتھ ہتھیار فروخت کرنا ممنوع ہے، ذمی کفار اپنے مال واسباب کے شرعی مالک ہیں۔ رہن گھر میں بھی درست ہے، قرآن کریم میں رہن رکھنے کے لئے جو سفر کی قید ہے کہ وَاِنْ کُنْتُمْ عَلٰی سَفَرٍ الخ یہ قید اتفاقی ہے احترازی نہیں۔ خیال رہے کہ کفار کے ہاتھ قرآن شریف یا مسلمان غلام فروخت کرنا ممنوع ہے، دین میں میعاد ادا مقرر ہونی چاہیے تا کہ جھگڑا نہ پڑے۔ (مرقات) (مرآۃ المناجیح، ج ۴، ص ۴۸۶)

(508) وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: رَهَنَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دِرْعَهُ بِشَعِيْرٍ، وَّمَشَيْتُ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِخُبْزِ شَعِيْرٍ وَّاِهَالَةٍ سَنِخَةٍ، وَّلَقَدْ سَمِعْتُهُ يَقُوْلُ: "مَا اَصْبَحَ لِاٰلِ مُحَمَّدٍ صَاعٌ وَلَا اَمْسٰى وَاِنَّهُمْ لَتِسْعَةُ اَبْيَاتٍ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

"اَلْاِهَالَةُ بِكَسْرِ الْهَمْزَةِ: الشَّحْمُ الذَّائِبُ. وَ"السَّنِخَةُ بِالنُّوْنِ وَالْخَاءِ الْمُعْجَمَةِ: وَهِيَ الْمُتَغَيِّرَةُ.

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے اپنی زِرہ جو کے عوض گروی رکھی تھی اور میں رسول اللہ ﷺ کی طرف جو کی روٹی اور پگھلی ہوئی چربی لے کر حاضر ہوا۔ میں نے آپ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا۔ محمد (ﷺ) کے گھر والوں کے پاس ایک ٹوپہ نہ صبح کو اور نہ شام کو ہوتا' حالانکہ ان کے نو گھر تھے۔ (بخاری)

اِلاَّ هَالَةُ: ھاء پر زیر کے ساتھ پگھلی ہوئی چربی۔

اَلسَّنِخَةُ: نون اور خا معجمہ کے ساتھ مطلب ہے' تبدیل شدہ۔

تخریج حدیث: (صحیح البخاری، باب الرھن فی الحضر، ج۲ص۱۴۲، رقم: ۲۵۰۸، السنن الکبری للبیھقی، باب جواز الرھن، ج۶ص۳۶، رقم: ۱۱۵۲۲، جامع الاصول لابن اثیر، الفصل الثانی فیما کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم واصحابہ علیہ من الفقر، ج۳ص۲۸۹، رقم: ۲۸۰۲)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان لکھتے ہیں:

اھالہ پگھلائی ہوئی چربی اور سنخہ پرانی چربی جس میں پرانی ہونے کی وجہ سے بو پیدا ہو گئی ہو۔ معلوم ہوا کہ ایسی چربی حلال ہے کہ یہ مضر صحت نہیں ہوتی مگر سڑا بھنا کھانا صحت کے لیے بہت مضر ہے اس لیے اس کا کھانا جائز نہیں۔

حتی کہ جب حضور انور کی وفات ہوئی تو ذرہ یہودی کے ہاں گروی رکھی ہوئی حضرت ابوبکر صدیق نے چھڑائی۔ اس سے معلوم ہوا کہ کفار سے تجارتی لین دین مالی معاملات جائز ہیں اگر چہ ان کی آمدنی حرام وحلال سے مخلوط ہو، یہود کی حرام خوری پر قرآن مجید گواہ ہے لَیَاْکُلُوْنَ اَمْوٰلَ النَّاسِ بِالْبٰطِلِ مگر حضور انور نے ان سے قرض لیا کفار کے ہدیئے قبول فرمائے۔

آل محمد سے مراد حضور کی ازواج پاک ہیں اور یہ واقعہ فتح خیبر سے پہلے کا ہے، فتح خیبر کے بعد حضور انور ہر بیوی صاحبہ

کوسال بھر کا خرچ دیدیتے تھے۔ (لمعات واشعہ) (مرآۃ المناجیح، ج ۷، ص ۸۳)

(509) وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: لَقَدْ رَاَیْتُ سَبْعِیْنَ مِنْ اَهْلِ الصُّفَّةِ، مَا مِنْهُمْ رَجُلٌ عَلَیْهِ رِدَاءٌ، اِمَّا اِزَارٌ وَّاِمَّا كِسَاءٌ، قَدْ رَبَطُوْا فِیْ اَعْنَاقِهِمْ مِنْهَا مَا یَبْلُغُ نِصْفَ السَّاقَیْنِ، وَمِنْهَا مَا یَبْلُغُ الْكَعْبَیْنِ فَیَجْمَعُهُ بِیَدِهٖ كَرَاهِیَةَ اَنْ تُرٰی عَوْرَتُهٗ. رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا کہ میں نے ستر اہل صفہ کو دیکھا ان میں سے کسی کے پاس اوڑھنے کی چادر نہیں تھی یا تہبند تھا یا اوپر کرنے کی چادر جس کو وہ اپنی گردنوں میں باندھ لیتے۔ بعض کی چادریں نصف پنڈلی تک اور بعض کی ٹخنوں تک وہ اس کے گوشوں کو ہاتھ سے اکٹھا رکھتے تا کہ بے پردگی ظاہر نہ ہو۔ (بخاری)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب نوم المرأۃ فی المسجد، ج۱ص۹۶، رقم: ۴۴۲، سنن الکبرٰی للبیہقی، باب من جمع ثوبہ بیدہ کراھیۃ ان تبدوا عورتہ، ج۲ص۲۴۱، رقم: ۳۳۳۰، جامع الاصول لابن اثیر، الفصل الثانی فیما کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم واصحابہ علیہ من الفقر، ج۴ص۷۰۱، رقم: ۲۸۱۳)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان لکھتے ہیں:

صفہ کہتے ہیں چبوترے کو (تھڑہ) مسجد نبوی شریف سے متصل طلباء کے لیے ایک چبوترہ مقرر کیا گیا تھا جہاں یہ علم سیکھنے والے حضرات رہتے تھے انہیں اصحاب صفہ کہتے تھے، ان کی تعداد کل چار سو ہے، ان کے منتظم حضرت ابوہریرہ تھے یہ خود بھی انہیں میں سے تھے، ان حضرات نے اپنے کو دین کے لیے وقف کر دیا تھا، مدینہ پاک میں رہتے تو علم سیکھتے تھے ورنہ جہاد میں جاتے تھے، اہل مدینہ ان کو اپنے صدقات وخیرات دیتے تھے۔ آج کل بھی دینی مدارس میں یہی ہوتا ہے آج کل کے دینی مدارس کے لیے یہ حدیث اصل ہے۔ (مرقات)

یعنی قمیص تو کسی کے پاس تھی ہی نہیں صرف تہبند تھا وہ بھی اتنا چھوٹا کہ یہ حضرات اس ایک کپڑے میں پورا جسم ڈھانپنے کی کوشش کرتے تھے۔

یعنی یہ لوگ سجدہ ورکوع یا اٹھتے بیٹھتے اپنے ہاتھوں سے پکڑ لیتے تھے کیونکہ ان کپڑوں کی چوڑائی بہت کم تھی اگر ہاتھ سے نہ پکڑتے تو کھل جاتا ان ہاتھوں میں اسلام پروان چڑھا ہے۔ وہ لوگ ناشکرے ہیں کہ بہت نعمتوں کے مالک ہیں پھر اپنے کو غریب ہی کہتے ہیں۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۷، ص ۸۵)

(510) وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا، قَالَتْ: كَانَ فِرَاشُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مِنْ اُدُمٍ حَشْوُهٗ لِیْفٌ. رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ.

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بستر چمڑے کا تھا اور اس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی۔ (بخاری)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب کیف کان عیش النبی صلی اللہ علیہ وسلم واصحابہ، ج۸ص۴۷، رقم: ۶۴۵۶، سنن الکبریٰ للبیھقی، باب ما امرہ اللہ تعالیٰ بہ من اختیار الاخرۃ علی الاولیٰ، ج۷ص۴۷، رقم: ۱۳۰۹۵، جامع الاصول لابن اثیر، الفصل السادس فی الفراش والوسائد، ج۱۰ص۶۹۳، رقم: ۸۳۵۲، مسند اسحاق بن راھویہ، باب ما یروی عن عروۃ بن زبیر، ج۲ص۳۱۹، رقم: ۸۴۴)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان لکھتے ہیں:

بعض لوگوں نے لیف کے معنی کیے ہیں کھجور کی چھال، یہ غلط ہے چھال بہت سخت ہوتی ہے۔ لیف کھجور کے درخت کا گودا جو نرم ہوتا ہے، عرب شریف میں کم چوڑے بہت لمبے گدیلے تکیہ نما ہوتے ہیں ان پر سویا جاتا ہے یہاں وہی مراد ہے یعنی حضور کے سونے کا بستر ایسے گدیلے تھے سردی میں یہ بستر تھا اور گرمیوں میں ٹاٹ لہذا یہ حدیث ٹاٹ والی حدیث کے خلاف نہیں۔ (مرآۃ المناجیح، ج۶، ص۱۵۴)

دنیا کے بارے میں فرامینِ مصطفٰی صلَّی اللہ علیہ وسلَّم

حضور نبی اکرم، رسولِ محتشم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم اور آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین دنیا میں زہد (یعنی دنیا سے کنارہ کشی) اختیار کئے رہے کیونکہ دنیا ان کا دائمی گھر نہیں تھا یقینا حقیقی گھر تو آخرت ہے اور حضور نبی کریم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے اپنے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے لئے دنیا کے بارے میں بہت سی مثالیں بیان فرمائیں۔ چنانچہ،

حضرت سیدنا عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسولوں کے سالار، دوعالم کے مالک ومختار صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم ایک چٹائی پر سوگئے، جب اٹھے تو آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کے پہلو مبارک پر چٹائی کے نشان تھے، ہم نے عرض کی: یارسول اللہ عزوجل وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم! اگر ہم آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کے لئے نرم بستر بچھا دیتے۔ آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: مجھے دنیا سے کوئی غرض نہیں، مَیں دنیا میں اُس مسافر کی طرح ہوں جو ایک درخت کے سائے میں (کچھ دیر) آرام کرتا ہے اور پھر کوچ کرجاتا ہے اور اس درخت کو چھوڑ دیتا ہے۔ (جامع الترمذی، کتاب الزھد، باب حدیث ما الدنیا... الخ، الحدیث: ۲۳۸۴، ص۱۸۹۰)

(511) وَ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: كُنَّا جُلُوْسًا مَّعَ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، إِذْ جَآءَ رَجُلٌ مِّنَ الْأَنْصَارِ، فَسَلَّمَ عَلَيْهِ، ثُمَّ أَدْبَرَ الْأَنْصَارِيُّ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "يَا أَخَا الْأَنْصَارِ، كَيْفَ أَخِيْ سَعْدُ بْنُ

حضرت ابن عمر ﷺ سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھے تھے۔ اچانک ایک انصاری آیا اس نے سلام عرض کیا: پھر وہ انصاری واپس پھرا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے انصار کے بھائی! میرے بھائی سعد بن عبادہ کی طبیعت کیسی ہے۔ عرض کی درست ہے۔

عُبَادَةَ؟فَقَالَ: صَالِحٌ. فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ يَعُوْدُهُ مِنْكُمْ؟فَقَامَ وَقُمْنَا مَعَهُ، وَنَحْنُ بِضْعَةَ عَشَرَ، مَا عَلَيْنَا نِعَالٌ، وَّلَا خِفَافٌ، وَّلَا قَلَانِسُ ، وَلَا قُمُصٌ، نَمْشِيْ فِيْ تِلْكَ السِّبَاخِ، حَتّٰى جِئْنَاهُ، فَاسْتَأْخَرَ قَوْمُهُ مِنْ حَوْلِهِ حَتّٰى دَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَصْحَابُهُ الَّذِيْنَ مَعَهُ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

پھر رسول اللہ ﷺ نے (حاضرین سے) فرمایا تم میں سے کون اس کی عیادت کے لیے جاتا ہے۔آپ کھڑے ہوئے اور ہم بھی کھڑے ہو گئے۔ہم دس سے کچھ زیادہ تھے۔ ہمارے پاس نہ جوتے تھے نہ موزے، ٹوپیاں تھیں نہ قمیصیں ہم اس پتھریلی زمین پر چل رہے تھے۔ حتیٰ کہ ہم ان کے پاس پہنچے۔ان کے گھر والے پیچھے ہٹ گئے۔حتیٰ کہ رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابہ جو ساتھ تھے ان کے قریب ہو گئے۔(مسلم)

تخریج حدیث :(صحیح مسلم، باب فی عیادۃ المریض، ج۳ص۴۰ رقم: ۲۱۷۷،شعب الایمان، الثالث والستون من شعب الایمان وھو باب فی عیادۃ المریض، ج۶ص۵۳۴ رقم: ۹۱۸۳)

شرح حدیث: عیادت وتعزیت کی فضیلت

حضرت سیّدنا فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ارشاد فرماتے ہیں: مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ حضرت سیّدنا موسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے بارگاہِ رب العزت میں عرض کی: اے میرے رب عَزَّ وَجَلَّ !وہ کون ہے جو تیرے عرش کے سائے میں ہوگا جس دن اُس کے علاوہ کوئی سایہ نہ ہوگا؟ اللہ عَزَّ وَجَلَّ نے ارشاد فرمایا: اے موسیٰ علیہ السلام !وہ لوگ جو مریضوں کی عیادت کرتے ہیں، جنازہ کے ساتھ جاتے ہیں اور کسی کا بچہ فوت ہو جائے اس سے تعزیت کرتے ہیں۔

(حلیۃ الاولیاء، الحدیث ۷۰۶ ۴، ج ۴، ص ۴۸)

مریض کی عِیادت کا ثواب

حضرتِ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ خاتَمُ المُرسَلین، رَحمَۃٌ لِّلعٰلَمین، شفیعُ المذنبین، انیسُ الغریبین، سراجُ السالکین، مَحبوبِ ربُّ العٰلمین ، جنابِ صادق وامین صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم نے فرمایا کہ اللہ عزوجل قیامت کے دن فرمائے گا اے ابن آدم! میں بیمار ہوا تو تُو نے میری عیادت کیوں نہ کی؟ بندہ عرض کریگا، اے اللہ عزوجل! میں تیری عیادت کیسے کرتا تو تو ربُّ العالمین ہے؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا، کیا تُو نہ جانتا تھا کہ میرا فلاں بندہ بیمار ہے پھر بھی تُو نے اس کی عیادت نہیں کی، کیا تو نہیں جانتا تھا کہ اگر تو اس کی عیادت کرنے کیلئے اس کے پاس جاتا تو مجھے اس کے پاس پاتا۔ پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا، اے ابن آدم! میں نے تجھ سے کھانا مانگا تو تُو نے مجھے کھانا کیوں نہ کھلایا؟ بندہ عرض کریگا، اے رب عزوجل! میں تجھے کھانا کیسے کھلاتا تُو تو ربُّ العالمین ہے؟ اللہ عزوجل فرمائے گا، میرے فلاں بندے نے تجھ سے کھانا مانگا تھا تو تُو نے اسے کھانا کیوں نہیں کھلایا؟ کیا تُو نہ جانتا تھا کہ اگر تُو اسے کھانا کھلاتا تو اس کا ثواب میرے

پاس ضرور پالیتا؟ پھر اللہ عزوجل فرمائے گا، اے ابن آدم! میں نے تجھ سے پانی مانگا تو تُو نے مجھے پانی کیوں نہ دیا؟ بندہ عرض کرے گا، یارب عزوجل! میں تجھے پانی کیسے پلاتا تُو تو رَبُّ العالمین ہے تو اللہ عزوجل فرمائے گا کہ میرے فلاں بندے نے تجھ سے پانی مانگا تو تُو نے اسے پانی نہ پلایا، کیا تُو نہ جانتا تھا کہ اگر تُو اس کو پانی پلادیتا تو اس کا ثواب میرے پاس پاتا۔ (مسلم، کتاب البر والصلۃ، باب فضل عیادۃ المریض، رقم ۲۵۶۹، ص ۱۳۸۹)

حضرتِ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ تاجدارِ رسالت، شہنشاہِ نُبوت، مَخزنِ جودوسخاوت، پیکرِ عظمت و شرافت، مَحبوبِ رَبُّ العزت، مُحسنِ انسانیت صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلّم نے فرمایا کہ جوشخص کسی مریض کی عیادت کرتا ہے تو ایک منادی آسمان سے ندا کرتا ہے، خوش ہوجا کہ تیرا یہ چلنا مبارک ہے اور تو نے جنت میں اپنا ٹھکانا بنالیا ہے۔

(سنن ابن ماجہ، کتاب الجنائز، باب ماجاء فی ثواب من عاد مریضا، رقم ۱۴۴۳، ج ۲، ص ۱۹۲)

- ایک روایت میں ہے کہ جب کوئی شخص اپنے بھائی کی عیادت کرنے یا اس سے ملنے کے لئے نکلتا ہے تو اللہ عزجل فرماتا ہے کہ خوش ہوجا کہ تیرا یہ چلنا مبارک ہے اور تو نے جنت میں اپنے لئے ایک ٹھکانا بنالیا ہے۔

(الترغیب والترھیب، کتاب الجنائز، باب الترغیب فی عیادۃ المرضی، رقم ۸، ج ۴، ص ۱۶۴)

حضرتِ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دوجہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر وبَر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلّم نے فرمایا کہ آج تم میں سے کس نے روزہ رکھا؟ حضرتِ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا، میں نے۔ پھر فرمایا کہ تم میں سے آج مسکین کو کس نے کھانا کھلایا؟ حضرتِ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا، میں نے۔ پھر فرمایا کہ تم میں سے آج مریض کی عیادت کس نے کی؟ حضرتِ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا، میں نے۔ پھر فرمایا کہ آج تم میں سے جنازے کے ساتھ کون گیا؟ حضرتِ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا، میں۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص میں یہ چار خصلتیں جمع ہوجائیں وہ جنت میں داخل ہوگا۔ (الترغیب والترھیب، کتاب الجنائز، باب فی عیادۃ المرضی۔۔الخ، رقم ۷، ج ۴، ص ۱۶۳)

(512) وَعَنْ عِمْرَانَ بْنِ الْحُصَيْنِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَنَّهُ قَالَ: "خَيْرُكُمْ قَرْنِي، ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ، ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ قَالَ عِمْرَانُ: فَمَا أَدْرِي قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا "ثُمَّ يَكُوْنُ بَعْدَهُمْ قَوْمٌ يَشْهَدُوْنَ وَلَا يُسْتَشْهَدُوْنَ، وَيَخُوْنُوْنَ وَلَا يُؤْتَمَنُوْنَ، وَيَنْذِرُوْنَ وَلَا يُوْفُوْنَ، وَيَظْهَرُ فِيْهِمُ

حضرت عمران بن حصین ﷺ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تم میں سے بہتر میرا زمانہ ہے۔ پھر جوان کو ملیں گے پھر جوان کو ملیں گے۔ حضرت عمران کہتے ہیں میں نہیں جانتا کہ رسول اللہ ﷺ نے دو بار یا تین بار فرمایا پھر ایسے لوگ جو ہوں گے جو گواہی دیں گے۔ ان سے گواہی مانگی نہیں جائے گی اور خیانت کریں گے اور امانت دار نہ ہوں گے اور منت مانیں گے اور

السِّمَنُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔ پوری نہ کریں گے اور ان میں موٹاپا عام ہوجائے گا۔

(متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب فضائل اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ج۲ص۱۳۳۵، رقم:۳۶۵۰، صحیح مسلم باب فضل الصحابة ثم الذین یلونهم، ج۷ص۱۸۵، رقم:۶۶۳۸، السنن الصغریٰ للبیهقی، باب الوفاء بالنذور التی لیست لمعصیة ج۳ص۲۲۲، رقم:۴۴۵۳، المعجم الکبیر للطبرانی، من اسمه عمران بن حصین، ج۱۸ص۲۱۳، رقم:۱۵۲۳۸، مسند امام احمد بن حنبل، حدیث عمران بن حصین، ج۷ص۲۲۷، رقم:۱۹۸۴۸)

شرح حدیث: بہترین زمانہ

خدائے بزرگ وبرتر، رحمٰن ورحیم عزوجل کا ہم ناتوانوں پر کروڑہا کروڑ احسان، کہ اس نے ہمیں دولت ایمان، اوردامن نبی آخرالزمان صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم جیسی عظیم نعمت سے نوازا۔ وہ رحیم وکریم پروردگار عزوجل تو اپنے بندوں پر بہت زیادہ مہربان ہے، لیکن انسان اس کا ناشکرا اور نافرمان ہے، اللہ رب العزت عزوجل نے انسانوں کی بھلائی کے لئے انبیاء ورسل علیہم الصلوٰۃ والسلام کو مبعوث فرمایا۔ اُن پاکیزہ ہستیوں نے انسان کو خالق لم یزل عزوجل کی اطاعت وفرمانبرداری کی دعوت دی۔ انبیاء ورسل علیہم الصلوٰۃ والسلام کی تشریف آوری کا یہ سلسلہ چلتا رہا اور خاتم النبیین، شفیع المذنبین، رحمۃ للعٰلمین، محبوبِ ربُّ العٰلمین عزوجل وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کی بعثت شریف پر ختم ہوگیا۔

آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کی تشریف آوری سے قبل انسانیت، تباہی وبربادی کے عمیق گڑھے میں گری ہوئی تھی، ہرطرف کفر وشرک اور جہالت وگمراہی کا دور دورہ تھا، ظلم وستم، بے حیائی، شراب وکباب کی محفلیں، دھوکا بازی، جوا، سودی لین دین، قتل وغارت الغرض ہرطرف برائیوں کے سیاہ بادلوں نے گھٹاٹوپ اندھیرا کر رکھا تھا۔ اس وقت کوئی ایسا چراغ نہ تھا جو اس اندھیرے کو ختم کرکے دنیا کو اپنی ضیاء سے منور کرتا۔

پھر جب کفر وشرک کے اندھیروں میں بھٹکے ہوئے انسانوں کو کعبے کے بدرالدجیٰ، طیبہ کے شمس الضحیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے نور نے اپنے حلقے میں لیا، تو ان کی بے چین روحوں اور شکستہ دلوں کو قرار نصیب ہوا۔ کفر وشرک کے سیاہ بادل چھٹ گئے، ظلم وستم کی آندھیاں تھم گئیں، بحرِ ظلمات کی تلاطم خیز لہریں ساکن ہوگئیں، متلاشیانِ حق منزلِ مقصود پانے کے لئے اس منارہ نور کی گرد اگرد جمع ہوگئے، اس آفتاب رسالت کی کرنوں سے اندھے شیشے جگمگانے لگے، چہاردانگ عالم میں اسلام کی حقانیت کے ڈنکے بجنے لگے۔ شمع رسالت کے پروانوں نے اسلام کا نور دنیا کے گوشے گوشے میں پہنچانا شروع کردیا۔

شیطانِ لعین جو کہ مسلمانوں کا کھلا دشمن ہے اس سے اسلام کی یہ شان وشوکت نہ دیکھی گئی، چنانچہ وہ مردود اور اس کے چیلے اسلام کی شمع کو بجھانے کی مذموم کوشش میں ایڑی چوٹی کا زور لگانے لگے مگر اسلام کے شیدائیوں (حضرات صحابہ

کرام، تابعین وتبع تابعین عظام اور پھر اولیاء رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) نے جان کی بازی لگادی اور اس شمع کو بجھنے نہ دیا۔

جب تک حضور صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم اپنی ظاہری حیات کے ساتھ اس دنیا میں جلوہ گر رہے اسلام روز بروز ترقی کرتا رہا، لیکن جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے دنیا سے پردہ فرمایا، تو شیطان اور اس کا طاغوتی لشکر، اسلام کے لہلاتے گلشن کو تباہ وبرباد کرنے کے مذموم ارادے سے آگے بڑھا، اور بہارِ اسلام کو خزاں میں بدلنے کے لئے طرح طرح کے ہتھکنڈے استعمال کرنا شروع کردیئے۔ لیکن انہیں اسلام کے چاہنے والوں سے ہر میدان میں شکست اٹھانی پڑی۔

مگر جب ان مبارک ہستیوں نے یکے بعد دیگرے اس دارِ فانی سے پردہ فرمانا شروع کردیا۔ تو شیطانی لشکر جواب تک ہر رزمِ حق وباطل میں ذلیل وخوار ہوتا آرہا تھا اس نے ایک بار پھر مجتمع ہوکر مسلمانوں کو ان کے دینِ حق سے دور کرنے کی مذموم کوشش شروع کردی۔ لیکن اب پہلے جیسی بات نہ رہی، جو برکتیں اور رحمتیں قرون ثلثہ (یعنی حضرات صحابہ، تابعین اور تبع تابعین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے مبارک زمانوں) میں تھیں وہ ان کے بعد نہ رہیں۔ چنانچہ،

مخبر صادق، رسولِ عالمیان، نبی غیب دان صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: بے شک سب سے بہتر میرا زمانہ ہے، پھر وہ لوگ جو اِن کے بعد آئیں گے، پھر وہ جو اُن کے بعد آئیں گے۔

(صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابۃ، باب فضل الصحابۃ ثم الذین یلونھم، الحدیث: ۲۵۳۵)

یہ وہ بہترین زمانے تھے جن میں تبع تابعین، تابعین عظام سے، وہ صحابہ کرام سے اور وہ اپنے آقا و مولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے اکتسابِ فیض کرتے یوں کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان کی باتیں سن کر تابعین کرام رحمھم اللہ تعالیٰ اپنے دلوں کو تقویت بخشتے۔ اسی طرح تابعین عظام کے واقعات سن کر تبع تابعین اپنی تشنگی کو بجھاتے اور یوں ایمان کی حفاظت اور اعمال صالحہ کا جذبہ بڑھتا رہتا لیکن اس کے بعد زمانہ تیزی سے تبدیل ہونے لگا اور ایک بار پھر شیطان اپنے لشکر سمیت مسلمانوں کو ان کے پیارے دین سے دور کرنے کے لئے سرگرم ہوگیا۔

اب ضرورت اس اَمر کی تھی کہ ان طاغوتی قوتوں کا مقابلہ کس طرح کیا جائے ؟ اور کس طرح سے شیطانی سازشوں کو ناکام بنایا جائے۔ اللہ رب العزت عزوجل نے اپنے پیارے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی امت پر کرم فرماتے ہوئے انہیں اپنے صالحین بندوں (اولیاء کرام رحمھم اللہ تعالیٰ) کی صورت میں رہنما عطا فرمادیئے، یہی وہ سلفِ صالحین رحمھم اللہ تعالیٰ ہیں جن کے حالات وواقعات اور عظیم کارنامے آج تک امت کی رہنمائی کررہے ہیں، ان بزرگانِ دین رحمھم اللہ تعالیٰ نے ہر میدان میں شیطانی قوتوں کا مقابلہ کیا اور انہیں شکست دی۔ انہوں نے اپنے قلم، زبان اور عمل کے ذریعے لوگوں کی رہنمائی فرمائی، وہ خود بھی صحابہ کرام علیہم الرضوان، تابعین اور تبع تابعین رحمھم اللہ تعالیٰ کے نقشِ قدم پر چلے اور لوگوں کو بھی ان کے راستے پر چلنے کی دعوت دی۔

(513) وَعَنْ اَبِیْ اُمَامَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: "یَا ابْنَ اٰدَمَ، اِنَّكَ اَنْ تَبْذُلَ الْفَضْلَ خَیْرٌ لَّكَ، وَاَنْ تُمْسِكَہٗ شَرٌّ لَّكَ، وَلَا تُلَامُ عَلٰی كَفَافٍ، وَّابْدَاْ بِمَنْ تَعُوْلُ" رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ، وَقَالَ: "حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ".

حضرت ابوامامہ ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے ابن آدم! تو زائد کوخرچ کرے یہ تیرے لیے بہتر ہے اور اگر تو اس کو روکے تو تیرے لیے برا ہے اور کفایت کے مال پر تمہیں ملامت نہ ہو گی۔ ابتداء ان کے ساتھ کر جن کے خرچ کے تم ذمہ دار ہو۔ اسے ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ما جاء فی الزهادة فی الدنیا، ج۴ص۳۷۳، رقم: ۲۳۴۳، السنن الکبری للبیهقی، باب کراهیة امساك الفضل وغیره محتاج الیه، ج۴ص۱۸۲، رقم: ۸۰۲۳، صحیح مسلم، باب بیان ان الید العلیا خیر من الید السفلی، ج۳ص۹۴، رقم: ۲۴۳۵)

شرح حدیث: جنت سے قریب

امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا کہ دھوکا دینے والا اور بخیل اور احسان جتانے والا (شروع سے) جنت میں نہیں داخل ہوگا بلکہ کچھ دن جہنم کا عذاب چکھ لینے کے بعد جنت میں جائے گا۔ (سنن الترمذی، کتاب البر والصلۃ، باب ماجاء فی البخل، الحدیث: ۱۹۷۰، ج ۳، ص ۳۸۸۔ المسند لامام احمد بن حنبل، مسند ابی بکر الصدیق، الحدیث ۳۲، ج ۱، ص ۲۶)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا کہ سخی اللہ سے قریب ہے، جنت سے قریب ہے، لوگوں سے قریب ہے، لیکن جہنم سے دور ہے اور بخیل اللہ عزوجل سے دور ہے، جنت سے دور ہے، لوگوں سے دور ہے، لیکن جہنم سے قریب ہے اور سخی جاہل، بخیل عابد سے اللہ تعالیٰ کو زیادہ پسند ہے۔

(سنن الترمذی، کتاب البر والصلۃ، باب ماجاء فی السخاء، الحدیث: ۱۹۶۸، ج ۳، ص ۳۸۷)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا کہ آدمی میں دو خصلتیں بدترین ہیں: ایک حرص والی بخیلی، دوسری سخت بزدلی۔

(سنن ابی داود، کتاب الجہاد، باب فی الجرأۃ والجبن، الحدیث ۲۵۱۱، ج ۳، ص ۱۸)

حضرت ابن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ اس امت کے اگلے لوگ یقین اور زہد کی وجہ سے نجات پا گئے اور اس امت کے پچھلے لوگ بخیلی اور حرص کی وجہ سے ہلاک ہوں گے۔

(کنز العمال، کتاب الاخلاق، من قسم الاقوال، البخل، الحدیث: ۷۳۸۵، ج ۳، ص ۱۸۱)

حضرت ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا کہ دو خصلتیں مومن میں جمع نہیں ہوں گی؛ بخیلی اور بداخلاقی ۔

(سنن الترمذی، کتاب البر والصلۃ، باب ماجاء فی البخل، الحدیث:۱۹۶۹، ج ۳،ص ۸۷ ۳)

مطلب یہ ہے کہ جو مومن ہوگا اگر بخیل ہوگا تو بداخلاق نہیں ہوگا اور اگر بداخلاق ہوگا تو بخیل نہیں ہوگا یہ دونوں بری خصلتیں ایک ساتھ مومن میں نہیں پائی جائیں گی۔

(514) وَعَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ مُحْصِنٍ الْاَنْصَارِيِّ الْخَطْمِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ اَصْبَحَ مِنْكُمْ اٰمِنًا فِيْ سِرْبِهٖ، مُعَافًى فِيْ جَسَدِهٖ، عِنْدَهٗ قُوْتُ يَوْمِهٖ، فَكَاَنَّمَا حِيْزَتْ لَهُ الدُّنْيَا بِحَذَافِيْرِهَا" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: "حَدِيْثٌ حَسَنٌ".

حضرت عبیداللہ بن محصن انصاری الخطمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے جس نے صبح اس طرح کی کہ وہ اپنے گھر میں قوم میں امن والا ہو، جسم میں صحت والا ہو اس کے پاس اس دن کی خوراک موجود ہو تو اس کے لیے تو گویا دنیا' اپنے تمام تر سازوسامان کے ساتھ جمع کر دی گئی۔ اسے امام ترمذی نے روایت کیا اور کہا یہ حدیث حسن ہے۔

"سِرْبِهٖ": بِكَسْرِ السِّيْنِ الْمُهْمَلَةِ: اَيْ نَفْسه، وَقِيْلَ: قَوْمُهٗ.

سِرْبِہٖ: سین مہملہ کی زیر کے ساتھ یعنی جان' قوم بھی کہا گیا ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب التوکل علی اللہ، ج۴ص۱۷۴، رقم:۲۳۴۶ الادب المفرد للبخاری، باب من اصبح امنا به سربه، ص۱۱۲، رقم:۳۰۰ سنن ابن ماجه، باب القناعة، ج۲ص۱۳۸۷، رقم:۴۱۴۱ مسند الشهاب، باب من اصبح معافی فی بدنه، ص۳۲۰، رقم:۵۴۰)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان لکھتے ہیں:

آپ صحابی ہیں مگر حضور سے کوئی حدیث سنی نہیں لہذا آپ کی احادیث مرسل ہیں اور صحابی کا ارسال بالاتفاق مقبول ہے۔ آپ قبیلہ بنی خطم سے ہیں، اہل مدینہ میں شمار ہیں، بعض لوگوں نے آپ کو تابعی مانا ہے اور تابعی کی مرسل معتبر ہے جمہور کے نزدیک۔

سرب سین کے فتحہ یا کسرہ سے ر کے سکون سے بمعنی راستہ، چہرہ، سینہ، دل، نفس، یہاں بمعنی دل ہے یعنی اس کو نہ دشمن کا خوف ہو نہ عذاب الٰہی کا خطرہ کیونکہ اس کا دشمن کوئی نہ ہو اور اس نے کفر یا گناہ نہ کیا ہو۔ اہل عرب کہتے ہیں لیس العید لمن لبس الجدید انما العید لمن امن الوعید یعنی عید اس کی نہیں جو نئے کپڑے پہن لے بلکہ عید اس کی ہے جو عذاب سے امن میں ہو۔

حذافیر جمع ہے حذفورہ کی بمعنی کنارہ جیسے عصفود کی جمع عصافیر، جمہور کی جمع جماہیر۔ لہذا حذافیر کے معنی ہوئے کنارے یعنی جس کو نفسانی امن وعافیت، دل کا چین، بدن کی صحت کچھ تھوڑا سا آج کے گزارہ کا مال میسر ہو تو وہ بادشاہ ہے، اللہ تعالیٰ نے اسے ہر قسم کی نعمت دی ہوئی ہے۔ (مرأۃ المناجیح، ج ۷ ص ۳۷)

خوفِ خدا عزوجل اور مال و دولت

حضرت سیدنا یسار بن عبد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم ایک مجلس میں بیٹھے تھے کہ نبی مکرم رؤف رحیم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم ہمارے پاس تشریف لائے اور آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کے بالوں پر پانی کی تری تھی، ہم نے عرض کی: یارسول اللہ عزوجل وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم! ہم آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کو قناعت پسند ونیک طبیعت دیکھتے ہیں۔ ارشاد فرمایا: ہاں! ایسا ہی ہے۔ پھر لوگ غناء یعنی مالداری کی باتیں کرنے لگے تو اللہ کے حبیب، حبیب لبیب عزوجل وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: جو شخص اللہ عزوجل سے ڈرتا ہو اس کے امیر ہونے میں حرج نہیں اور جو اللہ عزوجل سے ڈرتا ہے اس کے لئے صحت، مالداری سے زیادہ بہتر ہے اور قناعت پسند ونیک طبیعت ہونا کئی نعمتوں کا مجموعہ ہے۔

(المسند احمد بن حنبل، احادیث رجال من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم، الحدیث: ۲۳۲۱۸، ج ۹، ص ۵۳)

پس غناء یعنی مالداری بغیر تقوی کے ہلاکت ہے، کیونکہ ایسا شخص ناحق طریقے سے مال اکٹھا کرتا ہے، حق دار کو محروم کر دیتا ہے، اور وہ اسے ناجائز جگہوں میں خرچ کرتا ہے، اور جو صاحب مال خوفِ خدا عزوجل رکھتا ہے اس سے حرج ونقصان دُور ہو جاتا ہے اور اسے بھلائی نصیب ہوتی ہے۔ چنانچہ،

حضرت محمد بن کعب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مذکورہ ارشادات کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں: (۱) جب مالدار، اللہ عزوجل سے ڈرنے لگ جائے تو اس کو دوہرا ثواب عطا کیا جاتا ہے کیونکہ اللہ عزوجل نے (مال کے ذریعے) اس کا امتحان لیا تو اسے امتحان میں پورا اترنے والا پایا اور جس کا امتحان لیا گیا ہو وہ اس کی طرح نہیں جس کا امتحان نہ ہو۔ (۲) اور بدن کا تندرست رہنا عبادت کرنے میں معاون ہوتا ہے پس صحت ایک عظیم نعمت ہے جبکہ بیمار شخص عبادت کرنے سے لاچار وعاجز ہوتا ہے۔ اور صحت و تندرستی کے ساتھ غربت کا ہونا اس بات سے بہتر ہے کہ لاچاری کے ساتھ تونگری اور مالداری ہو، (۳) قناعت پسندی وطبیعت کا نیک ہونا ایک ایسا (روحانی) سُرور ہے جس کے سبب اللہ عزوجل اپنے بندے کو اپنی اطاعت کی توفیق، (عبادت کے لئے) اکتاہٹ سے پاک زندگی اور تھکاوٹ سے پاک جسم عطا فرماتا ہے اور اسے (دنیا کے) مہیب خطرات سے مامون کر دیتا ہے۔ اور جب زندگی خدشات وخطرات سے محفوظ ہو جائے اور تنگی نہ رہے تو دل جلا پاتا ہے اور نفس مطمئن ہو جاتا ہے اور ایسا شخص نعمتوں سے مالا مال ہو جاتا ہے۔

غِناء افضل ہے یا فقر؟

اس مسئلہ میں تحقیق یہ ہے کہ نہ تو کلی طور پر فقر (یعنی غریبی) کو غِنا (یعنی مالداری) پر فضیلت ہے اور نہ ہی غِنا کلی طور پر فقر سے افضل ہے کیونکہ بہت سے اغنیاء ایسے ہیں کہ جن کو مال و دولت اللہ عزوجل کی یاد اور عبادت سے غافل نہیں کرتے اور کتنے ہی فقیر ایسے ہیں جن کو غربت نے عبادتِ الٰہی عزوجل سے دُور کر رکھا ہے۔ جبکہ بہت سے پاکدامن فقیر ایسے بھی ہیں جو اپنے لئے اللہ عزوجل کی تقسیم پر راضی ہیں اور کتنے ہی مالدار ایسے ہیں کہ مالداری نے انہیں اللہ عزوجل کی اطاعت سے دور کر دیا ہے۔ بہرحال ہونا یہ چاہیے کہ غربت میں بندہ صبر و رضا کا پیکر بنا رہے اور مالداری میں اللہ عزوجل کا شکر اور اس کی ثنا بجالائے کیونکہ دنیا کی یہ چند روزہ زندگی ختم ہونے اور گزر جانے والی ہے۔

(اَلزُّھدُ وَ قَصْرُ الْاَمَل صفحہ ٦٦)

(515) وَعَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: قَدْ اَفْلَحَ مَنْ اَسْلَمَ، وَكَانَ رِزْقُهُ كَفَافًا، وَّقَنَّعَهُ اللهُ بِمَا اٰتَاهُ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: وہ ضرور کامیاب ہوا جو اسلام لایا اور اس کا رزق گزارے کا تھا اور جو کچھ اس کو اللہ نے دیا اس پر قناعت کی۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ما جاء فی الکفاف والصبر علیہ، ج٤ص١٥٥، رقم: ٢٣٤٨، الاداب للبیہقی، باب فضل الرضا بقضاء اللہ عزوجل والتسلیم لامرہ والقناعۃ، ج١ص٤٧٣، رقم: ٧٧٠، المستدرک للحاکم، کتاب الاطعمۃ، ج٦ص٩٢، رقم: ٧١٣٩، صحیح ابن حبان، باب الفقر والزھد، ج٢ص٤٤٤، رقم: ٦٧٠، مسند امام احمد، مسند عبداللہ بن عمرو، ج٢ص١٦٨، رقم: ٦٥٧٢)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان لکھتے ہیں:

یعنی جسے ایمان و تقویٰ بقدرِ ضرورت مال اور تھوڑے مال پر صبر یہ چار نعمتیں مل گئیں اس پر اللہ کا بڑا ہی کرم و فضل ہوگیا، وہ کامیاب رہا اور دنیا سے کامیاب گیا۔ (مراٰۃ المناجیح، ج٧، ص١١)

حقیقی تونگری، دل کی تونگری ہے

رحمتِ عالم، نورِ مجسم، شاہِ بنی آدم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے یہ بھی بیان فرمادیا کہ حقیقی تونگری یہ نہیں کہ لوگوں کے پاس مال کی کثرت ہو بلکہ حقیقی تونگری تو دل کی تونگری کا نام ہے (یعنی سوال کرنے کو پسند نہ کرے اور جو موجود ہے اسی پر قناعت کرے)۔ چنانچہ،

حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ سرکارِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ، صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ ذیشان ہے: تونگری یہ نہیں کہ ساز و سامان کی کثرت ہو بلکہ اصل تونگری تو دل کا تونگر ہونا ہے۔

(صحیح البخاری، کتاب الرقاق، باب الغنی غنی النفس، الحدیث ۶۴۴۶، ص ۵۴۱)

اللہ عزوجل اس شاعر پر رحم فرمائے جس نے یہ کہا:

غِنَى النَّفْس مَا يُغْنِيكَ عَنْ سَدِّ حَاجَةٍ ۔۔۔ فَإِنْ زَادَ شَيْئًا عَادَ ذَاكَ الْغِنٰى فَقْرًا

ترجمہ: دل کی تونگری وہ ہے جو ضرورت کو پورا کرنے کے لئے تجھے کافی ہو جائے، تو اگر وہ ضرورت سے زیادہ کرے تو وہی تونگری، فقر میں بدل جائے گی۔

ایک دوسرے شاعر نے کہا:

وَمَنْ يُنْفِقُ السَّاعَاتِ فِيْ جَمْعِ مَالِهٖ ۔۔۔ مَخَافَةَ فَقْرٍ فَالَّذِيْ فُعِلَ الْفَقْرُ

ترجمہ: جو شخص فقر کے ڈر سے سارا وقت مال جمع کرنے میں خرچ کرتا ہے پس وہی فقر میں مبتلاء کیا جاتا ہے۔

(الزھد وقصر الامل صفحہ ۳۵)

(516) وَعَنْ اَبِيْ مُحَمَّدٍ فَضَالَةَ بْنِ عُبَيْدٍ الْاَنْصَارِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّهٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُوْلُ: "طُوْبٰى لِمَنْ هُدِيَ لِلْاِسْلَامِ، وَكَانَ عَيْشُهٗ كَفَافًا وَّقَنِعَ" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: "حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ".

حضرت ابو محمد فضالہ بن عبید انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: اس کے لیے خوشخبری ہے۔ جس کو اسلام کی ہدایت عطا کی گئی اور اس کی روزی گزارہ لائق ہو اور وہ قناعت کرے۔ امام ترمذی نے اس حدیث کو روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ما جاء فی الکفاف والصبر علیه، ج۴ص۵۷۶ رقم: ۲۳۴۹، المعجم الکبیر للطبرانی، من اسمه فضالة بن عبید الانصاری، ج۱۸ص۳۰۵ رقم: ۱۵۴۹۶، المستدرک للحاکم، کتاب الایمان، ج۱ص۳۵ رقم: ۹۸، مسند امام احمد، مسند فضالة بن عبید، ج۶ص۱۹ رقم: ۲۳۹۸۹، مسند الشهاب، باب طوبی لمن هدی للاسلام، ص۳۶۱ رقم: ۶۱۶ (مؤسسة الرسالة، بیروت)

شرح حدیث: قناعت کا ثواب

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

لِلْفُقَرَآءِ الَّذِيْنَ اُحْصِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ضَرْبًا فِي الْاَرْضِ ۫ يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ اَغْنِيَآءَ مِنَ التَّعَفُّفِ ۚ تَعْرِفُهُمْ بِسِيْمٰهُمْ ۚ لَا يَسْـَٔلُوْنَ النَّاسَ اِلْحَافًا ؕ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ ۝

ترجمہ کنز الایمان: ان فقیروں کے لیے جو راہ خدا میں روکے گئے زمین میں چل نہیں سکتے نادان انہیں تونگر سمجھے

بچنے کے سبب تو انہیں ان کی صورت سے پہچان لے گا لوگوں سے سوال نہیں کرتے کہ گڑگڑانا پڑے اور تم جو خیرات کرو اللہ اسے جانتا ہے۔ (پ3، بقرۃ:273)

اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً

ترجمہ کنز الایمان: توضرور ہم اسے اچھی زندگی جلائیں گے۔ (پ14، النحل:97)

حضرتِ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں، اس آیت کریمہ میں حَيٰوةً طَيِّبَةً سے مراد قناعت ہے۔

حضرتِ سیدنا عبداللہ بن عَمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ سرکارِ والا تَبار، ہم بے کسوں کے مددگار، شفیعِ روزِ شُمار، دوعالَم کے مالک ومختار، حبیبِ پروردگار صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے فرمایا، جو اسلام لایا اور اسے بقدرِ کفایت رزق دیا گیا اور اللہ عزوجل نے اسے قناعت کی توفیق عطا فرمائی تو وہ فلاح پا گیا۔

(ترمذی، کتاب الزھد، باب ماجاء فی الکفاف والصبر علیہ، رقم ۲۳۵۵، ج ۴، ص ۱۵۶)

حضرتِ سیدنا جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی مُکَرَّم، نُورِ مُجَسَّم، رسول اکرم، شہنشاہِ بنی آدم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے فرمایا، قناعت ایسا خزانہ ہے جو کبھی ختم نہیں ہوتا۔ (کتاب الزھد للبیھقی، رقم ۱۰۴، ص ۸۸)

حضرتِ سیدنا عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ شہنشاہِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ، صاحبِ معطر پسینہ، باعثِ نُزولِ سکینہ، فیض گنجینہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے میرے ساتھ ایک وعدہ فرمایا تھا۔ جب قریظہ فتح ہوا اور میں سرورِ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تاکہ وہ مجھے اپنے وعدے کے مطابق کچھ عطا فرمائیں تو میں نے انہیں فرماتے ہوئے سنا کہ جو لوگوں سے بے نیازی اختیار کریگا اللہ عزوجل اسے غنی کردے گا، اور جو قناعت اختیار کریگا اللہ عزوجل اسے راضی کردے گا۔ تو میں نے اپنے دل میں کہا کہ اب تو میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے کچھ نہیں مانگوں گا۔ (مجمع الزوائد، کتاب الزکاۃ، باب ماجاء فی السوال، رقم ۴۵۱۳، ج ۳، ص ۲۵۴)

حضرتِ سیدنا سہیل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جبرئیل علیہ السلام نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر وبَر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! جتنا چاہیں زندہ رہیں بالآخر موت آنی ہے اور جو چاہے عمل کریں بالآخر حساب کتاب ہونا ہے اور جس سے چاہیں محبت کریں بالآخر اس سے جدا ہونا ہے اور جان لیں کہ مؤمن کا کمال رات کو قیام کرنے میں ہے اور اس کی عزت لوگوں سے بے نیاز ہونے میں ہے۔ (طبرانی اوسط، باب العین، رقم ۴۲۷۸، ج ۳، ص ۱۸۷)

حضرتِ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضورِ پاک، صاحبِ لَولاک، سیّاحِ افلاک صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے فرمایا، غنی وہ نہیں جس کے پاس کثیر مال ہو بلکہ غنی تو وہ ہے جس کا نفس غنی ہو۔

(مسلم، کتاب الزکاۃ، باب لیس الغنی عن کثرۃ العرض، رقم ۱۰۵۱، ص ۵۲۲)

حضرتِ سیدنا ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ سیدُ المبلغین، رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِیْن صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے مجھ سے فرمایا، اے ابوذر! کیا تم کثرت مال ہی کو غنا سمجھتے ہو؟ میں نے عرض کیا، جی ہاں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! تو ارشاد فرمایا، کیا تم قلتِ مال ہی کو فقر سمجھتے ہو؟ میں نے عرض کیا، جی ہاں! یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! تو ارشاد فرمایا، اصل غناء تو دل کی غناء ہے اور اصل فقر تو دل کا فقر ہے۔

(صحیح، ابن حبان، کتاب الرقائق، باب الفقر والزھد والقناعۃ، رقم ۶۸۴، ج ۲، ص ۳۷)

حضرتِ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ سرورِ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، بیشک اللہ تبارک وتعالیٰ نرم دل، پاک دامن غنی کو پسند فرماتا ہے اور سنگدل، بدکردار سائل کو ناپسند فرماتا ہے۔

(مجمع الزوائد، کتاب الادب، باب فی اشح الجعول والبذی والفاجر، رقم ۱۳۰۲۷، ج ۸، ص ۱۴۵)

حضرتِ سیدنا ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ اللہ عزوجل کے مَحبوب، دانائے غُیوب، مُنَزَّہٌ عَنِ الْعُیوب صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے منبر پر بیٹھ کر صدقہ دینے اور سوال نہ کرنے کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا، اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے کیونکہ اوپر والا ہاتھ سوال نہیں کرتا جبکہ نیچے والا ہاتھ سوالی ہے۔

(مسلم، کتاب الزکاۃ، باب بیان ان الید العلیا خیر من الید السفلی، رقم ۱۰۳۳، ص ۵۱۵)

حضرتِ سیدنا حکیم بن حزام رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے فرمایا، اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے، صدقہ کی ابتداء اپنے زیر کفالت لوگوں سے کرو اور بہتر صدقہ غنا کی حالت میں دیا جانے والا صدقہ ہے اور جو پاکدامنی چاہے گا اللہ عزوجل اسے پاکدامن بنادے گا اور جو غنی ہونا چاہے گا اللہ عزوجل اسے غنی بنادے گا۔

(بخاری، کتاب الزکاۃ، باب لاصدقۃ الاعن ظھر غنی، رقم ۱۴۲۷، ج ۱، ص ۴۸۲)

(517) وَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَبِيْتُ اللَّيَالِيَ الْمُتَتَابِعَةَ طَاوِيًا، وَّاَهْلُهُ لَا يَجِدُوْنَ عَشَاءً، وَّكَانَ اَكْثَرُ خُبْزِهِمْ خُبْزَ الشَّعِيْرِ. رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: "حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ".

حضرت ابن عباس ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ اور آپ کے گھر والوں نے مسلسل کئی راتوں تک فاقہ سے رات گزاری۔ ان کو شام کا کھانا دستیاب نہ ہوتا اور ان کی روٹی اکثر جو کی ہوتی تھی۔ ترمذی نے اسے روایت کیا اور کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی باب ما جاء فی معیشۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم واھلہ ج۴ص۱۸۰ رقم: ۲۳۶۰ سنن ابن ماجہ باب خبز الشعیر ج۲ص۱۱۱۱ رقم: ۳۳۴۷ مسند امام احمد مسند عبداللہ بن العباس ج۱ص۲۵۵ رقم: ۲۳۰۳ مسند

عبد بن حمید، مسند بن عباس رضی اللہ عنہ، ج۱ص۲۰۲، رقم: ۵۹۲، المعجم الکبیر للطبرانی، احادیث عبداللہ بن عباس، ج۱۱ص۳۲۸، رقم: ۱۱۹۲۷)

شرح حدیث: مدنی آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی بھوک شریف کا بیان

اُمّ المؤمنین حضرت سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں: رحمتِ عالم، نورِ مجسم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے کبھی بھی لگا تار دو دن تک سیر ہو کر جَو کی روٹی نہیں کھائی، یہاں تک کہ آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم وصال ظاہری فرما گئے۔

(جامع الترمذی، باب ما جاء فی معیشۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم ....الخ، الحدیث: ۲۳۵۷، ص۱۸۸۸)

حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ سرکارِ مکہ مکرمہ، سلطانِ مدینہ منورہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم مسلسل کئی راتیں بھوک کی حالت میں گزارتے اور آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کے گھر والوں کو شام کا کھانا تک میسر نہ آتا اور اُن کے کھانے میں اکثر جَو کی روٹی ہوتی۔

(المرجع السابق، الحدیث ۲۳۶۰)

کبھی کثرتِ مال کا سوال نہیں کیا

اللہ کے محبوب، دانائے غیوب، منزہ عنِ العُیوب عزوجل وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے دنیا پر آخرت کو ترجیح دی اور کبھی اللہ عزوجل سے مال کی کثرت کا سوال نہ کیا اور اگر سوال کیا تو بقدرِ کفایت کا سوال کیا۔ چنانچہ،

حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم، رء وف رحیم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے دعا مانگی: اے اللہ عزوجل! محمد (صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم) کی آل کو اتنا رزق عطا فرما جو بقدرِ ضرورت ہو۔

(المرجع السابق، الحدیث: ۲۳۶۱)

(518) وَعَنْ فُضَالَةَ بْنِ عُبَيْدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا صَلّٰى بِالنَّاسِ، يَخِرُّ رِجَالٌ مِّنْ قَامَتِهِمْ فِي الصَّلٰوةِ مِنَ الْخَصَاصَةِ - وَهُمْ اَصْحَابُ الصُّفَّةِ - حَتّٰى يَقُوْلَ الْاَعْرَابُ: هٰؤُلَاءِ مَجَانِيْنُ. فَاِذَا صَلّٰى رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ انْصَرَفَ اِلَيْهِمْ، فَقَالَ: "لَوْ تَعْلَمُوْنَ مَا لَكُمْ عِنْدَ اللهِ تَعَالٰى، لَاَحْبَبْتُمْ اَنْ تَزْدَادُوْا فَاقَةً وَّحَاجَةً" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ:

حضرت فضالہ بن عبید ﷺ سے روایت ہے۔ رسول اللہ ﷺ جب لوگوں کو نماز پڑھاتے تھے، تو کچھ لوگ بھوک کی وجہ سے قیام سے گر پڑتے وہ اصحاب صفہ تھے۔ حتیٰ کہ دیہاتی لوگ کہتے یہ تو دیوانے ہیں۔ جب رسول اللہ ﷺ نماز سے فارغ ہوتے ان کی طرف متوجہ ہو کر فرماتے اگر تمہیں اس اجر و ثواب کا پتہ چل جائے جو اللہ تعالیٰ کے ہاں تمہارے لیے ہے تو تم اسے پیارا جانو کہ فاقہ اور محتاجی اور بڑھ جائے۔ ترمذی نے

"حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ". "اَلْخَصَاصَةُ": اَلْفَاقَةُ وَالْجُوْعُ الشَّدِيْدُ. اسے روایت کیا اور کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے۔
خَصَاصَةٌ: فاقہ اور سخت بھوک کو کہتے ہیں۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ما جاء فی معیشة النبی صلی الله علیه وسلم، ج۴ص۵۸۳، رقم: ۲۳۶۸، المعجم الکبیر للطبرانی، من اسمه فضالة بن عبید الانصاری، ج۱۸ص۳۱۰، رقم: ۱۵۵۰۸، صحیح ابن حبان، باب الورع والتوکل، ج۲ص۵۰۲، رقم: ۷۲۴)

شرح حدیث: بھوک کی فضیلت

تاجدارِ رِسالت، شہنشاہِ نُبوت، مَخْزنِ جودوسخاوت، پیکرِ عظمت وشرافت صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ ذیشان ہے: بھوک اور پیاس کے ذریعے اپنے نفسوں کے خلاف جہاد کرو، کیونکہ اس کا ثواب اللہ عَزَّ وَجَلَّ کی راہ میں جہاد کرنے جتنا ہے اور اللہ عَزَّ وَجَلَّ کو بھوک اور پیاس سے بڑھ کر کوئی عمل پسند نہیں۔

حضرت سیِّدُنا ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے، اللہ کے محبوب، دانائے غُیوب، مُنَزَّہٌ عَنِ الْعُیوب عَزَّ وَجَلَّ وصَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: لَا یَدْخُلُ مَلَکُوْتَ السَّمَاءِ مَنْ مَلَاءَ بَطْنَہٗ، ترجمہ: جوشخص اپنے پیٹ کو بھرتا ہے آسمان کے فرشتے اس کے پاس نہیں آتے۔

حضرت سیِّدُنا ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔ حضورنبیِّ کریم صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے:

اِلْبَسُوْا وَاشْرَبُوْا وَكُلُوْا فِيْ اَنْصَافِ الْبُطُوْنِ، فَاِنَّهٗ جُزْءٌ مِّنَ النُّبُوَّةِ

ترجمہ: لباس پہنو اور آدھا پیٹ کھاؤ پیو، بے شک یہ نبوّت کا ایک جزء ہے۔

(فردوس الاخبار للدیلمی، باب الالف، الحدیث ۳۳۸/۳۳۹، ج۱، ص ۶۸، بدون واشربوا)

حضرت سیِّدُنا حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، حضورنبیِّ رحمت، شفیعِ امت، قاسمِ نعمت صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے:

اَفْضَلُكُمْ مَنْزِلَةً عِنْدَ اللهِ تَعَالٰى اَطْوَلُكُمْ جُوْعًا وَّتَفَكُّرًا وَاَبْغَضُكُمْ اِلَى اللهِ كُلُّ نَؤُوْمٍ اَكُوْلٍ شَرُوْبٍ۔

ترجمہ: اللہ عَزَّ وَجَلَّ کے ہاں تم سب سے افضل وہ ہے جو زیادہ بھوکا رہتا ہے اور غور وفکر کرتا ہے اور سب سے براوہ ہے جو خوب سوتا اور زیادہ کھاتا پیتا ہے۔

حُسنِ اَخلاق کے پیکر، نبیوں کے تاجور، مَحبوبِ رَبِّ اَکبر عَزَّ وَجَلَّ وصَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمان عالیشان ہے: بے شک اللہ عَزَّ وَجَلَّ فرشتوں کے سامنے اس شخص پر فخر فرماتا ہے، جو دنیا میں کم کھاتا ہے، اللہ عَزَّ وَجَلَّ فرماتا ہے: میرے بندے کی طرف دیکھو! میں نے دنیا میں اسے کھانے پینے کے معاملے میں آزمائش میں ڈالا تو اس نے

میرے لئے انہیں چھوڑ دیا۔ اے میرے فرشتو! گواہ ہو جاؤ جو بندہ (میری خاطر) ایک لقمہ بھی چھوڑ دے گا، میں اس کے بدلے اسے جنت کے درجات عطا فرماؤں گا۔

حضرت سیدنا ابوسلمان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ارشاد فرماتے ہیں: مجھے رات کے کھانے سے ایک لقمہ چھوڑ دینا، رات بھر قیام کرنے سے زیادہ پسند ہے۔

ہم نے واضح کر دیا کہ بھوک سے رقّت (یعنی نرمی) اور انکساری پیدا ہوتی ہے، اکڑ اور غرور ختم ہو جاتا ہے اور بھوک کا فائدہ یہ ہے، کہ انسان مصیبت، اہلِ مصیبت، عذاب اور تمام شہوات کے ختم کرنے کو نہیں بھولتا، اسی کے ذریعے انسان نفس و شیطان پر غالب آکر اس پر تسلط حاصل کر لیتا ہے، اور اسی کے ذریعے انسان بیداری پر ہمیشگی اختیار کرتا اور نیند کو دور کرتا ہے، اسی لئے بعض شیوخ دسترخوان پر کھڑے ہو کر کہتے: اے گروہ مریدین! نہ زیادہ کھاؤ، نہ پیؤ ورنہ زیادہ سوؤ گے، اور نتیجۃً زیادہ نقصان اٹھاؤ گے۔ (لباب الاحیاء صفحہ ۲۲۴)

(519) وَعَنْ اَبِيْ كَرِيْمَةَ الْمِقْدَامِ بْنِ مَعْدِيْكَرِبَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُوْلُ: "مَا مَلَاَ اٰدَمِيٌّ وِعَاءً شَرًّا مِّنْ بَطْنٍ، بِحَسْبِ ابْنِ اٰدَمَ اُكُلَاتٌ يُّقِمْنَ صُلْبَهُ، فَاِنْ كَانَ لَا مَحَالَةَ فَثُلُثٌ لِّطَعَامِهِ، وَثُلُثٌ لِّشَرَابِهِ، وَثُلُثٌ لِّنَفْسِهِ" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: "حَدِيْثٌ حَسَنٌ".

حضرت ابوکریمہ مقداد بن معدی کرب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: آدمی نے پیٹ سے بڑا کوئی برتن نہیں بھرا۔ آدمی کو اتنے لقمے کافی ہیں جو اس کی پشت کو سیدھا رکھیں۔ پس اگر ضروری ہی زیادہ کھانا ہے، تو ایک تہائی کھانے کے لیے رکھے ایک تہائی پینے کے لیے اور ایک تہائی سانس لینے کے لیے۔ اسے امام ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن ہے۔

"اُكُلَاتٌ اَيْ: لُقَمٌ۔ اُكُلَاتٌ: یعنی چند لقمے۔

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد، باب النهي عن كثير من الارفاة، ج۴ص۱۲۵، رقم: ۴۱۶۳، الاداب للبيهقي، باب في التواضع وترك الزهو والعلف والفخر، ج۱ص۱۱۶، رقم: ۲۰۰، المعجم الكبير للطبراني، من اسمه اياس بن ثعلبة ابو امامة، ج۱ص۲۷۱، رقم: ۷۹۲، اتحاف الخيرة المهرة، باب الحياة والبذاذة من الايمان، ج۱ص۱۵۳، رقم: ۱۵۳)

شرح حدیث: زیادہ کھانے کے نقصانات

جو شخص کم کھانے کی عادت بنانا چاہتا ہے اسے چاہیے کہ کم کھانے کے فوائد اپنے سامنے رکھے۔ صحت مند رہنا، عفت سے متصف ہونا، ایثار کے مواقعوں کا میسر آنا، کم کھانے کے فوائد میں سے چند ایک ہیں۔

فَعَارٌ ثُمَّ عَارٌ ثُمَّ عَارٌ شَقَاءُ الْمَرْءِ مِنْ اَجَلِ الطَّعَامِ

ترجمہ: شرم! شرم! شرم! بندہ کی بدبختی صرف کھانے کی وجہ سے ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ثَلَاثَةُ نَفَرٍ يُبْغِضُهُمُ اللهُ تَعَالٰى مِنْ غَيْرِ جُرْمٍ الْاَكُوْلُ وَالْبَخِيْلُ وَالْمُتَكَبِّرُ

تین افراد ایسے ہیں کہ اگر وہ مزید گناہوں کا ارتکاب نہ بھی کریں تو بھی اللہ تعالیٰ ان کو پسند نہیں فرماتا: (۱) زیادہ کھانے والا (۲) بخیل (۳) متکبر۔

بندے کو کم کھانے کے فوائد پر نظر رکھنے کے ساتھ ساتھ زیادہ کھانے کے نقصانات پر بھی نظر رکھنی چاہیے۔ ان نقصانات میں مختلف امراض کا سامنا اور طبیعت کا بوجھل پن قابل ذکر ہیں۔ کہا جاتا ہے:

اَلْبِطْنَةُ تُذْهِبُ الْفِطْنَةَ

پیٹ بھر کر کھانا حاضر دماغی کو کم کر دیتا ہے۔

حکیم جالینوس سے حکایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ انار میں کثیر منافع ہیں جبکہ مچھلی میں بہت زیادہ نقصانات ہیں مگر تھوڑی سی مچھلی کھالینا ڈھیروں انار کھانے سے بہتر ہے۔

نیز زیادہ کھانے کے نقصانات میں سے ایک بڑی خرابی اتلاف مال ہے اور شکم سیری کے باوجود کھانا تو سراسر نقصان کا باعث ہے اور ایسا بندہ آخرت میں عقاب ہی کا مستحق ہے، نیز زیادہ کھانے والا لوگوں میں ناپسند کیا جاتا ہے۔

کھانے میں کمی کرنے کے لیے یہ باتیں قابل ذکر ہیں کہ چربی دار اور روغنی اشیاء کا استعمال رکھا جائے، لذیذ و نفیس کھانوں کو پہلے کھایا جائے، بھوکے آدمی کے ساتھ کھانا نہ کھایا جائے، یہ بات بھی یاد رہے کہ جب زیادہ کھانا کسی غرض صحیح کے لیے ہو تو زیادہ کھانے میں کوئی حرج بھی نہیں مثلاً بندہ زیادہ کھا کر اتنی قوت پیدا کرنا چاہتا ہے کہ نماز روزہ اور اعمال شاقہ کو احسن طریقے سے ادا کر سکے تو یقیناً زیادہ کھانے میں کوئی حرج نہیں۔ (تَعْلِیْمُ الْمُتَعَلِّمِ طَرِیْقَ التَّعَلُّمِ صفحہ ۶۲)

میرے شیخ طریقت، امیر اہل سنت حضرت علامہ مولانا محمد الیاس عطار قادری مدظلہ العالی اپنی کتاب میں لکھتے ہیں:

کاش! بھوک خَرِیدی جاسکتی!

حضرتِ سیِّدُ نا یَحْیٰی بن مُعاذ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں، اگر بھوک بازار میں بکتی ہوتی تو آخرت کے طلب گار ضَرور اس کی خریداری کیا کرتے۔ (رسالۃ القشیریہ ص ۱۴۱)

ہر طرف کھانا خریدا جارہا ہے!

اللہ! اللہ! اولیائے کرام رَحِمَهُمُ اللہُ تعالیٰ کے مَدَنی ذِہن کی بھی کیا بات ہے! حضرت سیِّدُ نا یَحْیٰی بن مُعاذ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بھوک خریدنے کی بات فرما رہے ہیں، جبکہ نادان لوگوں میں زیادہ کھانے کے باقاعدہ مقابلے کیے جارہے ہیں، جو سب سے زیادہ کھانا کھالیتا ہے وہ بہت بڑا بہادُر تصوُّر کیا جاتا ہے! افسوس! صد کروڑ افسوس! آج کل لوگ پیسے دے

دے کر کھانے کی بازاری اشیاء اوران کے ساتھ ساتھ طرح طرح کے اَمراض خریدنے میں مصروف ہیں، ہرطرف کھانے پینے کی چیزوں کی خریداری کی دھوم ہے،فوڈ کلچر کا دَوردَورہ ہے،ایک ایک محلّہ میں کئی کئی رَیسٹوران کُھلے ہوئے ہیں، ہر سُو ہوٹلیں جگمگارہی ہیں، چہار جانب کباب سَموسے کے بَستے، دہی بَھلّے اور آلو چھولے کے خوانچے مُسکراتے نظر آرہے ہیں، چاروں طرف سیخ کباب اور چکن تِکّوں کی خوشبوئیں پھیلی ہوئی ہیں، آئسکریم اور سوڈالیمن کی بوتلوں کی دکانوں کی خوب بہاریں ہیں۔ضَرورت مند خریداروں کے ساتھ ساتھ کئی لوگ فقط نَفْس کی لذّت کی خاطر کھانے پینے کی چیزوں پر بے تابانہ منڈلارہے ہیں، جو ہاتھ میں آیا پھانک رہے ہیں، جو ملا ہڑپ کررہے ہیں، نہ کسی کودُنیوی نقصان کی فِکر، نہ بیماری کی پرواا ور نہ ہی آخرت کے حساب کی پڑی ہے، ہرایک کی آرزو ہے کھاؤں، کھاؤں اور بس کھاؤں اور کھاتا ہی چلا جاؤں گویا ہرطرف سے صدائیں بُلند ہورہی ہیں، ؎

کھاؤ پیو، جان بناؤ!

کاش! سرکارِ نامدار صلی اللہ تعالیٰ وعلیہ ؕالہٖ وسلَّم ،صحابہ کرام و شہیدانِ کربلا علیھم الرضوان اور اولیائے کرام رَحِمَھُم اللہُ تعالٰی کی مبارک بھوک ہمیں یاد رہتی ۔آہ! آہ! آہ! ہم کھاؤں کھاؤں کے نعرے لگارہے ہیں اور ان مقدس ہستیوں کی طرف سے بھوک بھوک کے پیغامات مل رہے ہیں۔ہم اگرچہ ہردم کھانے پینے میں مشغول ہیں مگر کوئی تو بات ہے کہ تمام انبیاء، صحابہ اور اولیاء علیھم السلام وعلیھم الرضوان کی جانب سے کم کھانے کا درس مل رہا ہے۔

زیادہ کھانا کفّار کی صفت ہے

صِرف لذّتِ نَفْس کیلئے کوئی چیز کھانا اچّھا نہیں ۔صَدرُ الشَّریعہ، بَدرُ الطَّریقہ حضرتِ علامہ مَولانا مُفتی محمد امجد علی اَعظمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں، قرانِ کریم میں کُفّار کی صِفت یہ بیان کی گئی کہ کھانے سے اُن کا مقصود تلذُّذ و تنعُّم (یعنی صِرف لُطف ولذّت اٹھانا) ہوتا ہے اور حدیثِ پاک میں کثرتِ خوری (یعنی زیادہ کھانا) کُفّار کی صِفت بتائی گئی ہے۔(ماخوذ از بہارِ شریعت حصّہ ۱۶ ص ۳۰)

کھاؤں کھاؤں کی خُو نکل جائے نَقلِ کُفّار سے بچا یا ربّ

حُصُولِ تصوُّف

حضرتِ سیِّدُنا جُنید بغدادی علیہ رحمۃُ اللہِ الھادی فرماتے ہیں، ہم نے تصوُّف کو قیل وقال (یعنی بَحث ومُباحثہ) سے نہیں بلکہ بھوک، دنیا سے دُوری اور لذّتِ نفسانی کو ترک کرکے حاصِل کیا ہے۔(سبع سنابل مترجم ص ۲۴۱)

(520) وَعَنْ اَبِیْ اُمَامَۃَ اِیَاسِ بْنِ ثَعْلَبَۃَ الْاَنْصَارِیِّ الْحَارِثِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: ذَکَرَ

حضرت ابوامامہ ایاس بن ثعلبہ انصاری حارثی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ نے ایک دن

اَصْحَابُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا عِنْدَهُ الدُّنْيَا. فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "اَلَا تَسْمَعُوْنَ؟ اَلَا تَسْمَعُوْنَ؟ اِنَّ الْبَذَاذَةَ مِنَ الْاِيْمَانِ، اِنَّ الْبَذَاذَةَ مِنَ الْاِيْمَانِ يَعْنِيْ: التَّقَحُّلَ. رَوَاهُ اَبُوْ دَاوُدَ.

آپ کے پاس دنیا کا ذکر کیا' تو آپ ﷺ نے کہا تم سنتے نہیں کیا تم سنتے نہیں۔ سادگی ایمان سے ہے۔ سادگی ایمان سے ہے۔ اس سے آپ کا ارادہ تکلفات کا ترک کرنا تھا۔

"اَلْبَذَاذَةُ- بِالْبَاءِ الْمُوَحَّدَةِ وَالذَّالَيْنِ الْمُعْجَمَتَيْنِ - وَهِيَ رَثَاثَةُ الْهَيْئَةِ وَتَرْكُ فَاخِرِ اللِّبَاسِ. وَاَمَّا "التَّقَحُّلُ فَبِالْقَافِ وَالْحَاءِ: قَالَ اَهْلُ اللُّغَةِ: الْمُتَقَحِّلُ هُوَ الرَّجُلُ الْيَابِسُ الْجِلْدِ مِنْ خُشُوْنَةِ الْعَيْشِ وَتَرْكِ التَّرَفُّهِ.

اَلْبَذَاذَةُ: با مؤحدہ کے ساتھ اور دونوں ذال معجمین کے ساتھ حالت کا سادہ ہونا' پرانا ہونا' اور عمدہ لباس کو ترک کرنا۔ اَلتَّقَحُّلُ: قاف اور حا کے ساتھ اہل لغت کہتے ہیں کہ متقحل وہ آدمی ہے' جس کی کھال زندگی کی سختیوں اور نعمتیں ترک کرنے کی وجہ سے خشک ہو جائے۔

تخریج حدیث: (صحیح مسلم' باب اباحۃ میتات البحر' ج٦ص٦١ رقم: ٥١٠٩ السنن الکبرٰی للبیھقی' باب الحیتان ومیتۃ البحر' ج٩ص٢٥١' رقم: ١٩٤٣٤ سنن ابوداود' باب فی دواب البحر' ج٣ص٣٢٨' رقم: ٣٨٤٢ مسند امام احمد' مسند جابر بن عبداللہ' ج٣ص٣١١' رقم: ١٤٣٧٧ مسند ابوعوانۃ' بیان اباحۃ صید دواب البحر' ج٨ص٣٠٢' رقم: ٦١٢٨ (دار المعرفۃ' بیروت)

شرح حدیث: رزق کے خزانوں کا مالک

فضل بن ربیع کا بیان ہے: میں ایک مرتبہ سفر حج میں خلیفہ ہارون الرشید علیہ رحمۃ اللہ المجید کے ساتھ تھا۔ واپسی پر جب ہمارا گزر کوفہ سے ہوا تو دیکھا کہ حضرت سیدنا بہلول دانا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ایک جگہ کھڑے ہیں اور بہت بلند آواز سے چیخ رہے ہیں۔ میں نے ان سے کہا: خاموش ہو جائیے۔ خلیفۃ المسلمین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تشریف لا رہے ہیں۔ یہ سن کر وہ خاموش ہو گئے۔ پھر جب خلیفہ ہارون الرشید علیہ رحمۃ اللہ المجید کی سواری قریب آئی تو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے زور سے کہا: اے امیر المؤمنین (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)! ذرا میری بات سنئے۔ خلیفہ نے آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی آواز سنی تو رک گئے۔

حضرت سیدنا بہلول دانا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا: اے امیر المؤمنین (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)! مجھے ایمن بن نایل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حدیث سنائی کہ حضرت سیدنا قدامہ بن عبداللہ عامری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: میں نے رسول اللہ عزوجل وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کو وادی منیٰ میں دیکھا کہ آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم ایک سادے سے کجاوے میں تشریف فرما تھے اور وہاں نہ مارنا تھا، نہ ادھر اُدھر ہٹانا تھا اور نہ ہی یہ کہ ایک طرف ہو جاؤ۔

(جامع الترمذی، ابواب الحج، باب ماجاء فی کراھیۃ طرد الناس۔۔۔الخ، الحدیث: ۹۰۳، ج۲، ص۱۷۳)

حضرتِ سیّدُنا فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کی سادگی

خلیفۃ المسلمین، امیر المؤمنین، خلیفۂ ثانی حضرتِ سیّدُنا عمر فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفہ بننے کے بعد انتہائی سادہ غذا استعمال فرمانے لگے جس کی وجہ سے بظاہر کمزور نظر آنے لگے۔ حضرتِ سیّدُنا محمد بن قیس رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: ایک مرتبہ کچھ لوگ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صاحبزادی اُمُّ المؤمنین حضرتِ سیّدَتُنا حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس آئے اور عرض کی: کمزوری کی وجہ سے امیر المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی گردن نظر آنے لگی ہے، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جسم کافی کمزور ہوگیا ہے اور کپڑے بھی ایسے پہنتے ہیں کہ جن پر کئی کئی پیوند لگے ہوتے ہیں۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ان سے عرض کریں کہ کچھ اچھا کھانا کھالیا کریں اور عمدہ و نرم لباس پہن لیا کریں، اس طرح انہیں لوگوں کے معاملات پر تقویت ملے گی۔ جب اُمُّ المؤمنین حضرتِ سیّدَتُنا حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے لوگوں کی باتیں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے بیان کیں تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: کیا میرے آقا و مولیٰ حضرت سیّدُنا محمدِ مصطفیٰ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے بھی اپنی زندگی میں کبھی عمدہ و نرم بستر استعمال فرمایا؟ تم تو بہتر جانتی ہو، بتاؤ! حضور صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کیسا بستر استعمال فرماتے تھے؟ عرض کی: آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا بستر ایک کمبل تھا جسے دوہرا کر دیا جاتا، جب وہ سخت ہو جاتا تو میں اسے چارتہہ کرکے بچھادیا کرتی اور آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا بستر یہی چادر تھی۔ فرمایا: اچھا مجھے بتاؤ! حضور صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کے سب سے قیمتی و عمدہ لباس میں کیا چیز شامل تھی؟ عرض کی: ایک دھاری دار چادر تھی جسے ہم نے ہی بنایا تھا، حضور صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم جب اسے زیبِ تن کرکے باہر تشریف لے گئے تو کسی نے وہ چادر مانگ لی، آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے وہ چادر اسے عنایت فرمادی۔

تیری سادگی پہ لاکھوں تیری عاجزی پہ لاکھوں
ہوں سلامِ عاجزانہ مدنی مدینے والے!

امیر المؤمنین حضرتِ سیّدُنا عمر فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: تمہارا کیا خیال ہے کہ مجھے عمدہ کھانا کھانے کی خواہش نہیں ہوتی، اگر میں گھی کھانا چاہتا تو زیتون کے تیل کی جگہ گھی استعمال کرتا، میرے پاس زیتون کا تیل ہوتا ہے لیکن میں پھر بھی نمک استعمال کرتا ہوں الغرض! مجھے ان چیزوں کی خواہش ہوتی ہے لیکن میرے دونوں رہنما (حضور نبیٔ کریم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلَّم اور صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ایک راستے پر چلے، میں نہیں چاہتا کہ میں ان کے راستے کی مخالفت کروں، میں ان کی مخالفت سے ڈرتا ہوں۔ (عُیُونُ الحِکَایات ۲۷۳)

(521) وَعَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰہِ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا قَالَ: بَعَثَنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، وَاَمَّرَ عَلَیْنَا اَبَا عُبَیْدَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ،

حضرت ابو عبد اللہ جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (فوج بنا کر) بھیجا ہم پر حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کو امیر مقرر فرمایا ہم قریش کے

نَتَلَقّٰى عِيْرًا لِّقُرَيْشٍ، وَزَوَّدَنَا جِرَابًا مِّنْ تَمْرٍ لَّمْ يَجِدْ لَنَا غَيْرَهُ. فَكَانَ اَبُوْ عُبَيْدَةَ يُعْطِيْنَا تَمْرَةً تَمْرَةً، فَقِيْلَ: كَيْفَ كُنْتُمْ تَصْنَعُوْنَ بِهَا؟ قَالَ: نَمَصُّهَا كَمَا يَمَصُّ الصَّبِيُّ، ثُمَّ نَشْرَبُ عَلَيْهَا مِنَ الْمَاءِ، فَتَكْفِيْنَا يَوْمَنَا اِلَى اللَّيْلِ، وَكُنَّا نَضْرِبُ بِعِصِيِّنَا الْخَبَطَ، ثُمَّ نَبُلُّهُ بِالْمَاءِ فَنَأْكُلُهُ. قَالَ: وَانْطَلَقْنَا عَلٰى سَاحِلِ الْبَحْرِ، فَرُفِعَ لَنَا عَلٰى سَاحِلِ الْبَحْرِ كَهَيْئَةِ الْكَثِيْبِ الضَّخْمِ، فَاَتَيْنَاهُ فَاِذَا هِيَ دَابَّةٌ تُدْعَى الْعَنْبَرَ. فَقَالَ اَبُوْ عُبَيْدَةَ: مَيْتَةٌ، ثُمَّ قَالَ: لَا، بَلْ نَحْنُ رُسُلُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَفِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَقَدِ اضْطُرِرْتُمْ فَكُلُوْا، فَاَقَمْنَا عَلَيْهِ شَهْرًا، وَنَحْنُ ثَلَاثُمِائَةٍ حَتّٰى سَمِنَّا، وَلَقَدْ رَاَيْتُنَا نَغْتَرِفُ مِنْ وَقْبِ عَيْنِهِ بِالْقِلَالِ الدُّهْنَ وَنَقْطَعُ مِنْهُ الْفِدَرَ كَالثَّوْرِ اَوْ كَقَدْرِ الثَّوْرِ، وَلَقَدْ اَخَذَ مِنَّا اَبُوْ عُبَيْدَةَ ثَلَاثَةَ عَشَرَ رَجُلًا فَاَقْعَدَهُمْ فِيْ وَقْبِ عَيْنِهِ وَاَخَذَ ضِلْعًا مِّنْ اَضْلَاعِهِ فَاَقَامَهَا ثُمَّ رَحَلَ اَعْظَمَ بَعِيْرٍ مَعَنَا فَمَرَّ مِنْ تَحْتِهَا وَتَزَوَّدْنَا مِنْ لَّحْمِهِ وَشَائِقَ. فَلَمَّا قَدِمْنَا الْمَدِيْنَةَ اَتَيْنَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرْنَا ذٰلِكَ لَهُ، فَقَالَ: "هُوَ رِزْقٌ اَخْرَجَهُ اللّٰهُ لَكُمْ، فَهَلْ مَعَكُمْ مِنْ لَّحْمِهِ شَيْءٌ فَتُطْعِمُوْنَا؟ فَاَرْسَلْنَا اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْهُ فَاَكَلَهُ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

قافلہ کا تعاقب کر رہے تھے۔ اور ایک تھیلی کھجوریں ہم کو زادِ راہ عنایت فرمائیں کیونکہ اس سے زیادہ اس وقت نہ ملیں۔ حضرت ابوعبیدہ ہمیں روزانہ ایک ایک کھجور عطا فرماتے۔ کہا گیا اس کو تم کیا کرتے تو کہا کہ ہم چوستے جس طرح بچہ (دودھ) چوستا ہے۔ پھر ہم اس پر پانی پی لیتے۔ تو ہمیں سارا دن رات وہی کافی ہو جاتا ہم اپنے عصا سے پتے جھاڑتے پھر پانی سے تر کر لیتے اور اس کو کھا لیتے۔ فرمایا: اور ہم ساحل سمندر پر جا رہے تھے کہ ہمارے لیے ساحل پر ایک بڑے ٹیلے جیسی کوئی عظیم چیز نظر آئی۔ ہم اس کے پاس آئے، تو وہ ایک جانور تھا اس کو عنبر کہا جاتا ہے۔ حضرت ابوعبیدہ نے کہا مردار ہے۔ پھر کہا نہیں ہم اللہ کے رسول ﷺ کے قاصد ہیں اور اللہ کی راہ میں ہیں اور تم مجبور ہو۔ پس اس کو کھاؤ، ہم اس پر ایک مہینہ تک مقیم رہے۔ ہم تین سو تھے حتیٰ کہ ہم موٹے ہو گئے ہم اس کی آنکھ کے گڑھوں سے مٹکوں کے ساتھ تیل نکالتے تھے اور ہم اس کے ٹکڑے بیل کی مقدار جتنے کاٹتے۔ ہم میں سے تیرہ آدمیوں کو لے کر حضرت ابوعبیدہ نے اس کی آنکھ کے گڑھے میں بٹھایا۔ (اس کے قد کا بیان مقصود ہے) اور اس کی پسلیوں میں سے پسلی کو لے کر کھڑا کیا۔ پھر ہمارے پاس موجود بڑے قد والے اونٹ پر کجاوہ کسا تو اس پر بیٹھ کر وہ نیچے سے گزر گئے۔ ہم نے اس کے گوشت میں سے زادِ راہ کے طور پر ٹکڑے لے لیے جب ہم مدینہ منورہ حاضر ہوئے ہم رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور یہ سب عرض کیا: آپ نے فرمایا وہ رزق اللہ تعالیٰ نے تمہارے

لیے نکالا۔ کیا تمہارے پاس اس کے گوشت میں سے کچھ ہے، تو وہ ہمیں کھلاؤ۔ چنانچہ ہم نے اس میں سے کچھ رسول اللہ ﷺ کی طرف بھیجا تو آپ نے اس میں تناول فرمایا۔ (مسلم)

"اَلْجِرَابُ": وِعَاءٌ مِّنْ جِلْدٍ مَعْرُوْفٌ، وَّهُوَ بِكَسْرِ الْجِيْمِ وَفَتْحِهَا وَالْكَسْرُ اَفْصَحُ. قَوْلُهٗ: "نَمُصُّهَا بِفَتْحِ الْمِيْمِ. وَ"الْخَبَطُ": وَرَقُ شَجَرٍ مَعْرُوْفٍ تَاْكُلُهُ الْاِبِلُ. وَ"الْكَثِيْبُ": التَّلُّ مِنَ الرَّمْلِ، وَ"الْوَقْبُ": بِفَتْحِ الْوَاوِ وَاِسْكَانِ الْقَافِ وَبَعْدَهَا بَاءٌ مُّوْحِدَةٌ وَّهُوَ نُقْرَةُ الْعَيْنِ. وَ"الْقِلَالُ": الْجِرَارُ. وَ"الْفِدَرُ بِكَسْرِ الْفَاءِ وَفَتْحِ الدَّالِ: اَلْقِطَعُ. "رَحَلَ الْبَعِيْرَ بِتَخْفِيْفِ الْحَاءِ: اَیْ جَعَلَ عَلَيْهِ الرَّحْلَ. "اَلْوَشَائِقُ بِالشِّيْنِ الْمُعْجَمَةِ وَالْقَافِ: اَللَّحْمُ الَّذِیْ اقْتُطِعَ لِيُقَدَّدَ مِنْهُ، وَاللّٰهُ اَعْلَمُ.

اَلْجِرَابُ: جیم پر زیر اور زبر دونوں سرح ہے مطلب اس کا تھیلہ چمڑے سے بنا ہوا۔ نَمُصُّهَا: میم پر زبر کے ساتھ: ہم اس کو چوس لیتے۔ اَلْخَبَطُ: مشہور درخت جس کے پتے اونٹ کھاتے ہیں۔ اَلْكَثِيْبُ: ریت کا ٹیلہ۔ وَقْبٌ: واؤ پر زبر کے ساتھ قاف ساکن اور اس کے بعد با موحدہ آنکھ کا گڑھا۔ قِلَالٌ: مٹکے بڑے سائز کے گھڑے۔ فِدَرٌ: ٹکڑے۔ رَحَلَ الْبَعِيْرَ: اونٹ پر کجاوہ ڈالا۔ وَشَائِقُ: سکھانے کے لیے گوشت کے جو ٹکڑے کیے جائیں۔ اور اللہ ہی زیادہ علم والا ہے۔

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب اباحة میتات البحر، ج٦ص٦١ رقم: ٥١٠٩ السنن الکبرٰی للبیهقی، باب الحیتان ومیتة البحر، ج٩ص٢٥١ رقم: ١٩٣٣٣ سنن ابوداؤد، باب فی دواب البحر، ج٣ص٤٢٨ رقم: ٣٨٤٢ مسند امام احمد، مسند جابر بن عبدالله، ج٣ص٣١١ رقم: ١٣٢٧٧ مسند ابوعوانة، بیان اباحة صید دواب البحر، ج٨ص٣٠٢ رقم: ٦١٢٨ (دار المعرفة، بیروت)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان لکھتے ہیں:

خبط کے معنی ہیں درختوں کے پتے، چونکہ اس غزوہ میں حضرات صحابہ نے بھوک کی وجہ سے پتے کھائے تھے اس لیے اسے غزوہ خبط بھی کہتے ہیں اور ان غازیوں کے لشکر کو جیش خبط، یہ غزوہ ٦ھ میں صلح حدیبیہ سے پہلے ہوا۔ (اشعہ)

اس طرح کہ دریا نے مچھلی کنارہ پر پھینکی وہ خشکی میں آ کر مرگئی ورنہ جو مچھلی دریا میں مرکر تر جائے وہ حرام ہے لہذا حدیث واضح ہے۔ وہ جو حدیث پاک میں ہے کہ دریا کا میتہ حلال ہے اس کے معنی یہ ہیں کہ جو دریا کی وجہ سے مرجائے یعنی پانی نہ ملنے سے جو پانی میں مرکر تیر جائے وہ دریا کا مردہ نہیں بلکہ کسی بیماری کی مردہ ہے۔

یعنی وہاں رہ کر پندرہ دن کھائی اور واپسی میں راستہ میں پندرہ دن یا مدینہ منورہ پہنچ کر پندرہ دن تک کھاتے رہے لہذا یہ حدیث اس روایت کے خلاف نہیں جس میں ایک ماہ تک کھانے کا ذکر ہے۔ اس مچھلی کو عنبر اس لیے کہتے ہوں گے کہ

اس سے عنبر نکلتا ہے یا اس قسم کی مچھلی کا نام عنبر ہے۔ (اشعہ)

بعض روایات میں ہے کہ حضرت ابوعبیدہ نے سب سے اونچا اونٹ اس کی ہڈی کے نیچے سے گزارا تو وہ اونٹ اس ہڈی کے نیچے سے گزر گیا۔

اس عمل شریف سے مچھلی کی حلت عملی طور پر دکھادی گئی گویا قولی فتویٰ بھی دے دیا گیا اور عملی فتویٰ بھی۔

(مرٲۃ المناجیح، ج۵،ص ۱۰۰۷)

(522) وَعَنْ اَسْمَآءَ بِنْتِ يَزِيْدَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا، قَالَتْ: كَانَ كُمُّ قَمِيْصِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَى الرُّصْغِ. رَوَاهُ اَبُوْ دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: "حَدِيْثٌ حَسَنٌ".

- حضرت اسماء بنت یزید ﷺ سے روایت ہے۔ آپ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے قمیص کی آستین کلائی کے جوڑ تک تھی۔ اسے ابوداؤد اور ترمذی نے روایت کیا اور کہا یہ حدیث حسن ہے۔

"اَلرُّصْغُ بِالصَّادِ وَالرُّسْغُ بِالسِّيْنِ اَيْضًا: هُوَ الْمَفْصِلُ بَيْنَ الْكَفِّ وَالسَّاعِدِ.

اَلرُّصْغُ: صاد کے ساتھ اور اَلرُّسْغُ: سین کے ساتھ بھی آیا ہے" ہتھیلی اور کلائی کا جوڑ۔

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد، باب ما جاء فی القمیص، ج۴ص۷۰، رقم: ۴۰۲۹، سنن ترمذی، باب ما جاء فی القمیص ج۳ص۲۳۸، رقم: ۱۷۶۵، الاداب للبیهقی، باب من اختار التواضع فی اللباس، ج۱ص۲۹۵، رقم: ۴۹۲، جامع الاصول لابن اثیر، النوع الثانی فی القمیص والازار، ج۱۰ص۶۳۴، رقم: ۸۲۳۵)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان لکھتے ہیں:

لہذا سنت یہ ہی ہے کہ قمیص کی آستینیں نہ تو کلائی سے اوپر ہوں نہ نیچے یعنی ہتھیلی یا انگلیوں تک۔ جن روایات میں ہے کہ حضور انور کی آستینیں انگلیوں تک ہوتی تھیں وہاں جبہ کی آستینیں مراد ہیں لہذا احادیث میں تعارض نہیں۔ جبہ کی آستینیں دراز ہوتی تھیں قمیص کی آستینیں چھوٹی، آج کل قمیص کی آستینیں آدھی کلائی تک بعض لوگ رکھتے ہیں یہ سنت کے خلاف ہے۔ شلوکے یا واسکٹ کی آستینیں بازو تک ہوتی ہیں یا بالکل نہیں ہوتیں یہ بھی جائز ہے۔ (مرٲۃ المناجیح، ج۶، ص ۱۷۴)

آپ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کے لباس کے متعلق آداب اور اخلاق

نبیِّ اکرم، نُورِ مجسّم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کو جو لباس میسر ہوتا زیبِ تن فرما لیتے اور زیادہ تر آپ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کا لباس سفید ہوتا، آپ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم نے فرمایا:

اَلْبِسُوْهَا اَحْيَاكُمْ وَكَفِّنُوْا فِيْهَا مَوْتَاكُمْ۔

ترجمہ: سفید لباس اپنے زندوں کو پہناؤ اور اپنے مردوں کو اس سے کفن دو۔

(سنن ابی ماجۃ، کتاب اللباس، باب البیاض من الثیاب، الحدیث ۳۵۶۶، ص ۲۶۹۱۔ المعجم الصغیر للطبرانی، الحدیث ۳۸۹، ج۱، ص ۱۳۸۔۱۳۹)

بعض اوقات آپ باہر تشریف لاتے اور آپ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کی انگوٹھی کے ساتھ دھاگا بندھا ہوتا اس کے ساتھ آپ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کسی بات کو یاد کرتے۔

(الکامل فی ضعفاء الرجال، الرقم ۲۵۰، بشر بن ابراھیم الانصاری، ج ۲، ص ۱۶۷، مفھوماً)

آپ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم عمامہ شریف کے نیچے ٹوپی پہنتے اور عمامہ کے بغیر بھی ٹوپی پہنتے، بعض اوقات آپ سر سے ٹوپی اتار کر اپنے سامنے سترہ بنالیتے اور اس کی طرف رخ کر کے نماز پڑھتے۔

(اُخلاق النبی لابی الشیخ الاَصبھانی، باب ذکر قلنسوتہ، الحدیث ۳۰۰، ج ۱، ص ۳۲۷، بدون: ربما ینزع قلنسوتہ من رأسہ)

آپ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم جب کپڑا پہنتے تو دائیں طرف سے شروع کرتے۔

(جامع الترمذی، ابواب اللباس، باب ماجاء فی القمص، الحدیث ۱۷۶۶، ص ۱۸۳۱)

آپ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم یہ پڑھتے: اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ کَسَانِیْ مَا اُوَارِیْ بِہٖ عَوْرَتِیْ وَاَتَجَمَّلُ بِہٖ فِی النَّاسِ

ترجمہ: اللہ عَزَّوَجَلَّ کا شکر ہے جس نے مجھے وہ چیز پہنائی جس کے ذریعے میں اپنے پردہ کی جگہ کو ڈھانپتا ہوں اور اس کے ساتھ لوگوں میں زینت حاصل کرتا ہوں۔ (جامع الترمذی، کتاب الدعوات، باب ما اُمر من استغفر، الحدیث ۳۵۶۰، ص ۲۰۱۸۔ المسند للامام احمد بن حنبل، مسند علی بن ابی طالب، الحدیث ۱۳۵۲، ج ۱، ص ۳۳۱)

آپ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم جب کپڑا اتارتے تو بائیں جانب سے اتارتے۔

(اخلاق النبی لابی الشیخ الاَصبھانی، ذکر محبتہ للتیامن۔۔۔۔۔۔ الخ، الحدیث ۷۷۳، ج ۲، ص ۳۸۴، مفھوماً)

آپ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کے لئے جمعہ کے دن پہننے کے لئے مخصوص لباس تھا۔

(المعجم الصغیر للطبرانی، الحدیث ۴۲۵، ج ۱، ص ۱۵۲، بتغیر)

جب آپ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نیا کپڑا پہنتے تو پرانا کپڑا کسی مسکین کو دے دیتے اور فرماتے: جو شخص کسی مسلمان کو اپنا زائد کپڑا پہنائے اور وہ صرف اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لئے پہنائے تو وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی ضمان، اس کی حفاظت اور اس کی طرف سے بھلائی میں ہوتا ہے جب تک پہننے والا اسے پہنے رہے خواہ زندہ ہو یا مردہ۔

(شعب الایمان للبیھقی، باب فی الملابس والاوانی، فصل فیما یقول اذا لبس ثوباً، الحدیث ۶۲۸۶، ج ۵، ص ۱۸۱۔۱۸۲)

(523) وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: إِنَّا كُنَّا يَوْمَ الْخَنْدَقِ نَحْفِرُ، فَعَرَضَتْ كُدْيَةٌ شَدِيْدَةٌ، فَجَاؤُوا إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالُوا: هٰذِهِ كُدْيَةٌ عَرَضَتْ فِي الْخَنْدَقِ. فَقَالَ: "أَنَا نَازِلٌ" ثُمَّ قَامَ، وَبَطْنُهُ مَعْصُوبٌ بِحَجَرٍ، وَلَبِثْنَا ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم خندق کے دن کھدائی کر رہے تھے ایک سخت چٹان آ گئی۔ پس وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے عرض کیا: خندق میں ایک چٹان آ گئی ہے۔ فرمایا: میں اترتا ہوں۔ پھر آپ کھڑے ہوئے اور آپ کے شکم اطہر پر پتھر

لاَ نَذُوقُ ذَوَاقًا فَاَخَذَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمِعْوَلَ، فَضَرَبَ فَعَادَ كَثِيبًا اَهْيَلَ اَوْ اَهْيَمَ، فَقُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، ائْذَنْ لِيْ اِلَى الْبَيْتِ، فَقُلْتُ لِامْرَاَتِيْ: رَاَيْتُ بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَيْئًا مَّا فِيْ ذٰلِكَ صَبْرٌ فَعِنْدَكِ شَيْءٌ؟ فَقَالَتْ: عِنْدِيْ شَعِيْرٌ وَّعَنَاقٌ . فَذَبَحْتُ الْعَنَاقَ وَطَحَنْتُ الشَّعِيْرَ حَتّٰى جَعَلْنَا اللَّحْمَ فِي الْبُرْمَةِ، ثُمَّ جِئْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَالْعَجِيْنُ قَدِ انْكَسَرَ، وَالْبُرْمَةُ بَيْنَ الْاَثَافِيِّ قَدْ كَادَتْ تَنْضِجُ، فَقُلْتُ: طُعَيْمٌ لِيْ، فَقُمْ اَنْتَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَرَجُلٌ اَوْ رَجُلَانِ، قَالَ: "كَمْ هُوَ"؟ فَذَكَرْتُ لَهُ، فَقَالَ: "كَثِيْرٌ طَيِّبٌ قُلْ لَهَا لاَ تَنْزَعِ الْبُرْمَةَ، وَلاَ الْخُبْزَ مِنَ التَّنُّوْرِ حَتّٰى اٰتِيَ" فَقَالَ: "قُوْمُوْا". فَقَامَ الْمُهَاجِرُوْنَ وَالْاَنْصَارُ، فَدَخَلْتُ عَلَيْهَا فَقُلْتُ: وَيْحَكِ قَدْ جَآءَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْمُهَاجِرُوْنَ وَالْاَنْصَارُ وَمَنْ مَعَهُمْ ! قَالَتْ: هَلْ سَاَلَكَ؟ قُلْتُ: نَعَمْ، قَالَ: "اُدْخُلُوْا وَلاَ تَضَاغَطُوْا" فَجَعَلَ يَكْسِرُ الْخُبْزَ، وَيَجْعَلُ عَلَيْهِ اللَّحْمَ، وَيُخَمِّرُ الْبُرْمَةَ وَالتَّنُّوْرَ اِذَا اَخَذَ مِنْهُ، وَيُقَرِّبُ اِلٰى اَصْحَابِهِ ثُمَّ يَنْزِعُ، فَلَمْ يَزَلْ يَكْسِرُ وَيَغْرِفُ حَتّٰى شَبِعُوْا، وَبَقِيَ مِنْهُ، فَقَالَ: "كُلِيْ هٰذَا وَاَهْدِيْ، فَاِنَّ النَّاسَ اَصَابَتْهُمْ مَجَاعَةٌ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

بندھا ہوا تھا۔ اور ہمیں تین دن رات ہو گئے تھے کہ ہم نے کچھ نہ چکھا تھا۔ نبی اکرم ﷺ نے کدال پکڑ کر ماری تو وہ (چٹان) ریت کے ٹیلے کی طرح بکھر گئی۔ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! مجھے گھر جانے کی اجازت عطا فرمائیں۔ آ کر میں نے اپنی بیوی سے کہا میں نے نبی اکرم ﷺ کو ایسی حالت میں دیکھا ہے کہ صبر ممکن نہیں، تو کیا تیرے پاس کچھ ہے کہنے لگی: کچھ جو اور بکری کا بچہ، میں نے بکری کا بچہ ذبح کر دیا۔ اس نے جو پیس دیئے۔ حتیٰ کہ ہم نے گوشت ہنڈیا میں ڈال دیا۔ پھر میں نبی اکرم ﷺ کے پاس حاضر ہوا اور آٹا تیار ہو گیا تھا۔ اور ہنڈیا چولہے پر پکنے کے قریب تھی۔ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ اور ایک دو آدمی کھڑے ہو جائیں۔ تھوڑا سا کھانا ہے۔ فرمایا: وہ کتنا ہے۔ میں نے عرض کر دیا فرمایا بہت ہے اور عمدہ ہے۔ فرمایا: بیوی سے کہہ دو، ہنڈیا کو نہ اتارے اور روٹی تنور سے نہ نکالے۔ حتی کہ میں آؤں (پھر یہ کام کرے) پھر فرمایا کھڑے ہو جاؤ۔ مہاجرین اور انصار کھڑے ہو گئے۔ میں گھر آیا، بیوی سے کہا تیرا بھلا ہو۔ نبی اکرم ﷺ مہاجرین اور انصار اور ساتھ دیگر لوگوں کو لے کر آ گئے۔ اس نے پوچھا: آپ ﷺ نے تجھ سے دریافت کیا ہے۔ کہا ہاں۔ آپ ﷺ نے صحابہ کو فرمایا۔ داخل ہو جاؤ اور تنگی نہ کرو۔ پھر آپ نے روٹی کے ٹکڑے کرنے شروع کر دیئے اور اس پر گوشت ڈالتے اور ہنڈیا اور تنور کو ڈھانپ رکھتے۔ جب اس سے روٹی اور سالن لے لیتے اور اس کو اپنے صحابہ کے قریب کرتے۔ پھر کپڑا اتارتے تو اس طرح

روٹی توڑتے اور سالن ڈالتے رہے۔ حتیٰ کہ سب سیر ہو گئے اور کچھ بچ گیا۔ آپ ﷺ نے جابر کی بیوی کو فرمایا یہ کھا اور ہدیہ کردے (جس کو چاہے) لوگوں کو بھوک لگی ہے۔

وَفِيْ رِوَايَةٍ قَالَ جَابِرٌ: لَمَّا حُفِرَ الْخَنْدَقُ رَأَيْتُ بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَمَصًا، فَانْكَفَأْتُ إِلَى امْرَأَتِيْ، فَقُلْتُ: هَلْ عِنْدَكِ شَيْءٌ؟ فَإِنِّيْ رَأَيْتُ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَمَصًا شَدِيْدًا، فَأَخْرَجَتْ إِلَيَّ جِرَابًا فِيْهِ صَاعٌ مِّنْ شَعِيْرٍ، وَّلَنَا بُهَيْمَةٌ دَاجِنٌ فَذَبَحْتُهَا، وَطَحَنَتِ الشَّعِيْرَ، فَفَرَغَتْ إِلَى فَرَاغِيْ، وَقَطَعْتُهَا فِيْ بُرْمَتِهَا، ثُمَّ وَلَّيْتُ إِلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَتْ: لَا تَفْضَحْنِيْ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَنْ مَّعَهُ، فَجِئْتُهُ فَسَارَرْتُهُ، فَقُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، ذَبَحْنَا بُهَيْمَةً لَنَا، وَطَحَنْتُ صَاعًا مِّنْ شَعِيْرٍ، فَتَعَالَ أَنْتَ وَنَفَرٌ مَّعَكَ، فَصَاحَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: "يَا أَهْلَ الْخَنْدَقِ: إِنَّ جَابِرًا قَدْ صَنَعَ سُوْرًا فَحَيَّهَلًا بِكُمْ" فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَا تُنْزِلُنَّ بُرْمَتَكُمْ وَلَا تَخْبِزُنَّ عَجِيْنَكُمْ حَتّٰى أَجِيْءَ" فَجِئْتُ، وَجَاءَ النبي صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْدُمُ النَّاسَ، حَتّٰى جِئْتُ امْرَأَتِيْ، فَقَالَتْ: بِكَ وَبِكَ! فَقُلْتُ: قَدْ فَعَلْتُ الَّذِيْ قُلْتِ. فَأَخْرَجَتْ عَجِيْنًا، فَبَسَقَ فِيْهِ وَبَارَكَ، ثُمَّ عَمَدَ إِلَى بُرْمَتِنَا فَبَصَقَ وَبَارَكَ، ثُمَّ قَالَ: "ادْعِيْ خَابِزَةً فَلْتَخْبِزْ مَعَكِ، وَاقْدَحِيْ مِنْ بُرْمَتِكُمْ، وَلَا تُنْزِلُوْهَا

ایک اور روایت میں ہے۔ حضرت جابر نے فرمایا: جب خندق کھودی گئی تو میں نے دیکھا کہ نبی اکرم ﷺ کو بھوک لگی ہے۔ میں اپنی بیوی کی طرف پلٹا میں نے اسے کہا کیا تیرے پاس کچھ ہے میں نے رسول اللہ ﷺ کو شدید بھوک میں دیکھا ہے۔ اس نے میری طرف ایک تھیلا نکالا۔ جس میں ایک ٹوپہ جو تھے اور ہمارا ایک چھوٹا بکری کا بچہ تھا۔ میں نے اس کو ذبح کیا اور میری بیوی نے جو پیسے میرے فارغ ہونے تک وہ بھی فارغ ہوگئی۔ میں نے گوشت کے ٹکڑے کر کے ہنڈیا میں ڈال دیا پھر میں رسول اللہ ﷺ کی طرف پھرا۔ تو میری بیوی نے کہا تھا مجھے رسول اللہ ﷺ اور آپ کے ساتھیوں کے سامنے رسوا نہ کرنا۔ میں حاضر خدمت ہوا' میں نے آہستگی سے عرض کیا۔ یارسول اللہ! ہم نے بکری کا بچہ ذبح کیا ہے۔ اور ایک ٹوپہ جو پیسے ہیں۔ تو آپ اور آپ کے ساتھ چند آدمی آجائیں۔ تو رسول اللہ ﷺ نے بآواز بلند فرمایا اے اہلِ خندق! جابر نے تمہارے لیے کچھ بنایا ہے پس آؤ میرے ساتھ۔ پس نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تم اپنی ہنڈیا کو نہ اتارنا اور اپنے آٹے کی روٹی نہ لگانا۔ حتیٰ کہ میں آجاؤں۔ میں آیا اور نبی اکرم ﷺ لوگوں کے آگے آگے تشریف لائے۔ چنانچہ میں گھر آیا اور بیوی سے کہا تو رسوا ہوا اور تو رسوا ہوئی اور تو اس

وَهُمْ أَلْفٌ، فَأُقْسِمُ بِاللّٰهِ لَأَكَلُوا حَتّٰى تَرَكُوهُ وَانْحَرَفُوا، وَإِنَّ بُرْمَتَنَا لَتَغِطُّ كَمَا هِيَ، وَإِنَّ عَجِيْنَنَا لَيُخْبَزُ كَمَا هُوَ.

نے کہا: تو نے یہ کیا کیا۔ میں نے کہا میں نے اسی طرح کیا ہے، جس طرح تو نے کہا ہے، تو اس نے آٹا نکالا آپ ﷺ نے اس میں لعاب دہن ملایا اور برکت ڈال دی پھر ہنڈیا کی طرف متوجہ ہوئے اس میں بھی لعاب دہن ملایا اور برکت ڈال دی۔ پھر فرمایا ایک اور روٹیاں پکانے والی بلا لے جو تیرے ساتھ روٹیاں پکائے اور ہنڈیا سے سالن ڈالو مگر نیچے نہ اتارنا۔ صحابہ کرام ایک ہزار کی تعداد میں تھے۔ اللہ کی قسم سب نے کھایا حتیٰ کہ چھوڑ کر چلے گئے۔ اور ہماری ہنڈیا اسی طرح جوش مار رہی تھی۔ جس طرح پہلے جوش مار رہی تھی۔ اور ہمارا آٹا اسی طرح پکا جا رہا تھا جس طرح پہلے پک رہا تھا۔

قَوْلُهُ: "عَرَضَتْ كُدْيَةٌ" بِضَمِّ الْكَافِ وَإِسْكَانِ الدَّالِ وَبِالْيَاءِ الْمُثَنَّاةِ تَحْتَ، وَهِيَ قِطْعَةٌ غَلِيْظَةٌ صُلْبَةٌ مِّنَ الْأَرْضِ لَا يَعْمَلُ فِيْهَا الْفَأْسُ، وَالْكَثِيْبُ أَصْلُهُ تَلُّ الرَّمْلِ، وَالْمُرَادُ هُنَا: صَارَتْ تُرَابًا نَاعِمًا، وَّهُوَ مَعْنَى "أَهْيَلَ". وَ"الْأَثَافِيُّ": الْأَحْجَارُ الَّتِيْ يَكُوْنُ عَلَيْهَا الْقِدْرُ، وَ"تَضَاغَطُوْا": تَزَاحَمُوْا. وَ"الْمَجَاعَةُ": الْجُوْعُ، وَهُوَ بِفَتْحِ الْمِيْمِ. وَ"الْخَمَصُ": بِفَتْحِ الْخَاءِ الْمُعْجَمَةِ وَالْمِيْمِ: الْجُوْعُ، وَ"انْكَفَأْتُ": انْقَلَبْتُ وَرَجَعْتُ. وَ"الْبُهَيْمَةُ" بِضَمِّ الْبَاءِ، تَصْغِيْرِ بَهْمَةٍ وَهِيَ الْعَنَاقُ، بِفَتْحِ الْعَيْنِ. وَ"الدَّاجِنُ": هِيَ الَّتِيْ أَلِفَتِ الْبَيْتَ: وَ"السُّؤْرُ" الطَّعَامُ الَّذِيْ يُدْعَى النَّاسُ إِلَيْهِ ، وَهُوَ بِالْفَارِسِيَّةِ. وَ"حَيَّهَلًا" أَيْ تَعَالَوْا. وَقَوْلُهَا "بِكَ وَبِكَ" أَيْ خَاصَمَتْهُ وَسَبَّتْهُ، لِأَنَّهَا اعْتَقَدَتْ أَنَّ الَّذِيْ

عَرَضَتْ كُدْيَةٌ: کاف پر پیش اور دال ساکن اور یا مثناۃ کے ساتھ، زمین کا سخت ٹکڑا جس میں کدال بے اثر ہو جائے، كَثِيْب: اصل میں ریت کا ٹیلہ کو کہتے ہیں، یہاں نرم مٹی مراد ہے کہ پتھر ریت کی طرح بھربھرا ہو گیا یہ اھیل کا معنیٰ ہے۔ اَثَافِي الْاَحْجَارُ: وہ پتھر جس پر ہنڈیا رکھی جاتی ہے۔ تَضَاغَطُوْا: بھیڑ کرو۔ مَجَاعَةٌ: بھوک۔ اَلْخَمَصُ: خا معجمہ اور میم پر زبر بھوک کو کہتے ہیں۔ اِنْكَفَأْتُ: میں لوٹا میں پھرا۔ بُهَيْمَة: با پر پیش کے ساتھ چھوٹا چوپایہ۔ عَنَاقٌ: عین پر زبر کے ساتھ بکری کا بچہ۔ دَاجِنٌ: بکری کا بچہ جو پالتو ہو۔ سُؤْرٌ: وہ کھانا جس طرف لوگوں کو دعوت دی جائے یہ فارسی لفظ ہے۔ حَيَّهَلًا: آؤ۔ بِكَ وَبِكَ: وہ ان سے جھگڑی اور برا بھلا اور سخت سست کہا کیونکہ اس کے پاس موجود کھانا اتنے افراد کے لیے کافی نہ تھا۔ اس لیے شرمندہ ہوئیں

عِنْدَهَا لَا يَكْفِيهِمْ، فَاسْتَحْيَتْ وَخَفِيَ عَلَيْهَا مَا أَكْرَمَ اللّٰهُ سُبْحَانَهُ وَتَعَالٰى بِهٖ نَبِيَّهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ هٰذِهِ الْمُعْجِزَةِ الظَّاهِرَةِ وَالْاٰيَةِ الْبَاهِرَةِ. "بَسَقَ" اَیْ: بَصَقَ ؛ وَيُقَالُ اَيْضًا: بَزَقَ، ثَلَاثُ لُغَاتٍ. وَ"عَمَدَ" بِفَتْحِ الْمِيْمِ، اَیْ: قَصَدَ. وَاقْدَحِيْ اَیْ: اغْرِفِيْ؛ وَالْمِقْدَحَةُ: الْمِغْرَفَةُ. وَ"تَغِطُّ" اَیْ: لِغَلَيَانِهَا صَوْتٌ، وَاللّٰهُ اَعْلَمُ.

لیکن ان پر وہ مخفی رہا جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول پاک کو عزت بخشی ہے۔ بَسَقَ بَصَقَ بَزَقَ: ہم معنی ہیں تینوں کا معنی تھوکا' یہاں کہیں گے لعاب دہن ملایا' عَمَدَ میم پر زبر کے ساتھ یعنی ارادہ کیا۔ اَقْدَحِی چمچہ بھر سالن نکالا۔ مُقْدَحَۃٌ چمچہ کو کہتے ہیں۔ تَغِطُّ اُبلتی ہوئی تھی' جوش مارتی تھی۔ اور اللہ ہی زیادہ علم والا ہے۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب غزوۃ الخندق وھی الاحزاب، ج۵ص۱۰۸، رقم: ۴۱۰۱ صحیح مسلم، باب جواز استتباعہ غیرہ الی دار من یثق برضاہ ذلک، ج۳ص۱۱۷، رقم: ۵۳۳۶ المستدرک للحاکم، کتاب المغازی والسرایا، ج۳ص۸۸، رقم: ۴۳۲۳ مسند ابوعوانۃ، باب اتخاذ الطعام للاضیاف، ج۵ص۱۷۷، رقم: ۸۳۰۷ (دار المعرفۃ، بیروت) جامع الاصول لابن اثیر، الفصل الثالث فی زیادۃ الطعام، ج۱۱ص۳۵۲، رقم: ۸۹۰۹)

شرح حدیث: جنگِ خندق

۵ھ کی تمام لڑائیوں میں یہ جنگ سب سے زیادہ مشہور اور فیصلہ کن جنگ ہے چونکہ دشمنوں سے حفاظت کے لئے شہر مدینہ کے گرد خندق کھودی گئی تھی اس لئے یہ لڑائی جنگ خندق کہلاتی ہے اور چونکہ تمام کفار عرب نے متحد ہو کر اسلام کے خلاف یہ جنگ کی تھی اس لئے اس لڑائی کا دوسرا نام جنگ احزاب (تمام جماعتوں کی متحدہ جنگ) ہے، قرآن مجید میں اس لڑائی کا تذکرہ اسی نام کے ساتھ آیا ہے۔ (المواھب اللدنیۃ مع شرح الزرقانی، باب غزوۃ المریسیع، ج ۳، ص ۷ املتقطاً)

جنگ خندق کا سبب

گزشتہ اوراق میں ہم یہ لکھ چکے ہیں کہ قبیلہ بنونضیر کے یہودی جب مدینہ سے نکال دیئے گئے تو ان میں سے یہودیوں کے چند رؤسا خیبر میں جا کر آباد ہو گئے اور خیبر کے یہودیوں نے ان لوگوں کا اتنا اعزاز واکرام کیا کہ سلام بن مشکم وابن ابی الحقیق وحیی بن اخطب وکنانہ بن الربیع کو اپنا سردار مان لیا یہ لوگ چونکہ مسلمانوں کے خلاف غیظ وغضب میں بھرے ہوئے تھے اور انتقام کی آگ ان کے سینوں میں دہک رہی تھی اس لئے ان لوگوں نے مدینہ پر ایک زبردست حملہ کی اسکیم بنائی، چنانچہ یہ تینوں اس مقصد کے پیش نظر مکہ گئے اور کفار قریش سے مل کر یہ کہا کہ اگر تم لوگ ہمارا ساتھ دو تو ہم لوگ مسلمانوں کو صفحۂ ہستی سے نیست ونابود کر سکتے ہیں کفار قریش تو اس کے بھوکے ہی تھے فوراً ہی ان لوگوں نے یہودیوں کی ہاں میں ہاں ملادی کفار قریش سے ساز باز کر لینے کے بعد ان تینوں یہودیوں نے قبیلہ بنوغطفان کا رخ کیا اور خیبر کی آدھی آمدنی دینے کا لالچ دے کر ان لوگوں کو بھی مسلمانوں کے خلاف جنگ کرنے کے لئے آمادہ کر لیا پھر بنوغطفان نے اپنے

حلیف بنو اسد کو بھی جنگ کے لئے تیار کر لیا ادھر یہودیوں نے اپنے حلیف قبیلہ بنو اسعد کو بھی اپنا ہمنوا بنا لیا اور کفار قریش نے اپنی رشتہ داریوں کی بنا پر قبیلہ بنو سلیمکو بھی اپنے ساتھ ملا لیا غرض اس طرح تمام قبائل عرب کے کفار نے مل جل کر ایک لشکر جرار تیار کر لیا جس کی تعداد دس ہزار تھی اور ابوسفیان اس پورے لشکر کا سپہ سالار بن گیا۔

مسلمانوں کی تیاری

جب قبائل عرب کے تمام کافروں کے اس گٹھ جوڑ اور خوفناک حملہ کی خبریں مدینہ پہنچیں تو حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب کو جمع فرما کر مشورہ فرمایا کہ اس حملہ کا مقابلہ کس طرح کیا جائے؟ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ رائے دی کہ جنگِ اُحد کی طرح شہر سے باہر نکل کر اتنی بڑی فوج کے حملہ کو میدانی لڑائی میں روکنا مصلحت کے خلاف ہے لہٰذا مناسب یہ ہے کہ شہر کے اندر رہ کر اس حملہ کا دفاع کیا جائے اور شہر کے گرد جس طرف سے کفار کی چڑھائی کا خطرہ ہے ایک خندق کھود لی جائے تا کہ کفار کی پوری فوج بیک وقت حملہ آور نہ ہو سکے، مدینہ کے تین طرف چونکہ مکانات کی تنگ گلیاں اور کھجوروں کے جھنڈ تھے اس لئے ان تینوں جانب سے حملہ کا امکان نہیں تھا مدینہ کا صرف ایک رُخ کھلا ہوا تھا اس لئے یہ طے کیا گیا کہ اسی طرف پانچ گز گہری خندق کھودی جائے، چنانچہ ۸ ذوقعدہ ۵ھ کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تین ہزار صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو ساتھ لے کر خندق کھودنے میں مصروف ہو گئے، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خود اپنے دست مبارک سے خندق کی حد بندی فرمائی اور دس دس آدمیوں پر دس دس گز زمین تقسیم فرما دی اور تقریباً بیس دن میں یہ خندق تیار ہو گئی۔ (شرح الزرقانی علی المواھب، باب غزوۃ الخندق...الخ، ج ۳، ص ۱۹، ۳۳ ومدارج النبوت، قسم اول، باب پنجم، ذکر فضائل...الخ، ج ۲، ص ۱۶۸ ملخصاً)

اسلامی افواج کی مورچہ بندی

حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خندق تیار ہو جانے کے بعد عورتوں اور بچوں کو مدینہ کے محفوظ قلعہ میں جمع فرما دیا اور مدینہ پر حضرت ابن اُم مکتوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنا خلیفہ بنا کر تین ہزار انصار و مہاجرین کی فوج کے ساتھ مدینہ سے نکل کر سَلَع پہاڑ کے دامن میں ٹھہرے سلع آپ کی پشت پر تھا اور آپ کے سامنے خندق تھی۔ مہاجرین کا جھنڈا حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ میں دیا اور انصار کا علمبردار حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بنایا۔ (السیرۃ الحلبیۃ، باب ذکر مغازیہ، غزوۃ الخندق، ج ۲، ص ۴۲۱، ۴۲۲ ملتقطاً والمواھب اللدنیۃ وشرح الزرقانی، باب غزوۃ الخندق...الخ، ج ۳، ص ۳۵)

(524) وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ اَبُوْ طَلْحَةَ لِاُمِّ سُلَيْمٍ: قَدْ سَمِعْتُ صَوْتَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ضَعِيْفًا اَعْرِفُ فِيْهِ

حضرت انس ﷺ سے روایت ہے کہ حضرت ابوطلحہ نے اُمِ سلیم کو کہا میں نے رسول اللہ ﷺ کی آواز میں ضعف محسوس کیا ہے مجھے آپ میں بھوک معلوم ہوتی

الْجُوعَ، فَهَلْ عِنْدَكِ مِنْ شَيْءٍ؟ فَقَالَتْ: نَعَمْ، فَأَخْرَجَتْ أَقْرَاصًا مِّنْ شَعِيْرٍ، ثُمَّ أَخَذَتْ خِمَارًا لَّهَا، فَلَفَّتِ الْخُبْزَ بِبَعْضِهِ، ثُمَّ دَسَّتْهُ تَحْتَ ثَوْبِيْ وَرَدَّتْنِيْ بِبَعْضِهِ، ثُمَّ أَرْسَلَتْنِيْ إِلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَذَهَبْتُ بِهِ، فَوَجَدْتُّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، جَالِسًا فِي الْمَسْجِدِ، وَمَعَهُ النَّاسُ، فَقُمْتُ عَلَيْهِمْ، فَقَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "أَرْسَلَكَ أَبُوْ طَلْحَةَ؟ فَقُلْتُ: نَعَمْ، فَقَالَ: "أَلِطَعَامٍ؟ فَقُلْتُ: نَعَمْ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "قُوْمُوْا فَانْطَلَقُوْا وَانْطَلَقْتُ بَيْنَ أَيْدِيْهِمْ حَتّٰى جِئْتُ أَبَا طَلْحَةَ فَأَخْبَرْتُهُ، فَقَالَ أَبُوْ طَلْحَةَ: يَا أُمَّ سُلَيْمٍ، قَدْ جَآءَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالنَّاسِ وَلَيْسَ عِنْدَنَا مَا نُطْعِمُهُمْ؟ فَقَالَتْ: اَللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ أَعْلَمُ. فَانْطَلَقَ أَبُوْ طَلْحَةَ حَتّٰى لَقِيَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَقْبَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَعَهُ حَتّٰى دَخَلَا. فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "هَلُمِّيْ مَا عِنْدَكِ يَا أُمَّ سُلَيْمٍ فَأَتَتْ بِذٰلِكَ الْخُبْزِ، فَأَمَرَ بِهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَفُتَّ، وَعَصَرَتْ عَلَيْهِ أُمُّ سُلَيْمٍ عُكَّةً فَأَدَمَتْهُ، ثُمَّ قَالَ فِيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا شَاءَ اللّٰهُ أَنْ يَّقُوْلَ، ثُمَّ قَالَ: "ائْذَنْ لِعَشَرَةٍ فَأَذِنَ لَهُمْ فَأَكَلُوْا حَتّٰى شَبِعُوْا ثُمَّ خَرَجُوْا، ثُمَّ قَالَ: "ائْذَنْ لِعَشَرَةٍ فَأَذِنَ لَهُمْ حَتّٰى أَكَلَ الْقَوْمُ كُلُّهُمْ وَشَبِعُوْا وَالْقَوْمُ سَبْعُوْنَ رَجُلًا أَوْ

ہے۔ کیا تیرے پاس کچھ ہے۔ کہا ہاں! پھر جو کی کچھ روٹیاں نکالیں' اپنا ایک دوپٹہ لیا۔ اس کے کچھ حصہ میں روٹیاں لپیٹ کر میرے کپڑے کے نیچے چھپا دیں اور ایک حصہ میرے اوپر اوڑھا دیا۔ پھر مجھے رسول اللہ ﷺ کی طرف بھیجا۔ میں یہ ٹکڑے لے گیا۔ میں نے رسول اللہ ﷺ کو مسجد میں بیٹھے ہوئے پایا۔ آپ کے ساتھ لوگ تھے۔ میں ان کے پاس کھڑا ہو گیا تو رسول اللہ ﷺ نے مجھے فرمایا: تمہیں ابوطلحہ نے بھیجا ہے۔ میں نے عرض کیا: جی ہاں! فرمایا کھانے کے لیے عرض کیا: جی ہاں۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کھڑے ہو جاؤ وہ سب کھڑے ہوئے وہ چل پڑے اور میں آگے آگے چل پڑا میں نے حضرت ابوطلحہ کو آ کر بتایا تو حضرت ابوطلحہ نے کہا: اے اُم سلیم! رسول اللہ ﷺ لوگوں کو ساتھ لے کر آ گئے اور ہمارے پاس تو ان کو روٹیاں کھلانے کے لیے کچھ نہیں۔ اس نے کہا اللہ اور رسول کو زیادہ علم ہے۔ تو حضرت ابوطلحہ چلے حتیٰ کہ یہ دونوں گھر آ گئے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے اُم سلیم جو تیرے پاس ہے لے آ۔ پس انہوں نے وہ روٹیاں پیش کر دیں رسول اللہ ﷺ کے حکم سے وہی روٹیاں توڑی گئیں۔ رسول اللہ ﷺ کے حکم سے اُم سلیم نے اس پر گھی کا چمڑے سے بنا ہوا برتن نچوڑ دیا اور اس کو سالن بنا دیا تو رسول اللہ ﷺ نے اس میں کہا جو اللہ نے چاہا۔ پھر آپ نے فرمایا۔ دس آدمیوں کو اجازت دے دو پس ان کو اجازت دی گئی تو انہوں نے کھایا حتیٰ کہ سیر ہو کر نکل گئے۔ پھر فرمایا دس کو بلا' انہیں اجازت دی گئی۔ حتیٰ کہ سب لوگوں نے کھایا اور

ثَمَانُوْنَ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

سیر ہو گئے اور نکل گئے پھر فرمایا: دس کو بلاؤ انہیں بلایا گیا حتیٰ کہ سب لوگوں نے کھانا کھایا اور سیر ہو گئے اور یہ لوگ ستر یا اسی تھے۔ (متفق علیہ)

وَفِيْ رِوَايَةٍ: فَمَا زَالَ يَدْخُلُ عَشَرَةٌ، وَّيَخْرُجُ عَشَرَةٌ حَتّٰى لَمْ يَبْقَ مِنْهُمْ اَحَدٌ اِلَّا دَخَلَ، فَاَكَلَ حَتّٰى شَبِعَ، ثُمَّ هَيَّاَهَا فَاِذَا هِيَ مِثْلُهَا حِيْنَ اَكَلُوْا مِنْهَا.

ایک روایت میں ہے کہ دس آتے رہے اور دس نکلتے رہے حتیٰ کہ کوئی ایسا نہ رہا جو نہ آیا ہو اور اس نے سیر ہو کر نہ کھایا ہو پھر آپ نے اسے اکٹھا کیا تو وہ ایسے ہی تھا جتنا کھاتے وقت تھا۔

وَفِيْ رِوَايَةٍ: فَاَكَلُوْا عَشَرَةً عَشَرَةً، حَتّٰى فَعَلَ ذٰلِكَ بِثَمَانِيْنَ رَجُلًا، ثُمَّ اَكَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ ذٰلِكَ وَاَهْلُ الْبَيْتِ، وَتَرَكُوْا سُؤْرًا.

اور ایک روایت میں ہے کہ دس دس آدمیوں نے کھایا حتیٰ کہ اسی آدمیوں نے کھایا پھر نبی اکرم ﷺ نے اس کے بعد تناول فرمایا اور گھر والوں نے بھی اور ابھی کھانا بچا ہوا تھا۔

وَفِيْ رِوَايَةٍ: ثُمَّ اَفْضَلُوْا مَا بَلَغُوْا جِيْرَانَهُمْ.

اور ایک روایت میں ہے کہ بچا ہوا کھانا پڑوسیوں کو دے دیا۔

وَفِيْ رِوَايَةٍ عن انس، قَالَ: جِئْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا، فَوَجَدْتُّهُ جَالِسًا مَّعَ اَصْحَابِهِ، وَقَدْ عَصَبَ بَطْنَهُ بِعِصَابَةٍ، فَقُلْتُ لِبَعْضِ اَصْحَابِهِ: لِمَ عَصَبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَطْنَهُ؟ فَقَالُوْا: مِنَ الْجُوْعِ. فَذَهَبْتُ اِلٰى اَبِيْ طَلْحَةَ، وَهُوَ زَوْجُ اُمِّ سُلَيْمٍ بِنْتِ مِلْحَانَ، فَقُلْتُ: يَا اَبَتَاهُ، قَدْ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَصَبَ بَطْنَهُ بِعِصَابَةٍ، فَسَاَلْتُ بَعْضَ اَصْحَابِهِ، فَقَالُوْا: مِنَ الْجُوْعِ. فَدَخَلَ اَبُوْ طَلْحَةَ عَلٰى اُمِّيْ، فَقَالَ: هَلْ مِنْ شَيْءٍ؟ قَالَتْ: نَعَمْ، عِنْدِيْ كِسَرٌ مِّنْ خُبْزٍ وَّتَمَرَاتٌ، فَاِنْ جَاءَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَحْدَهُ اَشْبَعْنَاهُ، وَاِنْ جَاءَ اٰخَرُ

اور ایک روایت حضرت انس ؓ سے ہے میں ایک دن رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میں نے آپ کو صحابہ کے ساتھ بیٹھے ہوئے پایا اور آپ نے پیٹ پر پٹی باندھ رکھی تھی۔ میں نے رسول اللہ ﷺ کے بعض صحابہ سے پوچھا آپ ﷺ نے اپنے پیٹ کو کس لیے باندھا ہے۔ انہوں نے بتایا بھوک کی وجہ سے۔ تو میں ابوطلحہ کے پاس آیا اور یہ اُم سلیم بنت ملحان کے شوہر ہیں۔ میں نے کہا ابا جان میں نے رسول اللہ ﷺ کو پیٹ پر پٹی باندھے پایا ہے۔ میں نے آپ کے بعض صحابہ سے پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ بھوک کی وجہ سے تو حضرت ابوطلحہ میری ماں کے پاس آئے۔ پوچھا کیا تیرے پاس کوئی چیز ہے۔ کہاں ہاں میرے پاس روٹی

مَعَهُ قَلَّ عَنْهُمْ۔ وَذَكَرَ تَمَامَ الْحَدِيْثِ۔

کے کچھ ٹکڑے اور کچھ کھجوریں ہیں۔ اگر ہمارے پاس رسول اللہ ﷺ اکیلے تشریف لائیں تو ہم آپ کو سیر کر کے کھلائیں گے اور اگر آپ کے ساتھ ایک اور آ جائے تو کھانا کم ہو جائے۔ اور آگے اوپر والی حدیث ذکر کی۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب علامات النبوۃ فی الاسلام، ج۲ص۱۹۱، رقم: ۳۵۷۱ صحیح مسلم، باب جواز استتباعه غیره الی دار من یثق برضاه ذلك، ج۲ص۱۱۸، رقم: ۵۴۳۶ السنن الکبری للبیهقی، باب ما یستحب من اجابة من دعاه الی طعام، ج۲ص۱۹، رقم: ۱۳۹۸۷ مسند ابو عوانة، باب اتخاذ الطعام للاضیاف، ج۵ص۱۷۸، رقم: ۸۳۰۸ مسند عبد بن حمید، مسند انس بن مالك، ص۳۷۱، رقم: ۱۲۳۸)

شرح حدیث: صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم برکت اندوزی

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم مختلف طریقوں سے رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ذات سے برکت اندوز ہوتے رہتے۔ مثلاً بچے بیمار پڑتے یا پیدا ہوتے تو ان کو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی خدمت میں حاضر کرتے، آپ بچے کے سر پر ہاتھ پھیرتے، اپنے منہ میں کھجور ڈال کر اس کے منہ میں ڈالتے، اور اس کے لئے برکت کی دعا فرماتے۔

حضرت سائب بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں بیمار پڑا تو میری خالہ مجھ کو آپ کی خدمت میں لے گئیں۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے میرے سر پر ہاتھ پھیرا اور دعائے برکت کی اس کے بعد آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے وضو کیا تو میں نے آپ کے وضو کا پانی پیا۔

(صحیح البخاری، کتاب الدعوات، باب الدعاء للصبیان بالبرکۃ.....الخ، الحدیث: ۶۳۵۲، ج ۴، ص ۲۰۴)

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لڑکا پیدا ہوا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وبارک وسلم کی خدمت میں لائے، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وبارک وسلم نے اس کا نام رکھا، اپنے منہ میں کھجور ڈال کے اس کے منہ میں ڈالی اور اس کو برکت کی دعا دی۔ (صحیح البخاری، کتاب الدعوات، باب الدعاء للصبیان بالبرکۃ.....الخ، الحدیث: ۶۳۵۲، ج ۴، ص ۲۰۳)

حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پیدا ہوئے تو ان کی والدہ حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا ان کو لیکر آئیں اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی گود میں رکھ دیا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے کھجور منگا کر چبائی اور اس کو ان کے منہ میں ڈال دیا پھر برکت کی دعا دی۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم بچوں کے منہ میں لعاب ڈال دیتے اور بعض کی آنکھوں پر ہاتھ پھیرتے۔ (صحیح البخاری، کتاب العقیقۃ، باب تسمیۃ المولود.....الخ، الحدیث: ۵۴۶۷، ج ۳، ص ۵۴۶)

حضرت زُہرہ بن سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے بچپن ہی میں انکی والدہ ان کو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی خدمت میں لائیں سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے ان کے سر پر ہاتھ پھیرا اور دعا دی چنانچہ جب ان کو لیکر ان کے دادا غلہ خریدنے کے لئے بازار جاتے تھے اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملاقات ہوتی تھی تو کہتے تھے کہ ہم کو بھی شریک کرو کیوں کہ رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے تم کو برکت کی دعا دی ہے۔ (صحیح البخاری، کتاب الشرکۃ، باب الشرکۃ فی الطعام وغیرہ، الحدیث: ۲۵۰۱۔۲۵۰۲، ج ۲، ص ۱۴۵)

علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس کی شرح میں لکھتے ہیں: اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے برکت حاصل کرنے کیلئے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو آپ کی خدمت میں اپنی اولاد کو حاضر کرنے کا بڑا شوق تھا۔ (فتح الباری شرح صحیح البخاری، کتاب الشرکۃ، باب الشرکۃ فی الطعام وغیرہ، ج ۶، ص ۱۱۵)

نماز فجر کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ملازم برتنوں میں پانی لیکر حاضر ہوتے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم ان میں دست مبارک ڈال دیتے وہ متبرک ہو جاتا۔

جب پھل پختہ ہوتے تو پہلا پھل آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وبارک وسلم کی خدمت میں پیش کرتے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وبارک وسلم برکت کی دعا فرماتے اور سب سے چھوٹا بچہ جو موجود ہوتا اسکو دے دیتے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے وضو کا بچا ہوا پانی صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے لئے آب حیات تھا جس پر وہ جان دیتے تھے۔

ایک بار حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے وضو کا بچا ہوا پانی نکالا تو تمام صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اسکو جھپٹ لیا۔ (سنن النسائی، کتاب الطہارۃ، باب الانتفاع بفضل الوضوء، ج ۱، ص ۸۷)

57- بَابُ الْقَنَاعَةِ وَالْعَفَافِ وَالْاِقْتِصَادِ فِي الْمَعِيْشَةِ وَالْاِنْفَاقِ وَذَمِّ السَّؤَالِ مِنْ غَيْرِ ضُرُوْرَةٍ

قناعت کرنا اور سوال سے بچنا اور کاروبار میں میانہ روی اختیار کرنا اور بلاضرورت سوال کرنے کی مذمت

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (وَمَا مِنْ دَابَّةٍ فِي الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا) (ھود: 6).

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: زمین میں جو بھی جانور ہے اس کا رزق اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (لِلْفُقَرَاءِ الَّذِيْنَ اُحْصِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ضَرْبًا فِي الْاَرْضِ يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ اَغْنِيَاءَ مِنَ التَّعَفُّفِ تَعْرِفُهُمْ بِسِيْمَاهُمْ لَا يَسْاَلُوْنَ النَّاسَ اِلْحَافًا) (البقرة:

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: یہ صدقات ان فقراء کے لیے ہیں جو اللہ کے راستے میں محصور ہیں زمین میں سفر نہیں کر سکتے۔ سوال سے بچنے کی وجہ سے جاہل ان کو مالدار گمان کر لیتا ہے۔ تم ان کو ان کے نشانات سے

273). پہچانتے ہو۔ وہ لوگوں سے لپٹ کر سوال نہیں کرتے۔

شرح: حضرتِ صدرالاُ فاضل سیّدُ نا مولٰینا محمد نعیم الدین مُرادآبادی علیہ رحمۃ اللہ الھادی خزائنُ العرفان میں اس کے تحت لکھتے ہیں:

شانِ نزول: یہ آیت اہل صفہ کے حق میں نازل ہوئی ان حضرات کی تعداد چارسو کے قریب تھی یہ ہجرت کر کے مدینہ طیّبہ حاضر ہوئے تھے نہ یہاں ان کا مکان تھا نہ قبیلہ کنبہ نہ ان حضرات نے شادی کی تھی ان کے تمام اوقات عبادت میں صرف ہوتے تھے رات میں قرآن کریم سیکھنا دن میں جہاد کے کام میں رہنا آیت میں ان کے بعض اوصاف کا بیان ہے۔

(خزائن العرفان)

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: (وَالَّذِيْنَ اِذَآ اَنْفَقُوْا لَمْ يُسْرِفُوْا وَلَمْ يَقْتُرُوْا وَكَانَ بَيْنَ ذٰلِكَ قَوَامًا) (الفرقان: 67). اور اللہ تعالٰی کا ارشاد ہے: وہ لوگ کہ خرچ کرنے میں نہ فضول خرچی کرتے ہیں اور نہ بخل برتتے ہیں اور اس کے درمیان درست طریقے سے چلتے ہیں۔

شرح: حضرتِ صدرالاُ فاضل سیّدُ نا مولٰینا محمد نعیم الدین مُرادآبادی علیہ رحمۃ اللہ الھادی خزائنُ العرفان میں اس کے تحت لکھتے ہیں:

اسراف معصیت میں خرچ کرنے کو کہتے ہیں۔ ایک بزرگ نے کہا کہ اسراف میں بھلائی نہیں، دوسرے بزرگ نے کہا نیکی میں اسراف ہی نہیں اور تنگی کرنا یہ ہے کہ اللہ تعالٰی کے مقرر کئے ہوئے حقوق کے ادا کرنے میں کمی کرے یہی حضرت ابنِ عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما نے فرمایا۔ حدیث شریف میں ہے سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس نے کسی حق کو منع کیا اس نے اِقتار کیا یعنی تنگی کی اور جس نے ناحق میں خرچ کیا اس نے اسراف کیا یہاں ان بندوں کے خرچ کرنے کا حال ذکر فرمایا جاتا ہے کہ وہ اسراف و اِقتار کے دونوں مذموم طریقوں سے بچتے ہیں۔

عبدالملک بن مروان نے حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اپنی بیٹی بیاہتے وقت خرچ کا حال دریافت کیا تو حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا کہ نیکی دو بدیوں کے درمیان ہے اس سے مراد یہ تھی کہ خرچ میں اعتدال نیکی ہے اور وہ اسراف و اقتار کے درمیان ہے جو دونوں بدیاں ہیں اس سے عبدالملک نے پہچان لیا کہ وہ اس آیت کے مضمون کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ مفسّرین کا قول ہے کہ اس آیت میں جن حضرات کا ذکر ہے وہ سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحابِ کبار ہیں جو نہ لذت و تنعّم کے لئے کھاتے، نہ خوبصورتی اور زینت کے لئے پہنتے، بھوک روکنا، ستر چھپانا، سردی گرمی کی تکلیف سے بچنا اتنا ان کا مقصد تھا۔ (خزائن العرفان)

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: (وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ مَآ اُرِيْدُ مِنْهُمْ مِّنْ رِّزْقٍ وَّمَآ اُرِيْدُ اَنْ اور اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: میں نے جنوں اور انسانوں کو صرف اس لیے پیدا کیا ہے کہ وہ میری عبادت

يُّطْعِمُوْنِ) (الذاريات: 56-57)

کریں۔ میں ان سے رزق نہیں لینا چاہتا اور نہ یہ چاہتا ہوں کہ مجھ کو کھانا دیں۔

وَاَمَّا الْاَحَادِيْثُ، فَتَقَدَّمَ مُعْظَمُهَا فِي الْبَابَيْنِ السَّابِقَيْنِ، وَمِمَّا لَمْ يَتَقَدَّمْ.

احادیث میں سے اکثر سابقہ بابوں میں گزر چکی ہیں اور ان میں جو احادیث پیچھے نہ آئیں درج ذیل ہیں۔

(525) عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "لَيْسَ الْغِنٰى عَنْ كَثْرَةِ الْعَرَضِ، وَلٰكِنَّ الْغِنٰى غِنَى النَّفْسِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابوہریرہ ﷺ سے روایت ہے نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: سامان کی کثرت سے مالداری نہیں۔ اصل مالداری نفس کا غنا ہے۔ (متفق علیہ)

"الْعَرَضُ بِفَتْحِ الْعَيْنِ وَالرَّاءِ: هُوَ الْمَالُ.

الْعَرَضُ عین اور را پر زبر کے ساتھ مال کو کہتے ہیں۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب الغنی غنی النفس، ج۸ص۹۵، رقم: ۶۴۴۶، صحیح مسلم، باب لیس الغنی عن کثرة العرض، ج۳ص۱۰۰، رقم: ۲۴۶۸، الاداب للبیهقی، باب فضل الرضا بقضاء الله عزوجل والتسلیم لامره والقناعة بما اتاه، ج۱ ص۴۷۳، رقم: ۷۱۲، سنن ابن ماجه، باب القناعة، ج۲ص۱۳۸۶، رقم: ۴۱۳۷، سنن ترمذی، باب ما جاء ان الغنی غنی النفس، ج۴ص۵۸۶، رقم: ۲۳۷۳، مسند امام احمد بن حنبل، مسند ابی هریرة، ج۲ص۲۶۱، رقم: ۷۵۳۶)

شرح حدیث: غنا تو دل کی غنا ہے

حضرت سیدنا ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم، رءُوف رحیم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے مجھے ارشاد فرمایا: اے ابوذر! کیا تم مال کی کثرت ہی کو غنا سمجھتے ہو؟ میں نے عرض کی، جی ہاں، یا رسول اللہ عزوجل وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم! تو آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: کیا تم مال کی قلت ہی کو فقر سمجھتے ہو؟ میں نے عرض کی، جی ہاں، یا رسول اللہ عزوجل وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم! تو آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: غنا تو دل کی غنا ہے اور فقر تو دل کا فقر ہے۔

(المستدرک، کتاب الزکاۃ، باب انما الغنی غنی القلب۔۔۔۔۔۔الخ، الحدیث: ۷۹۹۹، ج۵، ص۴۶۶)

شہنشاہِ خوش خِصال، پیکرِ حُسن وجمال صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: اے بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ! اللہ عزوجل سے فقیر ہو کر ملنا غنی ہو کر مت ملنا۔ انہوں نے عرض کی: میں ایسا کیسے کر سکتا ہوں؟ تو آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: تجھے جو رزق ملے اسے مت چھپانا اور تجھ سے کچھ مانگا جائے تو منع نہ کرنا۔ انہوں نے عرض کی

: میں یہ کیسے کرسکتا ہوں؟ تو آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: ایسا ہی کرو ورنہ جہنم (ٹھکانا ہوگا)۔

(المستدرک، کتاب الرقاق، باب الّقی اللہ فقیرا ولا ۔۔۔۔۔۔ الخ، الحدیث: ۷۹۵۷، ج۵، ص ۴۵۰)

غنی کا سوال کرنا

حضور نبیٔ پاک، صاحبِ لولاک، سیّاحِ افلاک صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: جو فقر کے بغیر سوال کرنے گویا وہ انگارا کھا رہا ہے۔ (المسند للامام احمد بن حنبل، الحدیث: ۱۷۵۱۶، ج۶، ص ۱۶۲)

اللہ کے محبوب، دانائے غُیوب، مُنَزَّہٌ عَنِ الْعُیوب عزوجل وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: جو شخص حاجت کے بغیر لوگوں سے سوال کرتا ہے وہ منہ میں انگارے ڈالنے والے کی طرح ہے۔

(شعب الایمان، باب فی الزکاۃ، فصل فی الاستعفاف عن المسئلۃ، الحدیث: ۳۵۱۷، ج۳، ص ۲۷۱)

حضرت حبش بن جنادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ میں نے حجۃ الوداع کے موقع پر شہنشاہِ خوش خِصال، پیکرِ حُسن وجمال صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کو وقوفِ عرفات کے دوران سنا کہ ایک اعرابی نے آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کی چادر مبارک کا دامن تھام کر آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم سے سوال کیا، تو آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے اُسے عطا فرمایا اور وہ چلا گیا، پس اس وقت سے سوال کرنا حرام ہوا اور آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا : کسی غنی اور تندرست وتوانا کے لئے سوال کرنا جائز نہیں البتہ ذلت آمیز فقر اور مت مار دینے والے قرضے میں مبتلا شخص کے لئے جائز ہے اور جو شخص اپنے مال میں اضافہ کرنے کے لئے لوگوں سے سوال کریگا تو قیامت کے دن اس کے چہرے پر خراش ہوگی اور دہ کتے ہوئے پتھر ہوں گے جنہیں وہ جہنم میں کھائے گا اب جو چاہے اس میں کمی کرے اور جو چاہے اضافہ کرے۔ (جامع الترمذی، ابواب الزکاۃ، باب ماجاء من لاتحل لہ الصدقۃ، الحدیث: ۶۵۳، ص ۱۷۱۰)

(526) وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرٍو رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "قَدْ اَفْلَحَ مَنْ اَسْلَمَ، وَرُزِقَ كَفَافًا، وقَنَّعَهُ اللّٰهُ بِمَا اٰتَاهُ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

حضرت عبداللہ بن ابن عمرو ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: وہ کامیاب ہوا جس نے اسلام قبول کیا اور مناسب رزق دیا گیا اور اس کو اللہ تعالیٰ نے اس پر قناعت عطاء کی جو اس کو دیا۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ما جاء فی الکفاف والصبر علیه، ج۴ص۵۱۵، رقم: ۲۳۴۸، الاداب للبیهقی، باب فضل الرضا بقضاء الله عزوجل والتسلیم لامره والقناعة، ج۱ص۴۷۳، رقم: ۱۷۰، المستدرك للحاكم، كتاب الاطعمة، ج۴ص۱۴۲، رقم: ۷۱۳۹، صحیح ابن حبان، باب الفقر والزهد، ج۲ص۴۴۴، رقم: ۶۷۰، مسند امام احمد، مسند عبدالله بن عمرو، ج۲ص۱۶۸، رقم: ۶۵۷۲)

شرح حدیث: عیسائی والدین کا قبولِ اسلام

حضرت سیِّدُ نا عامر بن عبد اللہ کرخی علیہ رحمۃ اللہ الغنی فرماتے ہیں کہ میرے پڑوس میں ایک عیسائی رہا کرتا تھا۔ ایک دن میں اپنے گھر میں موجود تھا کہ وہ میرے پاس آیا اور کہنے لگا: اے ابو عامر! پڑوسی ہونے کی حیثیت سے میرا آپ پر حق ہے، میں آپ کو رات اور دن کے خالق کا واسطہ دے کر کہتا ہوں کہ مجھے اللہ عَزَّ وَجَلَّ کے کسی ولی کے پاس لے چلئے تا کہ وہ اللہ عَزَّ وَجَلَّ سے میرے لئے بیٹے کی دعا کرے۔ میرے دل میں اولاد کی بہت خواہش ہے اور میرا جگر جلتا رہتا ہے۔ چنانچہ، میں اس کو ساتھ لے کر حضرت سیِّدُ نا معروف کرخی علیہ رحمۃ اللہ الغنی کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی بارگاہ میں اس عیسائی کا معاملہ عرض کیا۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اسے اسلام کی دعوت دی تو کہنے لگا: اے معروف! جب تک اللہ عَزَّ وَجَلَّ مجھے ہدایت نہ دے آپ نہیں دے سکتے، میں آپ کے پاس صرف دعا کے لئے حاضر ہوا ہوں۔

آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنے ہاتھوں کو بلند کر کے دعا کی: یا اللہ عَزَّ وَجَلَّ! میں تیری بارگاہ میں عرض کرتا ہوں کہ اسے ایسا لڑکا عطا فرما جو والدین کے ساتھ حسنِ سلوک کرے اور وہ اس کے ہاتھ پر مسلمان ہو جائیں۔ چنانچہ، اللہ عَزَّ وَجَلَّ نے آپ کی دعا قبول فرمائی اور اس کو ایک ایسا لڑکا عطا فرمایا جو اپنی عقلِ کامل کے سبب تمام اہلِ زمانہ پر فوقیت لے گیا، وہ اپنی شرافت کی بلندی کے باعث اپنے جیسے تمام لڑکوں پر بلند مقام رکھتا تھا۔ جب وہ کچھ بڑا ہوا تو باپ اسے عیسائیت کی تعلیم دلانے کے لئے ایک پادری کے پاس چھوڑ آیا۔ پادری نے اُسے سامنے بٹھایا اور ہاتھ میں تختی پکڑا کر ابھی بولو ہی کہا تھا تو وہ بچہ کہنے لگا: کیا بولوں؟ میری زبان تمہارے تین خدا ماننے کے عقیدے سے روک دی گئی ہے اور میرا دل میرے رب عَزَّ وَجَلَّ کی محبت میں مشغول ہے۔ پادری کہنے لگا: اے بیٹے! میں نے تجھے یہ تو نہیں کہا تھا۔ تو بچے نے کہا: پھر تم نے مجھے کیا کہا تھا؟ پادری نے کہا: تم میرے پاس جس تعلیم کے لئے آئے ہو میں تو تمہیں وہ سکھا رہا ہوں جبکہ تم نے مجھے پڑھانا شروع کر دیا۔ یہ سن کر بچہ کہنے لگا: پھر مجھے کوئی ایسی بات بتلایئے، جسے میری عقل بھی قبول کرے اور میرا ذہن بھی تسلیم کرے۔

استاد نے کہا: ٹھیک ہے، تو پھر کہو! الف۔ بچے نے کہا: الف تو وَصلی یعنی ملانے والا ہے، جس نے ہر دل کو اس محبوبِ حقیقی عَزَّ وَجَلَّ کا گرویدہ کر دیا جس کی صفات اَزَلی ہیں۔ استاد نے کہا: اے بیٹے! کہو! باء۔ بچے نے کہا: باء سے مراد حقیقی بقاء ہے، جس نے دلوں کو زندہ کیا اور ان میں محبتِ الٰہی عَزَّ وَجَلَّ کے سوا کچھ نہ چھوڑا۔ استاد نے کہا: اے بیٹے! کہو! تاء۔ تو بچے نے کہا: تاء سے مراد دل کا جذبہ وشوق ہے جو ذاتِ باری تعالیٰ کے متعلق دل میں کھٹکنے والے تمام شکوک و شبہات کو دور کرتا ہے۔ پادری نے کہا: اے بیٹے! کہو! ثاء۔ تو بچے نے کہا: ثاء سے مراد اس نورانی لباس کے لئے پردہ ہے جو مقامِ قرب پانے والوں کو ثابت رکھے ہوئے ہے۔ استاد نے کہا: اے بیٹے! کہو! جیم۔ تو بچے نے کہا: جیم تو نورِ جمالِ الٰہی عَزَّ وَجَلَّ کا نام ہے، جو انسانوں پر صبح و شام اپنے انوار و تجلیات ڈالتا ہے۔ استاد نے کہا: اے بیٹے! پڑھو! حاء۔ تو بچے نے

کہا: حاء سے مراد اللہ عَزَّ وَجَلَّ کی حمد ہے، جس نے دلوں کی حفاظت کی اور بری خصلتوں سے پاک وصاف کر دیا۔ استاد نے کہا: اے بیٹے! کہو! خاء۔ تو بچے نے کہا: خاء سے مراد خوفِ خدا عَزَّ وَجَلَّ ہے، جس نے برگزیدہ بندوں کی تمام تکالیف اور دکھ درد دُور کر دیئے۔

یہاں تک کہ پادری بچے کو ایک ایک حرف پڑھنے کے لئے کہتا رہا اور بچہ اس حرف کے متعلق ہم وزن ومنظوم کلام سے جواب دیتا رہا۔ پادری کی عقل دنگ رہ گئی اور ایسی گفتگو سن کر اس کا دل زندہ ہو گیا اور اس نے جان لیا کہ دینِ اسلام ہی سچا دین ہے۔ پھر کہنے لگا: اے وحدانیتِ الٰہی عَزَّ وَجَلَّ کو ماننے والے پیارے بچے! میں تجھے شاباش دیتا ہوں۔ اس کے بعد بچے نے چند اشعار پڑھے، جن کا مفہوم کچھ یوں ہے:

کیا وہی برحق نہیں جو رلاتا و ہنساتا، زندگی وموت دیتا اور مخلوق کے لئے کھیتی اُگاتا ہے؟ یقیناً وہی معبودِ حقیقی عَزَّ وَجَلَّ ہے لہٰذا جو اس کا دروازہ چھوڑ کر کسی اور کے دروازے پر جاتا ہے وہ نقصان اٹھاتا ہے اور جو اسے چھوڑ کر کسی دوسرے کی عبادت کرتا ہے گمراہ ہو جاتا ہے۔ اے خائب وخاسر کوشش کرنے والے! جب بندے کا مقصودِ حقیقی وہی ذات ہے تو اب کون اس مقصد کے غیر کی طرف کامیاب کوشش کر سکتا ہے؟ پس وہی برتر، غالب اور رحیم ہے کہ اس کی طاقت کے بغیر کوئی کسی کو نفع ونقصان نہیں پہنچا سکتا۔ وہ اپنے بندے کو گناہ کرتے ہوئے دیکھتا ہے پھر بھی اس کی پردہ پوشی فرماتا ہے اور اس کو بن مانگے عطا کرتا ہے۔ عاصیوں اور گنہگاروں سے بخشش کا معاملہ کرتا ہے اور ہجر وفراق کے ماروں کو وصال کی دولت سے نوازتا ہے۔ پاک ہے وہ ذات جس کے علاوہ حقیقی پروردگار کوئی نہیں، وہ اپنے اس بندے کو پسند کرتا ہے جو اس کا حکم توجہ سے سنتا ہے۔

راوی کہتے ہیں کہ جب پادری نے بچے کا ایسا کلام سنا جس نے اس کے ہوش اڑا دیئے اور اسے رنج وغم میں مبتلا کر دیا تو اس نے جان لیا اور اسے یقین ہو گیا کہ اس بچے کو قوتِ گویائی عطا کرنے والا وہی ہے جس نے مجھے پیدا کیا ہے۔ چنانچہ، اس نے دل ہی دل میں کلمۂ شہادت اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللهِ پڑھا۔ پھر بچے کو اس کے باپ کے پاس لے آیا۔ جب باپ نے ان دونوں کو آتے دیکھا تو اس کا چہرہ خوشی سے دَمک اٹھا۔ اس نے پادری سے پوچھا: آپ نے میرے بچے کی ذہانت کو کیسا پایا؟ تو وہ کہنے لگا: ذرا اس کا عارفانہ کلام تو سنیں۔ پھر اس نے ساری گفتگو بچے کے باپ کو سنا دی۔ یہ سن کر باپ بولا: اس خدا کی قسم جو ہر لاچار وبے بس کی مدد فرماتا ہے! میرا بیٹا محض حضرت سیِّدُنا معروف کرخی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی دُعا کی برکت سے اس مقام ومرتبے تک پہنچا ہے۔ پھر کہنے لگا: اے میرے!

سب خوبیاں خدائے واحد عَزَّ وَجَلَّ کے لئے ہیں جس نے تیرے سبب ہم سب کو گمراہی سے نجات عطا فرمائی۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ عَزَّ وَجَلَّ کے سوا کوئی معبود نہیں اور حضرت سیِّدُنا محمد صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم اس کے سچے رسول ہیں۔ اس کے بعد بچے کی ماں اور تمام گھر والے اسلام لے آئے اور اپنے گلے سے (عیسائیوں کے نشان) صلیب کو اُتار پھینکا۔

(سُبْحَانَ اللہ!) اللہ عَزَّ وَجَلَّ نے حضرت سیّدنا معروف کرخی علیہ رحمۃ اللہ الغنی کی دعا کی بدولت ان سب کو جہنم سے چھٹکارا دے دیا۔ (اَلرَّوْضُ الْفَائِقُ فِی الْمَوَاعِظِ وَالرَّقَائِق صفحہ ۳۵۵)

قناعت پسندی کا حصول

جان لیجئے! یہ تین چیزوں کا مرکب ہے: (۱) صبر (۲) علم اور (۳) عمل۔

(۱) پہلی چیز عمل ہے یعنی معیشت میں اعتدال اور خرچ میں کفایت اختیار کرنا۔ جو شخص قناعت میں بزرگی چاہتا ہے اسے چاہے کہ کم خرچ کرے۔ حدیثِ پاک میں ارشاد ہے: اَلتَّدْبِیْرُ نِصْفُ الْمَعِیْشَۃِ ترجمہ: تدبیر سے کام لینا نصف معیشت ہے۔ (فردوس الاخبار للدیلمی، باب التاء، الحدیث ۲۲۴۰، ج ۱، ص ۳۰۷)

(۲) دوسری چیز خواہشات کم رکھنا ہے تاکہ وہ کسی دوسرے حال میں بھی حاجت کی وجہ سے پریشان نہ ہو۔

(۳) تیسری یہ کہ وہ اِس بات کو جان لے کہ قناعت میں عزت ہے اور سوال کرنے سے بچت ہے جبکہ طمع میں ذلت ہی ذلت ہے، پس اس طرح فکر مدینہ کرتے ہوئے اس (حرص) سے جان چھڑا لے۔ (لُبَابُ الْاِحْیَاء صفحہ ۲۶۵)

(527) وَعَنْ حَكِيْمِ بْنِ حِزَامٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: سَأَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَعْطَانِيْ، ثُمَّ سَأَلْتُهُ فَأَعْطَانِيْ، ثُمَّ سَأَلْتُهُ فَأَعْطَانِيْ، ثُمَّ قَالَ: "يَا حَكِيْمُ، إِنَّ هٰذَا الْمَالَ خَضِرٌ حُلْوٌ، فَمَنْ أَخَذَهُ بِسَخَاوَةِ نَفْسٍ بُوْرِكَ لَهُ فِيْهِ، وَمَنْ أَخَذَهُ بِإِشْرَافِ نَفْسٍ لَمْ يُبَارَكْ لَهُ فِيْهِ، وَكَانَ كَالَّذِيْ يَأْكُلُ وَلَا يَشْبَعُ، وَالْيَدُ الْعُلْيَا خَيْرٌ مِّنَ الْيَدِ السُّفْلٰى قَالَ حَكِيْمٌ: فَقُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، وَالَّذِيْ بَعَثَكَ بِالْحَقِّ لَا أَرْزَأُ أَحَدًا بَعْدَكَ شَيْئًا حَتّٰى أُفَارِقَ الدُّنْيَا، فَكَانَ أَبُوْ بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَدْعُوْ حَكِيْمًا لِيُعْطِيَهُ الْعَطَاءَ، فَيَأْبٰى أَنْ يَّقْبَلَ مِنْهُ شَيْئًا، ثُمَّ إِنَّ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ دَعَاهُ لِيُعْطِيَهُ فَأَبٰى أَنْ يَّقْبَلَهُ. فَقَالَ: يَا مَعْشَرَ الْمُسْلِمِيْنَ، أُشْهِدُكُمْ عَلٰى حَكِيْمٍ أَنِّيْ أَعْرِضُ عَلَيْهِ حَقَّهُ الَّذِيْ قَسَمَهُ اللّٰهُ لَهُ فِيْ هٰذَا

حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا۔ آپ نے مجھے عطا فرمایا میں نے پھر سوال کیا' آپ نے پھر عطا فرمایا' میں نے پھر سوال کیا۔ آپ نے عطا فرمایا' پھر فرمایا: اے حکیم یہ مال بڑا میٹھا ہے۔ جو اس کو نفس کی سخاوت کے ساتھ لے اس کے لیے اس میں برکت ہوتی ہے اور جس نے اسے نفس کی چاہت سے لیا۔ اس کو برکت نہیں دی جاتی۔ اس کی مثال اس شخص کی طرح ہوتی ہے' جو کھاتا ہے اور سیر نہیں ہوتا اور اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے۔ حضرت حکیم کہتے ہیں میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے۔ میں آپ کے بعد پوری زندگی کسی کا مال کم نہ کروں گا۔ (یعنی بلا معاوضہ نہ لوں گا)' تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، حضرت حکیم کو عطیہ کے لیے بلاتے وہ

الْفَیْءِ فَیَأْبٰی اَنْ یَّاْخُذَہٗ. فَلَمْ یَرْزَاْ حَکِیْمٌ اَحَدًا مِّنَ النَّاسِ بَعْدَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حَتّٰی تُوُفِّیَ. مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ.

اس سے کچھ بھی قبول کرنے سے انکاری ہوتے پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں دینے کے لیے بلایا تو حضرت حکیم نے قبول کرنے سے انکار کیا' تو حضرت عمر نے کہا: اے مسلمانوں کی جماعت میں تم کو حکیم پر گواہ بناتا ہوں کہ میں نے مال میں سے حکیم کا حق جو اللہ تعالیٰ نے مقرر فرمایا ہے ان پر پیش کرتا ہوں لیکن وہ نہیں لیتے تو حضرت حکیم نے نبی اکرم ﷺ کے بعد تا حیات کسی سے کچھ نہیں لیا۔ (متفق علیہ)

"یَرْزَاْ" بِرَاءٍ ثُمَّ زَايٍ ثُمَّ ھمزۃ ؛ اَیْ: لَمْ یَاْخُذْ مِنْ اَحَدٍ شَیْئًا، وَاَصْلُ الرُّزْءِ: النُّقْصَانُ، اَیْ: لَمْ یَنقُص اَحَدًا شَیْئًا بِالْاَخْذِ مِنْہُ، وَ"اِشْرَافُ النَّفْسِ": تَطَلُّعُھَا وَطَمَعُھَا بِالشَّیْءِ. وَ"سَخَاوَۃُ النَّفْسِ": ھِیَ عَدَمُ الْاِشْرَافِ اِلَی الشَّیْءِ، وَالطَّمَعِ فِیْہِ، وَالْمُبَالَاۃِ بِہٖ وَالشَّرَہِ.

لَمْ یَرْزَاْ راء کے بعد زا اور اس کے بعد ہمزہ کسی سے کچھ نہیں لیا یعنی کسی سے کوئی چیز لے کر اس کے مال میں کمی نہیں کی۔ اِشْرَافُ النَّفْسِ: کے معنیٰ بھی کسی چیز پر جھانکنا اور اس کی طمع رکھنا' سَخَاوَۃُ النَّفْسِ' کسی کی چیز کی طرف نہ جھانکنا' نہ طمع کرنا۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب ما كان النبی صلى الله عليه وسلم يعطى المؤلفة قلوبهم وغيرهم، ج۲ص۹۲، رقم: ۳۱۴۳ صحیح مسلم، باب بيان ان اليد العليا خير من اليد السفلى، ج۲ص۹۴، رقم: ۲۴۳۴ سنن الدارمی، باب النهى عن المسألة، ج۱ص۴۷۵، رقم: ۱۶۵۰ الاحاد والمثانی، ومن ذكر حكيم بن حزام، ج۱ص۴۲۱، رقم: ۵۹۵ السنن الكبرىٰ للبيهقى، باب كراهية السوال والترغيب فى تركه، ج۴ص۱۹۶، رقم: ۸۱۲۶)

شرح حدیث: حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ان کی کنیت ابو خالد ہے اور خاندان قریش کی شاخ بنو اسد سے ان کا خاندانی تعلق ہے۔ یہ ام المؤمنین حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بھتیجے ہیں۔ ان کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ زمانہ جاہلیت میں ان کی والدہ جبکہ یہ ان کے بطن میں تھے کعبہ کے اندر بتوں پر چڑھاوا چڑھانے کو گئیں تو وہیں بیچ کعبہ میں حکیم بن حزام پیدا ہو گئے۔ زمانہ جاہلیت اور اسلام دونوں زمانوں میں یہ اشراف قریش میں سے شمار کیے جاتے تھے۔ فتح مکہ کے سال ۸ھ میں مشرف بہ اسلام ہوئے۔ بہت ہی عقلمند معاملہ فہم اور صاحب علم و تقویٰ شعار تھے۔ ایک سو غلاموں کو خرید کر آزاد کیا اور ایک سو اونٹ ان مسافروں کو دیئے جن کے پاس سواری کے جانور نہیں تھے۔ ایک سو بیس برس عمر پائی۔ ساٹھ برس کفر کی حالت میں اور ساٹھ برس اسلامی زندگی

گزاری۔ ۵۴ھ میں بمقام مدینہ منورہ ان کا وصال ہوا۔ (الاکمال فی اسماء الرجال، حرف الحاء، فصل فی الصحابۃ، ص ۵۹۱)

تجارت میں کبھی گھاٹا نہیں ہوا

ان کی مشہور کرامت یہ ہے کہ یہ تاجر تھے۔ زندگی بھر تجارت کرتے رہے مگر کبھی بھی اور کہیں بھی اور کسی سودے میں بھی کوئی نقصان اور گھاٹا نہیں ہوا بلکہ اگر یہ مٹی بھی خریدتے تو اس میں نفع ہی نفع ہوتا کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے ان کے لیے یہ دعا فرمائی تھی: اَللّٰھُمَّ بَارِكْ فِیْ صَنْعَتِہٖ (اے اللہ! عزوجل ان کے بیوپار میں برکت عطا فرما)۔

(کنز العمال، کتاب الفضائل، ذکر الصحابۃ وفضلھم رضی اللہ عنہم اجمعین، حکیم بن حزام، الحدیث: ۳۳۲۷۲، ج۶، الجزء ۱۱، ص ۳۱۰ بتغیر لفظ)

ترمذی وابوداود کی روایتوں میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے ان کو ایک دینار دے کر مینڈھا خریدنے کے لیے بھیجا تو انہوں نے ایک دینار میں مینڈھا خریدا اور اسے دو دینار میں بیچ ڈالا پھر واپس بازار آئے اور ایک دینار میں مینڈھا خرید کر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی خدمت اقدس میں آکر مینڈھا اور ایک دینار پیش کر دیے۔ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے دینار کو تو خدا کی راہ میں خیرات کر دیا اور پھر خوش ہو کر ان کی تجارت میں برکت کے لئے دعا فرمادی۔ (مشکاۃ المصابیح، کتاب البیوع، باب الشرکۃ والوکالۃ، الحدیث: ۲۹۳۷، ج۱، ص ۵۴۲)

تجارت میں نفع ونقصان دونوں کا ہونا لازمی امر ہے ہر تاجر کو اس کا تجربہ ہے کہ بیوپار میں کبھی نفع ہوتا ہے کبھی نقصان، مگر زندگی بھر تجارت میں ہمیشہ نفع ہی نفع ہوتا رہے اور کبھی بھی اور کہیں بھی اور کسی سودے میں بھی گھاٹا نہ اٹھانا پڑے بلاشبہ اس کو کرامت کے سوا کچھ بھی نہیں کہا جاسکتا اس لئے حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ تعالیٰ عنہ یقیناً صاحب کرامت صحابی اور بلند مرتبہ ولی تھے۔ (کرامات صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم صفحہ ۲۵۴)

(528) وَعَنْ اَبِیْ بُرْدَةَ، عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی الْاَشْعَرِیِّ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْ غَزَاةٍ وَّنَحْنُ سِتَّةُ نَفَرٍ بَیْنَنَا بَعِیْرٌ نَعْتَقِبُهُ، فَنَقِبَتْ اَقْدَامُنَا وَنَقِبَتْ قَدَمِیْ، وَسَقَطَتْ اَظْفَارِیْ، فَکُنَّا نَلُفُّ عَلٰی اَرْجُلِنَا الْخِرَقَ، فَسُمِّیَتْ غَزْوَةَ ذَاتِ الرِّقَاعِ لِمَا کُنَّا نَعْصِبُ عَلٰی اَرْجُلِنَا مِنَ الْخِرَقِ، قَالَ اَبُوْ بُرْدَةَ: فَحَدَّثَ اَبُوْ مُوْسٰی بِهٰذَا الْحَدِیْثِ، ثُمَّ کَرِهَ ذٰلِكَ، وَقَالَ: مَا کُنْتُ اَصْنَعُ بِاَنْ اَذْکُرَهٗ! قَالَ: کَاَنَّهٗ کَرِهَ اَنْ یَّکُوْنَ شَیْئًا مِّنْ عَمَلِهٖ اَفْشَاهُ. مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ.

حضرت ابوبردہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ہم ایک غزوہ میں نکلے ہم چھ آدمی تھے اور ہمارے پاس ایک اونٹ تھا جس پر ہم باری سے سوار ہوتے۔ تو ہمارے پاؤں زخمی ہو گئے تو میرا پاؤں بھی زخمی ہو گیا اور ناخن گر گیا۔ ہم اپنے پاؤں پر کپڑے کے ٹکڑے باندھتے۔ پس اس غزوہ کا نام ذات الرقاع رکھا گیا کیونکہ اس میں ہم اپنے پاؤں پر کپڑے کے ٹکڑے باندھتے تھے۔ حضرت ابوبردہ کہتے ہیں: حضرت ابوموسیٰ نے یہ بیان تو کر دیا لیکن پھر انہوں نے اس کو ناپسند کیا اور فرمایا میرا یہ گمان

نہ تھا کہ میں اس کو ذکر کروں گا۔ گویا کہ انہوں نے اپنے
عمل کے اظہار کو ناپسند کیا ہے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب غزوة ذات الرقاع، ج۵ص۱۱۳، رقم: ۴۱۲۸، صحیح مسلم، باب غزوة ذات الرقاع، ج۵ص۲۰۰، رقم: ۴۸۰۲، صحیح ابن حبان، باب الخروج و کیفیة الجهاد، ج۱۱ص۳۵، رقم: ۴۷۴۳، مسند ابوعوانة، باب بیان الشدة التی اصابت النبی صلی اللہ علیہ وسلم واصحابه فی غزوة ذات الرقاع، ج۴ص۳۲۳، رقم: ۶۸۴۵، مسند ابی یعلی، حدیث میمونة زوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ج۱۳ص۲۲۳، رقم: ۷۳۰۲)

شرح حدیث: غزوہ ذات الرقاع

سب سے پہلے قبائل انمار وثعلبہ نے مدینہ پر چڑھائی کرنے کا ارادہ کیا جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اس کی اطلاع ملی تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے چار سو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا لشکر اپنے ساتھ لیا اور ۱۰ محرم ۵ھ کو مدینہ سے روانہ ہو کر مقامِ ذات الرقاع تک تشریف لے گئے لیکن آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی آمد کا حال سن کر یہ کفار پہاڑوں میں بھاگ کر چھپ گئے اس لئے کوئی جنگ نہیں ہوئی۔ مشرکین کی چند عورتیں ملیں جن کو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے گرفتار کرلیا۔ اس وقت مسلمان بہت ہی مفلس اور تنگ دستی کی حالت میں تھے۔ چنانچہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ سواریوں کی اتنی کمی تھی کہ چھ چھ آدمیوں کی سواری کے لئے ایک ایک اونٹ تھا جس پر ہم لوگ باری باری سوار ہو کر سفر کرتے تھے پہاڑی زمین میں پیدل چلنے سے ہمارے قدم زخمی اور پاؤں کے ناخن جھڑ گئے تھے اس لئے ہم لوگوں نے اپنے پاؤں پر کپڑوں کے چیتھڑے لپیٹ لئے تھے یہی وجہ ہے کہ اس غزوہ کا نام غزوہ ذات الرقاع (پیوندوں والا غزوہ) ہو گیا۔ (المواهب اللدنیة وشرح الزرقانی، باب غزوة ذات الرقاع، ج۲، ص۵۲۶، ۵۲۸ وصحیح البخاری، کتاب المغازی، باب غزوة ذات الرقاع، الحدیث ۴۱۲۸، ج۳، ص۵۸)

بعض مؤرخین نے کہا کہ چونکہ وہاں کی زمین کے پتھر سفید و سیاہ رنگ کے تھے اور زمین ایسی نظر آتی تھی گویا سفید اور کالے پیوند ایک دوسرے سے جوڑے ہوئے ہیں، لہٰذا اس غزوہ کو غزوہ ذات الرقاع کہا جانے لگا اور بعض کا قول ہے کہ یہاں پر ایک درخت کا نام ذات الرقاع تھا اس لئے لوگ اس کو غزوہ ذات الرقاع کہنے لگے، ہوسکتا ہے کہ یہ ساری باتیں ہوں۔ (المواهب اللدنیة مع شرح الزرقانی، باب غزوة ذات الرقاع، ج۲، ص۵۲۵)

مشہور امام سیرت ابن سعد کا قول ہے کہ سب سے پہلے اس غزوہ میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صلوٰۃ الخوف پڑھی۔ (المواهب اللدنیة وشرح الزرقانی، باب غزوة ذات الرقاع، ج۲، ص۵۲۸، ۵۲۹)

عصائے مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی برکات

جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ میرے پاس غزوہ ذات الرقاع میں ایک اونٹ تھا جس کا گھٹنا ٹوٹا ہوا

تھا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم میرے پاس سے گزرے مگر اونٹ کی سست روی اس بات کی اجازت نہ دیتی تھی کہ میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ساتھ دے سکوں مجھ سے پوچھا گیا تو میں نے سارا ماجرا سنایا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے عصاء لیکر اونٹ پر تین مرتبہ گھسا اور پھر پانی کا چلو بھر کر اس پر چھڑ کا اور حکم دیا کہ سوار ہو جاؤ مجھے قسم ہے اس خدا عزوجل کی جس نے ہم پر ایک سچا رسول مبعوث فرمایا، آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جس قدر تیز چلاتے تھے میرا اونٹ پیچھے نہ رہتا اور میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ ہی رہتا تھا۔

(الخصائص الکبریٰ، کتاب ذکر معجزاتہ فی ضروب الحیوانات، باب قصۃ الجمل والناقۃ، ج ۲، ص ۹۷)

(529) وَعَنْ عَمْرِو بْنِ تَغْلِب - بِفَتْحِ التَّاءِ الْمُثَنَّاةِ فَوْقَ وَاِسْكَانِ الْغَيْنِ الْمُعْجَمَةِ وَكَسْرِ اللَّامِ - رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُتِيَ بِمَالٍ اَوْ سَبْيٍ فَقَسَمَهٗ، فَاَعْطٰى رِجَالًا، وَّتَرَكَ رِجَالًا. فَبَلَغَهٗ اِنَّ الَّذِيْنَ تَرَكَ عَتَبُوْا، فَحَمِدَ اللّٰهَ، ثُمَّ اَثْنٰى عَلَيْهِ، ثُمَّ قَالَ: "اَمَّا بَعْدُ، فَوَاللّٰهِ اِنِّيْ لَاُعْطِي الرَّجُلَ وَاَدَعُ الرَّجُلَ، وَالَّذِيْ اَدَعُ اَحَبُّ اِلَيَّ مِنَ الَّذِيْ اُعْطِيْ، وَلٰكِنِّيْ اِنَّمَا اُعْطِيْ اَقْوَامًا لِّمَا اَرٰى فِيْ قُلُوْبِهِمْ مِنَ الْجَزَعِ وَالْهَلَعِ، وَاَكِلُ اَقْوَامًا اِلٰى مَا جَعَلَ اللّٰهُ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مِنَ الْغِنٰى وَالْخَيْرِ، مِنْهُمْ عَمْرُو بْنُ تَغْلِبَ قَالَ عَمْرُو بْنُ تَغْلِبَ: فَوَاللّٰهِ مَا اُحِبُّ اَنَّ لِيْ بِكَلِمَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حُمْرَ النَّعَمِ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

حضرت عمرو بن تغلب تا مثناۃ پر زبر اور غین معجمہ کے سکون اور لام کے کسرہ کے ساتھ ﷛ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس کچھ مال لایا گیا۔ یا کچھ قیدی لائے گئے۔ آپ نے اس کو تقسیم کیا۔ کچھ لوگوں کو عطا کیا کچھ کو نہ دیا۔ تو آپ کو اطلاع ملی کہ جن لوگوں کو نہ دیا انہوں نے ناراضگی محسوس کی ہے۔ تو آپ نے اللہ کی حمد وثناء بیان کی۔ پھر فرمایا: اما بعد! اللہ کی قسم میں ایک آدمی کو دیتا ہوں اور ایک کو چھوڑتا ہوں حالانکہ جس کو میں چھوڑتا ہوں (نہیں دیتا) وہ مجھے اس سے زیادہ پیارا ہوتا ہے جس کو عطا کرتا ہوں۔ لیکن میں کچھ لوگوں کو اس لیے دیتا ہوں کہ ان کے دلوں میں خوف اور گھبراہٹ دیکھتا ہوں۔ اور کچھ لوگوں کو اس سکون اور بھلائی کے سپرد کر دیتا ہوں۔ جو اللہ نے ان کے دلوں میں ڈالی ہے۔ ان میں سے عمرو بن تغلب ہے۔ حضرت عمرو بن تغلب کہتے ہیں اللہ کی قسم رسول اللہ ﷺ کے اس کلمہ بولنے کے بعد سرخ اونٹوں کا ملنا بھی مجھے پسند نہیں۔ (بخاری)

"اَلْهَلَعُ": هُوَ اَشَدُّ الْجَزَعِ، وَقِيْلَ: الضَّجَرُ.

اَلْهَلَعُ: سخت گھبراہٹ یا اکتاہٹ۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب من قال فی الخطبة بعد الثنا اما بعد، ج۲ص۱۰، رقم: ۹۲۳ سنن الکبری للبیہقی، باب من یعطی من المؤلفة قلوبهم من بهم المصالح، ج۱ص۱۸، رقم: ۱۳۵۶۰ جامع الاصول لابن اثیر، الفصل الخامس فی قبول

العطاء، ج۱۰ص۱۶۴، رقم: ۶۷۵۳، مسند امام احمد حدیث عمرو بن تغلب رضی اللہ عنہ، ج۵ص۶۹، رقم: ۲۰۶۹۲)

شرح حدیث: رضائے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم کی ناراضی سے سخت گھبراتے تھے اور اس سے پناہ مانگتے تھے۔

ایک بار کسی نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے آباواجداد میں کسی کو برا بھلا کہا، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو خبر ہوئی تو فرمایا کہ عباس مجھ سے ہیں اور میں عباس سے ہوں، ہمارے مردوں کو برا بھلا نہ کہو جس سے ہمارے زندوں کے دل دکھیں۔ یہ سنکر صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے کہا ہم آپ کی ناراضی سے پناہ مانگتے ہیں، ہمارے لئے استغفار کیجئے۔

(سنن النسائی، کتاب القسامۃ، باب القود من اللطمۃ، ج۸،ص ۳۳)

ایک بار کسی نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے آپ کے روزے کے متعلق پوچھا، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر ناگوار گزرا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ حالت دیکھی تو کہا:

رضینا باللہ ربا وبالاسلام دینا وبمحمد نبیا، نعوذ باللہ من غضب اللہ وغضب رسولہ۔

ترجمہ: ہم نے خداعزوجل کو اپنا پروردگار، اسلام کو اپنا دین، اور محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنا پیغمبر مانا ہے، اور خداعزوجل اور خدا کے رسول عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے غضب سے پناہ مانگتے ہیں۔ اس فقرے کو بار بار دہراتے رہے یہاں تک کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ناراضگی ختم ہوگئی۔

(سنن ابی داود، کتاب الصوم، باب فی صوم الدھر، الحدیث: ۲۴۲۵، ج۲،ص ۴۷۳)

اس لئے اگر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کسی ناگوار واقعہ سے کبیدہ خاطر ہوجاتے تھے تو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہر ممکن تدبیر سے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کو راضی کرنا چاہتے تھے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنھن سے ایلاء کیا تو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم پر مصیبت کا پہاڑ ٹوٹ پڑا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کو راضی کرنا چاہا، اور دردولت پر تشریف لے گئے۔ دربان نے روک لیا۔ سمجھے کہ شاید حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو یہ خیال ہے کہ حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خاطر آئے ہیں۔ اسلئے دربان سے کہا کہ اگر سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا یہ خیال ہے تو کہدو کہ خداعزوجل کی قسم! آپ حکم دیں تو حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی گردن اڑادوں۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پہلے آچکے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ آئے تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو ہنسانے کیلئے کہا اگر بنت خارجہ (حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی زوجہ) مجھ سے نان ونفقہ طلب کرتیں تو میں اٹھ کے ان کی گردن توڑ دیتا، آپ ہنس پڑے ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنھن کی

طرف اشارہ کر کے فرمایا: یہ لوگ مجھ سے نفقہ ہی تو مانگ رہی ہیں۔ دونوں بزرگ اٹھے اور حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہما کی گردن توڑنی چاہی اور کہا رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے وہ چیز مانگتی ہو جو (اس وقت) آپ کے پاس (موجود) نہیں ہے۔

(صحیح المسلم، کتاب الطلاق، باب بیان أن تخییر امرأتہ لا یکون طلاقا الا بالنیۃ، الحدیث ۱۴۷۸، ص ۷۸۳)

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے قطع کلام کرلیا اور تمام صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو بھی یہی حکم دیا، تو ان کو سب سے زیادہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی رضامندی کی فکر تھی۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نماز کے بعد تھوڑی دیر تک مسجد میں بیٹھا کرتے تھے، اس حالت میں وہ آتے اور سلام کرتے اور دل میں کہتے کہ لبہائے مبارک کو سلام کے جواب میں حرکت ہوئی یا نہیں؟ پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہی کے متصل نماز پڑھتے اور کن انکھیوں سے آپ کی طرف دیکھتے جاتے۔

(صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب حدیث کعب بن مالک.....الخ، الحدیث: ۴۴۱۸، ج ۳، ص ۱۴۷)

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم حجۃ الوداع کے لئے تشریف لے گئے تو تمام ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنھن ساتھ تھیں، سوء اتفاق سے راستے میں حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کا اونٹ تھک کر بیٹھ گیا، وہ رونے لگیں، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم و خبر ہوئی تو خود تشریف لائے اور دست مبارک سے ان کے آنسو پونچھے، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جس قدر ان کو رونے سے منع فرماتے تھے اس قدر وہ اور زیادہ روتی تھیں۔ جب کسی طرح چپ نہ ہوئیں، تو انکو سرزنش فرمائی، اور تمام لوگوں کو منزل کرنے کا حکم دیا، اور خود بھی اپنا خیمہ نصب کروایا۔ حضرت صفیہ کو خیال ہوا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ناراض ہو گئے، اس لئے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رضامندی کی تدبیریں اختیار کیں۔

اس غرض سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئیں اور کہا کہ آپ کو معلوم ہے کہ میں اپنی باری کا دن کسی چیز کے معاوضے میں نہیں دے سکتی لیکن اگر آپ رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم کو مجھ سے راضی کر دیں تو میں اپنی باری آپ کو دیتی ہوں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے آمادگی ظاہر کی، اور ایک دوپٹا اوڑھا جو زعفرانی رنگ میں رنگا ہوا تھا، پھر اس پر پانی چھڑکا کہ خوشبو اور پھیلے، اس کے بعد آپ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے پاس گئیں، اور خیمہ کا پردہ اٹھایا، تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عائشہ! رضی اللہ تعالیٰ عنہا یہ تمھارا دن نہیں ہے بولیں:

ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ

(ترجمہ کنزالایمان: یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہے دے۔ (پ ۶، المائدۃ: ۵۴)

(المسند لامام احمد بن حنبل، حدیث صفیۃ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا، الحدیث: ۲۶۹۳۰، ج ۱۰، ص ۲۵۳)

ناراضگی کے بعد اگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خوش ہو جاتے تو گویا صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو دولت جاوید مل

جاتی، ایک بار آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سفر میں تھے، حضرت ابورُہم رضی اللہ عنہ کی اونٹنی آپ کے ناقہ کے پہلو بہ پہلو جارہی تھی، حضرت ابورہم رضی اللہ عنہ کے پاؤں میں سخت چمڑے کے جوتے تھے، اونٹنیوں میں مزاحمت ہوئی تو ان کے جوتے کی نوک سے سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ساق مبارک میں خراش آگئی، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے پاؤں میں کوڑا مار کر فرمایا: تم نے مجھ کو دکھ دیا، پاؤں ہٹاؤ، وہ سخت گھبرائے کہ کہیں میرے بارے میں کوئی آیت نازل نہ ہوجائے۔

مقام جعرانہ میں پہنچے تو گوکہ ان کی اونٹ چرانے کی باری نہ تھی، تاہم اس خوف سے کہ کہیں رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا قاصد میرے بلانے کے لئے نہ آجائے، صحرا میں اونٹ چرانے کے لئے نکل گئے، شام کو پلٹے تو معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے طلب فرمایا تھا، مضطربانہ حاضر خدمت ہوئے، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے تم نے اذیت پہنچائی، اور میں نے بھی تمہیں کوڑا مارا، جس سے تمہیں اذیت پہنچی، اسکے عوض میں یہ بکریاں لو، ان کا بیان ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی یہ رضامندی میرے لئے دنیا و مافیہا سے زیادہ محبوب تھی۔

(الطبقات الکبری، تذکرۃ ابورھم الغفاری، ج ۴، ص ۱۸۴)

(530) وَعَنْ حَكِيْمِ بْنِ حِزَامٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "اَلْيَدُ الْعُلْيَا خَيْرٌ مِّنَ الْيَدِ السُّفْلٰى، وَابْدَاْ بِمَنْ تَعُوْلُ، وَخَيْرُ الصَّدَقَةِ مَا كَانَ عَنْ ظَهْرِ غِنًى، وَمَنْ يَّسْتَعْفِفْ يُعِفَّهُ اللّٰهُ، وَمَنْ يَّسْتَغْنِ يُغْنِهِ اللّٰهُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔ وَهٰذَا لَفْظُ الْبُخَارِيِّ، وَلَفْظُ مُسْلِمٍ اَخْصَرُ۔

حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے۔ اور ابتداء اس سے کر جس کے خرچ کا تو ذمہ دار ہے۔ بہتر صدقہ وہ ہے جو ضروریات پوری کرنے کے بعد ہو۔ جو (ثواب یا گناہ سے) بچنا چاہتا ہے۔ اس کو اللہ تعالیٰ بچالیتا ہے اور جو غنی ہونا چاہے اللہ اس کو غنی بنا دیتا ہے۔ (متفق علیہ) یہ بخاری کے الفاظ ہیں۔ اور مسلم کے الفاظ زیادہ مختصر ہیں۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب ما کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یعطی المؤلفة قلوبهم وغیرهم، ج۲ص۹۲، رقم: ۳۱۴۳ صحیح مسلم، باب بیان ان الید العلیا خیر من الید السفلی، ج۲ص۹۴، رقم: ۲۴۳۴ سنن الدارمی، باب النهی عن المسألة، ج۱ص۴۷۵، رقم: ۱۶۵۰ الاحاد والمثانی، ومن ذکر حکیم بن حزام، ج۱ص۴۲۱، رقم: ۵۹۵ السنن الکبری للبیهقی، باب کراهية السوال والترغيب فی ترکه، ج۴ص۱۹۶، رقم: ۸۱۲۶)

شرح حدیث: دوفرشتوں کی صدائیں

تمام مسلمانوں کے لئے طلبِ دنیا میں میانہ روی بہتر ہے، کیونکہ یہ انہیں کسی کا محتاج کرتی اور نہ ہی اُس اہم کام سے

رکھتی ہے جو اللہ عزوجل نے ان کے لئے تیار کی ہے اور وہ تمام امور کو محض لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ پر مرتب کرتا ہے۔ چنانچہ،

حضرت سیدنا [illegible] رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم، سلطان مدینہ منورہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم کا فرمان ذیشان ہے: جب بھی سورج طلوع ہوتا ہے تو اس کے دونوں جانب دو فرشتے بھیجے جاتے ہیں جو صدا لگا رہے ہوتے ہیں۔ اور ان کی صدا جن و انس کے علاوہ تمام زمین والے سنتے ہیں۔ وہ فرشتے کہتے ہیں: اے لوگو! اپنے رب عزوجل کی بارگاہ میں آ جاؤ، بے شک دنیا کا وہ مال جو تھوڑا ہو اور کفایت کرے وہ بہتر ہے اس (مال) سے جو زیادہ ہو اور غفلت میں ڈال دے۔ ([illegible])

اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے:

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا ٙ وَلَا يَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ O

ترجمۂ کنزالایمان: اے لوگو! بے شک اللہ کا وعدہ سچ ہے تو ہرگز تمہیں دھوکا نہ دے دنیا کی زندگی اور ہرگز تمہیں اللہ کے حکم پر فریب نہ دے وہ بڑا فریبی۔ (پ22، فاطر: 5)

دو بزرگ اور دو پرندے

حضرت سیدنا خلف بن تمیم علیہ رحمۃ اللہ الرحیم سے منقول ہے: ایک مرتبہ دو عظیم بزرگ حضرت سیدنا ابراہیم بن اَدہم اور حضرت سیدنا شقیق بلخی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما مکہ مکرمہ زادھا اللہ شرفاً وتعظیماً پہنچے۔ جب دونوں کی ملاقات ہوئی تو حضرت سیدنا ابراہیم بن اَدہم علیہ رحمۃ اللہ الاکرم نے حضرت سیدنا شقیق علیہ رحمۃ اللہ الرفیق سے پوچھا: وہ کون سا پہلا واقعہ ہے جس کی وجہ سے آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو یہ عظمت و بزرگی نصیب ہوئی؟

آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا: ایک مرتبہ میں جنگل میں تھا، اچانک مجھے ایک پرندہ نظر آیا جس کے پر ٹوٹے ہوئے تھے۔ میں نے سوچا کہ میں دیکھوں یہ پرندہ اپنی غذا کیسے حاصل کرتا ہوگا؟ بس اسی خیال کے آتے ہی میں وہیں کھڑا ہوگیا اور ارادہ کیا کہ آج یہ دیکھ کر جاؤں گا کہ اس پرندے کو غذا کہاں سے ملتی ہے؟ میں وہیں کھڑا سوچتا رہا۔ کچھ دیر بعد ایک پرندہ اپنی چونچ میں ایک ٹڈی پکڑے ہوئے وہاں آیا اور اس ٹوٹے پروں والے پرندے کے منہ میں وہ ٹڈی ڈال کر واپس اڑ گیا۔ اللہ عزوجل کی اس شان رزاقی پر میں عش عش کر اٹھا اور اپنے نفس سے کہا: اے نفس! جس خدائے بزرگ و برتر خالق و مالک نے صحیح و سالم پرندے کے ذریعے جنگل و بیابان میں اس پر ٹوٹے ہوئے پرندے کو رزق عطا فرمایا وہ پروردگار عزوجل مجھے رزق عطا فرمانے پر قادر ہے چاہے میں کہیں بھی ہوں۔ بس اس دن سے میں نے تمام دنیوی مشاغل ترک کر دیئے اور عبادتِ الٰہی میں مصروف ہوگیا اور آج آپ کے سامنے ہوں۔

یہ سن کر حضرت سیدنا ابراہیم بن اَدہم علیہ رحمۃ اللہ الاکرم نے فرمایا: اے شقیق علیہ رحمۃ اللہ اللطیف! تم اس پرندے کی طرح کیوں نہ ہوگئے جو تندرست تھا اور بیمار پرندے تک اس کا رزق پہنچا رہا تھا۔ اگر تم اس جیسے ہوتے تو تمہارے لئے

بہت اچھا تھا، کیا تم نے شہنشاہِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ، صاحبِ معطر پسینہ، باعثِ نزولِ سکینہ، فیض گنجینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فرمانِ تقرب نشان نہیں سنا: اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے۔

(صحیح البخاری، کتاب الزکوۃ، باب لا صدقۃ الا عن ظہر غنی، الحدیث ۱۴۲۷، ج۱، ص ۴۸۲)

(531) وَعَنْ اَبِیْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ مُعَاوِيَةَ بْنِ اَبِیْ سُفْيَانَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا تُلْحِفُوْا فِی الْمَسْاَلَةِ، فَوَاللّٰهِ لَا يَسْاَلُنِیْ اَحَدٌ مِّنْكُمْ شَيْئًا، فَتُخْرِجَ لَهٗ مَسْاَلَتُهٗ مِنِّیْ شَيْئًا وَّاَنَا لَهٗ كَارِهٌ فَيُبَارَكَ لَهٗ فِيْمَا اَعْطَيْتُهٗ رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت ابوعبدالرحمن معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ سوال میں مبالغہ نہ کرو۔ اللہ کی قسم تم میں سے کوئی مجھ سے کچھ مانگے تو اس کا سوال مجھ سے کچھ اس کے لیے نکال لے گا حالانکہ میں اس کو ناپسند کر رہا ہوں گا۔ تو اس کے لیے اس میں برکت نہ ہوگی۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب النھی عن المسألۃ، ج۱ص۵۰ رقم: ۱۰۳۸، مسند امام احمد بن حنبل، حدیث معاویہ بن ابی سفیان، ج۶ص۹۸ رقم: ۱۶۹۳۹، مسند الحمیدی، احادیث معاویۃ بن ابی سفیان، ج۲ص۲۷۰ رقم: ۶۰۳، سنن النسائی، باب الالحاف فی المسألۃ، ج۵ص۹۸ رقم: ۲۵۹۳، السنن الکبری للبیہقی، باب کراھیۃ السوال والترغیب فی ترکہ، ج۴ص۳۲۳ رقم: ۸۱۲۵) ۔

شرح حدیث: بلا حاجت سوال کرنا

بلا حاجت کسی بھی مسلمان کو سوال کرنے (یعنی بھیک مانگنے) کی شریعت کی جانب سے اجازت نہیں ہے۔ بھیک کی مذمت میں کئی احادیث مروی ہیں چنانچہ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آدمی ہمیشہ لوگوں سے بھیک مانگتا رہے گا یہاں تک کہ قیامت کے دن وہ اس حالت میں آئے گا کہ اس کے منہ پر گوشت کی بوٹی نہ ہوگی، نہایت بے آبرو ہو کر آئے گا۔ (بخاری، کتاب الزکوۃ، رقم ۱۴۷۴، ج۱، ص ۴۹۹)

حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ شفیع محشر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے جو شخص اپنی رسی لے کر اور لکڑیوں کا ایک گٹھا پیٹھ پر لاد کر لائے اور ان کو بیچے اور اللہ تعالیٰ بھیک مانگنے کی ذلت سے اس کے چہرے کو بچائے تو یہ بہتر ہے اس بات سے کہ لوگوں سے بھیک مانگے اور وہ اس کو دیں یا نہ دیں۔

(بخاری، کتاب الزکوۃ، رقم ۱۴۷۱، ج۱، ص ۴۹۷)

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بھیک مانگنا ایک قسم کی خراش ہے کہ آدمی بھیک مانگ کر اپنے منہ کو نوچتا ہے تو جو چاہے اپنے منہ پر خراش کو نمایاں کرے اور جو چاہے اس سے اپنا

چہرہ محفوظ رکھے۔ ہاں اگر آدمی صاحب سلطنت سے اپنا حق مانگے یا ایسے امر میں سوال کرے کہ اس سے چارہ کار نہ ہو تو جائز ہے۔ (سنن ابی داؤد، کتاب الزکوۃ، باب ماتجوز فیہ المسألۃ، رقم الحدیث ۱۶۳۹، ج ۲، ص ۱۶۸)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص مال بڑھانے کے لیے لوگوں سے بھیک مانگتا ہے وہ گویا انگارہ مانگتا ہے تو اس کو اختیار ہے کہ بہت مانگے یا کم مانگے۔ (مسلم، کتاب الزکوۃ، رقم ۱۰۴۱، ص ۵۱۸)

حضرت سیدنا کبشہ انماری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: میں تین باتوں میں قسم اٹھاتا ہوں اور تمہیں ایک کام کی بات بتاتا ہوں اسے یاد کرلو (۱) صدقہ بندے کے مال میں کمی نہیں کرتا (۲) جس بندے پر ظلم کیا جائے اور وہ اس پر صبر کرے اللہ عزوجل اس کی عزت میں اضافہ فرمائے گا (۳) جس بندے نے سوال کا دروازہ کھولا اللہ عزوجل اس پر فقر کا دروازہ کھول دے گا۔

(ترمذی، کتاب الزھد، باب ماجاء مثل الدنیا اربعۃ نفر، رقم ۲۳۳۲، ج ۴، ص ۱۴۵)

(532) وَعَنْ اَبِیْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَوْفِ بْنِ مَالِكٍ الْاَشْجَعِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: كُنَّا عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تِسْعَةً اَوْ ثَمَانِيَةً اَوْ سَبْعَةً، فَقَالَ: "اَلَا تُبَايِعُوْنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكُنَّا حَدِيْثِيْ عَهْدٍ بِبَيْعَةٍ، فَقُلْنَا: قَدْ بَايَعْنَاكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، ثُمَّ قَالَ: "اَلَا تُبَايِعُوْنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ فَبَسَطْنَا اَيْدِيَنَا، وَقُلْنَا: قَدْ بَايَعْنَاكَ فَعَلَامَ نُبَايِعُكَ؟ قَالَ: "عَلٰی اَنْ تَعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا، وَّالصَّلَوَاتِ الْخَمْسِ وَتُطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَسَرَّ كَلِمَةً خَفِيْفَةً "وَلَا تَسْاَلُوا النَّاسَ شَيْئًا فَلَقَدْ رَاَيْتُ بَعْضَ اُولٰٓئِكَ النَّفَرِ يَسْقُطُ سَوْطُ اَحَدِهِمْ فَمَا يَسْاَلُ اَحَدًا يُّنَاوِلُهٗ اِيَّاهُ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت ابوعبدالرحمن عوف بن مالک اشجعی ﷺ سے روایت ہے ہم رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں آٹھ سات یا نو آدمی تھے۔ فرمایا کیا تم رسول اللہ ﷺ سے بیعت نہیں کرتے اس وقت ہم نے ابھی ابھی ہی بیعت کی تھی۔ ہم نے عرض کیا: یارسول اللہ! ہم نے آپ سے بیعت کی ہے۔ فرمایا: کیا تم رسول اللہ سے بیعت نہیں کرتے۔ ہم نے ہاتھ پھیلا دیے اور عرض کیا: ہم آپ سے بیعت کر چکے تو اب کس بات پر بیعت کریں۔ فرمایا: یہ کہ تم اللہ کی عبادت کرو گے' اس کے ساتھ شریک نہ ٹھہراؤ گے' اور پانچوں نمازیں قائم کرو گے اور اللہ کی اطاعت کرو گے اور آہستگی سے فرمایا تم لوگوں سے کسی چیز کا سوال نہ کرو گے۔ پس ان میں سے میں نے بعض لوگوں کو دیکھا ہے اگر ان کا عصا گر جائے' تو وہ کسی سے یہ بھی نہیں کہتے تھے کہ ان کو پکڑا دو۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب کراھیۃ المسألۃ، ج۲ص۹۷، رقم: ۲۴۵۰، سنن ابوداؤد، باب کراھیۃ المسألۃ، ج۲ص۴۱، رقم: ۱۶۴۴، سنن ابن ماجه، باب البیعة، ج۲ص۹۵۷، رقم: ۲۸۶۷، السنن الکبریٰ للبیهقی، باب کراھیة السوال والترغیب

فی ترکہ، ج۴ص۱۹۶، رقم: ۴۶۶۳،مسند البزار، مسند عوف بن مالک، ج۱ص۲۲۴، رقم: ۲۷۶۴)

شرح حدیث: صبح وشام کا کھانا

حضرت رزین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی روایت میں یہ اضافہ ہے کہ دافعِ رنج وملال، صاحبِ جُودونوال صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشادفرمایا: میں کسی شخص کو عطیہ دیتا ہوں تو وہ اسے اپنی بغل میں دبا کر لے جاتا ہے حالانکہ وہ آگ ہوتی ہے۔حضرت سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی، یا رسول اللہ عزوجل وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم! جب وہ آگ ہوتی ہے تو آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کسی کو کیوں عطا فرماتے ہیں؟ آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: اللہ عزوجل میرے لئے بخل کو ناپسند فرماتا ہے اورلوگ میرے سوا کسی سے سوال کرنا ناپسند کرتے ہیں۔صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کی، وہ غنا کون سی ہے جس کی موجودگی میں سوال نہیں کرنا چاہے؟ تو آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشادفرمایا: صبح وشام کے کھانے جتنی مقدار۔

(الترغیب والترہیب، کتاب الصدقات، الترہیب من المسألۃ وتحریمہا۔۔۔۔۔۔الخ، الحدیث: ۱۲۰۲، ج۱،ص۳۸۶)

خاتَمُ الْمُرْسَلین، رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلمین صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: جو مجھے اس بات کی ضمانت دے دے کہ کسی سے کچھ نہ مانگے گا، میں اسے جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔

(سنن ابی داود، کتاب الزکاۃ، باب کراہیۃ المسئلۃ، الحدیث: ۱۶۴۳،ص۱۳۴۶)

سَیِّدُ الْمُبَلِّغین، رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِیْن صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: جو میری ایک بات مان لے گا میں اسے جنت کی ضمانت دیتا ہوں، وہ بات یہ ہے کہ لوگوں سے کچھ نہ مانگے گا۔

(سنن ابی داود، کتاب الزکاۃ، باب کراہیۃ المسألۃ، الحدیث ۱۶۴۳،ص۱۳۴۶)

شفیعُ المذنبین، انیسُ الغریبین، سراجُ السالکین صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: جس نے ایک اوقیہ چاندی کی قیمت موجود ہونے کے باوجود سوال کیا اس نے سوال میں بہت اصرار کیا۔

(کنز العمال، کتاب الزکاۃ، قسم الاقوال، الفصل الثانی فی ذم السوال ۱۶۷۱۲، ج۶،ص۲۱۳)

تاجدارِ رسالت، شہنشاہِ نُبوت صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: جو مال میں اضافہ کے لئے لوگوں سے سوال کرتا ہے وہ آگ کے انگارے مانگتا ہے، اب اس کی مرضی ہے کہ انگارے کم جمع کرے یا زیادہ۔

(صحیح مسلم، کتاب الزکاۃ، باب کراھۃ المسئلۃ للناس، الحدیث: ۲۳۹۹،ص۸۴۱)

مَخْزنِ جودوسخاوت، پیکرِ عظمت وشرافت صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: جو غنا کے باوجود لوگوں سے سوال کرے وہ جہنم کے دہکتے پتھروں میں اضافہ کرتا ہے۔صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کی غنا سے کیا مراد ہے؟ تو آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشادفرمایا: رات کا کھانا۔

(کنز العمال، کتاب الزکاۃ، قسم الاقوال، الفصل الثانی فی ذم السوال ۱۶۷۴۵، ج۶، ص۲۱۶)

محبوبِ رَبُّ العزت، محسنِ انسانیت صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم کا فرمانِ عالیشان ہے: تم میں سے کوئی ایک سوال کرتا رہے گا یہاں تک کہ جب وہ اللہ عزوجل سے ملاقات کریگا تو اس کے چہرے پر گوشت کا کوئی ٹکڑا نہ ہوگا۔

(صحیح مسلم، کتاب الزکاۃ، باب کراہۃ المسالۃ للناس، الحدیث: ۲۳۹۶، ص۸۴۱)

اللہ کے محبوب، دانائے غیوب منزہ عن العیوب عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم کا فرمانِ عالیشان ہے: سوال کرنا وہ خراش ہے جسے آدمی کھجلائے گا۔ (جامع الترمذی، ابواب الزکاۃ، باب ماجاء فی النھی عن المسألۃ، الحدیث: ۶۸۱، ص۱۷۱۳)

(533) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "لَا تَزَالُ الْمَسْأَلَةُ بِأَحَدِكُمْ حَتّٰى يَلْقَى اللّٰهَ تَعَالٰى وَلَيْسَ فِيْ وَجْهِهِ مُزْعَةُ لَحْمٍ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

"اَلْمُزْعَةُ بِضَمِّ الْمِيْمِ وَإِسْكَانِ الزَّايِ وَبِالْعَيْنِ الْمُهْمَلَةِ: اَلْقِطْعَةُ.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے جو کوئی سوال کرتا رہتا ہے حالانکہ جب وہ اللہ تعالیٰ کو ملے گا' تو اس کا حال یہ ہوگا کہ اس کے چہرہ پر گوشت کا ٹکڑا نہ ہوگا۔ (متفق علیہ)

اَلْمُزْعَةُ: میم پر پیش زا ساکن اور عین مہملہ کے ساتھ ٹکڑے کو کہتے ہیں۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب من سأل الناس تکثرا، ج۲ص۱۲۳، رقم: ۱۴۷۴، صحیح مسلم، باب کراھیۃ المسألۃ ج۳ص۹۶، رقم: ۲۴۴۳، مسند امام احمد، مسند عبداللہ بنع مر، ج۲ص۸۸، رقم: ۵۶۱۶، مصنف ابن ابی شیبۃ، باب من کرہ المسألۃ ونھی عنھا وتشدد فیھا، ج۳ص۲۰۸، رقم: ۱۰۶۷۱، مسند عبد بن حمید، احادیث بن عمر، ص۲۶۲، رقم: ۸۲۸)

شرح حدیث: ہمیں سوال کرنا جائز ہے لیکن؟

حضرت سیدنا ابوالحسن فقیہہ صفار علیہ رحمۃ اللہ الغفار فرماتے ہیں: ہم مشہور محدث حضرت سیدنا حسن بن سفیان النسوی علیہ رحمۃ اللہ القوی کی خدمت بابرکت میں رہا کرتے تھے، آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی علمیت کا ڈنکا ملک بھر میں بج رہا تھا، لوگ تحصیلِ علم کے لئے دور دراز سے سفر کرکے آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوتے اور آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے احادیث سن کر لکھ لیتے، الغرض آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے دور کے مشہور و معروف محدث اور فقیہہ تھے اور آپ کے کاشانہ اطہر پر طالب علموں کا ہجوم لگا رہتا اور آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ان علم دین کے متوالوں کو احادیث مبارکہ لکھواتے اور انہیں فقہ کے مسائل سے آگاہ کرتے۔

ایک مرتبہ جب ہم آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی مجلس علم میں حاضر ہوئے تو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حدیث لکھوانے کی بجائے لوگوں سے فرمایا: پہلے آج تم لوگ توجہ سے میری بات سنو اس کے بعد تمہیں حدیث لکھواؤں گا، تمام لوگ بڑی توجہ سے آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی بات سننے لگے، آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا: اے دین کا علم سیکھنے کے لئے دور دراز

سے سفر کی صعوبتیں اور تکالیف جھیل کر آنے والو! بے شک میں جانتا ہوں کہ تم خوب ناز و نعم میں پلے ہو اور اہلِ فضیلت میں سے ہو، تم نے دین کی خاطر اپنے اہل وعیال اور وطنوں کو چھوڑا (یہ یقینا تمہاری قربانی ہے) لیکن خبردار! تمہارے دل میں ہرگز یہ خیال نہ آئے کہ تم نے جو سفر کی مشقتیں اور تکالیف برداشت کی ہیں اور حصولِ علم دین کے لئے اپنے اہل وعیال سے دوری اختیار کی ہے اور بہت سی خواہشوں کو قربان کیا مگر ان تمام مشکلات پر صبر کر کے تم نے علم دین سیکھنے کا حق ادا نہیں کیا کیونکہ تمہاری تکلیفیں دین کی راہ میں بہت کم ہیں۔ آؤ میں تمہیں اپنے زمانہ طالب علمی کی کچھ تکالیف سناتا ہوں تا کہ تمہیں بھی تکالیف پر صبر کرنے کی ہمت و رغبت ملے۔

سنو! جب مجھے علم دین سیکھنے کا شوق ہوا تو اس وقت میں عالمِ شباب میں تھا، میری شدید خواہش تھی کہ میں حدیث وفقہ کا علم حاصل کروں۔ چنانچہ ہم چند دوست حصولِ علم دین کے لئے مصر کی طرف روانہ ہوئے اور ہم نے ایسے اساتذہ اور محدثین کی تلاش شروع کر دی جو اپنے دور کے سب سے زیادہ ماہر حدیث اور سب سے بڑے فقیہ اور حافظ الحدیث ہوں، بڑی تلاش کے بعد ہم اس زمانے کے سب سے بڑے محدث کے پاس پہنچے وہ ہمیں روزانہ بہت کم تعداد میں احادیث اِملاء کرواتے (یعنی لکھواتے) وقت گزرتا رہا یہاں تک کہ مدت طویل ہو گئی اور ہمارا ساتھ لایا ہوا نان ونفقہ بھی ختم ہونے لگا۔ جب سب کھانا وغیرہ ختم ہو گیا تو ہم نے اپنے زائد کپڑے اور چادریں وغیرہ فروخت کیں اور کچھ کھانا وغیرہ خریدا پھر جب وہ بھی ختم ہو گیا تو فاقوں کی نوبت آ گئی۔ ہم سب دوست ایک مسجد میں رہا کرتے تھے، کوئی ہماری مشقتوں اور تکالیف سے واقف نہ تھا اور نہ ہی ہم نے کبھی اپنی تنگدستی اور غربت کی کسی سے شکایت کی، ہم صبر وشکر سے علمِ دین حاصل کرتے رہے، اب ہمارے پاس کھانے کو کچھ بھی نہ رہا بالآخر ہم نے تین دن اور تین راتیں بھوک کی حالت میں گزار دیں۔ ہماری کمزوری اتنی بڑھ گئی کہ ہم حرکت بھی نہ کر سکتے تھے۔ چوتھے دن بھوک کی وجہ سے ہماری حالت بہت خراب تھی، ہم نے سوچا کہ اب ہم ایسی حالت کو پہنچ چکے ہیں کہ ہمیں سوال کرنا جائز ہے کیوں نہ ہم لوگوں سے اپنی حاجت بیان کریں تا کہ ہمیں کچھ کھانے کو مل جائے لیکن ہماری خودداری اور عزتِ نفس نے ہمیں اس پر آمادہ نہ ہونے دیا کہ ہم لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلائیں اور اپنی پریشانی ان پر ظاہر کریں، ہم میں سے ہر شخص اس بات سے انکار کرنے لگا کہ وہ لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلائے لیکن حالت ایسی تھی کہ ہم سب قریب المرگ تھے اور مجبور ہو گئے تھے۔ چنانچہ یہ طے پایا کہ ہم قرعہ ڈالتے ہیں جس کا نام آ گیا وہی سب کے لئے لوگوں سے کھانا طلب کریگا تا کہ ہم اپنی بھوک ختم کر سکیں جب سب کے نام لکھ کر قرعہ ڈالا گیا تو قرعہ میرے نام نکلا، چنانچہ میں بادلِ نخواستہ لوگوں سے اپنی حاجت بیان کرنے کے لئے تیار ہو گیا لیکن میری غیرت اس بات کی اجازت نہ دے رہی تھی پس میں عزت نفس کی وجہ سے لوگوں کے پاس مانگنے کے لئے نہ جا سکا اور میں نے مسجد کے ایک کونے میں جا کر نماز پڑھنا شروع کر دی اور بہت طویل دو رکعت نماز پڑھی پھر اللہ عزوجل سے اس کے پاکیزہ اور بابرکت ناموں کے وسیلے سے دعا کی کہ وہ ہم سے اس پریشانی اور تکلیف کو دور کر دے اور ہمیں اپنے علاوہ کسی کا محتاج نہ بنائے۔

ابھی میں دعا سے فارغ بھی نہ ہوا تھا کہ مسجد میں ایک حسین وجمیل نوجوان داخل ہوا۔ اس نے نہایت عمدہ کپڑے پہنے تھے، اس کے ساتھ ایک خادم تھا جس کے ہاتھ میں رومال تھا۔ اس نوجوان نے مسجد میں داخل ہوتے ہی پوچھا: تم میں سے حسن بن سفیان (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کون ہے؟ یہ سن کر میں نے سجدے سے سر اٹھایا اور کہا: میرا نام حسن بن سفیان ہے، تمہیں مجھ سے کیا کام ہے؟ وہ نوجوان بولا: ہمارے شہر کے حاکم طولون نے تمہیں سلام بھیجا ہے اور وہ اس بات پر معذرت خواہ ہے کہ تم ایسی سخت تکلیف میں ہو اور اسے معلوم ہی نہیں کہ تمہاری حالت فاقوں تک پہنچ چکی ہے، ہمارا حاکم اپنی اس کوتاہی پر آپ لوگوں سے معافی کا طلبگار ہے، اس نے آپ کے لئے یہ کھانا بھجوایا ہے، کل وہ خود آپ لوگوں کی خدمت میں حاضر ہو کر معذرت کریگا، برائے کرم! آپ یہ کھانا قبول فرمالیں، پھر اس نوجوان نے کھانا اور کچھ تھیلیاں ہمارے سامنے رکھیں جن میں ہم سب احباب کے لئے ایک ایک سو دینار تھے، ہم سب یہ دیکھ کر بہت حیران ہوئے۔

میں نے اس نوجوان سے کہا: یہ سب کیا قصہ ہے اور تمہارے حاکم کو ہمارے بارے میں کس نے خبر دی ہے؟ تو وہ نوجوان کہنے لگا: میں اپنے حاکم کا خادم خاص ہوں۔ آج صبح جب میں اس کی محفل میں گیا تو اس کے پاس اور بھی بہت سے خدام اور درباری موجود تھے، کچھ دیر بعد ہمارے حاکم طولون نے کہا: میں کچھ دیر خلوت چاہتا ہوں لہٰذا تم سب یہاں سے چلے جاؤ چنانچہ ہم سب اسے تنہا چھوڑ کر اپنے اپنے گھروں کی طرف پلٹ گئے، میں گھر پہنچا اور ابھی میں بیٹھا بھی نہ تھا کہ امیر طولون کا قاصد میرے پاس آیا، اس نے آتے ہی کہا: تمہیں امیر طولون بلا رہے ہیں، جتنا جلدی ہو سکے ان کی بارگاہ میں حاضر ہو جاؤ۔ میں بہت حیران ہوا کہ ابھی تو وہاں سے آیا ہوں پھر ایسی کیا بات ہوگئی کہ مجھے طلب کیا گیا ہے بہر حال میں جلدی سے حاضر دربار ہوا جب میں اس کے کمرے میں پہنچا تو دیکھا کہ وہ اکیلا ہی کمرے میں موجود ہے۔ اس نے اپنا دایاں ہاتھ اپنے پہلو پر رکھا ہوا ہے اور شدید تکلیف کی حالت میں ہے۔ امیر طولون کے پہلو میں شدید درد ہو رہا تھا جیسے ہی میں ان کے پاس پہنچا تو مجھ سے کہنے لگے: کیا تم حسن بن سفیان اور ان کے رفیق طلباء کو جانتے ہو؟ میں نے عرض کی: نہیں۔

تو کہنے لگے: فلاں محلہ کی فلاں مسجد میں جاؤ، یہ کھانا اور رقم بھی لے جاؤ اور بصد احترام ان لوگوں کی بارگاہ میں پیش کرنا، وہ دین کے طالب علم تین دن اور تین راتوں سے بھوکے ہیں، اور میری طرف سے ان سے معذرت کرنا کہ میں ان کی حالت سے ناواقف رہا حالانکہ وہ میرے شہر میں تھے میں اپنی اس حرکت پر بہت شرمندہ ہوں، کل میں خود ان کی بارگاہ میں حاضر ہو کر معافی مانگوں گا۔ اس نوجوان نے ہمیں بتایا کہ جب میں نے امیر طولون سے یہ باتیں سنیں تو میں نے عرض کی: حضور! آخر کیا واقعہ پیش آیا ہے اور آپ کو یہ کمر کی تکلیف یکدم کیسے ہوگئی حالانکہ ابھی تھوڑی دیر پہلے آپ بالکل ٹھیک ٹھاک تھے؟

امیر طولون نے مجھے بتایا کہ جب تم لوگ یہاں سے چلے گئے تو میں آرام کے لئے اپنے بستر پر لیٹا، ابھی میری

آنکھیں بند ہی ہوئی تھیں کہ میں نے خواب میں ایک شہسوار کو دیکھا جو ہوا میں اس طرح اڑتا آرہا تھا جیسے کوئی شہسوار زمین پر چلتا ہے، اس کے ہاتھ میں ایک نیزہ تھا۔ مجھے اس کی یہ حالت دیکھ کر بڑا تعجب ہوا، وہ اڑتا ہوا میرے دروازے پر آیا پھر گھوڑے سے اترا اور نیزے کی نوک میرے پہلو میں رکھ دی اور کہنے لگا: فوراً اُٹھو اور حسن بن سفیان اور ان کے رفقاء کو تلاش کرو، جلدی اُٹھو، جلدی کرو، وہ دین کے طلباء راہِ خدا عزوجل کے مسافر تین دن سے بھوکے ہیں اور فلاں مسجد میں قیام فرما ہیں۔

میں نے اس پراسرار شہسوار سے پوچھا: آپ کون ہیں؟ اس نے کہا: میں جنت کے فرشتوں میں سے ایک فرشتہ ہوں، اور تمہیں ان دین کے طلباء کی حالت سے خبردار کرنے آیا ہوں، فوراً ان کی خدمت کا انتظام کرو۔ اتنا کہنے کے بعد وہ سوار میری نظروں سے اوجھل ہو گیا اور میری آنکھ کھل گئی بس اس وقت سے میرے پہلو میں شدید درد ہو رہا ہے۔ تم جلدی کرو اور یہ سارا مال اور کھانا وغیرہ لے کر ان دین کے طلباء کی خدمت میں پیش کر دو تاکہ مجھ سے یہ تکلیف دور ہو جائے۔

حضرت سیدنا حسن بن سفیان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: اس نوجوان سے یہ باتیں سن کر ہم سب بڑے حیران ہوئے اور اللہ عزوجل کا شکر ادا کیا اور اس رحیم و کریم مالک کی عطا پر سر بسجود ہو گئے۔

پھر ہم سب دوستوں نے یہ فیصلہ کیا کہ ابھی رات ہی کو ہمیں اس جگہ سے کوچ کر جانا چاہے ورنہ ہمارا واقعہ لوگوں میں مشہور ہو جائے گا اور حاکم شہر ہماری حالت سے واقف ہو کر ہمارا ادب و احترام کریگا، اس طرح لوگوں میں ہماری نیک نامی ہو جائے گی، ہو سکتا ہے پھر ہم ریا کاری اور تکبر کی آفت میں مبتلا ہو جائیں۔ ہمیں لوگوں سے عزت افزائی نہیں چاہے، ہمیں تو اپنے رب عزوجل کی خوشنودی چاہے۔ ہم اپنا عمل صرف اپنے مالک حقیقی کے لئے ہی کرنا چاہتے ہیں، لوگوں کے لئے ہم عمل کرتے ہی نہیں اور نہ ہی ہمیں یہ بات پسند ہے کہ ہمارے اعمال سے لوگ واقف ہوں۔ چنانچہ ہم سب دوستوں نے راتوں رات وہاں سے سفر کیا، اس علاقے کو خیر باد کہا، اور ہم مختلف علاقوں میں چلے گئے۔ علمِ دین کی راہ میں ایسی مشقتوں اور تکالیف پر صبر و شکر کرنے کی وجہ سے ہم میں سے ہر ایک اپنے دور کا بہترین محدث اور ماہر فقیہہ بنا اور علم دین کی برکت سے ہمیں بارگاہ خداوندی عزوجل میں اعلیٰ مقام عطا کیا گیا۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ حَمْدًا کَثِیْرًا۔

پھر جب صبح امیر طولون اس محلے میں آیا اور اسے معلوم ہوا کہ ہم یہاں سے جا چکے ہیں تو اس نے اس تمام محلے کو خرید اور وہاں ایک بہت بڑا جامعہ بنوا کر اسے ایسے طالب علموں کے لئے وقف کر دیا جو وہاں دین کا علم سیکھیں، پھر اس نے تمام طلباء کی خوراک اور دیگر ضروریات اپنے ذمہ لے لیں اور سب کی کفالت خود ہی کرنے لگا تاکہ آئندہ کسی طالب علم کو کبھی ایسی پریشانی نہ ہو جیسی ہمیں ہوئی تھی، ہمیں جو سعادتیں ملیں وہ سب علم دین کی برکت اور ہمارے یقین کامل کا نتیجہ تھیں۔ ہمیں اپنے رب کریم پر مکمل بھروسہ ہے وہ اپنے بندوں کو بے یار و مددگار نہیں چھوڑتا، وہ ہم سب کا والی و مالک ہے۔

(عُیُوْنُ الْحِکَایَات صفحہ ۱۸۲)

(534) وَعَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَهُوَ عَلَى الْمِنْبَرِ، وَذَكَرَ الصَّدَقَةَ وَالتَّعَفُّفَ عَنِ الْمَسْاَلَةِ: "اَلْيَدُ الْعُلْيَا خَيْرٌ مِّنَ الْيَدِ السُّفْلٰى، وَالْيَدُ الْعُلْيَا هِيَ الْمُنْفِقَةُ، وَالسُّفْلٰى هِيَ السَّائِلَةُ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک دن منبر پر صدقہ اور سوال سے بچنے کا ذکر کیا' تو فرمایا' اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے۔ اوپر والا ہاتھ خرچ کرنے والا ہے اور نیچے والا ہاتھ مانگنے والا ہے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب لا صدقة الا عن ظهر غنى ومن تصدق وهو محتاج، ج۲ص۱۱۲ رقم: ۱۴۲۹ صحیح مسلم، باب بيان ان اليد العليا خير من اليد السفلى، ج۲ص۹۴ رقم: ۲۳۳۲ موطا امام مالک، باب ما جاء فى التعفف عن المسألة، ص۳۵۳، رقم: ۳۶۵۹)

شرح حدیث: حقیقی صبر

حضرتِ سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ انصار کے کچھ لوگوں نے شہنشاہِ خوش خِصال، پیکرِ حُسن وجمال،، دافعِ رنج وملال، صاحبِ جُودونوال، رسولِ بے مثال، بی بی آمنہ کے لال صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلَّم سے سوال کیا تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں عطا فرمایا انہوں نے پھر سوال کیا تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں پھر عطا فرمایا انہوں نے پھر سوال کیا تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں پھر عطا فرمایا یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے پاس اس وقت جو کچھ موجود تھا ختم ہوگیا تو آپ نے فرمایا، میرے پاس جو بھلائی ہوگی میں اسے تم سے نہ چھپاؤں گا، جو پاکدامنی چاہے گا اللہ عزوجل اسے پاکدامن فرمائے گا اور جو لوگوں سے بے پرواہ ہوگا اللہ عزوجل اسے غنی کردے گا اور جو صبر کو اپنائے گا اللہ عزوجل اسے حقیقی صبر عطا فرمائے گا اور اللہ عزوجل نے صبر سے زیادہ وسعت والی کوئی بھلائی کسی کو عطا نہ فرمائی۔ (بخاری، کتاب الزکاۃ، باب الاستعفاف عن المسالۃ، رقم ۱۴۲۹، ج ۱، ص ۴۹۶)

حضرتِ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ خاتمُ المُرسَلین، رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلمین، شفیعُ المذنبین، انیسُ الغریبین، سراجُ السالکین، مَحبوبِ ربُّ العلمین، جنابِ صادق وامین صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلَّم نے فرمایا، مجھ پر جنت میں سب سے پہلے داخل ہونے والے تین شخص اور سب سے پہلے جہنم میں داخل ہونے والے تین شخص پیش کئے گئے، سب سے پہلے جنت میں داخل ہونے والوں میں ایک تو شہید ہے اور دوسرا وہ غلام جس نے اپنے رب کی عبادت کی اور اپنے آقا کی خدمت میں کوئی کمی نہ چھوڑی اور تیسرا وہ عیال دار جو پاکدامن ہو اور جہنم میں داخل ہونے والے پہلے تین شخص یہ ہیں، (۱) زبردستی بادشاہ بن جانے والا (۲) وہ مالدار شخص جو اپنے مال میں سے اللہ عزوجل کا حق ادا نہیں کرتا (۳) متکبر فقیر۔ (الترغیب والترہیب، کتاب النکاح، باب الترغیب فی النفقۃ علی الزوجۃ والعیال، رقم ۳، ج ۳، ص ۴۱)

حضرتِ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ سرورِ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، بیشک

اللہ تبارک وتعالیٰ نرم دل، پاک دامن غنی کو پسند فرماتا ہے اور سنگدل، بدکردار سائل کو ناپسند فرماتا ہے۔

(مجمع الزوائد، کتاب الادب، باب فی اشح الجعول والبذئی والفاجر، رقم ۱۳۰۲۷، ج ۸، ص ۱۴۵)

(535) وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ سَاَلَ النَّاسَ تَكَثُّرًا، فَاِنَّمَا يَسْاَلُ جَمْرًا؛ فَلْيَسْتَقِلَّ اَوْ لِيَسْتَكْثِرْ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے مال بڑھانے کے لیے سوال کیا وہ انگارے مانگتا ہے چاہے تو تھوڑے طلب کرے اور چاہے تو زیادہ۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب کراهیة المسألة، ج۳ص۹۶، رقم: ۲۴۴۶، السنن الکبرٰی للبیهقی، باب کراهیة السوال والترغیب فی ترکه، ج۴ص۱۹۶، رقم: ۸۱۲۴، سنن ابن ماجه، باب من سأل عن ظهر غنی، ج۱ص۵۸۹، رقم: ۱۸۳۸، صحیح ابن حبان، باب المسألة والاخذ مما یتعلق به من المکافاة، ج۸ص۱۸۶، رقم: ۳۳۹۳، مسند امام احمد، مسند ابی هریرة، ج۲ص۲۳۱، رقم: ۷۱۶۳)

شرح حدیث: سوال کیسے حلال ہے اور کیسے نہیں؟

آج کل یہ ایک عام بلا پھیلی ہوئی ہے کہ اچھے خاصے تندرست چاہیں تو کما کر اوروں کو کھلائیں مگر انہوں نے اپنے وجود کو بیکار قرار دے رکھا ہے۔ محنت مشقت سے جان چراتے ہیں اور ناجائز طور پر بھیک مانگ کر پیٹ بھرتے ہیں اور بہت سے لوگوں نے تو سوال کرنا اور بھیک مانگنا اپنا پیشہ ہی بنا رکھا ہے۔ گھر میں ہزاروں روپے ہیں کھیتی باڑی بھی ہے مگر بھیک مانگنا نہیں چھوڑتے۔ ان سے کہا جاتا ہے تو جواب دیتے ہیں کہ یہ تو ہمارا پیشہ ہے واہ صاحب واہ! کیا ہم اپنا پیشہ چھوڑ دیں حالانکہ ایسے لوگوں کو سوال کرنا اور بھیک مانگنا بالکل حرام ہے حدیث شریف میں ہے کہ جو شخص بغیر حاجت کے سوال کرتا ہے گویا وہ آگ کا انگارا کھاتا ہے۔ (مجمع الزوائد، کتاب الزکاۃ، باب ماجاء فی السوال، رقم ۴۵۲۶، ج ۳، ص ۲۵۸)

ایک دوسری حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا کہ جو شخص لوگوں سے سوال کرے حالانکہ اس کو نہ فاقہ ہوا ہے نہ اس کے اتنے بال بچے ہیں جن کی طاقت نہیں رکھتا تو قیامت کے دن وہ اس طرح آئے گا کہ اس کے منہ پر گوشت نہ ہوگا اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا جس پر فاقہ نہیں گزرا اور نہ اتنے بال بچے ہیں جن کی طاقت نہیں اور سوال کا دروازہ کھولے اللہ تعالیٰ اس پر فاقہ کا دروازہ کھول دے گا ایسی جگہ سے جو اس کے خیال میں بھی نہیں۔ (کنز العمال، کتاب الزکاۃ، الفصل الثانی فی ذم السوال، الاکمال، رقم ۱۶۷۳۹، ج ۶، ص ۲۱۵)

ایک حدیث میں یہ بھی آیا ہے کہ جو شخص مال بڑھانے کیلئے لوگوں سے سوال کرتا ہے تو وہ گویا آگ کا انگارا طلب کرتا ہے۔ (مسلم، کتاب الزکاۃ، باب کراھۃ المسألۃ للناس، رقم ۱۰۴۱، ص ۵۱۸)

خلاصہ یہ ہے کہ بغیر شدید ضرورت کے بھیک مانگنا اور لوگوں سے سوال کرنا جائز نہیں ہے۔

(536) وَعَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "اِنَّ الْمَسْاَلَةَ كَدٌّ يَكُدُّ بِهَا الرَّجُلُ وَجْهَهُ، اِلَّا اَنْ يَّسْاَلَ الرَّجُلُ سُلْطَانًا اَوْ فِيْ اَمْرٍ لَا بُدَّ مِنْهُ" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: "حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ".

حضرت سمرہ بن جندب ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک سوال کرنا خراشوں کا سبب ہے، جس کے ساتھ آدمی اپنے چہرہ پر خراشیں ڈالتا ہے۔ ہاں اس کی اجازت ہے کہ آدمی حکمران سے سوال کرے یا ایسے کام میں سوال کرے جس کے بغیر چارہ نہ ہو۔ اسے امام ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

"اَلْكَدُّ": اَلْخَدْشُ وَنَحْوُهُ.

اَلْكَدُّ: خراش وغیرہ۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ما جاء فی النهی عن المسألة، ج۳ص۶۵ رقم: ۶۸۱ مجمع الزوائد للهیثمی، باب ما جاء فی السوال، ج۳ص۲۵۹، رقم: ۴۵۲۹، المحرر فی الحدیث لابن عبد الهادی، باب صدقة الفضل، ص۳۵۶ رقم: ۵۹۵ (دار المعرفة بیروت)

شرح حدیث: چہرے پر عیب

نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: فراخ دست کا سوال قیامت کے دن تک اس کے چہرے پر عیب ہوگا۔ (المسند للامام احمد بن حنبل، الحدیث: ۱۹۸۴۲، ج۷، ص ۱۹۳)

بزار نے اس میں یہ اضافہ کیا ہے: غنی کا سوال آگ ہے اگر اسے کم مال دیا گیا تو آگ بھی کم ہوگی اور اگر زیادہ مال دیا گیا تو آگ بھی زیادہ ہوگی۔ (البحر الزخار بمسند البزار، حدیث عمران بن حصین، الحدیث: ۳۵۷۲، ج۹، ص۴۹)

دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: جس نے سوال کیا حالانکہ وہ سوال کرنے سے غنی تھا تو اس کا سوال قیامت کے دن اس کے چہرے پر ایک عیب ہوگا۔

(المسند للامام احمد بن حنبل، الحدیث: ۲۲۴۸۳، ج۸، ص۳۳۱)

سرکارِ والاتَبار، ہم بیکسوں کے مددگار صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم ایک شخص کا جنازہ پڑھانے تشریف لائے تو ارشاد فرمایا: اس نے کتنا ترکہ چھوڑا ہے؟ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کی، 2 یا 3 دینار۔ تو آپ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: اس نے 2 یا 3 داغ چھوڑے ہیں۔

راوی کہتے ہیں، پھر میری ملاقات حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے آزاد کردہ غلام حضرت سیدنا عبد اللہ بن قاسم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہوئی اور میں نے انہیں یہ بات بتائی تو انہوں نے کہا: یہ شخص مال میں اضافے کی خاطر لوگوں سے سوال کیا کرتا تھا۔ (شعب الایمان، باب فی الزکاۃ، فصل فی الاستعفاف عن المسألۃ، الحدیث: ۳۵۱۵، ج۳، ص۲۷۱)

(537) وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ،

حضرت ابن مسعود ﷺ سے روایت ہے کہ رسول

قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ اَصَابَتْهُ فَاقَةٌ فَاَنْزَلَهَا بِالنَّاسِ لَمْ تُسَدَّ فَاقَتُهٗ، وَمَنْ اَنْزَلَهَا بِاللّٰهِ، فَيُوْشِكُ اللّٰهُ لَهٗ بِرِزْقٍ عَاجِلٍ اَوْ اٰجِلٍ رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: "حَدِيْثٌ حَسَنٌ".

اللہ ﷺ نے فرمایا: جس کو فاقہ پہنچا اور اس نے لوگوں پر اس کو ظاہر کیا' تو اس کا فاقہ ختم نہ ہوگا۔ اور جس نے اس کو اللہ تعالیٰ کی طرف ظاہر کیا' تو اللہ تعالیٰ عنقریب اس کا فاقہ ختم فرمائے گا۔ جلد یا بدیر رزق عطا فرمائے گا۔ اس کو امام داؤد اور امام ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن ہے۔

"يُوْشِكُ بِكَسْرِ الشِّيْنِ: اَيْ يُسْرِعُ.

یُوشك سین کی زیر کے ساتھ اس کا معنیٰ ہے' جلدی کرتا ہے۔ قریب ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد، باب فی الاستعفاف، ج۲ص۳۳ رقم: ۱۶۴۷، سنن ترمذی، باب ما جاء فی الھم فی الدنیا وحبھا، ج۴ص۵۱۳ رقم: ۲۳۲۶، سنن الکبری للبیھقی، باب فضل الاستعفاف، ج۴ص۱۹۶ رقم: ۷۶۵۸، المستدرك للحاکم، کتاب الزکاۃ، ج۱ص۳۰۱ رقم: ۱۴۸۲، مسند امام احمد، مسند عبداللہ بن مسعود، ج۱ص۲۰۷، رقم: ۳۸۶۹)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی اپنی غریبی کی شکایت لوگوں سے کرتا پھرے اور بے صبری ظاہر کرے اور لوگوں کو اپنا حاجت روا جان کر ان سے مانگنا شروع کردے تو اس کا انجام یہ ہوگا کہ اُسے مانگنے کی عادت پڑ جائے گی، جس میں برکت نہ ہوگی اور ہمیشہ فقیر ہی رہے گا۔

آپ مزید فرماتے ہیں: جو اپنا فاقہ لوگوں سے چھپائے رب تعالیٰ کی بارگاہ میں دعائیں مانگے اور حلال پیشہ میں کوشش کرے تو رب تعالیٰ اُسے مانگنے کی ضرورت ڈالے گا ہی نہیں، اگر اس کے نصیب میں دولت مندی نہیں ہے تو اُسے ایمان پر موت نصیب کر کے جنت کی نعمتیں عطا فرمائیگا اور اگر دولت مندی نصیب میں ہے تو وہ جلدی نہ سہی دیر سے ہی عطا فرمادے گا کہ اسکی کمائی میں برکت دیگا۔ (مرآۃ المناجیح، ج۳، ص۷۸)

اس کی قضا پر راضی

حضرتِ سیدنا محمود بن لبید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلَّم نے فرمایا جب اللہ عزوجل کسی سے محبت فرماتا ہے تو اسے آزمائش میں مبتلا فرماتا ہے لہٰذا جو صبر کرے اسکے لئے صبر ہے اور جو چیخے چلّائے (یعنی بے صبری کرے) اسکے لئے چیخنا ہی ہے۔

(مسند احمد بن حنبل، مسند محمود بن لبید، رقم ۲۳۶۹۵، ج۹، ص۱۶۰)

حضرتِ سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضورِ پاک، صاحبِ لَولاک، سیّاحِ افلاک صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ

وسلّم نے فرمایا بے شک زیادہ اجر سخت آزمائش پر ہی ہے اور اللہ عزوجل جب کسی قوم سے محبت کرتا ہے تو انہیں آزمائش میں مبتلا کر دیتا ہے تو جو اس کی قضا پر راضی ہو اس کے لئے رضا ہے اور جو ناراض ہو اس کے لئے ناراضگی ہے۔

(ابن ماجہ، کتاب الفتن، باب الصبر علی البلاء، رقم ۴۰۳۱، ج ۴، ص ۳۷۴)

حضرتِ بریدہ اسلمی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے سیّدُ المبلغین، رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِیْن صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ فالہ وسلّم کو فرماتے ہوئے سنا کہ مسلمان کو جو مصیبت پہنچتی ہے حتی کہ کانٹا بھی چبھے تو اس کی وجہ سے یا تو اللہ عزوجل اس کا کوئی ایسا گناہ مٹا دیتا ہے جس کا مٹانا اسی مصیبت پر موقوف تھا یا اسے کوئی بزرگی عطا فرماتا ہے کہ بندہ اس مصیبت کے علاوہ کسی اور ذریعے سے اس تک نہ پہنچ پاتا۔ (الترغیب والترھیب، کتاب الجنائز، باب الترغیب فی الصبر، رقم ۲۴، ج ۴، ص ۱۴۳)

حضرتِ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ عزوجل کے محبوب، دانائے غُیوب، مُنَزَّہٌ عَنِ الْعُیوب صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ فالہ وسلّم نے فرمایا کہ بیشک کسی بندہ کے لئے اللہ عزوجل کے نزدیک کوئی مرتبہ ہوتا ہے پھر اگر وہ کسی عمل کے ذریعے اس تک نہیں پہنچ پاتا تو اللہ عزوجل اسے آزمائشوں میں مبتلا کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ اس بندے کو اس مرتبہ تک پہنچا دیتا ہے۔ (الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان، کتاب الجنائز، باب ماجاء فی الصبر ... الخ، رقم ۲۸۹۷، ج ۴، ص ۲۴۸)

(538) وَعَنْ ثَوْبَانَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَنْ تَكَفَّلَ لِي اَنْ لَا يَسْأَلَ النَّاسَ شَيْئًا، وَاَتَكَفَّلُ لَهُ بِالْجَنَّةِ» فَقُلْتُ: اَنَا. فَكَانَ لَا يَسْأَلُ اَحَدًا شَيْئًا. رَوَاهُ اَبُو دَاوُدَ بِاِسْنَادٍ صَحِيحٍ.

حضرت ثوبان ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کون ہے جو میرے لیے اس بات کی ضمانت دے کہ لوگوں سے کچھ نہ مانگے گا میں اس کے لیے جنت کی ضمانت دیتا ہوں' تو میں نے کہا میں' پس وہ کسی سے کچھ نہ مانگتے تھے۔ ابوداؤد نے اس کو اسناد صحیح کے ساتھ روایت کیا ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد، باب كراهية المسألة، ج۲ص۲۲، رقم: ۱۶۴۵، المستدرك للحاكم، كتاب الزكاة، ج۲ص۳۶، رقم: ۱۵۰۰، شعب الايمان للبيهقي، فصل في الاستعفاف عن المسألة، ج۳ص۲۷۲، رقم: ۳۵۲۱، مسند امام احمد بن حنبل، ومن حديث ثوبان رضي الله عنه، ج۵ص۲۷۶، رقم: ۲۲۴۲۸)

شرح حدیث: حکیمُ الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

آپ ثوبان ابن وجد ہیں، آپ کی کنیت ابوعبداللہ یا ابوعبدالرحمن ہے، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام ہیں، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں مکہ معظمہ اور یمن کے درمیان مقام سرات میں خریدا، آپ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات تک سفر و حضر میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہی رہے کبھی جدا نہ ہوئے، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد مدینہ میں دل نہ لگا شام چلے گئے، مقام املہ میں کچھ دن رہے، پھر مقام حمص میں رہے، وہیں ۵۴ھ وفات

پائی، بہت مخلوق نے آپ سے احادیث لی ہیں۔

(جنت کی ضمانت دیتا ہوں) یعنی جو مجھ سے بھیک نہ مانگنے کا عہد کرے تو میں اس کی چار چیزوں کا ذمہ دار ہوتا ہوں، زندگی تقویٰ پر، موت ایمان پر، کامیابی قبر میں، چھٹکارا حشر میں کیونکہ جنت ان چار چیزوں کے بعد نصیب ہوگی۔ اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی جنت کا مالک و مختار بنایا ہے کیونکہ بغیر اختیار ضمانت کیسی۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ سوال سے بچنے والے کو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امان میں لے لیتے ہیں، پھر اس پر نہ شیطان کا داؤ چلے نہ نفس امارہ قابو پائے، جسے وہ اپنے دامن میں چھپالیں اس کا کوئی کیا بگاڑ سکتا ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا تصرف اور حضور علیہ السلام کی امن و امان عالم میں قیامت تک جاری ہے کیونکہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ ضمانت صرف صحابہ کے لیے نہیں تا قیامت ہر سوال سے بچنے والے مومن کے لیے ہے۔ شعر

ڈھونڈا ہی کریں صدر قیامت کے سپاہی　　وہ کس کو ملے جو ترے دامن میں چھپا ہو

یہاں شیخ نے فرمایا کہ انبیاء کرام کی یہ ضمانتیں باذن الٰہی ہیں اور برحق ہیں حتیٰ کہ ایک پیغمبر کا نام ہی ذی الکفل ہے کیونکہ وہ اپنی امت کے لیے جنت کے کفیل ہو گئے تھے۔

(پس وہ کسی سے کچھ نہ مانگتے تھے) یعنی سب سے پہلے اس حدیث پر خود حضرت ثوبان نے ایسا عمل کیا کہ وفات تک کسی سے کچھ نہ مانگا۔ معلوم ہوا کہ علم پر عالم پہلے خود عمل کرے۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۳، ص ۸۳)

(539) وَعَنْ اَبِیْ بِشْرٍ قَبِیْصَةَ بْنِ الْمُخَارِقِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: تَحَمَّلْتُ حَمَالَةً فَاَتَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَسْاَلُهٗ فِیْهَا، فَقَالَ: "اَقِمْ حَتّٰی تَاْتِیَنَا الصَّدَقَةُ فَنَاْمُرَ لَكَ بِهَا"ثُمَّ قَالَ: "یَا قَبِیْصَةُ، اِنَّ الْمَسْاَلَةَ لَا تَحِلُّ اِلَّا لِاَحَدِ ثَلَاثَةٍ: رَجُلٌ تَحَمَّلَ حَمَالَةً، فَحَلَّتْ لَهُ الْمَسْاَلَةُ حَتّٰی یُصِیْبَهَا، ثُمَّ یُمْسِكُ، وَرَجُلٌ اَصَابَتْهُ جَائِحَةٌ اجْتَاحَتْ مَالَهٗ، فَحَلَّتْ لَهُ الْمَسْاَلَةُ حَتّٰی یُصِیْبَ قِوَامًا مِّنْ عَیْشٍ - اَوْ قَالَ: سِدَادًا مِّنْ عَیْشٍ - وَرَجُلٌ اَصَابَتْهُ فَاقَةٌ، حَتّٰی یَقُوْلَ ثَلَاثَةٌ مِّنْ ذَوِی الْحِجٰی مِنْ قَوْمِهٖ: لَقَدْ اَصَابَتْ فُلَانًا فَاقَةٌ. فَحَلَّتْ لَهُ الْمَسْاَلَةُ حَتّٰی یُصِیْبَ قِوَامًا مِّنْ عَیْشٍ، اَوْ قَالَ: سِدَادًا مِّنْ عَیْشٍ،

حضرت ابی بشر قبیصہ بن المخارق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے ایک ضمانت اٹھائی تو اس سلسلہ میں میں مانگنے کے لیے رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوا آپ نے فرمایا: ٹھہرو صدقہ آجاتا ہے تو ہم تیرے لیے اس کا حکم کردیں گے۔ پھر فرمایا: اے قبیصہ تین آدمیوں کے سوا کسی کے لیے سوال کرنا حلال نہیں۔ ایک وہ جس نے ضمانت اٹھائی ضرورت پا لینے تک اس کے لیے سوال حلال ہے۔ پھر آپ رک گئے اور ایک وہ جس کو حادثہ پیش آیا جس نے اس کا مال تباہ و برباد کردیا اس کے لیے سوال حلال ہے حتیٰ کہ زندگی کی درستگی کو پالے اور ایک وہ آدمی جس کو فاقہ پہنچا ہو حتیٰ کہ اس کی قوم کے تین آدمی کہیں کہ اس کو فاقہ پہنچا ہے۔ اس کے لیے اس وقت

فَمَا سِوَاهُنَّ مِنَ الْمَسْاَلَةِ یَا قَبِیْصَةُ سُحْتٌ، یَاْکُلُهَا صَاحِبُهَا سُحْتًا رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

تک کے لیے سوال حلال ہے کہ گزر اوقات پالے یا حاجت روائی کر لے۔ پھر فرمایا: اے قبیصہ ان کے سوا جو سوال ہیں وہ حرام ہیں۔ اس کو کھانے والا حرام ہی کھائے گا۔ (مسلم)

"اَلْحَمَالَةُ بِفَتْحِ الْحَاءِ: اَنْ یَّقَعَ قِتَالٌ وَّنَحْوُہٗ بَیْنَ فَرِیْقَیْنِ، فَیُصْلِحُ اِنْسَانٌ بَیْنَهُمْ عَلٰی مَالٍ یَّتَحَمَّلُهٗ وَیَلْتَزِمُهٗ عَلٰی نَفْسِهٖ۔ وَ"الْجَائِحَةُ الْاٰفَةُ تُصِیْبُ مَالَ الْاِنْسَانِ۔ وَ"الْقَوَامُ بِکَسْرِ الْقَافِ وَفَتْحِهَا: هُوَ مَا یَقُوْمُ بِهٖ اَمْرُ الْاِنْسَانِ مِنْ مَّالٍ وَّنَحْوِہٖ۔ وَ"السِّدَادُ بِکَسْرِ السِّیْنِ: مَا یَسُدُّ حَاجَةَ الْمُعْوِزِ وَیَکْفِیْهِ، وَ"الْفَاقَةُ": الْفَقْرُ۔ وَ"الْحِجٰی": الْعَقْلُ۔

اَلْحَمَالَةُ: حا پر زبر کے ساتھ دو فریقوں کے درمیان جھگڑا ہو جائے تو کوئی مال برداشت کرتے ہوئے ان کی صلح کی ضمانت دے۔ اَلْجَائِحَةُ: وہ مصیبت جو انسان کے مال کو پہنچے۔ قَوَامٌ: قاف پر زیر اور زبر کے ساتھ وہ مال جس سے انسان کا کاروبار درست ہو جائے۔ اَلسِّدَادُ: سین پر زیر کے ساتھ درستگی جس سے تنگ دست کا گزارا ہو جائے۔ اَلْفَاقَةُ: محتاجی۔ اَلْحِجٰی: عقل و دانش۔

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب من تحل له المسألة، ج۳ص۹۷، رقم: ۲۴۵۱ مسند امام احمد، حدیث قبیصة بن مخارق، ج۵ص۶۰، رقم: ۲۰۶۲۰ مشکٰوة المصابیح، باب من لا تحل له المسألة ومن تحل له الفصل الاول، ج۱ص۳۴۳، رقم: ۱۸۳۷)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

(قرض کا ضامن بن گیا تھا) حمالہ یعنی اس ضمانت کی صورت یہ ہوتی ہے کہ دو قومیں دیت یا دوسرے مال قرض کی وجہ سے آپس میں لڑنے لگیں، کوئی ان میں صلح کرانے اور دفع شر کے لیے مقروض کا قرض یا منقول کی دیت اپنے ذمے لے لے یعنی دفع فساد یا صلح کرانے کے لیے مال کا ضامن بن جانا یا اپنے ذمہ لے لینا۔ (مرقات ولمعات وغیرہ)

(کچھ مانگنے کو حاضر ہوا) تاکہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم مجھے مال عطا فرما دیں جس سے میں وہ قرض چکا دوں یا دیت ادا کر دوں۔

(صدقہ آجاتا ہے) صدقہ سے مراد مال ظاہری جانوروں و پیداوار کی زکوۃ ہے جو حکومت اسلامیہ وصول کرتی تھی یا مال باطنی یعنی سونے چاندی وغیرہ کی زکوۃ جو غنی صحابہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر کرتے تھے تاکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی خیرات کریں اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے خیرات قبول ہو، یعنی اے قبیصہ اتنا توقف کرو کہ زکوۃ وصول ہو جائے تو اس سے تمہارا زرِ ضمانت ادا کر دیا جائیگا۔

(جس نے ضمانت اٹھائی) اس سے معلوم ہوا کہ ایسا ضامن اگرچہ مالدار بھی ہو تو صدقہ مانگ سکتا ہے کیونکہ یہ مانگنا

اپنے لیے نہیں بلکہ اس مقروض فقیر کے لیے ہے جو فقیر ہے جس کا یہ ضامن ہے، رب تعالٰی نے زکوۃ کے مصارف میں غارمین (مقروضوں) کا بھی ذکر فرمایا ہے وہ یہ ہی مقروض ہیں۔

(وہ جس کو حادثہ پیش آیا) یعنی یہ شخص غنی تھا آفت ناگہانی نے مال برباد کر کے اسے فقیر کر دیا اگر چہ تندرست ہے کمانے پر قادر ہے مگر کمانے تک کیا کھائے وہ اس وقت تک کے لیے مانگ سکتا ہے جب کچھ گزارہ کے لائق کمائے تو سوال سے باز آجائے۔

(حتیٰ کہ زندگی کی درستگی کو پالے) سدادٌ یا سدٌّ سین کے فتح سے، بمعنی رکاوٹ و آڑ یا سِدٌّ سین کے کسرہ سے ہے، بمعنی درستی و اصلاح یعنی اتنا مال حاصل کرے جس سے فقر و فاقہ رک کر زندگی درست ہو جائے۔ غرضیکہ بھیک مانگنا مردار جانور کی طرح ہے جس کا جائز و حلال ہونا سخت ضرورت پر ہے۔

(اس کی قوم کے تین آدمی کہیں) یہ گواہی کی قید اس کے لیے ہے جس کے متعلق لوگوں کو شبہ ہو کہ یہ غنی ہے اور بلاضرورت مانگ رہا ہے۔ قوم سے مراد اس کے حالات سے خبردار لوگ ہیں خواہ اس کی برادری کے ہوں یا آس پڑوس کے یعنی کم از کم تین واقف حال لوگ جنہیں غریبی امیری حاجت و غنا کی پہچان ہو وہ بتادیں کہ واقعی یہ فاقہ زدہ ہے۔ خیال رہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت سے پہلے اہل مدینہ قرض لینے اور سوال کرنے میں عار نہیں سمجھتے تھے ان کے وہ عادی تھے، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی عادتوں کو بدلنے کے لیے سوال پر تو یہ پابندیاں لگائیں۔ مقروض کی نماز جنازہ خود نہ پڑھی دوسروں سے پڑھوادی تاکہ عبرت پکڑیں اور قرض حتی الامکان نہ لیں۔

(اس کو کھانے والا حرام ہی کھائے گا) خیال رہے کہ تین کا یہ حصر اضافی ہے حقیقی نہیں، ان تین کے علاوہ اور صورتیں بھی ہیں جن میں سوال درست ہوتا ہے جیسے وہ بے دست و پا جو کمانے پر قادر نہ ہو، وہ طالب علم جس نے اپنے کو طلب علم کے لیے وقف کر دیا ہو اور لوگ توجہ نہ کرتے ہوں بغیر طلب نہ دیتے ہو۔ مرقات نے فرمایا کہ خانقاہوں کے وہ مجاور جنہوں نے اپنے کو ریاضت و مجاہدات کے لیے حقیقی معنے میں وقف کر دیا ہو ان کے لیے اُن ہی میں کا ایک سوال کر سکتا ہے، روٹیاں کپڑے جمع کر سکتا ہے، مگر خیال رہے کہ رب تعالٰی نیت سے خبردار ہے مانگنے کے لیے صوفی نہ بن جائے۔

(مرآۃ المناجیح، ج ۳، ص ۶۳)

(540) وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "لَيْسَ الْمِسْكِيْنُ الَّذِيْ يَطُوْفُ عَلَى النَّاسِ تَرُدُّهُ اللُّقْمَةُ وَاللُّقْمَتَانِ، وَالتَّمْرَةُ وَالتَّمْرَتَانِ، وَلٰكِنَّ الْمِسْكِيْنَ الَّذِيْ لَا يَجِدُ غِنًى يُّغْنِيْهِ، وَلَا يُفْطَنُ لَهٗ فَيُتَصَدَّقُ

حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا: مسکین وہ نہیں جو لوگوں پر چکر لگاتا ہے۔ اس کو ایک لقمہ یا دو لقمے یا ایک دو کھجوریں مل جاتی ہیں۔ مسکین تو وہ ہے جس کے پاس اتنی دولت نہیں جس کے ساتھ وہ دولت مند ہو اور نہ اس کے بارے میں اندازہ ہو کہ اس

عَلَيْهِ، وَلَا يَقُوْمُ فَيَسْأَلَ النَّاسَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. پر صدقہ کیا جائے اور وہ کھڑے ہو کر لوگوں سے مانگتا بھی نہیں۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، کتاب التفسیر، باب قول الله "یا یسألون الناس الحافا"، ج۶ص۳۲ رقم: ۴۵۳۹، صحیح مسلم، باب المسکین الذی لا یجد غنی ولا یفطن له فیتصدق علیه، ج۲ص۹۵ رقم: ۲۴۴۰، السنن الکبرٰی للبیهقی، باب فضل الاستعفاف، ج۴ص۱۹۵ رقم: ۸۱۲۰، موطأ امام مالک، باب ما جاء فی المساکین، ج۲ص۹۲۳ رقم: ۱۶۴۵، سنن ابوداؤد، باب من یعطی من الصدقة وحد الغنی، ج۲ص۳۶ رقم: ۱۶۳۲)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی جس مسکینیت پر ثواب ہے اور صابروں کے زمرہ میں داخل ہے وہ یہ بھکاری فقیر نہیں ہے بلکہ یہ تو عام حالات میں اسی سوال پر گنہگار ہے کہ جب وہ بھیک مانگنے کے لئے اتنی دوڑ دھوپ کرسکتا ہے تو وہ کمانے کے لیے بھی کرسکتا ہے، ہاں صابر وہ مسکین ہے جو حاجتمند ہو مگر پھر کسی پر اپنی حاجت ظاہر نہ کرے، اپنے فقر کو چھپانے کی کوشش کرے، اسی مسکین کی رب تعالٰی نے قرآن پاک میں تعریف فرمائی ہے کہ فرمایا: لِلْفُقَرَآءِ الَّذِيْنَ اُحْصِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ الآية۔ یہ خیال رہے کہ جس مسکینیت کی دعا حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے مانگی ہے وہ مسکینیت دل ہے یعنی دل میں عجز و انکسار ہونا، تکبر و غرور نہ ہونا، ایسا شخص اگر مالدار بھی ہو تو مبارک مسکین ہے اور جن احادیث میں فقر و مسکینیت سے پناہ مانگی گئی ہے وہ ایسی تنگدستی ہے جو فتنہ میں مبتلا کردے لہٰذا احادیث میں تعارض نہیں اور نہ یہ اعتراض ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے تو مسکینیت کی دعا کی مگر رب تعالٰی نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو بادشاہ بنا دیا یہ دعا قبول نہ ہوئی۔ (مرآۃ المناجیح، ج۳، ص۵۶)

زمین بھر سے افضل

حضرت سیدنا ابوذر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے کہ حُسنِ اَخلاق کے پیکر، نبیوں کے تاجور، مَحبوبِ رَبِّ اَکبر عزوجل وصلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم نے مجھ سے ارشاد فرمایا: اے ابوذر! کیا تم مال کی کثرت کو تونگری و غناء خیال کرتے ہو؟ میں نے عرض کی: جی ہاں! یارسول اللہ عزوجل وصلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم۔ پھر آپ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: اور کیا تم یہ خیال کرتے ہو کہ مال کی کمی کا نام فقر و مفلسی ہے؟ میں عرض کی: جی ہاں! یارسول اللہ عزوجل وصلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم۔ تو حضور نبی رحمت صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: لیکن معاملہ ایسے نہیں، بے شک حقیقی تونگری دل کا تونگر ہونا اور حقیقی فقر (یعنی مفلس ہونا) دل کا فقر ہے۔

پھر حضور نبی اکرم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم نے مجھ سے قریش کے ایک شخص کے بارے استفسار فرمایا: اس کے متعلق تم کیا کہتے ہو؟ میں نے عرض کی: جب وہ کچھ طلب کرتا ہے عطا کیا جاتا ہے اور جب حاضر ہوتا ہے تو عزت کے ساتھ بٹھایا جاتا ہے۔

پھر آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے مجھ سے اہلِ صفہ کے ایک آدمی کے بارے استفسار فرمایا: کیا تم فلاں شخص کو پہچانتے ہو؟ میں نے عرض کی: نہیں! یارسول اللہ عزوجل وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم۔ پس حضور صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم اس کے اوصاف بیان کرتے رہے اور اس کی تعریف کرتے رہے یہاں تک کہ میں اسے پہچان گیا۔ تو میں نے عرض کی: جی ہاں! یارسول اللہ عزوجل وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم۔ ارشاد فرمایا: اُس کے بارے میں تم کیا کہتے ہو؟ میں نے عرض کی: اہلِ مسجد (یعنی اہلِ صفہ) کے ایک مسکین وغریب شخص ہیں۔ حضور صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے فرمایا: یہ اُس دوسرے جیسے زمین بھر سے افضل ہے۔ میں نے عرض کی: یارسول اللہ عزوجل وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم! کیا دوسرے کو عطا کی جانے والی (خوبیوں وغیرہ) میں سے کچھ بھی اس کو نہ دیا جائے؟ ارشاد فرمایا: اگر اسے دیا جائے تو وہ اس کا اہل ہے اور اگر اسے نہ دیا جائے تو اس کے لئے نیکی ہے۔ (المستدرک للحاکم، کتاب الرقاق، باب فضائل اولیاء اللہ، الحدیث: ۷۹۹۹، ج۵، ص ۴۶۵)

58- بَابُ جَوَازِ الْاَخْذِ مِنْ غَيْرِ مَسْاَلَةٍ وَّلَا تَطَلُّعٍ اِلَيْهِ

مانگنے اور خواہش نفس کے بغیر ملے تو لینا جائز ہے

(541) عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ، عَنْ اَبِيْه عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ، عن عمر رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ، قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعْطِيْنِي الْعَطَاءَ. فَاَقُوْلُ: اَعْطِهِ مَنْ هُوَ اَفْقَرُ اِلَيْهِ مِنِّي. فَقَالَ: "خُذْهُ، اِذَا جَاءَكَ مِنْ هٰذَا الْمَالِ شَيْءٌ وَّاَنْتَ غَيْرُ مُشْرِفٍ وَّلَا سَائِلٍ، فَخُذْهُ فَتَمَوَّلْهُ. فَاِنْ شِئْتَ كُلْهُ، وَاِنْ شِئْتَ تَصَدَّقْ بِهٖ، وَمَا لَا. فَلَا تُتْبِعْهُ نَفْسَكَ" قَالَ سَالِمٌ: فَكَانَ عَبْدُ اللّٰهِ لَا يَسْاَلُ اَحَدًا شَيْئًا، وَّلَا يَرُدُّ شَيْئًا اُعْطِيَه. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت سالم بن عبداللہ بن عمر اپنے والد حضرت عبداللہ بن عمر سے وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں کہ انہوں فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ مجھے کچھ عطا فرماتے تو میں کہتا: یارسول اللہ! یہ اس کو دیں جو اس کے لیے مجھ سے زیادہ محتاج ہو۔ آپ فرماتے اس کو لے لے۔ جب اس مال میں سے تیرے پاس کچھ آئے اور تو اس کو نہ تاک رہا تھا نہ مانگ رہا تھا تو اس کو لے لے اس کو اپنا مال بنا پھر اگر چاہے اس کو کھا اگر چاہے تو صدقہ کر اور جو اس طرح نہ ملے اس کے پیچھے نفس کو نہ لگا۔ سالم کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ کسی سے مانگتے نہ تھے اور جو چیز دی جاتی نہ اس کو ردّ نہ کرتے۔ (متفق علیہ)

(مُشْرِفٌ): بِالشِّيْنِ الْمُعْجَمَةِ: اَيْ مُتَطَلِّعٌ اِلَيْهِ.

مُشْرِفٌ: شین معجمہ کے ساتھ 'جھانکنے والا' لالچ کرنے والا۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب من اعطاه الله شیئا من غیر مسألة ولا اشراف نفس، ج۲ص۱۲۳، رقم: ۱۴۷۳، صحیح مسلم، باب اباحة الاخذ لمن اعطی من غیر مسألة ولا اشراف، ج۳ص۹۸، رقم: ۲۴۵۲، سنن الدارمی، باب النهی عن رواهبة.

ج۱ص۴۷۵، رقم: ۱۶۴۷، سنن نسائی الکبریٰ، باب من اتاہ اللہ مالا من غیر مسألۃ، ج۲ص۵۷، رقم: ۲۳۸۹، مسند امام احمد، مسند عمر بن الخطاب، ج۱ص۴۰، رقم: ۲۷۹)

شرح حدیث: عام فہم زبان میں اسے تحفہ سے تعبیر کیا جاتا ہے اور اصطلاحِ شرع میں اسے ہِبَہ کہا جاتا ہے، جس کے معنی بلاعوض کسی شخص کو اپنی کسی چیز کا مالک بنا دینا ہے۔ اور تحفہ دینے کی حدیث شریف میں تعریف بھی بیان کی گئی اور اسے زیادتی محبت کا ذریعہ بھی فرمایا گیا ہے۔

علم کی ترویج واشاعت

منقول ہے کہ جب حضرت سیّدنا امام مالک بن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے علم کا شہرہ ہوا اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکرِ خیر اور فضیلت دوسرے ممالک تک پھیل گئی تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں علم کی ترویج واشاعت کے لئے مال ودولت حاضر کیا جاتا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کو اپنے دوست واحباب میں تقسیم فرما دیتے اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دوست آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پیروی میں اسے بھلائی کے کاموں میں خرچ کر ڈالتے۔ اس میں سے کچھ بھی آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بچا کر نہ رکھتے اور فرمایا کرتے: زُہد (یعنی دُنیا سے بے رغبتی) مال نہ ہونے کا نام نہیں بلکہ زُہد تو یہ ہے کہ دل اس سے فارغ ہو۔ (احیاء علوم الدین، کتاب العلم، باب ثانی فی العلم المحمود والمذموم واقسامھما واحکامھما، ج۱ص۴۸)

سات گھروں سے

حضرت سیدنا عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ) فرماتے ہیں رسولِ اکرم نور مجسم شاہِ بنی آدم کے کسی صحابی کو بکری کا سر بطور تحفہ پیش کیا گیا انہوں نے سوچا میرا افلاں بھائی مجھ سے زیادہ محتاج ہے چنانچہ ان کی طرف بھیجا پھر وہ ایک سے دوسرے تک، دوسرے سے تیسرے تک بھیجتے رہے یہاں تک سات گھروں سے ہو کر وہ سر پہلے آدمی تک واپس آ گیا۔

ایک روایت میں ہے کہ حضرت سیدنا مسروق (رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ) نے بھاری قرض لیا اور ان کے دوست حضرت خیثمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ) مقروض تھے چنانچہ حضرت سیدنا مسروق (رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ) نے ان کی لاعلمی میں ان کا قرض ادا کر دیا اُدھر حضرت سیدنا خیثمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ) نے حضرت سیدنا مسروق (رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ) کا قرض ادا کر دیا اور انہیں پتہ نہ چلا۔

جب سرکارِ دوعالم نور مجسم (صلي اللہ تعالي عليه وسلم) نے حضرت سیدنا عبد الرحمن بن عوف (رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ) اور حضرت سیدنا سعد بن ربیع (رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ) کے درمیان اخوت قائم کی تو حضرت سیدنا سعد (رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ) نے اپنے مال وجان میں انہیں اختیار دے دیا۔ حضرت سیدنا عبد الرحمن (رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ) نے فرمایا اللہ (عزوجل) آپ کو ان دونوں چیزوں میں برکت عطا فرمائے۔ (صحیح بخاری جلد اول ص ۵۳۳ کتاب المناقب)

حضرت ابو سلیمان دارانی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے کیا خوب ارشاد فرمایا اگر تمام دنیا میرے لئے ہو جاتی اور میں اسے اپنے

مسلمان بھائی کے منہ میں ڈال دیتا تو میں اسے کم سمجھتا انہوں نے ہی فرمایا کہ میں اپنے کسی اسلامی بھائی کو لقمہ کھلاتا ہوں تو اس کا ذائقہ اپنے حلق میں محسوس کرتا ہوں۔ (فیضانِ احیاء العلوم ۲۷۸)

59-بَابُ الْحَثِّ عَلَى الْاَكْلِ مِنْ عَمَلِ يَدِهٖ وَالتَّعَفُّفِ بِهٖ عَنِ السُّؤَالِ وَالتَّعَرُّضِ لِلْاِعْطَاءِ

اپنے ہاتھ سے کما کر کھانے کی ترغیب اور اس کے ساتھ سوال سے بچنے اور دینے کی ترغیب کا بیان

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (فَاِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِي الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰه) (الجمعة: 10).

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: جب نماز ہو چکے تو زمین میں بکھر جاؤ اور اللہ کا فضل طلب کرو۔

(542) وَعَنْ اَبِيْ عَبْدِ اللّٰهِ الزُّبَيْرِ بْنِ الْعَوَّام رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَاَنْ يَّاْخُذَ اَحَدُكُمْ اَحْبُلَهٗ ثُمَّ يَاْتِيَ الْجَبَلَ، فَيَاْتِيَ بِحُزْمَةٍ مِّنْ حَطَب عَلٰى ظَهْرِهٖ فَيَبِيْعَهَا، فَيَكُفَّ اللّٰهُ بِهَا وَجْهَهٗ، خَيْرٌ لَّهٗ مِنْ اَنْ يَّسْاَلَ النَّاسَ، اَعْطَوْهُ اَوْ مَنَعُوْهُ" رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

حضرت ابو عبداللہ زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے کوئی رسی لے کر پہاڑ پر چلا جائے لکڑی کا گٹھا اپنی پشت پر اٹھالائے اور اسے بیچے اور اس طرح اللہ کے عذاب سے محفوظ رہے تو یہ اس کے لیے اس بات سے بہتر ہے کہ لوگوں سے مانگے وہ اس کو دیں یا نہ دیں۔ (بخاری)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب الاستعفاف عن المسألة، ج۲ص۱۲۳، رقم: ۱۴۷۱، الاداب للبیھقی، باب الرغبة فی طلب الرزق والاستغناء به عن الناس، ج۱ص۳۷۸، رقم: ۷۷۹، مسند امام احمد بن حنبل، مسند الزبیر بن العوام، ج۱ص۱۶۷، رقم: ۱۴۲۹، مسند البزار، مسند الزبیر بن العوام، ج۱ص۱۷۹، رقم: ۹۸۲، مصنف ابن ابی شیبة، باب من کره المسألة ونهی عنها وشدد فیها، ج۲ص۳۲۵، رقم: ۱۰۶۷۷)

شرح حدیث: اللہ عزوجل کی راہ میں

حضرتِ سیدنا کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص اللہ عزوجل کے محبوب، دانائے غیوب، مُنزَّہ عَنِ الْعُیُوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم کے قریب سے گزرا تو صحابہ کرام علیہم الرضوان نے اس کو دیکھ کر عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کاش اس کا یہ حال اللہ عزوجل کی راہ میں ہوتا۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہا گر یہ شخص اپنے بچوں کے لئے رزق کی تلاش میں نکلا ہے تو یہ اللہ عزوجل کی راہ میں ہے اور اگر یہ شخص اپنے بوڑھے والدین کے لئے رزق کی تلاش میں نکلا ہے تو یہ اللہ عزوجل کی راہ میں ہے اور اگر یہ دکھاوے اور بڑائی کے اظہار کے لئے نکلا ہے تو یہ شیطان کی راہ میں ہے۔ (المعجم الکبیر، رقم ۲۸۲، ج۱۹، ص۱۲۹)

اپنے ہاتھ کی کمائی

حضرتِ سیدنا مقدام بن معدیکرب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے فرمایا، کسی نے اپنے ہاتھ کی کمائی سے بہتر کبھی کوئی کھانا نہیں کھایا اور بے شک اللہ عزوجل کے نبی حضرتِ سیدنا داؤد علیہ السلام سے کھایا کرتے تھے۔

(صحیح البخاری، کتاب البیوع، باب کسب الرجل وعملہ بیدہ، رقم ۲۰۷۲، ج۲، ص۱۱)

ایک روایت میں ہے کہ بندے نے اپنے ہاتھ کی کمائی سے پاکیزہ کبھی کوئی کمائی نہیں کھائی اور آدمی اپنی جان، گھر والوں، بچوں اور اپنے خادم پر جو کچھ خرچ کرتا ہے وہ صدقہ ہے۔

(سنن ابن ماجہ، کتاب التجارات، باب الحث علی، رقم ۲۱۳۸، ج۳، ص۶)

حضرتِ سیدنا براء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضورِ پاک، صاحبِ لَولاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم کی بارگاہ میں سوال کیا گیا، کون سی کمائی پاکیزہ ہے؟ فرمایا کہ بندے کے اپنے ہاتھ کی کمائی اور ہر حلال کمائی۔

(مستدرک، کتاب البیوع، باب لیس منا من غشنا، رقم ۲۲۰۳، ج۲، ص۳۰۱)

حضرتِ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ سیِّدُ المبلغین، رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِیْن صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم کی بارگاہ میں سوال کیا گیا کہ کون سی کمائی افضل ہے؟ فرمایا کہ بندے کے اپنے ہاتھ کی کمائی اور ہر حلال کمائی۔

(مجمع الزوائد، کتاب البیوع، باب ای کسب اطیب، رقم ۶۲۱۲، ج۴ ص۱۰۲)

(543) وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: "لَاَنْ یَّحْتَطِبَ اَحَدُكُمْ حُزْمَةً عَلٰی ظَهْرِهٖ، خَیْرٌ لَّهٗ مِنْ اَنْ یَّسْاَلَ اَحَدًا، فَیُعْطِیَهٗ اَوْ یَمْنَعَهٗ مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ.

حضرت ابو ہریرہ ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہ تم میں سے کوئی لکڑیاں چن کر اپنی پشت پر گٹھا اٹھا لائے یہ اس کے لیے کسی سے سوال کرنے سے بہتر ہے کہ وہ اس کو دے یا نہ دے۔

(متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب کسب الرجل وعمله بیده، ج۲ص۵۷، رقم: ۲۰۷۴، صحیح مسلم، باب کراهیة المسألة للناس، ج۳ص۹۷، رقم: ۲۴۴۹، سنن النسائی، باب المسألة، ج۵ص۹۸، رقم: ۲۵۸۳، مسند ابی یعلی، مسند ابوعبید عن ابی هریرة، ج۱۱ص۱۱۴، رقم: ۶۲۴۲)

شرح حدیث: لکڑیاں کاٹ کر بیچو

حضرتِ سیدنا انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک انصاری نے سرکارِ ابد قرار، شافعِ روزِ شمار صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کی بارگاہِ بیکس پناہ میں حاضر ہو کر سوال کیا تو آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے اس سے ارشاد فرمایا: کیا

تمہارے گھر میں کوئی چیز نہیں؟ اس نے عرض کی، کیوں نہیں! ایک کمبل اور ایک بڑا پیالہ ہے جس میں پانی پیا جاتا ہے۔ تو آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: وہ دونوں چیزیں میرے پاس لے آؤ۔ وہ انصاری دونوں چیزیں لے کر حاضر ہوا تو آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے انہیں اپنے دستِ مبارک میں پکڑ کر ارشاد فرمایا: یہ دونوں چیزیں کون خریدے گا؟ ایک شخص نے عرض کی، میں ایک درہم میں خریدتا ہوں۔ شاہِ ابرار، ہم غریبوں کے غمخوار صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے 2 یا 3 مرتبہ ارشاد فرمایا: کون ایک درہم سے زیادہ کرتا ہے۔ ایک شخص نے عرض کی، میں 2 درہم میں خریدتا ہوں۔ تو رسولِ انور، صاحبِ کوثر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے وہ دونوں چیزیں اسے عطا فرما کر 2 درہم لے لئے اور اس انصاری کو عطا فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا: ایک درہم سے اپنے گھر والوں کو کھانا کھلاؤ اور دوسرے درہم سے ایک کلہاڑی خرید کر میرے پاس لے آؤ۔

وہ انصاری کلہاڑی لے کر حاضر ہوا تو آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے اپنے مبارک ہاتھوں سے اس میں لکڑی کا دستہ لگایا اور ارشاد فرمایا: جاؤ، لکڑیاں کاٹ کر بیچو اور میں 15 دن تک تمہیں نہ دیکھوں۔ اس نے ایسا ہی کیا پھر حاضر ہوا تو 10 درہم کما چکا تھا، اس نے کچھ رقم سے کپڑے اور کچھ سے کھانا خریدا تو نبی مُکَرَّم، نُورِ مُجسَّم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: یہ تمہارے لئے اس بات سے بہتر ہے کہ قیامت کے دن تمہارے چہرے پر سوال کرنے کا داغ ہو، کیونکہ سوال کرنا 3 شخصوں کے علاوہ کسی کے لئے درست نہیں: (۱) ذلت آمیز فقر والا (۲) قباحت میں حد سے بڑھے ہوئے قرض میں گھرا ہوا شخص اور (۳) مجبور کر دینے والے خون میں پھنسا ہوا شخص۔

(سنن ابی داود، کتاب الزکاۃ، باب ماتجوز فیہ المسئلۃ، الحدیث: ۱۶۴۱، ص ۱۳۴۵)

(544) وَعَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "كَانَ دَاوُدُ - عَلَيْهِ السَّلَامُ - لَا يَأْكُلُ إِلَّا مِنْ عَمَلِ يَدِهِ" رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

انہی سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: حضرت داؤد علیہ السلام صرف اپنے ہاتھوں کی کمائی ہی کھاتے تھے۔ (بخاری)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب کسب الرجل وعملہ بیدہ، ج۲ص۵۷، رقم: ۲۰۷۳ المعجم الکبیر للطبرانی من اسمہ المقدام بن معدی کرب، ج۲۰ص۲۶۷، رقم: ۱۷۲۸۷)

شرح حدیث: حضرت داؤد علیہ السلام کا ذریعہ معاش

حضرت داؤد علیہ السلام نے باوجودیکہ ایک عظیم سلطنت کے بادشاہ تھے مگر ساری عمر وہ اپنے ہاتھ کی دستکاری کی کمائی سے اپنے خورد ونوش کا سامان کرتے رہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ معجزہ عطا فرمایا تھا کہ آپ لوہے کو ہاتھ میں لیتے تو وہ موم کی طرح نرم ہو جایا کرتا تھا اور آپ اس سے زرہیں بنایا کرتے تھے اور ان کو فروخت کر کے اس رقم کو اپنا ذریعہ معاش بنائے ہوئے تھے اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو پرندوں کی بولی سکھا دی تھی۔ (روح البیان، ج۱، ص۳۹۱، پ۲، البقرۃ: ۲۵۱)

حضرت داؤد علیہ السلام پہلے بکریاں چرایا کرتے تھے اور پھر جب اللہ تعالیٰ نے ان کو بادشاہ بنا دیا اور نبوت کے شرف سے بھی سرفراز فرمادیا تو انہوں نے اپنا ذریعہ معاش زرہیں بنانے کے پیشے کو بنالیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ رزق حلال طلب کرنے کے لئے کوئی پیشہ اختیار کرنا خواہ وہ دبگر ہو یا چرواہی ہو یا لوہاری ہو یا کپڑا بننا ہو، الغرض کوئی پیشہ ہرگز ہرگز نہ ذلیل ہے نہ ان پیشوں کے ذریعہ روزی حاصل کرنے والوں کے لئے کوئی ذلت ہے۔ جولوگ بنکروں اور دوسرے پیشہ وروں کو محض ان کے پیشہ کی بناء پر ذلیل وحقیر سمجھتے ہیں وہ انتہائی جہالت وگمراہی کے گڑھے میں گرے ہوئے ہیں۔ رزق حلال طلب کرنے کے لئے کوئی جائز پیشہ اختیار کرنا یہ انبیاء ومرسلین اور صالحین کا مقدس طریقہ ہے۔ لہٰذا ہرگز ہرگز پیشہ ور مسلمان کو حقیر ذلیل شمار نہیں کرنا چاہیے بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ پیشہ ور مسلمان ان لوگوں سے ہزاروں درجہ بہتر ہے جو سرکاری نوکریوں اور رشوتوں اور دھوکہ دہی کے ذریعہ رقمیں حاصل کر کے اپنا پیٹ پالتے ہیں اور اپنے شریف ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں حالانکہ شرعاً اس سے زیادہ ذلیل کون ہوگا جس کی کمائی حلال نہ ہو یا مشتبہ ہو۔ (واللہ تعالیٰ اعلم)

(545) وَعَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "كَانَ زَكَرِيَّا - عَلَيْهِ السَّلَامُ - نَجَّارًا" رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: حضرت زکریا علیہ السلام بڑھئی کا کام کرتے تھے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب من فضائل زکریا علیہ السلام، ج۷ص۱۰۳، رقم: ۶۳۱۲، سنن ابن ماجہ، باب الصناعات، ج۲ص۷۲۷، رقم: ۲۱۵۰، مستدرک للحاکم، ذکر ذکریا بن آدن النبی علیہ الصلوۃ والسلام، ج۲ص۶۲۵، رقم: ۴۱۳۵، مسند امام احمد بن حنبل، مسند ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ، ج۲ص۲۹۶، رقم: ۷۹۳۴، مسند ابی یعلی، مسند شہر بن حوشب عن ابی ہریرۃ، ج۱۱ص۳۱۱، رقم: ۶۴۲۶)

شرح حدیث: بعض نبیوں کی دستکاری

حضرت آدم علیہ السلام نے اپنے ہاتھ سے کھیتی کی حضرت ادریس علیہ السلام نے لکھنے اور درزی کا کام کیا۔ حضرت نوح علیہ السلام نے لکڑی تراش کر کشتی بنائی ہے جو کہ بڑھئی کا پیشہ ہے حضرت ذوالقرنین جو بہت بڑے بادشاہ تھے اور بعض مفسرین نے ان کو نبی بھی کہا ہے وہ زنبیل یعنی ڈلیا اور ٹوکری بنایا کرتے تھے حضرت ابراہیم علیہ السلام کھیتی کرتے تھے۔ اور آپ نے اپنے ہاتھوں سے خانہ کعبہ کی تعمیر کی جو معماری کا کام ہے حضرت اسماعیل علیہ السلام اپنے ہاتھوں سے تیر بنایا کرتے تھے حضرت یعقوب علیہ السلام اور ان کی اولاد بکریاں چَراتے تھے اور بکریاں پال پال کر ان کو بیچا کرتے تھے حضرت ایوب علیہ السلام بھی اونٹ اور بکریاں چراتے تھے حضرت داؤد علیہ السلام لوہے کی زرہیں بنایا کرتے تھے جو لوہار کا کام ہے حضرت سلیمان علیہ السلام زنبیل بنایا کرتے تھے حضرت زکریا علیہ السلام بڑھئی کا کام کرتے تھے حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایک دوکاندار کے ہاں کپڑا رنگتے تھے اور خود ہمارے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور تمام نبیوں نے بکریاں

چرائی ہیں۔

اگر چہ ان مقدس پیغمبروں کا گزر بسران چیزوں پر نہیں تھا مگر یہ تو قرآن مجید اور حدیثوں سے ثابت ہے کہ ان پیغمبروں نے ان کاموں کو کیا ہے اور ان دھندوں کو عار اور عیب نہیں سمجھا ہے اسی طرح بڑے بڑے اولیاء اور فقہاء و محدثین میں سے بعض نے کپڑا بنا ہے کسی نے چمڑے کا کام کیا ہے کسی نے جوتا بنانے کا پیشہ کیا ہے کسی نے مٹھائی بنانے کا دھندا کیا ہے کسی نے درزی کا کام کیا ہے۔

(546) وَعَنِ الْمِقْدَادِ بْنِ مَعْدِیْكَرِبَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "مَا اَكَلَ اَحَدٌ طَعَامًا قَطُّ خَیْرًا مِّنْ اَنْ یَّاْكُلَ مِنْ عَمَلِ یَدِیْهِ، وَاِنَّ نَبِیَّ اللّٰهِ دَاوٗدَ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ كَانَ یَاْكُلُ مِنْ عَمَلِ یَدِهٖ" رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ.

حضرت مقداد بن معدی کرب ﷛ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اپنے ہاتھ کی کمائی کھانے سے اچھا کھانا کسی نے نہیں کھایا۔ اللہ کے نبی حضرت داؤد علیہ السلام اپنے ہاتھ کی کمائی سے کھاتے تھے۔

(بخاری)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب کسب الرجل وعملہ بیدہ، ج۲ص۷۰، رقم: ۲۰۷۲، جامع الاصول لابن اثیر، الکتاب الاول فی الکسب والمعاش، ج۱۰ص۵۶۹، رقم: ۸۱۳۵)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان لکھتے ہیں:

ہاتھوں سے مراد پوری ذات ہے، ہاتھ سے کمائے یا پاؤں سے یا آنکھ یا زبان سے غرضیکہ اپنی قوت سے حلال روزی کمائے، رب تعالیٰ فرماتا ہے: فَبِمَا كَسَبَتْ اَیْدِیْكُمْ وہاں بھی ایدی یعنی ہاتھوں سے ذات ہی مراد ہے۔ مقصد یہ ہے کہ دوسروں کی کمائی پر اپنا گزارا نہ کرے خود محنت کرے۔

یعنی باوجود یہ کہ آپ بادشاہ تھے مگر آپ نے کبھی خزانہ سے اپنے پر خرچ نہ کیا بلکہ روزانہ ایک زرہ بناتے تھے جسے چھ ہزار درہم میں فروخت کرتے تھے دو ہزار اپنے بال بچوں پر خرچ فرماتے تھے اور چار ہزار فقراء بنی اسرائیل پر خیرات کرتے تھے۔ (مرقات) علماء فرماتے ہیں کہ بقدر ضرورت کمائی فرض ہے اور زیادہ مباح اور فخر وزیادتی مال کے لیے کمائی مکروہ ہے۔ (مرٰاۃ المناجیح، ج۴،ص۲۶۸)

ایک لقمے کا اثر

حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: میں ایک آیت مبارکہ پڑھا کرتا تو اس میں میرے لئے علم کے ستر دروازے کھول دیے جاتے پھر جب میں نے امراء کا مال کھایا اور اس کے بعد جب میں نے وہ آیت پڑھی تو اس میں میرے لئے علم کا ایک دروازہ بھی نہ کھلا۔

حرام غذا ایک ایسی آگ ہے جو فکر کی چربی پگھلا دیتی ہے اور حلاوتِ ذکر کی لذت ختم کر دیتی ہے اور سچی نیتوں کے

لباس جلا دیتی ہے اور حرام ہی سے بصیرت کا اندھا پن پیدا ہوتا ہے لہٰذا مال حلال جمع کرو اور اسے میانہ روی سے خرچ کرو خود بھی حرام سے بچو اور اپنے گھر والوں کو بھی اس سے بچاؤ اور حرام خوروں کی صحبت میں نہ بیٹھو اور ان کا کھانا کھانے سے بچتے رہو اور جس کا ذریعہ معاش حرام ہو اس کی صحبت اختیار نہ کرو اگر تم اپنی پرہیزگاری میں سچے ہو تو نہ ہی کسی کی حرام پر رہنمائی کرو کہ اگر وہ اسے کھالے تو اس کا حساب تم سے لیا جائے اور نہ ہی حرام کے حصول میں کسی کی مدد کرو کیونکہ معاون بھی عمل میں شریک ہی ہوتا ہے۔ یاد رکھو! حلال کھانے ہی سے اعمال قبول ہوتے ہیں اور فاقہ وتنگدستی کو چھپانے اور تنہائی میں رو رو کر آہیں بھرنے کو اعمال کی قبولیت اور رزق حلال کمانے کے سلسلہ میں نہایت اہم مقام حاصل ہے۔

(بحر الدموع صفحہ ۲۸۴)

60- بَابُ الْكَرَمِ وَالْجُوْدِ وَالْاِنْفَاقِ فِيْ وُجُوْهِ الْخَيْرِ ثِقَةً بِاللهِ تَعَالٰى

اللہ تعالیٰ پر اعتماد کر کے بھلائی کے مقامات پر سخاوت کرنا

قَالَ اللهُ تَعَالٰى: (وَمَا اَنْفَقْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَهُوَ يُخْلِفُهٗ) (سبا: 39).

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اور جو تم خرچ کرتے ہو کسی چیز سے وہ اس کے بدلے اور دے گا۔

وَقَالَ اللهُ تَعَالٰى: (وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ فَلِاَنْفُسِكُمْ وَمَا تُنْفِقُوْنَ اِلَّا ابْتِغَاءَ وَجْهِ اللهِ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ يُّوَفَّ اِلَيْكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تُظْلَمُوْنَ) (البقرة: 272).

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اور تم جو کچھ خرچ کرو وہ تمہارے فائدہ کے لیے ہے۔ اور جو تم صرف اللہ کی رضا کے طلب کرنے کے لیے خرچ کرتے ہو تو وہ تمہیں اس کا پورا اجر دے گا اور تم پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔

وَقَالَ اللهُ تَعَالٰى: (وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللهَ بِهٖ عَلِيْمٌ) (البقرة: 273).

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اور جو تم بھلائی کے لیے خرچ کرتے ہو اللہ اسے جانتا ہے۔

(547) وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "لَا حَسَدَ اِلَّا فِيْ اثْنَتَيْنِ: رَجُلٌ اٰتَاهُ اللهُ مَالًا، فَسَلَّطَهٗ عَلٰى هَلَكَتِهٖ فِي الْحَقِّ، وَرَجُلٌ اٰتَاهُ اللهُ حِكْمَةً، فَهُوَ يَقْضِيْ بِهَا وَيُعَلِّمُهَا" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: حسد (یعنی رشک) کے لائق صرف دو آدمی ہیں۔ ایک وہ آدمی جس کو اللہ تعالیٰ نے مال دیا ہے اور اس کو صحیح راستے پر خرچ کرنے کی توفیق دی اور ایک وہ آدمی جس کو حق تعالیٰ نے حکمت سے نوازا وہ اس کے ساتھ فیصلہ کرتا ہے اور سکھاتا ہے۔ (متفق علیہ)

وَمَعْنَاهُ: يَنْبَغِيْ اَنْ لَّا يُغْبَطَ اَحَدٌ اِلَّا عَلٰى اِحْدٰى هَاتَيْنِ الْخَصْلَتَيْنِ.

اس کا معنی یوں ہے کہ ان دونوں خصلتوں کے سوا ایک دوسرے پر رشک نہیں کرنا چاہیے۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب الاعتباط فی العلم والحکمۃ، ج۱ص۲۵، رقم:۷۳،صحیح مسلم، باب فضل من یقوم بالقرآن ویعلمہ وفضل من تعلم حکمۃ من فقہ، ج۲ص۲۰۱، رقم:۱۹۳۰،السنن الکبزی، باب وجوہ الصدقۃ وما علی کل سلامی من الناس، ج۴ص۱۸۸، رقم:۸۰۷۸،المعجم الاوسط، باب من اسمہ ابراھیم، ج۳ص۱۲۶، رقم:۲۶۸۸،سنن ابن ماجہ، باب الحسد، ج۲ص۱۴۰۸، رقم:۴۲۰۹)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان لکھتے ہیں:

کسی نعمت والے پر جلنا اور اس کی نعمت کا زوال، اپنے لیئے حصول چاہنا حسد ہے، جو بہت بڑا عیب ہے جس سے شیطان مارا گیا مگر دوسروں کی سی نعمت اپنے لیئے بھی چاہنا غبطہ (رشک) ہے حسد مطلقًا حرام ہے، غبطہ دو جگہ جائز ہے یہاں حسد بمعنی غبطہ ہے۔

مالدار سخی جسے خدا اچھے کاموں میں خرچ کرنے کی توفیق دے ایسے ہی بافیض عالم دین جس کے علم سے لوگ فائدہ اٹھائیں قابل رشک ہے۔ سبحان اللہ! بعض علماء کے علم اور بعض سخیوں کے مال سے لوگ تاقیامت فائدہ اٹھاتے ہیں۔ اللہ تعالٰی فقیر کی اس کتاب سے مسلمانوں کو فائدہ پہنچائے۔ (آمین)

خیال رہے کہ نیکی کی تمنا کرنے والا ان شاء اللہ تعالٰی قیامت میں نیکوں کے ساتھ ہی ہوگا۔ (مرأۃ المناجیح، ج۱ص۲۰۰)

سخاوت کی فضلیت

جان لو! جب مال نہ ہو تو بندے کو قناعت اختیار کرنی چاہیے۔ اگر مال موجود ہو تو ایثار اور سخاوت سے کام لے، بُخل نہ کرے۔ چنانچہ، اللہ کے محبوب، دانائے غُیوب، مُنَزَّہٌ عَنِ الْعُیوب عَزَّ وَجَلَّ وصلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ والا شان ہے: سخاوت جنت کے درختوں میں سے ایک درخت ہے جس کی ٹہنیاں زمین کی طرف جھکی ہوئی ہیں، جو شخص اس سے ایک ٹہنی لیتا ہے تو وہ اسے جنت کی طرف لے جاتی ہے اور بُخل جہنم کا ایک درخت ہے، جو بخیل ہوتا ہے وہ اس کی ٹہنیوں سے ایک ٹہنی لے لیتا ہے اور وہ ٹہنی اسے نہیں چھوڑتی حتی کہ اسے جہنم میں داخل کر دیتی ہے۔

(الکامل فی ضعفاء الرجال لابن عدی، الرقم ۶۶۔ ابراھیم بن اسماعیل بن ابی حبیبۃ، ج۱، ص ۳۸۳)

حسنِ اَخلاق کے پیکر، نبیوں کے تاجور، مَحبوبِ رَبِّ اَکبر عَزَّ وَجَلَّ وصلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ خوشبودار ہے: حضرت جبرائیل علیہ السلام فرماتے ہیں کہا اللہ عَزَّ وَجَلَّ نے ارشاد فرمایا: یہ وہ دین ہے جسے میں نے اپنے لئے پسند کیا اور اس کی اصلاح سخاوت اور حسنِ اَخلاق پر منحصر ہے، پس جس قدر ہو سکے ان دونوں چیزوں کے ذریعے اس کی عزت کرو۔

(الکامل فی ضعفاء الرجال لابن عدی، الرقم ۱۰۰۳، عبداللہ بن ابراھیم، ج۵، ص ۳۱۴)

سیِّدِ عالم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم کی سخاوت

حضرتِ سیِّدُنا ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے مروی ہے کہ حُسنِ اَخلاق کے پیکر، نبیوں کے تاجور، مَحبوبِ رَبِّ اَکبر

عَزَّ وَجَلَّ وصَلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم بھلائی میں تمام لوگوں سے زیادہ سخی تھے اور رمضان المبارک میں جب حضرتِ سیِّدُنا جبرائیل علیہ السلام آپ صَلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم سے ملاقات کرتے تو اور زیادہ سخاوت فرمایا کرتے، اور حضرتِ سیِّدُنا جبرائیل علیہ السلام آپ صَلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم سے ماہِ رمضان کی ہر رات ملاقات کیا کرتے یہاں تک کہ پورا مہینہ گزر جاتا۔ حضور نبیٔ پاک، صاحبِ لولاک صَلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم اُن کے ساتھ قرآنِ پاک کا دَور فرماتے۔ جب حضرتِ سیِّدُنا جبرائیل علیہ السلام آپ صَلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم سے ملتے تو آپ صَلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم تیز چلنے والی ہوا سے بھی زیادہ بھلائی میں سخاوت فرماتے۔

(صحیح البخاری، کتاب الصوم، باب اجود ما کان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یکون فی رمضان، الحدیث ۱۹۰۲، ص ۱۴۸)

سخاوتِ امام شافعی علیہ رحمۃ اللہ الکافی

حضرت سیِّدُنا حمیدی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ فرماتے ہیں: حضرت سیِّدُنا امام شافعی علیہ رحمۃ اللہ الکافی اپنے کسی کام کے سلسلے میں یمن تشریف لے گئے۔ جب واپس مکۂ مکرمہ زَادَھَا اللّٰہُ تَعَالٰی شَرَفًا وَّتَعْظِیْمًا آئے تو آپ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے پاس دس ہزار درہم تھے۔ آپ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے مکہ شریف سے باہر ہی خیمہ نصب کرلیا۔ لوگ آپ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے پاس آتے رہے۔ جب آپ رضی اللہ تعالٰی عنہ خیمے سے باہر نکلے تو سارا مال راہِ خدا عَزَّ وَجَلَّ میں تقسیم کرچکے تھے۔

ایک دفعہ حضرت سیِّدُنا امام شافعی علیہ رحمۃ اللہ الکافی حمام سے باہر نکلے۔ آپ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے پاس بہت سامال تھا۔ آپ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے سارا مال حمامی کو دے دیا۔

(احیاء علوم الدین، کتاب العلم، باب ثانی فی العلم المحمود والمذموم واقسامھما واحکامھما، ج ۱، ص ۴۵ بتغیر قلیل)

ایک دن آپ رضی اللہ تعالٰی عنہ سوار تھے کہ کوڑا ہاتھ سے گر گیا۔ ایک شخص نے اُٹھا کر پیش کیا تو آپ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اسے سونے کے پچاس دینار عطا فرمائے۔ (المرجع السابق، ج ۱، ص ۴۵۔ بتغیر قلیل)

علم نافع

علم دین کا حصول بے شک بہت بڑی سعادت اور افضل عبادت ہے قرآن مجید فرقان حمید نے اہل علم کی فضیلت میں ارشاد فرمایا:

يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ ۙ وَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ ؕ ۔

ترجمہ کنزالایمان: اللہ (عزوجل) تمہارے ایمان والوں کے اور ان کے جن کو علم دیا گیا ہے درجے بلند فرمائے گا۔ (پ ۲۸، مجادلہ: ۱۱)

حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا فرمان عالیشان ہے: عالم کی فضیلت عابد پر ایسی ہے جیسی میری فضیلت تمہارے ادنٰی پر۔

(فیضان سنت ص ۲۸۹ بحوالہ سنن الترمذی، کتاب العلم، باب ماجاء فی فضل الفقہ ج ۴ ص ۳۱۴ رقم الحدیث ۲۶۹۴ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا: ایک فَقِیہ (عالم) ہزار عابد سے زیادہ شیطان پر سخت ہے۔

(فیضان سنت ص ۲۹۱ بحوالہ سنن الترمذی، کتاب العلم، باب ماجاء فی فضل الفقہ ج ۴ ص ۳۱۲ رقم الحدیث ۲۶۹۰ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

لیکن علم وہی فائدہ مند ہے جس سے نفع اٹھایا جا سکے اس لیے کہ نبی کریم رؤف ورحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بے فائدہ علم سے اللہ کی پناہ مانگی ہے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمان عبرت نشان ہے: اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنْ عِلْمٍ لَّایَنْفَعُ۔ (الصحیح لمسلم کتاب الذکر والدعاء، باب التعوذ من شر ص ۱۴۵۷ رقم الحدیث ۲۷۲۲ مطبوعہ دار ابن حزم بیروت)

یعنی اے اللہ میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں ایسے علم سے جو فائدہ نہ پہنچائے۔

لہٰذا وہی علم حاصل کیا جائے جو دنیا و آخرت میں نافع ہو اور جس علم سے کوئی فائدہ نہ پہنچے اس سے کنارہ کشی اختیار کر لی جائے۔

(548) وَعَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "اَيُّكُم مَالُ وَارِثِهٖ اَحَبُّ اِلَيْهِ مِنْ مَّالِهٖ؟ قَالُوْا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، مَا مِنَّا اَحَدٌ اِلاَّ مَالُهٗ اَحَبُّ اِلَيْهِ. قَالَ: "فَاِنَّ مَالَهٗ مَا قَدَّمَ وَمَالَ وَارِثِهٖ مَا اَخَّرَ" رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ.

انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے کس کو اپنے وارث کا مال اپنے مال سے زیادہ پیارا ہے۔ صحابہ کرام ﷺ نے عرض کیا: یارسول اللہ! ہم میں ہر ایک کو اپنا مال وارث کے مال سے زیادہ پیارا ہے۔ فرمایا: اس کا مال وہ ہے، جو (صدقہ کر کے) اس نے آگے بھیج دیا۔ اور اس کے وارث کا مال وہ ہے، جو اس نے پیچھے چھوڑ دیا۔ (بخاری)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری باب ما قدم من مالہ فھولہ ج۸ص۹۲ رقم: ۶۴۴۲ سنن الکبرٰی للبیھقی باب ما ینبغی لکل مسلم ان یستعملہ من قصر الامل ج۳ص۹۲ رقم: ۶۷۴۴ سنن النسائی باب الراھیۃ فی تاخیر الوصیۃ ج۶ص۲۳۷ رقم: ۳۶۱۲ صحیح ابن حبان باب صدقۃ التطوع ج۸ص۱۲۲ رقم: ۳۳۳۰ الادب المفرد باب من مات لہ سقط ص۶۵ رقم: ۱۵۳)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان لکھتے ہیں:

یعنی کون چاہتا ہے کہ میرے پاس مال نہ ہو، میرے عزیزوں کے پاس مال ہو، وہ سب امیر ہوں میں فقیر کنگال ہوں اس فرمان کا یہ مقصد ہے۔ (اشعہ) لہٰذا اس فرمان عالی پر یہ اعتراض نہیں کہ بعض لوگوں کو دوسروں کا مال بڑا پسند ہوتا ہے یا یہ مقصد ہے کہ ایسا کون ہے جو دوسروں کا مال ان کے لیے سنبھال کر رکھے اپنا مال برباد کر دے یا برباد ہونے دے۔

خلاصہ یہ ہے کہ مال دوسروں کا ہے اعمال اپنے ہیں جو مال خیرات کر دیا جاوے وہ اعمال بن گیا اور جو جمع کر کے چھوڑ گیا وہ نرا مال رہا اور جس مال کی زکوۃ نہ دی وہ اپنے لیے وبال وارثوں کے لیے مال ہوا۔ خیال رہے کہ مال سے صدقات و

خیرات کرتے رہنا پھر اللہ ورسول کی رضا کے لیے وارثوں کو غنی کرنے کے لیے مال چھوڑنا یہ بھی عبادت ہے۔

(مراۃ المناجیح، ج ۷، ص ۱۴)

طالب دنیا کا انجام

پس قرآنِ کریم سے غافل مت ہو اور اُس سے رشتہ نہ توڑ کیونکہ یہ تجھے اچھا سمجھانے والا ہے،۔۔۔۔۔۔بے شک اللہ عزوجل دنیا کو طلب کرنے اور اسے جمع کرنے کے سبب آخرت سے اعراض کرنے والے کو خطاب فرماتا ہے،۔۔۔۔۔۔اور اس کو بھی جو حلال، حرام اور مشکوک مال میں تمیز نہیں کرتا،۔۔۔۔۔۔اور سمجھتا ہے کہ حلال وہ ہے جو انسان کے ہاتھ لگ گیا اور حرام وہ ہے جس سے وہ محروم کردیا گیا۔ چنانچہ،

اللہ تبارک وتعالیٰ ایسے شخص کو مخاطب کر کے ارشاد فرماتا ہے:

مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَ زِيْنَتَهَا نُوَفِّ اِلَيْهِمْ اَعْمَالَهُمْ فِيْهَا وَهُمْ فِيْهَا لَا يُبْخَسُوْنَ ○ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَيْسَ لَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا النَّارُ ۖ وَحَبِطَ مَا صَنَعُوْا فِيْهَا وَ بٰطِلٌ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ○

ترجمہ کنزالایمان: جو دنیا کی زندگی اور آرائش چاہتا ہو ہم اس میں ان کا پورا پھل دے دیں گے اور اس میں کمی نہ دیں گے یہ ہیں وہ جن کیلئے آخرت میں کچھ نہیں مگر آگ اور اکارت گیا جو کچھ وہاں کرتے تھے اور نابود ہوئے جو ان کے عمل تھے۔ (پ12، ہود:15، 16)

اے مال جمع کرنے والے! تجھے جو چیز بچا سکتی ہے وہ یہ ہے کہ تو مال کو جائز ذرائع سے حاصل کرے،۔۔۔۔۔۔حقداروں کو اس سے محروم نہ کرے،۔۔۔۔۔۔اور اسے حرام کاموں میں خرچ نہ کرے،۔۔۔۔۔۔اگر ایسا نہیں کریگا تو ہلاک ہوجائے گا۔

نجات کیسے ممکن ہے؟

حضرت سیدنا ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: میں ایک رات گھر سے نکلا تو کیا دیکھتا ہوں کہ رسول اکرم، نورِ مجسم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم تنہا تشریف لے جارہے ہیں اور آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کے ساتھ کوئی بھی آدمی نہیں تھا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے گمان کیا شاید آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم اپنے ساتھ کسی دوسرے کا چلنا ناپسند فرمائیں۔ تو میں چاندنی میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے چلتا رہا کہ حضور صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے پیچھے مڑ کر مجھے دیکھ لیا اور ارشاد فرمایا: کون ہے؟ میں نے عرض کی: اللہ عزوجل مجھے آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم پر فدا کرے، میں ابوذر ہوں۔

ارشاد فرمایا: اے ابوذر! آجاؤ۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: میں تھوڑی دیر حضور صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کے ساتھ چلا تو آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: زیادہ مال جمع کرنے والے قیامت کے دن کم نیکیوں والے

ہوں گے مگر جسے اللہ عزوجل نے مال عطا فرمایا اور وہ اسے اپنے دائیں، بائیں، آگے اور پیچھے (نیکی کے کاموں میں) خرچ کرے اور اس کے ذریعے اچھے (یعنی نیکی کے) کام کرے۔

(صحیح البخاری، کتاب الرقاق، باب المکثر ون ھم المقلون، الحدیث: ۶۴۴۳، ص ۵۴۱)

(549) وَعَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "اتَّقُوا النَّارَ وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: آگ سے بچو اگرچہ کھجور کا ایک ٹکڑا ہی دے کر ہو۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب قول اللہ تعالی "وجوہ یومئذ ناضرۃ الی ربھا ناظرۃ" ج۹ص۱۳۲، رقم: ۷۴۴۳، صحیح مسلم، باب الحث علی الصدقۃ ولو بشق تمرۃ او کلمۃ طیبۃ، ج۳ص۸۶، رقم: ۲۳۹۵، مسند امام احمد، حدیث عدی بن حاتم الطائی، ج۶ص۲۵۶، رقم: ۱۸۲۷۲، السنن الکبرٰی للبیھقی، باب التحریض علی الصدقۃ، ج۴ص۱۲۸، رقم: ۷۴۹۵، سنن ابن ماجہ، باب فضل الصدقۃ، ج۱ص۵۹۰، رقم: ۱۸۴۳)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان لکھتے ہیں:

یعنی دوزخ سے بچنے کا اعلیٰ ذریعہ صدقہ وخیرات ہے، صدقہ اگرچہ معمولی ہو اخلاص سے وہ بھی آگ سے بچالے گا، وہاں صدقہ کی مقدار نہیں دیکھی جاتی وہاں صدقہ والے کی نیت پر نظر ہوتی ہے، کھجور کی قاش کی ہی خیرات کردو شاید وہ ہی دوزخ سے بچالے یا یہ مطلب ہے کہ کسی کا معمولی حق بھی نہ مارو کہ وہ بھی دوزخ میں بھیج دے گا، کسی کی کھجور کی قاش اس کی بغیر اجازت نہ لو۔ (اشعۃ اللمعات) (مرآۃ المناجیح، ج ۷، ص ۳۹۳)

صدقے کی مثال

حضرتِ سیدنا عمرو بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور پاک، صاحبِ لَولاک، سیاحِ افلاک صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلَّم نے فرمایا، بیشک مسلمان کا صدقہ عمر میں اضافہ کرتا ہے اور بُری موت کو دور کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے سے تکبر اور فخر کو دور کرتا ہے۔ (مجمع الزوائد، کتاب الزکاۃ، باب فضل الصدقہ، رقم ۴۶۰۹، ج ۳، ص ۲۸۴)

حضرتِ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ سیدُ المبلغین، رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِیْن صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلَّم نے فرمایا، صَدقہ دینے میں جلدی کرو کیونکہ بلاء صدقہ سے آگے نہیں بڑھ سکتی۔ اور ایک روایت میں ہے، صدقہ دیا کرو کیونکہ یہ آگ سے بچاتا ہے۔ (مجمع الزوائد، کتاب الزکاۃ، باب الحث علی صدقۃ، رقم ۴۵۹۰، ج ۳، ص ۲۷۷)

حضرتِ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ عزوجل کے محبوب، دانائے غُیوب، مُنَزَّہٌ عَنِ الْعُیوب صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلَّم نے فرمایا، صدقہ دینے میں جلدی کیا کرو کیونکہ بلاء صدقہ سے آگے نہیں بڑھ سکتی۔

(مجمع الزاوئد، باب فضل صدقۃ الزکاۃ، رقم ۴۶۰۱، ج ۳، ص ۲۸۴)

حضرتِ سیدنا حارث اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ ٖ وآلہٖ وسلَّم نے فرمایا، اللہ عزوجل نے حضرتِ سیدنا یحییٰ بن زکریا علیہما السلام کی طرف پانچ باتیں وحی فرمائیں اور ان پر عمل کرنے اور بنی اسرائیل کو ان پر عمل کی ترغیب دلانے کا حکم دیا۔ ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ میں تمہیں صدقہ دینے کا حکم دیتا ہوں اور صدقے کی مثال اس شخص کی طرح ہے جسے دشمنوں نے قید کرلیا پھر اس کے ہاتھ اسکی گردن پر باندھ دیئے اور اسے قتل کرنے کیلئے اس کے قریب آئے تو وہ کہنے لگا کہ میں اپنی جان کا فدیہ دینے کیلئے تیار ہوں اور قلیل و کثیر مال انہیں دینے لگا یہاں تک کہ اس نے اپنی جان کو آزاد کرالیا۔

(المستدرک، کتاب الصوم، باب وان ریح الصوم ریح المسک، رقم ۱۵۷۴، ج ۲، ص ۵۱)

حضرتِ سیدنا جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے شہنشاہِ خوش خِصال، پیکرِ حُسن و جمال، دافعِ رنج و ملال، صاحبِ جُود و نوال، رسولِ بے مثال، بی بی آمنہ کے لال صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ ٖ وآلہٖ وسلَّم کو حضرتِ سیدنا کَعب بن عجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرماتے ہوئے سنا، اے کَعب! نماز اللہ عزوجل کی قربت کا ذریعہ ہے، روزے ڈھال ہیں، صدقہ گناہوں کو اس طرح مٹا دیتا ہے جیسے پانی آگ کو بجھا دیتا ہے۔ پھر فرمایا، اے کَعب! لوگ دو حالتوں میں صبح کرتے ہیں، ایک اپنی جان کو بیچ کر ہلاکت میں ڈال دیتا ہے اور دوسرا اپنی جان کو آزاد کرانے کے لئے اسے خرید لیتا ہے۔

(مجمع الزوائد، کتاب الزھد، باب جامع فی المواعظ، رقم ۱۷۷۱۰، ج ۱۰، ص ۳۹۸)

(550) وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: مَا سُئِلَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَيْئًا قَطُّ، فَقَالَ: لَا. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے جو بھی چیز مانگی گئی۔ آپ نے کبھی "نہیں" نہیں کہا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب من تکفل عن میت دینا فلیس له ان یرجع، ج۵ص۲۲۴۴، رقم: ۵۶۸۷، صحیح مسلم، باب ما سئل رسول الله صلی الله علیه وسلم شیئا قط فقال لا، ج، ص۷۶، رقم: ۶۱۵۸، الشمائل المحمدیه للترمذی، باب ما جاء فی خلق رسول الله صلی الله علیه وسلم، ص۳۹۳، رقم: ۳۴۷، مسند ابی یعلیٰ، مسند جابر بن عبدالله الانصاری، ج۳ص۶۰، رقم: ۲۰۰۱، مسند الحمیدی، احادیث جابر بن عبدالله، ج۲ص۵۱۵، رقم: ۱۲۲۸)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان لکھتے ہیں:

یعنی حضور انور نے کسی سائل بھکاری کو یہ کبھی نہیں فرمایا کہ ہم تم کو نہیں دیں گے اگر وہ چیز ہو تو عطا فرمادی ورنہ یا خاموشی اختیار کی یا آئندہ کے لیے وعدہ فرمالیا یا معذرت کردی لہذا یہ حدیث اس آیت کے خلاف نہیں قُلْتَ لَآ اَجِدُ مَآ اَحْمِلُكُمْ عَلَيْهِ کہ آیت کریمہ میں معذرت کا لا ہے اور یہاں انکار کا لا مراد ہے۔ فرزق شاعر نے حضور کی نعت میں عرض کیا شعر

ما قال لا قط الا فی تشهده — لولا التشهد کانت لاءه نعم

کسی نے اس کا ترجمہ یوں کیا۔ شعر

نرفت کلمہ لا بر زبان او ہرگز مگر بہ اشہد ان لا الہ الا اللہ

یعنی حضور انور نے بجز کلمہ طیبہ کے لا انکار کے لیے بھی ارشاد نہ فرمایا۔ آج بھی حضور سے مانگ کر دیکھ لو محروم نہ پھرو گے، یہ تو کوئی مجھ سے پوچھے میں نے بہت تجربہ کیا ہے ہم نے عرض کیا ہے۔ شعر

زمانہ نے زمانہ میں سخی ایسا کہیں دیکھا زبان پر جس کے سائل نے نہیں آتے نہیں دیکھا

(مرآۃ المناجیح، ج ۷، ص ۶۴)

(551) وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَا مِنْ يَّوْمٍ يُصْبِحُ الْعِبَادُ فِيْهِ اِلَّا مَلَكَانِ يَنْزِلَانِ، فَيَقُوْلُ اَحَدُهُمَا: اَللّٰهُمَّ اَعْطِ مُنْفِقًا خَلَفًا، وَيَقُوْلُ الْاٰخَرُ: اَللّٰهُمَّ اَعْطِ مُمْسِكًا تَلَفًا" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابوہریرہ ﷛ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہر دن جس میں بندے صبح کرتے ہیں دو فرشتے اترتے ہیں۔ ان میں سے ایک کہتا ہے۔ اے اللہ! خرچ کرنے والے کو بدلہ عطا فرما اور دوسرا کہتا ہے۔ اے اللہ! بخل کرنے والے کے مال کو برباد کردے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، کتاب التفسیر، باب قول اللہ تعالٰی "فاما من اعطی واتقی وصدق بالحسنی" ج ۲ ص ۱۱۵، رقم: ۱۴۴۲ صحیح مسلم، باب فی المنفق والممسك، ج ۲ ص ۸۳، رقم: ۲۳۸۳ السنن الکبرٰی للبیہقی، باب کراهية البخل والشح والاقتار، ج ۴ ص ۱۸۷، رقم: ۸۰۶۸ المستدرك للحاکم، کتاب الاهوال، ج ۷ ص ۱۶۲، رقم: ۸۶۷۹ صحیح ابن حبان، باب صدقة التطوع ج ۸ ص ۱۲۴، رقم: ۳۳۳۳)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان لکھتے ہیں:

یعنی سخی کے لیے دعاء اور کنجوس کے لیے بددعا روزانہ فرشتوں کے منہ سے نکلتی ہے جو یقیناً قبول ہے۔ خیال رہے کہ خلف مطلقاً عوض کو کہتے ہیں دنیاوی ہو یا اخروی، حسی ہو یا معنوی مگر تلف دنیوی اور حسی بربادی کو کہا جاتا ہے، رب تعالٰی فرماتا ہے: وَمَاۤ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَهُوَ یُخْلِفُهٗ کا تجربہ دن رات ہورہا ہے کہ کنجوس کا مال حکیم ڈاکٹر، وکیل یا نالائق اولاد برباد کرتی ہے۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۳، ص ۸۶)

بخیل اور سخی کی مثال

حضرتِ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اللہ عزوجل کے محبوب، دانائے غُیوب، مُنَزَّہٌ عَنِ الْعُیوب صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وٰالہٖ وسلّم کو فرماتے ہوئے سنا، بخیل اور سخی کی مثال ان دو آدمیوں کی مثال کی طرح ہے جن پر سینے سے پسلی کی ہڈی تک لوہے کی زرہ ہے، تو سخی جب خرچ کرنے لگتا ہے تو وہ زِرہ اس کے پورے جسم پر کشادہ ہوجاتی ہے

یہاں تک کہ اس کی انگلیوں کے پوروں کو چھپا لیتی ہے اور وہ اپنی انگلیوں سے اس کے اثر کو مٹا دیتا ہے جبکہ بخیل جب خرچ کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو کڑی کا ہر حلقہ اپنی جگہ پیوست ہو جاتا ہے اور وہ اسے کشادہ کرنا چاہتا ہے مگر وہ کشادہ نہیں ہوتا۔

(بخاری، کتاب الزکاۃ، باب مثل المتصدق والبخیل، رقم ۱۴۴۳، ج ا، ص ۴۸۶)

(552) وَعَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: اَنْفِقْ يَا ابْنَ اٰدَمَ يُنْفَقْ عَلَيْكَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

انہی سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اے ابنِ آدم! خرچ کر تجھ پر خرچ کیا جائے گا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب فضل النفقه علی الاهل، ج۳، ص۶۲، رقم: ۵۳۵۲، صحیح مسلم، باب الحث علی النفقه وتبشیر المنفق بالخلف، ج۲، ص۷۷، رقم: ۲۳۵۶، اطراف المسند المعتلی، من اسمه عبدالرحمن بن سرمز، ج۷، ص۳۴۲، رقم: ۹۷۶۲، السنن الکبرٰی للبیهقی، باب کراهیة البخل والشح والاقتار، ج۳، ص۱۸۷، رقم: ۸۰۶۷، مسند امام احمد، مسند ابی هریرة رضی الله عنه، ج۳، ص۲۴۲، رقم: ۷۲۹۶)

شرح حدیث: گُندھا ہوا آٹا دیدیا

حضرتِ سیِّدُنا حبیب عجمی علیہ رحمۃ اللہ القوی کے دروازے پر ایک سائل نے صدا لگائی۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی زوجہ محترمہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہا گندھا ہوا آٹا رکھ کر پڑوس سے آگ لینے گئی تھیں تا کہ روٹی پکائیں۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے وُہی آٹا اٹھا کر سائل کو دے دیا۔ جب وہ آگ لے کر آئیں تو آٹا ندارد (یعنی غائب)۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا، اسے روٹی پکانے کے لئے لے گئے ہیں۔ بہت پوچھا تو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے خیرات کر دینے کا واقِعہ بتایا۔ وہ بولیں، سبحٰن اللہ! یہ تو اچھی بات ہے مگر ہمیں بھی تو کچھ کھانے کیلئے درکار ہے! اِتنے میں ایک شخص ایک بڑی لگن میں بھر کر گوشت اور روٹی لے آیا۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا، دیکھو تمہیں کس قدر جلد لوٹا دیا گیا، گویا روٹی بھی پکا دی اور گوشت کا سالن مزید بھیج دیا! (روض الریاحین ص ۱۵۲)

لکڑی کا بُرادہ میدہ بن گیا

حضرتِ سیِّدُنا ابو مسلم خولانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ صدقہ و ایثار کو بہت زیادہ پسند کرتے تھے۔ بعض اوقات اپنی غذا بھی صدقہ کر دیتے اور خود رات کو بھوکے سوتے۔ ایک صبح اس حالت میں کی کہ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے گھر سوائے ایک درہم کے کچھ نہ تھا۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی زوجۂ محترمہ نے عرض کی: اس درہم سے آٹا خرید لائیں تا کہ ہم اسے گوندھ کر بچوں کے لئے روٹی پکالیں، بچے مزید بھوک برداشت نہیں کریں گے۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک درہم اور توشہ دان (کھانے کا برتن) لیا اور بازار کی طرف چل پڑے۔ سردی بہت شدید تھی، راستے میں آپ کو ایک سائل ملا، آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ وہاں سے ہٹ کر دوسری طرف سے جانے لگے تو اس نے آپ کو روک لیا اور اپنی تنگدستی بیان کرتے ہوئے آپ کو

قسم دی۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے وہ درہم اسے دے دیا۔ پھر یہ فکر لاحق ہوگئی کہ اپنے اہل وعیال کے پاس کیا لے کر جاؤں گا۔ چنانچہ، اسی فکر میں آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ایک مضبوط درخت کے قریب سے گزرے لوگ اس کو چیر رہے تھے۔ انہوں نے توشہ دان کھولا اور آرے سے چیرے جانے کے باعث جو برادہ گر رہا تھا اس سے توشہ دان بھر کر منہ بند کر دیا اور گھر جا کر بیوی کو کچھ بتائے بغیر رکھ دیا اور خود مسجد کی طرف چل پڑے۔ جب آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی اہلیہ محترمہ نے توشہ دان کھول کر دیکھا تو اس میں سفید باریک میدہ موجود تھا۔ اس نے گوندھ کر بچوں کے لئے کھانا پکایا۔ بچوں نے خوب سیر ہو کر کھایا اور پھر کھیلنے لگ گئے۔ جب سورج خوب بلند ہو گیا تو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بیوی، بچوں کی بھوک کا خوف محسوس کرتے ہوئے گھر تشریف لائے۔ جب آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بیٹھ گئے تو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی بیوی نے دسترخوان اور کھانا لاکر سامنے رکھا، آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کھانا کھا کر فارغ ہوئے تو پوچھا: یہ کھانا کہاں سے آیا؟ عرض کی: میرے سرتاج! اسی توشہ دان سے جو آپ لے کر آئے تھے۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بہت حیران ہوئے اور اللہ عَزَّ وَجَلَّ کے لطف وکرم اور حُسنِ کاریگری پر اس کا شکر ادا کیا۔ (اَلرَّوْضُ الْفَائِق فِی الْمَوَاعِظ وَالرَّقَائِق صفحہ ۳۱۲)

(553) وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا: اَنَّ رَجُلًا سَاَلَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: اَیُّ الْاِسْلَامِ خَیْرٌ؟ قَالَ: "تُطْعِمُ الطَّعَامَ، وَتَقْرَاُ السَّلَامَ عَلٰی مَنْ عَرَفْتَ وَمَنْ لَّمْ تَعْرِفْ" مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص ﷺ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا: اسلام کے کاموں میں سے افضل کام کون سا ہے فرمایا تو ہر ایک کو کھانا کھلا اور سلام کہہ کسی کو پہنچانے یا نہ پہنچانے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب اطعام الطعام من الاسلام، ج۱ص۱۲، رقم: ۱۲، صحیح مسلم، باب بیان تفاضل الاسلام وای اموره افضل، ج۱ص۴۷، رقم: ۱۶۹، الاداب للبیهقی، باب السلام علی من عرفه ومن لم یعرفه، ج۱ص۱۱۸، رقم: ۲۰۳، سنن ابوداؤد، باب فی افشاء السلام، ج۴ص۵۱۶، رقم: ۵۱۹۶ (دار الکتاب العربی، بیروت) سنن ابن ماجه، باب اطعام الطعام، ج۲ص۱۰۸۳، رقم: ۳۲۵۳ (دار الفکر، بیروت)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان لکھتے ہیں:

یعنی سلام صرف اسلامی رشتہ سے ہو کاروباری دنیاوی تعلقات سے نہ ہو۔ خیال رہے کہ حضور کے جوابات سائل کے حال کے مطابق ہوتے تھے اسی لیے اس سوال کے جواب مختلف دیئے۔ کسی سے فرمایا کہ بہترین عمل نماز ہے، کسی سے فرمایا جہاد ہے یہاں فرمایا بہترین عمل کھانا کھلانا سب کو سلام کرنا یعنی تیرے لیے یہ دو کام بہترین۔ خیال رہے کہ تقری سلام کرنا، سلام کہلوانا، سلام لکھنا لکھوانا، سلام کہلا کر بھیجنا سب کو شامل ہے۔ من عرفت کا تعلق صرف سلام سے ہے کھانا کھلانے سے نہیں۔ (مرآۃ المناجیح، ج۶، ص۳۶۴)

غریبوں اور محتاجوں پر رحم

شیخ عبداللہ جبائی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضورغوث پاک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مجھ سے ارشاد فرمایا کہ میرے نزدیک بھوکوں کو کھانا کھلانا اور حسنِ اخلاق کامل زیادہ فضیلت والے اعمال ہیں۔ پھر ارشاد فرمایا: میرے ہاتھ میں پیسہ نہیں ٹھہرتا، اگر صبح کو میرے پاس ہزار دینار آئیں تو شام تک ان میں سے ایک پیسہ بھی نہ بچے (کہ غریبوں اور محتاجوں میں تقسیم کردوں اور بھوکے لوگوں کو کھانا کھلادوں۔) (قلائدالجواہر،ملخصاص ۸)

ان کے دروازے کھلے ہیں ہر گدا کے واسطے ان کے در سے کوئی خالی جائے ہوسکتا نہیں

مالیدہ کا ثواب بھی ملا

ایک بُزرگ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں میں نے اپنی مرحومہ پھوپھی جان کو خواب میں دیکھ کر حال دریافت کیا تو کہا، خیریت سے ہوں اپنے اعمال کا پورا پورا بدلہ ملاحتیٰ کہ اس مالیدہ کا ثواب بھی ملا جو میں نے ایک دن غریب کو کھلایا تھا۔

(شرح الصدور ص ۲۷۸)

انگور کا دانہ

دیکھا آپ نے! اللہ عَزَّ وَجَلَّ کسی کی ذرّہ برابر نیکی کو بھی ضائع نہیں فرماتا بظاہر کیسی ہی معمولی چیز ہو اُسے راہِ خُدا عَزَّ وَجَلَّ میں پیش کرنے میں شرمانا نہیں چاہیے۔ اُمّ المُؤمنین حضرتِ سَیِّدَتُنا عائشہ صِدّیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ایک بار سائل کو ایک انگور کا دانہ عطا فرمایا۔ کسی دیکھنے والے نے تعجّب کا اظہار کیا تو فرمایا، اس (انگور) میں سے تو کئی ذرّے نکل سکتے ہیں جبکہ اللہ تبارَکَ وَتَعالیٰ پارہ ۳۰ سورۃ الزِّلزال کی ساتویں آیت میں فرماتا ہے:۔

فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ O

ترجمہ کنز الایمان: تو جو ایک ذرہ بھر بھلائی کریگا اسے دیکھے گا۔ (پ ۳۰ الزلزال ۷)

اللہ عَزَّ وَجَلَّ کی رِضا کیلئے بھوکے کو مالیدہ یا کوئی سا حلال وطیّب کھانا کھلانا بہُت بڑے ثواب کا کام ہے۔ جیسا کہ سردارِ مکہ مکرّمہ، سلطانِ مدینہ منوّرہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلّم کا فرمانِ عظمت نشان ہے، جس نے بھوکے کو کھانا کِھلایا یہاں تک کہ سیر ہوگیا، اسے (یعنی کھلانے والے کو) اللہ عَزَّ وَجَلَّ عرش کے سائے میں جگہ عطا فرمائے گا۔

(مکارم الاخلاق للطبرانی ص ۳۷۲)

(554) وَعَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "اَرْبَعُوْنَ خَصْلَةً: اَعْلَاهَا مَنِيْحَةُ الْعَنْزِ. مَا مِنْ عَامِلٍ يَعْمَلُ بِخَصْلَةٍ مِّنْهَا ؛ رَجَآءَ

انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: چالیس عمدہ عادات میں سے بہتر دودھ والی بکری دینا ہے اور جو کوئی ان میں سے کسی خصلت پر ثواب کی امید

ثَوَابِهَا وَتَصْدِيْقَ مَوْعُوْدِهَا، إِلاَّ اَدْخَلَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى بِهَا الْجَنَّةَ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ. وَقَدْ سَبَقَ بَيَانُ هٰذَا الْحَدِيْثِ فِيْ بَابِ بَيَانِ كَثْرَةِ طُرُقِ الْخَيْرِ.

اور وعدہ کی تصدیق کرتے ہوئے عمل پیرا ہوا تو اس کو اللہ تعالیٰ اس خصلت کی وجہ سے جنت میں داخل فرما دیتا ہے۔اس حدیث کا بیان ''نیکی کی کثیر راہوں'' کے بیان میں گزر چکا ہے۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب فضل المنیحۃ، ج ۲ص۴۹۷، رقم: ۲۴۸۸ (طبع دار ابن کثیر بیروت) سنن الکبرٰی للبیھقی، باب ماورد فی المنیحۃ، ج ۴ص۱۸۹، رقم: ۸۰۵۰ مستدرک للحاکم، کتاب الذبائح، ج ۴ص۲۶۱، رقم: ۷۵۷۷ سنن ابوداؤد، باب فی المنیحۃ، ج ۱ص۴۷۲، رقم: ۱۶۸۳ مسند امام احمد بن حنبل، مسند عبداللہ بن عمرو، ج ۲ص۱۶۰، رقم: ۶۴۸۸)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان لکھتے ہیں:

عرب میں دستور تھا کہ جانوروں والے اپنا دودھ کا جانور عاریۃً چند روز کے لیے کسی عزیز مسکین کو دے دیتے تھے،اس زمانہ میں جانور کا خرچہ اس فقیر کے ذمہ ہوتا اور دودھ بھی وہی پیتا تھا، مدت گزرنے پر جانور واپس کر دیا جاتا تھا اسے منحہ کہتے تھے یہاں اسی کا ذکر ہو رہا ہے فرمایا جا رہا ہے کہ اس جانور کا ہر وقت کا دودھ صدقہ ہوگا۔

(مرآۃ المناجیح، ج ۳،ص ۱۲۵)

کثرت سے صدقہ

حضرت سیِّدُنا امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ خشیّتِ الٰہی عَزَّ وَجَلَّ کے پیکر اور کثرت سے صدقہ کرنے والے تھے۔

حضرت سیِّدُنا خطیب بغدادی علیہ رحمۃ اللہ الہادی نقل فرماتے ہیں کہ اگر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے اہل وعیال پر کچھ خرچ کرتے تو اسی قدر صدقہ بھی کر دیتے۔ جب آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کوئی نیا کپڑا پہنتے تو اسی قیمت کا کپڑا علماء کو بھی خرید کر دیتے اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے جب کھانا لگایا جاتا تو جتنا خود کھاتے اتنا ہی چھوڑ دیتے پھر وہ کھانا کسی فقیر کو کھلا دیتے یا گھر میں کسی کو ضرورت ہوتی تو اسے کھلا دیتے۔ رضائے ربُّ الانام عَزَّ وَجَلَّ کو ہر چیز پر ترجیح دیتے اور حکمِ الٰہی عَزَّ وَجَلَّ کے معاملے میں اگر تلوار کا وار بھی کیا جاتا تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ برداشت کر لیتے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہمیشہ یہ دو اشعار پڑھا کرتے تھے:

عَطَاءُ ذِي الْعَرْشِ خَيْرٌ مِنْ عَطَائِكُمُوْ ‏ وَفَضْلُهُ وَاسِعٌ يُرْجٰى وَيُنْتَظَر

تُكَدِّرُوْنَ الْعَطَا مِنْكُمْ بِمِنَّتِكُمُوْ ‏ وَاللّٰهُ يُعْطِيْ فَلَا مَنٌّ وَلَا كَدَر

ترجمہ: (۱) عرش کے مالک کی عطا تمہاری عطا سے بہتر ہے۔ اور اس کا فضل وکرم وسیع ہے جس کی اُمید اور انتظار کیا جاتا ہے۔

(۲) تم اپنی عطا کو احسان جتلانے سے ملا دیتے ہو جبکہ اللہ عَزَّ وَجَلَّ احسان جتلائے اور گدلا کئے بغیر عطا فرماتا ہے۔

(تاریخ بغداد، الرقم ۷۲۹۷، النعمان بن ثابت ابوحنیفۃ التیمی، ماذکر من عبادۃ ابی حنیفۃ وورعہ، ج ۱۳، ص ۳۵۱۔۳۵۶۔۳۵۷، بتغیر)

(555) وَعَنْ اَبِيْ اُمَامَةَ صُدَيِّ بْنِ عَجْلَانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "يَا ابْنَ اٰدَمَ، اِنَّكَ اَنْ تَبْذُلَ الْفَضْلَ خَيْرٌ لَّكَ، وَاَنْ تُمْسِكَهُ شَرٌّ لَّكَ، وَلَا تُلَامُ عَلٰى كَفَافٍ، وَّابْدَاْ بِمَنْ تَعُوْلُ، وَالْيَدُ الْعُلْيَا خَيْرٌ مِّنَ الْيَدِ السُّفْلٰى" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

حضرت ابوامامہ صدی بن عجلان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے بنی آدم! ضرورت سے زائد کو تو خرچ کردے یہ تیرے لیے بہتر ہے۔ اور اگر اس کو روکے تو تیرے لیے بُرا ہے۔ اور گزارے پر تجھ کو ملامت نہیں۔ اور ابتداء ان سے کر جن کے خرچہ کا تو ذمہ دار ہے۔ اور اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب بیان ان الید العلیا خیر من الید السفلی، ج۲ص۹۳ رقم: ۲۴۳۵ سنن ترمذی، باب ما جاء فی الزھادۃ فی الدنیا، ج۴ص۳۷۳ رقم: ۲۳۴۳ السنن الکبری للبیھقی، باب کراھیۃ امساك الفضل وغیرہ محتاج الیہ، ج۴ص۱۸۲ رقم: ۸۰۲۳ صحیح مسلم، باب بیان ان الید العلیا خیر من الید السفلی، ج۲ص۹۳ رقم: ۲۴۳۵)

شرح حدیث: سب سے زیادہ مالدار

حضرتِ سیدنا قیس بن سَلَع انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میرے بھائیوں نے سرکارِ والا تَبار، ہم بے کسوں کے مددگار، شفیعِ روزِ شُمار، دوعالَم کے مالک ومختار، حبیبِ پروردگار صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلَّم سے میری شکایت کی کہ، یہ اپنا مال بے تحاشا خرچ کرتے ہیں اور اس معاملہ میں انکا ہاتھ بہت کھلا ہے۔ میں نے عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں پھلوں میں سے اپنا حصہ لے کر راہِ خدا عزوجل میں اور اپنے ساتھیوں پر خرچ کردیتا ہوں۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے سینہ پر دستِ اقدس مار کر تین مرتبہ فرمایا، خرچ کر اللہ عزوجل تجھ پر خرچ کریگا۔ اس دن کے بعد جب میں اللہ عزوجل کی راہ میں نکلتا تو میرے ساتھ ایک قافلہ ہوتا اور آج میں اپنے گھر والوں میں سب سے زیادہ مالدار اور خوشحال ہوں۔ (المعجم الاوسط، رقم ۸۵۳۶، ج ۶، ص ۲۱۰)

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آقائے مظلوم، سرورِ معصوم، حسنِ اخلاق کے پیکر، نبیوں کے تاجور، محبوبِ ربِّ اکبر صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلَّم نے فرمایا، اے بلال! حالتِ فقر میں مرنا اور مالدار ہو کر نہ مرنا۔ میں نے عرض کیا، میں ایسا کس طرح کرسکتا ہوں؟ ارشاد فرمایا، جو رزق تجھے حاصل ہوا سے مت چھپا اور اگر تجھ سے سوال کیا جائے تو منع نہ کر۔ تو میں نے عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں ایسا کیوں کر کرسکتا ہوں؟ فرمایا، یا یہ کرلو یا جہنم لے لو۔

(مجمع الزوائد، کتاب الزکاۃ، باب فی الادخار، رقم ۴۶۹۱، جلد ۳، ص ۳۱۱)

حضرتِ سیدنا ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ سرورِ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، اللہ عزوجل قیامت کے دن دو بندوں کو زندہ فرمائے گا، جن کو دنیا میں کثیر مال اور اولاد سے نوازا تھا، پھر ایک سے ارشاد فرمائے گا، اے فلاں بن فلاں! وہ عرض کریگا، لبیک میرے رب! میں حاضر ہوں۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا، کیا میں نے تجھے مال اور کثیر اولاد عطا نہ فرمائی تھی؟ وہ عرض کریگا، کیوں نہیں۔ اللہ عزوجل فرمائے گا، تُو نے میرے عطا کردہ مال کا کیا کیا؟ وہ عرض کریگا، میں نے اسے محتاجی کے خوف سے اپنے بچوں کے لئے چھوڑ دیا۔ اللہ عزوجل فرمائے گا، اگر تو حقیقت جان لیتا تو ہنستا کم اور روتا زیادہ، کیونکہ جس چیز کا تجھے اپنے بچوں پر خوف تھا میں نے انہیں اسی میں مبتلا کر دیا۔

پھر دوسرے بندے سے فرمائے گا، اے فلاں بن فلاں! وہ عرض کریگا، لبیک ای رب وسعد یک اے میرے رب عزوجل! میں حاضر ہوں۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا، کیا میں نے تجھے کثرت سے مال اور اولاد عطا نہیں فرمائی تھی؟ وہ عرض کریگا، یا رب عزوجل! کیوں نہیں۔ اللہ عزوجل فرمائے گا، تو نے میرے عطا کردہ مال کے ساتھ کیا کیا؟ وہ عرض کریگا، یا رب عزوجل! میں نے اسے تیری طاعت میں خرچ کیا اور موت کے بعد اپنے بچوں کے لئے تیری عطا پر بھروسہ کیا۔ تو اللہ عزوجل فرمائے گا، اگر تو حقیقت جان لیتا تو روتا کم اور ہنستا زیادہ، تو نے جو بھروسہ کیا تھا میں نے تیری اولاد کے ساتھ وہی معاملہ کیا۔ (المعجم الاوسط، باب العین، رقم ۴۳۸۳، ج ۳، ص ۲۱۷)

(556) وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: مَا سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْاِسْلَامِ شَيْئًا اِلَّا اَعْطَاهُ، وَلَقَدْ جَاءَهُ رَجُلٌ، فَاَعْطَاهُ غَنَمًا بَيْنَ جَبَلَيْنِ، فَرَجَعَ اِلٰى قَوْمِهٖ، فَقَالَ: يَا قَوْمِ، اَسْلِمُوْا فَاِنَّ مُحَمَّدًا يُّعْطِيْ عَطَاءً مَّنْ لَّا يَخْشَى الْفَقْرَ، وَاِنْ كَانَ الرَّجُلُ لَيُسْلِمُ مَا يُرِيْدُ اِلَّا الدُّنْيَا، فَمَا يَلْبَثُ اِلَّا يَسِيْرًا حَتّٰى يَكُوْنَ الْاِسْلَامُ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِنَ الدُّنْيَا وَمَا عَلَيْهَا۔ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

حضرت انس ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے جب بھی اسلام کے نام پر سوال کیا گیا۔ آپ ضرور عطا فرماتے۔ ایک آدمی آپ کے پاس حاضر ہوا تو آپ نے اس کو دو پہاڑوں کے درمیان بکریاں عطا فرمائیں وہ اپنی قوم کی طرف لوٹا اور کہنے لگا۔ اے میری قوم مسلمان ہو جاؤ کہ محمد (ﷺ) عطا کرتے ہیں کہ محتاجی کا خطرہ نہیں رہتا۔ بے شک کئی دفعہ یہ ہوا کہ آدمی صرف دنیا کے لیے اسلام قبول کرتا ہے پھر تھوڑے عرصہ بعد اسلام اس کو دنیا اور جو دنیا پر ہے ہر چیز سے بڑھ کر پیارا ہو جاتا۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب ما سئل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شیئًا قط فقال لا، ج۷، ص۷۴، رقم: ۶۱۶۱ السنن الکبرٰی للبیهقی، باب من یعطی من المؤلفة قلوبهم، ج۷، ص۱۹، رقم: ۱۳۵۶۶ مسند ابی یعلی، مسند انس بن مالک، ج۶، ص۲۷۱، رقم: ۳۸۸۰ جامع الاصول لابن اثیر، الکتاب الاول فی السخا والکرم، ج۵، ص۵، رقم: ۲۹۸۲)

شرح حدیث: حکیم الاُمّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان لکھتے ہیں:

یعنی اتنی زیادہ بکریاں مانگیں جن سے دو پہاڑوں کے درمیان کا سارا جنگل بھرا ہوا تھا یہ سب بکریاں حضور انور کی اپنی تھیں کہ غزوہ حنین میں مال غنیمت کے خمس میں اتنی بکریاں آپ کو ملی تھیں اور سرورِ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے بغیر دغدغہ بے تأمل یہ سب اسے عطا فرمادیں۔ بعض روایات میں ہے کہ سائل نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ بکریاں دیکھ کر عرض کیا تھا یا رسول اللہ حضور تو بڑے مالدار ہوگئے فرمایا کیسے، اس نے عرض کیا کہ اتنی زیادہ بکریاں آپ کی اکیلے کی مِلک ہیں، فرمایا جا سب تجھے عطا فرمادیں لے جا، وہ حیرت سے حضور کا منہ تکتا رہ گیا۔

خیال رہے کہ داتا سخی ہے مگر اس کی دین کے دروازے مختلف ہیں کسی کو جمال دکھا کر ایمان بخش دیا، کسی کو جود و نوال یعنی سخاوت دکھا کر اپنا متوالا بنالیا، کسی کو میدان جہاد میں جلال الٰہی دکھا کر مؤمن بنادیا ہم جیسے دور افتادہ غلاموں کو اپنا نام سنا کر ایمان دے دیا۔ ان کا نام، ان کے کام، ان کی صورت، ان کی سیرت سب ہی ایمان بخشنے کا ذریعہ ہیں اس بدوی نے اسی عطا کو حضور کی نبوت کی دلیل بنایا مع اپنی قوم کے مسلمان ہوگیا وہ بکریاں کیا ملیں کہ انہیں ایمان مل گیا۔ خیال رہے کہ کسی سے مانگنا عیب ہے اس سے منع فرمایا گیا ہے مگر اللہ رسول سے مانگنا ہم سب کے لیے باعث فخر ہے۔

(مرآۃ المناجیح، ج ۸، ص ۶۵)

حاجت مند سائل

حضرت سیدنا احمد بن ناصح المصیصی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: ایک غریب شخص بہت عبادت گزار اور کثیر العیال تھا۔ گھر کا خرچ وغیرہ اس طرح چلتا کہ گھر والے اُون کی رسیاں بناتے اور وہ انہیں فروخت کر کے کھانے پینے کا سامان خرید لاتا، جتنا مل جاتا اسی کو کھا کر اللہ عزوجل کا شکر ادا کرتے۔

حسبِ معمول ایک مرتبہ وہ نیک شخص اُون کی رسیّاں بیچنے بازار گیا۔ جب رسیّاں بِک گئیں تو وہ گھر والوں کے لئے کھانے کا سامان خریدنے لگا۔ اتنے میں اس کا ایک دوست اس کے پاس آیا اور کہا: میں سخت حاجت مند ہوں، مجھے کچھ رقم دے دو۔ اس رحم دل عبادت گزار شخص نے وہ ساری رقم اس غریب حاجت مند سائل کو دے دی اور خود خالی ہاتھ گھر لوٹ آیا۔

جب گھر والوں نے پوچھا: کھانا کہاں ہے؟ تو اس نے جواب دیا: مجھ سے ایک حاجت مند نے سوال کیا وہ ہم سے زیادہ حاجت مند تھا لہٰذا میں نے ساری رقم اس کو دے دی۔ گھر والوں نے کہا: اب ہم کیا کھائیں گے؟ ہمارے پاس تو گھر میں کچھ بھی نہیں۔ اس نیک شخص نے گھر میں نظر دوڑائی تو اسے ایک ٹوٹا ہوا پیالہ اور گھڑا نظر آیا۔ اس نے وہ دونوں چیزیں لیں اور بازار کی طرف چل دیا اس اُمید پر کہ شاید انہیں کوئی خرید لے اور میں کچھ کھانے کا سامان لے آؤں۔

چنانچہ وہ بازار پہنچا لیکن کسی نے بھی اس سے وہ ٹوٹا ہوا پیالہ اور گھڑا نہ خریدا۔ اتنے میں ایک شخص گزرا جس کے پاس

ایک خراب پھولی ہوئی مچھلی تھی، مچھلی والے نے کہا: تُو میرا خراب مال اپنے خراب مال کے بدلے خرید لے یعنی یہ ٹوٹا ہوا پیالہ اور گھڑا مجھے دے دے اور مجھ سے یہ پھولی ہوئی خراب مچھلی لے لے۔ اس عابد شخص نے یہ سودا منظور کر لیا اور خراب مچھلی لے کر گھر پلٹ آیا اور گھر والوں کے حوالے کر دی۔

جب انہوں نے اس مچھلی کو دیکھا تو کہنے لگے: ہم اس بے کار مچھلی کا کیا کریں؟ اس عابد شخص نے کہا: تم اسے بھون لو ہم اسے ہی کھالیں گے، اللہ عزوجل کی ذات سے اُمید ہے کہ وہ مجھے رزق ضرور عطا کریگا۔ چنانچہ گھر والوں نے مچھلی کو کاٹنا شروع کر دیا، جب اس کا پیٹ چاک کیا تو اس کے اندر سے ایک نہایت قیمتی موتی نکلا، گھر والوں نے اس عابد کو خبر دی۔ اس نے کہا: دیکھو! اس موتی میں سوراخ ہے یا نہیں۔ اگر سوراخ ہے تو یہ کسی کا استعمالی موتی ہوگا اور ہمارے پاس یہ امانت ہے۔ اگر اس میں سوراخ نہیں تو پھر یہ رزق ہے جسے اللہ ربّ العزت عزوجل نے ہمارے لئے بھیجا ہے۔ جب اس موتی کو دیکھا گیا تو اس میں سوارخ وغیرہ نہیں تھا، وہ کسی کا استعمالی موتی نہیں تھا۔ ان سب نے اللہ عزوجل کا شکر ادا کیا۔

پھر جب صبح ہوئی تو وہ عابد شخص اس موتی کو لے کر جوہری کے پاس گیا اور اس سے پوچھا: اس موتی کی کتنی قیمت ہوگی؟ جب جوہری نے وہ موتی دیکھا تو اس کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں اور وہ حیران ہو کر کہنے لگا: تیرے پاس یہ موتی کہاں سے آیا ہے؟ اس نیک آدمی نے جواب دیا: ہمیں اللہ ربّ العزت عزوجل نے یہ رزق عطا فرمایا ہے۔ جوہری نے کہا: یہ تو بہت قیمتی موتی ہے اور میں تو اس کی صرف تیس ہزار (درہم) قیمت ادا کر سکتا ہوں، حقیقت یہ ہے کہ اس کی مالیت اس سے کہیں زیادہ ہے۔ تم ایسا کرو کہ فلاں جوہری کے پاس چلے جاؤ وہ تمہیں اس کی پوری قیمت دے سکے گا۔

چنانچہ وہ نیک شخص اس موتی کو لے کر دوسرے جوہری کے پاس پہنچا۔ جب اس نے قیمتی موتی دیکھا تو وہ بھی اسے دیکھ کر حیران رہ گیا اور پوچھا: یہ تمہارے پاس کہاں سے آیا؟ اس عابد نے وہی جواب دیا کہ یہ ہمیں اللہ عزوجل کی طرف سے رزق عطا کیا گیا ہے۔ جوہری نے کہا: اس کی قیمت کم از کم ستر ہزار (درہم) ہے، مجھے تو اس شخص پر افسوس ہو رہا ہے جس نے تمہیں اتنا قیمتی موتی دیا ہے۔ بہر حال ستر ہزار درہم لے لو اور یہ موتی مجھے دے دو۔

میں تمہارے ساتھ دو مزدور بھیجتا ہوں، وہ ساری رقم اٹھا کر تمہارے گھر تک چھوڑ آئیں گے۔ چنانچہ اس جوہری نے دو مزدوروں کو درہم دے کر اس نیک شخص کے ساتھ روانہ کر دیا۔ جب وہ عابد اپنے گھر پہنچا تو اس کے پاس ایک سائل آیا اور اس نے کہا: مجھے اس مال میں سے کچھ مال دے دو جو تمہیں اللہ عزوجل نے عطا کیا ہے۔

تو اس نیک شخص نے کہا: ہم بھی کل تک تمہاری طرح محتاج اور غریب تھے۔ یہ لو تم اس میں سے آدھا مال لے جاؤ۔ پھر اس نے مال تقسیم کرنا شروع کر دیا۔ یہ دیکھ کر اس سائل نے کہا: اللہ عزوجل تمہیں برکتیں عطا فرمائے، میں تو اللہ عزوجل کا ایک فرشتہ ہوں، مجھے تمہاری آزمائش کے لئے بھیجا گیا تھا۔ (عُیُونُ الحِکَایَات صفحہ ۲۱۲۔ ۲۱۳)

(557) وَعَنْ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ، قَالَ: قسم حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ

رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَسْمًا، فَقُلْتُ: یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ، لَغَیْرُ ھٰؤُلَاءِ کَانُوْا اَحَقَّ بِہٖ مِنْھُمْ؟ فَقَالَ: "اِنَّھُمْ خَیَّرُوْنِیْ اَنْ یَّسْاَلُوْنِیْ بِالْفُحْشِ، اَوْ یُبَخِّلُوْنِیْ، وَلَسْتُ بِبَاخِلٍ رَوَاہُ مُسْلِمٌ.

نے ایک تقسیم فرمائی میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! ان کے سوا کچھ اور لوگ زیادہ حقدار تھے فرمایا انہوں نے مجھے اختیار دیا ہے۔ کہ مجھ سے سخت انداز میں سوال کریں اور میں دوں' یا مجھے بخل کی طرف منسوب کریں حالانکہ میں بخیل نہیں ہوں۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب اعطا من سال بفحش وغلظۃ، ج۲ص۱۰۲، رقم: ۲۴۷۵، مسند امام احمد بن حنبل، مسند عمر بن الخطاب، ج۱ص۳۵، رقم: ۲۳۴، جامع الاصول لابن اثیر، الکتاب الاول فی السخا والکرم، ج۹ص۳، رقم: ۲۹۷۹)

شرح حدیث: سرکارِ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سخاوت

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ایک اُس دن کی عطا سخی بادشاہوں کی عمر بھر کی داد و دِہش (یعنی سخاوت وبخشش) سے زائد تھی، جنگل غنائم سے بھرے ہوئے ہیں اور حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) عطا فرمار ہے ہیں اور مانگنے والے ہجوم کرتے چلے آتے ہیں اور حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) پیچھے ہٹتے جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ جب سب اَموال تقسیم ہولئے ایک اَعرابی (یعنی عرب کے دیہات میں رہنے والے) نے رِدائے مبارک (یعنی چادر مبارک) بدنِ اقدس پر سے کھینچ لی کہ شانہ وپشتِ مبارک پر اس کا نشان بن گیا، اس پر اِتنا فرمایا: اے لوگو! جلدی نہ کرو، واللہ کہ تم مجھ کو کسی وقت بخیل نہ پاؤ گے۔

(ملتقطاً صحیح البخاری، کتاب الجہاد والسیر، باب الشجاعۃ فی الحرب۔۔۔۔۔۔الخ، الحدیث ۲۸۲۱، ج۲، ص۲۶۰)

حق ہے، اے مالک عرش (عَزَّ وَجَلَّ) کے نائبِ اکبر! قسم ہے اس کی جس نے حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) کو حق کے ساتھ بھیجا کہ دونوں جہان کی نعمتیں حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) ہی کی عطا ہیں۔ دونوں جہان حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) کی عطا سے ایک حصہ ہیں۔

فَاِنَّ مِنْ جُوْدِكَ الدُّنْیَا وَضَرَّتَھَا وَمِنْ عُلُوْمِكَ عِلْمَ اللَّوْحِ وَالْقَلَمِ

بے شک دنیا وآخرت حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) کی بخشش سے ایک حصہ ہیں اور لوح وقلم کے تمام علوم مَاکَانَ وَمَایَکُوْن (یعنی گذشتہ وآئندہ) حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) کے علوم سے ایک ٹکڑا۔

صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْكَ وَسَلَّمَ وَعَلٰی اٰلِكَ وَصَحْبِكَ وَبَارَكَ وَکَرَّمَ

(558) وَعَنْ جُبَیْرِ بْنِ مُطْعِمٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ، قَالَ: بَیْنَمَا ھُوَ یَسِیْرُ مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَقْفَلَہٗ مِنْ حُنَیْنٍ، فَعَلِقَہُ الْاَعْرَابُ

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ نبی اکرم ﷺ کے ساتھ غزوۂ حنین سے واپسی پر چلے آرہے تھے کہ کچھ عرب دیہاتی آپ کو چمٹ گئے آپ سے

يَسْأَلُوْنَهُ، حَتّٰى اضْطَرُّوْهُ إِلٰى سَمُرَةٍ. فَخَطِفَت رِدَاءُهُ. فَوَقَفَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَقَالَ: "أَعْطُوْنِيْ رِدَائِيْ، فَلَوْ كَانَ لِيْ عَدَدُ هٰذِهِ الْعِضَاهِ نَعَمًا، لَقَسَمْتُهُ بَيْنَكُمْ. ثُمَّ لَا تَجِدُوْنِيْ بَخِيْلًا وَّلَا كَذَّابًا وَّلَا جَبَانًا" رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

سوال کرنے لگے' حتیٰ کہ نبی اکرم ﷺ کو کیکر کے درخت کی طرف لے گئے' تو آپ کی چادر درخت سے الجھ گئی پس آپ ﷺ ٹھہر گئے۔ آپ نے فرمایا: میری چادر دو اگر میرے پاس ان کانٹے دار درختوں کے برابر جانور ہوتے تو وہ سب میں تم میں بانٹ دیتا تم مجھے بخیل' جھوٹا یا بزدل نہ پاؤ گے۔ (بخاری)

"مَقْفَلَهُ" أَيْ: فِيْ حَالِ رُجُوْعِهِ وَ"السَّمُرَةُ": شَجَرَةٌ. وَ"الْعِضَاهُ": شَجَرٌ لَّهُ شَوْكٌ.

مَقْفَلَهُ: یعنی اپنے حال پر لوٹنے کے وقت۔ اَلسَّمُرَةُ: ایک قسم کا درخت ہے۔ عِضَاهُ: کانٹے دار درخت۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب الشجاعة فی الحرب والجبن، ج۲ص۲۳، رقم: ۲۸۲۲، صحیح ابن حبان، باب الغنائم وقسمتها، ج۱۱ص۱۳۹، رقم: ۴۸۲۰، السنن الكبرىٰ للبيهقي، باب لا يقطع من غل في الغنيمة ولا يحرق متاعه، ج۲ص۳۵۲، رقم: ۱۸۶۷۳، سنن سعيد بن منصور، باب ما جاء في قسمة الغنائم، ج۲ص۲۷۵، رقم: ۲۷۵۴، مسند امام احمد بن حنبل، حديث جبير بن مطعم رضي الله عنه، ج۶ص۸۱۱، رقم: ۱۶۸۲۱، مسند البزار، مسند جبير بن مطعم، ج۲ص۷، رقم: ۳۴۲۰)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان لکھتے ہیں:

آپ جبیر ابن مطعم ابن عدی ابن نوفل ابن عبد مناف ہیں، قریشی ہیں، بڑے عالم ہیں، حضرت ابوبکر صدیق کے شاگرد اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں۔ (اشعہ)

حنین ایک جنگل ہے جو مکہ معظمہ اور طائف کے درمیان ہے، فقیر نے اس کی زیارت کی ہے۔ غزوہ حنین فتح مکہ کے بعد واقع ہوا، اسی علاقہ بلکہ اسی قوم کی حضرت حلیمہ دائی تھیں یعنی قبیلہ بنی ہوازن کی اس لیے حضور انور نے تمام قیدیوں کو آزاد فرمادیا جو اس غزوہ میں گرفتار ہوئے تھے۔

(مجھے میری چادر تو دے دو) اس غزوہ میں مال غنیمت بہت زیادہ مسلمانوں کو ملا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مال میں سے زیادہ فتح مکہ میں مسلمان ہونے والے مؤلفۃ القلوب کو بہت مال عطا فرمایا تھا، گذشتہ حدیث کا بکریوں والا واقعہ بھی اس موقعہ پر ہوا تھا۔ (اشعۃ اللمعات) یہ لوگ حضور سے ایسے لپٹ گئے تھے جیسے فقراء و مساکین ایک کریم غنی کو گھیر لیں حضور کسی منگتے کو ہٹایا نہیں کرتے عضاء جمع ہے عضاۃ کی بمعنی درخت خاردار ببول ہو یا کوئی اور درخت۔

اور یہاں شجاعت صدق کا ذکر اپنے فضائل کی تکمیل کے لیے بیان فرمایا یعنی مجھے اللہ تعالیٰ نے ان تین عیبوں سے بری کیا بخل، بزدلی، جھوٹ۔ حضور انور سخی نہیں بلکہ جواد ہیں، خود نہ کھائیں زمانہ بھر کو کھلائیں۔ شعر

وہ آقا جو کہ خود کھائے کھجوریں اور غلاموں کو کھلائے نعمتیں دنیا کی کب ایسا کہیں دیکھا

(مرآۃ المناجیح، ج ۸، ص ۶۶)

(559) وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "مَا نَقَصَتْ صَدَقَةٌ مِّنْ مَّالٍ، وَمَا زَادَ اللّٰهُ عَبْدًا بِعَفْوٍ اِلاَّ عِزًّا، وَّمَا تَوَاضَعَ اَحَدٌ لِلّٰهِ اِلاَّ رَفَعَهُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ - رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: صدقہ مال کو کم نہیں کرتا' معاف کر دینے سے اللہ تعالیٰ بندے کی عزت میں ہی اضافہ فرما دیتا ہے' جو کوئی اللہ عزوجل کے لیے عاجزی اختیار کرے تو اللہ عزوجل اس کو بلندی عطا فرماتا ہے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم' باب استحباب العفو والتواضع' ج۸ص۲۱' رقم: ۶۷۵۷' السنن الکبریٰ للبیہقی' باب شھادۃ اھل العصبیۃ' ج۱۰ص۲۳۵' رقم: ۲۱۶۲۰' سنن الدارمی' باب فی فضل الصدقۃ' ج۱ص۴۸۶' رقم: ۱۶۷۶' مسند امام احمد بن حنبل' مسند ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ' ج۲ص۳۸۶' رقم: ۸۹۹۶' مسند ابویعلیٰ' مسند شھر بن حوشب عن ابی ھریرۃ' ج۱۱ص۳۴۴' رقم: ۶۴۵۸)

شرح حدیث: صدقہ مال کو بڑھاتا ہے

حضور نبیِ پاک، صاحبِ لَولاک، سیّاحِ اَفلاک صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ والاشان ہے: اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے! تین چیزیں ایسی ہیں کہ اگر میں قسم کھاتا تو ان پر کھاتا: (۱) صدقہ سے مال کم نہیں ہوتا پس صدقہ کیا کرو (۲) کوئی شخص کسی دوسرے کی زیادتی کو اللہ عَزَّ وَجَلَّ کی رضا جوئی کے لئے معاف کردے تو بروزِ قیامت اللہ عَزَّ وَجَلَّ اس کی عزت میں اضافہ فرمائے گا اور (۳) جو شخص اپنے اوپر سوال کا دروازہ کھول لیتا ہے اللہ عَزَّ وَجَلَّ اس پر محتاجی کا دروازہ کھول دیتا ہے۔

(جامع الترمذی، ابواب الزھد، باب ماجاء مثل الدنیا مثل أربعۃ نفر، الحدیث ۲۳۲۵، ص ۱۸۸۶)

نبیِّ مُکَرَّم، نُورِ مُجسَّم، رسولِ اَکرم، شہنشاہِ بنی آدم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ ذیشان ہے: عاجزی وانکساری بندے کے مرتبے میں اضافہ کرتی ہے پس تواضع اختیار کرو اللہ عَزَّ وَجَلَّ تمہیں رفعت عطا فرمائے گا، درگزر کرنا بندے کی عزت کو بڑھاتا ہے پس معاف کیا کرو اللہ عَزَّ وَجَلَّ تمہیں عزت عطا فرمائے گا اور صدقہ مال کو بڑھاتا ہے پس صدقہ کرو اللہ عَزَّ وَجَلَّ تم پر رحم فرمائے گا۔

نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے:

مَنْ دَعَا عَلٰی مَنْ ظَلَمَہ، فَقَدِ انْتَصَرَ۔

ترجمہ: جس نے اپنے اوپر ظلم کرنے والے کے خلاف بددعا کی اس نے اپنا بدلہ لے لیا۔

(جامع الترمذی، کتاب الدعوات، باب من دعا علی من ظلمہ فقد انتصر، الحدیث ۳۵۵۲، ص ۲۰۱۷)

عفو کا معنی یہ ہے کہ کسی کے ذمہ انسان کا حق ہو اور اسے چھوڑ دے جیسے قصاص، مال یا تاوان چھوڑ دینا۔

اللہ عَزَّ وَجَلَّ کا فرمانِ نصیحت نشان ہے:

خُذِ الْعَفْوَ

ترجمۂ کنزالایمان: اے محبوب! معاف کرنا اختیار کرو۔ (پ9، الاعراف:199)

اللہ رب العزت کا فرمانِ حقیقت نشان ہے:

وَ اَنْ تَعْفُوْۤا اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى

ترجمۂ کنزالایمان: اور اے مردو! تمہارا زیادہ دینا پرہیزگاری سے نزدیک تر ہے۔ (پ2، البقرۃ:237)

(560) وَعَنْ اَبِیْ كَبْشَةَ عَمْرِو بْنِ سَعْدٍ الْاَنْمَارِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: اَنَّهُ سَمِعَ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُوْلُ: "ثَلَاثَةٌ اُقْسِمُ عَلَيْهِنَّ، وَاُحَدِّثُكُمْ حَدِيْثًا فَاحْفَظُوْهُ: مَا نَقَصَ مَالُ عَبْدٍ مِّنْ صَدَقَةٍ، وَّلَا ظُلِمَ عَبْدٌ مَّظْلَمَةً صَبَرَ عَلَيْهَا اِلَّا زَادَهُ اللهُ عِزًّا، وَّلَا فَتَحَ عَبْدٌ بَابَ مَسْاَلَةٍ اِلَّا فَتَحَ اللهُ عَلَيْهِ بَابَ فَقْرٍ - اَوْ كَلِمَةً نَّحْوَهَا - وَاُحَدِّثُكُمْ حَدِيْثًا فَاحْفَظُوْهُ، قَالَ: "اِنَّمَا الدُّنْيَا لِاَرْبَعَةِ نَفَرٍ: عَبْدٍ رَزَقَهُ اللهُ مَالًا وَّعِلْمًا، فَهُوَ يَتَّقِيْ فِيْهِ رَبَّهُ، وَيَصِلُ فِيْهِ رَحِمَهُ، وَيَعْلَمُ لِلّٰهِ فِيْهِ حَقًّا، فَهٰذَا بِاَفْضَلِ الْمَنَازِلِ. وَعَبْدٍ رَزَقَهُ اللهُ عِلْمًا، وَّلَمْ يَرْزُقْهُ مَالًا، فَهُوَ صَادِقُ النِّيَّةِ، يَقُوْلُ: لَوْ اَنَّ لِيْ مَالًا لَّعَمِلْتُ بِعَمَلِ فُلَانٍ، فَهُوَ بِنِيَّتِهِ، فَاَجْرُهُمَا سَوَاءٌ. وَعَبْدٍ رَزَقَهُ اللهُ مَالًا، وَّلَمْ يَرْزُقْهُ عِلْمًا، فَهُوَ يَخْبِطُ فِيْ مَالِهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ، لَا يَتَّقِيْ فِيْهِ رَبَّهُ، وَلَا يَصِلُ فِيْهِ رَحِمَهُ، وَلَا يَعْلَمُ لِلّٰهِ فِيْهِ حَقًّا، فَهٰذَا

حضرت ابو کبشہ عمرو بن سعد انماری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا۔ تین باتوں پر قسم بیان کرتا ہوں اور ایک بات بتاتا ہوں اس کو یاد رکھنا۔ صدقہ سے بندے کا مال کم نہیں ہوتا۔ بندہ مظلوم ہونے کے باوجود صبر کرے تو اللہ اس کی عزت میں اضافہ فرما دیتا ہے۔ اور جو بندہ سوال کا دروازہ کھولے اس پر اللہ محتاجی کا دروازہ کھول دیتا ہے۔ یا اسی طرح کی بات فرمائی۔ اور میں تم کو ایک بات بتاتا ہوں اس کو یاد رکھنا۔ دنیا چار آدمیوں کے لیے ہے۔ ایک بندہ کو اللہ نے مال عطا کیا اور علم دیا وہ اس میں اپنے ربّ سے ڈرتا ہے۔ صلہ رحمی کرتا ہے۔ اور اس میں اللہ کے حق کو پہچانتا ہے۔ یہ سب سے بلند مرتبہ والا ہے۔ اور ایک بندہ جس کو اللہ تعالیٰ نے علم دیا اور مال نہ دیا وہ سچی نیت والا ہے۔ کہتا ہے کہ اگر میرے پاس مال ہوتا میں فلاں کی طرح کرتا تو اس کی یہ نیت کام آئے گی۔ ان دونوں کا ثواب برابر ہے۔ اور ایک بندہ جس کو

بِأَخْبَثِ الْمَنَازِلِ. وَعَبْدٍ لَمْ يَرْزُقْهُ اللهُ مَالًا وَّلَا عِلْمًا فَهُوَ يَقُوْلُ: لَوْ اَنَّ لِيْ مَالًا لَّعَمِلْتُ فِيْهِ بِعَمَلِ فُلَانٍ، فَهُوَ بِنِيَّتِهٖ، فَوِزْرُهُمَا سَوَاءٌ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: "حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ".

اللہ نے مال دیا اور علم نہ دیا وہ علم کے بغیر مال میں ٹیڑھا چلتا ہے۔ اس میں صلہ رحمی نہیں کرتا اس میں اللہ کا حق نہیں جانتا۔ یہ سب سے بری جگہ میں ہے۔ اور ایک بندہ جس کو اللہ تعالیٰ نے مال اور علم دونوں نہیں دیے۔ لیکن وہ کہتا ہے اگر میرے پاس مال ہوتا تو فلاں کی طرح خرچ کرتا۔ تو اس کی نیت اس کے آگے ہے اور ان دونوں کا گناہ برابر ہے۔ اسے امام ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ما جاء مثل الدنیا مثل اربعۃ نفر، ج۴ص۵۶۲، رقم: ۲۳۲۵)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان لکھتے ہیں:

آپ کا نام عمرو بن سعد ہے یا سعد ابن عمرو یا عامر ابن سعد صحابی ہیں، آخر زمانہ میں شام میں رہے۔

(تمہیں خبر دیتا ہوں) یعنی تین خبریں قسم سے بیان کرتا ہوں اور ایک خبر بغیر قسم کے۔ خیال رہے کہ حضور انور کی خبر خواہ قسم سے ہو یا بغیر قسم بالکل حق اور درست ہے، حضور کی خبر کا درست ہونا ایسا ہی لازم وضروری ہے جیسے اللہ تعالیٰ کی خبر کا حق ہونا لازم ہے کہ رب تعالیٰ کا جھوٹ بھی ناممکن ہے اور نبی کا جھوٹ بھی ناممکن اگرچہ وہ بالذات ہے یہ محال بالغیر جیسے رب تعالیٰ کی قسمیں تاکید کے لیے ہوتی ہیں ایسے ہی حضور انور کی قسمیں تاکید کلام کے لیے ہیں۔

(مال صدقہ سے نہیں گھٹتا) یہاں صرف اقسم فرما کر قسم کھائی گئی و اللہ، باللہ نہیں فرمایا یہ بھی قسم کا ایک طریقہ ہے۔ صدقہ سے مراد ہر خیرات ہے فرضی ہو یا نفلی۔ تجربہ شاہد ہے کہ خیرات سے مال بڑھتا ہے گھٹتا نہیں۔ آزما کر دیکھ لو میرا رب سچا، اس کے رسول سچے صلی اللہ علیہ وسلم۔ صدقہ سے دنیا میں برکت آخرت میں ثواب ہے۔ فقیر کا تجربہ تو یہ ہے کہ صدقہ والے مال کو عموماً حاکم، حکیم، وکیل چور نہیں کھاتے دنیاوی نقصانات بھی بہت کم ہوتے ہیں۔

(جس پر وہ صبر کرے) یہاں صبر سے مراد اخلاقی صبر ہے نہ کہ مجبوری کا صبر۔ صبر، معافی تحمل کی جو آیات منسوخ ہیں ان میں مجبوری کا صبر ہی مراد ہے، رب فرماتا ہے: فَاعْفُوْا وَاصْفَحُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ۔

(عزت بڑھاتا ہے) چنانچہ یوسف علیہ السلام نے اپنے دربار میں آئے ہوئے بھائیوں کو معافی دی، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے موقع پر تمام اہل مکہ کو معافی دے دی جن سے عمر بھر ظلم وستم دیکھے تھے، دیکھ لو آج تک ان حضرات کی واہ واہ ہو رہی ہے یہ ہے عزت بڑھنا۔ شعر

صدقے اس انعام کے قربان اس احسان کے
ہو رہی دونوں عالم میں تمہاری واہ واہ

(فقیری کا دروازہ کھول دیتا ہے) تجربہ شاہد ہے کہ پیشہ ور بھکاریوں کے پاس اولاً تو مال جمع ہوتا ہی نہیں، اگر ہو جائے تو وہ اس سے فائدہ نہیں اٹھاتے جمع کر کے چھوڑ جاتے ہیں، انکے مال میں برکت نہیں ہوتی۔ مرقات میں ان کی مثال اس کتے سے دی ہے جو منہ میں ٹکڑا لیے شفاف وصاف نہر پر گزرے اس میں اپنے عکس کو دیکھ کر سمجھے کہ یہ دوسرا کتا ہے اس سے ٹکڑا چھین لینے کے لیے اس پر منہ پھاڑ کر حملہ کرے اپنا ٹکڑا بھی کھو بیٹھے۔

(مال اور علم دونوں دے) علم سے مراد علم دین ہے۔ معلوم ہوا علم دین بھی اللہ تعالیٰ کی دنیاوی نعمتوں سے ایک اعلیٰ نعمت ہے۔ علماء فرماتے ہیں کہ مال سانپ ہے علم دین تریاق، ہمیشہ تریاق کے ساتھ زہر مفید ہوتا ہے، بغیر تریاق ہلاک کر دیتا ہے۔

(ان کے حق کے مطابق عمل کرتا ہے) اگرچہ بحقہ میں سارے سلوک، صدقات داخل ہیں مگر چونکہ عزیزوں قرابت داروں کے حقوق ادا کرنا بہترین عبادت ہے اور تمام صدقات میں اعلیٰ وافضل اس لیے اس کا ذکر علیحدہ فرمایا گیا۔

(یہ بہترین درجوں میں ہے) اس لیے کہ یہ شخص دین ودنیا دونوں جگہ سرخرو شاد آباد رہے گا کیونکہ وہ مال کمائے گا حکم الٰہی کے مطابق، خرچ کرے گا اسی کے مطابق، جمع کرے گا اسی فرمان کے ماتحت۔ مال کی آمد، جمع، خرچ سب شریعت کے مطابق چاہیے۔

(ان دونوں کا ثواب برابر ہے) معلوم ہوا کہ نیکی کی تمنا بھی نیکی ہے۔ غریب عالم خواہ زبان سے تمنا کرے یا فقط دل سے بہر حال ثواب برابر ہی ہے۔

(وہ اپنے مال میں بغیر علم خلط ملط ہی کرتا ہے) یتخبط بنا ہے خبط سے بمعنی بے فائدہ ہاتھ پاؤں مارنا خلط ملط کرنا اس لیے دیوانگی کو تخبط کہتے ہیں، دیوانہ کو خبطی کہ وہ ہر طرح بے فائدہ ہاتھ پاؤں مارتا ہے، رب تعالیٰ فرماتا ہے: يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطٰنُ مِنَ الْمَسِّ یعنی وہ ہر حرام وحلال طریقے سے مال کماتا ہے اور ہر حلال حرام جگہ خرچ کرتا رہتا ہے، نہ خود عالم ہے نہ علماء کی بات مانتا ہے جیسا کہ آج کل عام امیروں کا حال ہے۔

(نہ اس میں حق کے عمل کرتا ہے) ایسے لوگ اگر کبھی اچھی جگہ خرچ بھی کرتے ہیں تو اپنی ناموری کے لیے خرچ کرتے ہیں مگر بے فائدہ بلکہ مضر۔

(خبیث ترین درجہ والا ہے) کیونکہ اس کا مال اس کے لیے وبال ہے، مال کی وجہ سے اس پر گناہوں کے دروازے بہت کھل جاتے ہیں وہ مال کے نشہ میں نہ کرنے والے کام کرتا رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ عثانی مال دے ابوجہلی مال سے بچائے۔

(وہ اپنی نیت پر ہے) یعنی فلاں بدمعاش مالدار کی طرح میں بھی شراب پیتا، جوا کھیلتا، زنا کرتا۔ کروں کیا کہ یہ کام پیسہ سے ہوتے ہیں اور میرے پاس پیسہ نہیں۔

(دونوں کا گناہ برابر ہے) یعنی یہ بدنصیب بغیر کچھ کیے سب کچھ کر رہا ہے کرنے والوں کے ساتھ دوزخ میں جا رہا

ہے۔(مرآۃ المناجیح، ج ۷، ص ۱۲۹)

(561) وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا: أَنَّهُمْ ذَبَحُوا شَاةً، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَا بَقِيَ مِنْهَا؟ قَالَتْ: مَا بَقِيَ مِنْهَا إِلَّا كَتِفُهَا. قَالَ: "بَقِيَ كُلُّهَا غَيْرُ كَتِفِهَا" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: "حَدِيثٌ صَحِيحٌ". وَمَعْنَاهُ: تَصَدَّقُوا بِهَا إِلَّا كَتِفَهَا. فَقَالَ: بَقِيَتْ لَنَا فِي الْآخِرَةِ إِلَّا كَتِفَهَا.

حضرت عائشہ صدیقہ ﷞ سے روایت ہے کہ انہوں نے ایک بکری ذبح کی تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اس سے کیا بچا؟ عرض کی صرف ایک دستی۔ فرمایا: دستی کے سوا ساری بچ گئی۔ اسے امام ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ اس کا معنیٰ یہ ہے کہ دستی کے سوا ساری صدقہ کر دی تھی' تو فرمایا دستی ہمارے لیے آخرت میں باقی ہوگئی۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ما جاء فی صفة اوانی الحوض، ج۴ص۶۴۴، رقم: ۲۴۷۰، اتحاف الخیرة المهرة، کتاب النکاح، باب ما جاء فی الشواء، ج۴ص۳۰۰، رقم: ۳۶۱۵، جامع الاحادیث للسیوطی، حرف الباء، ج۱۱ص۱۳۳، رقم: ۱۰۴۱۱)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان لکھتے ہیں:

بکری ذبح کرنے والے بعض صحابہ کرام تھے یا بعض ازواج پاک، دوسرے احتمال کو محدثین نے ترجیح دی ہے، چونکہ ازواج پاک کو اہلِ بیت بھی کہا جاتا ہے اور یہ لفظ مذکر ہے اس لیے جمع مذکر کا صیغہ ارشاد ہوا، فرشتوں نے بی بی سارا زوجہ ابراہیم علیہما السلام سے عرض کیا تھا اَتَعْجَبِيْنَ مِنْ اَمْرِ اللهِ رَحْمَتُ اللهِ وَبَرَكٰتُهٗ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الْبَيْتِ۔

یعنی سارا گوشت خیرات کردیا گیا صرف شانہ بچا ہے غالبًا یہ گھر کے خرچ کے لیے رکھا گیا ہوگا اور یہ بکری صدقہ کے لیے ذبح نہ کی گئی ہوگی کہ صدقہ کا گوشت گھر کے خرچ کے لیے نہیں رکھا جاتا۔

یعنی جو راہِ خدا میں صدقہ دے دیا گیا وہ باقی اور لازوال ہوگیا اور جو اپنے کھانے کے لیے رکھا گیا وہ ہضم ہوکر فنا ہوجائے گا، رب تعالیٰ فرماتا ہے: مَا عِنْدَكُمْ يَنْفَدُ وَمَا عِنْدَ اللهِ بَاقٍ (النحل ۹۶)۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۳، ص ۱۴۵)

دو بادشاہ، ساحل سمندر پر

حضرت سیدنا عبدالرحمن بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے والد حضرت سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں: پہلی اُمتوں میں ایک بادشاہ تھا۔ خوب شان وشوکت سے اس کے دن رات گزر رہے تھے۔ ایک دن اس کی قسمت کا ستارہ چمکا اور وہ اپنی آخرت کے بارے میں غور وفکر کرنے لگا، اور سوچنے لگا کہ میں جن دنیاوی آسائشوں میں گم ہوکر اپنے رب عزوجل کو بھول چکا ہوں عنقریب یہ ساری نعمتیں مجھ سے منقطع ہوجائیں گی، میری حکومت وبادشاہت نے تو مجھے اپنے پاک پروردگار عزوجل کی عبادت سے غافل کر رکھا ہے۔

چنانچہ وہ رات کی تاریکی میں اپنے محل سے نکلا، اور ساری رات تیزی سے سفر کرتا رہا۔ جب صبح ہوئی تو وہ اپنے ملک کی

سرحد عبور کر چکا تھا۔ اس نے ساحلِ سمندر کا رخ کیا اور وہیں رہنے لگا۔ وہاں وہ اینٹیں بنا بنا کر بیچتا، جو رقم حاصل ہوتی اس میں سے کچھ اپنے خرچ کے لئے رکھ لیتا اور باقی سب صدقہ کر دیتا۔

اسی حالت میں اسے کافی عرصہ گزر گیا۔ بالآخر اس کی خبر اس ملک کے بادشاہ کو ہوئی، تو اس بادشاہ نے پیغام بھیجا: مجھ سے آ کر ملو۔ لیکن اس نے انکار کر دیا، اور بادشاہ کے پاس نہ گیا۔ بادشاہ نے پھر اپنا قاصد بھیجا اور اسے اپنے پاس بلوایا اس نے پھر انکار کر دیا، اور کہا: بادشاہ کو مجھ سے کیا غرض، اور مجھے بادشاہ سے کیا کام کہ میں اس کے پاس جاؤں۔

جب بادشاہ کو یہ بتایا گیا تو وہ خود گھوڑے پر سوار ہو کر ساحلِ سمندر پر آیا۔ جب اس نیک شخص نے دیکھا کہ بادشاہ میری طرف آ رہا ہے تو اس نے ایک طرف دوڑ لگا دی۔ بادشاہ نے جب اسے بھاگتے دیکھا تو وہ بھی اس کے پیچھے پیچھے بھاگنے لگا لیکن وہ بادشاہ کی نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ جب بادشاہ اسے نہ ڈھونڈ سکا تو بلند آواز سے کہا: اے اللہ عزوجل کے بندے! میں تجھ سے کچھ بھی نہیں کہوں گا، تو مجھ سے خوف زدہ نہ ہو (میں تجھ سے ملاقات کرنا چاہتا ہوں)۔

جب اس نیک شخص نے یہ سنا تو وہ بادشاہ کے سامنے آ گیا۔ بادشاہ نے اس سے کہا: اللہ عزوجل تجھے برکتیں عطا فرمائے، تو کون ہے؟ اور کہاں سے آیا ہے؟ اس نے اپنا نام بتایا اور کہا: میں فلاں ملک کا بادشاہ تھا، جب میں نے غور و فکر کیا تو مجھے معلوم ہوا کہ میں جس دنیا کی دولت میں مست ہوں، یہ تو عنقریب فنا ہو جائے گی، اور اس دولت و حکومت نے تو مجھے غفلت کی نیند سلا رکھا ہے۔

وہ ہے عیش و عشرت کا کوئی محل بھی	جہاں تاک میں ہر گھڑی ہو اجل بھی
بس اب اپنے اس جہل سے تو نکل بھی	یہ جینے کا انداز اپنا بدل بھی
جگہ جی لگانے کی دنیا نہیں ہے	یہ عبرت کی جا ہے تماشا نہیں ہے

چنانچہ میں نے اپنے تمام سابقہ گناہوں سے توبہ کی اور تمام دنیاوی آسائشوں کو چھوڑ کر دنیا سے الگ تھلگ اپنے رب عزوجل کی عبادت شروع کر دی، اللہ عزوجل میری اس کاوش کو اپنی بارگاہ میں قبول و منظور فرمائے۔ جب بادشاہ نے یہ سنا، تو کہنے لگا: میرے بھائی! جو کچھ تو نے کیا میں تو تجھ سے زیادہ اس کا حق دار ہوں۔ یہ کہتے ہوئے وہ گھوڑے سے اترا، اور اسے وہیں چھوڑ کر اس نیک شخص کے ساتھ چل دیا۔

چنانچہ وہ دونوں بادشاہ ایک ساتھ رہنے لگے، اور اب وہ ہر وقت اپنے رب عزوجل کی عبادت میں مصروف رہتے، اور انہوں نے دعا کی: اے ہمارے پروردگار عزوجل! ہمیں ایک ساتھ موت دینا۔ چنانچہ ان دونوں کا ایک ہی دن انتقال ہوا اور ان کی قبریں بھی ایک ساتھ ہی بنائی گئیں۔

یہ حکایت نقل کرنے کے بعد حضرت سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: اگر میں مصر میں ہوتا تو ان کی قبروں کی جو نشانیاں ہمیں اللہ کے محبوب، دانائے غُیوب، مُنَزَّہٌ عَنِ الْعُیوب عزوجل وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے

بتائی ہیں مَیں ان کی وجہ سے انہیں ضرور پہچان لیتا اور تمہیں وہ قبریں ضرور دکھاتا۔

(المسند للامام احمد بن حنبل، مسند عبداللہ بن مسعود، الحدیث: ۴۳۱۲، ج ۲، ص ۱۶۶-۱۶۷)

(562) وَعَنْ اَسْمَآءَ بِنْتِ اَبِيْ بَكْرِ نِ الصِّدِّيْقِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَتْ: قَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَا تُوْكِيْ فَيُوْكِيَ اللّٰهُ عَلَيْكِ". وَفِيْ رِوَايَةٍ: "اَنْفِقِيْ اَوِ انْفَحِيْ، اَوِ انْضَحِيْ، وَلَا تُحْصِيْ فَيُحْصِيَ اللّٰهُ عَلَيْكِ، وَلَا تُوْعِيْ فَيُوْعِيَ اللّٰهُ عَلَيْكِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

حضرت اسماء بنت ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہا سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے مجھے فرمایا تو نہ روک کہ (اس طرح) اللہ تجھ پر روک لے گا۔ ایک روایت میں ہے خرچ کر اور گن کر نہ رکھ کہ (اس طرح) اللہ تجھے گن کر دے گا اور جمع نہ کر کہ (اس طرح) اللہ تعالیٰ تجھ سے جمع کر کے رکھ لے گا۔ (متفق علیہ)

وَانْفَحِيْ بِالْحَاءِ الْمُهْمَلَةِ، وَهُوَ بِمَعْنٰى "اَنْفِقِيْ" وَكَذٰلِكَ "انْضَحِيْ"۔

اَنْفِحِيْ: حا مہملہ کے ساتھ بمعنی اَنْفِقِيْ ہے اور اسی طرح اَنْضِحِيْ: مترادف ہیں، یعنی تو خرچ کر۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب التحریض علی الصدقۃ والشفاعۃ فیھا، ج۱ص۱۱۳، رقم: ۱۴۳۳، صحیح مسلم، باب الحث فی الانفاق و کراھۃ الاحصا، ج۳ص۹۲، رقم: ۲۳۲۵، المعجم الکبیر للطبرانی، من اسمہ اسماء بنت ابی بکر، ج۲۴ص۹۳، رقم: ۲۰۲۶۸، سنن ابوداؤد، باب فی الشح، ج۲ص۶۱، رقم: ۱۷۰۱، السنن الکبرٰی للبیھقی، باب کراھیۃ البخل والشح والاقتار، ج۴ص۱۸۶، رقم: ۸۰۶۵، مسند امام احمد بن حنبل، حدیث اسماء بنت ابی بکر، ج۶ص۳۵۳، رقم: ۲۷۰۲۵)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی اے اسماء اپنے مال میں سے مطلقًا اور اپنے خاوند کے مال سے بقدر اجازت خرچ کرتی رہو نفلی صدقہ کا حساب نہ لگاؤ ورنہ شیطان دل میں بخل پیدا کردے گا لہذا یہ حدیث زکوۃ کے حساب کے خلاف نہیں، بے حساب اللہ کے نام پر دو تو وہاں سے تمہیں اتنا ملے گا کہ تم حساب نہ کرسکو گی، یہ مطلب نہیں کہ رب تعالیٰ کے حساب سے باہر ہوگا۔ کھیت میں پانی دیتے وقت ایک شخص کنوئیں سے پانی چھوڑتا ہے اور دوسرا کیاریوں میں پھیلاتا ہے جب تک یہ پھیلاتا رہتا ہے وہاں سے پانی آتا رہتا ہے، دینی راستے اللہ کی کیاریاں ہیں مالدار لوگ ان میں پانی پھیلانے والے ہیں اور روزی پہنچانے والے فرشتے پانی چھوڑنے والے۔

اور یہ خیال نہ کرو کہ اتنی تھوڑی اور معمولی چیز اتنی بڑی بارگاہ میں کیا پیش کروں وہاں مال کی مقدار نہیں دیکھی جاتی دل کا اخلاص دیکھا جاتا ہے۔ خیال رہے کہ رب تعالیٰ فرماتا ہے: لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ جب تک کہ اپنی پیاری چیز خیرات نہ کرو بھلائی نہیں پاسکتے، اور جہاں حکم دیا گیا کہ جو ہوسکے خیرات کرو ان دونوں میں تعارض نہیں۔ آیت کا منشاء یہ ہے کہ ہمیشہ معمولی چیز ہی خیرات نہ کرو اچھی چیزیں بھی خیرات کرو اور اس حدیث کا منشاء یہ ہے کہ بڑی چیز کی انتظار میں چھوٹی خیراتوں سے باز نہ رہو جو چیز کھانے پینے سے بچ رہی اس کے بگڑ جانے کا خطرہ ہے فورًا کسی کو دے دو ورنہ برباد

ہوجائے گی۔ (مراۃ المناجیح، ج ۳، ص ۸۷)

(563) وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: "مَثَلَ الْبَخِيلِ وَالْمُنْفِقِ، كَمَثَلِ رَجُلَيْنِ عَلَيْهِمَا جُنَّتَانِ مِنْ حَدِيدٍ مِنْ ثُدِيِّهِمَا إِلَى تَرَاقِيهِمَا، فَأَمَّا الْمُنْفِقُ فَلَا يُنْفِقُ إِلَّا سَبَغَتْ - أَوْ وَفَرَتْ - عَلَى جِلْدِهِ حَتَّى تُخْفِيَ بَنَانَهُ، وَتَعْفُوَ أَثَرَهُ، وَأَمَّا الْبَخِيلُ، فَلَا يُرِيدُ أَنْ يُنْفِقَ شَيْئًا إِلَّا لَزِقَتْ كُلُّ حَلْقَةٍ مَكَانَهَا، فَهُوَ يُوَسِّعُهَا فَلَا تَتَّسِعُ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: بخیل اور خرچ کرنے والے کی مثال دو آدمیوں کی طرح ہے جن پر سینے سے لے کر گلے تک لوہے کی دو زرہیں ہوں۔ خرچ کرنے والے کی مثال یوں ہے کہ وہ جب بھی خرچ کرے اس کی زِرّہ اس کے جسم پر ڈھیلی ہو جاتی ہے اور پھیل جاتی ہے۔ حتیٰ کہ اس کے پوروں کو چھپا لیتی ہے اور اس کے قدموں کے نشانات کو مٹا دیتی ہے۔ اور رہ گیا بخیل تو وہ کچھ خرچ کرنے کا ارادہ کرتا ہے، تو اس کی زِرّہ سکڑ جاتی ہے ہر حلقہ اپنی جگہ چمٹ جاتا ہے۔ وہ اس کو فراخ کرنے کی کوشش کرتا ہے، لیکن یہ فراخ نہیں ہوتی۔ (متفق علیہ)

وَ"الْجُنَّةُ": الدِّرْعُ؛ وَمَعْنَاهُ أَنَّ الْمُنْفِقَ كُلَّمَا أَنْفَقَ سَبَغَتْ، وَطَالَتْ حَتَّى تَجُرَّ وَرَاءَهُ، وَتُخْفِيَ رِجْلَيْهِ وَأَثَرَ مَشْيِهِ وَخُطُوَاتِهِ.

اَلْجُنَّةُ: زرہ کو کہتے ہیں اس کا معنیٰ ہے خرچ کرنے والا جب خرچ کرتا ہے تو وہ ڈھیلی ہو کر نیچے آ جاتی ہے اور اس کے پاؤں کو اور ان کے نشانات کو چھپا لیتی ہے۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب مثل المتصدق والبخیل، ج۲ص۱۱۵، رقم: ۱۴۴۳ صحیح مسلم، باب مثل المنفق والبخیل، ج۳ص۸۹، رقم: ۲۴۰۷ مسند امام احمد بن حنبل، مسند ابی هریرة، ج۲ص۲۵۶، رقم: ۷۴۸۰ سنن الکبری للنسائی، باب صدقة البخیل، ج۲ص۳۷، رقم: ۲۳۲۹ صحیح ابن حبان، باب صدقة التطوع، ج۸ص۱۲۳، رقم: ۳۳۲۲)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یہ تشبیہ مرکب ہے جس میں دو شخصوں کی پوری حالتوں کو دوسرے دو شخصوں کے پورے حال سے تشبیہ دی گئی ہے یعنی کنجوس اور سخی کی حالتیں ان دو شخصوں کی سی ہیں جن کے جسم پر دو لوہے کی زرہیں ہیں، انسان کی خلقی اور پیدائشی محبت مال اور خرچ کرنے کو دل نہ چاہنے کو زرہوں سے تشبیہ دی گئی کہ جیسے زرہ جسم کو گھیرے اور چمٹی ہوتی ہے ایسی محبت مال انسان کے دل کو چمٹی ہوتی ہے، رب تعالیٰ فرماتا ہے: وَمَنْ يُوقَ شُحَّ نَفْسِهِ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ۔ بعض لوگوں نے اسے جبتان ب سے پڑھا مگر جنتان صحیح ہے ن سے۔

تراقی ترقوت کی جمع ہے۔ ترقوت وہ ہڈی ہے جو سینہ سے اوپر اور گردن کے نیچے ہے، چونکہ یہ ہڈیاں گردن کے دو طرفہ ہوتی ہیں اس لیے دو آدمیوں کی چار ہڈیاں ہوں گی اس لحاظ سے تراقی جمع ارشاد ہوا۔ اِضطُرَّتْ مجہول فرما کر اشارۃً یہ بتایا کہ انسان کا یہ بخل قدرتی ہے اختیاری نہیں۔

سبحان اللہ! کیا نفیس تشبیہ ہے یعنی بخیل بھی کبھی خیرات کرنے کا ارادہ تو کرتا ہے مگر اس کے دل کی ہچکچاہٹ اس کے ارادہ پر غالب آجاتی ہے اور وہ خیرات نہیں کرتا اور سخی کو بھی خیرات کرتے وقت ہچکچاہٹ تو ہوتی ہے مگر اس کا ارادہ اس پر غالب آجاتا ہے اسی غلبہ پر سخی ثواب پاتا ہے پھر سخاوت کرتے کرتے نفس امارہ اتنا دب جاتا ہے کہ اس کو کبھی خیرات پر ہچکچاہٹ پیدا ہی نہیں ہوتی، یہ بہت بلند مقام ہے جہاں پہنچ کر انسان کھلے دل سے صدقہ کرنے لگتا ہے ہر عبادت کا یہی حال ہے کہ پہلے نفس امارہ روکا کرتا ہے مگر جب اس کی نہ مانی جائے تو پھر روکنا چھوڑ دیتا ہے، نفس کی مثال شیر خوار بچے کی سی ہے جو دودھ چھوڑتے وقت ماں کو بہت پریشان کرتا ہے مگر جب ماں اس کی ضد کی پرواہ نہیں کرتی تو وہ پھر دودھ نہیں مانگتا۔

(مرآۃ المناجیح، ج ۳، ص ۹۰)

(564) وَعَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ تَصَدَّقَ بِعَدْلِ تَمْرَةٍ مِّنْ كَسْبٍ طَيِّبٍ، وَّلَا يَقْبَلُ اللّٰهُ اِلَّا الطَّيِّبَ، فَاِنَّ اللّٰهَ يَقْبَلُهَا بِيَمِيْنِهٖ، ثُمَّ يُرَبِّيْهَا لِصَاحِبِهَا كَمَا يُرَبِّيْ اَحَدُكُمْ فَلُوَّهٗ حَتّٰى تَكُوْنَ مِثْلَ الْجَبَلِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو کھجور برابر بھی اپنی پاک کمائی سے صدقہ کرے اور اللہ تعالیٰ صرف پاک چیز ہی کو قبول فرماتا ہے' تو اس کو اللہ تعالیٰ اپنے دائیں ہاتھ سے قبول فرماتا ہے۔ پھر اس صدقہ کرنے والے کے لیے اللہ تعالیٰ اس کی یوں پرورش کرتا ہے' جس طرح تم میں سے کوئی اپنے گھوڑے کے بچے کی پرورش کرتا ہے۔ حتیٰ کہ وہ (کھجور کے برابر چیز) پہاڑ جتنی ہو جاتی ہے۔ (متفق علیہ)

"اَلْفَلُوُّ بِفَتْحِ الْفَاءِ وَضَمِّ اللَّامِ وَتَشْدِيْدِ الْوَاوِ، وَيُقَالُ اَيْضًا: بِكَسْرِ الْفَاءِ وَاِسْكَانِ اللَّامِ وَتَخْفِيْفِ الْوَاوِ: وَهُوَ الْمُهْرُ.

اَلْفَلُوّ: فا پر زبر اور لام پر پیش اور واؤ پر شد کے ساتھ اور اسی طرح فا پر زیر اور لام ساکن اور واؤ بغیر شد کے بھی پڑھا گیا ہے' اس کا مطلب ہے: گھوڑے کا بچہ۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب لا یقبل اللہ صدقۃ من غلول ولا یقبل الا من کسب طیب، ج ۲ص ۱۰۸، رقم: ۱۴۱۰، صحیح مسلم، باب قبول الصدقۃ من الکسب الطیب وتربیتھا، ج ۳ص ۸۵، رقم: ۲۳۹۰، مسند امام احمد، مسند ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ، ج ۲ص ۳۳۱، رقم: ۸۳۶۳، السنن الصغرٰی للبیھقی، باب صدقۃ التطوع، ج ۱ص ۳۸۳، رقم: ۱۲۸۱، مسند البزار، مسند ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ، ج ۲ص ۴۷۸، رقم: ۸۹۸۰)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی معمولی سے معمولی چیز اللہ کی راہ میں دے، عرب شریف میں کھجور معمولی چیز ہے، پھر اس کی قاش تو بہت ہی معمولی ہوئی۔

اور یہ بہت ہی اہم قانون ہے کہ خیرات حلال کمائی سے کی جائے تب ہی قبول ہوگی حتی کہ حج بھی طیب و پاک کمائی سے کرے۔ یہاں دو قاعدے یاد رکھنا چاہئیں: ایک یہ کہ مال مخلوط سے اجرت، صدقہ، دعوت وغیرہ لینا جائز ہے، دیکھو موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کے ہاں اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوطالب کے ہاں پرورش پائی جن کا مال مخلوط تھا، اگر اس مال پر حرام کے احکام جاری ہوتے تو رب تعالیٰ اپنے ان محبوبوں کو وہاں پرورش نہ کراتا۔ دوسرا یہ کہ مال حرام دو قسم کا ہے: ایک وہ جو انسان کی ملکیت میں آتا ہی نہیں جیسے زنا کی اجرت، سود کا پیسہ اور بیع باطل کے معاوضے سور شراب وغیرہ کی قیمتیں۔ دوسرا وہ کہ مالک کی ملک میں آجاتا ہے اگرچہ مالک اس کاروبار پر گنہگار ہوتا ہے جیسے بیع بالشرط وغیرہ تمام فاسد بیعوں کی قیمت اور ناجائز پیشوں (گانے، بجانے، داڑھی مونڈنے وغیرہ) کی اجرت۔ پہلی قسم کا حرام کسی کے قبضہ میں پہنچے حرام ہی رہے گا کیونکہ پہلا شخص ہی اس کا مالک نہ بنا اور دوسری قسم کا حرام دوسرے کی ملک میں پہنچ کر اس کے لیے حلال ہوگا۔ وہ جو فقہاء فرماتے ہیں کہ جس کے پاس حرام یا مشکوک پیسہ ہو وہ دوسرے سے قرض لے کر حج یا صدقہ کرے اور اپنے مال سے وہ قرض ادا کردے اس سے مراد یہی آخری حرام ہے کیونکہ ملک بدلنے سے حکم بدل جاتا ہے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں لَهَا صَدَقَةٌ وَلَنَا هَدِيَّةٌ۔

اور داہنے ہاتھ میں قبول کرنے سے مراد راضی ہو کر قبول فرماتا ہے اور مطلب یہ ہے کہ مال و نیت خیر کا صدقہ رضائے الٰہی کا باعث ہے اور وہ صدقہ کے وقت سے لے کر قیامت تک بھاری ہوتا رہے گا حتی کہ میزان میں سارے گناہوں پر غالب آجائے گا جیسے اچھی زمین میں بوئی ہوئی ادرک آلو وغیرہ۔ اس حدیث کی تائید اس آیت سے ہے يَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا وَيُرْبِي الصَّدَقٰتِ۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۳، ص ۱۱۴)

(565) وَعَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "بَيْنَمَا رَجُلٌ يَمْشِيْ بِفَلَاةٍ مِّنَ الْاَرْضِ، فَسَمِعَ صَوْتًا فِيْ سَحَابَةٍ، اسْقِ حَدِيْقَةَ فُلَانٍ، فَتَنَحّٰى ذٰلِكَ السَّحَابُ فَاَفْرَغَ مَاءَهُ فِيْ حَرَّةٍ، فَاِذَا شَرْجَةٌ مِّنْ تِلْكَ الشِّرَاجِ قَدِ اسْتَوْعَبَتْ ذٰلِكَ الْمَاءَ كُلَّهُ، فَتَتَبَّعَ الْمَاءَ، فَاِذَا رَجُلٌ قَائِمٌ فِيْ حَدِيْقَتِهٖ يُحَوِّلُ الْمَاءَ بِمِسْحَاتِهٖ، فَقَالَ لَهُ: يَا عَبْدَ

انہی سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: کہ ایک آدمی زمین کے صحرا میں چل رہا تھا۔ اس نے بادل میں سے آواز سنی کہ فلاں کے باغ کو پانی پلا بادل ایک طرف چل پڑا۔ اس نے اپنا پانی ایک پتھریلی زمین میں برسا دیا۔ اچانک ان نالوں میں سے ایک نالی میں سارا پانی جمع ہو کر جا رہا ہے وہ آدمی پانی کے پیچھے ہو گیا۔ اچانک ایک آدمی اپنے باغ میں کھڑا کسی چیز سے

اللهِ، مَا اسْمُكَ؟ قَالَ: فُلَانٌ لِلْاِسْمِ الَّذِيْ سَمِعَ فِي السَّحَابَةِ. فَقَالَ له: يَاعَبْدَ اللهِ، لِمَ تَسْأَلُنِيْ عَنِ اسْمِي؟ فَقَالَ: اِنِّيْ سَمِعْتُ صَوْتًا فِي السَّحابِ الَّذِيْ هٰذَا مَاؤُهُ يَقُوْلُ: اسْقِ حَدِيْقَةَ فُلَانٍ لِاِسْمِكَ. فَمَا تَصْنَعُ فِيْهَا. فَقَالَ: اَمَّا اِذْ قُلْتَ هٰذَا. فَاِنِّيْ اَنْظُرُ اِلٰى مَا يَخْرُجُ مِنْهَا. فَاَتَصَدَّقُ بِثُلُثِهٖ، وَاٰكُلُ اَنَا وَعِيَالِيْ ثُلُثًا. وَاَرُدُّ فِيْهَا ثُلُثَهُ رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

پانی کا رخ پھیر رہا ہے۔ اس آدمی نے اس کو پوچھا تیرا نام کیا ہے؟ اے اللہ کے بندے! اس نے کہا: فلاں وہی نام جو تو نے بادل سے سنا تھا پھر کہا: اے اللہ کے بندے! تو نے میرا نام کیوں پوچھا' کہا کہ میں نے بادل میں سے آواز سنی جس بادل کا یہ پانی ہے کہ فلاں کے باغ کو پانی پلا۔ تیرے نام کے ساتھ یہ حکم تھا تو اس میں کیا کرتا ہے۔ تو اس آدمی نے کہا جب تو نے یہ کہا تو (سن) میں اس کی پیداوار کو دیکھتا ہوں اور اس کے تین حصے کرتا ہوں۔ ایک تہائی صدقہ کرتا ہوں اور میں اور میرے اہل و عیال دوسرا حصہ کھاتے ہیں اور تیسرا حصہ باغ میں دوبارہ لگا دیتا ہوں۔ (مسلم)

اَلْحَرَّةُ الْاَرْضُ الْمُلَبَّسَةُ حِجَارَةً سَوْدَاءَ. وَالشَّرْجَةُ بِفَتْحِ الشِّيْنِ الْمُعْجَمَةِ وَاِسْكَانِ الرَّاءِ وَبِالْجِيْمِ: هِيَ مَسِيْلُ الْمَاءِ.

اَلْحَرَّةُ: سیاہ پتھر والی زمین۔ اَلشَّرْجَةُ: شین معجمہ پر زبر کے ساتھ اور را ساکن اور جیم کے ساتھ: پانی کے نالے کو کہتے ہیں۔

تخریج حدیث: (صحیح مسلم' باب الصدقة فی المساکین' ج۸ص۲۲۲' رقم: ۷۶۶۳' مسند امام احمد' مسند ابی هریرة رضی الله عنه' ج۳ص۲۹۶' رقم: ۷۹۲۸' جامع الاصول لابن اثیر' الفصل التاسع فی فضل الصدقة' ج۹ص۵۱۹' رقم: ۷۲۵۱' مشکوة المصابیح' باب الانفاق و کراهیة الامساک' الفصل الثالث' ج۱ص۳۲۳' رقم: ۱۸۷۷)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

(اس نے بادل میں آواز سنی) شاید یہ شخص اس زمانہ کے اولیاء میں سے ہوگا جس نے فرشتہ کی یہ آواز سنی اور سمجھ بھی لیا۔ ظاہر یہ ہے کہ یہ بادل کی گرج ہی تھی، گرج فرشتہ کی آواز ہی ہوتی ہے جو بادلوں کو احکام دیتا ہے۔

(پتھریلی زمین پر پانی برسایا) اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ بادل پر فرشتہ مقرر ہے جس کے حکم سے بادل آتے جاتے برستے اور کھلتے ہیں۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ بعض نیک بندوں کے طفیل بدوں پر بھی بارش ہو جاتی ہے۔

(بیلچے سے پانی باغ میں پھیر رہا ہے) سبحان اللہ! اس نیک بندے کی کیسی عزت افزائی کی گئی کہ پانی ایک پتھریلے علاقہ پر برسایا گیا، پھر اسے ایک نالی میں جمع کیا گیا، اس نالی کے ذریعہ اس کے باغ میں پانی پہنچایا گیا خود بادل اس باغ پر نہ برسایا گیا جیسے کہ وہ گنہگار جو ایک بستی میں گناہ کر کے دوسری بستی میں کسی عالم کے پاس توبہ کرنے جارہا تھا رستہ میں

مر گیا، رب تعالیٰ نے حکم دیا کہ یہ جس بستی سے قریب ہو اسی کے احکام اس پر جاری کئے جائیں، ناپا گیا تو بالکل بیچ میں تھا تو گناہ کی بستی پیچھے ہٹائی گئی اور توبہ کی بستی آگے بڑھائی، خود اس کی لاش کو حرکت نہ دی گئی اس کے احترام کی وجہ سے، اس نالہ کے کنارے والے کھیتوں کو بھی اس کے طفیل پانی مل گیا ہوگا۔

(وہ ہی نام جو اس نے بادل میں سنا تھا) غالب یہ ہے کہ خود حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہی اس کا نام نہ بتایا بلکہ فلاں فرما دیا یہ راوی نہیں بھولے ہیں اور فلاں فرمانا اسی لیے ہے کہ نام لینے کی ضرورت نہ تھی۔ اس سے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی بے علمی یا کم علمی ثابت نہیں ہوتی۔

(تو اس میں کیا نیکی کرتا ہے) یعنی رب تعالیٰ کے ہاں تیری یہ عزت کہ تیرے نام کی دہائی بادلوں میں ہے اور تیرے لیے دور سے بادل لائے جاتے ہیں، تیری کسی نیکی کی وجہ سے ہے بتا وہ خاص نیکی کون سی تو کرتا ہے۔ معلوم ہوا کہ کسی کی چھپی ہوئی نیکیاں پوچھنا تا کہ خود بھی وہ نیکی کرے جائز بلکہ بہتر ہے، قرآن پاک جو فرماتا ہے: "وَلَا تَجَسَّسُوْا" وہاں لوگوں کی عیب جوئی مراد ہے یعنی لوگوں کے خفیہ عیب مت ڈھونڈو، لہٰذا یہ حدیث اس آیت کے خلاف نہیں۔

(اور تہائی اس میں دوبارہ خرچ کر دیتا ہوں) یعنی میرے پاس اور تو کوئی نیکی نہیں صرف یہ ہے کہ اس کی پیداوار گناہ میں خرچ نہیں کرتا، اپنے بچوں سے روکتا نہیں خدا کا حق بھولتا نہیں ساری ایک دم خرچ نہیں کر دیتا اس کا تہائی خیرات کرنا نفلی صدقہ بھی تھا ورنہ بنی اسرائیل کے ہاں ہر مال کی زکوۃ چوتھائی حصہ تھی، ہمارے ہاں پیداوار کی زکوۃ دسواں یا بیسواں حصہ ہے اور چاندی سونے وغیرہ کی چالیسواں حصہ۔ اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ اپنی خفیہ نیکیاں کسی کو بتانا تا کہ وہ بھی اس پر عمل کرے ریا نہیں بلکہ تبلیغ ہے فخر نہیں بلکہ رب تعالیٰ کا شکر ہے۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۳، ص ۱۰۳)

61- بَابُ النَّهْيِ عَنِ الْبُخْلِ وَالشُّحِّ

بخل اور لالچ کی ممانعت

قَالَ اللهُ تَعَالٰى: ﴿وَاَمَّا مَنْۢ بَخِلَ وَاسْتَغْنٰى وَكَذَّبَ بِالْحُسْنٰى فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْعُسْرٰى وَمَا يُغْنِيْ عَنْهُ مَالُهٗۤ اِذَا تَرَدّٰى﴾ (اللیل: 8-11)

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اور جس نے بخل کیا اور بے پروا بنا اور اچھی بات کو جھٹلایا تو بہت جلد ہم اس کی کو تنگی دیں گے اور جب یہ تنگی میں پڑے گا تو اسے اس کا مال کام نہ آئے گا۔

وَقَالَ اللهُ تَعَالٰى: ﴿وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ﴾ (التغابن: 16)

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اور جو اپنے نفس کے لالچ سے بچ گیا وہی کامیاب ہے۔

وَاَمَّا الْاَحَادِيْثُ فَتَقَدَّمَتْ جُمْلَةٌ مِّنْهَا فِي الْبَابِ السَّابِقِ.

اور احادیث ان میں سے کافی تعداد میں پچھلے باب میں گزر چکی۔

(566) وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول

اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "اتَّقُوا الظُّلْمَ، فَإِنَّ الظُّلْمَ ظُلُمَاتٌ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ. وَاتَّقُوا الشُّحَّ، فَإِنَّ الشُّحَّ اَهْلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ، حَمَلَهُمْ عَلٰى اَنْ سَفَكُوْا دِمَاءَهُمْ وَاسْتَحَلُّوْا مَحَارِمَهُمْ رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

اللہ ﷺ نے فرمایا: ظلم سے بچو ظلم قیامت کے دن تاریکیوں کا سبب ہوگا۔ لالچ سے بچو کیونکہ لالچ نے تم سے پہلوں کو ہلاک کر دیا۔ ان کو اس بات پر ابھارا کہ انہوں نے اپنے خون بہائے اور اپنی محرم عورتوں کو حلال جانا۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب تحریم الظلم، ج۸ص۱۸، رقم: ۶۷۴۱(دار الجیل بیروت) الادب المفرد للبخاری، باب الظلم ظلمات، ص۱۷۰، رقم: ۴۸۳سنن الکبری للبیھقی، باب تحریم الغصب واخذ اموال الناس، ج۶ص۹۳، رقم: ۱۱۸۳۵المعجم الاوسط للطبرانی، من اسمه معاذ، ج۸ص۲۵۶، رقم: ۸۵۶۱(دار الحرمین القاھرة) مسند البزار، مسند ابی ھریرة، ج۲ص۲۲۸، رقم: ۸۴۸۱)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

ظلم کے لغوی معنے ہیں کسی چیز کو بے موقعہ استعمال کرنا اور کسی کا حق مارنا۔ اس کی بہت قسمیں ہیں: گناہ کرنا اپنی جان پر ظلم ہے، قرابت داروں یا قرض خواہوں کا حق نہ دینا ان پر ظلم، کسی کو ستانا ایذاء دینا اس پر ظلم، یہ حدیث سب کو شامل ہے اور حدیث اپنے ظاہری معنے پر ہے یعنی ظالم پلصراط پر اندھیریوں میں گھرا ہوگا، یہ ظلم اندھیری بن کر اس کے سامنے ہوگا جیسے کہ مؤمن کا ایمان اور اس کی نیک اعمال روشنی بن کر اس کے آگے چلیں گے، رب تعالیٰ فرماتا ہے: یَسْعٰی نُوْرُهُمْ بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ چونکہ ظالم دنیا میں حق ناحق میں فرق نہ کر سکا اس لیے اندھیرے میں رہا۔

عربی میں شح بخل سے بدتر ہے، بخل اپنا مال کسی کو نہ دینا ہے اور شح اپنا مال نہ دینا اور دوسرے کے مال پر ناجائز قبضہ کرنا ہے۔ غرضکہ شح بخل، حرص اور ظلم کا مجموعہ ہے اسی لیے یہ فتنوں فساد، خون ریزی و قطع رحمی کی جڑ ہے، جب کوئی دوسروں کا حق ادا نہ کرے بلکہ ان کے حق اور چھینا چاہے تو خواہ مخواہ فساد ہوگا۔ (مراۃ المناجیح، ج۳، ص۹۱)

کنجوسی کا انجام

حضرت سیدنا یزید بن میسرہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: ہم سے پہلی امتوں میں ایک شخص تھا جس نے بہت زیادہ مال ومتاع جمع کیا ہوا تھا، اور اس کی اولاد بھی کافی تھی، طرح طرح کی نعمتیں اسے میسر تھیں، کثیر مال ہونے کے باوجود وہ انتہائی کنجوس تھا۔ اللہ عزوجل کی راہ میں کچھ بھی خرچ نہ کرتا، ہر وقت اسی کوشش میں رہتا کہ کسی طرح میری دولت میں اضافہ ہو جائے۔ جب وہ بہت زیادہ مال جمع کر چکا تو اپنے آپ سے کہنے لگا: اب تو میں خوب عیش وعشرت کی زندگی گزاروں گا۔ چنانچہ وہ اپنے اہل وعیال کے ساتھ خوب عیش وعشرت سے رہنے لگا۔

بہت سے خُدّام ہر وقت ہاتھ باندھے اس کے حکم کے منتظر رہتے، الغرض! وہ ان دنیاوی آسائشوں میں ایسا مگن ہوا

کہ اپنی موت کو بالکل بھول گیا۔ ایک دن ملک الموت حضرت سیدنا عزرائیل علیہ السلام ایک فقیر کی صورت میں اس کے گھر آئے، اور دروازہ کھٹکھٹایا۔ غلام فوراً دروازے کی طرف دوڑے، اور جیسے ہی دروازہ کھولا تو سامنے ایک فقیر کو پایا، اُس سے پوچھا: تو یہاں کس لئے آیا ہے؟ ملک الموت علیہ السلام نے جواب دیا: جاؤ، اپنے مالک کو باہر بھیجو مجھے اُسی سے کام ہے۔

خادموں نے جھوٹ بولتے ہوئے کہا: وہ تو تیرے ہی جیسے کسی فقیر کی مدد کرنے باہر گئے ہیں۔ حضرت سیدنا ملک الموت علیہ السلام یہ سن کر وہاں سے چلے گئے۔ کچھ دیر بعد دوبارہ آئے اور دروازہ کھٹکھٹایا، غلام باہر آئے تو ان سے کہا: جاؤ، اور اپنے آقا سے کہو: مَیں ملک الموت علیہ السلام ہوں۔

جب اس مالدار شخص نے یہ بات سنی تو بہت خوف زدہ ہوا اور اپنے غلاموں سے کہا: جاؤ، اور ان سے بہت نرمی سے گفتگو کرو۔ خدام باہر آئے اور حضرت سیدنا ملک الموت علیہ السلام سے کہنے لگے: آپ ہمارے آقا کے بدلے کسی اور کی روح قبض کرلیں اور اسے چھوڑ دیں، اللہ عزوجل آپ کو برکتیں عطا فرمائے۔

حضرت سیدنا ملک الموت علیہ السلام نے فرمایا: ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا۔ پھر ملک الموت علیہ السلام اندر تشریف لے گئے، اور اس مالدار شخص سے کہا: تجھے جو وصیت کرنی ہے کرلے، میں تیری روح قبض کئے بغیر یہاں سے نہیں جاؤں گا۔

یہ سن کر سب گھر والے چیخ اُٹھے، اور رونا دھونا شروع کر دیا، اس شخص نے اپنے گھر والوں اور غلاموں سے کہا: سونے چاندی سے بھرے ہوئے صندوق اور تابوت کھول دو، اور میری تمام دولت میرے سامنے لے آؤ۔ فوراً حکم کی تعمیل ہوئی، اور سارا خزانہ اس کے قدموں میں ڈھیر کر دیا گیا۔ وہ شخص سونے چاندی کے ڈھیر کے پاس آیا اور کہنے لگا: اے ذلیل و بد ترین مال! تجھ پر لعنت ہو، تو نے ہی مجھے پروردگار عزوجل کے ذکر سے غافل رکھا، تو نے ہی مجھے آخرت کی تیاری سے روکے رکھا۔

یہ سن کر وہ مال اس سے کہنے لگا: تو مجھے ملامت نہ کر، کیا تو وہی نہیں کہ دنیاداروں کی نظروں میں حقیر تھا؟ میں نے تیری عزت بڑھائی۔ میری ہی وجہ سے تیری رسائی بادشاہوں کے دربار تک ہوئی ورنہ غریب و نیک لوگ تو وہاں تک پہنچ ہی نہیں سکتے، میری ہی وجہ سے تیرا نکاح شہزادیوں اور امیر زادیوں سے ہوا۔ ورنہ غریب لوگ ان سے کہاں شادی کر سکتے ہیں۔ اب یہ تو تیری بدبختی ہے کہ تو نے مجھے شیطانی کاموں میں خرچ کیا۔ اگر تو مجھے اللہ عزوجل کے کاموں میں خرچ کرتا تو یہ ذلت و رسوائی تیرا مقدر نہ بنتی۔ کیا میں نے تجھ سے کہا تھا کہ تو مجھے نیک کاموں میں خرچ نہ کر؟ آج کے دن میں نہیں بلکہ تو زیادہ ملامت و لعنت کا مستحق ہے۔ (عُیُونُ الحِکَایات صفحہ ۷۴)

62-بَابُ الْاِيْثَارِ وَالْمُوَاسَاةِ
ایثار اور ہمدردی کا بیان

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ) (الحشر: 9)

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: وہ اپنے آپ پر ترجیح دیتے ہیں۔ اگرچہ خود ان کو بھوک ہو۔

شرح: حضرتِ صدرالاُ فاضل سیِّدُ نا مولٰینا محمد نعیم الدین مُرادآبادی علیہ رحمۃ اللہ الھادی خزائنُ العرفان میں اس کے تحت لکھتے ہیں:

شانِ نزول: حدیث شریف میں ہے کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں ایک بھوکا شخص آیا، حضور نے ازواجِ مطہرات کے حجروں پر معلوم کرایا کیا کھانے کی کوئی چیز ہے؟ معلوم ہوا کسی بی بی صاحبہ کے یہاں کچھ بھی نہیں ہے، تب حضور نے اصحاب سے فرمایا جو اس شخص کو مہمان بنائے، اللہ تعالیٰ اس پر رحمت فرمائے، حضرت ابوطلحہ انصاری کھڑے ہو گئے اور حضور سے اجازت لے کر مہمان کو اپنے گھر لے گئے، گھر جا کر بی بی سے دریافت کیا، کچھ ہے؟ انہوں نے کہا کچھ نہیں، صرف بچّوں کے لئے تھوڑا سا کھانا رکھا ہے، حضرت ابوطلحہ نے فرمایا بچّوں کو بہلا کر سُلا دو اور جب مہمان کھانے بیٹھے تو چراغ درست کرنے اٹھو اور چراغ کو بجھا دو تا کہ وہ اچھی طرح کھالے، یہ اسلئے تجویز کی کہ مہمان یہ نہ جان سکے کہ اہلِ خانہ اس کے ساتھ نہیں کھا رہے ہیں کیونکہ اس کو یہ معلوم ہوگا تو وہ اصرار کرے گا اور کھانا کم ہے بھوکا رہ جائے گا، اس طرح مہمان کو کھلایا اور آپ ان صاحبوں نے بھوکے رات گذاری، جب صبح ہوئی اور سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو حضورِ اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا رات فلاں فلاں لوگوں میں عجیب معاملہ پیش آیا، اللہ تعالیٰ ان سے بہت راضی ہے اور یہ آیت نازل ہوئی۔ (خزائن العرفان)

وَقَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی: (وَیُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰی حُبِّہٖ مِسْکِیْنًا وَّیَتِیْمًا وَّاَسِیْرًا) (الدھر: 8).

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: وہ محبت کے باوجود کھانا مسکین یتیم اور قیدی کو کھلاتے ہیں۔

حضرتِ صدرالاُ فاضل سیِّدُ نا مولٰینا محمد نعیم الدین مُرادآبادی علیہ رحمۃ اللہ الھادی خزائنُ العرفان میں اس کے تحت لکھتے ہیں:

شانِ نزول: یہ آیت حضرت علی مرتضٰی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور ان کی کنیز فضّہ کے حق میں نازل ہوئی، حسنینِ کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیمار ہوئے، ان حضرات نے ان کی صحت پر تین روزوں کی نذر مانی، اللہ تعالیٰ نے صحت دی، نذر کی وفا کا وقت آیا، سب صاحبوں نے روزے رکھے، حضرت علی مرتضٰی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک یہودی سے تین صاع (صاع ایک پیمانہ ہے) جَو لائے، حضرت خاتونِ جنّت نے ایک ایک صاع تینوں دن پکایا لیکن جب افطار کا وقت آیا اور روٹیاں سامنے رکھیں تو ایک روز مسکین، ایک روز یتیم، ایک روز اسیر آیا اور تینوں روز یہ سب روٹیاں ان لوگوں کو دے دی گئیں اور صرف پانی سے افطار کر کے اگلا روزہ رکھ لیا گیا۔ (خزائن العرفان)

(567) وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ، قَالَ: جَآءَ رَجُلٌ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: اِنِّیْ مَجْھُوْدٌ، فَاَرْسَلَ اِلٰی بَعْضِ نِسَآئِہٖ، فَقَالَتْ:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ایک آدمی نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا۔ عرض کیا: میں مشقت زدہ آدمی ہوں۔ آپ نے اپنی ازدواج میں

وَالَّذِیْ بَعَثَكَ بِالْحَقِّ مَا عِنْدِیْ اِلاَّ مَاءٌ، ثُمَّ اَرْسَلَ اِلٰی اُخْرٰی، فَقَالَتْ مِثْلَ ذٰلِكَ، حَتّٰی قُلْنَ کُلُّهُنَّ مِثْلَ ذٰلِكَ: لَا وَالَّذِیْ بَعَثَكَ بِالْحَقِّ مَا عِنْدِیْ اِلاَّ مَاءٌ۔ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ یُّضِیْفُ هٰذَا اللَّیْلَةَ؟فَقَالَ رَجُلٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ: اَنَا یَارَسُوْلَ اللّٰهِ، فَانْطَلَقَ بِهٖ اِلٰی رَحْلِهٖ، فَقَالَ لِامْرَاَتِهٖ: اَکْرِمِیْ ضَیْفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ۔

سے کسی کی طرف پیغام بھیجا۔ انہوں نے عرض کیا: اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے۔ میرے پاس صرف پانی ہے۔ پھر دوسری کی طرف پیغام بھیجا اس نے بھی یہی کہا حتیٰ کہ ہر ایک نے کہا کہ اس ذات کی قسم جس نے آپ کو برحق مبعوث فرمایا ہے۔ میرے پاس پانی کے سوا کچھ نہیں' تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اس کو آج رات کے لیے کون مہمان بنائے گا۔ ایک انصاری آدمی نے عرض کیا: میں' یارسول اللہ! اس کو وہ گھر لے گیا۔ پس اپنی بیوی سے کہا رسول اللہ ﷺ کے مہمان کی عزت کرنا۔

وَفِیْ رِوَایَةٍ قَالَ لِامْرَاَتِهٖ: هَلْ عِنْدَكِ شَیْئٌ؟ فَقَالَتْ: لَا، اِلاَّ قُوْتَ صِبْیَانِیْ۔ قَالَ: فَعَلِّلِیْهِمْ بِشَیْئٍ وَّاِذَا اَرَادُوا الْعَشَاءَ فَنَوِّمِیْهِمْ، وَاِذَا دَخَلَ ضَیْفُنَا فَاَطْفِئِی السِّرَاجَ وَاَرِیْهِ اَنَّا نَاْکُلُ۔ فَقَعَدُوْا وَاَکَلَ الضَّیْفُ وَبَاتَا طَاوِیَیْنِ، فَلَمَّا اَصْبَحَ غَدَا عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: "لَقَدْ عَجِبَ اللّٰهُ مِنْ صَنِیْعِکُمَا بِضَیْفِکُمَا اللَّیْلَةَ مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ۔

ایک روایت میں ہے کہ اس نے اپنی بیوی سے کہا کیا تیرے پاس کچھ ہے۔ اس نے کہا اپنے بچوں کا گزارہ ہے۔ کہا ان کو بہانہ سے مصروف رکھ جب کھانے کا ارادہ کریں ان کو سلا دینا اور جب مہمان داخل ہوا تو چراغ گل کر دینا اور اس کو ظاہر کرنا کہ ہم کھا رہے ہیں۔ تو وہ بیٹھ گئے اور مہمان نے کھانا کھالیا اور دونوں نے رات خالی پیٹ گزار دی۔ جب صبح ہوئی تو نبی اکرم ﷺ کے پاس حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا: آج رات مہمان کے ساتھ تمہارے سلوک کو اللہ تعالیٰ نے بہت پسند کیا ہے۔

(متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری' کتاب التفسیر' تفسیر سورۃ الحشر' ج٦ص١٤٨' رقم: ٤٨٨٩' صحیح مسلم' باب اکرام الضیف وفضل ایثارہ' ج٦ص١٢٧' رقم: ٥٤٨٠' صحیح ابن حبان' باب الضیافۃ' ج١٢ص٩٥' رقم: ٥٢٨٦' مسند ابی یعلیٰ' مسند ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ' ج١١ص٢٩' رقم: ٦١٦٨' المستدرک' کتاب الاطعمۃ' ج٦ص١٠٠' رقم: ٦١٤٦)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

مجهود بنا ہے جھد سے بمعنی مشقت اس کے معنی ہیں مشقت رسیدہ، مراد ہے بھوکا کہ بھوک بھی ایک سخت مشقت

ہے۔ (مرقات)

(اپنی ازدواج میں سے کسی کی طرف پیغام بھیجا) یہ کہلا کر بھیجا کہ اگر کچھ کھانا ہو تو ایک بھوکے کے لیے بھیجو۔ معلوم ہوا کہ نیکی کی ابتداء اپنے اور اپنے گھر سے کرنی چاہیے۔

(میرے پاس صرف پانی ہے) یعنی سواء پانی کے کوئی چیز نہ کھانے کی ہے نہ پینے کی ہمارا گھران سب سے خالی ہے۔ اللہ اکبر! یہ ہے اس دولت خانہ کا حال جہاں سے اللہ کی نعمتیں تمام جہان میں تقسیم ہو رہی ہیں جن کے لنگر سے زمانہ پل رہا ہے۔ شعر

مالک کونین ہیں گو پاس کچھ رکھتے نہیں   دو جہاں کی نعمتیں ہیں ان کے خالی ہاتھ میں

(حتیٰ کہ ہر ایک نے کہا) یہ واقعہ اور ان جیسے واقعات فتح خیبر سے پہلے کے ہیں (مرقات) فتح خیبر کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہر زوجہ صاحبہ کو ایک سال کی کھجوریں جو وغیرہ عطا فرما دیتے تھے۔

یضیف یا باب تفعیل سے ہے یا باب افعال سے دونوں کے ایک معنی ہیں یعنی مہمان بنانا اسے کھانا کھلانا۔
اور رحل سامان کو بھی کہتے ہیں اور سامان رکھنے کی جگہ یعنی گھر کو بھی یہاں دوسرے معنی میں ہے یعنی گھر۔

(اشعۃ اللمعات)

(اپنے بچوں کا گزارہ ہے) یعنی ہمارے گھر میں اتنا تھوڑا کھانا ہے کہ ہم تو کھائیں گے نہیں صرف بچوں کو کھلائیں گے وہ بھی بقدر ضرورت ہی کھلائیں گے اسی لیے قوت فرمایا طعام نہ فرمایا۔

(ان کو سلا دینا) یعنی ناسمجھ چھوٹے بچے بھوکے ہیں وہ بھوکے آسانی سے سو نہ سکیں گے مگر انہیں کسی صورت سے بہانہ سے سلا دینا سلانے کا حکم اس لیے دیا کہ بچے مہمان کو کھانا دیکھ کر صبر نہ کر سکیں گے، روئیں گے شور مچائیں گے اس وجہ سے مہمان نہ کھا سکے گا۔

(اس کو ظاہر کرنا کہ) اس زمانہ میں مہمان بغیر میزبان کے کھانا نہیں کھاتا تھا اس لیے ان کو مہمان کے ساتھ کھانا ضروری تھا اور اس وقت پردہ فرض نہ ہوا تھا، نیز یہ بی بی صاحبہ بہت بوڑھی تھیں لہذا یہ دونوں میاں بیوی مہمان کے ساتھ کھانے میں مشغول ہوئے۔ (مرقات)

ہم تم دونوں مہمانوں کے ساتھ کھانے کے لیے بیٹھیں پھر تم چراغ کی درستی کے بہانہ سے چراغ کو ہاتھ لگانا اور کھانس کر چراغ گل کر دینا، دیا سلائی اس زمانہ میں موجود نہ تھی اس لیے چراغ دوبارہ روشن نہ ہو سکے گا ہم تم جھوٹ موٹ کھاتے اور اپنے منہ کی طرف ہاتھ بڑھاتے رہیں اور خالی منہ چلاتے رہیں تا کہ مہمان سمجھے کہ ہم کھا رہے ہیں اور وہ پیٹ بھر کر کھالے اور سارا گھر بھوکا سویا اور مہمان کو سیر کر دیا۔

(تو نبی اکرم کے پاس حاضر ہوا) یا تو نماز فجر پڑھنے مسجد نبوی شریف میں حاضر ہوئے یا بعد نماز حضور انور سے

ملاقات کرنے حاضر ہوئے۔ مشکوۃ شریف کے بعض نسخوں میں الی رسول اللہ ہے تو غدا بمعنی ذھب ہے، عام نسخوں میں علی رسول اللہ ہے کیونکہ غدا میں اقبل کے معنی شامل ہیں۔ (مرقات)

ان جیسی عبارتوں میں عجب یا ضحك بمعنی رضی ہوتا ہے یعنی اللہ تعالیٰ ان کے اس کام سے راضی ہوگیا یا ان سے راضی اور خوش ہوگیا۔ رضا سے مراد خصوصی رضا ہے اللہ تعالیٰ ہر مؤمن سے راضی ہے اور قسم کی رضا اور ہر متقی پرہیزگار سے راضی ہے دوسری قسم کی رضا، ان حضرات سے راضی ہے خصوصی رضا وہ ہی یہاں مراد ہے، فرماتا ہے: لَقَدْ رَضِیَ اللّٰہُ عَنِ الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ یُبَایِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ۔

یہ آیت انصار کی تعریف میں آئی ہے کہ یہ لوگ اپنی اور اپنے بال بچوں کی حاجت روک کر بھی دوسروں کی حاجت روائی کردیتے ہیں اس کے نزول کا سبب یہ ہی واقعہ ہے۔ خیال رہے کہ شریعت کا مسئلہ ہے کہ پہلے خویش بعد میں درویش مگر عشق و رضا کا فتویٰ یہ ہے کہ پہلے درویش بعد میں خویش، چونکہ یہ شخص حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا بھیجا ہوا تھا لہذا حضرت ابوطلحہ نے اس کی حاجت کو اپنی حاجت پر مقدم رکھا۔ حضرت عمر کا آدھا مال خیرات کرنا آدھا مال گھر والوں کے لیے رکھنا شریعت تھا مگر حضرت صدیق اکبر کا اپنا سارا مال خیرات کرنا گھر میں جھاڑو دے دینا حکم طریقت تھا لہذا اس واقعہ پر یہ اعتراض نہیں کہ جناب ابوطلحہ نے اپنے بچوں کو بھوکا رکھ کر اجنبی شخص کو روٹی کیوں کھلا دی۔ (مراۃ المناجیح، ج۸، ص ۵۰۲)

(568) وَعَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "طَعَامُ الْاِثْنَيْنِ كَافِي الثَّلَاثَةِ، وَطَعَامُ الثَّلَاثَةِ كَافِي الْاَرْبَعَةِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔ وَفِيْ رِوَايَةٍ لِّمُسْلِمٍ عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "طَعَامُ الْوَاحِدِ يَكْفِي الْاِثْنَيْنِ، وَطَعَامُ الْاِثْنَيْنِ يَكْفِي الْاَرْبَعَةَ، وَطَعَامُ الْاَرْبَعَةِ يَكْفِي الثَّمَانِيَةَ"۔

انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: دو کا کھانا تین کو کافی ہے تین کا کھانا چار کو کافی ہے۔ (متفق علیہ) اور مسلم کی روایت میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ایک کا کھانا دو کو کافی ہے اور دو کا چار کو اور چار کا کھانا آٹھ کو کافی ہوگا۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب طعام الواحد یکفی الاثنین، ج۴، ص۱۷، رقم: ۵۳۹۲ صحیح مسلم، باب فضیلۃ المواساۃ فی الطعام القلیل، ج۶، ص۱۳۲، رقم: ۵۴۸۸ موطا امام مالک، باب جامع ما جاء فی الطعام والشراب، ج۲، ص۹۲۸، رقم: ۱۶۵۸ سنن ترمذی، باب ما جاء فی طعام الواحد یکفی الاثنین، ج۴، ص۲۶۷، رقم: ۱۸۲۰)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی اگر کھانا تھوڑا ہو کھانے والے زیادہ تو انہیں چاہیے کہ دو آدمیوں کے کھانے پر تین آدمی اور تین آدمیوں کے کھانے پر چار آدمی گزارہ کرلیں اگرچہ پیٹ تو نہ بھرے گا مگر اتنا کھا لینے سے ضعف نہ ہوگا، عبادات بخوبی ادا ہوسکیں

گی۔اس فرمانِ عالی میں قناعت مروت کی اعلیٰ تعلیم ہے۔ایک حدیث میں ہے کہ دنیا میں بہت سیر ہو کر کھانے والا آخرت میں زیادہ بھوکا ہوگا، جب کھانے میں کمی ہو تو چاہیے کہ امیر لوگ تھوڑا کھائیں تھوڑا بچائیں، بچا ہوا ان غرباء و مساکین پر خرچ کریں جن کے پاس کھانا نہیں۔(مرقات) (مرآۃ المناجیح، ج۶ ص۲۷)

اور کھانا مل کر کھانا چاہیے اگرچہ گھر والے اور بچے ہوں کیونکہ بہترین کھانا وہ ہے جس پر زیادہ ہاتھ جمع ہوں۔

حضرت سیّدنا انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت فرماتے ہیں: نبی اکرم صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم تنہا کھانا تناول نہ فرماتے تھے۔(مکارم الاخلاق للخرائطی، باب ماجاء فی اطعام الطعام۔۔۔۔۔۔الخ، الحدیث ۳۱۷، ج۱، ص۳۳۱)

بچوں کی فریاد اور بوڑھے کا توکل

حضرتِ سیّدنا عبید اللہ بن عبد اللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: ایک مرتبہ میں حضرتِ سیّدنا جنید بغدادی علیہ رحمۃ اللہ الہادی کی خدمتِ بابرکت میں حاضر تھا۔ اتنے میں حضرتِ سیّدنا ابو حفص نیشاپوری علیہ رحمۃ اللہ القوی تشریف لائے۔آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بڑے پُرتپاک طریقے سے استقبال کرتے ہوئے گلے ملے۔حضرتِ سیّدنا ابو حفص رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا: اے جنید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ! بتاؤ! کیا تمہارے پاس کوئی ایسی چیز ہے جو مجھے کھلا سکو؟ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا: آپ جو حکم فرمائیں گے وہی چیز پکادی جائے گی۔یہ کہہ کر آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا: اے ابن زُبِری! تم نے شیخ کی بات سُنی ہے، اب جلدی سے کھانے کا انتظام کرو، حکم پاتے ہی ابن زُبِری چلے گئے اور کچھ دیر بعد مطلوبہ اشیاء خورد و نوش لے کر حاضر ہوئے تو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حضرتِ سیّدنا ابو حفص رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے کہا: جو چیزیں آپ نے طلب کی تھیں وہ حاضرِ خدمت ہیں۔فرمایا: اے میرے بھائی! میں چاہتا ہوں کہ یہ سارا کھانا ایثار کردوں تم اس معاملے میں میری مدد کرو۔آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا: جو آپ کی پسند وہی میری پسند۔اے ابن زُبِری! تم نے شیخ کا کلام تو سن ہی لیا ہے۔جاؤ! یہ کھانا کسی مستحق فقیر کو دے آؤ۔

ابن زُبِری نے مزدور سے سامان اٹھوایا اور کہا: میرے ساتھ ساتھ چلو، جہاں تھک جاؤ وہیں رُک جانا، مزدور سامان اٹھا کر چل دیا اور کچھ دور دو گھروں کے قریب رُک گیا۔ابن زُبِری نے قریبی مکان پر دستک دی۔اندر سے آواز آئی: اگر تمہارے پاس کھانے کی فلاں فلاں چیزیں موجود ہیں تو اندر آجاؤ۔یہ کہہ کر اس نے ان تمام اشیاء کا نام گنوا دیا جو ہم لے کر آئے تھے۔جب بتایا گیا کہ تمہاری بتائی ہوئی ہر ہر شئے ہمارے پاس موجود ہے تو دروازہ کھل گیا۔دروازے پر بوری سے بنا ہوا پردہ تھا اور سامنے ایک بوڑھا موجود تھا۔ابن زُبِری کہتے ہیں کہ میں نے آگے بڑھ کر سامان اتروایا اور مزدور کو اجرت دے کر روانہ کر دیا۔بوڑھے نے مجھ سے کہا: اس پردے کے پیچھے چھوٹے چھوٹے بچے اور بچیاں ہیں، جنہیں اسی کھانے کی حاجت ہے جو تم لے کر آئے ہو۔میں نے کہا: اے بزرگ! میں اُس وقت تک یہاں سے نہیں جاؤں گا جب تک آپ حقیقت سے آگاہ نہ کردیں۔کہا: میرے یہ بچے عرصۂ دراز سے کھانے کی چیزیں مانگ رہے ہیں لیکن میرا ضمیر اس معاملے

میں دعا کرنے کے لئے میری موافقت نہ کرتا تھا۔ لہٰذا میں نے اللہ عَزَّ وَجَلَّ سے ان اشیاء کا سوال نہیں کیا۔ آج رات میرا دل اس کھانے کی دعا کرنے پر راضی ہوگیا، میں نے جان لیا کہ میرے دل کی موافقت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ اگر میں دعا کروں تو ضرور قبول ہوگی۔ لہٰذا امیدِ واثق کے ساتھ میں نے بارگاہِ خداوندی عَزَّ وَجَلَّ میں دعا کردی۔ جب دروازہ کھٹکھٹایا گیا تو میں سمجھ گیا کہ میری دعا قبول ہوگئی ہے اور ہمیں وہی چیزیں ملیں گی جن کی خواہش میرے بچے کررہے تھے۔ اسی لئے دروازہ کھولنے سے پہلے میں نے ان چیزوں کا نام گنوایا تھا جو تم لے کر آئے ہو۔ (عُیُونُ الحِکَایَات ۲۸۱)

(569) وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِنِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: بَیْنَمَا نَحْنُ فِیْ سَفَرٍ مَعَ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذْ جَآءَ رَجُلٌ عَلٰى رَاحِلَةٍ لَّهٗ، فَجَعَلَ یَصْرِفُ بَصَرَهٗ یَمِیْنًا وَّشِمَالًا. فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ كَانَ مَعَهٗ فَضْلُ ظَهْرٍ فَلْیَعُدْ بِهٖ عَلٰى مَنْ لَّا ظَهْرَ لَهٗ، وَمَنْ كَانَ لَهٗ فَضْلٌ مِّنْ زَادٍ، فَلْیَعُدْ بِهٖ عَلٰى مَنْ لَّا زَادَ لَهٗ فَذَكَرَ مِنْ اَصْنَافِ الْمَالِ مَا ذَكَرَ حَتّٰى رَاَیْنَا اَنَّهٗ لَا حَقَّ لِاَحَدٍ مِّنَّا فِیْ فَضْلٍ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ

حضرت ابوسعید خدری ﷛ سے روایت ہے کہ ایک سفر میں ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے۔ آپ کے پاس ایک آدمی اپنی سواری پر سوار ہوکر آیا۔ اور دائیں بائیں دیکھنے لگا، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس کے پاس زائد سواری ہو اس کو دے دے جس کے پاس سواری نہیں۔ جس کے پاس ضرورت سے زیادہ زادراہ ہے وہ اسے دے جس کے پاس زادراہ نہیں۔ پھر آپ نے مال کی باقی اقسام کا ذکر فرمایا حتیٰ کہ ہم نے دیکھا کہ ضرورت سے زائد میں ہم میں کسی کا حق نہیں۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب استحباب المؤاساة بفضول المال، ج۵ص۱۳۸، رقم: ۴۶۱۴، السنن الکبری للبیهقی، باب کراهیة امساك الفضل، ج۴ص۱۸۲، رقم: ۸۰۳۳، صحیح ابن حبان، کتاب اللباس وآدابه، ج۱۲ص۲۳۸، رقم: ۵۴۱۹، مسند ابی یعلیٰ، مسند ابی سعید الخدری، ج۲ص۳۲۶، رقم: ۱۰۶۴)

شرح حدیث: ایثار علی النفس

بزرگانِ دین کے اخلاق میں سے ایثار بھی ہے۔ وہ اپنے نفس پر غیروں کو ترجیح دیا کرتے تھے، اگرچہ ان کو خود تکلیف ہو مگر وہ دوسروں کو راحت پہنچانے کی سعی کیا کرتے تھے۔

رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایک انصاری ایک مہمان کو اپنے گھر لے گیا۔ اس کے گھر میں صرف ایک آدمی کا کھانا تھا۔ اس نے وہ کھانا مہمان کے سامنے رکھ دیا اور اپنی بی بی کو اشارہ کیا کہ وہ چراغ بجھادے۔ اس نے بجھادیا مہمان کے ساتھ وہ انصاری آپ بیٹھ گئے اور منہ کے ساتھ چپ چپ کرتے رہے جس سے مہمان نے سمجھا کہ آپ بھی کھارہے ہیں وہ سب کھانا اسی مہمان کو کھلا دیا خود بمعہ بی بی اور عیال بھوکے سورہے اس پر یہ آیت نازل ہوئی:

وَیُؤْثِرُوْنَ عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ (پ28، الحشر: 9)

ترجمہ کنزالایمان: اور اپنی جانوں پر ان کو ترجیح دیتے ہیں اگرچہ انہیں شدید محتاجی ہو۔

(تفسیر ابن کثیر، ج8، ص100)

اسی طرح ایک بکری کی سری ایک صحابی کے پاس صدقہ آئی تو آپ نے فرمایا کہ فلاں صحابی مجھ سے زیادہ غریب ہے اس کو دے دو۔ چنانچہ اس کے پاس لے گئے۔ اس نے دوسرے کے پاس بھیج دی۔ اس دوسرے نے آگے تیسرے کے پاس یہاں تک کہ پھرتے پھرتے پھر پہلے کے پاس آگئی۔

(المستدرک للحاکم، تفسیر سورۃ الحشر، قصۃ ایثار الصحابۃ، الحدیث 3852، ج3، ص299)

صحابہ کرام میں تو یہاں تک ایثار تھا کہ انہوں نے اپنے بھائی مہاجرین کو اپنی سب جائداد نصف نصف تقسیم کردی۔ بلکہ جس کے پاس دو بیویاں تھیں انہوں نے ایک کو طلاق دے کر اپنے بھائی مہاجر کے نکاح میں دے دی۔ اللہ اکبر! یہ اخوت و ہمدردی جس کی نظیر آج دنیا میں نظر نہیں آتی۔

جنگ یرموک میں ایک زخمی نے پانی مانگا ایک شخص پلانے کو آگے ہوا تو ایک دوسرے زخمی کی آواز آئی کہ ہائے پانی۔ زخمی نے کہا کہ اس بھائی کو پہلے پانی پلا دو۔ وہ شخص آگے لے کر گیا تو ایک اور نے آواز دی کہ پانی! اس نے بھی کہا کہ اس کو پہلے پانی پلاؤ۔ پھر آگے گیا تو ایک اور آواز آئی اس نے کہا کہ اس کو پانی پلاؤ جب وہ اس کے پاس پہنچا تو وہ شہید ہو گیا تھا۔ پھر دوسرے کے پاس آیا تو وہ بھی شہید ہو گیا تھا۔

اسی طرح سب کے سب شہید ہو گئے۔ مگر کسی نے پانی نہ پیا۔ اپنی جان کی پروانہ کی سب نے دوسرے بھائی کے لئے ایثار کیا۔ (تفسیر ابن کثیر، سورۃ الحشر، تحت الآیۃ 9، ج8، ص100)

اسی طرح چند درویش جاسوسی کی تہمت میں پکڑے گئے سرکاری حکم ہوا کہ ان کو قتل کیا جائے جب قتل کرنے لگے تو ہر ایک نے یہی تقاضا کیا کہ پہلے مجھے قتل کیا جائے تاکہ ایک دو دم زندگی کے دوسرا بھائی حاصل کرے اور میں اس سے پہلے مارا جاؤں۔ بادشاہ نے یہ ایثار دیکھا، سب کو رہا کر دیا۔

وَيُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّيَتِيْمًا وَّاَسِيْرًا (پ29، الدھر: 8)

ترجمہ کنزالایمان: اور کھانا کھلاتے ہیں اس کی محبت پر مسکین اور یتیم اور اسیر کو۔

کی تفسیر میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور صاحبزادگان کا تین دن روزہ رکھنا اور بوقت افطار مسکین کا سوال کرنا، دوسرے روز کسی یتیم کا سوال کرنا، تیسرے روز کسی قیدی کا اور آپ کا اپنی بھوک اور اپنے عیال کی بھوک کی پروانہ کرنا اور سائلین کو دے دینا اعلیٰ درجہ کا ایثار ہے۔ (تفسیر کبیر، ج10، ص746 ملتقطاً)

اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو توفیق دے!

(570) وَعَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ایک

اَنَّ امْرَاَةً جَائَتْ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِبُرْدَةٍ مَنْسُوْجَةٍ، فَقَالَتْ: نَسَجْتُهَا بِیَدَیَّ لِاَکْسُوْکَهَا، فَاَخَذَهَا النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مُحْتَاجًا اِلَیْهَا، فَخَرَجَ اِلَیْنَا وَاِنَّهَا اِزَارُهُ، فَقَالَ فُلَانٌ: اُکْسُنِیْهَا مَا اَحْسَنَهَا! فَقَالَ: "نَعَمْ"فَجَلَسَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِی الْمَجْلِسِ، ثُمَّ رَجَعَ فَطَوَاهَا، ثُمَّ اَرْسَلَ بِهَا اِلَیْهِ: فَقَالَ لَهُ الْقَوْمُ: مَا اَحْسَنْتَ! لَبِسَهَا النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مُحْتَاجًا اِلَیْهَا، ثُمَّ سَاَلْتَهُ وَعَلِمْتَ اَنَّهُ لَا یَرُدُّ سَائِلًا. فَقَالَ: اِنِّیْ وَاللّٰهِ مَا سَاَلْتُهُ لِاَلْبِسَهَا، اِنَّمَا سَاَلْتُهُ لِتَکُوْنَ کَفَنِیْ. قَالَ سَهْلٌ: فَکَانَتْ کَفَنَهُ. رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ۔

عورت رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک بُنی ہوئی چادر لے کر آئی۔عرض کرنے لگی: میں نے اس کو اپنے ہاتھوں سے بنا ہے۔تاکہ میں آپ کو پہننے کے لیے پیش کروں۔تو اس کو نبی اکرم ﷺ نے لیا اور آپ کو اس کی ضرورت تھی۔ پھر آپ ﷺ اس چادر کو تہہ بند بنا کر ہمارے پاس سے نکلے۔تو فلاں کہنے لگا یہ کتنی عمدہ ہے۔مجھے پہنا دیں۔ فرمایا: ہاں پھر نبی اکرم ﷺ مجلس میں بیٹھ گئے۔ پھر واپس تشریف لے گئے پھر اس کو لپیٹ کر اس کی طرف بھیج دیا۔اس کو لوگوں نے کہا تو نے اچھا نہیں کیا اس کو نبی اکرم ﷺ نے پہنا آپ کو اس کی ضرورت بھی تھی پھر تو نے مانگ لی حالانکہ تجھے علم ہے کہ آپ سائل کو رد نہیں کرتے۔اس نے کہا اللہ کی قسم میں نے پہننے کے لیے نہیں مانگی۔ میں نے تو صرف اس لیے مانگی ہے کہ میرا کفن بنے حضرت سہل کہتے ہیں۔پھر وہ چادر اس کا کفن بنی۔(بخاری)

تخریج حدیث:(صحیح بخاری، باب من استعد الکفن فی زمن النبی صلی اللہ علیہ وسلم فلم ینکر علیہ، ج۱ص۴۲۹ رقم: ۱۲۱۸۔السنن الکبریٰ للبیہقی، باب من استعد الکفن فی حال الحیاۃ، ج۳ص۴۰۴ رقم: ۶۹۲۵جامع الاصول لابن اثیر، الفصل الثالث فی الغسل والکفن، ج۱۱ص۱۱۹ رقم: ۸۶۰۴)

شرح حدیث: ایثار کی فضیلت

جان لیجئے! سخاوت میں سب سے بلند درجہ ایثار کا ہے،اس کا معنی یہ ہے کہ اپنی ضرورت کے باوجود مال کے ساتھ سخاوت کرنا اور اللہ عَزَّ وَجَلَّ نے صحابۂ کرام علیہم الرضوان کی تعریف کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

وَیُؤْثِرُوْنَ عَلٰۤی اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ کَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ؕ

ترجمۂ کنز الایمان: اور اپنی جانوں پر ان کو ترجیح دیتے ہیں اگر چہ انہیں شدید محتاجی ہو۔(پ28،الحشر:9)

نبی رحمت، شفیع امت، قاسم نعمت صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا:

اَیُّمَا رَجُلٍ اِشْتَهٰی شَهْوَةً فَرَدَّ شَهْوَتَه، وَاٰثَرَ عَلٰی نَفْسِهٖ غُفِرَ لَهٗ۔

ترجمہ: جوشخص کسی چیز کی خواہش رکھتا ہو پھر اپنی خواہش ترک کر دے اور دوسرے کو اپنے اوپر ترجیح دے تو اس کی بخشش کر دی جائے گی۔ (الکامل فی ضعفاء الرجال لابن عدی، الرقم ۱۲۸۹۔عمرو بن خالد، ج ۶ ص ۲۲۳)

رسولِ اکرم، نورِ مجسم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کی خدمت میں ایک مہمان آیا اور آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے اپنے گھر میں کچھ نہ پایا تو ایک انصاری آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور مہمان کو اپنے گھر لے گئے پھر اس کے سامنے کھانا رکھا اور بیوی کو چراغ بجھانے کا حکم دیا، خود کھانے کی طرف ہاتھ بڑھاتے رہے جیسے کھا رہے ہوں حالانکہ کھا نہیں رہے تھے یہاں تک کہ مہمان نے کھانا کھالیا۔ جب صبح ہوئی تو رسول اللہ عزَّ وجَلَّ وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا:

لَقَدْ عَجِبَ اللّٰهُ مِنْ صَنِيْعِكُمْ إِلٰى ضَيْفِكُمْ۔

ترجمہ: تمہارا اپنے مہمان سے (حسن) سلوک سے پیش آنا اللہ عزَّ وجَلَّ کو بہت پسند آیا۔

(صحیح مسلم، کتاب الأشربۃ، باب اکرام الضیف۔۔۔۔۔۔الخ، الحدیث ۵۳۵۹، ص ۱۰۴۵)

تو یہ آیت کریمہ نازل ہوئی:

وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ؕ

ترجمۂ کنزالایمان: اور اپنی جانوں پر ان کو ترجیح دیتے ہیں اگرچہ انہیں شدید محتاجی ہو۔ (پ28، الحشر:9)

(571) وَعَنْ اَبِيْ مُوْسٰى رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "اِنَّ الْاَشْعَرِيِّيْنَ اِذَا اَرْمَلُوْا فِي الْغَزْوِ، اَوْ قَلَّ طَعَامُ عِيَالِهِمْ بِالْمَدِيْنَةِ، جَمَعُوْا مَا كَانَ عِنْدَهُمْ فِيْ ثَوْبٍ وَّاحِدٍ، ثُمَّ اقْتَسَمُوْهُ بَيْنَهُمْ فِيْ اِنَاءٍ وَّاحِدٍ بِالسَّوِيَّةِ فَهُمْ مِنِّيْ وَاَنَا مِنْهُمْ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

"اَرْمَلُوْا": فَرَغَ زَادُهُمْ اَوْ قَارَبَ الْفَرَاغَ۔

حضرت ابوموسیٰ اشعری ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اشعری لوگ جب دورانِ غزوہ خالی ہاتھ ہو جاتے یا مدینہ میں ان کی اولاد کا زادِ راہ کم ہو جاتا تو جو ان کے پاس ہوتا اس کو ایک کپڑے میں جمع کرتے ہیں پھر برابر بانٹ لیتے ہیں۔ تو وہ میرے ہیں اور میں ان کا ہوں۔ (متفق علیہ)

ارملو: زادِ راہ ختم ہو جائے یا ختم ہونے کے قریب ہو۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب الشرکۃ فی الطعام والنھد والعروض، ج۲ص۸۸۰ رقم: ۲۴۸۶ صحیح مسلم، باب من فضائل الاشعریین رضی اللہ عنھم، ج۷ص۱۷۱ رقم: ۶۵۶۴ السنن الکبرٰی للبیھقی، باب القسمۃ، ج۱۰ص۱۳۲ رقم: ۲۰۹۳۰ السنن الکبرٰی للنسائی، باب الترغیب فی المواساۃ، ج۵ص۲۲۷ رقم: ۸۷۹۸ مسند ابی یعلی، حدیث میمونۃ زوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ج۱۳ص۲۲۷ رقم: ۷۳۰۹)

شرح حدیث: لوگوں کے توشہ میں کمی

سلمہ بن اکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی، کہتے ہیں ایک غزوہ میں لوگوں کے توشہ میں کمی پڑگئی، لوگوں نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اُونٹ ذبح کرنے کی اجازت طلب کی (کہ اسی کو ذبح کر کے کھالینگے) حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے اجازت دیدی۔ پھر لوگوں سے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ملاقات ہوئی، اُنھوں نے خبر دی (کہ اُونٹ ذبح کرنے کی ہم نے اجازت حاصل کر لی ہے) حضرت عمر نے فرمایا، اونٹ ذبح کرڈالنے کے بعد تمھاری بقا کی کیا صورت ہوگی یعنی جب سواری نہ رہے گی اور پیدل چلو گے، تھک جاؤ گے اور کمزور ہو جاؤ گے پھر دشمنوں سے جہاد کیونکر کرسکو گے اور یہ ہلاکت کا سبب ہوگا۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی، یارسول اللہ! (عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) اونٹ ذبح ہو جانے کے بعد لوگوں کی بقا کی کیا صورت ہوگی؟ حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا: کہ اعلان کر دو کہ جو کچھ توشہ لوگوں کے پاس بچا ہے، وہ حاضر لائیں۔ ایک دسترخوان بچھا دیا گیا، لوگوں کے پاس جو کچھ توشہ بچا ہوا تھا لا کر اُس دسترخوان پر جمع کر دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کھڑے ہوگئے اور دعا کی پھر لوگوں سے فرمایا: اپنے اپنے برتن لاؤ۔ سب نے اپنے اپنے برتن بھر لیے پھر حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے فرمایا: کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ (عزوجل) کے سوا کوئی معبود نہیں اور بیشک میں اللہ (عزوجل) کا رسول ہوں۔

(صحیح البخاري، کتاب الشرکۃ، باب الشرکۃ في الطعام والنھد...إلخ، الحدیث: ۲۴۸۴، ج۲، ص۱۴۰)

عبداللہ بن ہشام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اُنکی والدہ زینب بنت حُمید رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر لائیں اور عرض کی، یارسول اللہ! (عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) اسکو بیعت فرمالیجئے۔ فرمایا: یہ چھوٹا بچہ ہے۔ پھر ان کے سر پر حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے ہاتھ پھیرا اور ان کے لیے دعا کی۔ انکے پوتے زہرہ بن معبد کہتے ہیں، کہ میرے دادا عبداللہ بن ہشام مجھے بازار لیجاتے اور وہاں غلہ خریدتے تو ابن عمر و ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہم اُن سے ملتے اور کہتے ہمیں بھی شریک کرلو کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تمھارے لیے دعائے برکت کی ہے، وہ انھیں بھی شریک کرلیتے اور بسا اوقات ایک مسلّم اونٹ نفع میں مل جاتا اور اُسے گھر بھیج دیا کرتے۔

(صحیح البخاري، کتاب الشرکۃ، باب الشرکۃ في الطعام وغیرہ، الحدیث: ۲۵۰۱، ج۲، ص۱۴۵)

صحیح بخاری شریف میں ہے، کہ اگر ایک شخص دام ٹھہرا رہا ہے دوسرے نے اُسے اشارہ کر دیا تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسکے متعلق یہ حکم دیا کہ یہ اُسکا شریک ہوگیا۔ (صحیح البخاري، کتاب الشرکۃ، باب الشرکۃ في الطعام وغیرہ، ج۲، ص۱۴۵)

یعنی شرکت کے لیے اشارہ کافی ہے، زبان سے کہنے کی ضرورت نہیں ہے۔

ابوداود و ابن ماجہ و حاکم نے سائب بن ابی السائب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی، اُنھوں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ

علیہ وسلم سے عرض کی، زمانہ جاہلیت میں حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) میرے شریک تھے اور حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) بہتر شریک تھے کہ نہ مجھ سے مدافعت کرتے اور نہ جھگڑا کرتے۔

(سنن ابن ماجۃ، کتاب التجارات، باب الشرکۃ۔۔۔الخ، الحدیث: ۲۲۸۷، ج ۳، ص ۷۹)

63-بَابُ التَّنَافُسِ فِیْ اُمُوْرِ الْاٰخِرَۃِ وَالْاِسْتِکْثَارِ مِمَّا یُتَبَرَّکُ بِہٖ

آخرت کے معاملات میں شوق اور متبرک چیزوں کو طلب کرنا

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی: (وَفِیْ ذٰلِکَ فَلْیَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُوْنَ) (المطففین: 26)۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: رغبت کرنے والوں کو چاہیے کہ اس میں رغبت کریں۔

(572) وَعَنْ سَھْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اُتِیَ بِشَرَابٍ، فَشَرِبَ مِنْہُ وَعَنْ یَّمِیْنِہٖ غُلَامٌ، وَّعَنْ یَّسَارِہِ الْاَشْیَاخُ. فَقَالَ لِلْغُلَامِ: "اَتَاْذَنُ لِیْ اَنْ اُعْطِیَ ھٰؤُلَاءِ؟" فَقَالَ الْغُلَامُ: لَا وَاللّٰہِ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ، لَا اُوْثِرُ بِنَصِیْبِیْ مِنْکَ اَحَدًا. فَتَلَّہٗ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ یَدِہٖ. مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ.

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس پینے کی چیز لائی گئی۔ اس میں سے آپ نے پیا۔ اور آپ کے دائیں طرف ایک نوجوان لڑکا تھا اور بائیں طرف بزرگ افراد تھے۔ آپ نے لڑکے سے فرمایا کیا' تو اجازت دیتا ہے کہ یہ میں ان کو دوں۔ لڑکے نے کہا: اللہ کی قسم! یارسول اللہ! آپ سے اپنے حصہ میں' میں اپنے آپ پر کسی کو ترجیح نہیں دیتا تو رسول اللہ ﷺ نے پیالہ اس کے ہاتھ میں دے دیا۔ (متفق علیہ)

"تَلَّہٗ بِالتَّاءِ الْمُثَنَّاۃِ فَوْقُ: اَیْ وَضَعَہٗ. وَھٰذَا الْغُلَامُ ھُوَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا.

تَلَّہٗ: تا مثناۃ کے ساتھ یعنی رکھ دیا' دے دیا' اور یہ دانا لڑکے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما تھے۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب من رای صاحب الحوض والقرابۃ احق بمائہ، ج۲ص۱۱۲، رقم: ۲۳۶۶، صحیح مسلم، باب استحباب ادارۃ الماء واللبن ونحوھما، ج۶ص۱۱۳، رقم: ۵۴۱۲، الاداب للبیہقی، باب الایمن فالایمن فی الشرب، ج۱ص۲۷۰، رقم: ۳۵۲، المعجم الکبیر للطبرانی، من اسمہ سھلبن سعد الساعدی، ج۶ص۱۹۸، رقم: ۵۹۹۹، صحیح ابن حبان، باب آداب الشرب، ج۱۲ص۱۵۱، رقم: ۵۳۳۵، مسند امام احمد، حدیث ابی مالک سھل بن ساعدی، ج۵ص۳۳۳، رقم: ۲۲۸۷۵)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

وہ لڑکا حضرت عبداللہ ابن عباس تھے جو بالکل نوعمر تھے رضی اللہ عنہ۔ (مرقات)

اور معلوم ہوا کہ یہ حق عبد ہے اگر بندہ خود اپنا حق دوسرے کو دینے پر راضی ہو جاوے تو فبہا ورنہ اس کی اجازت کے

بغیر دوسرے کو نہ دیا جائے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دنیاوی امور میں ایثار کرنا سخاوت ہے، رب تعالیٰ فرماتا ہے: وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ مگر اخروی امور میں ایثار نہ کرنا بخل کرنا محمود ہے، یہ بخل قابل ستائش ہے۔ یہاں پانی کم نہ تھا جس کے ختم ہوجانے کا اندیشہ ہوتا بلکہ بلا واسطہ حضور کا پس خوردہ پینا مطلوب تھا جو کبھی کسی کو خوش نصیبی سے میسر ہوتا ہے۔ یہاں مرقات نے فرمایا کہ اسناد جتنی چھوٹی ہو اتنی اعلیٰ اور قوی ہے اور خرقہ نبویہ جس قدر زیادہ واسطوں سے پہنچے اتنا اشرف ہوتا ہے کہ اس میں بہت برکتیں شامل ہوتی ہیں لہذا حضرت علی رضی اللہ عنہ کا خلیفہ چہارم ہونا بہت ہی محبوب ہے کہ آپ کو حضور کی خلافت تین واسطوں سے پہنچی جس میں بہت برکتیں ان واسطوں کی بھی شامل ہوگئیں بہرحال یہ عمل شریف بہت ہی اعلیٰ ہے۔

اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حکم اور مشورہ میں فرق ہے یہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابن عباس کو حکم نہ دیا تھا بلکہ مشورہ فرمایا تھا کہ اگر تم اجازت دو تو ہم یہ تمہارا حق دوسرے کو دے دیں، حضرت ابن عباس نے مشورہ قبول نہ کیا بلکہ نہایت ادب واحترام اور اچھی معذرت سے اپنا حق خود لے لیا۔ اس سے بہت سے مسائل شریعت وطریقت کے حل ہوتے ہیں۔ (مرأۃ المناجیح، ج۶، ص۱۲۲)

ادب واحترام

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات مقدسہ کے ادب واحترام کو حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اپنے ایمان کی جان سمجھتے تھے۔ بلکہ وہ چیزیں کہ جن کو آپ کی ذات والا سے کچھ تعلق وانتساب ہو ان کی تعظیم وتوقیر کو بھی اپنے لئے لازم الایمان جانتے تھے۔ اسی طرح تابعین اور دوسرے سلف صالحین بھی آپ کے تبرکات کا بے حد احترام اور ان کا اعزاز واکرام کرتے تھے۔ اس کی چند مثالیں ہم ذیل میں تحریر کرتے ہیں جو اہل ایمان کے لئے نہایت ہی عبرت خیز و نصیحت آموز ہیں۔

(۱) حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ٹوپی میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چند مقدس بال سلے ہوئے تھے۔ کسی جنگ میں ان کی ٹوپی سر سے گر پڑی تو آپ نے اتنا زبردست حملہ کر دیا کہ بہت سے مجاہدین شہید ہوگئے۔ آپ کے لشکر والوں نے ایک ٹوپی کے لئے اتنے شدید حملہ کو پسند نہیں کیا۔ لوگوں کا طعنہ سن کر آپ نے فرمایا کہ میں نے ٹوپی کے لئے یہ حملہ نہیں کیا تھا بلکہ میرے اس حملہ کی یہ وجہ تھی کہ میری اس ٹوپی میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے موئے مبارک ہیں مجھے یہ اندیشہ ہوگیا کہ میں ان کی برکتوں سے کہیں محروم نہ ہوجاؤں اور یہ کفار کے ہاتھوں میں نہ پہنچ جائیں اس لئے میں نے اپنی جان پر کھیل کر اس ٹوپی کو اٹھا کر ہی دم لیا۔

(الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ، فصل ومن اعظامہ واکبارہ...الخ، ج۲، ص۵۶،۵۷)

(۲) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے منبر شریف پر جس جگہ آپ بیٹھتے تھے خاص اس جگہ پر اپنا ہاتھ پھرا کر اپنے چہرے پر مسح کیا کرتے تھے۔

(الشفاء بتعریف حقوق المصطفی، فصل ومن اعظامہ واکبارہ...الخ، ج ۲، ص ۵۷)

(۳) حضرت ابومحذورہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو صحابی اور مسجد حرام کے مؤذن ہیں ان کے سر کے اگلے حصہ میں بالوں کا ایک جوڑا تھا۔ جب وہ زمین پر بیٹھتے اور اس جوڑے کو کھول دیتے تو بال زمین سے لگ جاتے تھے۔ کسی نے ان سے کہا کہ آپ ان بالوں کو منڈواتے کیوں نہیں؟ آپ نے جواب دیا کہ میں ان بالوں کو منڈوا نہیں سکتا کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے میرے ان بالوں کو اپنے دست مبارک سے مسح فرمادیا ہے۔

(الشفاء بتعریف حقوق المصطفی، فصل ومن اعظامہ واکبارہ...الخ، ج ۲، ص ۵۶)

(۴) حضرت ثابت بنانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ مجھ سے حضرت انس بن مالک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ فرمائش کی کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مقدس بال ہے میں جب مرجاؤں تو تم اس کو میری زبان کے نیچے رکھ دینا۔ چنانچہ میں نے ان کی وصیت کے مطابق ان کی زبان کے نیچے رکھ دیا اور وہ اسی حالت میں دفن ہوئے۔

(الاصابة فی تمییز الصحابة، انس بن مالک بن النضر، ج ۱، ص ۲۷۶)

اسی طرح حضرت عمر بن عبدالعزیز اموی خلیفہ عادل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات کا وقت آیا تو انہوں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چند موئے مبارک اور ناخن دکھا کر لوگوں سے وصیت فرمائی کہ ان تبرکات کو آپ لوگ میرے کفن میں رکھ دیں۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ (الطبقات الکبریٰ لابن سعد، عمر بن عبدالعزیز، ج ۵، ص ۳۱۸)

(۵) حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا بیان ہے کہ حضرت امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مجھ کو چند گھوڑے عنایت فرمائے تو میں نے عرض کیا کہ ایک گھوڑا آپ اپنی سواری کے لئے رکھ لیجئے تو آپ نے فرمایا کہ مجھ کو بڑی شرم آتی ہے کہ جس شہر کی زمین میں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آرام فرمارہے ہیں اس شہر کی زمین کو میں اپنی سواری کے جانور کے کھروں سے روندواؤں۔ (چنانچہ حضرت امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی زندگی بھر مدینہ ہی میں رہے مگر کبھی کسی سواری پر مدینہ منورہ میں سوار نہیں ہوئے۔)

(الشفاء بتعریف حقوق المصطفی، فصل ومن اعظامہ واکبارہ...الخ، ج ۲، ص ۵۷)

(۶) حضرت احمد بن فضلویہ جن کا لقب زاہد ہے، یہ بہت بڑے مجاہد تھے اور تیر اندازی میں بہت ہی باکمال تھے۔ ان کا بیان ہے کہ جب سے مجھے یہ حدیث پہنچی ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے کمان بھی اُٹھائی ہے۔ اس وقت سے میں کمان کا اتنا ادب واحترام کرتا ہوں کہ بلا وضو کسی کمان کو ہاتھ نہیں لگاتا۔

(الشفاء بتعریف حقوق المصطفی، فصل ومن اعظامہ واکبارہ...الخ، ج ۲، ص ۵۷)

(۷) حضرت امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے سامنے کسی نے یہ کہہ دیا کہ مدینہ کی مٹی خراب ہے یہ سن کر حضرت امام موصوف نے یہ فتویٰ دیا کہ اس گستاخ کو تیس درے لگائے جائیں اور اس کو قید میں ڈال دیا جائے اور یہ بھی فرمایا کہ اس شخص کو قتل کر دینے کی ضرورت ہے جو یہ کہے کہ مدینہ کی مٹی اچھی نہیں ہے۔

(الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ، فصل ومن اعظامہ واکبارہ...الخ، ج ۲، ص ۵۷)

(۸) ایک دن سقیفۂ بنی ساعدہ میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے اصحاب کے ساتھ رونق افروز تھے۔ آپ نے حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ ہمیں پانی پلاؤ۔ چنانچہ حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک پیالہ میں آپ کو پانی پلایا۔ حضرت ابو حازم کا بیان ہے کہ ہم لوگ حضرت سہل بن سعد کے یہاں مہمان ہوئے تو انہوں نے وہی پیالہ ہمارے واسطے نکالا اور برکت حاصل کرنے کے لئے ہم لوگوں نے اسی پیالے میں پانی پیا۔ اس پیالہ کو حضرت عمر بن عبدالعزیز اموی خلیفہ عادل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت سہل بن سعد سے مانگ کر اپنے پاس رکھ لیا۔ (صحیح مسلم، کتاب الاشربۃ، باب اباحۃ النبیذ...الخ، الحدیث: ۲۰۰۷، ص ۱۱۱۲)

(۹) جب بنو حنیفہ کا وفد بارگاہ رسالت میں حاضر ہوا تو اس وفد میں حضرت سیار بن طلق یمامی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تھے انہوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) مجھے اپنے پیراہن شریف کا ایک ٹکڑا عنایت فرمایئے میں اس سے اپنا دل بہلایا کروں گا۔

حضور نے ان کی درخواست منظور فرما کر ان کو پیراہن شریف کا ایک ٹکڑا دے دیا۔ ان کے پوتے محمد بن جابر کا بیان ہے کہ میرے والد کہتے تھے کہ وہ مقدس ٹکڑا برسہا برس ہمارے پاس تھا اور ہم اس کو دھو کر بغرض شفاء بیماروں کو پلایا کرتے تھے۔ (الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ، سیار بن طلق الیمامی، ج ۳، ص ۱۹۴)

(۱۰) ایک صحابیہ حضرت کبشہ انصاریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لے گئے اور ان کی مشک کے منہ سے آپ نے اپنا منہ لگا کر پانی نوش فرمالیا تو حضرت کبشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اس مشک کا منہ کاٹ کر تبرکاً اپنے پاس رکھ لیا۔ (سنن ابن ماجہ، کتاب الاشربۃ، باب الشرب قائما، الحدیث: ۳۴۲۳، ج ۴، ص ۸۰)

(۱۱) حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مقدس تلوار ذوالفقار حضرت زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس تھی۔ جب حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے بعد وہ مدینہ منورہ واپس آئے تو حضرت مسور بن مخرمہ صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے کہا مجھے یہ خطرہ محسوس ہو رہا ہے کہ بنو امیہ آپ سے اس تلوار کو چھین لیں گے۔ اس لئے آپ مجھے وہ تلوار دے دیجئے جب تک میرے جسم میں جان ہے کوئی اس کو مجھ سے نہیں چھین سکتا۔

(صحیح البخاری، کتاب فرض الخمس، باب ما ذکر من درع النبی...الخ، الحدیث: ۳۱۱۰، ج ۲، ص ۳۴۴)

(573) وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنِ — حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم

النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "بَيْنَا أَيُّوبُ - عَلَيْهِ السَّلَامُ - يَغْتَسِلُ عُرْيَانًا، فَخَرَّ عَلَيْهِ جَرَادٌ مِّنْ ذَهَبٍ، فَجَعَلَ أَيُّوبُ يَحْتَثِي فِي ثَوْبِهِ، فَنَادَاهُ رَبُّهُ - عَزَّوَجَلَّ -: يَا أَيُّوبُ، أَلَمْ أَكُنْ أَغْنَيْتُكَ عَمَّا تَرَى؟! قَالَ: بَلَى وَعِزَّتِكَ وَلَكِنْ لَا غِنَى بِي عَنْ بَرَكَتِكَ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

ﷺ نے فرمایا کہ حضرت ایوب علیہ السلام (مرض کے بعد) عریاں جسم غسل فرمار ہے تھے تو ان پر سونا ٹڈیوں کی صورت میں گرنے لگا۔ آپ اس کو کپڑے میں جمع کرنے لگے۔ تو ان کے ربّ عزوجل نے آواز دی فرمایا: اے ایوب! کیا میں نے تجھے اس سے غنی نہ کردیا جو تو دیکھ رہا ہے۔ عرض کیا: کیوں نہیں تیری عزت کی قسم لیکن میں تیری برکت سے بے نیاز نہیں ہوں۔ (بخاری)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب من اغتسل عریانا وحدہ فی الخلوۃ، ج۱ص۶۳، رقم: ۲۷۹، السنن الکبرٰی للبیہقی، باب التعری اذا کان وحدہ، ج۱ص۱۹۸، رقم: ۹۰۹، مسند امام احمد بن حنبل، مسند ابی ہریرۃ، ج۳ص۳۱۴، رقم: ۸۱۴۴، مشکوٰۃ المصابیح، باب بدء الخلق وذکر الانبیاء علیہم الصلاۃ والسلام، الفصل الاول، ج۲ص۲۴۰، رقم: ۵۷۰۷)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یہ واقعہ حضرت ایوب علیہ السلام کے مرض سے شفا پا جانے کے بعد کا ہے، غسل خانہ میں تنہائی کی حالت میں ننگا نہانا جائز ہے اگر وہاں بھی تہبند سے نہایا جائے افضل ہے۔

جراد اسم جنس ہے مراد بہت ٹڈیاں ہیں جیسا کہ اگلے مضمون سے ظاہر ہورہا ہے۔ یہ بارش قدرتی تھی رب تعالٰی کے فضل وکرم سے آج بعض دفعہ بارش کے ساتھ بیر بہوٹی برستی ہے لہذا جانوروں کا برسنا ناممکن نہیں۔

آپ اسی طرح برہنہ بدن غسل خانہ سے نکل کر اپنے تہبند شریف میں یہ ٹڈیاں جمع فرمانے لگے۔ اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے: ایک یہ کہ آسمان سے برسی ہوئی چیز جنگل کی خودرو جڑی بوٹیاں وہاں کے شکار کے جانور کسی کی ملکیت نہیں جس کا جی چاہے لے لے حتی کہ اگر قرینہ سے معلوم ہوا کہ یہ چیز ہم کو دی گئی ہے اسے بھی لے لینا جائز ہے جیسے برادران یوسف علیہ السلام نے اپنے سامان میں واپس کی ہوئی رقم دیکھ کر بولے ھٰذِهٖ بِضَاعَتُنَا رُدَّتْ اِلَیْنَا۔ دوسرے یہ کہ جائز مال کی حرص بری نہیں بلکہ اچھی ہے جب کہ حلال ذریعہ سے حاصل ہو اور غفلت پیدا نہ کرے، دیکھو مرقات یہ ہی مقام۔

آپ کی بیماری کے بعد رب تعالٰی نے آپ کی بیوی صاحبہ رحمت کو جوانی، صحت بخشی، اولاد بہت عطا کی مال اندازے سے بھی زیادہ عطا فرمایا اس فرمان عالی میں اس طرف اشارہ ہے۔

سبحان اللہ! کیسا پیارا جواب ہے یعنی میں بہت مالدار ہو کر بھی تیری عطا سے بے نیاز نہیں، تیری عطا بھاگ کر دوڑ کر قبول کروں گا، اس میں رب کی نعمت کی قدر دانی اور اس کا شکریہ ہے۔ غرضکہ حرص نفسانی اور چیز ہے یہ حرص کچھ اور چیز ہے، یہ حرص نفسانی نہ تھی، ہمیشہ اپنے کو رب کا محتاج جانو۔ (مرآۃ المناجیح، ج۷، ص۵۳۹)

حضرت ایوب علیہ السلام کا امتحان

حضرت ایوب علیہ السلام حضرت اسحٰق علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں اور ان کی والدہ حضرت لوط علیہ السلام کے خاندان سے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ہر طرح کی نعمتوں سے نوازا تھا۔ حسن صورت بھی اور مال واولاد کی کثرت بھی، بے شمار مویشی اور کھیت وباغ وغیرہ کے آپ مالک تھے۔ جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو آزمائش وامتحان میں ڈالا تو آپ کا مکان گر پڑا اور آپ کے تمام فرزندان اس کے نیچے دب کر مر گئے اور تمام جانور جس میں سینکڑوں اُونٹ اور ہزار ہا بکریاں تھیں، سب مر گئے۔ تمام کھیتیاں اور باغات بھی برباد ہو گئے۔ غرض آپ کے پاس کچھ بھی باقی نہ رہا۔ آپ کو جب ان چیزوں کے ہلاک وبرباد ہونے کی خبر دی جاتی تھی تو آپ حمدِ الٰہی کرتے اور شکر بجالاتے تھے اور فرماتے تھے کہ میرا کیا تھا اور کیا ہے جس کا تھا اس نے لے لیا۔ جب تک اس نے مجھے دے رکھا تھا میرے پاس تھا، جب اس نے چاہا لے لیا۔ میں ہر حال میں اس کی رضا پر راضی ہوں۔ اس کے بعد آپ بیمار ہو گئے اور آپ کے جسم مبارک پر بڑے بڑے آبلے پڑ گئے۔ اس حال میں سب لوگوں نے آپ کو چھوڑ دیا، بس فقط آپ کی بیوی جن کا نام رحمت بنت افرائیم تھا۔ جو حضرت یوسف علیہ السلام کی پوتی تھیں، آپ کی خدمت کرتی تھیں۔ سالہا سال تک آپ کا یہی حال رہا، آپ آبلوں اور پھوڑوں کے زخموں سے بڑی تکلیفوں میں رہے۔

فائدہ: عام طور پر لوگوں میں مشہور ہے کہ معاذ اللہ آپ کو کوڑھ کی بیماری ہو گئی تھی۔ چنانچہ بعض غیر معتبر کتابوں میں آپ کے کوڑھ کے بارے میں بہت سی غیر معتبر داستانیں بھی تحریر ہیں، مگر یاد رکھو کہ یہ سب باتیں سرتاپا بالکل غلط ہیں اور ہر گز ہر گز آپ یا کوئی نبی بھی کبھی کوڑھ اور جذام کی بیماری میں مبتلا نہیں ہوا۔ اس لئے کہ یہ مسئلہ متفق علیہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کا تمام ان بیماریوں سے محفوظ رہنا ضروری ہے جو عوام کے نزدیک باعث نفرت وحقارت ہیں۔ کیونکہ انبیاء علیہم السلام کا یہ فرض منصبی ہے کہ وہ تبلیغ وہدایت کرتے رہیں تو ظاہر ہے کہ جب عوام ان کی بیماریوں سے نفرت کر کے ان سے دور بھاگیں گے تو بھلا تبلیغ کا فریضہ کیونکر ادا ہو سکے گا؟ الغرض حضرت ایوب علیہ السلام ہرگز کبھی کوڑھ اور جذام کی بیماری میں مبتلا نہیں ہوئے بلکہ آپ کے بدن پر کچھ آبلے اور پھوڑے پھنسیاں نکل آئی تھیں جن سے آپ برسوں تکلیف اور مشقت جھیلتے رہے اور برابر صابر وشاکر رہے۔ پھر آپ نے بحکم الٰہی اپنے رب سے یوں دعا مانگی:

اَنِّیْ مَسَّنِیَ الضُّرُّ وَ اَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ ۝ (پ17، الانبیاء: 83)

ترجمہ کنزالایمان: مجھے تکلیف پہنچی اور تو سب مہر والوں سے بڑھ کر مہر والا ہے۔

جب آپ خدا کی آزمائش میں پورے اترے اور امتحان میں کامیاب ہو گئے تو آپ کی دعا مقبول ہوئی اور ارحم الراحمین نے حکم فرمایا کہ اے ایوب علیہ السلام! اپنا پاؤں زمین پر مارو۔ آپ نے زمین پر پاؤں مارا تو فوراً ایک چشمہ پھوٹ پڑا۔ حکم الٰہی ہوا کہ اس پانی سے غسل کرو، چنانچہ آپ نے غسل کیا تو آپ کے بدن کی تمام بیماریاں دور ہو گئیں۔ پھر

آپ چالیس قدم دور چلے تو دوبارہ زمین پر قدم مارنے کا حکم ہوا اور آپ کے قدم مارتے ہی پھر ایک دوسرا چشمہ نمودار ہو گیا جس کا پانی بے حد ٹھنڈا، بہت شیریں اور نہایت لذیذ تھا۔ آپ نے وہ پانی پیا تو آپ کے باطن میں نور ہی نور پیدا ہو گیا۔ اور آپ کو اعلیٰ درجے کی صحت و نورانیت حاصل ہو گئی اور اللہ تعالیٰ نے آپ کی تمام اولاد کو دوبارہ زندہ فرما دیا اور آپ کی بیوی کو دوبارہ جوانی بخشی اور ان کے کثیر اولاد ہوئی، پھر آپ کا تمام ہلاک شدہ مال و مویشی اور اسباب و سامان بھی آپ کو مل گیا بلکہ پہلے جس قدر مال و دولت کا خزانہ تھا اس سے کہیں زیادہ مل گیا۔ (عجائب القرآن مع غرائب القرآن صفحہ ۱۸۰)

64-بَابُ فَضْلِ الْغَنِيِّ الشَّاكِرِ وَهُوَ مَنْ اَخَذَ الْمَالَ مِنْ وَّجْهِهٖ وَصَرَفَهٗ فِيْ وُجُوْهِهِ الْمَامُوْرِ بِهَا

شکر گزار غنی کی فضیلت اور وہ وہ ہے' جو مال کو جائز طریقہ سے حاصل کرے اور اس طریقے پر خرچ کرے جیسے حکم دیا گیا

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰى وَاتَّقٰى وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰى فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْيُسْرٰى) (اللیل: 5-7)

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: پس جس نے دیا اور تقویٰ اختیار کیا' اور جنت کی تصدیق کی تو ہم اس کو آسانی میسر کر دیں گے۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (وَسَيُجَنَّبُهَا الْاَتْقَى الَّذِيْ يُؤْتِيْ مَالَهٗ يَتَزَكّٰى وَمَا لِاَحَدٍ عِنْدَهٗ مِنْ نِّعْمَةٍ تُجْزٰى اِلَّا ابْتِغَاءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْاَعْلٰى وَلَسَوْفَ يَرْضٰى) (اللیل: 17-21)

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: عنقریب اس (جہنم) سے وہ بچایا جائے گا۔ جو بڑا صاحب تقویٰ ہے' جو اپنا مال ستھرا بننے کے لیے دیتا ہے اس پر کسی کا احسان نہیں۔ جس کا بدلہ دیا جائے صرف اپنے برتر ربّ کی رضا طلب کرتے ہوئے وہ خرچ کرتا ہے اور وہ عنقریب راضی ہو جائے گا۔

شرح: حضرتِ صدرالاُفاضل سیّدنا مولٰینا محمد نعیم الدین مُراد آبادی علیہ رحمۃ اللہ الھادی خزائن العرفان میں اس کے تحت لکھتے ہیں:

شانِ نزول: جب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت بلال کو بہت گراں قیمت پر خرید کر آزاد کیا تو کفّار کو حیرت ہوئی اور انہوں نے کہا حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایسا کیوں کیا؟ شاید بلال کا ان پر کوئی احسان ہوگا جو انہوں نے اتنی گراں قیمت دے کر خریدا اور آزاد کیا، اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور ظاہر فرما دیا گیا کہ حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ فعل محض اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے ہے کسی کے احسان کا بدلہ نہیں اور نہ ان پر حضرت بلال وغیرہ کا کوئی احسان ہے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بہت لوگوں کو ان کے اسلام کے سبب خرید کر آزاد کیا۔

(خزائن العرفان)

وَقَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی: (اِنْ تُبْدُوا الصَّدَقَاتِ فَنِعِمَّا هِيَ وَاِنْ تُخْفُوْهَا وَتُؤْتُوْهَا الْفُقَرَآءَ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَيُكَفِّرُ عَنْكُمْ مِنْ سَيِّئَاتِكُمْ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ) (البقرۃ: 271)

اور ارشاد فرمایا: تم اگر صدقات کو ظاہر کر کے دو تو یہ اچھا کام ہے اور اگر تم یہ چھپا کر محتاجوں کو دو تو یہ تمہارے لیے زیادہ بہتر ہے' اللہ تم سے تمہارے گناہ مٹا دے گا اور اللہ تعالیٰ تمہارے عملوں کی خبر رکھتا ہے۔

وَقَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی: (لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَيْءٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ) (آل عمران: 92)

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: تم پوری نیکی کو نہیں پا سکتے حتیٰ کہ تم اپنی پسندیدہ چیزوں میں سے خرچ کرو اور تم جو کچھ خرچ کرو اللہ تعالیٰ اس کو جانتا ہے۔

شرح: حضرتِ صدرالأ فاضل سیّدُ نا مولٰینا محمد نعیم الدین مُراد آبادی علیہ رحمۃ اللہ الھادی خزائنُ العرفان میں اس کے تحت لکھتے ہیں:

بر سے تقوٰی وطاعت مراد ہے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ یہاں خرچ کرنا عام ہے تمام صدقات کا یعنی واجبہ ہوں یا نافلہ سب اس میں داخل ہیں حسن کا قول ہے کہ جو مال مسلمانوں کو محبوب ہو اور اسے رضائے الٰہی کے لئے خرچ کرے وہ اس آیت میں داخل ہے خواہ ایک کھجور ہی ہو (خازن) عمر بن عبدالعزیز شکر کی بوریاں خرید کر صدقہ کرتے تھے ان سے کہا گیا اس کی قیمت ہی کیوں نہیں صدقہ کر دیتے فرمایا شکر مجھے محبوب و مرغوب ہے یہ چاہتا ہوں کہ راہِ خدا میں پیاری چیز خرچ کروں (مدارک) بخاری و مسلم کی حدیث ہے کہ حضرت ابوطلحہ انصاری مدینے میں بڑے مالدار تھے انہیں اپنے اموال میں بیرحا (باغ) بہت پیارا تھا جب یہ آیت نازل ہوئی تو انہوں نے بارگاہِ رسالت میں کھڑے ہو کر عرض کیا مجھے اپنے اموال میں بیرحا سب سے پیارا ہے میں اس کو راہِ خدا میں صدقہ کرتا ہوں حضور نے اس پر مسرت کا اظہار فرمایا اور حضرت ابوطلحہ نے بایمائے حضور اپنے اقارب اور بنی عم میں اس کو تقسیم کر دیا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ابوموسیٰ اشعری کو لکھا کہ میرے لئے ایک باندی خرید کر بھیج دو جب وہ آئی تو آپ کو بہت پسند آئی آپ نے یہ آیت پڑھ کر اللہ کے لئے اس کو آزاد کر دیا۔ (خزائن العرفان)

وَالْاٰيَاتُ فِيْ فَضْلِ الْاِنْفَاقِ فِي الطَّاعَاتِ كَثِيْرَةٌ مَّعْلُوْمَةٌ.

کاموں میں خرچ کرنے کی فضیلت میں آیات بکثرت مشہور ہیں۔

(574) وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَا حَسَدَ اِلَّا فِي اثْنَتَيْنِ: رَجُلٌ اٰتَاهُ اللّٰهُ مَالًا، فَسَلَّطَهُ عَلٰى هَلَكَتِهٖ فِي الْحَقِّ، وَّرَجُلٌ اٰتَاهُ اللّٰهُ حِكْمَةً

حضرت عبداللہ ابن مسعود ﷜ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: دو آدمیوں کے سوا کسی کے لیے حسد کرنا جائز نہیں۔ ایک وہ جسے اللہ نے مال دیا اور اسے نیک کاموں میں خرچ کرنے کی توفیق عطا فرماتی

فَهُوَ يَقْضِيْ بِهَا وَيُعَلِّمُهَا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. وَتَقَدَّمَ شَرْحُهُ قَرِيْبًا.

اور دوسرا وہ جسے اللہ تعالیٰ نے حکمت عطا فرمائی وہ اس کے ساتھ فیصلے کرتا ہے اور سکھاتا ہے۔ (متفق علیہ) اس کی تشریح قریب ہی گزر چکی ہے۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب الاعتباط فی العلم والحکمة، ج۱ص۲۵، رقم: ۷۳، صحیح مسلم، باب فضل من یقوم بالقرآن ویعلمه وفضل من تعلم حکمة من فقه، ج۲ص۲۰۱، رقم: ۱۹۳۰، السنن الکبری، باب وجوہ الصدقة وما علی کل سلامی من الناس، ج۴ص۱۸۸، رقم: ۸۰۷۸، المعجم الاوسط، باب من اسمه ابراهیم، ج۳ص۱۲۶، رقم: ۲۶۸۸، سنن ابن ماجه، باب الحسد، ج۲ص۱۴۰۸، رقم: ۴۲۰۹)

شرح حدیث: رشک اور مقابلہ بازی کے احکام

دوسری صورت یعنی رشک اور مقابلہ بازی حرام نہیں بلکہ یہ کبھی واجب ہوتا ہے تو کبھی مستحب اور کبھی مباح۔ چنانچہ، اللہ عزوجل کا فرمانِ عالیشان ہے:

سَابِقُوْٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ

ترجمۂ کنزالایمان: بڑھ کر چلو اپنے رب کی بخشش کی طرف۔ (پ27، الحدید: 21)

مسابقت یعنی مقابلہ بازی کسی چیز سے محروم رہ جانے کے خوف کا تقاضا کرتی ہے جیسے دو غلام اپنے آقا کی خدمت میں ایک دوسرے سے اس لئے سبقت لے جانا چاہیں تاکہ اس کے منظورِ نظر ہو جائیں، اور یہ دینی امورِ واجبہ میں واجب ہے جیسے ایمان، فرض نماز اور زکوٰۃ کی نعمت پر رشک کرنا لہٰذا ان اُمور کو ادا کرنے والے کی طرح ہونے کو پسند کرنا واجب ہے ورنہ تم گناہ پر راضی ہونے والے بن جاؤ گے جو کہ حرام ہے، جبکہ فضیلت کے کاموں میں رشک کرنا مستحب ہے جیسے علم یا نیک کاموں میں مال خرچ کرنے پر رشک کرنا، جبکہ مباح نعمتوں پر رشک کرنا بھی مباح ہے جیسے نکاح وغیرہ پر رشک کرنا، البتہ مباح اُمور (یعنی جائز کاموں) میں مقابلہ بازی فضائل میں کمی کر دیتی ہے، نیز یہ زہد، رضا اور توکل کے بھی منافی ہے اور ایسے کاموں میں مقابلہ کرنا گناہ میں مبتلا ہوئے بغیر بھی مقاماتِ رفیعہ سے روک دیتا ہے۔

البتہ! یہاں ایک باریک و دقیق نکتہ کی بات سے آگاہ ہونا ضروری ہے تاکہ انسان بے خبری میں حسد کے حرام فعل میں مبتلا نہ ہو جائے، اور وہ یہ ہے کہ جو انسان غیر جیسی نعمت کے حصول سے مایوس ہو جاتا ہے تو وہ خود کو اس نعمت کے حامل شخص سے کم تر و ناقص سمجھنے لگتا ہے، نیز اس کا نفس یہ پسند کرنے لگتا ہے کہ اس کا نقص کسی طریقہ سے دور ہو جائے اور یہ اسی وقت ہو سکتا ہے جب وہ اس نعمت کے حصول میں کامیاب ہو کر یا پھر اس نعمت کے حامل شخص کی نعمت کے زائل ہو جانے کے سبب اس کے ہم پلہ و برابر ہو جائے۔

فرض کیا کہ وہ اس صاحب نعمت شخص کے مساوی ہونے سے مایوس ہو گیا تو تب بھی اس کے دل میں اس چیز کی محبت

باقی رہ جائے گی کہ وہ نعمت اس شخص کے پاس بھی نہ رہے جس کی وجہ سے وہ اس پر ممتاز حیثیت رکھتا ہے کیونکہ اس نعمت کے ختم ہوتے ہی اس کا اس صاحبِ نعمت شخص سے کمتر ہونا بھی ختم ہو جائے گا اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اب وہ اس پر فضیلت لے جائے۔

اس شخص کو قابلِ مذمت حسد کرنے والا حاسد اسی صورت میں کہا جاسکتا ہے بشرطیکہ وہ اس نعمت کو اس شخص سے زائل کرنے پر قادر ہو کہ اُسے زائل کر دے، اور اگر اس نعمت کے زوال پر قدرت کے باوجود اس کا تقوی و پرہیز گاری اسے اس کام سے اور اس کی نعمت کے زوال کی تمنا سے روک دے تو اس پر کوئی گناہ نہیں کیونکہ یہ ایک فطرتی اَمر ہے، نفسِ انسانی اس سے خالی نہیں ہوتا اور ہوسکتا ہے کہ اس حدیث مبارکہ کا یہی مفہوم ہو کہ،

صاحبِ معطر پسینہ، باعثِ نُزولِ سکینہ، فیض گنجینہ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: ہر آدمی حاسد ہے۔ (جامع الاحادیث، الحدیث: ۱۵۷۷۱، ج۶، ص۴۳۲)

شہنشاہِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: مسلمان تین چیزوں سے الگ نہیں ہو سکتا: (۱) حسد (۲) گمان اور (۳) بدشگونی، اس کے لئے ان سے نکلنے کا طریقہ یہ ہے کہ جب تم حسد کرو تو حد سے تجاوز نہ کرو۔ (اتحاف السادۃ المتقین، کتاب ذم الغضب والحقد والحسد، باب بیان حقیقۃ الحسد حکمہ اقسامہ مراتبہ، ج۹، ص۵۰۱)

(575) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "لَا حَسَدَ إِلَّا فِي اثْنَتَيْنِ: رَجُلٌ آتَاهُ اللهُ الْقُرْآنَ، فَهُوَ يَقُوْمُ بِهِ آنَاءَ اللَّيْلِ وَآنَاءَ النَّهَارِ، وَرَجُلٌ آتَاهُ مَالًا، فَهُوَ يُنْفِقُهُ آنَاءَ اللَّيْلِ وَآنَاءَ النَّهَارِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: رشک کے لائق دو آدمی ہیں ایک وہ جس کو اللہ تعالیٰ قرآن عطا فرمائے۔ وہ دن رات کے وقتوں میں اس کے ساتھ قیام کرتا ہے اور ایک وہ جس کو اللہ نے مال عطا فرمایا ہو اور وہ اس کو رات دن کے وقتوں میں خرچ کرتا ہے۔ (متفق علیہ)

"اَلْآنَاءُ": السَّاعَاتُ.

اَلْآنَاءُ: ساعات' اوقات۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب تمنی القران والعلم، ج۹ص۸۴، رقم: ۷۲۳۲، صحیح مسلم، باب فضل من یقوم بالقرآن، ج۲ص۲۰۱، رقم: ۱۹۳۰، السنن الصغریٰ، باب اذب القاضی وفضلہ، ج۳ص۲۵۰، رقم: ۳۴۷۹، سنن ابن ماجہ، باب الحسد، ج۲ص۱۴۰۸، رقم: ۴۲۰۹، السنن الکبریٰ للنسائی، باب الاعتباط فی العلم، ج۳ص۴۲۶، رقم: ۵۸۴۱، مسند امام احمد، مسند عبداللہ بن عمر، ج۲ص۸، رقم: ۴۵۵۰)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یہاں حسد بمعنی غبطہ، رشک ہے حسد تو کسی پر جائز نہیں نہ دنیا دار پر نہ دین دار پر شیطان کو حضرت آدم علیہ السلام پر

حسد ان کی دینی عظمت پر ہوا تھا نہ کہ دنیاوی مال و دولت پر مگر مارا گیا حسد کے معنی ہیں دوسرے کی نعمت پر جلنا اور اس کا زوال چاہنا، رشک کے معنے ہیں دوسرے کی سی نعمت اپنے لیے بھی چاہنا دینی چیزوں میں رشک جائز ہے۔

یعنی عالم دین ہو دن رات نمازیں پڑھتا ہو قرآن پر عمل کرتا ہو ہر وقت اس کے مسائل سوچتا ہو، اس میں غور و تامل کرتا ہو، یقوم میں یہ سب کچھ داخل ہے۔ مبارک ہے وہ زندگی جو قرآن و حدیث میں تامل و غور کرنے میں گزر جائے اور مبارک ہے وہ موت جو قرآن و حدیث کی خدمت میں آئے اللہ نصیب کرے۔ شعر

نکل جائے دم تیرے قدموں کے نیچے
یہی دل کی حسرت یہی آرزو ہے

انسان جس شغل میں جئے گا اسی میں مرے گا اور ان شاء اللہ اسی میں اٹھے گا بعض صحابہ کرام قبر میں بھی سورۂ ملک پڑھتے سنے گئے جیسا کہ مشکوۃ شریف میں آئے گا۔

چونکہ خفیہ خیرات علانیہ خیرات سے افضل ہے، اس لیے یہاں رات کا ذکر دن سے پہلے ہوا یعنی وہ مالدار خفیہ بھی خیرات کرے اور علانیہ بھی، خیال رہے کہ سنت کی نیت سے اپنے اور اپنے بال بچوں پر خرچ کرنا بھی اسی میں داخل ہے۔

(مرآۃ المناجیح، ج ۷، ص ۵۳۹)

(576) وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ فُقَرَاءَ الْمُهَاجِرِيْنَ اَتَوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَقَالُوْا: ذَهَبَ اَهْلُ الدُّثُوْرِ بِالدَّرَجَاتِ الْعُلٰى، وَالنَّعِيْمِ الْمُقِيْمِ. فَقَالَ: ((وَمَا ذَاكَ؟)) فَقَالُوْا: يُصَلُّوْنَ كَمَا نُصَلِّيْ، وَيَصُوْمُوْنَ كَمَا نَصُوْمُ، وَيَتَصَدَّقُوْنَ وَلَا نَتَصَدَّقُ، وَيَعْتِقُوْنَ وَلَا نَعْتِقُ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((اَفَلَا اُعَلِّمُكُمْ شَيْئًا تُدْرِكُوْنَ بِهٖ مَنْ سَبَقَكُمْ، وَتَسْبِقُوْنَ بِهٖ مَنْ بَعْدَكُمْ، وَلَا يَكُوْنُ اَحَدٌ اَفْضَلَ مِنْكُمْ اِلَّا مَنْ صَنَعَ مِثْلَ مَا صَنَعْتُمْ؟ قَالُوْا: بَلٰى يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، قَالَ: ((تُسَبِّحُوْنَ وَتُكَبِّرُوْنَ وَتَحْمَدُوْنَ، دُبُرَ كُلِّ صَلَاةٍ ثَلَاثًا وَّثَلَاثِيْنَ مَرَّةً فَرَجَعَ فُقَرَاءُ الْمُهَاجِرِيْنَ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالُوْا: سَمِعَ اِخْوَانُنَا اَهْلُ الْاَمْوَالِ بِمَا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فقیر مہاجرین رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے۔ پس انہوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! مالوں والے بلند درجات اور باقی رہنے والی نعمتیں لے گئے۔ فرمایا: وہ کیسے؟ عرض کی وہ ہماری طرح نماز پڑھتے ہیں، ہماری طرح روزے رکھتے ہیں۔ وہ صدقہ کرتے ہیں اور ہم صدقہ نہیں کر پاتے وہ غلام آزاد کرتے ہیں اور ہم نہیں کر سکتے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا میں تمہیں ایک چیز نہ سکھاؤں کہ اس کے ساتھ تم اپنے سے آگے والوں کو پالو گے اور اپنے بعد والوں سے بڑھ جاؤ گے۔ تم سے زیادہ فضیلت والا کوئی نہ ہو گا لیکن جو تم کرو وہی کام کوئی اور کرے تو عرض کی کیوں نہیں، یارسول اللہ (آپ ہمیں سکھا دیں)۔ فرمایا: تم ہر نماز کے بعد تینتیس تینتیس مرتبہ سبحان اللہ، الحمد اللہ اور اللہ اکبر کہا کرو۔ فقراء مہاجرین

فَعَلْنَا، فَفَعَلُوْا مِثْلَهٗ؛ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ، وَهٰذَا لَفْظُ رِوَايَةِ مُسْلِمٍ۔

دوبارہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگے۔ ہمارے مالدار بھائیوں نے ہمارے کام کو سن لیا ہے وہ بھی ایسا کرنے لگے ہیں، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہ اللہ کا فضل ہے، جس کو چاہتا ہے عطا فرماتا ہے۔ (متفق علیہ) یہ الفاظ مسلم کے ہیں۔

"الدُّثُوْرُ": اَلْاَمْوَالُ الْكَثِيْرَةُ، وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

اَلدُّثُوْرُ: بہت زیادہ مال اور اللہ ہی زیادہ علم والا ہے۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب الذکر بعد الصلاۃ، ج۱ص۲۸۶، رقم: ۸۴۳، صحیح مسلم، باب استحباب الذکر بعد الصلاۃ وبیان صفتہ، ج۲ص۹۷، رقم: ۱۳۷۵، السنن الکبریٰ للبیہقی، باب الترغیب فی مکث المصلی فی مصلاۃ، ج۲ص۱۸۶، رقم: ۳۱۴۴، مسند الشامیین للطبرانی، احادیث رجاء عن ابی صالح السمان، ج۳ص۲۱۸، رقم: ۲۱۲۲)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

(بلند درجات اور باقی رہنے والی نعمتیں لے گئے) یعنی ہمارے مقابل درجات میں بڑھ گئے اور جنت کی اعلیٰ نعمتوں کے مستحق ہو گئے اس میں نہ تو رب کی شکایت ہے اور نہ مالداروں پر حسد بلکہ ان پر رشک ہے دینی چیزوں میں رشک جائز ہے یعنی دوسروں کی سی نعمت اپنے لیے بھی چاہنا، حسد حرام ہے یعنی دوسروں کی نعمت کے زوال کی خواہش۔

یعنی بدنی عبادتوں میں وہ ہمارے برابر ہیں اور مالی عبادتوں میں ہم سے بڑھ کر۔ اس حدیث کی بنا پر بعض علماء نے فرمایا کہ شاکر غنی صابر فقیر سے افضل ہے مگر صحیح یہ ہے کہ فقیر صابر غنی شاکر سے افضل کیونکہ رب نے فرمایا اگر تم شکر کرو گے تو تمہیں اور زیادہ نعمتیں دیں گے، اور فرمایا کہ اللہ صابروں کے ساتھ ہے یعنی شکر سے نعمتیں ملتی ہیں اور صبر سے اللہ تعالیٰ۔

(تم اپنے سے آگے والوں کو پالو گے) یہاں آگے اور پیچھے سے درجوں میں آگے پیچھے ہونا مراد ہے نہ کہ زمانہ میں یعنی جو صحابہ تم سے درجہ میں بڑھ گئے ہیں ان کلمات کی وجہ سے تم ان کے برابر ہو جاؤ گے اور جو تمہارے برابر ہیں اور یہ کلمات نہیں پڑھتے ان سے تم بڑھ جاؤ گے ورنہ غیر صحابی کتنی ہی نیکیاں کرے صحابی کی گرد قدم کو نہیں پہنچ سکتے کیونکہ وہ صحبت یافتہ جناب مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں حضرت جبریل علیہ السلام سارے فرشتوں سے افضل کیونکہ وہ خادم انبیاء ہیں تو صحابہ بعد انبیاء ساری مخلوق سے افضل کیونکہ وہ خادم جناب مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم۔

یک زمانہ صحبتے با مصطفیٰ — بہتر از لکھ سالہ طاعت بے ریا

(لیکن جو تم کرو وہی کام کوئی اور کرے) یعنی جو غنی صحابی یہ پڑھے گا وہ تم سے افضل ہو جائے گا۔

(ہر نماز کے بعد) یعنی پنج گانہ نماز کے بعد ۳۳ بار سبحان اللہ ۳۳ بار الحمد للہ اور ۳۳ بار اللہ اکبر کہہ لیا کرو، یہ تسبیح

فاطمہ کہلاتی ہے کیونکہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے قریبًا یہی تسبیح حضرت فاطمہ زہرا کو بتائی تھی اسی بنا پر آج تسبیح کے دانوں میں ۳۳ دانوں پر ایک نائب امام ڈالا جاتا ہے۔خیال رہے کہ ظہر مغرب عشاء میں یہ تسبیح سنتیں وغیرہ پڑھ کر پڑھی جائے گی۔

(وہ بھی ایسا کرنے لگے ہیں) ان کا مدعی یہ تھا کہ اب کوئی اور خفیہ عمل بتایا جائے وہ راز تو کھل گیا۔

(یہ اللہ کا فضل ہے) یعنی اب تم صبر کرو اور رب کے دیئے پر راضی رہو۔یہ غبطہ (رشک) بھی عبادت ہے اور تم اس پر صبر کر کے بڑا درجہ پاؤ گے۔(مرٰاۃ المناجیح، ج۷،ص۵۳۹)

65-بَابُ ذِكْرِ الْمَوْتِ وَقَصْرِ الْأَمَلِ

موت کو یاد کرنا اور امیدوں کو کم کرنا

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ وَاِنَّمَا تُوَفَّوْنَ اُجُوْرَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَاُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ) (آل عمران: 185).

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ہر جان موت کو چکھنے والی ہے۔تو تم کو بدلے روز حشر عطا کیے جائیں گے۔تو جو آگ سے بچایا گیا اور جنت میں داخل کیا گیا وہ ضرور کامیاب ہو گیا اور دنیا کی زندگی تو دھوکے کا سامان ہی ہے۔

شرح: حضرتِ صدر الأفاضل سیّدنا مولینا محمد نعیم الدین مُرادآبادی علیہ رحمۃ اللہ الھادی خزائن العرفان میں اس کے تحت لکھتے ہیں:

دنیا کی حقیقت اس مبارک جملہ نے بے حجاب کر دی آدمی زندگانی پر مفتون ہوتا ہے اسی کو سرمایہ سمجھتا ہے اور اس فرصت کو بے کار ضائع کر دیتا ہے۔وقت اخیر اسے معلوم ہوتا ہے کہ اس میں بقا نہ تھی اس کے ساتھ دل لگانا حیات باقی اور اخروی زندگی کے لئے سخت مضرت رساں ہوا حضرت سعید بن جبیر نے فرمایا کہ دنیا طالبِ دنیا کے لئے متاع غرور اور دھوکے کا سرمایہ ہے لیکن آخرت کے طلب گار کے لئے دولتِ باقی کے حصول کا ذریعہ اور نفع دینے والا سرمایہ ہے یہ مضمون اس آیت کے اوپر کے جملوں سے مستفاد ہوتا ہے۔(خزائن العرفان)

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (وَمَا تَدْرِيْ نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا وَّمَا تَدْرِيْ نَفْسٌ بِاَيِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ) (لقمان: 34).

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: پس کوئی جان نہیں جانتی کہ آئندہ کل کیا کرے گی اور نہ یہ کہ اس نے کس زمین میں مرنا ہے۔

شرح: حضرتِ صدر الأفاضل سیّدنا مولینا محمد نعیم الدین مُرادآبادی علیہ رحمۃ اللہ الھادی خزائن العرفان میں اس کے تحت لکھتے ہیں:

شانِ نُزول: یہ آیت حارث بن عمرو کے حق میں نازل ہوئی جس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں

حاضر ہو کر قیامت کا وقت دریافت کیا تھا اور یہ کہا تھا کہ میں نے کھیتی بوئی ہے خبر دیجئے مینہ کب آئے گا اور میری عورت حاملہ ہے مجھے بتائیے کہ اس کے پیٹ میں کیا ہے لڑکا یا لڑکی، یہ تو مجھے معلوم ہے کہ کل میں نے کیا کیا، یہ مجھے بتائیے کہ آئندہ کل کو کیا کروں گا، یہ بھی جانتا ہوں کہ میں کہاں پیدا ہوا مجھے یہ بتائیے کہ کہاں مروں گا۔ اس کے جواب میں یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی۔

اس آیت میں جن پانچ چیزوں کے علم کی خصوصیّت اللہ تبارک وتعالیٰ کے ساتھ بیان فرمائی گئی انہیں کی نسبت سورۂ جن میں ارشاد ہوا عٰلِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖٓ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ غرض یہ کہ بغیر اللہ تعالیٰ کے بتائے ان چیزوں کا علم کسی کو نہیں اور اللہ تعالیٰ اپنے محبوبوں میں سے جسے چاہے بتائے اور اپنے پسندیدہ رسولوں کو بتانے کی خبر خود اس نے سورۂ جن میں دی ہے خلاصہ یہ کہ علمِ غیب اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے اور انبیاء واولیاء کو غیب کا علم اللہ تعالیٰ کی تعلیم سے بطریقِ معجزہ وکرامت عطا ہوتا ہے، یہ اس اختصاص کے منافی نہیں اور کثیر آیتیں اور حدیثیں اس پر دلالت کرتی ہیں، بارش کا وقت اور حمل میں کیا ہے اور کل کو کیا کرے اور کہاں مرے گا ان امور کی خبریں بکثرت اولیاء وانبیاء نے دی ہیں اور قرآن وحدیث سے ثابت ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو فرشتوں نے حضرت اسحٰق علیہ السلام کے پیدا ہونے کی اور حضرت زکریا علیہ السلام کو حضرت یحیٰی علیہ السلام کے پیدا ہونے کی اور حضرت مریم کو حضرت عیسٰی علیہ السلام کے پیدا ہونے کی خبریں دیں تو ان فرشتوں کو بھی پہلے سے معلوم تھا کہ ان حملوں میں کیا ہے اور ان حضرات کو بھی جنہیں فرشتوں نے اطلاعیں دیں تھی اور ان سب کا جاننا قرآنِ کریم سے ثابت ہے تو آیت کے معنٰی قطعاً یہی ہیں کہ بغیر اللہ تعالیٰ کے بتائے کوئی نہیں جانتا۔ اس کے یہ معنٰی لینا کہ اللہ تعالیٰ کے بتانے سے بھی کوئی نہیں جانتا محض باطل اور صدہا آیات واحادیث کے خلاف ہے۔ (خازن، بیضاوی، احمدی، روح البیان وغیرہ) (خزائن العرفان)

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ) (النحل: 61).

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: پس جب ان کا وقت مقررہ آجائے' تو ایک لمحہ بھی اس سے پہلے یا بعد نہیں ہو سکتے۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُلْهِكُمْ اَمْوَالُكُمْ وَلَا اَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخَاسِرُوْنَ وَاَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنَاكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ فَيَقُوْلَ رَبِّ لَوْلَا اَخَّرْتَنِيْٓ اِلٰٓى اَجَلٍ قَرِيْبٍ فَاَصَّدَّقَ وَاَكُنْ مِّنَ الصَّالِحِيْنَ وَلَنْ يُّؤَخِّرَ اللّٰهُ نَفْسًا اِذَا جَآءَ

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اے اہل ایمان تم کو تمہارے مال اور اولادیں اللہ کے ذکر سے غافل نہ کر دیں جس نے یہ کیا' تو ایسے لوگ ہی خسارہ پانے والے ہیں اور ہمارے دیئے ہوئے میں سے خرچ کرو۔ اس سے پہلے کہ تم میں سے کسی کے پاس موت آجائے۔ پھر وہ کہے: اے میرے ربّ مجھے قریب والی مدت تک

اَجَلُهَا وَاللّٰهُ خَبِيْرٌ بِمَا تَعْمَلُوْنَ﴾ (المنافقون: 9-11).

مزید مہلت کیوں نہ دی، میں صدقہ کر لیتا اور نیک لوگوں سا بن جاتا۔ کسی جان کا جب وقت آ جائے، تو اللہ تعالیٰ اس کو ہرگز موخر نہیں کرتا اور اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال کی خبر رکھنے والا ہے۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: ﴿حَتّٰى اِذَا جَآءَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ رَبِّ ارْجِعُوْنِ لَعَلِّيْ اَعْمَلُ صَالِحًا فِيْمَا تَرَكْتُ كَلَّا اِنَّهَا كَلِمَةٌ هُوَ قَائِلُهَا وَمِنْ وَّرَآئِهِمْ بَرْزَخٌ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ فَاِذَا نُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَلَآ اَنْسَابَ بَيْنَهُمْ يَوْمَئِذٍ وَّلَا يَتَسَآءَلُوْنَ فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فِيْ جَهَنَّمَ خٰلِدُوْنَ تَلْفَحُ وُجُوْهَهُمُ النَّارُ وَهُمْ فِيْهَا كٰلِحُوْنَ اَلَمْ تَكُنْ اٰيٰتِيْ تُتْلٰى عَلَيْكُمْ فَكُنْتُمْ بِهَا تُكَذِّبُوْنَ﴾ اِلٰى قَوْلِهٖ تَعَالٰى: ﴿كَمْ لَبِثْتُمْ فِي الْاَرْضِ عَدَدَ سِنِيْنَ قَالُوْا لَبِثْنَا يَوْمًا اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ فَاسْئَلِ الْعَآدِّيْنَ قٰلَ اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا قَلِيْلًا لَّوْ اَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا وَّاَنَّكُمْ اِلَيْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ﴾ (المؤمنون: 99-115).

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: حتیٰ کہ جب ان میں سے کسی کے پاس موت آ جائے، تو کہتا ہے اے میرے رب! مجھے لوٹا تا کہ میں نیک اعمال کر لوں۔ اس (زندگی) میں جسے چھوڑ آیا، ہرگز نہیں ایک بات ہے، جو اس نے کہہ لی اور ان کے پیچھے قیامت تک برزخ ہے، تو جب صور میں پھونکا جائے گا، تو اس دن ان کے درمیان رشتہ داریاں نہ ہوں گی۔ اور نہ ایک دوسرے کو پوچھیں گے۔ تو جس کے (نیک اعمال کے) وزن بھاری ہوئے ایسے لوگ ہی کامیاب ہیں۔ اور جس کے وزن ہلکے ہوئے ایسے لوگ وہ ہیں، جنہوں نے اپنی جانوں کو خسارہ میں ڈالا۔ وہ جہنم میں ہمیشہ رہیں گے۔ ان کے چہروں کو آگ جلا دے گی اور وہ اس میں منہ بگڑے ہوں گے۔ کیا میری آیات تم پر تلاوت نہ ہوئی تھیں۔ پھر تم ان کی تکذیب کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کے یہاں تک کے فرمان تک ''تم زمین میں کتنے سال ٹھہرے ہو کہیں گے ایک دن یا ایک دن کا بعض حصہ تو گنّے والوں سے پوچھ لے فرمائے گا تم واقعی تھوڑی مدت ٹھہرے ہو کاش تم اس کو جان لیتے کیا تم نے گمان کیا تھا کہ ہم نے تم کو فضول پیدا کر دیا ہے۔ اور تم ہماری طرف لوٹائے نہ جاؤ گے''۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: ﴿اَلَمْ يَاْنِ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ وَمَا نَزَلَ مِنَ الْحَقِّ وَلَا

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: کیا ان لوگوں کے لیے اس بات کا وقت نہیں آیا کہ ان کے دل اللہ کی یاد کی

يَكُونُوا كَالَّذِيْنَ أُوتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلُ فَطَالَ عَلَيْهِمُ الْاَمَدُ فَقَسَتْ قُلُوبُهُمْ وَ كَثِيْرٌ مِّنْهُمْ فَاسِقُوْنَ) (الحدید: 16).

وجہ سے ڈر جائیں اور اس وجہ سے جو قرآن اتارا ہے اور ان کی طرح نہ بنیں جن کو ان سے پہلے کتاب دی گئی۔ پس ان پر مہلت لمبی ہوگی' تو ان کے دل سخت ہو گئے اور ان میں سے بڑی تعداد فاسقوں کی ہے۔

وَالْاٰيَاتُ فِي الْبَابِ كَثِيْرَةٌ مَّعْلُوْمَةٌ.

اس باب میں آیات بکثرت مشہور ہیں۔

(577) وَ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ: اَخَذَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَنْكِبِيْ، فَقَالَ: "كُنْ فِي الدُّنْيَا كَاَنَّكَ غَرِيْبٌ اَوْ عَابِرُ سَبِيْلٍ". وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، يَقُوْلُ: اِذَا اَمْسَيْتَ فَلَا تَنْتَظِرِ الصَّبَاحَ، وَاِذَا اَصْبَحْتَ فَلَا تَنْتَظِرِ الْمَسَاءَ، وَخُذْ مِنْ صِحَّتِكَ لِمَرَضِكَ، وَمِنْ حَيَاتِكَ لِمَوْتِكَ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

حضرت ابن عمر ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے میرے کندھے سے پکڑا اور فرمایا دنیا میں اس طرح وقت بسر کر جیسے تو مسافر یا راہگیر ہو۔ اور حضرت ابن عمر ﷺ فرمایا کرتے۔ جب تو شام کرے تو صبح کا انتظار نہ کیا کر اور اپنی صحت سے مرض کے لیے اور زندگی سے موت کے لیے کچھ حاصل کر۔ (بخاری)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم کن فی الدنیا کانك غریب، ج۸ص۸۹، رقم: ۶۴۱۶، صحیح ابن حبان، باب الفقر والزهد، ج۲ص۴۷، رقم: ۶۹۸، مسند امام احمد بن حنبل، مسند عبداللہ بن عمر، ج۲ص۲۴، رقم: ۴۷۶۴، مسند الشامیین، احادیث بن ثوبان عن الحسن بن الحر، ج۱ص۱۰۹، رقم: ۱۶۵، سنن الکبریٰ للبیهقی، کتاب الجنائز، ج۳ص۳۶۹، رقم: ۶۳۰۴)

شرح حدیث: حکیم الاُمّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی جیسے مسافر منزل اور وہاں کی زیب وزینت سے دل نہیں لگا تا کیونکہ اسے آگے جانا ہوتا ہے ایسے ہی تم یہاں کے انسان اور سامان سے دل نہ لگاؤ، ورنہ مرتے وقت ان کے چھوٹنے سے بہت تکلیف ہوگی۔ صوفیاء جو فرماتے ہیں کہ حُبُّ الْوَطَنِ مِنَ الْاِيْمَانِ یعنی وطن کی محبت ایمان کا رکن ہے وہاں وطن سے مراد جنت ہے یعنی اصلی وطن یا مدینہ منورہ کہ وہ مؤمن کا روحانی وطن ہے۔

حضرت ابن عمر یہ اپنے نفس سے خطاب کرتے تھے کہ زندگی کی لمبی امیدیں نہ باندھو ہر نماز آخری نماز سمجھ کر پڑھو، تندرستی اور زندگی کو غنیمت جانو جس قدر ہو سکے اس میں نیکیاں کما لو، ورنہ بیماری میں اور موت کے بعد کچھ بن نہ پڑے گا۔ شعر

کر جوانی میں عبادت کاہلی اچھی نہیں
جب بڑھاپا آ گیا پھر بات بن پڑتی نہیں

ہے بڑھاپا بھی غنیمت جب جوانی ہو چکی یہ بڑھاپا بھی نہ ہوگا موت جس دم آگئی

(مرآۃ المناجیح، ج ۲، ص ۸۲۸)

دنیا کے بارے میں فرامینِ مصطفیٰ صلَّی اللہ علیہ وسلَّم

حضور نبی اکرم، رسولِ محتشم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم اور آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین دنیا میں زہد (یعنی دنیا سے کنارہ کشی) اختیار کئے رہے کیونکہ دنیا ان کا دائمی گھر نہیں تھا یقیناً حقیقی گھر تو آخرت ہے اور حضور نبی کریم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے اپنے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے لئے دنیا کے بارے میں بہت سی مثالیں بیان فرمائیں۔ چنانچہ،

حضرت سیدنا عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسولوں کے سالار، دوعالم کے مالک ومختار صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم ایک چٹائی پر سوگئے، جب اٹھے تو آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کے پہلو مبارک پر چٹائی کے نشان تھے، ہم نے عرض کی: یارسول اللہ عزوجل وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم! اگر ہم آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کے لئے نرم بستر بچھا دیتے۔ آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: مجھے دنیا سے کوئی غرض نہیں، مَیں دنیا میں اُس مسافر کی طرح ہوں جو ایک درخت کے سائے میں (کچھ دیر) آرام کرتا ہے اور پھر کوچ کر جاتا ہے اور اس درخت کو چھوڑ دیتا ہے۔ (جامع الترمذی، کتاب الزھد، باب حدیث ماالدنیا... الخ، الحدیث: ۲۳۷۷، ص ۱۸۹۰)

حضرت سیدنا مستورد بن شداد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ، اللہ کے محبوب، دانائے غیوب، منزہ عن العیوب عزوجل وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: اللہ عزوجل کی قسم! آخرت کے مقابلے میں دنیا اتنی سی ہے جیسے کوئی اپنی اس انگلی کو سمندر میں ڈالے تو وہ دیکھے کہ اس انگلی پر کتنا پانی لایا۔ اس حدیث کے یحییٰ نامی راوی نے شہادت کی انگلی سے اشارہ کیا۔ (صحیح مسلم، کتاب الجنۃ، باب فناء الدنیا، الحدیث: ۷۱۹۷، ص ۱۱۷۳)

حضرت سیدنا جابر عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ رحمتِ عالم، نورِ مجسم، شاہِ بنی آدم رسول محتشم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّمعالیہ کے کسی حصہ سے آتے ہوئے بازار سے گزرے اور آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کے دونوں طرف لوگ تھے، آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا گزر بکری کے ایک مردہ بچے کے پاس سے ہوا جس کا ایک کان چھوٹا تھا، آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے اس کا کان پکڑ کر اٹھایا اور ارشاد فرمایا: تم میں سے کون اسے ایک درہم میں خریدنا چاہے گا۔ لوگوں نے عرض کی: ہم اسے کسی بھی چیز کے بدلے میں لینا پسند نہیں کرتے، ہم اس کا کیا کریں گے؟ ارشاد فرمایا: کیا تم پسند کرتے ہو کہ یہ تم کو مل جائے۔ انہوں نے عرض کی: اللہ عزوجل کی قسم! اگر یہ زندہ ہوتا تب بھی اس میں عیب تھا کہ اس کا ایک کان چھوٹا ہے تو پھر جبکہ یہ مردہ ہے کوئی اسے کیسے لے گا؟ حضور نبی کریم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: اللہ عزوجل کی قسم! جیسے تمہاری نظروں میں یہ مردہ بچہ کوئی وقعت نہیں رکھتا اللہ عزوجل کے نزدیک دنیا اس

سے بھی زیادہ حقیر ہے۔ (صحیح مسلم، کتاب الزھد والرقاق، باب الدنیا سجن.....الخ، الحدیث: ۱۸۷۴، ص ۱۱۹۱)

حضرت سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے محبوب، دانائے غُیوب، مُنَزَّہٌ عَنِ الْعُیوب عزوجل وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم بکری کے ایک خارش زدہ بچے کے پاس سے گزرے جس کو اس کے مالکوں نے گھر سے نکال دیا تھا، آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: کیا تم خیال کرتے ہو کہ یہ بکری کا بچہ اپنے مالکوں کی نظر میں بے وقعت تھا؟ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے عرض کی: جی ہاں! یارسول اللہ عزوجل وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم۔ تو آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: جس طرح یہ خارش زدہ بچہ اپنے مالکوں کے نزدیک حقیر ہے اللہ عزوجل کے نزدیک دنیا اس سے بڑھ کر حقیر ہے۔ (المسند للامام احمد بن حنبل، ج ۳، الحدیث: ۸۳۷۲، ص ۲۴۰)

(578) وَعَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "مَا حَقُّ امْرِءٍ مُّسْلِمٍ، لَهٗ شَيْءٌ يُّوْصِىْ فِيْهِ، يَبِيْتُ لَيْلَتَيْنِ اِلَّا وَوَصِيَّتُهٗ مَكْتُوْبَةٌ عِنْدَهٗ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. هٰذَا لَفْظُ الْبُخَارِيِّ. وَفِيْ رِوَايَةٍ لِّمُسْلِمٍ: "يَبِيْتُ ثَلَاثَ لَيَالٍ" قَالَ ابْنُ عُمَرَ: مَا مَرَّتْ عَلَيَّ لَيْلَةٌ مُّنْذُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ذٰلِكَ اِلَّا وَعِنْدِيْ وَصِيَّتِيْ.

اور انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس مسلمان کے پاس وصیت کے لائق کوئی چیز ہو اس کا حق نہیں کہ دو راتیں بھی یوں گزارے کے وصیت اس کے پاس لکھی ہوئی نہ ہو۔ (متفق علیہ) یہ بخاری کے لفظ ہیں اور مسلم کی ایک روایت ''تین راتیں گزارے'' ہے۔ حضرت ابن عمر ﷺ کہتے ہیں کہ میں نے جب سے رسول اللہ ﷺ سے سنا مجھ پر ایک رات بھی ایسی نہیں گزری کہ میرے پاس میری وصیت لکھی ہوئی نہ ہو۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، کتاب الوصایا، باب الوصایا، ج۲ص۲، رقم: ۲۷۳۸ صحیح مسلم، باب الوصیة، ج۵ص۷۰، رقم: ۴۲۹۴ السنن الصغریٰ للبیھقی، باب استحباب الوصیة، ج۲ص۱۹۰، رقم: ۲۲۱۵ السنن الکبریٰ للنسائی، باب الحزم لمن کان له شی یرید ان یوصی فیه، ج۶ص۲۷۲، رقم: ۱۲۹۶۵ موطا امام مالك، فعل الوصیة ج۲ص۱۱۵، رقم: ۲۳)

شرح حدیث: موت کے بعد

وصایا وصیت کی جمع ہے جیسے خطایا خطیت کی، لغت میں وصیت کے معنی ہیں عہد، مگر اصطلاح میں اس وعدہ اور عہد کو وصیت کہا جاتا ہے جس کا تعلق موت کے بعد سے ہو۔ شروع اسلام میں مالدار پر وصیت کرنا فرض تھا کہ اس زمانہ میں وصیت سے ہی متروکہ مال تقسیم ہوتا تھا، لیکن میراث کے احکام آنے پر یہ حکم منسوخ ہوگیا۔ استحباب اب بھی باقی ہے۔ یہ خیال رہے کہ وارث کو وصیت جائز نہیں جسے میراث سے ایک پائی ملے گی اس کے لیے وصیت نہیں ہوسکتی، اگر کی گئی ہے تو معتبر نہیں۔ قرآن شریف میں تاکیدی حکموں کو بھی وصیت فرمایا گیا ہے، رب تعالیٰ فرماتا ہے: وَلَقَدْ وَصَّيْنَا الَّذِيْنَ اُوْتُوا

الْكِتٰبَ اور فرماتا ہے: وَوَصّٰى بِهَآ اِبْرٰهٖمُ بَنِيْهِ۔

حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یوصی معروف بھی ہوسکتا ہے مجہول بھی، شیخ نے مجہول پڑھا ہے اور مرقات نے دونوں طرح لائق وصیت کی قید اس لیے لگائی کہ جس مال کی وصیت ہی نہیں ہوسکتی اس کا حکم یہ نہیں، قابل میراث مال کی وصیت ہوسکتی ہے دوسرے کی نہیں، قرض، امانت، وقف مالوں میں میراث جاری نہیں ہوتی لہذا ان کی وصیت بھی نہیں ہوتی، نبی کا مال قابل میراث نہیں تو قابل وصیت بھی نہیں۔ جو لوگ حضرت علی کو وصی رسول مانتے ہیں بایں معنی کہ حضور انور نے آپ کو اپنے مال یا خلافت کی وصیت فرمائی وہ بہت ہی نادان ہیں، ہر مسلمان وصی رسول ہے، سرکار نے ہر شخص کو تقویٰ اور پرہیزگاری کی وصیت فرمائی ہے کہ فرمایا: اُوْصِيْكُمْ بِتَقْوَى اللهِ۔

اگر یہ حکم وجوبی ہے تو منسوخ ہے کہ اب میراث کے احکام آچکے اور اگر استحبابی ہے تو اب بھی باقی ہے، واقعی جو وصیت کرنا چاہے وہ بغیر وصیت کیے ایک رات بھی نہ گزارے، کیا خبر موت کہاں اور کب آئے، نیز وصیت لکھ کر کرے بلکہ آج کل رجسٹری کرادے کہ زبانی وصیتیں بدل جاتی ہیں، ہاں ادائے قرض اور ادائے امانات کی وصیت اب بھی واجب ہے جب کہ ان قرضوں اور امانتوں کی کسی کو خبر نہ ہو۔ (مرٰاۃ المناجیح، ج ۴، ص ۶۶۴)

(579) وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: خَطَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خُطُوطًا، فَقَالَ: "هٰذَا الْاِنْسَانُ، وَهٰذَا اَجَلُهُ، فَبَيْنَمَا هُوَ كَذٰلِكَ اِذْ جَآءَ الْخَطُّ الْاَقْرَبُ" رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے کچھ لکیریں کھینچیں پھر فرمایا یہ انسان ہے۔ اور یہ اس کی موت ہے۔ وہ اسی حال میں ہوتا ہے کہ قریب والا خط آجاتا ہے۔ (بخاری)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب فی الامل وطوله، ج۸ص۸۹، رقم: ۶۴۱۸ سنن ابن ماجه، باب الامل والاجل، ج۲ص۱۴۱۴، رقم: ۴۲۳۲ سنن ترمذی، باب ما جاء فی قصر الامل، ج۳ص۵۶۸، رقم: ۲۳۳۴ مسند امام احمد بن حنبل، مسند انس بن مالک، ج۳ص۲۵۷، رقم: ۱۳۷۲۲ صحیح ابن حبان، باب المریض وما یتعلق به، ج۷ص۲۶۳، رقم: ۲۹۹۸)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یا تو یہ خط بھی اسی طرح کھینچا جس کی شکل اوپر دکھائی گئی یا اس طرح کھینچا مگر مطلب وہ ہی ہے کہ انسان آفتوں اور موت میں گھرا ہوا ہے مگر امیدیں موت سے آگے نکلی ہوئی ہیں۔ (مرٰاۃ المناجیح، ج ۷، ص ۱۱۱)

اطاعت کی توفیق

وہ مسلمان جسے حضور نبی پاک، صاحب لولاک صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کی اطاعت کی توفیق مل جائے وہ یقیناً سعادت مند ہے کہ ایسا شخص آخرت کو دنیا پر ترجیح دیتا ہے اور موت کو ہمیشہ یاد رکھتا ہے۔ چنانچہ،

حضرت سیدنا شداد بن اوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ سیّدُ المبلغین، رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِیْن صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: عقلمند وہ ہے جو اپنے نفس کی خواہشات کو کمزور کردے اور موت کے بعد آنے والی زندگی کے لئے نیک عمل کرے اور عاجز ولاچار وہ ہے جو نفسانی خواہشات کی پیروی کرے اور اللہ عزوجل پر لمبی امیدیں رکھے۔

(شعب الایمان، باب فی الزھد وقصر الامل، الحدیث:۱۰۵۴۶، ج۷، ص۳۵۰)

حضرت سیدنا ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ حضور نبی رحمت، شفیع امت، مالکِ جنت صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمان عالیشان ہے: سب سے زیادہ عقلمند ودانا وہ مومن ہے جو موت کو کثرت سے یاد کرے اور اس کے لئے احسن طریقے پر تیاری کرے، یہی (حقیقی) دانا لوگ ہیں۔ (المرجع السابق، الحدیث:۱۰۵۴۹، ص۳۵۱)

حضرت سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت اسامہ بن زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سو دینار کے عوض ایک مہینے کے لئے ایک باندی خریدی تو میں نے حضونبی اکرم، رسول محتشم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کو فرماتے ہوئے سنا: کیا تم اُسامہ پر تعجب نہیں کرتے جو مہینے کا سودا کرتا ہے، یقیناً اسامہ لمبی اُمید والا ہے، اس ذاتِ پاک کی قسم جس کے دستِ قدرت میں میری جان ہے! جب میں اپنی آنکھیں جھپکتا ہوں تو یہ گمان کرتا ہوں کہ کہیں میری پلکیں کھلنے سے پہلے ہی اللہ عزوجل میری روح قبض نہ فرمالے اور جب اپنی پلکیں اٹھاتا ہوں تو یہ گمان ہوتا ہے کہ کہیں انہیں جھکانے سے پہلے ہی موت کا وعدہ نہ آجائے اور جب کوئی لقمہ منہ میں ڈالتا ہوں تو یہ گمان کرتا ہوں کہ موت کا اُچھو لگنے (یعنی موت آنے) سے پہلے اسے نہ نگل سکوں گا، اے لوگو! اگر تم عقل رکھتے ہو تو اپنے آپ کو مُردوں میں شمار کرو، کیونکہ تم سے جو وعدہ کیا جاتا ہے وہ ہو کر رہے گا۔ راوی کہتے ہیں کہ حضرت سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس باندی کو اپنا ہاتھ تنگ ہونے کی وجہ سے خریدا تھا (یعنی اس وقت مال موجود تھا، بعد میں نہیں خرید سکتے تھے) (المرجع السابق، الحدیث ۱۰۵۶۴، ص۳۵۵)

(580) وَ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: خَطَّ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ خَطًّا مُّرَبَّعًا، وَّخَطَّ خَطًّا فِی الْوَسَطِ خَارِجًا مِّنْهُ، وَخَطَّ خُطَطًا صِغَارًا اِلٰی هٰذَا الَّذِیْ فِی الْوَسَطِ مِنْ جَانِبِهِ الَّذِیْ فِی الْوَسَطِ، فَقَالَ: "هٰذَا الْاِنْسَانُ، وَهٰذَا اَجَلُهٗ مُحِیْطًا بِهٖ - اَوْ قَدْ اَحَاطَ بِهٖ - وَهٰذَا الَّذِیْ هُوَ خَارِجٌ اَمَلُهٗ، وَهٰذِهِ الْخُطَطُ الصِّغَارُ الْاَعْرَاضُ، فَاِنْ اَخْطَاَهٗ هٰذَا، نَهَشَهٗ هٰذَا، وَاِنْ اَخْطَاَهٗ هٰذَا، نَهَشَهٗ هٰذَا رَوَاهُ

حضرت ابن مسعود ﷺ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ایک مربع خط کھینچا۔ اس کے درمیان میں ایک خط کھینچا جو باہر نکلنے والا تھا اور اس درمیان والے خط کی طرف چھوٹے چھوٹے خط کھینچے پھر فرمایا یہ انسان ہے۔ اور یہ اس کی موت ہے۔ جس نے اس کو گھیر رکھا ہے۔ اور یہ باہر نکلنے والا خط اس کی امید ہے اور یہ چھوٹے خط مصائب ہیں۔ اگر یہ نہ واقع ہوا تو وہ اس کو چبالے گا اور اس سے بچ گیا تو یہ اس کو دبوچ لے گا۔

اَلْبُخَارِیُّ. وَهٰذِهٖ صُوْرَتُهٗ: (بخاری) اور اس کی صورت یہ ہے

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب فی الامل وطوله، ج۴ص۸۹، رقم: ۶۴۱۷سنن ترمذی، باب ما جاء فی صفة اوانی الحوض، ج۴ص۶۳۵، رقم: ۲۴۵۴سنن الدارمی، باب فی الامل والاجل، ج۲ص۳۹۳، رقم: ۲۷۲۹مسند امام احمد، مسند عبدالله بن مسعود، ج۱ص۳۸۵، رقم: ۳۶۵۲سنن ابن ماجه، باب الامل والاجل، ج۲ص۱۴۱۴، رقم: ۴۲۳۱)

شرح حدیث: امید اور حرص

درازی عمر کی آرزو امل ہے اور کسی چیز سے سیر نہ ہونا، ہمیشہ زیادتی کی خواہش کرنا حرص۔ یہ دونوں چیزیں اگر دنیا کے لیے ہیں تو بری ہیں، اگر آخرت کے لیے ہے تو اچھی اس لیے دراز عمر چاہنا کہ اللہ کی عبادت زیادہ کرلوں اچھا ہے۔ نیک اعمال سے سیر نہ ہونا ہمیشہ زیادتی کی فکر میں رہنا بہت ہی اچھا ہے، رب تعالیٰ ہمارے حضور کی تعریف فرماتا ہے: حَرِیْصٌ عَلَیْکُمْ۔ یہاں دنیاوی امیدیں اور دولت، عزت، شہرت کی حرص مراد ہے جو کہ بری چیز ہے۔ آئندہ احادیث میں اس امل و حرص کی برائیاں بیان ہو رہی ہیں، چونکہ یہ امید اور حرص لازم ملزوم ہیں اس لیے ان دونوں کو جمع فرمایا۔ لمبی امیدیں نیک اعمال سے روکتی ہیں، حرص دنیا گناہ زیادہ کراتی ہے، انسان پہلے نیکیوں سے رکتا ہے پھر گناہ کرتا ہے اس لیے امل کا ذکر پہلے فرمایا حرص کا بعد میں۔

حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

حضرت عبداللہ ابن مسعود سے روایت ہے، جب عبداللہ مطلق بولتے ہیں تو اس سے آپ ہی مراد ہوتے ہیں۔

ظاہر یہ ہے کہ حضور انور نے یہ خط اپنے دستِ اقدس سے کھینچے اس کی شکل یہ تھی مثالی خط میں غور کرو (انظر فی الکتاب) کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کیسے اہم مسائل اشاروں میں سمجھا دیئے

جو فلسفیوں سے حل نہ ہوئے اور نکتہ وروں سے حل نہ ہوئے
وہ راز اک کملی والے نے سمجھا دیے چند اشاروں میں

بیچ والی لکیر میں سے دو طرفہ چھوٹی چھوٹی لکیریں چمٹی ہوئی تھیں جو مربع خط کی طرف تھیں جیسا کہ ہمارے کھینچے ہوئے خط سے ظاہر ہو رہا ہے۔

(چھوٹے خط آفتیں ہیں) یعنی اس شکل میں چار چیزیں ہیں، بیچ والا جو مربع خط سے گھرا ہوا ہے اور جسے چھوٹی لکیریں چمٹی ہوئی ہیں یہ تو انسان ہے اور اس کے اردگرد جو کھوٹا خط اس کی موت ہے جو ہر طرف سے اسے گھیرے ہوئے ہے اور آس پاس کی چمٹی ہوئی لکیریں یہ دنیاوی آفتیں، بلائیں ہیں، بیماریاں، آپس کی دشمنیاں، دنیاوی جھگڑے اور فکریں جو دو طرفہ چمٹی ہوئی ہیں اور اس مربع خط سے اوپر نکلا ہوا حصہ یہ انسان کی دنیاوی امیدیں ہیں یعنی انسان اس قدر آفتوں اور چو طرفہ سے موت میں گھرے ہوئے ہونے کے باوجود اتنی دراز امیدیں رکھتا ہے جو اس موت سے بھی آگے نکلی ہوئی

ہیں۔ شعر

آگاہ اپنی موت سے کوئی بشر نہیں سامان سو برس کا ہے پل کی خبر نہیں

(اگر اس سے بچا تو اس نے کاٹ لیا) یعنی انسان عمر میں کبھی بھی آفتوں سے چھٹکارا نہیں پاتا، ایک آفت جاتی ہے تو دو آتی ہیں اور جب دو جاتی ہیں تو اور طرف سے تین چار آتی ہیں یہ آفتیں بلائیں یوں ہی آتی رہتی ہیں حتی کہ اسے موت آجاتی ہے، زیادہ امیدیں باندھنے والے کو موت کی تکلیف بہت ہوتی ہے نزع کی شدت، دنیا چھوٹنے پر حسرت، امیدیں پوری نہ ہونے کا غم لہذا یہ ہی بہتر ہے کہ لمبی امیدیں رکھی ہی نہ جائیں۔ غافل مر کر دنیا اور محبوب چیزوں سے چھوٹتا ہے مگر مؤمن کامل مر کر محبوب سے ملتا ہے، کافر کی موت کا دن چھوٹنے کا دن ہے، مؤمن کی موت کا دن ملنے کا دن ہے اس لیے مقبولوں کی موت عرس یعنی شادی کہا جاتا ہے۔ قبر میں کامیاب ہونے پر فرشتے کہتے ہیں نم کنومة العروس سوجا دولہن کی طرح۔

(مرآۃ المناجیح، ج ۷، ص ۱۱۰)

(581) وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "بَادِرُوْا بِالْاَعْمَالِ سَبْعًا، هَلْ تَنْتَظِرُوْنَ اِلاَّ فَقْرًا مُّنْسِيًا، اَوْ غِنًى مُطْغِيًا، اَوْ مَرَضًا مُّفْسِدًا، اَوْ هَرَمًا مُّفَنِّدًا، اَوْ مَوْتًا مُّجْهِزًا، اَوِ الدَّجَّالَ، فَشَرُّ غَائِبٍ يُنْتَظَرُ، اَوِ السَّاعَةَ وَالسَّاعَةُ اَدْهٰى وَاَمَرُّ؟" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: "حَدِيْثٌ حَسَنٌ".

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اعمال صالحہ سات چیزوں سے پہلے کر لو کیا تم کو ایسی محتاجی کا انتظار ہے، جو بھلا دینے والی ہے یا ایسی تونگری کا جو سرکش بنا دینے والی ہے یا ایسے مرض کا جو خراب کر دینے والا ہے یا بڑھاپے کا جو کباڑا کر دینے والا ہے یا موت کا جو جلد روانہ کرنے والی ہے یا دجال کا انتظار ہے، جو چھپا ہوا شر ہے یا قیامت کا انتظار ہے اور قیامت زیادہ دہشت ناک اور زیادہ کڑوی ہے۔ اسے امام ترمذی نے روایت کیا اور کہا یہ حدیث حسن ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ما جاء فی المبادرة بالعمل، ج ۴ص ۳۸۷، رقم: ۲۳۰۶، تحفة الاشراف للمزی، من اسمه محرر بن هارون التیمی، ج ۱۰ص ۲۱۳، رقم: ۱۳۹۵۱، کنز العمال، الفصل السابع فی السباعیات، ج ۱۲ص ۱۱۸۷، رقم: ۴۳۵۶۴، مسند الشهاب، باب ما ینتظر احدکم من الدنیا الاغنی مطغیا، ص ۳۲۴، رقم: ۸۲۴)

شرح حدیث: گناہوں پر توبہ کی توفیق

انسان کے دل میں خوف خدا عزوجل بیدار ہوتا ہے، جس کی وجہ سے نیک اعمال کی زبردست رغبت پیدا ہوتی ہے نیز گناہوں سے وحشت محسوس ہوتی ہے اور سابقہ زندگی میں ہو جانے والے گناہوں پر توبہ کی توفیق بھی حاصل ہو جاتی ہے۔ خود ہمارے پیارے آقا صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم نے ہمیں فکر مدینہ کی ترغیب دیتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ پانچ

سے قبل، پانچ کو غنیمت جانو۔

(1) جوانی کو بڑھاپے سے پہلے۔ (2) صحت کو بیماری سے پہلے۔
(3) مالداری کو تنگدستی سے پہلے۔ (4) زندگی کو موت سے پہلے...اور...:
(5) فراغت کو مصروفیت سے پہلے۔ (المنبہات علی الاستعداد لیوم المعاد، ص ۵۸)

اور امیر المؤمنین حضرت سیِّدُ نا عمر فاروق رضي الله تعالي عنه فرماتے ہیں کہ، اے لوگو! اپنے اعمال کا حساب کرلو، اس سے پہلے کہ قیامت آجائے اور تم سے ان کا حساب لیا جائے۔ (حلیۃ الاولیاء، ج۱، ص ۵۶)

جبکہ حضرت عثمانِ غنی رضي الله تعالي عنه فرماتے ہیں کہ دنیا کی فکر دل میں اندھیرا جب کہ آخرت کی فکر روشنی ونور پیدا کرتی ہے۔ (المنبہات علی الاستعداد لیوم المعاد، ص ۴)

اور حضرت یحیٰی بن معاذ رضي الله تعالي عنه فرماتے ہیں، کریم کبھی اللہ عزوجل کی نافرمانی نہیں کرتا اور حکیم (یعنی صاحبِ عقل)، کبھی دنیا کو آخرت پر ترجیح نہیں دیتا۔ (ایضا)

(582) وَعَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "اَكْثِرُوْا ذِكْرَ هَاذِمِ اللَّذَّاتِ يَعْنِي: الْمَوْتَ. رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: "حَدِيْثٌ حَسَنٌ".

انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: لذتوں کو خراب کردینے والی کا ذکر زیادہ کیا کرو اس سے آپ کی مراد موت تھی۔ اسے امام ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ما جاء فی ذکر الموت، ج۴ص۵۵۳، رقم: ۲۳۰۷، المستدرک للحاکم، کتاب الرقاق، ج۴ص۳۵۷، رقم: ۷۹۰۹، سنن ابن ماجه، باب ماذکر الموت والاستعداد، ج۲ص۱۴۲۲، رقم: ۴۲۵۸، سنن الکبری للنسائی، باب کثرة ذکر الموت، ج۴ص۴، رقم: ۱۸۲۴، مسند امام احمد، مسند ابی هریرة رضی الله عنه، ج۳ص۲۹۲، رقم: ۷۹۱۲)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

ہر شخص کی موت اس کی دنیاوی لذتیں کھانے پینے، سونے وغیرہ کے مزے فنا کردیتی ہے، ہاں مؤمن مردے کو زندوں کے ذکر اور تلاوت قرآن سے لذت آتی ہے، نیز زیارت قبر کرنے والے سے اُنس ہوتا ہے، برزخی لذتیں پاتا ہے جو یہاں کی لذتوں سے کہیں اعلیٰ ہیں، لہذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ مردے کو تلاوت وایصال ثواب وغیرہ سے کوئی فائدہ نہیں ہوتا کیونکہ یہاں لذتوں سے جسمانی لذتیں مراد ہیں نہ کہ روحانی اور یہ حدیث دوسری احادیث کے خلاف نہیں۔ علماء فرماتے ہیں اور جو روزانہ موت کو یاد کرلیا کرے اس کے لیئے درجۂ شہادت ہے۔ (مراٰۃ المناجیح، ج۲، ص۸۳۱)

سکراتِ موت

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُ نا عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت سیِّدُ نا کعبُ الاحبار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے

ارشاد فرمایا: اے کعب (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)! ہمیں موت کے متعلق بتایئے۔ تو حضرت سیِّدُ نا کعب الاحبار رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی: اے امیر المؤمنین (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)! موت ایک ایسی کانٹے دار ٹہنی کی مانند ہے کہ جس کو کسی آدمی کے پیٹ میں داخل کیا جائے اور ہر کانٹا ایک ایک رگ میں پیوست ہو جائے پھر کوئی طاقتور شخص اس ٹہنی کو اپنی پوری طاقت سے کھینچے تو اس ٹہنی کی زد میں آنے والی ہر چیز کٹ جائے اور جو زد میں نہ آئے وہ بچ جائے۔

(احیاء علوم الدین، کتاب ذکر الموت ومابعدہ، الباب الثالث: فی سکرات الموت۔۔۔۔۔۔الخ، ج5، ص210)

حضرت سیِّدُ نا عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ میرے والدِ محترم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے تھے: مجھے مرنے والے انسان پر تعجب ہوتا ہے کہ عقل اور زبان ہونے کے باوجود وہ کیوں موت اور اس کی کیفیت بیان نہیں کرتا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب میرے والدِ محترم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وقتِ وصال قریب آیا تو میں نے عرض کی: اے بابا جان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)! آپ تو ایسے ایسے فرمایا کرتے تھے۔ تو انہوں نے ارشاد فرمایا: اے میرے بیٹے! موت اس سے زیادہ سخت ہے کہ اس کو بیان کیا جائے پھر بھی میں کچھ بیان کئے دیتا ہوں۔ اللہ عَزَّ وَجَلَّ کی قسم! گویا میرے کندھوں پر رَضْوَی (یَنْبُع کا ایک مشہور پہاڑ) اور تہامہ کے پہاڑ رکھ دیئے گئے ہیں اور گویا میری روح سوئی کے ناکے سے نکالی جارہی ہے، گویا میرے پیٹ میں ایک کانٹے دار ٹہنی ہے اور گویا آسمان زمین سے مل گیا ہے اور میں ان دونوں کے درمیان ہوں۔ (المستدرک، کتاب معرفۃ الصحابۃ، باب وصف الموت فی حالۃ النزع، الحدیث ۵۹۶۹، ج ۴، ص ۵۶۹۔ الطبقات الکبری لابن سعد، الرقم ۴۴۶ عمرو بن العاص، ج ۴، ص ۱۹۶)

موت کی کڑواہٹ

منقول ہے کہ بنی اسرائیل حضرت سیِّدُ نا سام بن نوح علیہما الصلوٰۃ والسلام کی قبرِ انور پر حاضر ہوئے اور حضرت سیِّدُ نا عیسیٰ روح اللہ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ میں عرض کی: اے روح اللہ (علیہ الصلوٰۃ والسلام)! آپ اللہ عَزَّ وَجَلَّ سے دعا فرمائیں کہ وہ اس قبر والے کو زندہ فرمائے تاکہ ہم اس سے موت کا بیان سنیں۔ حضرت سیِّدُ نا عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام اس قبر پر تشریف لائے اور دو رکعت نماز ادا کر کے اللہ عَزَّ وَجَلَّ سے حضرت سیِّدُ نا سام بن نوح علیہما الصلوٰۃ والسلام کو زندہ کرنے کی دعا فرمائی تو اللہ عَزَّ وَجَلَّ نے ان کو زندہ فرما دیا، وہ کھڑے ہوئے تو حضرت سیِّدُ نا عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دیکھا کہ ان کے سر اور داڑھی کے بال سفید تھے تو آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دریافت فرمایا: یہ بڑھاپا تو آپ کے زمانے میں نہیں تھا؟ تو انہوں نے جواب دیا: جب میں نے ندا سُنی تو گمان ہوا کہ شاید قیامت قائم ہوگئی ہے، اس کی ہیبت سے میرے سر اور داڑھی کے بال سفید ہو گئے ہیں۔ حضرت سیِّدُ نا عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے دریافت فرمایا: آپ کو اس دارِ فانی سے کوچ کئے ہوئے کتنی مدت ہوگئی ہے؟ تو انہوں نے بتایا: مجھے اس دنیا سے رخصت ہوئے چار سو سال ہو گئے ہیں لیکن موت کی کڑواہٹ ابھی تک مجھ سے دور نہیں ہوئی۔

(تفسیر القرطبی، آل عمران، تحت الآیۃ ۴۹، الجزء الرابع، ج ۲، ص ۴۷، بتغیر)

ب گر تیرے پیارے کا جلوہ نہ رہا پیش نظر سختیاں نزع کی کیوں کر میں سہوں گا یارب
نزع کے وقت مجھے جلوۂ محبوب دکھا تیرا کیا جائے گا میں شاد مروں گا یارب

(583) وَعَنْ أُبَيِّ بن كعبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا ذَهَبَ ثُلُثُ اللَّيْلِ قَامَ، فَقَالَ: "يَا أَيُّهَا النَّاسُ، اذْكُرُوا اللّٰهَ، جَاءَتِ الرَّاجِفَةُ، تَتْبَعُهَا الرَّادِفَةُ، جَاءَ الْمَوْتُ بِمَا فِيْهِ، جَاءَ الْمَوْتُ بِمَا فِيْهِ" قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، إِنِّي أُكْثِرُ الصَّلٰوةَ عَلَيْكَ، فَكَمْ أَجْعَلُ لَكَ مِنْ صَلَاتِي؟ فَقَالَ: "مَا شِئْتَ" قُلْتُ: الرُّبُعَ، قَالَ: "مَا شِئْتَ، فَإِنْ زِدْتَّ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكَ" قُلْتُ: فَالنِّصْفَ؟ قَالَ: "مَا شِئْتَ، فَإِنْ زِدْتَّ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكَ" قُلْتُ: فَالثُّلُثَيْنِ؟ قَالَ: "مَا شِئْتَ، فَإِنْ زِدْتَّ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكَ" قُلْتُ: أَجْعَلُ لَكَ صَلَاتِي كُلَّهَا؟ قَالَ: "إِذًا تُكْفٰى هَمَّكَ، وَيُغْفَرُ لَكَ ذَنْبُكَ" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: "حَدِيْثٌ حَسَنٌ".

حضرت ابی بن کعب ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب رات کا تہائی حصہ گزر جاتا تو کھڑے ہو جاتے فرماتے اے لوگو! اللہ کو یاد کرو زلزلہ والی آ گئی اس کے پیچھے ایک اور جھنجوڑ دینے والی آ گئی۔ موت سختیوں سمیت آ گئی۔ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! میں آپ پر درود بکثرت پڑھتا ہوں۔ اپنے ورد میں سے کتنا آپ پر درود کے لیے بناؤں۔ فرمایا: جتنا چاہے عرض کیا: ایک چوتھائی؟ فرمایا جتنا چاہے اگر زیادہ کرے تو بہتر ہے۔ میں نے عرض کیا: نصف؟ فرمایا جتنا چاہے اگر زیادہ کرے تو تیرے لیے بہتر ہے۔ عرض کی پھر دو تہائی؟ فرمایا جتنا چاہے اگر زیادہ کرے تو تیرے لیے بہتر ہے۔ میں نے عرض کیا: میں اپنا تمام ورد آپ پر درود ہی کو بناؤں گا۔ آپ نے فرمایا: پھر اس وقت تیرے غم دور ہو جائیں گے اور تیری مغفرت ہو جائے گی۔ اسے ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ما جاء فی صفة اوانی الحوض، ج۴ص۶۳۶، رقم: ۲۴۵۷، مسند عبد بن حمید، حدیث ابی کعب رضی اللہ عنہ، ج۱ص۸۹، رقم: ۱۷۰، المستدرك للحاكم، تفسير سورة الاحزاب، ج۲ص۴۸۵، رقم: ۳۵۷۸ (یاد رہے کہ امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے مندرجہ بالا حدیث مبارکہ کو تلخیص المستدرک میں صحیح فرمایا ہے)، مشكوة المصابيح، باب الصلاة على النبي صلى الله عليه وسلم، ج۱ص۲۰۳، رقم: ۹۲۹)

شرح حدیث: موت کو یاد کرنا

موت کو یاد کرنا جنت کے اعمال میں سے یوں ہے کہ آدمی جب ہر وقت اس کو یاد رکھے گا کہ مجھے ایک دن مرنا ہے

اور سارا مال و سامان اور جائیداد و مکان چھوڑ کر خالی ہاتھ دنیا سے چلے جانا ہے تو اس کو دنیا سے بے رغبتی اور آخرت کے سامان جمع کرنے کی فکر ہو جائے گی اور ظاہر ہے کہ دنیا سے بے رغبتی اور آخرت کی فکر یہ دونوں چیزیں ہر قسم کی نیکیوں کا سر چشمہ ہیں اور ہر قسم کے گناہوں سے بچنے کا بہترین ذریعہ ہیں اس لیے موت کو بکثرت یاد کرنا یہ جنت دلانے والے اعمال میں سے ایک عمل ہے۔ اور جنت میں لے جانے والی ایک بڑی شاہراہ ہے۔

حصول عبرت

حضرتِ سیِّدُنا سفیان ثوری علیہ رحمۃ اللہ الباری فرماتے ہیں: ایک عابد کا گزر کسی راہب کے قریب سے ہوا تو اس نے راہب سے کہا کہ اے راہب! تم موت کو کیسے یاد کرتے ہو؟ راہب نے جواب دیا: میں جب بھی کوئی قدم اٹھاتا ہوں تو دوسرا قدم رکھنے سے پہلے ڈرتا ہوں کہ کہیں مر نہ جاؤں۔ عابد نے پوچھا: عبادت کے لئے تمہارا جوش کیسا ہوتا ہے؟ راہب نے کہا: میں نے جنت کے بارے میں جاننے والے کسی شخص کے بارے میں نہیں سنا کہ اسے وقت ملے اور وہ دو رکعتیں ادا نہ کرے۔ عابد نے پوچھا: تم راہبوں کو کیا ہوا ہے کہ تم یہ سیاہ چیتھڑوں کا لباس پہنے رہتے ہو؟ راہب نے کہا: مصیبت زدہ لوگوں کا لباس ایسا ہی ہوتا ہے۔ عابد نے پوچھا: اے راہب! کیا ہر راہب مصیبت میں ہے؟ راہب نے کہا کہ اے میرے بھائی! گنہگاروں کے لئے گناہوں سے بڑی مصیبت کونسی ہے۔ اس عابد کا کہنا ہے کہ مجھے جب بھی یہ گفتگو یاد آتی ہے تو میں رو پڑتا ہوں۔

حضرتِ سیِّدُنا شعبی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ دنیا سے بے رغبتی اختیار کرنے والوں میں سے ایک زاہد نے یہ اشعار کہے ہیں:

وَيَوْمَ تَرَى الشَّمْسَ قَدْ كُوِّرَتْ ... وَفِيْهِ تَرَى الْاَرْضَ قَدْ زُلْزِلَتْ

وَفِيْهِ تَرَى كُلَّ نَفْسٍ غَدًا ... اِذَا حُشِرَ النَّاسُ مَا قَدَّمَتْ

أَتَرْقُدُ عَيْنَاكَ يَامُذْنِبًا ... وَاَعْمَالُكَ السُّوْءُ قَدْ دُوِّنَتْ

فَاِمَّا سَعِيْدٌ اِلٰى جَنَّةٍ ... وَكُفَّاهُ بِالنُّوْرِ قَدْ خُضِّبَتْ

وَاِمَّا شَقِيٌّ كُسِيَ وَجْهُهُ ... سَوَادًا وَّكُفَّاهُ قَدْ غُلِّلَتْ

ترجمہ: (۱) اس دن تو دیکھے گا کہ سورج ماند پڑ جائے گا، اور زمین زلزلوں میں ہو گی۔

(۲) جس دن لوگوں کا حشر ہو گا تو اس میں دیکھے گا کہ ہر نفس نے کل (قیامت) کے لئے کیا کچھ آگے بھیجا۔

(۳) اے بدکار! تیری آنکھیں سو رہی ہیں جبکہ تیرے اعمالِ بد جمع ہو رہے ہیں۔

(۴) سعادت مند کا ٹھکانا تو جنت ہو گا اور اس کے ہاتھ نور سے معمور ہوں گے۔

(۵) اور بدبخت کے منہ پر سیاہی چھائی ہو گی اور اس کے ہاتھ بندھے ہوں گے۔ (بحر الدموع صفحہ ۱۱۹)

66-بَابُ اسْتِحْبَابِ زِيَارَةِ الْقُبُوْرِ لِلرِّجَالِ وَمَا يَقُوْلُهُ الزَّائِرُ

مردوں کے لیے زیارت قبور کا مستحب ہونا اور زیارت کرنے والا کیا کہے

(584) عن بُرَيْدَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "كُنْتُ نَهَيْتُكُمْ عن زِيَارَةِ الْقُبُوْرِ فَزُوْرُوْهَا" رَوَاهُ مُسْلِمٌ. وَفِيْ رِوَايَةٍ: "فَمَنْ اَرَادَ اَنْ يَّزُوْرَ الْقُبُوْرَ فَلْيَزُرْ؛ فَاِنَّهَا تُذَكِّرُنَا الْاٰخِرَةَ".

حضرت بریدہ ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں تم کو زیارت قبور کرنے سے منع کرتا تھا اب تم زیارت کیا کرو۔ (مسلم) اور ایک روایت میں ہے کہ جو زیارت قبور کرنا چاہے کرے کیونکہ یہ ہم کو آخرت یاد کراتی ہے۔

تخریج حدیث: (صحيح مسلم، باب استئذان النبى صلى الله عليه وسلم ربه عزوجل فى زيارة قبر امه، ج۲ص۶۵، رقم: ۲۳۰۵، سنن ترمذى، باب ما جاء فى الرخصة فى زيارة القبور، ج۲ص۳۷۰، رقم: ۱۰۵۴، سنن الكبرىٰ للبيهقى، باب الرخصة فى الاوعية بعد النهى، ج۲ص۵۰۰، رقم: ۱۷۹۲۱، سنن ابن ماجه، باب ما جاء فى زيارة القبور، ج۱ص۵۰۱، رقم: ۱۵۷۱، سنن الكبرىٰ للنسائى، باب الاذن فى كل منها لا استثناء فى شى منها، ج۳ص۲۲۵، رقم: ۵۱۶۲)

شرح حدیث: حکیم الاُمّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

آپ کا نام بریدہ ابن حصیب اسلمی ہے، مشہور صحابی ہیں، بدر سے پہلے ایمان لائے مگر بدر میں شریک نہ ہو سکے، بیعت الرضوان میں شریک ہوئے، مدنی ہیں مگر بعد میں بصرہ قیام کیا، آخر میں خراسان چلے گئے تھے، پھر یزید ابن معاویہ کی طرف سے مرو میں غازی ہو کر گئے، وہاں ۶۲ھ میں وفات پائی۔ (اکمال و مرقاۃ)

شروع اسلام میں زیارت قبور مسلمان مَردوں عورتوں کو منع تھی کیونکہ لوگ نئے نئے اسلام لائے تھے، اندیشہ تھا کہ بت پرستی کے عادی ہونے کی وجہ سے اب قبر پرستی شروع کر دیں، جب ان میں اسلام راسخ ہو گیا تو یہ ممانعت منسوخ ہو گئی، جیسے جب شراب حرام ہوئی تو شراب کے برتن استعمال کرنا بھی ممنوع ہو گیا تاکہ لوگ برتن دیکھ کر پھر شراب یاد نہ کر لیں، جب لوگ ترک شراب کے عادی ہو گئے تو برتنوں کے استعمال کی ممانعت منسوخ ہو گئی۔

(اب تم زیارت کیا کرو) یہ امر استحبابی ہے۔ حق یہ ہے کہ اس حکم میں عورتوں بھی شامل ہیں کہ انہیں بھی زیارت قبر کی اجازت دی گئی۔ (لمعات، اشعہ و مرقات) لیکن اب عورتوں کو زیارت قبور سے روکا جائے یعنی گھر سے زیارت قبور کے لیئے نہ نکلیں سوائے روضہ اطہر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر انور کی زیارت کو نہ جائیں، ہاں اگر کہیں جا رہی ہوں اور راستہ میں قبر واقع ہو تو زیارت کر لیں جیسا کہ حضرت عائشہ صدیقہ نے حضرت عبد الرحمان کی قبر کی زیارت کی اور اگر کسی گھر میں ہی اتفاقًا قبر واقع ہو تو زیارت کر سکتی ہیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ کے گھر میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف تھی جہاں آپ مجاورہ منتظمہ تھیں۔ خیال رہے کہ زُوْرُوْا مطلق امر ہے لہٰذا مسلمانوں کو زیارت قبر کے لیئے سفر بھی جائز ہے۔ جب

ہسپتالوں اور حکیموں کے پاس سفر کر کے جاسکتے ہیں تو مزارات اولیاء پر بھی سفر کر کے جاسکتے ہیں کہ ان کی قبور روحانی ہسپتال ہیں، نیز اگر کہیں قبر پر لوگ ناجائز حرکتیں کرتے ہوں تو اس سے زیارت قبور نہ چھوڑے، ہوسکے تو ان حرکتوں کو بند کرے کیونکہ زُورزُوا مطلق ہے، دیکھو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت سے پہلے بتوں کی وجہ سے کعبہ نہ چھوڑا بلکہ جب موقعہ ملا تو بُت نکال دیئے۔ آج بھی نکاح میں لوگ ناجائز حرکتیں کرتے ہیں مگر اس کی وجہ سے نہ نکاح بند کیئے جاتے ہیں نہ وہاں کی شرکت۔ نکاح بھی سنت مطلقہ ہے اور زیارت قبور بھی سنت مطلقہ۔ نکاح وزیارت قبور دونوں کے لیئے سفر بھی درست ہے اور ناجائز امور کی وجہ سے ان میں شرکت ممنوع نہیں۔ یہ دونوں مسائل شامی نے جلد اول باب زیارت قبور میں بہت تفصیل سے بیان فرمائے۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۲، ص ۹۸۴)

قبروں کی زیارت

حضرتِ سیِّدُنا ثابت بنانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں قبروں کی زیارت، مردوں سے عبرت حاصل کرنے، دوبارہ جی اُٹھنے کے معاملے میں غور وفکر کرنے اور اپنے نفس کو نصیحت کرنے کے لئے ایک قبرستان میں داخل ہوا تا کہ میرا نفس سرکشی اور گناہوں سے رک جائے، میں نے قبر والوں کو اتنا تنہا اور خاموش پایا کہ وہ ایک دوسرے سے ملتے ہیں، نہ آپس میں ہم کلام ہوتے ہیں۔ لہٰذا میں ان کی گفتگو سننے سے مایوس ہوگیا اور ان کے احوال دیکھ کر عبرت حاصل کی۔ جب میں نے نکلنے کا ارادہ کیا تو ایک آواز سنائی دی: اے ثابت! قبر والوں کی خاموشی تجھے دھوکے میں نہ ڈالے، ان میں کتنے ہی ایسے ہیں جن کو ان کی قبروں میں عذاب دیا جارہا ہے۔

منقول ہے کہ ایک شخص کسی قبر کے قریب دو رکعت نماز ادا کرنے کے بعد لیٹ گیا۔ خواب میں اس نے صاحبِ قبر کو یہ کہتے ہوئے سنا: اے شخص! تم عمل کرسکتے ہو لیکن علم نہیں رکھتے، ہمارے پاس علم ہے لیکن ہم عمل نہیں کرسکتے، خدا کی قسم! میرے نامۂ اعمال میں نماز کی دو رکعتیں مجھے دنیا و مافیہا (یعنی دنیا اور جو کچھ اس میں ہے) سے زیادہ محبوب ہے۔

منقول ہے کہ ایک عابد اپنے ایک دوست کی قبر پر آیا جس سے اسے محبت تھی اور چند اشعار پڑھے، جن کا مفہوم یہ ہے:

مجھے کیا ہوا کہ جب میں قبروں پر سلام کرتے ہوئے اپنے دوست کی قبر سے گزرتا ہوں تو وہ میرے سلام کا جواب نہیں دیتا، اے میرے حبیب! تجھے کیا ہوا کہ پکارنے والے کا جواب نہیں دیتا؟ کیا تو مجھ سے جدا ہونے کے بعد دوستوں سے اُکتا گیا؟ اگر وہ جواب دینے کے لئے بول سکتا تو مجھ سے یہی کہتا کہ مٹی میرے خوبصورت اعضاء اور جوانی کو کھا گئی۔ وہ عابد کہتا ہے کہ قبر سے ایک غیبی آواز آئی، وہ کہہ رہا تھا: حبیب نے کہا: میں کیسے تمہارا جواب دوں؟ حالانکہ میں مٹی اور ایک طاقتور کے ہاں قید ہوں۔ مٹی میرے حسین جسم کو کھا گئی پس میں تم کو بھول گیا اور مٹی نے مجھے اپنے گھر والوں اور دوستوں سے پوشیدہ کردیا۔ پس تم پر میرا سلام ہو، ہماری اور تمہاری دوستیاں ختم ہوگئیں، میری جلد اور رُخسار گل سڑ گئے، میں نے دُنیا

میں کتنی ہی بار اعلیٰ قسم کے لباس زیب تن کئے، میرے ہاتھ کی اُنگلیاں جدا ہو گئیں جو تحریر کے لئے کتنی ہی خوبصورت تھیں، موتیوں جیسے دانت گر گئے جو جواب دینے کے لئے کتنے ہی اچھے تھے اور میری آنکھیں رخساروں پر بہہ گئیں، میں نے کتنی ہی بار ان سے اپنے دوستوں کا دیدار کیا۔ (الرَّوْضُ الفَائِق فِی الْمَوَاعِظِ وَالرَّقَائِق صفحہ ۵۶)

(585) وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا، قَالَتْ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - كُلَّمَا كَانَ لَيْلَتُهَا مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْرُجُ مِنْ اٰخِرِ اللَّيْلِ اِلَى الْبَقِيْعِ، فَيَقُوْلُ: "اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ دَارَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِيْنَ، وَاَتَاكُمْ مَّا تُوْعَدُوْنَ، غَدًا مُّؤَجَّلُوْنَ، وَاِنَّا اِنْ شَآءَ اللّٰهُ بِكُمْ لَاحِقُوْنَ، اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِاَهْلِ بَقِيْعِ الْغَرْقَدِ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت عائشہ صدیقہ ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جس رات بھی میرے پاس ہوتے رات کے آخری حصہ میں بقیع کی طرف نکل جاتے اور فرماتے اے ایماندار قوم کے گھر والو! تم پر سلام ہو تمہارے پاس آ گیا۔ کل جس کا تم وعدہ کیے جاتے تھے اور ہم یقینا تم کو ملنے والے ہیں اے اللہ! بقیع غرقد والوں کی مغفرت فرما۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب ما یقال عند دخول القبور والدعا لاھلھا، ج۲ص۶۲، رقم: ۲۲۹۹، السنن الکبرٰی للبیھقی، باب ما یقول اذا دخل مقبرۃ، ج۴ص۸۰، رقم: ۷۲۶۱، السنن الکبرٰی للنسائی، باب الامر بالاستغفار للمؤمنین، ج۲ص۹۳، رقم: ۲۰۳۹، مسند ابی یعلٰی، مسند عائشہ رضی اللہ عنھا، ج۸ص۱۹۹، رقم: ۴۷۵۸، مشکوٰۃ المصابیح، باب زیارۃ القبور، ج۱ص۳۹۷، رقم: ۱۷۶۶)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

(رات میں بقیع کی طرف نکل جاتے) اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم روزانہ آخری شب میں بقیع یعنی قبرستان مدینہ کی زیارت فرماتے تھے، اپنی باری کا ذکر اس لیئے فرماتی ہیں کہ آپ کے علم میں یہ ہی آیا۔ عربی میں بقیع درخت والے میدان کو کہتے ہیں۔ غرقد ایک خاص درخت کا نام ہے چونکہ اس میدان میں پہلے غرقد کے درخت تھے اسی لیئے اس جگہ کا نام بقیع الغرقد ہو گیا۔

(کل کی تمہیں مہلت دی ہوئی ہے) یعنی تمہارا وعدۂ موت پورا ہو چکا اور تم کو موت آ چکی، اعمال کا ثواب کل قیامت میں ملے گا، ہماری ابھی موت بھی باقی ہے اور اجر و ثواب بھی۔ اس صورت میں یہ دو جملے ہیں یا معنے یہ ہیں کہ جس اجر و ثواب کا تم سے وعدہ تھا وہ عنقریب یعنی کل قیامت میں تمہیں ملنے والا ہے، اس صورت میں یہ ایک جملہ ہے اَتَاکُمْ ماضی بمعنی مستقبل ہے، پہلے معنے زیادہ موزوں ہیں۔

(ان شاء اللہ ہم بھی تم سے ملنے والے ہیں) یعنی وفات پا کر تم تک پہنچنے والے ہیں۔ یہ مطلب نہیں کہ ہم بقیع میں دفن ہونے والے ہیں کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر انور بقیع میں نہیں اپنے گھر شریف میں واقع ہوئی۔

(خدایا بقیع غرقد والوں کو بخش دے) اس دعا کی وجہ سے بعض مؤمن بقیع میں دفن ہونے کی تمنا کرتے ہیں تاکہ اس خصوصی دعا میں وہ بھی شامل ہوجائیں۔ دعا یہ ہے کہ الٰہی تمام بقیع والے مدفونوں کی مغفرت فرما۔ رب تعالیٰ اس پاک سرزمین میں دفن ہونا نصیب کرے۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۲، ص ۹۸۸)

موت کا جام

حضرتِ سیِّدُنا امام اوزاعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرتِ سیِّدُنا مُیَسَّرہ بن حسین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ایک دن قبرستان کے راستے سے گزرے، آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی نظر کمزور تھی جس کی وجہ سے ایک شخص آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا ہاتھ پکڑ کر آگے آگے جارہا تھا یہاں تک کہ قبرستان آ گیا۔ اس شخص نے عرض کی: اے میسرہ! یہ قبرستان ہے۔ تو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کہا:

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ یَا اَھْلَ الْقُبُوْرِ! اَنْتُمْ لَنَا سَلَفٌ وَّنَحْنُ لَکُمْ خَلَفٌ فَرَحِمَنَا اللهُ وَاِیَّاکُمْ وَغَفَرَ لَنَا وَلَکُمْ وَبَارَکَ لَنَا وَلَکُمْ فِی الْقُدُوْمِ عَلَیْهِ اِذَا صِرْنَا اِلٰی مَا صِرْتُمْ اِلَیْهِ

یعنی اے قبر والو! تم پر سلامتی ہو، تم ہمارے اگلے ہو اور ہم تمہارے بعد آنے والے ہیں۔ ہم یہاں آئیں تو اللہ عَزَّوَجَلَّ ہم پر اور تم پر رحم فرمائے، ہماری اور تمہاری بخشش فرمائے اور اپنی برکت سے نوازے جب ہم بھی وہاں پہنچیں جہاں تم پہنچے ہو۔

حضرتِ سیِّدُنا امام اوزاعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: اللہ عَزَّوَجَلَّ نے قبر والوں میں سے ایک شخص کی روح لوٹا دی تو اس نے فصیح زبان میں جواب دیتے ہوئے کہا: اے دنیا والو! تمہیں مبارک ہو! تم ایک ماہ میں چار مرتبہ حج کرتے ہو۔ حضرتِ سیِّدُنا میسرہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے دریافت فرمایا: اللہ عَزَّوَجَلَّ تم پر رحم فرمائے، چار مرتبہ کیسے؟ تو جواب ملا: نمازِ جمعہ ادا کرنا، کیا تم نہیں جانتے کہ یہ حجِ مقبول ہے۔

پھر حضرتِ سیِّدُنا میسرہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے پوچھا: اللہ عَزَّوَجَلَّ تم پر رحم فرمائے، مجھے اس عمل کے متعلق بتاؤ جو تم نے دنیا میں کیا ہو اور اس نے تم کو نفع دیا ہو؟ تو اس نے جواب دیا: بخشش کی دعا کرنا دُنیا والوں کے لئے آخرت میں سب سے زیادہ نفع بخش ہے۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے پھر اس سے پوچھا: کس چیز نے تمہیں ہمارے سلام کا جواب دینے سے روک رکھا ہے؟ تو اس نے جواب دیا: سلام کا جواب دینا ایک نیکی ہے اور اب ہم نیکیاں نہیں کرسکتے، نہ تو ہماری نیکیاں بڑھتی ہیں اور نہ ہی برائیاں کم ہوتی ہیں۔ اور ہم تمہاری اس دُعا سے خوش ہوتے ہیں: رَحِمَ اللهُ فُلَانًا اَلْمُتَوَفّٰی یعنی اللہ عَزَّوَجَلَّ فلاں مرنے والے پر رحم فرمائے۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ تم پر رحم فرمائے! نیک اعمال میں جلدی کرو اور برے اعمال سے اجتناب کرو اور فنا ہونے والی عمارت سے نئی تعمیر ہونے والی عمارت کی طرف پلٹنے کی تیاری کرو گویا تم موت کا پیالہ پینے والے ہو کیونکہ موت کا جام ہر مرد و عورت پر گردش کرتا رہتا ہے۔ (اَلرَّوْضُ الْفَائِق فِی الْمَوَاعِظِ وَالرَّقَائِق صفحہ ۶۳)

(586) وَعَنْ بريدة رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعَلِّمُهُمْ اِذَا خَرَجُوا اِلَى الْمَقَابِرِ اَنْ يَّقُوْلَ قَائِلُهُمْ: "السَّلَامُ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الدِّيَارِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُسْلِمِيْنَ، وَاِنَّا اِنْ شَآءَ اللهُ بِكُمْ لَاحِقُوْنَ، اَسْاَلُ اللهَ لَنَا وَلَكُمُ الْعَافِيَةَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت بریدہ ﷺ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ ان کو سکھاتے تھے کہ جب قبرستان جائیں تو کہیں اے مسلم و مومن قوم کے گھر والو! السلام علیکم ہم ان شاء اللہ تم کو ضرور ملنے والے ہیں۔ ہم اپنے لیے اور تمہارے لیے اللہ سے معافی کے طلبگار ہیں۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب ما یقال عند دخول القبور والدعا لاهلها، ج۳ص۶۴، رقم: ۲۳۰۲ مسند الرویانی، مسند بریدة بن الحصیب، ص۱۰، رقم: ۱۵، المعجم لابن عساکر، ذکر من اسمه اسماعیل، ص۱۰۱، رقم: ۱۸۵)

شرح حدیث: حکیم الاُمّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ قبرستان میں جا کر پہلے سلام کرنا پھر یہ عرض کرنا سنت ہے، اس کے بعد اہلِ قبور کو ایصال ثواب کیا جائے۔ اس سے معلوم ہوا کہ مردے باہر والوں کو دیکھتے پہچانتے ہیں اور ان کا کلام سنتے ہیں ورنہ انہیں سلام جائز نہ ہوتا کیونکہ جو سنتا نہ ہو یا سلام کا جواب نہ دے سکتا ہو اسے سلام کرنا جائز نہیں، دیکھو سونے والے اور نماز پڑھنے والے کو سلام نہیں کر سکتے۔

یہ ان شاء اللہ یا تو برکت کے لیے یا ایمان پر موت کے لیے یعنی اگر رب نے چاہا تو ہمارا خاتمہ بھی ایمان پر ہوگا اور ہم تم سے ملیں گے، کفار کے پاس نہ جائیں گے ورنہ موت تو یقیناً آنی ہے وہاں ان شاء اللہ کہنے کی ضرورت نہیں۔

عوام مسلمین کی قبروں پر بعد سلام یہ الفاظ کہے جائیں، اولیاء اللہ کے مزارات پر یوں عرض کرے سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ بِمَا كَسَبْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ اور شہداء کے مزارات پر یوں عرض کرے سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ۔ (عالمگیری) یہاں دیار سے مراد قبور ہیں کیونکہ قبریں میتوں کے گھر ہیں اور قبرستان ان کا شہر۔

(مرآۃ المناجیح، ج۲، ص۹۸۶)

(587) وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: مَرَّ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِقُبُوْرٍ بِالْمَدِيْنَةِ فَاَقْبَلَ عَلَيْهِمْ بِوَجْهِهٖ، فَقَالَ: "السَّلَامُ عَلَيْكُمْ يَا اَهْلَ الْقُبُوْرِ، يَغْفِرُ اللهُ لَنَا وَلَكُمْ، اَنْتُمْ سَلَفُنَا وَنَحْنُ بِالْاَثَرِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: حَدِيْثٌ حَسَنٌ.

حضرت ابن عباس ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ مدینہ شریف میں کچھ قبور کے پاس سے گزرے تو ان پر چہرے کی طرف سے متوجہ ہو کر فرمایا: اے اہل قبور تم پر سلام ہو۔ اللہ تعالیٰ ہماری اور تمہاری مغفرت فرما دے۔ تم ہمارے پہلے ہو اور ہم تمہارے پیچھے آ رہے ہیں۔ اسے امام ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث

حسن ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ما یقول الرجل اذا دخل المقابر، ج۲ص۳۶۹، رقم: ۱۰۵۳، مشکوۃ المصابیح، باب زیارۃ القبور، ج۱ص۳۹۷، رقم: ۱۷۶۵)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی قبور کی طرف منہ کرکے اور قبلہ کو پشت کر کے کھڑے ہوئے، زیارت قبر کے وقت اسی طرح کھڑا ہونا چاہیے۔ (مرقاۃ) قبر کو چومنا ممنوع ہے، البتہ عالمگیری و مرقات میں اس جگہ ہے کہ والدین کی قبریں چومنا جائز ہے۔

یعنی ہم سے آگے تم چلے گئے، تمہارے پیچھے ہم بھی آرہے ہیں۔ متقدمین کو سلف کہتے ہیں متاخرین کو خلف۔

(مرآۃ المناجیح، ج۲،ص۹۸۷)

ملائکہ رحمت کا میت کو تسلی دینا

حضرت سَیِّدُنا ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، رسولِ اکرم، نورِ مجسم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: جب مؤمن کی روح پرواز کرتی ہے تو اللہ عَزَّ وَجَلَّ کی طرف سے رحمت کے فرشتے اس سے اس طرح ملاقات کرتے ہیں جس طرح دنیا میں خوشخبری دینے والے سے ملاقات کی جاتی ہے۔ اور کہتے ہیں: اپنے بھائی کو مہلت دو یہاں تک کہ یہ آرام پائے، کیونکہ یہ سخت تکلیف میں تھا۔ پھر وہ اس سے مختلف سوالات کرتے ہیں: فلاں نے کیا کیا؟ فلاں عورت نے کیا کیا؟ کیا فلاں عورت کی شادی ہوگئی؟ جب وہ اس سے پہلے مرنے والے کسی شخص کے بارے میں پوچھتے ہیں تو وہ انہیں بتاتا ہے کہ وہ شخص تو مجھ سے پہلے مر گیا تھا۔ پس وہ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ O ترجمۂ کنزالایمان: ہم اللہ کے مال ہیں اور ہم کو اسی کی طرف پھرنا۔ (پ۲، البقرۃ، ۱۵۶) پڑھتے ہیں اور کہتے ہیں: اسے اپنے ٹھکانے دوزخ میں پہنچادیا گیا۔ (موسوعۃ لابن ابی الدنیا، کتاب ذکر الموت، باب ملاقاۃ الارواح، الحدیث ۲۷۴، ج۵، ص۴۸۱۔۴۸۲)

قبر کا میت سے کلام کرنا

سرکارِ مدینہ، راحتِ قلب وسینہ، سلطانِ باقرینہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عبرت نشان ہے: جب میت کو قبر میں رکھا جاتا ہے تو قبر اس سے کہتی ہے: اے انسان! تیری ہلاکت ہو، تجھے میرے بارے میں کس نے دھوکے میں ڈالا؟ کیا تجھے معلوم نہ تھا، کہ میں فتنوں کا گھر، اندھیری کوٹھڑی، تنہائی اور وحشت کی جگہ اور کیڑوں مکوڑوں کا ٹھکانہ ہوں۔ تجھے میرے بارے میں کس چیز نے دھوکے میں ڈالا کہ تو میرے اوپر اکڑ اکڑ کر چلتا (یعنی ایک قدم آگے کرتا اور دوسرا پیچھے)، اگر وہ نیک ہو تو اس کی طرف سے کوئی جواب دینے والا قبر کو جواب دیتا ہے اور کہتا ہے: کیا تجھے معلوم نہیں کہ یہ شخص نیکی کا حکم دیتا اور برائی سے منع کرتا تھا۔ تو قبر کہتی ہے: اگر یہ بات ہے تو میں اس پر سرسبز وشاداب ہو جاتی ہوں اور اس کا جسم نور میں بدل جائے گا اور روح اللہ عَزَّ وَجَلَّ کی طرف پرواز کر جائے گی۔

(المعجم الکبیر، الحدیث ۹۴۲، ج ۲۲، ص ۳۷۷۔ المعجم الاوسط، الحدیث ۸۶۱۳، ج ۶، ص ۲۳۲)

67-بَابُ كَرَاهَةِ تَمَنِّي الْمَوْتِ بِسَبَبِ ضُرٍّ نَزَلَ بِهٖ وَلَا بَأْسَ بِهٖ لِخَوْفِ الْفِتْنَةِ فِي الدِّيْنِ

کسی دنیوی تکلیف کی وجہ سے موت کی تمنا مکروہ ہے دین میں فتنہ کے خوف کی وجہ سے کوئی حرج نہیں

(588) عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "لَا يَتَمَنَّ اَحَدُكُمُ الْمَوْتَ، اِمَّا مُحْسِنًا فَلَعَلَّهٗ يَزْدَادُ، وَاِمَّا مُسِيْئًا فَلَعَلَّهٗ يَسْتَعْتِبُ"مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ، وَهٰذَا لَفْظُ الْبُخَارِيِّ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کوئی موت کی تمنا نہ کرے۔ اگر وہ نیک ہے' تو شاید وہ زیادہ نیک کام کرے اور اگر وہ گناہ گار ہے' تو امید ہے کہ وہ ناراضگی دور کر سکے (توبہ کرے) (متفق علیہ) یہ لفظ بخاری کے ہیں۔

وَفِيْ رِوَايَةٍ لِّمُسْلِمٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "لَا يَتَمَنَّ اَحَدُكُمُ الْمَوْتَ، وَلَا يَدْعُ بِهٖ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَهٗ ؛ اِنَّهٗ اِذَا مَاتَ انْقَطَعَ عَمَلُهٗ، وَاِنَّهٗ لَا يَزِيْدُ الْمُؤْمِنَ عُمُرُهٗ اِلَّا خَيْرًا".

اور مسلم کی ایک روایت میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: موت آنے سے پہلے نہ کوئی موت کی تمنا کرے اور نہ اس کی دعا کرے کیونکہ جب وہ مرجاتا ہے' تو اس کا عمل منقطع ہو جاتا ہے۔ ایماندار کے لیے اس کی عمر بھلائی کا سبب ہی بنتی ہے۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب تمنی المریض الموت، ج۴، ص۱۲۱، رقم: ۵۶۷۲، سنن الدارمی، باب لا یتمنی احد کم الموت، ج۲، ص۴۰۳، رقم: ۲۷۵۸، سنن النسائی الکبری، باب تمنی الموت، ج۱، ص۵۹۹، رقم: ۱۹۳۵، مسند امام احمد بن حنبل، مسند ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ، ج۲، ص۳۰۹، رقم: ۸۰۷۲)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی مؤمن کی زندگی بہر حال اچھی ہے کیونکہ اعمال اسی میں ہوسکتے ہیں۔ (مرآۃ المناجیح، ج۲، ص ۸۲۳)

موت کی تمنا نہ کرے

حضرتِ سیِّدُنا اَنس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، حضور نبی پاک، صاحبِ لَولاک، سیّاحِ اَفلاک صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ حق بیان ہے: تم میں سے کوئی کسی ایسی مصیبت کی وجہ سے موت کی تمنا نہ کرے جو اُس پر اُتری۔ مزید ارشاد فرمایا: اگر تمنا کرنا ہی ہے تو یوں کہے: اَللّٰھُمَّ اَحْیِنِیْ مَا کَانَتِ الْحَیَاۃُ خَیْرًا لِّیْ وَتَوَفَّنِیْ مَا کَانَتِ الْوَفَاۃُ خَیْرًا لِّیْ یعنی اے اللہ عَزَّ وَجَلَّ! جب تک زندگی میرے لئے بہتر ہو مجھے زندہ رکھ اور جب موت میرے لئے بہتر ہو تو مجھے

موت عطا فرمادے۔ (آمین) (صحیح مسلم، کتاب الذکر والدعا، باب من احب لقاء اللہ۔۔۔۔۔۔الخ، الحدیث ۲۶۸۰، ص ۱۱۴۵)

زیادہ سے زیادہ عملِ صالح کرو اور اس موت کے پیالے سے ڈرو جس کو تم ضرور چکھنے والا ہے، اور ایسی عیش و عشرت کو ترک کردے جس سے تو لازمی طور پر جدا ہونے والا ہے، اے موت کو بھولنے والے! موت نے تو بڑے بڑے پہلوانوں کو پچھاڑ دیا ہے، اِن سے عبرت حاصل کر جو تجھ سے پہلے موت کا جام پی چکے ہیں۔

ملے خاک میں اہلِ شاں کیسے کیسے مکیں ہوگئے لامکاں کیسے کیسے

ہوئے نام ور بے نشاں کیسے کیسے زمیں کھاگئی نوجواں کیسے کیسے

جگہ جی لگانے کی دنیا نہیں ہے یہ عبرت کی جا ہے تماشہ نہیں ہے

نبی مُکَرَّم، نُورِ مُجَسَّم، رسولِ اَکرم، شہنشاہِ بنی آدم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عبرت نشان ہے: میت اپنی قبر میں ایسے ہے جیسے غرق ہونے والا مدد کا طالب، وہ اپنے بیٹے، بھائی یا دوست کی طرف سے پہنچنے والی دعا کی منتظر ہوتی ہے۔ جب اُسے دعا پہنچتی ہے تو وہ اُسے دُنیا و مافیہا (یعنی دنیا اور جو کچھ اس میں ہے) سے زیادہ محبوب ہوتی ہے۔

(شعب الایمان للبیہقی، باب فی الصلاۃ علی من مات۔۔۔۔۔۔الخ، الحدیث ۹۲۹۵، ج ۷، ص ۱۶، بدون ابنہ)

نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عبرت نشان ہے: جب میت کو قبر میں رکھا جاتا ہے تو قبر کہتی ہے: اے ابن آدم! تیرے لئے خرابی ہے، تجھے کس چیز نے مجھ سے دھوکے میں رکھا؟ کیا تجھے علم نہ تھا کہ میں ازمائش کا گھر ہوں؟ تاریکی، تنہائی اور کیڑے مکوڑوں کا گھر ہوں، جب تو میرے پاس سے گزرتا تھا تو کس چیز نے تجھے میرے متعلق فریب میں مبتلا رکھا؟ اگر مردہ نیک ہو تو ایک جواب دینے والا اس کی طرف سے جواب دیتا ہے: کیا تو دیکھتی نہیں کہ یہ بھلائی کا حکم دیتا اور برائی سے منع کرتا تھا۔ تو قبر کہتی ہے: تب تو میں اس کی خاطر سر سبز و شاداب باغ بن جاتی ہوں، اس کا جسم نور بن جاتا ہے اور اس کی روح اللہ عزَّ وَجَلَّ کی بارگاہ میں حاضر ہو جاتی ہے۔

(المعجم الکبیر، الحدیث ۹۴۲، ج ۲۲، ص ۳۷۷)

حضرتِ سیِّدُنا اسماعیل بن محمد علیہ رحمۃ اللہ الصمد حضرتِ سیِّدُنا کعبُ الاحبار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت فرماتے ہیں کہ حضور نبی اَکرم، نورِ مجسم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ غیب نشان ہے: جب کوئی شخص قبرستان سے گزرتا ہے تو قبر والے اس کو پکار کر کہتے ہیں: اے غافل انسان! اگر تُو وہ جانتا جو ہم جانتے ہیں تو تیرا گوشت اور جسم یوں پگھل جاتا جیسے برف آگ پر پگھلتی ہے۔

نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ ذیشان ہے: جو قبر کی زیارت کرنا چاہے اسے چاہیے کہ اس کی زیارت کرے، لیکن وہاں اچھی بات کے علاوہ کچھ نہ کہے، کیونکہ میت کو بھی ان چیزوں سے اذِیَّت ہوتی ہے جن سے زندہ کو اذیت ہوتی ہے۔

(السنن الکبرٰی للنسائی، کتاب الجنائز، باب زیارۃ القبور، الحدیث ۲۱۶۵، ج۱، ص ۶۵۴ مختصر)

حضرتِ سیِّدُ نا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ کوئی بھی شخص جب اپنے کسی جاننے والے مؤمن بھائی کی قبر پر سے گزرتا ہے اور اسے سلام کرتا ہے تو وہ اُسے پہچانتا اور سلام کا جواب دیتا ہے۔

(تفسیر ابن کثیر، سورۃ الروم، تحت الآیۃ ۵۲، ج۶، ص ۲۹۱)

خلیفہ سلیمان بن عبدالملک نے حضرتِ سیِّدُ نا ابوحازم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے دریافت کیا: اے ابوحازم! ہم موت کو کیوں ناپسند کرتے ہیں؟ تو آپ نے ارشاد فرمایا: اس لئے کہ تم نے دنیا کو آباد اور آخرت کو برباد کر دیا ہے، اور تم آبادی سے بربادی کی طرف منتقل ہونے کو ناپسند کرتے ہو۔ پھر پوچھنے لگا: اے ابوحازم! اللہ عَزَّ وَجَلَّ کے سامنے حاضری کیسے ہوگی؟ تو آپ نے ارشاد فرمایا: اے امیر المؤمنین! نیک آدمی گمشدہ شخص کی طرح ہے جو اپنے گھر والوں کے پاس خوشی خوشی آتا ہے اور گنہگار شخص بھاگے ہوئے غلام کی طرح ہے جو اپنے آقا کے پاس خوف زدہ اور غمزدہ آتا ہے۔

حضرتِ سیِّدُ نا ابوسلیمان دارانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے عبادت گزار خاتون اُمِّ ہارون رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہا سے پوچھا: کیا آپ مرنا پسند کرتی ہیں؟ تو انہوں نے فرمایا: نہیں۔ میں نے پوچھا: وہ کیوں؟ تو کہنے لگیں: اللہ عَزَّ وَجَلَّ کی قسم! اگر میں مخلوق کی نافرمانی کروں تو اس سے ملنا پسند نہیں کرتی تو خالق عَزَّ وَجَلَّ (کی نافرمانی کر کے اُس) سے ملنا کیسے پسند کروں گی۔ (اَلرَّوْضُ الْفَائِق فِی الْمَوَاعِظِ وَالرَّقَائِق ص ۵۰)

(589) وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَا يَتَمَنَّيَنَّ اَحَدُكُمُ الْمَوْتَ لِضُرٍّ اَصَابَهُ، فَاِنْ كَانَ لَابُدَّ فَاعِلًا، فَلْيَقُلْ: اَللّٰهُمَّ اَحْيِنِيْ مَا كَانَتِ الْحَيَاةُ خَيْرًا لِّيْ، وَتَوَفَّنِيْ اِذَا كَانَتِ الْوَفَاةُ خَيْرًا لِّيْ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت انس ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے کوئی کسی پہنچنے والی تکلیف کی وجہ سے موت کی تمنا نہ کرے۔ اگر وہ تمنا ضرور ہی کرے تو یوں کہے: اے اللہ! مجھے زندہ رکھ جب تک زندگی میرے لیے بہتر ہو اور مجھے فوت کر جب فوت ہونا میرے لیے بہتر ہو۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب تمنی المریض الموت، ج ۲ ص ۳۲۹، رقم: ۵۶۷۱، صحیح مسلم، باب کراھۃ تمنی الموت، ج ۲ ص ۸۱۹، رقم: ۶۹۹۰، الاداب للبیھقی، باب کراھیۃ تمنی الموت، ص ۳۵۳، رقم: ۶۳۶، مسند امام احمد بن حنبل، مسند انس بن مالک، ج ۳ ص ۱۰۱، رقم: ۱۱۹۹۸، مسند البزار، مسند أبی ھریرۃ رضی اللہ عنہ، ج ۲ ص ۲۱۷، رقم: ۸۲۰۷، مسند الرویانی، مسند انس بن مالک، ص ۶۰۷، رقم: ۱۳۵۸)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

موت کی آرزو اچھی بھی ہے اور بری بھی، اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار کے لیے یا دنیاوی فتنوں سے بچنے کے

لیے موت کی تمنا کرنا ہے تو اچھا ہے اور اگر دنیوی تکالیف سے گھبرا کر تمنائے موت کرے تو برا۔ موت کی یاد بہترین عبادت ہے خصوصًا جب اس کے ساتھ تیاریٔ موت ہو۔

یہ حدیث گزشتہ احادیث کی شرح ہے کہ بیماری و آزاری سے گھبرا کر موت نہ مانگے اور جس طریقہ سے دعا کی اجازت دی گئی ہے نہایت ہی پیارا طریقہ ہے کیونکہ اس خیر و شر میں دین و دنیا کی خیر و شر شامل ہے گویا موت کی تمنا کہہ بھی لی مگر قاعدے سے۔ خیال رہے کہ یہ کہنا جائز ہے خدایا مجھے شہادت کی موت دے، خدایا مجھے مدینہ پاک میں موت نصیب کر۔ چنانچہ عمر فاروق نے دعا کی تھی کی مولا مجھے اپنے حبیب کے شہر میں شہادت نصیب کر، حضرت حفصہ نے عرض کیا کہ یہ کیسے ہوسکے گا تو آپ نے فرمایا ان شاء اللہ ایسے ہی ہوگا۔ چنانچہ مسجد نبوی محراب النبی نماز کی حالت میں مصلائے مصطفٰی پر آپ رضی اللہ عنہ کو کافر مجوسی ابولولو نے شہید کیا۔ دعاء کیا تھی کمان سے نکلا ہوا تیر تھا کہ جو کہا تھا وہی ہوا، کیوں نہ ہو رب کی یہ مانتے ہیں رب ان کی مانتا ہے۔ (مرأۃ المناجیح، ج۲، ص ۸۲۵)

بیٹے کی موت کی تمنا

حضرتِ سیّدُنا محمد بن خَلَف وَکیع علیہ رحمۃ اللہ القوی فرماتے ہیں: حضرتِ سیّدُنا ابراہیم حَربی علیہ رحمۃ اللہ القوی کا گیارہ سالہ اِکلوتا بیٹا حافظِ قرآن، دینی مسائل سے واقف، بہت ہی فرمانبردار اور ذہین تھا۔ اچانک اس کا انتقال ہوگیا۔ میں نے تعزیت کی تو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا: میں تو خود اس کی موت کا مُتَمَنِّی (یعنی تمنا کرنے والا) تھا۔ میں نے کہا: آپ صاحبِ علم ہوکر اپنے فرمانبردار اور ذہین بیٹے کے بارے میں ایسی باتیں کر رہے ہیں! حالانکہ وہ تو قرآن وحدیث اور فقہ کا جاننے والا تھا۔

فرمایا: میں نے خواب دیکھا کہ قیامت برپا ہوگئی۔ اور میدانِ محشر میں گرمی اپنی انتہا کو پہنچ چکی تھی۔ چھوٹے چھوٹے بچے اپنے ہاتھوں میں پیالے لئے، بڑھ بڑھ کر لوگوں کو پانی پلا رہے ہیں۔ میں نے ایک بچے سے کہا: بیٹا! مجھے بھی پانی پلاؤ۔ بچے نے میری طرف دیکھ کر کہا: تم میرے والد نہیں ہو، (میں تمہیں پانی نہیں پلا سکتا)۔ میں نے پوچھا: تم کون ہو؟ کہا: ہمارا انتقال چھوٹی عمر میں ہوگیا تھا اور ہم اپنے والدین کو دنیا میں چھوڑ کر یہاں آگئے۔ اب ان کے انتظار میں ہیں کہ وہ کب ہمارے پاس آتے ہیں؟ جب وہ آتے ہیں تو ہر بچہ اپنے والدین کو پانی پلاتا ہے۔ خواب بیان کرنے کے بعد حضرت سیّدُنا ابراہیم حَربی علیہ رحمۃ اللہ القوی نے فرمایا: میں اسی لئے اپنے بیٹے کی موت کا متمنی تھا۔ (عیون الحکایات ص ۱۴)

نیکی کی دعوت سے محرومی کی صورت میں موت کی تمنا

صحابیٔ رسول حضرتِ سیّدُنا اَبی بَکرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک موقع پر فرمایا: کسی جاندار کی موت کے بجائے مجھے اپنی موت پسند ہے، یہ سُن کر حاضرین نے گھبرا کر عرض کی: ایسا کیوں؟ فرمایا: مجھے ڈر ہے کہ کہیں جیتے جی ایسا زمانہ نہ دیکھوں جس میں نیکی کا حکم نہ کرسکوں اور بُرائی سے منع نہ کرسکوں کیوں کہ ایسے زمانے میں کوئی خیر (یعنی بھلائی) نہیں۔

(شرح الصدور ص ۱۱، ابن عساکر ج ۶۲ ص ۲۱۵)

ہمارے اسلاف کا بھی کیا خوب جذبہ تھا! کیسی مدنی سوچ ہوا کرتی تھی اور نیکی کی دعوت سے کیسا والہانہ لگاؤ تھا کہ ان کے یہاں نیکی کی دعوت کے بغیر گویا جینے کا تصوّر نہیں تھا اور ایک آج ہماری حالت ہے کہ نیکی کی دعوت کے ہزار مواقع ملتے ہیں پھر بھی پرواہ نہیں کی جاتی۔ حالانکہ کئی مواقع ایسے بھی آجاتے ہیں جن میں نَہْیٌ عَنِ الْمُنْکَر یعنی بُرائی سے منع کرنا واجب ہوجاتا ہے مگر افسوس اس کی طرف بھی ہماری کوئی توجُّہ نہیں ہوتی۔ (نیکی کی دعوت ص ۲۱۷)

(590) وَعَنْ قَيْسِ بْنِ اَبِيْ حَازِمٍ، قَالَ: دَخَلْنَا عَلٰى خَبَّاب بن الْاَرَتِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ نَعُوْدُهٗ وَقَدِ اكْتَوٰى سَبْعَ كَيَّاتٍ، فَقَالَ: اِنَّ اَصْحَابَنَا الَّذِيْنَ سَلَفُوْا مَضَوْا، وَلَمْ تَنْقُصْهُمُ الدُّنْيَا، وَاِنَّا اَصَبْنَا مَا لَا نَجِدُ لَهٗ مَوْضِعًا اِلَّا التُّرَابَ وَلولا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَانَا اَنْ نَّدْعُوَ بِالْمَوْتِ لَدَعَوْتُ بِهٖ. ثُمَّ اَتَيْنَاهُ مَرَّةً اُخْرٰى وَهُوَ يَبْنِيْ حَائِطًا لَّهٗ، فَقَالَ: اِنَّ الْمُسْلِمَ لَيُؤْجَرُ فِيْ كُلِّ شَيْءٍ يُنْفِقُهٗ اِلَّا فِيْ شَيْءٍ يَّجْعَلُهٗ فِيْ هٰذَا التُّرَابِ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ، وَهٰذَا لَفْظُ رِوَايَةِ الْبُخَارِيِّ.

حضرت قیس بن ابی حازم سے روایت ہے کہ ہم حضرت خباب بن ارت رضی اللہ عنہ کے پاس ان کی بیمار پرسی کے لیے گئے۔ انہوں نے سات داغ لگوائے تھے۔ فرمایا: ہمارے ساتھی جو چلے گئے وہ یوں گئے کہ دنیا نے ان کو کم نہ کیا اور ہم نے مال پایا جس کے لیے ہمیں مٹی کے بغیر جگہ نہیں ملتی اور اگر نبی اکرم ﷺ نے موت کی دعا سے روکا نہ ہوتا تو میں اس کی دُعا کرتا پھر ہم ایک اور مرتبہ ان کے پاس آئے تو وہ ایک دیوار تعمیر کر رہے تھے۔ فرمایا: مسلمان کو ہر چیز پر خرچ کرنے کا ثواب ملتا ہے، لیکن ایسی چیز جس کو مٹی میں لگائے۔ (متفق علیہ) یہ الفاظ بخاری کے ہیں۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب تمنی المریض الموت، ج۴، ص۱۲۱، رقم: ۵۶۷۲، صحیح مسلم، باب کراھۃ تمنی الموت لضر نزل بھم، ج۸، ص۶۴، رقم: ۶۹۹۳، المعجم الکبیر للطبرانی، باب الخاء، ج۴، ص۶۲، رقم: ۳۶۳۶، مصنف ابن ابی شیبۃ، باب ما قالوا فی البکاء، ج۱۳، ص۸، رقم: ۳۶۶۸۰)

شرح حدیث: حکیم الاُمّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

حضرت خباب ابن ارت تمیمی ہیں، مشہور صحابی ہیں ۶ نبوی میں ہی ایمان لائے، کافروں کے ہاتھوں بہت ایذاء پائی، بدر اور تمام غزوات میں شریک رہے، ۳۷ھ میں وفات ہوئی، حضرت علی مرتضی نے نماز جنازہ پڑھائی، کوفہ میں مزار ہے، ایک بار حضرت علی آپ کی قبر پر گئے تو فرمایا اے خباب! اللہ تم پر رحم فرمائے تم رغبت سے ایمان لائے، خوشی سے مہاجر بنے، غازی بن کر جیئے، بیماری میں بہت مبتلا رہے، اللہ تمہارا اجر ضائع نہ کرے گا۔

(موت کی دعا سے روکا نہ ہوتا) یعنی میں اتنا سخت بیمار ہوں کہ جسم زخموں سے چھلنی ہے، سات جگہ گرم لوہے سے داغا

جا چکا ہے، تمنائے موت کو دل چاہتا ہے مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان مانع ہے۔ خیال رہے کہ داغ زخم کا آخری علاج ہے، جب کوئی دوا کارگر نہ ہو تو گرم لوہے سے داغ دیتے ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اکثر صحابہ فقر و فاقہ میں تھے، خلافت فاروقی وعثمانی میں صحابی پر دنیا خدا کے فضل سے پھٹ پڑی تب ان کی مالداری حساب سے وراء ہوگئی کیونکہ سارے ممالک انہی خلافتوں میں فتح ہوئے، آپ اسی جانب اشارہ فرماتے ہیں یعنی مجھے یہ خوف ہے کہ یہ مالداری ہمارے اعمال کا بدلہ نہ ہوگئی ہو۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۲، ص ۸۳۹)

حضرت خباب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جلی ہوئی پیٹھ

امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک مرتبہ صحابی رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم حضرت خباب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پیٹھ نظر آ گئی آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دیکھا کہ پوری پشت مبارک میں سفید سفید زخموں کے نشان ہیں۔ دریافت فرمایا کہ اے خباب رضی اللہ تعالیٰ عنہ! یہ تمھاری پیٹھ میں زخموں کے نشان کیسے ہیں؟ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا کہ امیر المومنین آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان زخموں کی کیا خبر؟ یہ اس وقت کی بات ہے جب آپ ننگی تلوار لیکر حضور رحمۃ للعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کا سر کاٹنے کے لئے دوڑتے پھرتے تھے۔ اس وقت ہم نے محبت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کا چراغ اپنے دل میں جلایا اور مسلمان ہوئے۔ اس وقت کفار مکہ نے مجھ کو آگ کے جلتے ہوئے کوئلوں پر پیٹھ کے بل لٹا دیا میری پیٹھ سے اتنی چربی پگھلی کہ کوئلے بجھ گئے اور میں گھنٹوں بے ہوش رہا مگر رب کعبہ کی قسم! کہ جب مجھے ہوش آیا تو سب سے پہلے زبان سے کلمہ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نکلا۔

امیر المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت خباب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مصیبت سنکر آبدیدہ ہو گئے اور فرمایا: اے خباب رضی اللہ تعالیٰ عنہ! کرتا اٹھاؤ! میں تمھاری اس پیٹھ کی زیارت کروں گا۔ اللہ اللہ! یہ پیٹھ کتنی مبارک و مقدس ہے جو محبت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی بدولت آگ میں جلائی گئی ہے۔ (الطبقات الکبری لابن سعد، خباب بن الارت: ج ۳، ص ۱۲۳)

68-بَابُ الْوَرَعِ وَتَرْكِ الشُّبُهَاتِ

پرہیز گاری اختیار کرنا اور شبہادت کو ترک کر دینا

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (وَتَحْسَبُوْنَهٗ هَيِّنًا وَّهُوَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمٌ) (النور: 15).

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: تم اس کو معمولی گمان کرتے اور یہ اللہ کے نزدیک بڑی بات ہے۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (اِنَّ رَبَّكَ لَبِالْمِرْصَادِ) (الفجر: 14).

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: یقینا تیرا رب خفیہ نگرانی کی جگہ پر ہے۔

(591) وَعَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ

حضرت نعمان بن بشیر ﷺ سے روایت ہے کہ

عَنْهُمَا، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُوْلُ: "إِنَّ الْحَلَالَ بَيِّنٌ، وَّاِنَّ الْحَرَامَ بَيِّنٌ، وَّبَيْنَهُمَا مُشْتَبِهَاتٌ لَا يَعْلَمُهُنَّ كَثِيْرٌ مِّنَ النَّاسِ، فَمَنِ اتَّقَى الشُّبُهَاتِ، اسْتَبْرَأَ لِدِيْنِهٖ وَعِرْضِهٖ، وَمَنْ وَّقَعَ فِي الشُّبُهَاتِ وَقَعَ فِي الْحَرَامِ، كَالرَّاعِيْ يَرْعٰى حَوْلَ الْحِمٰى يُوْشِكُ اَنْ يَّرْتَعَ فِيْهِ، اَلَا وَاِنَّ لِكُلِّ مَلِكٍ حِمًى، اَلَا وَاِنَّ حِمَى اللّٰهِ مَحَارِمُهٗ، اَلَا وَاِنَّ فِي الْجَسَدِ مُضْغَةً اِذَا صَلُحَتْ صَلَحَ الْجَسَدُ كُلُّهٗ، وَاِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ كُلُّهٗ، اَلَا وَهِيَ الْقَلْبُ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ، وَرَوَيَاهُ مِنْ طُرُقٍ بِاَلْفَاظٍ مُّتَقَارِبَةٍ۔

میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: کہ حلال بھی واضح ہے اور حرام بھی واضح ہے اور ان کے درمیان کچھ شبہ والی چیزیں ہیں' جن کو بہت سے لوگ نہیں جانتے تو جو شبہات سے بچ گیا اس نے اپنا دین اور عزت بچا لیا اور جو شبہات میں پڑ گیا وہ حرام میں جا پڑا۔ اس چرواہے کی طرح جو ممنوعہ چراگاہ کے گرد چراتا ہے۔ تو قریب ہے کہ جانور اس میں بھی چرے گا۔ خبردار ہر بادشاہ کی ممنوعہ چراگاہ ہوتی ہے۔ خبردار اور اللہ کی ممنوعہ چراگاہیں اس کے حرام کیے ہوئے کام ہیں۔ خبردار جسم میں گوشت کا ایک ٹکڑا ہے' جب وہ درست ہو جائے' تو سارا جسم درست ہو جاتا ہے اور جب وہ خراب ہو جائے' تو سارا جسم خراب ہو جاتا ہے۔ خبردار اور یہ دل ہے۔ (متفق علیہ) دونوں نے قریب قریب الفاظ سے اس کو روایت کیا ہے۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب فضل من استبراء لدینه، ج۱ص۲۰، رقم: ۵۲، صحیح مسلم، باب اخذ الحلال وترک الشبهات، ج۵ص۵۰، رقم: ۴۱۷۸، الاداب للبیهقی، باب من اتقی الشبهات، ج۲ص۷، رقم: ۱۸۲۹، اتحاف الخیرة المهرة للبوصیری، کتاب الورع، ج۷ص۳۶۹، رقم: ۷۳۵۸، المنتقی لابن الجارود، باب فی التجارات، ص۱۴۴، رقم: ۵۵۵، سنن النسائی، باب الحث علی ترک الشبهات، ج۸ص۵۲۷، رقم: ۵۷۱۰)

شرح حدیث: شبہات کے مراتب کا بیان

اس سے مراد شبہ ہے اور اس کی مثال یہ ہے کہ بارش کا پانی دوسرے کی ملکیت میں جانے سے پہلے قطعی طور پر حلال ہوتا ہے اور شراب حرام محض ہے۔ شبہ پیدا ہونے کے پانچ مقامات ہیں: پہلا یہ کہ حرام اور حرام کرنے والے سبب میں شک واقع ہو اور یہ اس بات سے خالی نہ ہوگا کہ یا تو دونوں احتمال برابر ہوں گے یا ایک احتمال دوسرے پر غالب ہوگا اگر دونوں احتمال برابر ہوں تو حکم پہلے سے معلوم صورت کے مطابق ہوگا پس استصحاب ہوگا۔ اے اور اگر ایک احتمال غالب ہو تو حکم غالب کے مطابق ہوگا۔ پس اس کو ہم چار اقسام میں بیان کرتے ہیں۔

(۱) اس کا حرام ہونا معلوم ہو پھر حلال کرنے والے سبب میں شک ہو۔ اس کی مثال یہ ہے کہ وہ شکار پر تیر پھینک کر اسے

زخمی کردے پھر وہ شکار پانی میں گر جائے اور اسے مردہ حالت میں ملے اور اسے معلوم نہ ہو کہ وہ ڈوبنے سے مرا یا زخمی ہونے سے تو یہ حرام ہے کیونکہ اس میں اصل حرمت ہے البتہ جب وہ کسی معین طریقے پر مرے اور معین طریقے میں شک ہو گیا، تو یقین کو شک کے ذریعے ترک نہیں کیا جائے گا۔ وَاللّٰہُ اَعْلَمُ۔

(۲) حلال ہونا معلوم ہو اور حرام ہونے میں شک ہو تو حکم حلّت (یعنی حلال ہونے) کا ہے جس طرح دو آدمی دو عورتوں سے نکاح کریں اور ایک پرندہ اڑے تو ان میں سے ایک کہے اگر یہ کوا ہوا تو میری بیوی کو طلاق ہے اور دوسرا کہے اگر یہ کوا نہ ہوا تو میری بیوی کو طلاق ہے اور پرندے کا معاملہ مشتبہ رہے تو جب تک ظاہر نہ ہو ان میں سے کسی کی عورت کے حرام ہونے کا حکم نہیں لگایا جائے گا۔ وَاللّٰہُ اَعْلَمُ۔

(۳) اصل تو حرمت ہو لیکن اس پر ایسا حکم طاری ہو جو غالب گمان کے مطابق اس کے حلال ہونے کو واجب کردے تو یہ چیز مشکوک ہے اور غالب حکم حلال کا ہی ہے۔ اس کی مثال یہ ہے کہ وہ شکار کی طرف تیر پھینکے تو وہ غائب ہو جائے پھر اسے وہ شکار مردہ حالت میں ملے اور اس پر تیر کے نشان کے علاوہ کوئی نشان نہ پایا جائے لیکن یہ احتمال ہے کہ وہ گرنے کی وجہ سے مرا ہے یا کسی دوسرے سبب سے، اگر کسی صدمہ یا گرنے کا سبب ظاہر ہو جائے تو اسے پہلی قسم کے ساتھ ملایا جائے گا، اس قسم میں امام شافعی علیہ رحمۃ اللہ الکافی کے اقوال مختلف ہیں اور مختار قول یہی ہے کہ وہ حلال ہے۔

(۴) اس کا حلال ہونا معلوم ہو لیکن غالب گمان کے مطابق اس پر کوئی حرام والا سبب طاری ہو جائے جو شرعاً معتبر ہو پس استصحاب کمزور ہونے کی وجہ سے ختم ہو جائے گا۔ اور غالب گمان کے مطابق حکم لگایا جائے گا۔ اس کی مثال یہ ہے کہ دو برتنوں کے متعلق اس کا غالب گمان ہو کہ ایک ناپاک ہے کسی ایسی علامت معینہ سے جو غالب گمان کو واجب کرتی ہے، پس اس سے پینا حرام ہو گا جس طرح اس سے وضو کرنا ممنوع ہوتا ہے۔

شبہ کا دوسرا مقام

شک کی ایسی صورت ہے جو حلال وحرام کے ملنے سے پیدا ہوتی ہے وہ اس طرح کہ حرام حلال کے ساتھ مل جائے اور معاملہ مشتبہ ہونے کی بنا پر تمیز نہ ہو سکے اور یہ باہم ملنا یا تو ایسی تعداد کے ساتھ ہو گا جو دونوں طرف سے یا ایک طرف سے شمار میں نہیں آتی یا وہ تعداد شمار میں آسکتی ہے پھر اگر وہ تعداد جو شمار میں آسکتی ہے وہ شمار میں آنے والی تعداد سے مل جائے تو پھر باہم ملنا اس طرح ہو گا جس طرح مائع چیزیں ملتی ہیں یا باہم ملنا ابہام کے ساتھ ہو گا کہ تمیز ہو سکتی ہو جیسے غلام وغیرہ، اسے تین قسموں میں بیان کیا جاتا ہے۔

(۱) تعداد کے ساتھ ابہام پیدا ہو جائے جس طرح مردار دس ذبح کئے ہوئے جانوروں میں مل جائے یا دودھ پلانے والی عورت دیگر دس عورتوں میں مل جائے تو اس سے بالاتفاق بچنا واجب ہے کیونکہ اس میں اجتہاد کی گنجائش نہیں۔

(۲) معدود حرام غیر معدود حلال سے مل جائے جیسے دس دودھ پلانے والی عورتیں ایک بڑے شہر میں مل جل جائیں تو اس شہر کی عورتوں میں نکاح کرنا حرام نہیں اور علت، غلبہ اور حاجت دونوں چیزیں بن سکتی ہیں۔ کیونکہ ہر وہ شخص جس کا حرام ہونے والا رشتے دار مخلوط ہو جائے اس پر نکاح کا دروازہ بند کرنا ممکن نہیں، اسی طرح جس شخص کو معلوم ہو کہ دنیاوی مال میں حرام مال مل گیا ہے تو اس پر کھانا اور خرید و فروخت کرنا حرام نہیں کیونکہ اللہ عَزَّ وَجَلَّ نے تم پر دین میں حرج پیدا نہیں کیا اور نبیٔ اکرم صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کے زمانے میں ایک ڈھال اور عباء (یعنی چغہ) چوری ہو گیا تو دنیا میں کسی کو ڈھال اور عباء خریدنے سے منع نہیں کیا گیا۔ اس بات کو سمجھ لو فائدہ ہو گا۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

(۳) غیر معدود حرام غیر معدود حلال کے ساتھ مل جائے جس طرح ہمارے زمانے کے مال ہیں اور جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ اس معین چیز سے کسی چیز کا لینا حرام نہیں البتہ یہ کہ اس معین چیز کے ساتھ کوئی علامتِ معینہ مل جائے (اگر اس معین چیز پر کوئی علامتِ حرمت نہ ہو) تو اس کا چھوڑنا پرہیز گاری ہے، ان علامات میں ظالم بادشاہ کا قبضہ اور دیگر علامات ہیں جن کا ذکر آئے گا۔

ہماری اس بات پر دلیل یہ ہے کہ نبیٔ اَکرم صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم اور خلفاء راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے زمانے میں معاملات اور اموال کے وصول کرنے کو ترک نہیں کیا گیا باوجود شرابوں کی قیمت اور سود کے اموال کی کثرت کے جو ذمی لوگوں کے ہاتھوں سے دوسرے مالوں میں مل جاتے تھے۔ شبہ پیدا ہونے والے مقامات میں سے یہ بھی ہے کہ چیز ان میں سے ہو جو ذمیوں سے خریدی جاتی ہیں لیکن اس کی قیمت مالِ حرام سے ادا کی گئی ہو البتہ اگر کھانے کو قیمت پر قبضہ کرنے سے پہلے رضامندی سے سپرد کر دے اور وہ اسے قیمت ادا کرنے سے پہلے کھالے تو وہ بالاتفاق حلال ہے۔ حرام کے مقابلہ میں مال کے ادا کرنے سے وہ چیز حرام نہیں ہو جاتی بلکہ مال کے ادا کرنے کا مقصد ذمہ داری سے بری ہونا ہے گویا کہ اس نے قیمت ادا نہیں کی اور جو اس نے کھایا وہ حرام نہیں ہوا۔

اور اگر قیمت کے حرام ہونے کا علم ہونے کے باوجود وہ اپنی ذمہ داری سے بری الذمہ ہو گیا تو یہ ذمہ سے بری ہونے اور حلال ہونے کو واجب کرتی ہے۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔ (لباب الاحیاء ص ۱۴۸)

(592) وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجَدَ تَمْرَةً فِي الطَّرِيْقِ، فَقَالَ: "لَوْلَا اَنِّيْ اَخَافُ اَنْ تَكُوْنَ مِنَ الصَّدَقَةِ لَاَكَلْتُهَا" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

حضرت انس ﷛ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے راستہ میں گری ہوئی ایک کھجور پائی۔ فرمایا کہ اگر مجھے اس کے صدقہ کے ہونے کا خطرہ نہ ہوتا تو میں اس کو کھالیتا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب اذا وجد تمرة فی الطریق، ج۳ص۱۲۵ رقم: ۲۴۳۱ صحیح مسلم، باب تحریم الزکاة ج۳ص۱۱۸ رقم: ۲۵۲۹ السنن الکبری للبیهقی، باب آل محمد صلی الله علیه وسلم لا یعطون من الصدقات، ج۷ص۳۰ رقم:

۱۳۶۱۴سنن ابوداوٗد، باب الصدقة على بني هاشم، ج۲ص۳۶، رقم: ۱۶۵۲مسند امام احمد، مسند انس بن مالك، ج۴ص۲۹۱، رقم: ۱۴۱۴۲)

شرح حدیث: حکیمُ الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:
یعنی خطرہ یہ ہے کہ یہ کھجور زکوۃ کی ہو جو مالک کے ہاتھ سے گرگئی ہو اس لیے ہم اسے نہیں کھاتے، اگر یہ خطرہ نہ ہوتا تو ہم اسے کھالیتے۔ اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے: ایک یہ کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی اولاد پر تا قیامت زکوۃ لینا حرام ہے کیونکہ یہ لوگوں کے ہاتھ و مال کا میل ہے ان ستھروں کو کیونکر جائز ہوسکتا ہے جیسا کہ آگے عرض ہوگا۔ دوسرے یہ کہ لقطہ یعنی پڑی ہوئی چیز اگر معمولی ہو جس کی تلاش مالک نہ کرے گا نہ اس کے مالک کو ڈھونا ضروری ہے نہ اس کے سنبھالنے اور اعلان کرنے کی ضرورت ہے بلکہ فوراً اپنے استعمال میں لانا جائز ہے۔ لقطہ کی احادیث قیمتی چیز کے متعلق ہیں جن کی مالک تلاش کرے۔ تیسرے یہ کہ فتویٰ اور تقویٰ میں فرق ہے فتویٰ محرمات سے بچنے کا ہے مگر تقویٰ یہ ہے کہ شبہات سے بھی بچے مگر شبہ اور وہم میں فرق ہے وہمیات کا اعتبار نہیں۔ ولایتی کپڑے کے تھان بازار میں فروخت ہوتے ہیں ان میں شبہ کرنا یہ گندے پانی سے دھوئے گئے ہوں گے تقویٰ نہیں وہم ہے، صحابہ کرام غنیمت میں کفار کے لباس پاتے تھے اور بے تکلف استعمال کرتے تھے، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے کفار بادشاہوں کے ہدیے لیے اور استعمال فرمائے۔ خیال رہے کہ یہاں تعلیم امت کے لیے یہ ارشاد ہے کہ متشابہات سے بچو ورنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو ہر ایک چیز کی حقیقت و اصلیت سے خبردار ہیں جیسا کہ ہم بارہا اسی شرح میں اور اپنی کتاب "جاء الحق" حصہ اول میں ثابت کرچکے ہیں۔

(مرأۃ المناجیح، ج ۴، ص ۲۳۹)

زمین سونا بن گئی

حضرت سیدنا محمد بن داؤد علیہ رحمۃ اللہ الودود فرماتے ہیں، میں نے حضرت سیدنا ابوسلیمان مغربی علیہ رحمۃ اللہ القوی کو یہ فرماتے سنا: مَیں رزقِ حلال حاصل کرنے کے لئے پہاڑ سے لکڑیاں کاٹ کر لاتا اور انہیں بیچ کر اپنی ضرورت کی چیزیں خریدتا، اس طرح میرا گزر بسر ہوتا تھا۔ مَیں حد درجہ اِحتیاط کرتا کہ کہیں میرے رزقِ حلال میں شبہ والی یا ناجائز چیز شامل نہ ہوجائے۔ الغرض! میں خوب احتیاط سے کام لیتا اور شکوک وشبہات والی چیزوں کو ترک کر دیتا۔

ایک رات مجھے خواب میں بصرہ کے مشہور اولیاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کی زیارت ہوئی، ان میں حضرت سیدنا حسن بصری علیہ رحمۃ اللہ القوی، حضرت سیدنا فرقد علیہ رحمۃ اللہ الاحد اور حضرت سیدنا مالک بن دینار علیہ رحمۃ اللہ الغفار بھی شامل تھے۔

مَیں نے انہیں اپنے حالات سے آگاہ کیا اور عرض کی: آپ لوگ مسلمانوں کے امام و مقتدا ہیں، مجھے رزقِ حلال کے حصول کا کوئی ایسا طریقہ بتائیں کہ جس میں نہ خالق عزوجل کی نافرمانی ہو، نہ مخلوق میں سے کسی کا اِحسان ہو۔ میری

سن کرانہوں نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے مقام طرطوس سے دور ایک ایسی جگہ لے گئے جہاں حلال پرندوں کی کثرت تھی۔ ان بزرگوں نے مجھے یہاں چھوڑ دیا اور فرمایا: تم یہاں رہو اور اللہ عزوجل کی نعمتیں کھاؤ۔ یہی وہ طریقہ ہے جس میں نہ خالق عزوجل کی نافرمانی ہے، نہ مخلوق میں سے کسی کا احسان۔

حضرت سیدنا ابوسلیمان مغربی علیہ رحمۃ اللہ القوی فرماتے ہیں: میں تقریباً چھ ماہ اس جگہ ٹھہرا رہا، وہاں سے حلال پرندے شکار کرتا، کبھی ان کو بھون کر اور کبھی کچا ہی کھالیتا اور پھر شام کو ایک مسافر خانہ میں جا کر قیام کرتا۔ میری اس حالت سے لوگ باخبر ہو گئے اور جب مَیں مشہور ہو گیا تو لوگ میری عزت کرنے لگے۔ مَیں نے اپنے دل میں سوچا کہ اب یہاں رہنا مناسب نہیں۔ اگر مزید یہاں رُہا تو ریاکاری یا غرور و تکبر جیسے فتنوں میں مبتلا ہونے کا اندیشہ ہے۔ چنانچہ میں نے اس مسافر خانہ میں جانا چھوڑ دیا اور تین ماہ کسی اور جگہ رہائش رکھی۔ اب اللہ عزوجل کے فضل و کرم سے میں اپنے دل کو پاک وصاف اور مطمئن پاتا اور میری حالت ایسی ہو چکی تھی کہ مجھے لوگوں کی باتوں سے بالکل اُنس بھی نہ رہا۔

ایک مرتبہ میں مقام مدیف کی طرف گیا اور راستے میں بیٹھ گیا۔ اچانک میری نظر ایک نوجوان پر پڑی جو لامیس،، سے طرطوس کی جانب جا رہا تھا۔ میرے پاس کچھ رقم تھی جو میں نے اس وقت سے بچا کر رکھی تھی جب میں لکڑیاں بیچا کرتا تھا۔ میں نے سوچا، مَیں تو حلال پرندوں کا گوشت کھا کر گزارہ کر لیتا ہوں، کیا ہی اچھا ہو اگر میں یہ رقم اس مسافر کو دے دوں تا کہ جب یہ طرطوس شہر میں داخل ہو تو وہاں سے کوئی چیز خرید کر کھا لے۔ اس خیال کے آتے ہی میں اس نوجوان کی طرف بڑھا اور رقم کی تھیلی نکالنے کے لئے جیسے ہی میں نے جیب میں ہاتھ ڈالا تو اس مسافر نوجوان کے ہونٹوں نے حرکت کی اور میرے آس پاس کی ساری زمین سونا بن گئی۔ قریب تھا کہ اس کی چمک سے میری آنکھوں کی روشنی ضائع ہو جاتی، مجھ پر یکدم ایسی وحشت طاری ہوئی کہ میں آگے بڑھ کر اسے سلام بھی نہ کر سکا اور وہ وہاں سے آگے گزر گیا۔ پھر کچھ عرصہ بعد اس عظیم نوجوان سے دوبارہ میری ملاقات ہوئی، وہ طرطوس کے علاقے میں ایک بُرج کے نیچے بیٹھا تھا اور اس کے سامنے ایک برتن میں پانی رکھا ہوا تھا۔ میں اس کے پاس گیا، سلام کیا اور درخواست کی: حضور! مجھے کچھ نصیحت کیجئے۔ میری اس بات پر نوجوان نے اپنا پاؤں پھیلایا اور اس برتن کو الٹا دیا جس میں پانی تھا، سارا پانی بہہ گیا اور اسے زمین نے فوراً جذب کر لیا۔ پھر اس نوجوان نے کہا: فضول گوئی نیکیوں کو اس طرح چوس لیتی ہے جس طرح خشک زمین پانی کو چوس لیتی ہے، پس اب تم جاؤ تمہارے لئے اتنی ہی نصیحت کافی ہے۔ (عُیُونُ الحکایات ص ۲۴۶)

(593) وَعَنِ النَّوَاسِ بن سمعان رَضِيَ اللهُ عَنهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "البِرُّ: حُسْنُ الخُلُقِ، وَالإِثْمُ: مَا حَاكَ فِيْ نَفْسِكَ، وَكَرِهْتَ اَنْ يَّطَّلِعَ عَلَيْهِ النَّاسُ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: نیکی حسن خلق ہے اور گناہ وہ ہے جو تیرے دل میں کھٹکے اور تو لوگوں کا اس پر مطلع ہونا ناپسند کرے۔

"حَاكَ بِالْحَاءِ الْمُهْمَلَةِ وَالْكَافِ: أَيْ تَرَدَّدَ فِيْهِ.

حَاكَ: حامہملہ اور کاف کے ساتھ اس کا مطلب ہے تجھے اس میں شک ہو۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب تفسیر البر والاثم، ج۸ص۷، رقم: ۶۶۸۱ السنن الکبریٰ للبیہقی، باب بیان مکارم الاخلاق ومعانیها، ج۱۰ص۱۹۲، رقم: ۲۱۳۰۵ سنن ترمذی، باب ما جاء فی البر والاثم، ج۴ص۵۹۷، رقم: ۲۳۸۹ سنن الدارمی، باب فی البر والاثم، ج۲ص۴۱۵، رقم: ۲۷۸۹ مسند امام احمد بن حنبل، حدیث النواس بن سمعان، ج۴ص۱۸۲، رقم: ۱۷۶۶۹)

(594) وَعَنْ وَابِصَةَ بن مَعبدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: أَتَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: "جِئْتَ تَسْأَلُ عَنِ الْبِرِّ؟ قُلْتُ: نَعَمْ، فَقَالَ: "اسْتَفْتِ قَلْبَكَ، الْبِرُّ: مَا اطْمَأَنَّتْ إِلَيْهِ النَّفْسُ، وَاطْمَأَنَّ إِلَيْهِ الْقَلْبُ، وَالْإِثْمُ: مَا حَاكَ فِي النَّفْسِ، وَتَرَدَّدَ فِي الصَّدْرِ، وَإِنْ أَفْتَاكَ النَّاسُ وَأَفْتُوكَ" حَدِيْثٌ حَسَنٌ، رَوَاهُ أَحْمدُ وَالدَّارِمِيُّ فِي مُسْنَدَيْهِمَا.

حضرت وابصہ بن معبد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا: تو نیکی کے بارے میں پوچھنے آیا ہے میں نے عرض کیا: جی ہاں۔ فرمایا: اپنے دل سے پوچھ نیکی وہ ہے' جس کی طرف سے تیرا دل مطمئن ہو۔ جان مطمئن ہو اور گناہ وہ ہے' جو دل میں کھٹکے سینہ میں تردد کا باعث ہو اگرچہ لوگ تجھ کو فتویٰ دیتے رہیں۔ یہ حدیث حسن ہے اسے امام احمد اور دارمی نے اپنی مسانید میں ذکر کیا۔

تخریج حدیث: (مسند امام احمد بن حنبل، حدیث وابصة بن معبد، ج۶ص۲۲۸، رقم: ۱۸۰۳۵ سنن الدارمی، باب دع ما یریبك الا مالا یریبك، ج۲ص۳۲۰، رقم: ۲۵۳۳ المعجم الکبیر للطبرانی، من اسمه ایوب بن عبدالله، ج۲۲ص۱۴۸، رقم: ۱۸۲۵۴ مسند ابی یعلیٰ، مسند وابصة بن معبد، ج۳ص۱۶۲، رقم: ۱۵۸۶ مشکل الآثار للطحاوی، باب بیان ما مشکل ما روی عن رسول الله صلى الله عليه وسلم فی البر والاثم، ج۵ص۱۳۳، رقم: ۱۶۸۸)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یہ غیبی خبر ہے کہ حضرت وابصہ جو سوال دل میں لے کر آئے تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے بغیر عرض کئے ہوئے ارشاد فرما دیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں دلوں کے حال پر مطلع فرمایا ہے کیوں نہ ہو انہیں تو پتھروں کے دلوں پر اطلاع ہے کہ فرماتے ہیں احد پہاڑ ہم سے محبت کرتا ہے۔ شعر

اے کہ ذات پاک تو صبح دھور   چشم تو بینندہ ما فی الصدور

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت وابصہ کے سینہ پر ہاتھ رکھ کر ان کے قلب کو فیض دیا جس سے ان کا نفس بجائے امارہ کے مطمئنہ ہو گیا اور دل خطرات شیطانی وسوسوں سے پاک وصاف ہو گیا۔ صوفیاء کرام جو مریدوں کے سینے پر ہاتھ مار کر یا توجہ ڈال کر انہیں فیض دیتے ہیں ان کی اصل یہ حدیث بھی ہے۔

یعنی آج سے اے وابصہ گناہ اور نیکی کی پہچان یہ ہے کہ جس پر تمہارا دل ونفس مطمئنہ جمے وہ نیکی ہو گی اور جسے تمہارا

دل ونفس مطمئنہ قبول نہ کرے وہ گناہ ہوگا، یہ حکم حضرت وابصہ کے لیے آج سے ہو گیا یہ حضور کے ہاتھ شریف کا اثر ہوا، ہم جیسے لوگوں کو یہ حکم نہیں۔ یہاں مرقات نے فرمایا کہ غیر مجتہد یعنی مقلد تو اپنے امام سے فتویٰ لے اور مجتہد اپنے دل سے۔

یعنی عام لوگوں کے فتویٰ کا تم اعتبار نہ کرنا کیونکہ ان کے دلوں پر ہمارا ہاتھ نہیں پہنچا، اپنے دل ونفس کا فتویٰ قبول کرنا کہ تمہارے دل کا فتویٰ ہمارا فیصلہ ہوگا کہ ہمارا ہاتھ تمہارے دل پر ہے۔ شعر

دل کرو ٹھنڈا مرا وو کفِ پا چاند سا سینہ پر رکھ دو ذرا تم پہ کروڑوں درود
آنکھ عطا کیجئے اس میں ضیا دیجئے جلوہ قریب آگیا تم پہ کروڑوں درود

خیال رہے کہ فتویٰ فتوٰ سے بنا بمعنی پیش آنا، حادث ہونا یا قوت، چونکہ شرعی مسئلہ حادثات کے پیش آنے پر معلوم کیا جاتا ہے اور عالم کے حکم حاصل ہو جانے سے سائل کو قوت حاصل ہو جاتی ہے اس لیے مسئلہ شرعی کو فتویٰ کہا جاتا ہے۔

(مرآۃ المناجیح، ج ۴، ص ۳۸۳)

(595) وَعَنْ اَبِيْ سِرْوَعَةَ - بِكَسْرِ السِّيْنِ الْمُهْمَلَةِ وَفَتْحِهَا - عُقْبَةَ بْنِ الْحَارِثِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّهُ تَزَوَّجَ ابْنَةً لِاَبِيْ اِهَابِ بْنِ عَزِيْزٍ، فَاَتَتْهُ امْرَاَةٌ، فَقَالَتْ: اِنِّيْ قَدْ اَرْضَعْتُ عُقْبَةَ وَالَّتِيْ قَدْ تَزَوَّجَ بِهَا. فَقَالَ لَهَا عُقْبَةُ: مَا اَعْلَمُ اَنَّكِ اَرْضَعْتِنِيْ وَلَا اَخْبَرْتِنِيْ، فَرَكِبَ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْمَدِيْنَةِ، فَسَاَلَهُ: فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "كَيْفَ؟ وَقَدْ قِيْلَ" فَفَارَقَهَا عُقْبَةُ وَنَكَحَتْ زَوْجًا غَيْرَهُ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ. "اِهَابٌ" بِكَسْرِ الْهَمْزَةِ وَ"عَزِيْزٌ" بِفَتْحِ الْعَيْنِ وَبِزَايٍ مُكَرَّرَةٍ.

حضرت ابوسروعہ عقبہ بن حارث ﷺ سے روایت ہے کہ انہوں نے ابواہاب بن عزیز کی بیٹی سے نکاح کیا' تو ایک عورت آئی کہنے لگی میں نے عقبہ اور اس کے نکاح والی دونوں کو دودھ پلایا ہے۔ اس کو حضرت عقبہ نے کہا میں تو نہیں جانتا کہ تم نے مجھے دودھ پلایا تھا اور نہ تم نے اس سے پہلے مجھے کبھی بتایا پھر وہ سوار ہو کر مدینہ شریف میں رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہ نکاح کیوں کر حلال رہ سکتا ہے' جب کہ یہ بات کہی گئی ہے' تو اس کو حضرت عقبہ نے چھوڑ دیا اور پھر کسی اور سے نکاح کیا۔ (بخاری) اِهَابٌ: ہمزہ کی زیر کے ساتھ اور عَزِيْزٌ: عین پر زبر اور زا کے تکرار کے ساتھ ہے۔

تخریج حدیث: (صحيح بخاری، باب الرحلة فی المسألة النازلة وتعليم اهله، ج ۱ ص ۲۹، رقم: ۸۸، صحيح ابن حبان، كتاب الرضاع، ج ۱۰ ص ۳۲، رقم: ۴۲۱۸، مشكوة المصابيح، باب المحرمات الفصل الاول، ج ۲ ص ۲۱۸، رقم: ۳۱۶۹)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

آپ نوفل ابن عبد مناف کی اولاد سے ہیں فتح مکہ کے دن اسلام لائے اہل مکہ میں آپ کا شمار ہے صحابی ہیں۔

عقبہ اور ان کی منکوحہ دودھ کے بھائی بہن ہیں ان کا یہ نکاح درست نہ ہوا۔ فقہاء فرماتے ہیں کہ کوئی عورت بلاوجہ ہر بچہ کو دودھ نہ پلائے اور جس کو پلائے اسے مشہور کردے تاکہ آئندہ نکاح میں احتیاط رہے۔ (مرقات)

(میں تو نہیں جانتا کہ تم نے مجھے دودھ پلایا تھا) یعنی مجھے نہ تو میرے گھر والوں نے یہ بتایا نہ دوسرے کسی سے مجھے یہ معلوم ہوا۔

(اور نہ تم نے اس سے پہلے مجھے کبھی بتایا) یعنی نہ تو عقبہ کے گھر والوں کو اس واقعہ کا علم تھا نہ ان کی منکوحہ کے گھر والوں کو اگر ان میں سے کسی کو اس کی خبر ہوتی تو نکاح ہی نہ ہوتا۔

(یہ نکاح کیوں کر حلال رہ سکتا ہے جب کہ یہ بات کہی گئی ہے) یعنی اے عقبہ تم جیسے متقی کی احتیاط سے یہ بات بہت بعید ہے کہ جس عورت کے متعلق رضاعی بہن ہونے کا وہم بھی ہو جائے اسے اپنے نکاح میں رکھو بہتر یہ ہی ہے کہ اسے علیحدہ کرو، اس حدیث کی بنا پر احناف بھی کہتے ہیں کہ صرف ایک عورت کی خبر پر عورت کو علیحدہ کر دینا افضل ہے، مگر رضاعت کا ثبوت دو مرد یا ایک مرد دو عورتوں کی گواہی سے ہوگا، امام شافعی کے ہاں چار عورتوں کی گواہی سے بھی رضاعت ثابت ہو جاتی ہے، امام مالک کے ہاں دو عورتوں کی گواہی سے بھی رضاعت کا ثبوت ہو جاتا ہے، سیدنا عبداللہ ابن عباس کا فرمان تھا کہ ایک دائی کی خبر و قسم سے بھی رضاعت ثابت ہو جاتی ہے، مذہب احناف بہت قوی ہے، اس حدیث میں حرمت کا فتویٰ نہیں بلکہ تقویٰ و احتیاط کا مشورہ ہے، اسی لیے سرکار عالی نے دائی کو نہ بلایا نہ اس کے بیان لیئے نہ کوئی اور ثبوت مانگا دائی کی خبر پر خبر سن کر یہ ارشاد فرمایا۔

(پھر کسی اور سے نکاح کیا) یعنی عقبہ نے طلاق دے دی، بعد عدت اس عورت نے دوسری جگہ نکاح کر لیا۔ مرقات نے فرمایا کہ عقبہ ابن حارث نے ام یحیی بنت ابی اھاب سے نکاح کیا ایک حبشی لونڈی نے کہا میں نے ان دونوں کو دودھ پلایا ہے پھر خود اس لونڈی نے بارگاہ رسالت میں یہ عرض کیا اس پر یہ ارشاد عالی ہوا۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۵، ص ۹۰)

(596) وَعَنِ الْحسن بْنِ عَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: حَفِظْتُ مِنْ رَّسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "دَعْ مَا يَرِيْبُكَ اِلٰى مَا لَا يَرِيْبُكَ" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: "حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ".

حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما سے روایت ہے میں نے رسول اللہ ﷺ سے یاد کیا جو چیز تم کو شک میں ڈالے وہ ترک کر دو اور اس کو اختیار کرو جو تم کو شک میں نہ ڈالے۔ اس کو امام ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

مَعْنَاهُ: اُتْرُكْ مَا تَشُكُّ فِيْهِ، وَخُذْ مَا لَا تَشُكُّ فِيْهِ.

اس کا معنی یہ ہے کہ تم مشکوک چیز کو ترک کر دو اور جس میں شک نہ ہو وہ اختیار کرو۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، کتاب صفة القیامة، ج ۱ص ۸۶۸، رقم: ۲۵۱۸ سنن الکبری للبیھقی، باب کراھیة

متابعیۃ من اکثر مالہ، ج ۵ص ۳۳۵، رقم: ۱۱۱۳۳؛امثال الحدیث لابی الشیخ الاصبہانی، ص ۱۴، رقم: ۳۵؛مسند ابی یعلی، مسند الحسن بن علی، ج ۶ص ۱۳۲، رقم: ۶۷۶۲؛مسند امام احمد بن حنبل، مسند الحسن بن علی، ج ۱ص ۲۰۰، رقم: ۱۷۲۳)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

ظاہر یہ ہے کہ آپ نے بلاواسطہ حضور سے یہ سنا اور یاد کیا کیونکہ حضور انور کی زندگی شریف میں امام حسن علیہ السلام قدرے سمجھدار تھے، بچوں کا حدیث سننا معتبر ہے جب کہ کچھ سمجھدار ہوں اور ہوسکتا ہے کہ آپ نے کسی صحابی سے سنا ہو، چونکہ یہ قول رسول تھا اس لیے اسے حضور کی طرف نسبت فرمادیا جیسے ہم کہہ دیتے ہیں کہ حضور نے یہ فرمایا یا ہمیں حضور کا یہ فرمان یاد ہے۔

یعنی جو کام یا کلام تمہارے دل میں کھٹکے کہ نہ معلوم حرام ہے یا حلال اسے چھوڑ دو اور جس پر دل گواہی دے کہ یہ ٹھیک ہے اسے اختیار کرو مگر یہ ان حضرات کے لیے ہے جو حضرت حسن جیسی قوت قدسیہ و علم لدنی والے ہوں جن کا فیصلہ قلب کتاب و سنت کے مطابق ہو، عام لوگ یا جو نفسانی و شیطانی وہمیات میں پھنسے ہوں ان کے لیے یہ قاعدہ نہیں۔(مرقات واشعہ) بعض لاپرواہ لوگ قطعی حراموں میں کوئی تردد نہیں کرتے اور بعض وہم پرست جائز چیزوں کو بلاوجہ حرام و مشکوک سمجھ لیتے ہیں ان کے لیے یہ قاعدہ نہیں ہے، لہذا حدیثیں واضح ہے۔

یعنی مؤمن کامل کا دل سچے کام و سچے کلام سے مطمئن ہوتا ہے اور مشکوک اشیاء سے قدرتی طور پر متردد ہوتا ہے۔ یہاں لمعات میں فرمایا گیا کہ جب آیتوں میں تعارض معلوم ہوتا ہو تو حدیث کی طرف رجوع کرو اور حدیثیں بھی متعارض نظر آئیں تو اقوال علماء کو تلاش کرو اور اگر ان میں بھی تعارض نظر آئے تو اپنے دل سے فتویٰ لو اور احتیاط پر عمل کرو، یہ سارے احکام صاف دل اور پاکیزہ نفوس کے لیے ہیں۔(لعات مختصرا) اگر کسی کو جھوٹ سے اطمینان ہو اور گناہ سے خوشی ہو، نیکیوں سے دل گھبرائے تو وہ دل کی آواز نہیں بلکہ نفس امارہ کی شرارت ہے، نفس اگر دل پر غالب آجائے تو بہت پریشان کرتا ہے اور اگر دل نفس پر غالب ہو تو سبحان اللہ یہ ہی حال عقل کا ہے۔

عقل زیر حکم دل یزدانی است جوز دل آزاد شد شیطانی است

اللہ تعالٰی دل کو نفس و عقل پر غالب رکھے۔ آمین!(مرآۃ المناجیح، ج ۴، ص ۳۸۲)

(597) وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: كَانَ لِأَبِي بَكْرِ نِ الصِّدِّيْقِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ غُلَامٌ يُخْرِجُ لَهُ الْخَرَاجَ، وَكَانَ أَبُوْ بَكْرٍ يَأْكُلُ مِنْ خَرَاجِهِ، فَجَاءَ يَوْمًا بِشَيْءٍ، فَأَكَلَ مِنْهُ أَبُوْ بَكْرٍ، فَقَالَ لَهُ الْغُلَامُ: تَدْرِيْ مَا هٰذَا؟ فَقَالَ أَبُوْ بَكْرٍ: وَمَا هُوَ؟

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ایک غلام تھا جو آپ کو کمائی کر کے لا دیتا اور حضرت ابوبکر اس کی کمائی میں سے کھاتے تھے۔ تو ایک دن وہ کوئی چیز لایا اس میں سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کچھ کھا لیا۔ غلام نے کہا کچھ پتہ

قَالَ: كُنْتُ تَكَهَّنْتُ لِاِنْسَانٍ فِي الْجَاهِلِيَّةِ وَمَا أُحْسِنُ الْكِهَانَةَ، اِلَّا اَنِّي خَدَعْتُهُ، فَلَقِيَنِي، فَاَعْطَانِي لِذٰلِكَ، هٰذَا الَّذِي اَكَلْتَ مِنْهُ. فَاَدْخَلَ اَبُوْ بَكْرٍ يَدَهُ فَقَاءَ كُلَّ شَيْءٍ فِي بَطْنِهِ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

ہے یہ کیا چیز ہے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا ہے اس نے کہا میں دورِ جاہلیت میں ایک انسان کے لیے بناوٹی نجومی بنا تھا۔ میں اس کو جانتا نہ تھا صرف دھوکہ کے لیے میں نے کہہ دیا اس کی وجہ سے اس نے مجھے یہ دیا جس میں سے آپ نے تناول فرمایا ہے۔ تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنا ہاتھ منہ میں ڈالا اور پیٹ میں موجود ہر چیز کو قے کر دیا۔ (بخاری)

"اَلْخَرَاجُ": شَيْءٌ يَجْعَلُهُ السَّيِّدُ عَلٰى عَبْدِهٖ يُؤَدِّيهِ كُلَّ يَوْمٍ، وَبَاقِي كَسْبِهٖ يَكُوْنُ لِلْعَبْدِ.

اَلْخَرَاجُ: وہ رقم جو مالک اپنے غلام پر یومیہ مقرر کر دیتا ہے اور باقی کمائی غلام کی ہوتی ہے۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب ایام الجاھلیة، ج۵ص۴۳ رقم: ۳۸۴۲ السنن الکبرٰی للبیھقی، باب لایملك احد بالجنابة شیئًا، ج۶ص۹۷، رقم: ۱۱۸۶۰ فضائل الصحابة لاحمد بن حنبل، ومن فضائل عمر بن الخطاب، ج۱ص۳۲۷، رقم: ۶۹۵)

شرح حدیث: حکیم الاُمّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اہل عرب اپنے غلاموں کو کاروبار کی اجازت دے دیتے تھے اور ماہوار یا روزانہ کچھ پیسے مقرر کر دیتے تھے جو غلام مولیٰ کو ادا کرتا رہتا تھا خواہ وہ کمائی کرتا یا نہ کرتا، زیادہ کرتا یا کم جیسا کہ آج کل لوگ تانگہ وگاڑیاں ٹھیکے پر دے دیتے ہیں اسے خراج کہتے تھے یہاں اسی کا ذکر ہے۔

(حضرت ابوبکر نے کچھ کھالیا) اور غلام سے پوچھا نہیں کہ کہاں سے لایا ہے کیونکہ وہ ہمیشہ ہی لاتا تھا اور آپ کھاتے تھے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ہر چیز کی تحقیق ضروری نہیں جس چیز کی حلت کا گمان غالب ہو اسے کھالے، صحابہ کرام جنگوں میں کفار کے مال واسباب بلکہ پہنے ہوئے کپڑوں پر قبضہ کر لیتے تھے اور ان کی تحقیق نہ فرماتے تھے، یہ عمل خلاف تقویٰ نہیں۔

(جس میں سے آپ نے تناول فرمایا ہے) خلاصہ یہ ہے کہ یہ مٹھائی دو طرح سے حرام تھی: ایک یہ کہ کہانت یعنی فال کھولنے کی اجرت ہے اور فال کھولنا بھی حرام ہے، اس کی اجرت بھی حرام۔ دوسرے یہ کہ دھوکا کی شیرنی ہے جیسے کوئی غیر طبیب کسی کو دھوکا دے کر طبیب بنے اس کی اجرت لے یہ حرام ہے۔ غالب یہ ہے کہ غلام نے دیدہ دانستہ یہاں جرم کی نیت نہ کی تھی بلکہ اسے دھوکا یہ لگا کہ میں نے یہ کہانت اسلام سے پہلے کی تھی جب مجھ پر احکام شرعی جاری نہ تھے کیونکہ یہ اسی کا معاوضہ ہے اس لیے حلال ہے، اب مسلمان ہو کر نہ کہانت کروں گا، نہ اجرت لوں گا، اسی خیال پر اس نے جناب صدیق اکبر کو پہلے بتایا بھی نہیں، کھلا دینے کے بعد اسے کچھ خیال آیا، مسئلہ پوچھنے کے لیے یہ عرض کیا لہٰذا نہ تو غلام پر یہ اعتراض ہے کہ اس نے یہ شیرنی لی کیوں اور حضرت صدیق کو دھوکا دیا کیوں اور نہ جناب صدیق پر یہ سوال ہو سکتا ہے کہ آپ نے بغیر

تحقیق کھا کیوں لی۔

(پیٹ میں موجود ہر چیز کو قے کر دیا) یہ حضرت صدیق اکبر کا انتہائی تقویٰ ہے کہ جو شے واقعی حرام تھی اور بے علمی میں کھالی گئی اسے قے کے ذریعہ پیٹ سے نکال دیا۔ اس سے وہ لوگ عبرت پکڑیں جو جناب صدیق کی خلافت کو غلط اور آپ کو خائن و غاصب کہتے ہیں جو ہستی ناجائز مٹھائی اپنے پیٹ میں نہ رہنے دے وہ ناجائز طور پر خلافت پر کیوں کر قابض ہوسکتی ہے۔ اس حدیث کی بناء پر بعض شوافع فرماتے ہیں کہ جو بے خبری میں بھی ناجائز چیز کھالے وہ قے کر دے مگر ہمارے ہاں یہ خصوصی تقویٰ تھا نہ کہ عمومی فتویٰ۔ (از مرقات) حرام چیز کھانا حرام ہے، قے کرنا واجب نہیں۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حرام بعینہٖ قبضہ کے بعد بھی ملکیت میں نہیں آتا اور نہ وہاں تبدّل ملک کے احکام جاری ہوں۔

(مرآۃ المناجیح، ج ۴، ص ۳۹۴)

(598) وَعَنْ نَّافِعٍ: اَنَّ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ كَانَ فَرَضَ لِلْمُهَاجِرِيْنَ الْاَوَّلِيْنَ اَرْبَعَةَ الْاٰفٍ وَّفَرَضَ لِاِبْنِهٖ ثَلَاثَةَ الْاٰفٍ وَّخَمْسَمِائَةٍ، فَقِيْلَ لَهُ: هُوَ مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ فَلِمَ نَقَصْتَهُ؟ فَقَالَ: اِنَّمَا هَاجَرَ بِهٖ اَبُوْهُ. يَقُوْلُ: لَيْسَ هُوَ كَمَنْ هَاجَرَ بِنَفْسِهٖ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

حضرت نافع سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن خطاب ﷺ نے پہلے مہاجرین کے لیے چار ہزار مقرر کیا اور اپنے بیٹے حضرت عبداللہ کے لیے ساڑھے تین ہزار۔ کہا گیا کہ وہ بھی ان مہاجرین سے ہی ہے آپ نے انہیں حصہ کم کیوں کیا ہے؟ تو آپ نے فرمایا کہ اس نے اپنے باپ کے ساتھ ہجرت کی ہے مقصد یہ تھا کہ یہ ان کی طرح نہیں؛ جنہوں نے خود ہجرت کی۔ (بخاری)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب هجرة النبی صلی الله علیه وسلم واصحابه الی المدینة، ج۵ص۶۲ رقم: ۳۹۱۲ السنن الکبرٰی للبیهقی، باب التفضیل علی السابقة والنسب، ج۶ص۳۴۹ رقم: ۱۳۲۷۵ تحفة الاشراف للمزی، من اسمه نافع ابو عبدالله، ج۸ص۷۱، رقم: ۱۰۵۶۲ جامع الاحادیث، مسند عمر بن الخطاب، ج۲۲ص۲۶۶، رقم: ۲۹۰۵۵)

شرح حدیث: پرہیز گاری کی اہمیت

حضرت سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما ارشاد فرماتے ہیں: اگر تم اتنے روزے رکھو کہ سوکھ کر کمان کی طرح خم دار ہو جاؤ اور اتنی نمازیں پڑھو کہ کیل کی طرح سوکھ جاؤ تب بھی تمہارے عمل کامل پرہیز گاری کے بغیر قبول نہ ہوں گے۔

بعض اہل علم کا قول ہے: دنیا کی حلال چیزوں پر حساب ہے اور حرام پر عذاب ہے اور حرام ایک ایسی بیماری ہے جس کا علاج فقط یہی ہے کہ بندہ حرام کھانے سے اللہ عزوجل کی بارگاہ میں پناہ چاہے۔ (بحر الدموع ص ۲۸۲)

آج کیا عمل کیا؟

حضرت سیدنا عمر فاروق (رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ) کے بارے میں مروی ہے کہ جب رات ہو جاتی تو آپ (رضی اللہ تعالیٰ

عنہُ) اپنے پاؤں پر دُرّہ مارتے اور اپنے آپ سے پوچھتے کہ آج تم نے کیا عمل کیا ہے؟

حضرت سیدنا میمون بن مہران (رضی اللہ تعالیٰ عنہُ) سے منقول ہے وہ فرماتے ہیں آدمی اس وقت تک متقی نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ اپنے نفس کا محاسبہ نہ کرلے کیونکہ کام کے بعد شریکین ایک دوسرے سے حساب کرتے ہیں۔

ام المؤمنین حضرت سیدتنا عائشہ صدیقہ طیبہ طاہرہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) سے مروی ہے کہ حضرت سیدنا ابوبکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہُ) نے وصال کے وقت ان سے فرمایا مجھے حضرت سیدنا عمر فاروق (رضی اللہ تعالیٰ عنہُ) سے زیادہ کوئی شخص محبوب نہیں پھر فرمایا میں نے کیا کہا؟ انہوں نے آپ (رضی اللہ تعالیٰ عنہُ) کی بات دُہرادی۔ آپ (رضی اللہ تعالیٰ عنہُ) نے فرمایا (نہیں بلکہ) حضرت سیدنا عمر فاروق (رضی اللہ تعالیٰ عنہُ) سے زیادہ مجھے کوئی عزیز نہیں۔ تو دیکھئے کس طرح انہوں نے عمل کے بعد غور وفکر کیا اور ایک بات کو دوسری بات سے بدل دیا۔

بالکل ایسے ہی حضرت سیدنا ابوطلحہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہُ) کی روایت ہے کہ جب نماز میں پرندے نے ان کی توجہ دوسری طرف مبذول کردی تو انہوں نے اپنا باغ اللہ تعالیٰ کیلئے صدقہ کردیا۔ اس کی وجہ ندامت اور اس (صدقہ) کے عوض (ثواب) کی امید تھی۔

اسی طرح حضرت سیدنا ابن سلام (رضی اللہ تعالیٰ عنہُ) کی روایت میں ہے کہ انہوں نے لکڑیوں کا ایک گٹھا اٹھایا تو ان سے کہا گیا اے ابو یوسف! آپ کے بیٹے اور غلام اس کام کیلئے کافی تھے، انہوں نے فرمایا میں اپنے نفس کا تجربہ کرنا چاہتا تھا کہ کہیں وہ انکار تو نہیں کرتا۔ (فیضانِ احیاء العلوم ص ۱۰۲)

(599) وَعَنْ عَطِيَّةَ بن عُرْوَةَ السَّعْدِيِّ الصَّحَابِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَا يَبْلُغُ الْعَبْدُ اَنْ يَكُوْنَ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ حَتّٰى يَدَعَ مَا لَا بَاْسَ بِهٖ، حَذَرًا مِمَّا بِهٖ بَاْسٌ" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: "حَدِيْثٌ حَسَنٌ".

حضرت عطیہ بن عروہ سعدی صحابی ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بندہ اس وقت تک متقین میں سے نہیں ہوتا جب تک کہ وہ حرج والی چیزوں سے نہ بچے اور ان چیزوں کو بھی ترک نہ کردے جن میں کوئی حرج نہیں۔ اسے امام ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ما جاء فی صفة اوانی الحوض، ج۴ص۶۳۴، رقم: ۲۴۵۱ سنن ابن ماجه، باب الورع والتقوی، ج۲ص۱۴۰۹، رقم: ۴۲۱۵ سنن الکبری للبیهقی، باب کراهیة مبایعة من اکثر ماله من الرباء، ج۵ص۳۳۵، رقم: ۱۰۶۰۲ المعجم الکبیر للطبرانی، من اسمه عطیة بن سعد السعدی، ج۱۷ص۱۶۸، رقم: ۱۳۱۳۲ التاریخ الکبیر للبخاری، من اسمه عبد بن عقیل، ج۵ص۷۰)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یہ فرمان عالی بہت جامع ہے جس میں صدہا احکام آ گئے، حرام سے بچنے کے لیے مکروہات سے پرہیز کرو، گناہوں سے بچنے کے لیے مشکوک ومشتبہ چیزوں سے پرہیز کرو، برے لوگوں سے بچنے کے لیے مشتبہ لوگوں سے الگ رہو۔ شعر

نگہ دار دآں شوخ درکیسہ در دانند ہمہ خلق را کیسہ برد

(مرآۃ المناجیح، ج ۴، ص ۳۸۴)

حرام کو چھوڑ دے اور شبہات سے بچتا رہے

ہمارے رب عزوجل نے بندوں کے امتحان اور انہیں آزمانے کے لئے جہنم کو شہوات نفسانی سے ڈھانپ دیا ہے،۔۔۔۔۔پس خوش بخت وسعادت مند ہے وہ شخص جو دنیا سے قریب تو ہو،۔۔۔۔۔۔اسے صرف اپنے ہاتھ کی مٹھی میں رکھے لیکن اسے اپنے دل میں جگہ نہ دے،۔۔۔۔۔۔اور دنیا کو ہاتھ میں رکھنے کا مفہوم یہ ہے کہ اس میں سے حلال کو لے، حرام کو چھوڑ دے اور شبہات سے بچتا رہے اور اس طرح وہ دنیا کو اپنے ہاتھ (یعنی قابو) میں رکھ سکے گا،۔۔۔۔۔۔ اور اگر ایسا ہو کہ حلال کو حلال اور حرام کو حرام ہی سمجھے مگر شبہ سے نہ بچے تو وہ دنیا کی طرف توجہ دینے کی وجہ سے اس کے فتنے میں غرق ہو جائے گا۔

تم پر دنیا پھیلا دی جائے گی

امام بخاری علیہ رحمۃ اللہ الباری روایت کرتے ہیں کہ حضرت سیدنا عمرو بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ غزوہ بدر میں حضور نبی پاک صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کے ساتھ شریک تھے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ اللہ کے محبوب ،دانائے غیوب، منزہ عن العیوب عزوجل وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اہل بحرین سے جزیہ وصول کرنے کے لئے روانہ فرمایا کیونکہ آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے بحرین والوں سے جزیہ کے بدلے صلح فرمائی تھی اور حضرت سیدنا علاء بن حضرمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان کا گورنر مقرر فرمایا تھا۔

جب حضرت سیدنا ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ بحرین سے (جزیہ کا) مال لے کر واپس لوٹے تو انصار نے آپ کی آمد کی خبر سنی تو سب نے صبح کی نماز حضور نبی کریم، رء وف رحیم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کے ساتھ ادا کی، جب آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم فارغ ہوئے تو سارے سامنے آ گئے، آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے انہیں دیکھ کر تبسم فرمایا اور ارشاد فرمایا: میرا خیال ہے کہ آپ لوگوں نے ابوعبیدہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی آمد کی خبر سن لی ہے کہ وہ کچھ مال لائے ہیں۔ انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ عزوجل وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم ایسا ہی ہے۔ حضور نبی کریم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: خوشخبری سنا دو اور اُس کی امید رکھو جو تمہیں خوش کر دے گا، پس اللہ عزوجل کی قسم! مجھے تم پر فقر (غربت) کا خوف نہیں لیکن مجھے ڈر ہے کہ تم پر دنیا پھیلا دی جائے گی جیسا کہ تم سے پہلی قوموں پر پھیلائی گئی تھی پس تم بھی اس دنیا کی خاطر پہلے لوگوں کی طرح باہم مقابلہ کرو گے، اور یہ تمہیں غفلت میں ڈال دے گی جس طرح اس نے پچھلی

قوموں کو غافل کر دیا۔ (صحیح البخاری، کتاب الرقاق، باب ما یحذر من زھرۃ الدنیا۔۔۔الخ، الحدیث: ۶۴۲۵، ص ۵۴۰)

دلوں کی کمزوری کا سبب

حضرت سیدنا ثوبان رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے، کہ نبی کریم، رءُوف رحیم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: عنقریب تمہارے خلاف ہر جانب سے لوگ اکٹھے ہو جائیں گے جیسے کھانے والے کھانے کے برتن پر جمع ہوتے ہیں۔ عرض کی گئی: یارسول اللہ عزوجل وصلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کیا اس دن ہماری تعداد کم ہوگی؟

ارشاد فرمایا: نہیں! بلکہ تم تو کوڑے کچرے ہو جاؤ گے جیسے سیلاب کا کوڑا کچرا ہوتا ہے (مراد اس سے آخری زمانے کے خراب اور نکمّے لوگ ہیں)، دنیا سے محبت اور موت سے نفرت کی وجہ سے تمہارے دل کمزور پڑ جائیں گے اور تمہارے دشمنوں کے دلوں سے تمہارا رعب جاتا رہے گا۔ (المسند للامام احمد بن حنبل، الحدیث: ۲۲۴۶۰، ج ۷ ص ۳۲۷ تغیراً)

69-بَابُ اسْتِحْبَابِ الْعُزْلَةِ عِنْدَ فَسَادِ النَّاسِ وَالزَّمَانِ اَوِ الْخَوْفِ مِنْ فِتْنَةٍ فِي الدِّيْنِ وَوُقُوْعٍ فِي حَرَامٍ وَّشُبُهَاتٍ وَّنَحْوِهَا

لوگوں اور زمانے میں خرابی، دین میں فتنہ اور حرام و مشتبہ میں مبتلا ہونے کے خوف کے وقت خلوت گزینی کا مستحب ہونا

قَالَ اللهُ تَعَالٰی: (فَفِرُّوْا اِلَى اللهِ اِنِّيْ لَكُمْ مِّنْهُ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ) (الذاريات: 50).

اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: تم اللہ تعالٰی کی طرف بھاگو میں تمہارے لیے واضح ڈر سنانے والا ہوں۔

(600) وَعَنْ سَعْدِ بْنِ اَبِيْ وَقَّاصٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُوْلُ: "اِنَّ اللهَ يُحِبُّ الْعَبْدَ التَّقِيَّ الْغَنِيَّ الْخَفِيَّ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: اللہ تعالٰی ایسے بندے سے محبت کرتا ہے، جو تقویٰ والا، غنی، گم نام ہو۔ (مسلم)

وَالْمُرَادُ "بِالْغَنِيِّ" غَنِيُّ النَّفْسِ، كَمَا سَبَقَ فِي الْحَدِيْثِ الصحيح.

غنا سے مراد دل کا غنی ہونا ہے جیسا کہ حدیث صحیح میں گزر چکا۔

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب الزھد والرقائق، ج۸ ص۲۱۴، رقم: ۷۶۲۱، مسند امام احمد بن حنبل، مسند سعد بن ابی وقاص، ج۱ ص۱۶۸، رقم: ۱۴۴۱، الاداب للبیھقی، باب لا باس بالغنی لمن اتقی اللہ عزوجل، ج۱ ص۳۸۴، رقم: ۷۹۰، مسند ابی یعلیٰ، مسند سعد بن ابی وقاص، ج۲ ص۸۵، رقم: ۷۳۷)

شرح حدیث: عبادت کی پاکیزگی اور مینارِ تقویٰ

اے وہ شخص! جس کا سفر دنیا کی طلب میں تیزی سے کٹ رہا ہے،۔۔۔۔۔۔تو دنیا کی جھوٹی امیدوں سے کب

چھٹکارا پائے گا؟۔۔۔۔۔۔ یادرکھ! تجھے چھٹکارا اسی وقت ملے گا جب تُو دنیا سے کٹے گا،۔۔۔۔۔۔ اگر تو آخرت کا طلب گار ہے تو سست رفتار ہوتے ہوئے نفع کس طرح پائے گا؟۔۔۔۔۔۔ تعجب ہے کہ تُو فنا ہو جانے والی دنیا کی تلاش میں تو سفر کی تیاری خوب کرتا ہے، حالانکہ اس راستے میں تو بہت سے رہزن بھی ہیں،۔۔۔۔۔۔ تیری زندگی ایک امانت ہے جس کی جوانی تُو نے خیانت میں گزار دی، ادھیڑ عمری بیکار کاموں میں ضائع کردی اور اب بڑھاپے میں رو رہا ہے اور یہ کہہ رہا ہے کہ ہائے! میری عمر ضائع ہوگئی۔۔۔۔۔۔ خرید وفروخت میں بد دیانتی کرنے والا بھلا کیسے کامیاب ہوسکتا ہے؟۔۔۔۔ دنیا کی طلب میں تو تیرا جسم بڑا چاک وچوبند رہا اور اب طلبِ آخرت میں تجھے مختلف تکالیف ہونے لگی ہیں،۔۔۔۔۔۔ کب تک راہِ تقویٰ پر چلنے میں سستی کریگا،۔۔۔۔۔۔ اے غفلت کی تاریکی میں زندگی بسر کرنے والے! بڑھاپے کا سورج طلوع ہوچکا، مرنے سے پہلے توبہ کرنے والوں کی رفاقت اختیار کرلے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَمَا مِنْ غَآئِبَةٍ فِي السَّمَآءِ وَ الْاَرْضِ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ○

ترجمہ کنزالایمان: اور جتنے غیب ہیں آسمانوں اور زمین کے سب ایک بتانے والی کتاب میں ہیں۔

(پ20، النمل:75)

تقویٰ ومجاہدہ باعثِ نجات ہے

اے شخص! کب تک عبادت گزاروں اور زاہدوں کا لبادہ اوڑھے رکھے گا، حالانکہ تو اپنے دل کی غفلت کو خوب جانتا ہے،۔۔۔۔۔۔ تیرا ظاہر تو صاف ستھرا ہے مگر باطن لمبی امیدوں سے آلودہ ہے،۔۔۔۔۔۔ جسے مال کی محبت اپنی طرف مائل کرلے وہ خدا عزوجل کی محبت کے قابل نہ رہا،۔۔۔۔۔۔ اگر مجاہدہ کی مشقت نہ ہوتی تو لوگوں کو باکمال مرد کا نام نہ دیا جاتا۔ اے مردہ دل! اگر تُو جوانی میں نیکیوں کی طرف مائل نہ ہوسکا تو ادھیڑ پن ہی میں مائل ہوجا، کیونکہ سر سفید ہوجانے کے بعد کھیل کُود بے سُود ہے اور بڑھاپے میں سرکشی زیادہ بری ہے،۔۔۔۔۔۔ جب تجھ سے کہا جائے گا کہ تُو نے جوانی کو غفلت میں ضائع کردیا اور اب بڑھاپے میں (نیک) اعمال کی کمی پر روتا ہے،۔۔۔۔۔۔ اگر تُو جان لیتا کہ تیرے لئے کونسا عذاب تیار ہوچکا ہے تو تُو ساری رات رونے میں گزار دیتا۔

بارگاہِ الٰہی عزوجل میں حاضری کا انداز

ایک مرتبہ حضرت سیِّدُنا ذوالنون مصری علیہ رحمۃ اللہ القوی وعظ فرمارہے تھے کہ ایک شخص نے عرض کیا: حضور! جب بھی میں اپنے رب عزوجل کی بارگاہ میں حاضر ہوتا ہوں تو کوئی نہ کوئی مصیبت یا پریشانی مجھے گھیر لیتی ہے، میں کیا کروں؟ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ اپنے مولا عزوجل کے در پر اس طرح حاضر ہوا کرو جیسے چھوٹا بچہ اپنی ماں کے پاس آتا ہے کہ اس کی ماں اسے مارے تو بھی وہ اپنی ماں ہی کی طرف لپکتا ہے اور جب بھی وہ اسے جھڑکتی ہے وہ اسی کے پاس جاتا ہے اور بار بار ایسا کرتا ہے یہاں تک اس کی ماں پیار سے اسے اپنے آپ سے چمٹا لیتی ہے۔ (بحر الدموع ص ۱۰۳)

(601) وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَجُلٌ: أَيُّ النَّاسِ أَفْضَلُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ: "مُؤْمِنٌ مُجَاهِدٌ بِنَفْسِهِ وَمَالِهِ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ"قَالَ: ثُمَّ مَنْ؟ قَالَ: "ثُمَّ رَجُلٌ مُعْتَزِلٌ فِي شِعْبٍ مِّنَ الشِّعَابِ يَعْبُدُ رَبَّهُ".

حضرت ابوسعید خدری ﷺ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے عرض کیا: یارسول اللہ! لوگوں میں سے کون افضل ہے تو آپ نے فرمایا: ایمان دار جو اپنی جان اور مال کے ساتھ اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والا ہے۔ عرض کیا: پھر کون فرمایا پھر ایسا آدمی جو گھاٹیوں میں سے کسی گھاٹی میں خلوت گزین ہو کر اپنے ربّ کی عبادت کرتا ہو۔

وَفِي رِوَايَةٍ: "يَتَّقِي اللّٰهَ، وَيَدَعُ النَّاسَ مِنْ شَرِّهِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

اور ایک روایت میں ہے: جو اللہ سے ڈرتا ہو اور لوگوں کو اپنے شر سے بچائے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب العزلة راحة من خلاط السوء، ج۸ص۱۰۳، رقم: ۶۴۹۴ صحیح مسلم، باب فضل الجهاد، ج۶ص۳۹، رقم: ۴۹۹۴ السنن الکبری للبیهقی، باب فی فضل الجهاد فی سبیل الله، ج۹ص۱۵۹، رقم: ۱۸۹۶۶ مسند امام احمد بن حنبل، مسند ابی سعید الخدری، ج۳ص۳۷، رقم: ۱۱۳۴۰ سنن ابوداؤد، باب فی ثواب الجهاد، ج۲ص۳۱۳، رقم: ۲۴۸۷)

شرح حدیث: گوشہ نشینی کا بیان

جان لیجئے! گوشہ نشینی اختیار کرنے کے بارے میں علماء کا اختلاف ہے۔ بعض علماء نے گوشہ نشینی کو پسند کیا ہے اور اسے میل جول سے افضل قرار دیا ہے، ان علماء میں حضرت سیِّدُنا سفیان ثوری، حضرت سیِّدُنا ابراہیم بن ادہم، حضرت سیِّدُنا داؤد طائی، حضرت سیِّدُنا فضیل بن عیاض، حضرت سیِّدُنا سلیمان خواص، اور حضرت سیِّدُنا بشر حافی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم شامل ہیں، جب کہ اکثر تابعین نے میل جول کو پسند کیا ہے کیونکہ دوستوں کا بکثرت ہونا نیکی وتقویٰ کے کاموں میں معاون ہوتا ہے اور ان علماء نے اُخوت اور اُلفت کے بارے میں وارد ہونے والے نبیِّ اکرم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کے اس فرمان سے استدلال کیا ہے کہ جب نبیِّ اکرم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کی بارگاہ میں ایک شخص پیش کیا گیا جو پہاڑوں میں رہ کر عبادت کرنا چاہتا تھا تو آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: نہ تم ایسا کرو اور نہ ہی تم میں سے کوئی دوسرا ایسا کرے کہ تمہارا اسلام کے بعض مقامات پر صبر کرنا چالیس سال تک (تنہا) عبادت کرنے سے افضل ہے۔

(الاستیعاب فی معرفۃ الأصحاب، باب حرف العین، الرقم ۲۰۵۲۔ عسعس بن سلامۃ التمیمی، ج۳، ص۳۰۹)

اور جنہوں نے گوشہ نشینی کو افضل قرار دیا ہے مثلاً حضرت سیِّدُنا فضیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو انہوں نے نبیِّ اکرم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کے اس فرمان سے استدلال کیا ہے کہ جب حضرت سیِّدُنا عبداللہ بن عامر جُہنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی: یارسول اللہ عَزَّوَجَلَّ وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نجات کیا ہے؟ تو آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد

فرمایا:

لِيَسَعَكَ بَيْتُكَ، وَاَمْسِكْ عَلَيْكَ لِسَانَكَ، وَابْكِ عَلٰى خَطِيْئَتِكَ۔

ترجمہ: تمہیں اپنا گھر کافی ہو، اپنی زبان کو قابو میں رکھو اور اپنی خطاؤں پر آنسو بہاؤ۔

(جامع الترمذی، ابواب الزھد، باب ماجاء فی حفظ اللسان، الحدیث ۲۴۰۶، ص ۱۸۹۳ بتغیر)

گوشہ نشینی کے فوائد ونقصانات اور اس کی فضیلت کا واضح بیان

جان لیجئے! اس معاملہ میں اختلاف لوگوں کے مختلف ہونے کی بنیاد پر ہے۔

فوائد: گوشہ نشینی اختیار کرنے سے عبادت پر پابندی اور علمی تربیت ہوتی ہے اور انسان کو میل جول کی وجہ سے سرزد ہونے والے گناہوں سے نجات ملتی ہے جیسے ریا، اور غیبت میں مبتلا ہونا، نیکی کا حکم نہ دینا، اور برائی سے منع نہ کرنا کو چھوڑنا اور طبیعت میں برے اخلاق کا آنا وغیرہ وغیرہ اور اسی طرح آدمی صنعت وحرفت کے معاملے میں دنیاوی مصالح کے لئے فارغ ہوجاتا ہے۔

پہلا فائدہ: انسان عبادت، غور وفکر، اللہ عَزَّ وَجَلَّ سے محبت، اس کی بارگاہ میں مناجات اور کائنات کے سربستہ رازوں سے آگاہ ہونے کے لئے فارغ ہوجاتا ہے اور یہ چیز گوشہ نشینی اور مخلوق سے جدائی اختیار کرنے سے ہی حاصل ہوتی ہیں، اسی بنا پر بعض حکماء کا قول ہے کہ گوشہ نشینی پر وہی شخص قادر ہوسکتا ہے جو اللہ عَزَّ وَجَلَّ کی کتاب سے اُنس رکھتا ہے اور جو لوگ اللہ عَزَّ وَجَلَّ کی کتاب کو مضبوطی سے پکڑتے ہیں وہی ذکر خداوندی کی وجہ سے دنیا میں آرام پاتے ہیں اور ذکر الٰہی عَزَّ وَجَلَّ کرنے والے ذکر کے ساتھ زندہ رہتے ہیں اور اسی کے ذکر پر فوت ہوتے ہیں اور اللہ عَزَّ وَجَلَّ کا ذکر کرنے کے ساتھ ساتھ اس سے ڈرتے ہیں اور اس بات میں کوئی شک نہیں کہ لوگوں سے میل جول ان کے لئے ذکر اور فکر میں رکاوٹ بنتا ہے، اسی لئے نبیٔ اکرم صَلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم ابتداءً غارِ حرا میں سب سے الگ ہوکر گوشہ نشینی فرماتے تھے۔

جب آدمی خلوت پر مداومت اختیار کرلیتا ہے تو حضرت سیِّدُنا جنید رضی اللہ تعالٰی عنہ کے فرمان کے مطابق اس کے معاملہ کی انتہاء اس مقام پر ہوتی ہے کہ آپ رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں: میں تیس سال سے اللہ عَزَّ وَجَلَّ سے ہم کلام ہوں اور لوگ سمجھتے ہیں کہ میں ان سے گفتگو کررہا ہوں۔

کسی (گوشہ نشین) سے کہا گیا: تجھے تنہا رہنے پر کس چیز نے ابھارا؟ اس نے جواب دیا: میں تنہا نہیں ہوں بلکہ میں اللہ عَزَّ وَجَلَّ کا ہم نشین ہوں جب میں چاہتا ہوں کہ اللہ عَزَّ وَجَلَّ مجھ سے ہم کلام ہو تو میں اس کی کتاب کو پڑھتا ہوں اور جب میں اس سے ہم کلام ہونا چاہتا ہوں تو نماز پڑھتا ہوں۔

ایک مرتبہ حضرت سیِّدُنا اویس قرنی رضی اللہ تعالٰی عنہ بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ کے پاس حضرت سیِّدُنا ہَرِم بن حیان

حاضر ہوئے آپ نے ان سے پوچھا: کیسے آنا ہوا؟ انہوں نے جواب دیا: میں آپ سے اُنس حاصل کرنے آیا ہوں۔ حضرت سیدنا اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: میں کسی ایسے آدمی کو نہیں جانتا جو اپنے رب عَزَّ وَجَلَّ کی معرفت بھی رکھتا ہو اور پھر کسی دوسرے سے اُنس حاصل کرے۔

حضرت سیدنا فضیل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: جب میں رات ہوتے دیکھتا ہوں تو خوش ہوتا ہوں اور کہتا ہوں کہ اب میں اپنے رب عَزَّ وَجَلَّ کی بارگاہ میں خلوت اختیار کروں گا اور جب دن نکلتے دیکھتا ہوں تو لوگوں سے ملاقات کو ناپسند جاننے کی وجہ سے وحشت محسوس کرتا ہوں کہ اب وہ چیز آرہی ہے جو مجھے میرے رب عَزَّ وَجَلَّ کی یاد سے غافل کردے گی۔

حضرت سیدنا مالک بن دینار علیہ رحمۃ اللہ الغفار ارشاد فرماتے ہیں: جو شخص مخلوق سے گفتگو کے سبب اللہ عَزَّ وَجَلَّ کی ہم کلامی سے مانوس نہیں ہوتا وہ کم عمل اور دل کا اندھا ہے اور اس نے اپنی عمر ضائع کردی۔

دوسرا فائدہ: گوشہ نشینی کی وجہ سے انسان ان گناہوں سے محفوظ رہتا ہے جو عموماً میل جول کی وجہ سے سرزد ہوتے ہیں مثلاً غیبت اور ریاکاری میں مبتلا ہونا، نیکی کا حکم نہ دینا اور نہ ہی برائی سے منع کرنا اور ان سب کا ذکر اپنے مقام پر آئے گا۔

حاصل کلام یہ ہے کہ مطلق طور پر یہ حکم لگانا ناممکن ہے کہ گوشہ نشینی اور میل جول میں سے ایک بہتر ہے کیونکہ یہ لوگوں کے مراتب کے اعتبار سے مختلف ہوتا ہے اور ان میں حالتِ اعتدال ہی بہتر ہے کہ انسان اس قدر تنہا نہ ہو جائے کہ میل جول سے حاصل ہونے والے فوائد کھو دے اور نہ ہی لوگوں سے اس قدر بے تکلف ہو جائے کہ تنہائی کے فوائد ضائع کردے اور گوشہ نشینی سے مراد یہ ہے کہ وہ اپنے شر سے لوگوں کو دور رکھے اور مکمل طور پر اپنے رب عَزَّ وَجَلَّ کے ذکر کی طرف متوجہ ہو اور لمبی امیدیں نہ باندھے پس لمبی امیدیں نہ باندھنے کی وجہ سے اس کا نفس پرامن رہے گا اور تنہائی کے ذریعے جہادِ اکبر کی نیت کرے اور اس سے مراد نفس سے جہاد کرنا ہے جیسا کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے ارشاد فرمایا: رَجَعْنَا مِنَ الْجِهَادِ الْاَصْغَرِ اِلَى الْجِهَادِ الْاَكْبَرِ ترجمہ: ہم جہادِ اصغر سے جہادِ اکبر کی طرف لوٹ رہے ہیں۔ وَاللهُ اَعْلَمُ۔ اس بات کو سمجھ لو فائدہ ہوگا۔ وَاللهُ اَعْلَمُ وَاِلَيْهِ الْمَرْجِعُ وَالْمَآبُ (لباب الاحیاء ص ۱۶۴۔۱۶۵)

(602) وَعَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "يُوْشِكُ اَنْ يَّكُوْنَ خَيْرَ مَالِ الْمُسْلِمِ غَنَمٌ يَّتَّبِعُ بِهَا شَعَفَ الْجِبَالِ، وَمَوَاقِعَ الْقَطْرِ يَفِرُّ بِدِيْنِهِ مِنَ الْفِتَنِ" رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

اور انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: عنقریب مسلمان کا بہتر مال کچھ بکریاں ہوں گی جن کو لے کر وہ پہاڑوں کی چوٹیوں پر اور بارش کی جگہوں پر پھرے گا اور اپنے دین کو فتنوں سے بچانے کے لیے بھاگے گا۔ (بخاری)

و"شَعَفُ الْجِبَالِ": أَعْلَاهَا۔ شَعَفُ الْجِبَالِ: پہاڑوں کی چوٹیاں۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب من الدین الفرار من الفتن، ج۱ص۱۳، رقم: ۱۸، الموطا امام مالک، باب ما جاء فی امر الغنم، ج۲ص۰،۹۷، رقم: ۱۸۴۴، سنن ابوداؤد، باب ما یرخص فیہ من البداوۃ فی الفتنۃ، ج۴ص۱۶۶، رقم: ۴۲۶۷، مسند امام احمد بن حنبل، مسند ابی سعید الخدری، ج۴ص۳۰، رقم: ۱۱۲۶۷، مصنف ابن ابی شیبۃ، باب من کرہ الخروج فی الفتنۃ وتعوذ علیھا، ج۷ص۴۴۸، رقم: ۳۷۱۱۶)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

شعف جمع ہے شعفۃ کی بمعنی بلند چوٹی۔ اہل عرب پہاڑ کی چوٹیوں میں بھی اپنے مال مویشی رکھتے ہیں اور وہاں خود بھی رہتے ہیں، یہ جگہ زمین سے بہت بلند ہونے کی وجہ سے بڑے امن عافیت کی ہوتی ہے۔ مواقع قطر سے مراد ہے وہ جنگل جہاں پانی کے چشمے، سبزہ زار، چراگاہ وغیرہ ہو، یہ تعمیم بعد تخصیص ہے یا اس کے برعکس۔

اس علیحدگی کی وجہ اپنے دین کی حفاظت ہو نہ کہ مسلمانوں سے نفرت کہ ایسے موقعہ پر لوگوں سے خلط ملط اپنے لیے دینی خرابی کا ذریعہ ہوتا ہے۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۷، ص ۲۳۲)

دنیا کے فتنوں سے بچو!

دنیا اپنی رونق (یعنی چمک دمک) سے تجھ پر غالب نہ آ جائے اور تجھے فتنے میں مبتلاء نہ کر دے، ۔۔۔۔۔۔ دنیا سے بچ اور آخرت کی طرف پوری توجہ رکھ، ۔۔۔۔۔۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ دنیا میں تیرے لئے (عمل کا) ضامن ہے لیکن آخرت میں تیرے عمل کا ضامن نہیں۔ چنانچہ،

(۱) اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے:

وَفِي السَّمَآءِ رِزْقُكُمْ وَمَا تُوعَدُونَ ○ فَوَرَبِّ السَّمَآءِ وَالْأَرْضِ إِنَّهُ لَحَقٌّ مِّثْلَ مَآ أَنَّكُمْ تَنطِقُونَ ○

ترجمہ کنزالایمان: اور آسمان میں تمہارا رزق ہے اور جو تمہیں وعدہ دیا جاتا ہے تو آسمان اور زمین کے رب کی قسم بے شک یہ قرآن حق ہے ویسی ہی زبان میں جو تم بولتے ہو۔ (پ26، الذریات: 22، 23)

(2) وَابْتَغِ فِيمَآ آتَاكَ اللّٰهُ الدَّارَ الْآخِرَةَ وَلَا تَنسَ نَصِيبَكَ مِنَ الدُّنْيَا

ترجمہ کنزالایمان: اور جو مال تجھے اللہ نے دیا ہے اس سے آخرت کا گھر طلب کر اور دنیا میں اپنا حصہ نہ بھول۔ (پ20، القصص: 77) (الزُّھدُ وَقَصْرُ الْأَمَل ص ۲۰)

(603) وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "مَا بَعَثَ اللّٰهُ نَبِيًّا إِلَّا رَعَى الْغَنَمَ فَقَالَ أَصْحَابُهُ: وَأَنْتَ؟ قَالَ:

حضرت ابوہریرہ ﷛ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے جو بھی نبی بھیجا اس نے بکریاں چرائی ہیں صحابہ نے عرض کیا: اور آپ نے بھی تو

"نَعَمْ، کُنْتُ اَرْعَاهَا عَلٰی قَرَارِیْطَ لِاَهْلِ مَکَّةَ"رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ.

فرمایا: ہاں میں بھی اہل مکہ کی چند پیسوں (معاوضہ) پر بکریاں چراتا تھا۔ (بخاری)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب رعی الغنم علی قراریط، ج۲ص۸۸، رقم: ۲۲۶۲، دلائل النبوۃ لابی نعیم، ذکر خروج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الی الشام، ص۱۲۷، رقم: ۱۰۷، السنن الکبریٰ للبیہقی، باب جواز الاجارۃ، ج۶ص۱۱۸، رقم: ۱۱۹۷۵، نصب الرایۃ للزیلعی، کتاب الاجارات، ج۴ص۱۷۵)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

بکریاں چَرانے سے طبیعت میں حلم و بردباری، محنت کا شوق، ملکی انتظام کی قابلیت اور رعایا پروری پیدا ہوتی ہے کہ بکریاں ہر وقت محافظ کی حاجت مند ہوتی ہیں اور ان میں انتظام نہیں ہوتا، ہر ایک جدھر منہ اُٹھا چل دیتی ہے، جو انہیں سنبھال لے گا، وہ ان شاء اللہ تعالیٰ رعایا کو بھی سنبھال لے گا، تبلیغ خوب کر سکے گا، عام طور پر رعایا کو بکریاں سے اور بادشاہ کو چرواہے سے تشبیہ دی جاتی ہے۔

قراریط قیراط کی جمع ہے، قیراط دینار کا بیسواں حصہ یا چوبیسواں حصہ ہے، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل مکہ کی بکریاں ایک قیراط روز یا ماہوار کے عوض چرائی ہیں۔ خیال رہے کہ نبی تبلیغ دین پر اجرت نہیں لیتے، دوسرے کاموں پر اجرت لیتے ہیں لہذا یہ حدیث قرآن کریم کی آیت لَآ اَسْئَلُکُمْ عَلَیْہِ اَجْرًا کے خلاف نہیں کہ وہاں علیہ سے مراد دین کی تبلیغ ہے، بعض لوگوں نے کہا کہ قراریط مکہ معظمہ میں ایک جگہ کا نام ہے جہاں حضور انور بغیر اجرت بکریاں چَراتے تھے مگر یہ درست نہیں، ورنہ یہ حدیث باب الاجارہ میں نہ لائی جاتی لہذا احق یہ ہی ہے کہ قراریط قیراط کی جمع ہے۔ (مرقات و لمعات وغیرہ) اشعہ میں شیخ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے نبوت بادشاہوں و امیروں میں نہ رکھی بلکہ بکری چَرانے اور تواضع کے پیشہ کرنے والوں میں رکھی۔ چنانچہ ایوب علیہ السلام درزی گری کرتے تھے، زکریا علیہ السلام بڑھئی پیشہ۔

(مرآۃ المناجیح، ج۴، ص۵۸۰)

(604) وَعَنْهُ، عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، اَنَّهُ قَالَ: "مِنْ خَيْرِ مَعَاشِ النَّاسِ لَهُم رَجُلٌ مُمْسِكٌ عِنَانَ فَرَسِهٖ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ، يَطِيْرُ عَلٰى مَتْنِهٖ كُلَّمَا سَمِعَ هَيْعَةً اَوْ فَزْعَةً، طَارَ عَلَيْهِ يَبْتَغِي الْقَتْلَ، اَوِ الْمَوْتَ مَظَانَّهٗ، اَوْ رَجُلٌ فِيْ غُنَيْمَةٍ فِيْ رَاْسِ شَعَفَةٍ مِّنْ هٰذِهِ الشَّعَفِ، اَوْ بَطْنِ وَادٍ مِّنْ هٰذِهِ الْاَوْدِيَةِ، يُقِيْمُ الصَّلٰوةَ، وَيُؤْتِي الزَّكٰوةَ، وَيَعْبُدُ

انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: لوگوں میں بہتر زندگی والا وہ آدمی ہے جو اپنے گھوڑے کی لگام کو اللہ کی راہ میں روکنے والا ہو جب گھبراہٹ اور جنگ کی بات سنتا ہے تو اس پر تیزی سے وہاں پہنچتا ہے اور موت اور شہادت کو اس کی امکانی جگہوں پر تلاش کرتا ہے۔ یا وہ آدمی جو بکریوں کو لے کر پہاڑ کی چوٹیوں میں سے کسی چوٹی پر یا ان وادیوں میں سے کسی وادی میں

رَبَّهٗ حَتّٰى يَاْتِيَهُ الْيَقِيْنُ، لَيْسَ مِنَ النَّاسِ اِلَّا فِیْ خَيْرٍ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

ہوتا ہے اور نماز قائم کرتا ہے اور زکوٰۃ ادا کرتا ہے اور اپنے ربّ کی عبادت کرتا ہے حتیٰ کہ اسے موت آ جاتی ہے۔ لوگوں سے اس کا تعلق بھلائی کا ہی ہوتا ہے۔

(مسلم)

"يَطِيْرُ": اَیْ يُسْرِعُ۔ وَ"مَتْنُهٗ": ظَهْرُهٗ۔ وَ"الْهَيْعَةُ": الصَّوْتُ لِلْحَرْبِ۔ وَ"الْفَزْعَةُ": نَحْوُهٗ۔ وَ"مَظَانُّ الشَّيْئِ": الْمَوَاضِعُ الَّتِیْ يُظَنُّ وُجُوْدُهٗ فِيْهَا۔ وَ"الْغُنَيْمَةُ بِضَمِّ الْغَيْنِ: تَصْغِيْرُ الْغَنَمِ۔ وَ"الشَّعَفَةُ بِفَتْحِ الشِّيْنِ وَالْعَيْنِ: هِیَ اَعْلَى الْجَبَلِ۔

يَطِيْرُ: یعنی جلدی کرتا ہے۔ اڑتا ہے۔ مَتْنُهٗ: یعنی اس کی پشت۔ هَيْعَةُ: یعنی جنگ کی آواز۔ اَلْفَزْعَةُ: یعنی جنگ کی آواز۔ غُنَيْمَةُ: غین پر پیش کے ساتھ غنم کی تصغیر ہے، تھوڑی بکریاں۔ مَظَانُّ الشَّيْئِ: کا مطلب وہ مقامات جہاں کسی چیز کی موجودگی کا گمان ہو۔ شُعْفَةُ: شین پر اور عین پر زبر کے ساتھ: پہاڑ کی چوٹی کو کہتے ہیں۔

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب فضل الجهاد، ج٦ص٣٩، رقم: ٣٩٩٧السنن الكبرىٰ للبيهقي، باب فی فضل الجهاد، ج٩ص١٥٩، رقم: ١٨٩٩٦سنن ابن ماجه، كتاب الفتن، باب العزلة، ج٢ص١٣١٦، رقم: ٣٩٧٧مشكوٰة المصابيح، كتاب الجهاد الفصل الاوّل، ج٢ص٣٦٣، رقم: ٣٧٩٦)

شرح حدیث: حکیم الاُمّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

لفظ معاش عیش بمعنی زندگی سے بنا ہے زندگی گزارنے کا ذریعہ یہاں دونوں معنی بن سکتے ہیں مسلمان کی بہترین زندگی یہ ہے اور بہترین ذریعہ زندگانی یہاں دونوں معنی درست ہیں۔

یعنی ویسے تو لوگوں سے بے نیاز رہتا ہے مگر جب مسلمانوں کو اس کی جانی مدد کی ضرورت ہوتی ہے یا مسلمانوں پر کفار ٹوٹ پڑیں یا ڈاکو حملہ کریں اسے خبر لگے کہ فلاں جگہ مسلمان کمزور ہیں مصیبت میں ہیں تو فوراً وہاں پہنچ جائے پرندہ کی طرح یا اڑ کر وہاں پہنچ جائے، پہلے معنی زیادہ ظاہر ہیں کہ جب کفار مسلمانوں پر حملہ آور ہوں تو یہ وہاں پہنچ جائے اسلام کی خدمت مسلمانوں کی مدد کے لیے۔ وہ اسلام کا ایسا فدائی ہو مسلمانوں کا ایسا مددگار ہو کہ خدمت اسلام و مسلمین میں قتل ہو جانا یا مر جانا جینے سے بہتر سمجھے، خطرناک موقعوں کی تلاش میں رہتا ہو جہاں لوگ جاتے ہوئے گھبراتے ہوں یہ وہاں شوق سے پہنچتا ہو بہادر جانباز ہو۔

خلاصہ یہ ہے کہ اول نمبر کامیاب زندگی والا تو وہ پہلا شخص ہے اس کے بعد نمبر دوم کا اعلیٰ زندگی والا وہ ہے۔ خیال رہے کہ عرب میں بکریاں بہترین ذریعہ معاش تھیں اور بعض متقی حضرات دنیا کے جھگڑے سے بچنے کے لیے شہر سے دور جنگل

میں ڈیرہ ڈال لیتے تھے کسی پانی والے سرسبز مقام پر رہنے سہنے لگتے تھے، بکریوں کے دودھ پر گزارا کرتے، فتنوں سے الگ رہتے، اب بھی بعض جگہ ایسے بدو دیکھے جاتے ہیں اس لیے بکریوں کا ذکر فرمایا ورنہ جو شخص فتنوں سے بچنے کے لیے آبادی سے دور رہے گزارہ کے لیے کوئی چیز پنشن جانور زمین وغیرہ اختیار کرے وہ بھی اس فرمان عالی میں داخل ہے۔

اگرچہ عبادات میں نماز و زکوۃ بھی داخل تھیں مگر چونکہ نماز و زکوۃ اعلیٰ درجہ کی عبادت ہیں اس لیے خصوصیت سے ان کا ذکر علیحدہ فرمایا۔

یقین سے مراد موت ہے کیونکہ اس کا آنا یقینی ہے یا چونکہ موت کے بعد ہر شخص کو توحید، رسالت، فرشتوں، جنت و دوزخ وغیرہ کا یقین ہو جاتا ہے اس لیے موت کو یقین فرمایا یعنی ذریعہ یقین رب تعالیٰ فرماتا ہے: وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَاْتِيَكَ الْيَقِيْنُ۔ یہ حصر اضافی ہے یعنی دنیا دار فتنوں میں مبتلا آخرت سے غافل آدمی بھلائی میں نہیں بلکہ بھلائی میں صرف یہ ہیں لہٰذا احادیث پر کوئی اعتراض نہیں اس حدیث کی بنا پر بعض زاہدین نے فرمایا کہ گوشہ نشینی افضل ہے، جلوت سے خلوت بہتر مگر حق یہ ہے کہ خلوت سے جلوت افضل، حضرات انبیاء کرام لوگوں میں رہے، تبلیغ کرتے رہے، نیز جس رہنے سے جمعہ عیدین نماز باجماعت نصیب ہوتی ہے، جنگل میں یہ نعمتیں کہاں، شہر میں علم ہے، ذکر کے حلقے ہیں، اچھوں کی صحبتیں ہیں۔ حدیث فتنوں کے ظہور کے زمانہ کے متعلق ہے جب شہروں میں امن نہ رہے یا اس کمزور آدمی کے لیے ہے جو بستی اور اختلاط کی تکالیف پر صبر نہ کر سکے۔ (مرقات) (مرآۃ المناجیح، ج ۵، ص ۶۹۲)

70- بَابُ فَضْلِ الْاِخْتِلَاطِ بِالنَّاسِ وَحُضُوْرِ جُمَعِهِمْ وَجَمَاعَاتِهِمْ، وَمَشَاهِدِ الْخَيْرِ، وَمَجَالِسِ الذِّكْرِ مَعَهُمْ، وَعِيَادَةِ مَرِيْضِهِمْ، وَحُضُوْرِ جَنَائِزِهِمْ، وَمُوَاسَاةِ مُحْتَاجِهِمْ، وَاِرْشَادِ جَاهِلِهِمْ، وَغَيْرِ ذٰلِكَ مِنْ مَصَالِحِهِمْ لِمَنْ قَدِرَ عَلَى الْاَمْرِ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّهْيِ عَنِ الْمُنْكَرِ، وَقَمَعَ نَفْسَهٗ عَنِ الْاِيْذَاءِ وَصَبَرَ عَلَى الْاَذٰى

لوگوں کے ساتھ میل جول کی فضیلت ان کی جمعہ جماعت میں شمولیت بھلائی کے مقامات اور مجالس ذکر میں ان کے ساتھ شامل ہونا اور بیمار کی بیمار پرسی کرنا اور ان کے جنازوں میں حاضر ہونا، محتاج کی غم خواری، جاہل کی ہدایت اور اس کے علاوہ دیگر مصلحتوں اور لوگوں کو نیکی کا حکم دینا برائی سے روکنا جو اس پر قادر ہوں اور اپنے آپ کو تکلیف سے بچانا اور صبر کرنا

اِعْلَمْ اَنَّ الْاِخْتِلَاطَ بِالنَّاسِ عَلَى الْوَجْهِ الَّذِيْ ذَكَرْتُهٗ هُوَ الْمُخْتَارُ الَّذِيْ كَانَ عَلَيْهِ رَسُوْلُ

امام نووی کہتے ہیں جاننا چاہیے کہ لوگوں کے ساتھ میل جول اس طریقہ پر جو میں نے ذکر کیا پسندیدہ ہے۔

اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَسَائِرُ الْاَنْبِيَآءِ صَلَوَاتُ اللهِ وَسَلَامُهُ عَلَيْهِمْ، وَكَذٰلِكَ الْخُلَفَاءُ الرَّاشِدُوْنَ، وَمِنْ بَعْدَهُمْ مِنَ الصَّحَابَةِ وَالتَّابِعِيْنَ، وَمِنْ بَعْدَهُمْ مِنْ عُلَمَاءِ الْمُسْلِمِيْنَ وَاَخْيَارِهِم، وَهُوَ مَذْهَبُ اَكْثَرِ التَّابِعِيْنَ وَمَنْ م بَعْدَهُمْ، وَبِهٖ قَالَ الشَّافِعِيُّ وَاَحْمَدُ وَاَكْثَرُ الفقهاء رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ اَجْمَعِيْنَ۔

اسی پر رسول اللہ ﷺ اور سب انبیاء تھے (علیہم الصلوات والتسلیمات) اسی طرح خلفائے راشدین بعد کے صحابہ اور تابعین اور بعض مسلمان علماء اور صاحب فضیلت لوگ بھی اس طریقہ پر تھے۔ اور یہی اکثر تابعین اور بعد والوں کا مذہب ہے۔ امام شافعی اور امام احمد اور اکثر فقہاء ﷭ کا بھی یہی موقف ہے۔

قَالَ اللهُ تَعَالٰى: (وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى) (المائدۃ: 2)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: نیکی اور تقویٰ کے کاموں میں ایک دوسرے سے تعاون کرو۔

وَالْاٰيَاتِ فِيْ مَعْنٰى مَا ذَكَرْتُهٗ كَثِيْرَةٌ مَّعْلُوْمَةٌ۔

اور جو میں نے ذکر کیا اس معنی میں آیات بکثرت مشہور ہیں۔

71- بَابُ التَّوَاضُعِ وَخَفْضِ الْجَنَاحِ لِلْمُؤْمِنِيْنَ

تواضع اور ایمان داروں سے نرمی کا سلوک کرنا

قَالَ اللهُ تَعَالٰى: (وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ) (الشعراء: 215)

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اپنے پہلو کو پیروی کرنے والے ایمان داروں کے لیے جھکا دیں۔

وَقَالَ اللهُ تَعَالٰى: (يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَنْ يَّرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَسَوْفَ يَاْتِي اللهُ بِقَوْمٍ يُّحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗ اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اَعِزَّةٍ عَلَى الْكَافِرِيْنَ) (المائدۃ: 54)،

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اے اہل ایمان! تم میں سے جو کوئی اپنے دین سے پھر گیا تو (اللہ کو اس کی اس کی پروا نہیں) عنقریب اللہ ایسی قوم لائے گا۔ جن سے وہ محبت فرماتا ہے۔ اور وہ اس سے محبت کرتے ہوں گے۔ اہل ایمان کے لیے نرم اور کفار کے لیے سخت ہوں گے۔

وَقَالَ اللهُ تَعَالٰى: (يَا اَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوْا اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللهِ اَتْقَاكُمْ) (الحجرات: 12)،

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اے لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد و زن سے پیدا فرمایا ہے۔ اور تم کو خاندان اور قبیلے بنا دیا تاکہ ایک دوسرے کو پہچانو یقیناً اللہ کے نزدیک تم میں زیادہ عزت والا وہ ہے جو زیادہ تقویٰ والا

شرح: حضرتِ صدرالاُفاضل سیّدُنا مولٰینا محمد نعیم الدین مُرادآبادی علیہ رحمۃ اللہ الہادی خزائن العرفان میں اس کے تحت لکھتے ہیں:

اس سے معلوم ہوا کہ مدارِ عزّت وفضیلت کا پرہیزگاری ہے، نہ کہ نسب۔

شانِ نزول: رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بازارِ مدینہ میں ایک حبشی غلام ملاحظہ فرمایا جو یہ کہہ رہا تھا کہ جو مجھے خریدے اس سے میری یہ شرط ہے کہ مجھے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اقتداء میں پانچوں نمازیں ادا کرنے سے منع نہ کرے، اس غلام کو ایک شخص نے خرید لیا، پھر وہ غلام بیمار ہوگیا تو سیّدِ عالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کی عیادت کے لئے تشریف لائے، پھر اس کی وفات ہوگئی اور رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے دفن میں تشریف لائے، اس پر لوگوں نے کچھ کہا، اس پر یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی۔ (خزائن العرفان)

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (فَلَا تُزَكُّوْا اَنْفُسَكُمْ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اتَّقٰى) (النجم: 32).

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اپنی جانوں کا ستھرا ہونا نہ بیان کرو وہ جانتا ہے کہ کون تقویٰ والا ہے

شرح: حضرتِ صدرالاُفاضل سیّدُنا مولٰینا محمد نعیم الدین مُرادآبادی علیہ رحمۃ اللہ الہادی خزائن العرفان میں اس کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی تفاخراً اپنی نیکیوں کی تعریف نہ کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے حالات کا خود جاننے والا ہے وہ ان کی ابتداء ہستی سے آخرِ ایام کے جملہ احوال جانتا ہے۔

مسئلہ: اس آیت میں ریا اور خودنمائی اور خودسرائی کی ممانعت فرمائی گئی لیکن اگر نعمتِ الٰہی کے اعتراف اور اطاعت و عبادتِ پُرمسرت اور اس کے ادائے شکر کے لئے نیکیوں کا ذکر کیا جائے تو جائز ہے۔ (خزائن العرفان)

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (وَنَادٰى اَصْحٰبُ الْاَعْرَافِ رِجَالًا يَّعْرِفُوْنَهُمْ بِسِيْمٰهُمْ قَالُوْا مَا اَغْنٰى عنكم جَمْعُكُمْ وَمَا كُنْتُمْ تَسْتَكْبِرُوْنَ اَهٰؤُلَاءِ الَّذِيْنَ اَقْسَمْتُمْ لَا يَنَالُهُمُ اللّٰهُ بِرَحْمَةٍ اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ لَا خَوْفٌ عَلَيْكُمْ وَلَا اَنْتُمْ تَحْزَنُوْنَ) (الأعراف: 49-48)

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اعراف والے کچھ لوگوں کو پکاریں گے ان کو ان کے نشانات سے پہچانیں گے۔ کہیں گے تم کو تمہاری جمعیت عددی اور اسباب تکبر نے کچھ فائدہ نہ دیا' کیا یہ وہ لوگ ہیں' جن کے بارے تم نے قسمیں اٹھائی تھیں کہ ان کو اللہ رحمت عطا نہ فرمائے گا۔ (کہا جائے گا) تم جنت میں داخل ہو جاؤ تم پر کوئی خوف نہیں اور نہ تم کو غم ہوگا۔

(605) وَعَنْ عِيَاضِ بْنِ حِمَارٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "اِنَّ

حضرت عیاض بن حمار ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے میری طرف وحی

اللہ اَوْحٰی اِلَیَّ اَنْ تَوَاضَعُوْا حَتّٰی لَا یَفْخَرَ اَحَدٌ عَلٰی اَحَدٍ، وَّلَا یَبْغِیْ اَحَدٌ عَلٰی اَحَدٍ رَوَاہُ مُسْلِمٌ۔ فرمائی کہ عاجزی اختیار کرو یہاں تک کہ کوئی دوسرے پر فخر نہ کرے اور کوئی دوسرے پر ظلم نہ کرے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب الصفات التی یعرف بہا فی الدنیا اہل الجنۃ، ج۴ص۱۶۰، رقم: ۲۸۹، الاداب للبیہقی، باب فی التواضع وترک الزہو والعلف، ج۱ص۱۱۵، رقم: ۱۹۹، المعجم الکبیر للطبرانی، من اسمہ عیاض بن حمار المجاشعی، ج۱۷ص۳۶۳، رقم: ۱۳۶۸۶، سنن ابوداؤد، باب فی التواضع، ج۴ص۳۲۵، رقم: ۴۸۹۴، سنن ابن ماجہ، باب البراۃ من الکبر والتواضع، ج۲ص۱۳۹۹، رقم: ۴۱۷۹، الادب المفرد للبخاری، باب المستبان شیطانان تیہاتران، ص۱۷۷، رقم: ۴۳۰)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

آپ (حضرت عیاض بن حمار) صحابی ہیں، بصری ہیں، حضور انور کو بڑے پیارے تھے، خواجہ حسن بصری وغیرہم نے آپ سے احادیث کی روایت کی۔

اس حدیث میں حتی بمعنی کے ہے یعنی عجز وانکسار اختیار کرو تا کہ کوئی مسلمان کسی مسلمان پر تکبر نہ کرے نہ مال میں نہ نسب وخاندان میں نہ عزت یا جتھہ میں اور کوئی مسلمان کسی بندے پر ظلم نہ کرے نہ مؤمن پر نہ کافر پر ظلم سب پر حرام ہے مگر کبر وفخر مسلمان پر حرام ہے کفار پر فخر کرنا عبادت ہے کہ یہ نعمت ایمان کا شکر ہے۔ (مرآۃ المناجیح، ج۶، ص۴۲۸)

حضرت خواجہ شیخ بہاؤ الحق کی عاجزی وانکساری

حضرت خواجہ شیخ بہاؤ الحق والدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے امام ہیں۔ آپ سے کسی نے عرض کی کہ حضرت تمام اولیاء سے کرامتیں ظاہر ہوتی ہیں، حضور سے بھی کوئی کرامت دیکھیں! فرمایا: اس سے بڑی اور کیا کرامت ہے کہ اتنا بڑا بھاری بوجھ گناہوں کا سر پر ہے اور زمین میں دھنس نہیں جاتا۔

حضرت داؤد طائی کی عاجزی

حضرت داؤد طائی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ایک شاگرد کا بیان ہے، ایک مرتبہ میں حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مجھ سے پوچھا: کیسے آنا ہوا؟ میں نے عرض کی: زیارت کے لئے حاضر ہوا ہوں۔ تو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا: تم مجھ سے ملنے آئے یہ اچھی بات ہے مگر یہ تو دیکھو کہ تمہارا یہ کام میرے لئے کتنا نقصان دہ ہے جب مجھ سے یہ کہا جائے گا: تُو کون ہوتا ہے کہ تیری زیارت کی جاتی، کیا تُو عبادت گزار تھا؟ کیا تُو دنیا میں زہد اختیار کرنے والوں میں سے تھا؟ پھر آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے نفس کو ڈانٹتے ہوئے فرمانے لگے: جوانی میں تو تُو بدکار تھا، اُدھیڑ عمری میں دھوکے باز ہو گیا اور جب بوڑھا ہوا تو ریاکار بن گیا، خدا عزوجل کی قسم! ریاکار فاسق سے بھی بدتر ہے۔ پھر آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ دعا مانگنے لگے: اے زمین وآسمان کے خدا عزوجل! اپنی طرف سے مجھے ایسی رحمت عطا فرما جو میری جوانی کی اصلاح کر دے اور مجھے ہر برائی سے بچالے اور صالحین کے بلند مقامات میں میرا اٹھکانا بلند کر دے۔

منصور سُلیمی کی عاجزی

ایک شخص نے حضرت منصور سُلیمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو لمبی نماز پڑھتے اور احسن طریقے سے عبادت ادا کرتے دیکھا جب آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نماز سے فارغ ہوئے تو اس سے فرمایا: میری عبادت دیکھ کر دھوکا نہ کھانا کیونکہ ابلیس ملعون نے ہزاروں سال اللہ عزوجل کی عبادت کی پھر بھی وہ مردود ہوگیا۔

آدمی کی خوش بختی کی ایک علامت یہ بھی ہے کہ وہ اپنے نفس سے عاجزی اور اپنے تمام افعال واقوال میں کوتاہی کا اقرار کرائے۔(بحر الدموع ص۲۵۱)

(606) وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "مَا نَقَصَتْ صَدَقَةٌ مِّنْ مَّالٍ،وَمَا زَادَ اللّٰهُ عَبْدًا بِعَفْوٍ اِلاَّ عِزًّا، وَّمَا تَوَاضَعَ اَحَدٌ لِلّٰهِ اِلاَّ رَفَعَهُ اللّٰهُ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

حضرت ابوہریرہ ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: صدقہ مال کو کم نہیں کرتا۔ اور معاف کرنے سے اللہ بندے کی عزت بڑھا دیتا ہے۔ اور جو اللہ کے لیے عاجزی اختیار کرتا ہے۔ اس کو اللہ تعالیٰ رفعت وبلندی عطا فرما دیتا ہے۔(مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب استحباب العفو والتواضع، ج۸ص۲۱، رقم: ۶۷۵۷، السنن الکبریٰ للبیہقی، باب شهادة اهل العصبیة، ج۱۰ص۲۳۵، رقم: ۲۱۶۲۰، سنن الدارمی، باب فی فضل الصدقة، ج۱ص۴۸۶، رقم: ۱۶۷۶، مسند امام احمد بن حنبل، مسند ابی هریرة رضی الله عنه، ج۲ص۳۸۶، رقم: ۸۹۹۶، مسند ابویعلیٰ، مسند شهر بن حوشب عن ابی هریرة، ج۱۱ص۳۴۴، رقم: ۶۴۵۸)

شرح حدیث: سانپ یا بچھو

حضرت سیّدنا سعید بن مسعود کندی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبیِ پاک، صاحبِ لَولاک، سیاحِ اَفلاک صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ ذیشان ہے: جو شخص دن یا رات کو صدقہ کرتا ہے تو وہ سانپ یا بچھو کے کاٹنے، گر کر مرنے یا اچانک موت سے محفوظ رہتا ہے۔

حضرت سیّدنا انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبیِ مُکَرَّم، نُورِ مُجَسَّم، رسولِ اَکرم، شہنشاہِ بنی آدم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ شفاعت نشان ہے: صبح سویرے صدقہ کیا کرو کیونکہ مصیبت صدقہ سے سبقت نہیں لے جا سکتی۔(السنن الکبریٰ للبیہقی، کتاب الزکاۃ، باب فضل من اصبح صائما۔۔۔۔۔۔الخ، الحدیث ۷۸۳۱، ج۴، ص۳۱۸)

بعض علماء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: بندہ صَدَقہ کرتا ہے اور بلاء نازل ہو رہی ہوتی ہے تو صَدَقہ اوپر بلند ہوتا ہے، ان دونوں کا آمنا سامنا ہوتا ہے، نہ بلاء صَدَقہ پر غلبہ پا سکتی ہے نہ صَدَقہ بلاء پر۔ جب تک اللہ عَزَّوَجَلَّ چاہے دونوں زمین وآسمان کے درمیان ایک دوسرے سے لڑتے رہتے ہیں۔

نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دوجہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے، اللہ عَزَّ وَجَلَّ (قیامت کے دن) فرمائے گا: اے میرے بندے! میں نے تجھ سے کھانا طلب کیا تو نے مجھے نہ کھلایا۔ میں نے تجھ سے پانی طلب کیا تو نے مجھے نہ پلایا۔ میں نے تجھ سے کپڑے طلب کئے تو نے مجھے نہ دیئے۔ تو بندہ عرض کریگا: اے میرے رب عَزَّ وَجَلَّ! وہ کیسے؟ اللہ عَزَّ وَجَلَّ فرمائے گا: تیرے قریب سے فلاں بھوکا اور فلاں ننگا گزرا تھا مگر تُو نے اپنے مال میں سے کوئی چیز اُسے نہ دی، آج میں تجھ سے اپنا فضل روک لوں گا جیسا کہ تو نے روک لیا تھا۔

(صحیح مسلم، کتاب البر والصلۃ والاداب، باب فضل عیادۃ المریض، الحدیث ۲۵۶۹، ص ۱۱۲۸، مختصراً)

حضرت سیِّدُنا حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: اگر اللہ عَزَّ وَجَلَّ چاہے تو تمہیں فقیر بنادے کہ تم میں کوئی امیر نہ رہے اور اگر چاہے تو تمہیں غنی بنادے کہ تم میں کوئی محتاج نہ رہے لیکن وہ تمہیں ایک دوسرے کے ذریعے آزماتا ہے۔

حضرت سیِّدُنا ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ حضور سیِّدُ الْمُبَلِّغِین، جنابِ رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِیْن صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ مغفرت نشان ہے: پوشیدہ طور پر صَدَقہ دینا اللہ عَزَّ وَجَلَّ کے غضب کو ٹھنڈا کرتا ہے، اور نیکیاں برائی کے دروازوں سے بچاتی ہیں۔ صلہ رحمی سے عمر میں اضافہ اور رزق میں کشادگی ہوتی ہے۔

(المعجم الاوسط، الحدیث ۹۴۳، ج ۱، ص ۲۷۳، بتغیر قلیل)

(607) وَعَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ: اَنَّہٗ مَرَّ عَلٰی صبیَانٍ، فَسَلَّمَ عَلَیْھِمْ، وَقَالَ: کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَفْعَلُہٗ۔ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ بچوں کے پاس سے گزرتے تو ان کو سلام کرتے اور فرمایا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی ایسا کرتے تھے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب التسلیم علی الصبیان، ج۸ ص۵۵، رقم: ۶۲۴۷، صحیح مسلم، باب استحباب السلام علی الصبیان، ج۷ ص۵، رقم: ۵۷۹۱، سنن ابوداؤد، باب فی السلام علی الصبیان، ج۴ ص۵۱۸، رقم: ۵۲۰۴، سنن ترمذی، باب ما جاء فی التسلیم علی الصبیان، ج۵ ص۵۷، رقم: ۲۶۹۶، سنن الدارمی، باب فی التسلیم علی الصبیان، ج۲ ص۳۵۸، رقم: ۲۶۳۶)

شرح حدیث: تواضع کے بارے میں سلفِ صالحین رحمہم اللہ تعالیٰ کے فرامین

حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور تواضع

امیر المومنین حضرت سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: بندہ جب اللہ عزوجل کے لئے تواضع اختیار کرتا ہے تو اللہ عزوجل اس کی لگام (ایک مقرر فرشتے کے ذریعے) بلند فرمادیتا ہے، (پھر وہ فرشتہ) کہتا ہے: عاجزی اختیار کر، اللہ عزوجل تجھے بلندی عطا فرمائے گا۔ اور جب بندہ تکبر اور سرکشی کرتا ہے تو اللہ عزوجل اسے (اسی موکل فرشتے کے ذریعے) سختی سے زمین پر پٹخ دیتا ہے اور (وہ فرشتہ اس بندے سے) کہتا ہے: دور ہوجا، اللہ عزوجل تجھے رسوا کرے۔ حالانکہ وہ اپنے دل میں خود کو بڑا سمجھ رہا ہوتا ہے جبکہ لوگوں کی نظروں میں حقیر ہوتا ہے یہاں تک کہ وہ ان کے نزدیک خنزیر

سے بھی بدتر ہو جاتا ہے۔

اُمّ المؤمنین حضرت سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور تواضع

اُمّ المؤمنین حضرت سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں: تواضع کرنا افضل عبادت ہے۔

حضرت سیدنا فُضَیل بن عیاض رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور تواضع

حضرت سیدنا فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: تواضع یہ ہے کہ تم حق کے آگے جھک جاؤ اور اس کی پیروی کرو اور اگر تم سب سے بڑے جاہل سے بھی حق بات سنو تو اسے بھی قبول کرلو۔

حضرت سیدنا سلیمان بن داؤد علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام اور تواضع

حضرت سیدنا سلیمان بن داؤد علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام صبح کرتے تو لوگوں کے حالات جاننے کے لئے ان کے چہروں میں غور کرتے، یہاں تک کہ مساکین کے پاس جا کر بیٹھ جاتے اور ارشاد فرماتے: مسکین، مسکینوں کے ساتھ بیٹھ گیا۔

حضرت سیدنا حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور تواضع

حضرت سیدنا حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: تواضع یہ ہے کہ جب تم اپنے گھر سے نکلو تو جس مسلمان سے بھی ملو اسے اپنے آپ سے افضل جانو۔

حضرت سیدنا مجاہد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور تواضع

حضرت سیدنا مجاہد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: اللہ عزوجل نے جودی پہاڑ کو سفینۂ نوح (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کے ساتھ خاص فرمایا کیونکہ یہ دوسروں سے زیادہ عجز کا اظہار کرتا تھا اور حرا پہاڑ کو اپنے محبوب صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کی عبادت کے ساتھ اس لئے خاص فرمایا کیونکہ یہ دوسرے پہاڑوں سے زیادہ تواضع کرتا تھا اور اللہ عزوجل نے آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کے قلب اَطہر کو اس لئے دیگر مخلوق سے ممتاز فرمایا کیونکہ یہ عجز وانکساری میں ان پر فوقیت رکھتا تھا۔

(الزواجر عن اقتراف الکبائر، ص۲۶۱)

(608) وَعَنْهُ، قَالَ: اِنْ كَانَتِ الْاَمَةُ مِنْ اِمَاءِ الْمَدِيْنَةِ لَتَاْخُذُ بِيَدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَتَنْطَلِقُ بِهٖ حَيْثُ شَائَتْ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

انہی سے روایت ہے کہ مدینہ منورہ کی باندیوں میں سے کوئی باندی کہ نبی اکرم ﷺ کو ہاتھ سے پکڑ لیتی اور جہاں چاہتی لے جاتی۔ (بخاری)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب الکبر، ج۸ص۲۰، رقم: ۶۰۷۱، جامع الاصول لابن اثیر، النوع الثامن فی شیء من اخلاقه، ج۱۱ص۲۵۰، رقم: ۸۸۲۲، مشکوۃ المصابیح، باب فی اخلاقه وشمائله صلی اللہ علیه وسلم، الفصل الاوّل، ج۳ص۲۶۳، رقم: ۵۸۰۹)

نوٹ: (رسول اللہ ﷺ تکبر اور تکلف سے بالکل پاک تھے اوپر کی دو حدیث اس پر دلیل ہیں)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

ہاتھ پکڑنے سے مراد ہے اپنی حاجت براری کے لیے عرض کرنا یا کہیں لے جانا اور اگر ظاہری معنی مراد ہوں تب بھی مضائقہ نہیں کہ ساری امت حضور کی اولاد ہے، حضور انور امت کے باپ ہیں مہربان باپ کا ہاتھ اولاد پکڑ لیتی ہے۔ یعنی اگر معمولی سے معمولی آدمی حتی کہ مدینہ کی لونڈی بھی کچھ التجا کے لیے حضور کا ہاتھ پکڑ لیتی تو حضور اس سے ہاتھ چھڑاتے نہ تھے بلکہ اس کی حاجت روائی کر دیتے تھے۔

خواہ اپنے گھر لے جاتی یا کسی اور جگہ حضور انور منع نہ فرماتے تھے۔ (مرأۃ المناجیح، ج۸، ص۶۸)

کبریائی اللہ عزوجل کی چادر ہے

حضور نبیٔ پاک، صاحب لَولاک، سیاحِ افلاک صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: تواضع بندے کی رفعت میں اضافہ کرتی ہے لہٰذا تواضع اختیار کرو اللہ عزوجل تمہیں رفعت عطا فرمائے گا۔

(کنز العمال، کتاب الاخلاق، قسم الاقوال، باب التواضع، الحدیث: ۵۷۱۶، ج۳، ص۴۸)

اللہ کے مَحبوب، دانائے غُیوب، مُنَزَّہٌ عَنِ الْعُیوب عزوجل وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے: جو میری مخلوق سے نرمی کرے اور میرے لئے تواضع اختیار کرے اور میری زمین پر تکبر نہ کرے تو میں اسے بلندی عطا کروں گا یہاں تک کہ عِلِّیّین تک پہنچا دوں گا۔

شہنشاہِ خوش خِصال، پیکرِ حُسن و جمال صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: ہر آدمی کے سر میں ایک لگام ہوتی ہے جس پر ایک فرشتہ مقرر ہوتا ہے، اگر وہ تواضع اختیار کرتا ہے تو اللہ عزوجل اسے رفعت و بلندی عطا فرماتا ہے اور اگر بلندی چاہتا ہے تو اللہ عزوجل اسے ذلیل کر دیتا ہے اور کبریائی اللہ عزوجل کی چادر ہے، تو جو اللہ عزوجل سے (اس میں) جھگڑے گا اللہ عزوجل اسے ذلیل کر دے گا۔

(کنز العمال، کتاب الاخلاق، قسم الاقوال، باب التواضع، الحدیث: ۵۷۳۹، ج۳، ص۵۰)

دافعِ رنج و ملال، صاحبِ جُود و نوال صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: ہر آدمی کے سر میں ایک لگام ہوتی ہے جسے ایک فرشتہ تھامے ہوتا ہے جب وہ تواضع اختیار کرتا ہے تو اللہ عزوجل اس لگام کے ذریعے اسے بلند فرما دیتا ہے اور فرشتہ کہتا ہے: بلند ہو جا! اللہ عزوجل تجھے بلند فرمائے۔ اور جب وہ (اکڑ کر) اپنا سر اُوپر اٹھاتا ہے تو اللہ عزوجل اِسے زمین کی طرف پھینک دیتا ہے اور فرشتہ کہتا ہے: پست ہو جا! اللہ عزوجل تجھے پست کرے۔

(المرجع السابق، الحدیث: ۵۷۴۰، ج۳، ص۵۰)

رسولِ بے مثال، بی بی آمنہ کے لال صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم و رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا فرمانِ عالیشان ہے: ہر انسان

کے سر میں ایک لگام ہوتی ہے جو ایک فرشتے کے ہاتھ میں ہوتی ہے، جب بندہ تواضع کرتا ہے تو اس لگام کے ذریعے اُسے بلندی عطا کی جاتی ہے اور فرشتہ کہتا ہے: بلند ہوجا! اللہ عزوجل تجھے بلند فرمائے۔ اور اگر وہ اپنے آپ کو (تکبر سے) خود ہی بلند کرتا ہے تو وہ اُسے زمین کی جانب پست کر کے کہتا ہے: پست ہوجا! اللہ عزوجل تجھے پست کرے۔

(کنز العمال، کتاب الاخلاق، قسم الاقوال، باب التواضع، الحدیث: ۵۷۴۱، ج ۳، ص ۵۰)

خاتم المرسلین، رحمۃ للعٰلمین صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: ہر آدمی کے سر میں دو زنجیریں ہوتی ہیں: ایک زنجیر کا سرا ساتویں آسمان پر اور دوسری کا ساتویں زمین میں ہوتا ہے، اگر وہ عاجزی کرے تو اللہ عزوجل زنجیر کے ذریعے اس کا درجہ ساتویں اسمان تک بلند فرما دیتا ہے اور اگر وہ تکبر کرتا ہے تو اللہ عزوجل (دوسری) زنجیر کے ذریعے اسے ساتویں زمین تک گرا دیتا ہے۔ (المرجع السابق، الحدیث: ۵۷۴۲، ج ۳، ص ۵۰)

سیِّدُ المبلغین، رحمۃ للعٰلمین صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: جو دنیا میں سرکشی کریگا اللہ عزوجل قیامت کے دن اسے ذلیل کریگا اور جو دنیا میں تواضع اختیار کریگا اللہ عزوجل قیامت کے دن اس کی طرف ایک فرشتہ بھیجے گا جو کہے گا: اے نیک بندے! اللہ عزوجل فرماتا ہے: میرے قرب میں آجا کہ تو ان لوگوں میں سے ہے جن پر نہ کوئی خوف ہے اور نہ کچھ غم۔ (المرجع السابق، الحدیث: ۵۷۴۳، ج ۳، ص ۵۱)

شفیع المذنبین، انیس الغریبین، سراج السالکین صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: جو حسین وجمیل اور شریف الاصل ہونے کے باوجود منکسر المزاج ہوگا تو وہ ان لوگوں میں سے ہوگا جنہیں اللہ عزوجل قیامت کے دن نجات عطا فرمائے گا۔ (حلیۃ الاولیاء، رقم: ۳۷۷۷، ج ۳، ص ۲۲۲)

(609) وَعَنِ الْاَسْوَدِ بنِ یَزِیْدَ، قَالَ: سُئِلَتْ عَآئِشَۃُ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھَا مَا کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَصْنَعُ فِیْ بَیْتِہٖ؟ قَالَتْ: کَانَ یَکُوْنُ فِیْ مِھْنَۃِ اَھْلِہٖ- یعنِیْ: خِدمَۃَ اَھلِہٖ- فَاِذَا حَضَرَتِ الصَّلٰوۃُ خَرَجَ اِلَی الصَّلٰوۃِ۔ رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ.

حضرت اسود بن یزید سے روایت ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ ﷺ سے رسول اللہ ﷺ کے گھر کے اندر معمولات کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا: کہ آپ ﷺ گھر والوں کے کام میں شامل ہوتے پس جب نماز کا وقت ہوتا تو آپ نماز کے لیے باہر تشریف لے جاتے۔ (بخاری)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب من کان فی حاجۃ اھلہ فاقیمت الصلاۃ فخرج، ج۱ص۱۳۶، رقم: ۶۷۶، السنن الکبرٰی للبیھقی، باب الترغیب فی حفظ وقت الصلاۃ، ج۲ص۲۱۵، رقم: ۳۲۹۵، مسند امام احمد بن حنبل، حدیث السیدۃ عائشہ رضی اللہ عنھا، ج۶ص۴۹، رقم: ۲۴۲۷۲، مشکوۃ المصابیح، باب فی اخلاقہ وشمائلہ صلی اللہ علیہ وسلم، الفصل الاول، ج۳ص۲۶۳، رقم: ۵۸۱۶)

شرح حدیث: حکیم الاُمّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں؛
معلوم ہوتا ہے کہ یہ حضرات حضور انور کی بیرونی اور اندرونی زندگی کے حافظ ہونا چاہتے تھے اور امت تک پہنچانا چاہتے تھے اس لیے بیرونی زندگی شریف صحابہ کرام سے پوچھتے تھے اور اندرونی زندگی ازواج پاک سے خصوصًا ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے۔

مھنۃ بروزن کلمہ بمعنی کام کاج خدمت یعنی حضور انور اپنے گھر کے کسی کام میں تکلف نہیں کرتے تھے، بکری دودھ لیتے، اپنے کپڑے دھو لیتے تھے، پھٹے کپڑے پھٹی نعلین شریف میں پیوند لگا لیتے تھے۔ معلوم ہوا کہ گھر میں کام کر لینا صالحین کا طریقہ ہے کسی جائز کام میں تکلف نہیں چاہیے۔

یعنی جب نماز جماعت کا وقت آتا تو سارے کام چھوڑ دیتے گھر بار سے منہ موڑ لیتے جیسے کسی کو جانتے ہی نہیں اور مسجد تشریف لے جاتے یہ ہی سنت ہے، اللہ ایسی زندگی نصیب فرمائے۔ (مرقات) شعر

اپنے کپڑے خود دھو لینا خاک کے بستر پر سو لینا سادہ سادہ نیک طبیعت صلی اللہ علیہ وسلم

(مرآۃ المناجیح، ج۸، ص۷۵)

گھر کے کام کاج کرنا سنّت ہے

اُمُّ المؤمنین حضرت سیِّدَتُنا عائشہ صِدّیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے مروی ہے آپ فرماتی ہیں کہ سلطانِ مکہ مکرمہ، سردارِ مدینہ منوّرہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم اپنے کپڑے خود سی لیتے اور اپنے نعلین مبارک گانٹھتے اور وہ سارے کام کرتے جو مرد اپنے گھروں میں کرتے ہیں۔ (الجامع الصغیر، الحدیث ۷۰۱۸، ص ۴۳۳)

چیز کا مالک اسے اٹھانے کا زیادہ حقدار ہے

حضرت سیِّدُنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں کہ میں سرکارِ مدینہ، سلطانِ باقرینہ، قرارِ قلب وسینہ، فیض گنجینہ صلَّی واپس اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم کے ساتھ بازار گیا۔ ایک دکان سے آپ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے چار درہم کا پائجامہ خریدا، جب پلٹے تو میں نے رسولِ کریم، رءُوفٌ رَّحیم علیہ اَفْضَلُ الصَّلٰوۃِ وَالتَّسلیم سے پائجامے کو اس غرض سے پکڑا تاکہ اسے میں اٹھا لوں، آپ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے مجھے منع فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا: چیز کا مالک اسے اٹھانے کا زیادہ حقدار ہے ہاں اگر وہ کمزور ہو، اسے اٹھانے سے عاجز ہو تو اس کا اسلامی بھائی اسے اٹھانے میں اس کی مدد کرے۔

(تاریخ دمشق لابن عساکر، باب ماوردفی شعرہ۔۔۔۔۔۔الخ، ج۴، ص۲۰۵ ملتقطا)

لکڑیوں کا گٹھا

حضرتِ سیِّدُنا عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالٰی عنہ ایک مرتبہ اپنے باغ سے نکلے تو سر پر لکڑیوں کا گٹھا اٹھا رکھا تھا، کسی نے آپ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے حیرت سے پوچھا: آپ کے ہاں تو بیٹے اور غلام موجود ہیں جو اِس کام کے لئے کافی ہیں۔ تو

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اِرشاد فرمایا: میں اپنے نفس کی آزمائش کر رہا ہوں کہ یہ اس کام سے اِنکار تو نہیں کرتا۔

(شرح صحیح البخاری لابن بطال، ج ۱۰، ص ۲۱۴)

تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے صرف اس ارادے پر اکتفاء نہیں کیا بلکہ اس کا عملی تجربہ بھی کیا کہ آیا! نفس سچا ہے یا جھوٹا!

کمال میں کوئی کمی نہیں آتی

امیرُ الْمُؤمِنین حضرتِ مولائے کائنات، علیُّ الْمُرتَضٰی شیرِ خدا کَرَّمَ اللہُ تعالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیم فرماتے ہیں: اگر کوئی کامل شخص اپنے گھر والوں کے لئے کوئی چیز اٹھا کر لے جائے تو اس سے اُس کے کمال میں کوئی کمی نہیں آتی۔

(احیاء العلوم، ج ۳، ص ۴۳۵)

عِیال دار کو اپنا سامان خود اُٹھانا مناسب ہے

ایک بزرگ فرماتے ہیں میں نے امیرُ الْمُؤمِنین حضرتِ مولائے کائنات، علیُّ الْمُرتَضٰی شیرِ خدا کَرَّمَ اللہُ تعالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیم کو دیکھا کہ آپ کَرَّمَ اللہُ تعالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیم نے ایک دِرہم کا گوشت خریدا اور اسے اپنی چادر میں اٹھالیا، میں نے عرض کی: امیرالمؤمنین! میں اٹھا کر لے جاتا ہوں۔ فرمایا: نہیں، عِیال دار آدمی کو اپنا سامان خود اُٹھانا مناسِب ہے۔

(احیاء العلوم، ج ۳، ص ۴۳۵)

گھر کے کام کردیا کرتے

صدرُ الشَّریعہ، بدرُ الطَّریقہ حضرتِ علامہ مولٰنا مفتی محمد امجد علی اعظمی علیہ رحمۃ اللہ القوی بہت بڑے عالم دین اور فقیہ ہونے کے باوجود عاجزی وانکساری کے پیکر تھے۔ حدیث شریف میں ہے: حضور صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم اپنے گھر کے کام کاج میں مشغول رہتے تھے (یعنی گھر والوں کا کام کرتے تھے)

(صحیح البخاری، کتاب الاذان، باب من کان فی حاجۃ أہلہ، الحدیث ۶۷۶، ج ۱، ص ۲۴۱)

اِسی سنت پر عمل کرتے ہوئے صدر الشریعہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ گھر کے کام کاج سے عار محسوس نہ فرماتے، گھر میں ترکاریاں چھیلتے، کاٹتے اور دوسرے کام بھی کردیا کرتے تھے۔ (ماہنامہ اشرفیہ، صدر الشریعہ نمبر، ص ۵۴ ملخصاً)

(610) وَعَنْ اَبِیْ رِفَاعَةَ تَمِیْمِ بْنِ اُسَیْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: انْتَهَیْتُ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ یَخْطُبُ، فَقُلْتُ: یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، رَجُلٌ غَرِیْبٌ جَاءَ یَسْاَلُ عَنْ دِیْنِهٖ لَا یَدْرِیْ مَا

حضرت ابورفاعہ تمیم بن اسید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس پہنچا جب کہ آپ خطبہ دے رہے تھے میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! ایک مسافر آدمی اپنے دین کے بارے میں پوچھنے کے لیے

دِیْنُهٗ؟ فَاَقْبَلَ عَلَیَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، وَتَرَكَ خُطْبَتَهٗ حَتّٰی انْتَهٰی اِلَیَّ. فَاُتِیَ بِکُرْسِیٍّ، فَقَعَدَ عَلَیْهِ، وَجَعَلَ یُعَلِّمُنِیْ مِمَّا عَلَّمَهُ اللّٰهُ، ثُمَّ اَتٰی خُطْبَتَهٗ فَاَتَمَّ اٰخِرَهَا. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

آیا ہے اس کو دین کا پتہ نہیں۔ تو رسول اللہ ﷺ خطبہ چھوڑ کر میری طرف متوجہ ہو گئے۔ حتیٰ کہ میرے پاس آ پہنچے۔ کرسی لائی گئی۔ اس پر آپ تشریف فرما ہوئے اور مجھے اس میں سے سکھلانے لگے۔ جو آپ کو اللہ نے سکھلایا۔ پھر خطبہ کی طرف آئے اور اس کا آخری حصہ مکمل کیا۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب حدیث التعلیم فی الخطبة، ج۲ص۱۵، رقم: ۲۰۶۲، الادب المفرد للبخاری، باب الجلوس علی السریر، ص۳۹۹، رقم: ۱۱۶۴، الاداب للبیهقی، باب من اتقی الشبهات مخافة الوقوع فی المحرمات، ج۲ص۸، رقم: ۸۳۲، المستدرك للحاکم، کتاب الجمعه، ج۱ص۳۸۷، رقم: ۱۰۵۵، المعجم الکبیر للطبرانی، من اسمه ابورفاعة العدوی، ج۲ص۵۹، رقم: ۱۲۸۵، السنن النسائی الکبری، باب الجلوس علی الکرسی، ج۵ص۵۱۰، رقم: ۹۸۲۶)

شرح حدیث: لاعلم کو علم سکھانا صدقہ ہے

حضرتِ مُعاذ بن جَبَل رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ اللہ عزوجل کے مَحبوب، دانائے غُیوب، مُنَزَّہ عَنِ الْعُیوب صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا، علم حاصل کرو کیونکہ اللہ عزوجل کی رضا کے لیے علم سیکھنا خشیت، اسے تلاش کرنا عبادت، اس کی تکرار کرنا تسبیح اور اس کی جستجو کرنا جہاد ہے اور لاعلم کو علم سکھانا صدقہ ہے اور اسے اہل پہ خرچ کرنا قربت یعنی نیکی ہے کیونکہ علم حلال اور حرام کی پہچان کا ذریعہ ہے اور اہلِ جنت کے راستے کا نشان ہے اور وحشت میں باعث تسکین ہے اور سفر میں ہم نشین ہے اور تنہائی کا ساتھی ہے اور تنگدستی وخوشحالی میں راہنما ہے، دشمنوں کے مقابلے میں ہتھیار ہے اور دوستوں کے نزدیک زینت ہے، اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے سے قوموں کو بلندی و برتری عطا فرما کر بھلائی کے معاملہ میں قائد اور امام بنا دیتا ہے پھر ان کے نشانات اور افعال کی پیروی کی جاتی ہے اور ان کی رائے کو حرف آخر سمجھا جاتا ہے اور ملائکہ ان کی دوستی میں رغبت کرتے ہیں اور ان کو اپنے پَروں سے چھوتے ہیں اور ان کے لئے ہر خشک وتر چیز اور سمندر کی مچھلیاں اور جاندار اور خشکی کے درندے اور چوپائے استغفار کرتے ہیں کیونکہ علم جہالت کے مقابلہ میں دلوں کی زندگی ہے اور تاریکیوں کے مقابلہ میں آنکھوں کا نور ہے، علم کے ذریعے بندہ اخیار یعنی اولیاء کی منازل کو پالیتا ہے اور دنیا و آخرت میں بلند مرتبہ پر پہنچ جاتا ہے اور علم میں غور وفکر کرنا روزوں کے برابر ہے اور اسے سیکھنا سکھانا نماز کے برابر ہے، اسی کے ذریعہ صلہ رحمی کی جاتی ہے اور اسی سے حلال وحرام کی معرفت حاصل ہوتی ہے اور یہ عمل کا امام ہے اور عمل اس کے تابع ہے اور خوش بختوں کو علم کا الہام کیا جاتا ہے جبکہ بد بختوں کو اس سے محروم کر دیا جاتا ہے۔

(الترغیب والترہیب، کتاب العلم، باب الترغیب فی العلم، رقم ۸، ج۱، ص ۵۲)

حضرتِ سیدنا ابو موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ خاتم المرسلین، رحمۃ للعلمین، شفیع المذنبین، انیس الغریبین، سراج السالکین، محبوب رب العلمین، جنابِ صادق و امین صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ عزوجل کے مجھے علم اور ہدایت کے ساتھ مبعوث کرنے کی مثال اس بارش کی طرح ہے جو بنجر زمین کے ایک اچھے ٹکڑے پر برسی، جس نے اسے قبول کیا اور اس پانی سے گھاس اگائی اور بہت سے درخت لگائے اور وہاں کچھ خشک زمینیں ایسی تھیں جنہوں نے پانی کو روک لیا اور اللہ تعالیٰ نے اس کے ذریعے لوگوں کو نفع پہنچایا تو انہوں نے اسے پیا اور پلایا اور کاشت کاری کی اور یہی بارش جب زمین کے دوسرے ٹکڑے تک پہنچی جس کی سطح ہموار تھی جو نہ تو پانی روکتی تھی اور نہ ہی گھاس اگاتی تھی پس یہ مثال اس شخص کی ہے جس نے اللہ عزوجل کا دین سیکھ کر دوسروں کو سکھایا اور جس چیز کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے مجھے مبعوث فرمایا ہے اس نے اسے نفع پہنچایا اور اس نے علم سیکھا اور سکھایا اور اس شخص کی مثال ہے جس نے علم کے ذریعے بالکل بھی بلندی حاصل نہ کی اور نہ ہی اس ہدایت کو قبول کیا جو میرے ساتھ بھیجی گئی۔

(صحیح بخاری، کتاب العلم، رقم ۷۹، ج ۱، ص ۴۶، بتغیر قلیل)

(611) وَعَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ اِذَا اَکَلَ طَعَامًا، لَعِقَ اَصَابِعَہُ الثَّلَاثَ. قَالَ: وَقَالَ: "اِذَا سَقَطَتْ لُقْمَۃُ اَحَدِکُمْ فَلْیُمِطْ عَنْھَا الْاَذٰی، وَلْیَاْکُلْھَا وَلَا یَدَعْھَا لِلشَّیْطٰنِ وَاَمَرَ اَنْ تُسْلَتَ الْقَصْعَۃُ. قَالَ: "فَاِنَّکُمْ لَا تَدْرُوْنَ فِیْ اَیِّ طَعَامِکُمُ الْبَرَکَۃُ رَوَاہُ مُسْلِمٌ.

حضرت انس ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب کھانا تناول فرماتے تو اپنی تین انگلیاں چاٹ لیتے۔ اور فرماتے کہ جب تم میں سے کسی کا لقمہ گر جائے تو اس اذیت دینے والی چیز کو دور کرلے اور اس کو کھالے اس کو شیطان کے لیے نہ چھوڑے اور حکم دیا کہ پیالہ پونچھ لیا جائے فرمایا تم نہیں جانتے کہ تمہارے کھانے کے کون سے حصہ میں برکت ہے۔

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب استحباب لعق الاصابع والقصعۃ واکل اللقمۃ الساقطۃ، ج۶ص۱۱۵، رقم: ۵۴۲۶، الاداب للبیھقی، باب الاکل بثلاث اصابع ولعقھا عند الفراغ من الاکل، ج۱ص۲۲۷، رقم: ۴۰۳، سنن ابو داؤد، باب فی اللقمۃ تسقط، ج۳ص۳۳۰، رقم: ۳۸۴۷، سنن الدارمی، باب اللقمۃ اذا سقطت، ج۲ص۱۳۲، رقم: ۲۰۲۸، صحیح ابن حبان، باب آداب الاکل، ج۱۲ص۵۴، رقم: ۵۲۴۹)

شرح حدیث: کھانا کھانے کے آداب

شروع میں بسم اللہ اور آخر میں الحمد للہ پڑھے اور ہر لقمہ کے ساتھ بسم اللہ کہنا اچھا ہے تا کہ اسے کھانے کی حرص اللہ عَزَّ وَجَلَّ کے ذکر سے غافل نہ کردے، پس پہلے لقمہ کے ساتھ بسم اللہ، دوسرے کے ساتھ بسم اللہ الرحمٰن اور تیسرے لقمہ کے ساتھ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھے اور بلند آواز سے پڑھے تا کہ دوسروں کو بھی یاد آجائے۔ دائیں ہاتھ سے کھائے، نمک

سے شروع کرے اور اسی پر ختم کرے، لقمہ چھوٹا ہو اور اسے اچھی طرح چبائے، جب تک پہلے لقمہ کو نگل نہ لے دوسرے لقمہ کی طرف ہاتھ نہ بڑھائے اور کھانے میں عیب نہ نکالے کیونکہ نبی اکرم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کبھی بھی کھانے میں عیب نہ نکالتے، اگر پسند آتا تو کھالیتے ورنہ چھوڑ دیتے اور اپنے سامنے سے کھاتے البتہ پھل اِدھر اُدھر سے کھاسکتا ہے۔ نبی اکرم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے فرمایا: کُلْ مِمَّا یَلِیْکَ یعنی اپنے آگے سے کھاؤ۔

(صحیح البخاری، کتاب الأطعمۃ، باب الأکل ممایلیہ، الحدیث ۵۳۷۷، ص ۴۶۴)

پھر آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا ہاتھ مبارک پھل پر ادھر ادھر گھومنے لگا، آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم سے اس بارے میں پوچھا گیا تو آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: لَیْسَ ھُوَ لَوْنًا وَّاحِدًا یعنی یہ ایک قسم کا کھانا نہیں۔ (جامع الترمذی، کتاب الأطعمۃ، باب ماجاء فی التسمیۃ فی الطعام، الحدیث ۱۸۴۸، ص ۱۸۳۹، مفہوماً)

اور پیالے کے گرد سے اور کھانے کے درمیان سے نہ کھائے بلکہ روٹی کو کناروں سے کھائے، چھری کے ساتھ روٹی یا گوشت نہ کاٹے اس سے منع کیا گیا ہے۔

نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: اِنْھَشُوْا نَھْشًا ترجمہ: گوشت کو دانتوں سے نوچ کر کھاؤ۔

(جامع الترمذی، کتاب الأطعمۃ، باب ماجاء [أنہ قال]: انھشوا اللحم نھشا، الحدیث ۱۸۳۵، ص ۱۸۳۸)

روٹی پر پیالہ یا کوئی اور چیز نہ رکھے مگر جس چیز کے ساتھ روٹی کھا رہا ہے (اسے رکھ سکتا ہے جیسے اچار وغیرہ)۔

سیّدُ المبلغین، رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِیْن صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عزّت نشان ہے:

اَکْرِمُوا الْخُبْزَ فَاِنَّ اللہَ تَعَالٰی اَنْزَلَہٗ مِنْ بَرَکَاتِ السَّمَاءِ۔

ترجمہ: روٹی کی عزت کرو کیونکہ اللہ عَزَّ وَجَلَّ نے اسے آسمانی برکات سے اتارا ہے۔

(الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ، حرف الزای المنقوطۃ، الرقم ۲۹۵۶۔ زید ابو عبداللہ، ج ۲، ص ۵۱۶)

اور روٹی کے ساتھ ہاتھوں کو نہ پونچھے۔ نبیِّ رحمت، شفیعِ امت صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: جب تم میں سے کسی کا لقمہ گر جائے تو وہ اسے اٹھالے، اگر اس کے ساتھ کچھ لگا ہوا ہو تو اسے دور کر دے اسے شیطان کے لئے نہ چھوڑے۔ (صحیح مسلم، کتاب الأشربۃ، باب استحباب لعق الأصابع ۔۔۔۔۔۔ الخ، الحدیث ۵۳۰۱، ص ۱۰۴۰)

اور انگلیوں کو چاٹ لینا چاہے۔ گرم کھانے میں پھونک نہ مارے کہ اس سے منع کیا گیا ہے۔ کھجوریں طاق عدد میں کھائے اور ایک ہی پلیٹ میں کھجوریں اور گٹھلیاں جمع نہ کرے۔

پینے کے آداب میں سے یہ ہے کہ گلاس کو دائیں ہاتھ میں پکڑے، بسم اللہ پڑھے، چھوٹے چھوٹے گھونٹ لے، چوس کر پئے اور بڑے گھونٹ نہ بھرے کہ اس سے جگر کی بیماری پیدا ہوتی ہے۔ اور پینے کے بعد یہ پڑھے: اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ

جَعَلَهٗ عَذْبًا فُرَاتًا بِرَحْمَتِهٖ وَلَمْ يَجْعَلْهُ مِلْحًا اُجَاجًا بِذُنُوْبِنَا ترجمہ: تمام تعریفیں اللہ عَزَّ وَجَلَّ کے لئے ہیں جس نے اپنی رحمت سے اسے میٹھا، پیاس بجھانے والا بنایا اور ہمارے گناہوں کے سبب کھارا اور کڑوا نہیں بنایا۔

جو چیز بھی لوگوں پر پھیری جائے تو سیدھے ہاتھ سے ابتداء کی جائے اور پانی کو تین سانسوں میں پیے، کھانے پینے کے شروع اور آخر میں اَلْحَمْدُ لِلّٰہ کہے، جب کھانے سے فارغ ہو جائے تو کھانے کے ٹکڑوں کو چننا مستحب ہے اور (دانتوں کا) خلال کرے اور کہا گیا ہے کہ جو پیالے کو چاٹے اور دھو کر اس کا پانی پی لے تو اسے ایک غلام آزاد کرنے کا ثواب ملتا ہے پھر پڑھے: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِىْ بِنِعْمَتِهٖ تَتِمُّ الصَّالِحَاتُ وَتَنْزِلُ الْبَرَكَاتُ اَللّٰهُمَّ لَا تَجْعَلْهُ قُوَّةً عَلٰى مَعْصِيَتِكَ ترجمہ: تمام تعریفیں اللہ عَزَّ وَجَلَّ کے لئے ہیں جس کی نعمت سے نیکیاں مکمل ہوتی اور برکتیں اترتی ہیں، اے اللہ عَزَّ وَجَلَّ! اس کو اپنی نافرمانی کے لئے قوت کا باعث نہ بنا۔

پھر سورۂ اخلاص اور سورۂ قریش کی تلاوت کرے، جب تک دسترخوان نہ اٹھایا جائے اس وقت تک نہ اٹھے، اگر کسی دوسرے کے ہاں کھانا کھائے تو اس کے لئے یوں دعا مانگے: اَكَلَ طَعَامَكُمُ الْاَبْرَارُ وَ اَفْطَرَ عِنْدَ كُمُ الصَّائِمُوْنَ وَصَلَّتْ عَلَيْكُمُ الْمَلَائِكَةُ ترجمہ: تمہارا کھانا نیک لوگ کھائیں، تمہارے پاس روزہ دار افطار کیا کریں اور فرشتے تمہارے لئے رحمت کی دعا کرتے رہیں۔

اور (کھانے کے بعد) یہ دعا پڑھنا مستحب ہے: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِىْ اَطْعَمَنَا وَسَقَانَا وَكَفَانَا وَآوَانَا سَيِّدُنَا وَمَوْلَانَا ترجمہ: تمام تعریفیں اللہ عَزَّ وَجَلَّ کے لئے ہیں جس نے ہمیں کھلایا، پلایا، کفایت دی اور ٹھکانہ دیا، وہ ہمارا سردار و مالک ہے۔ پھر دونوں ہاتھوں کو دھولے۔ (لباب الاحیاء ص ۱۳۰)

(612) وَعَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "مَا بَعَثَ اللّٰهُ نَبِيًّا اِلاَّ رَعَى الْغَنَمَ" فَقَالَ اَصْحَابُهٗ: وَاَنْتَ؟ فَقَالَ: "نَعَمْ، كُنْتُ اَرْعَاهَا عَلٰى قَرَارِيْطَ لِاَهْلِ مَكَّةَ" رَوَاهُ الْبُخَارِىُّ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے جو بھی نبی بھیجا اس نے بکریاں چرائی ہیں صحابہ نے عرض کیا: اور آپ نے فرمایا: ہاں میں نے بھی اہل مکہ کے لیے چند پیسوں (معاوضہ) پر بکریاں چرائیں۔ (بخاری)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب رعی الغنم علی قراریط، ج۲ص۸۸، رقم: ۲۲۶۲، دلائل النبوۃ لابی نعیم، ذکر خروج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الی الشام، ص۱۲۷، رقم: ۱۰۷، السنن الکبرٰی للبیہقی، باب جواز الاجارۃ، ج۶ص۱۱۸، رقم: ۱۱۹۴۵، نصب الرایۃ للزیلعی، کتاب الاجارات، ج۴ص۱۷۵)

شرح حدیث: بعض نبیوں کی دستکاری

حضرت آدم علیہ السلام نے اپنے ہاتھ سے کھیتی کی حضرت ادریس علیہ السلام نے لکھنے اور درزی کا کام کیا۔ حضرت

نوح علیہ السلام نے لکڑی تراش کر کشتی بنائی ہے جو کہ بڑھئی کا پیشہ ہے حضرت ذوالقرنین جو بہت بڑے بادشاہ تھے اور بعض مفسرین نے ان کو نبی بھی کہا ہے وہ زنبیل یعنی ڈلیا اور ٹوکری بنایا کرتے تھے حضرت ابراہیم علیہ السلام کھیتی کرتے تھے۔ اور آپ نے اپنے ہاتھوں سے خانہ کعبہ کی تعمیر کی جو معماری کا کام ہے حضرت اسماعیل علیہ السلام اپنے ہاتھوں سے تیر بنایا کرتے تھے حضرت یعقوب علیہ السلام اور ان کی اولاد بکریاں چراتے تھے اور بکریاں پال پال کر ان کو بیچا کرتے تھے حضرت ایوب علیہ السلام بھی اونٹ اور بکریاں چراتے تھے حضرت داؤد علیہ السلام لوہے کی زرہیں بنایا کرتے تھے جو لوہار کا کام ہے حضرت سلیمان علیہ السلام زنبیل بنایا کرتے تھے حضرت زکریا علیہ السلام بڑھئی کا کام کرتے تھے حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایک دوکاندار کے ہاں کپڑا رنگتے تھے اور خود ہمارے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم اور تمام نبیوں نے بکریاں چرائی ہیں۔

اگرچہ ان مقدس پیغمبروں کا گزر بسر ان چیزوں پر نہیں تھا مگر یہ تو قرآن مجید اور حدیثوں سے ثابت ہے کہ ان پیغمبروں نے ان کاموں کو کیا ہے اور ان دھندوں کو عار اور عیب نہیں سمجھا ہے اسی طرح بڑے بڑے اولیاء اور فقہاء و محدثین میں سے بعض نے کپڑا بنا ہے کسی نے چمڑے کا کام کیا ہے کسی نے جوتا بنانے کا پیشہ کیا ہے کسی نے مٹھائی بنانے کا دھندا کیا ہے کسی نے درزی کا کام کیا ہے۔ (جنتی زیور ص ۵۴۸)

(613) وَعَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "لَوْ دُعِيتُ اِلٰى كُرَاعٍ اَوْ ذِرَاعٍ لَاَجَبْتُ، وَلَوْ اُهْدِيَ اِلَيَّ ذِرَاعٌ اَوْ كُرَاعٌ لَقَبِلْتُ" رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

اور انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھے اگر بکری کے پائے یا دستی کی طرف دعوت دی جائے تو میں قبول کروں گا اور اگر میری طرف پائے یا دستی کا ہدیہ دیا جائے میں اس کو بھی ضرور قبول کروں گا۔ (بخاری)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب من اجاب الی کراع، ج۷ص۲۵ رقم: ۵۱۷۸، السنن الکبری للنسائی، باب اجابۃ الدعوۃ الی ذراع، ج۴ص۱۴۰ رقم: ۶۶۰۹، صحیح ابن حبان، باب الضیافۃ، ج۱۲ص۱۰۳ رقم: ۵۲۹۲، السنن الکبری للبیہقی، باب ما یستحب منا جابۃ من دعاہ الی الطعام، ج۲ص۱۸ رقم: ۱۳۹۸۶، مسند امام احمد بن حنبل، مسند ابی ہریرۃ، ج۳ص۴۷۹ رقم: ۱۰۲۱۵)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی ہم کو معمولی آدمی کی دعوت اور معمولی ہدیہ قبول فرمانے میں عار نہیں ضرور قبول فرمائیں گے، اس میں مالداروں بلکہ بادشاہوں کو تعلیم ہے کہ غریبوں اور اپنے نوکروں کے حقیر ہدیوں کو نہ ٹھکراؤ ان کے اخلاص کی قدر کرو اور ہم غریبوں کی ہمت افزائی ہے کہ جس قدر ہو سکے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ عالی میں مال و اعمال کے ثوابوں کا ہدیہ کرتے

رہیں۔ یہاں کراع سے مراد کھرے (گائے بکری کے پائے) ہیں نہ کہ کراع الغمیم منزل جیسا کہ بعض لوگوں نے سمجھا۔ یہ مطلب بھی ہوسکتا ہے کہ اگر کوئی فقیر صدقہ کا معمولی مال بھی لے کر ہماری دعوت کر دے تو ہم قبول فرمالیں گے کیونکہ صدقہ اس پر ختم ہو چکا اسی لئے یہ حدیث اس باب میں لائی گئی۔ (مرٰاۃ المناجیح، ج ۳، ص ۵۵)

(614) وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: كَانَتْ نَاقَةُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعَضْبَاءُ لَا تُسْبَقُ، اَوْ لَا تَكَادُ تُسْبَقُ، فَجَآءَ اَعْرَابِيٌّ عَلٰى قَعُوْدٍ لَّهُ، فَسَبَقَهَا، فَشَقَّ ذٰلِكَ عَلَى الْمُسْلِمِيْنَ حَتّٰى عَرَفَهُ، فَقَالَ: "حَقٌّ عَلَى اللّٰهِ اَنْ لَّا يَرْتَفِعَ شَيْءٌ مِّنَ الدُّنْيَا اِلَّا وَضَعَهُ" رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

حضرت انس ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی ڈاچی عضباء ہمیشہ آگے بڑھ جاتی اور پیچھے نہ رہتی۔ ایک دیہاتی اپنی سواری (ڈاچی) پر سوار ہو کر آیا اور وہ اس (عضباء) سے آگے بڑھ گیا۔ یہ بات مسلمانوں کو ناگوار گزری حتیٰ کہ آپ ﷺ نے پہچان لیا تو آپ نے فرمایا اللہ نے لازم فرمایا ہے کہ دنیا میں جو چیز بلند ہوتی ہے۔ اس کو ضرور پست کر دیتا ہے۔ (بخاری)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب ناقۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ج۲ص۳۲، رقم الحدیث: ۲۸۷۲ سنن ابوداؤد، باب فی کراھیۃ الرفعۃ فی الامور، ج۲ص۶۶۹، رقم: ۴۸۰۲ مسند امام احمد بن حنبل، مسند انس بن مالک، ج۴ص۱۰۳، رقم: ۱۲۰۲۹ سنن الکبرٰی للبیھقی، باب ما جاء فی تسمیۃ البھائم والدواب، ج۱۰ص۲۵، رقم: ۱۹۵۸۴ مسند عبد بن حمید، مسند انس بن مالک، ص۳۹۸، رقم: ۱۳۴۴ مجمع الزوائد، باب فیما یرتفع من امر الدنیا، ج۱۰ص۴۴۷، رقم: ۱۷۸۶۰)

شرح حدیث: حضرت انس سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی تھی جس کا نام عضباء تھا وہ کبھی دوڑ میں پیچھے نہ رہتی تھی ایک بدوی اپنے چھوٹے اونٹ پر آیا تو وہ اس سے آگے نکل گیا یہ مسلمانوں پر گراں گزرا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کے ذمہ قدرت پر لازم ہے کہ دنیا کی کوئی چیز اونچی نہ جائے مگر اسے کبھی پست فرمائے۔ (بخاری)

حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں؛

عضباء عین کے فتحہ ضاد کے سکون سے بمعنی کان کٹی یا کان چری اس اونٹنی کے کان کاٹے یا چیرے نہ گئے تھے بلکہ وہ پیدائشی ایسی ہی تھی یا تو یہ وہ ہی اونٹنی تھی جس کا نام قصواء تھا تو اس کا نام قصواء اور لقب عضباء تھا یا یہ دوسری اونٹنی ہے قصواء اور تھی۔ واللہ اعلم!

اور وہ ایسی تیز رفتار تھی کہ دوڑ میں کسی اونٹ سے کبھی پیچھے نہ رہی تھی۔ قعود کے معنی ہیں بیٹھنا، اصطلاحًا قعود اس اونٹ کو کہتے ہیں جو سواری کے لائق ہو جائے کہ اس پر سوار بیٹھ سکے دو سال کی عمر سے لے کر چھ سال کی عمر تک اونٹ قعود کہلاتا ہے پھر اسے جمل کہا جاتا ہے اونٹ کی عمروں کے بہت نام ہیں۔

صحابہ کی یہ ناگواری اور طبیعت پر گرانی طبعی تھی کہ صحابہ کرام کو یہ پسند نہ تھا کہ کوئی اونٹ ہمارے نبی کے اونٹ سے

آگے نکل جائے۔

یعنی اللہ تعالیٰ کی عادت کریمہ یہ ہے کہ جو چیز دنیا میں ہمیشہ سب سے اونچی رہتی ہو اسے کبھی کسی سے نیچا بھی کرادے تاکہ فخر ٹوٹ جائے رب تعالیٰ کی کبریائی پر نظر رہے اسی قانون کے مطابق یہ اونٹنی آج پیچھے رہ گئی اس پر رنج نہ کرو۔

(مرآۃ المناجیح، ج۵، ص۷۶۵)

72-بَابُ تَحْرِيْمِ الْكِبْرِ وَالْإِعْجَابِ

تکبر و فخر کی حرمت

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (تِلْكَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِيْنَ لَا يُرِيْدُوْنَ عُلُوًّا فِي الْاَرْضِ وَلَا فَسَادًا وَّالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ) (القصص: 83)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وہ آخرت والا گھر ہم ان کے لیے بنائیں گے جو دنیا میں تکبر اور فساد نہیں چاہتے۔ اور اچھا انجام پرہیز گاروں کے لیے ہے۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (وَلَا تَمْشِ فِي الْاَرْضِ مَرَحًا)(الإسراء: 37)

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: زمین میں تکبر سے مت چل۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (وَلَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ لِلنَّاسِ وَلَا تَمْشِ فِي الْاَرْضِ مَرَحًا اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ) (لقمان: 18)

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: تو اپنے رخسار کو لوگوں کے لیے ٹیڑھا نہ کر اور زمین میں تکبر سے نہ چل اللہ تعالیٰ ہر متکبر اور فخر کرنے والے کو پسند نہیں فرماتا۔

ومعنى "تُصَعِّرْ خَدَّكَ لِلنَّاسِ": اَیْ تُمِيْلُهُ وَتُعرِضُ بِهٖ عَنِ النَّاسِ تَكَبُّرًا عَلَيْهِمْ. وَ"الْمَرَحُ": التَّبَخْتُرُ.

تصعر خدك للناس: رخسار ٹیڑھا کرنے کا مطلب ہے کہ تکبر کی وجہ سے لوگوں سے چہرہ پھیرنا۔ اَلْمَرَحُ: اکڑنا، اترانا۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (اِنَّ قَارُوْنَ كَانَ مِنْ قَوْمِ مُوْسٰى فَبَغٰى عَلَيْهِمْ وَاٰتَيْنَاهُ مِنَ الْكُنُوْزِ مَا اِنَّ مَفَاتِحَهٗ لَتَنُوْٓءُ بِالْعُصْبَةِ اُولِي الْقُوَّةِ اِذْ قَالَ لَهٗ قَوْمُهٗ لَا تَفْرَحْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْفَرِحِيْنَ) (القصص: 76-81). اِلٰى قَوْلِهٖ تَعَالٰى: (فَخَسَفْنَا بِهٖ وَبِدَارِهِ الْاَرْضَ) الْاٰيَاتِ.

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بے شک! ''قارون موسیٰ (علیہ السلام) کی قوم سے تھا۔ اس نے اس پر سرکشی کی ہم نے اس کو اتنے خزانے دیے کہ ان کی چابیاں طاقتور جماعت کو تھکا دیتیں جب اس کو قوم نے کہا ناحق مت اترا اللہ تعالیٰ اس طرح اترانے والوں کو پسند نہیں کرتا''۔ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان تک ''تو ہم نے اس کو اور اس کے گھر کو زمین میں دھنسا دیا''۔

شرح: حضرتِ صدر الافاضل سیّدنا مولینا محمد نعیم الدین مراد آبادی علیہ رحمۃ اللہ الہادی خزائن العرفان میں اس کے تحت لکھتے ہیں:

قارون اور اس کے گھر کے دھنسانے کا واقعہ علماء سیر و اخبار نے یہ ذکر کیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بنی اسرائیل کو دریا کے پار لے جانے کے بعد مذبح کی ریاست حضرت ہارون علیہ السلام کو تفویض کی بنی اسرائیل اپنی قربانیاں حضرت ہارون علیہ السلام کے پاس لاتے اور وہ مذبح میں رکھتے آگ آسمان سے اُتر کر ان کو کھا لیتی قارون کو حضرت ہارون کے اس منصب پر رشک ہوا اس نے حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کہا کہ رسالت تو آپ کی ہوئی اور قربانی کی سرداری حضرت ہارون کی، میں کچھ بھی نہ رہا باوجودیکہ میں توریت کا بہترین قاری ہوں میں اس پر صبر نہیں کر سکتا۔ حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ یہ منصب حضرت ہارون کو میں نے نہیں دیا اللہ نے دیا ہے قارون نے کہا خدا کی قسم میں آپ کی تصدیق نہ کروں گا جب تک آپ اس کا ثبوت مجھے دکھا نہ دیں حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے رؤساء بنی اسرائیل کو جمع کر کے فرمایا کہ اپنی لاٹھیاں لے آؤ انہیں سب کو اپنے قبہ میں جمع کیا، رات بھر بنی اسرائیل ان لاٹھیوں کا پہرہ دیتے رہے صبح کو حضرت ہارون علیہ السلام کا عصا سرسبز وشاداب ہو گیا، اس میں پتے نکل آئے، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا اے قارون تو نے یہ دیکھا؟ قارون نے کہا یہ آپ کے جادو سے کچھ عجیب نہیں حضرت موسیٰ علیہ السلام اس کی مدارت کرتے تھے اور وہ آپ کو ہر وقت ایذا دیتا تھا اور اس کی سرکشی اور تکبّر اور حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ عداوت دم بدم ترقی پر تھی، اس نے ایک مکان بنایا جس کا دروازہ سونے کا تھا اور اس کی دیواروں پر سونے کے تختے نصب کئے بنی اسرائیل صبح وشام اس کے پاس آتے، کھانے کھاتے، باتیں بناتے، اسے ہنساتے، جب زکوٰۃ کا حکم نازل ہوا تو قارون موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس آیا تو اس نے آپ سے طے کیا کہ درہم و دینار و مویشی وغیرہ میں سے ہزارواں حصہ زکوٰۃ دے گا لیکن گھر جا کر حساب کیا تو اس کے مال میں سے اتنا بھی بہت کثیر ہوتا تھا اس کے نفس نے اتنی بھی ہمّت نہ کی اور اس نے بنی اسرائیل کو جمع کر کے کہا کہ تم نے موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ہر بات میں اطاعت کی اب وہ تمہارے مال لینا چاہتے ہیں کیا کہتے ہو؟ انہوں نے کہا آپ ہمارے بڑے ہیں جو آپ چاہیں حکم دیجئے کہنے لگا کہ فلانی بدچلن عورت کے پاس جاؤ اور اس سے ایک معاوضہ مقرر کرو کہ وہ حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام پر تہمت لگائے ایسا ہوا تو بنی اسرائیل حضرت موسیٰ علیہ السلام کو چھوڑ دیں گے چنانچہ قارون نے اس عورت کو ہزار اشرفی اور ہزار روپیہ اور بہت سے مواعید کر کے یہ تہمت لگانے پر طے کیا اور دوسرے روز بنی اسرائیل کو جمع کر کے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ بنی اسرائیل آپ کا انتظار کر رہے ہیں کہ آپ انہیں وعظ ونصیحت فرمائیں حضرت تشریف لائے اور بنی اسرائیل میں کھڑے ہو کر آپ نے فرمایا کہ اے بنی اسرائیل جو چوری کرے گا اس کے ہاتھ کاٹے جائیں گے جو بہتان لگائے گا اس کے اسی کوڑے لگائے جائیں گے اور جو زنا کرے گا اس کے اگر بی بی نہیں ہے تو سو کوڑے مارے جائیں گے اور اگر بی بی ہے تو اس کو سنگسار کیا جائے گا یہاں تک کہ مر جائے، قارون کہنے لگا کہ یہ حکم سب کے لئے ہے خواہ آپ ہی ہوں فرمایا خواہ میں ہی کیوں نہ ہوں کہنے لگا کہ بنی اسرائیل کا خیال ہے کہ آپ نے فلاں بدکار عورت کے ساتھ بدکاری کی ہے حضرت

موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا اسے بلاؤ وہ آئی تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا اس کی قسم جس نے بنی اسرائیل کے لئے دریا پھاڑا اور اس میں رستے بنائے اور توریت نازل کی سچ کہہ دے وہ عورت ڈر گئی اور اللہ کے رسول پر بہتان لگا کر انہیں ایذاء دینے کی جرأت اسے نہ ہوئی اور اس نے اپنے دل میں کہا کہ اس سے توبہ کرنا بہتر ہے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام سے عرض کیا کہ جو کچھ قارون کہلانا چاہتا ہے اللہ عزوجل کی قسم یہ جھوٹ ہے اور اس نے آپ پر تہمت لگانے کے عوض میں میرے لئے بہت مالِ کثیر مقرر کیا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے ربّ کے حضور روتے ہوئے سجدہ میں گرے اور یہ عرض کرنے لگے یاربّ اگر میں تیرا رسول ہوں تو میری وجہ سے قارون پر غضب فرما اللہ تعالیٰ نے آپ کو وحی فرمائی کہ میں نے زمین کو آپ کی فرمانبرداری کرنے کا حکم دیا ہے آپ اس کو جو چاہیں حکم دیں۔ حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بنی اسرائیل سے فرمایا اے بنی اسرائیل اللہ تعالیٰ نے مجھے قارون کی طرف بھیجا ہے جیسا فرعون کی طرف بھیجا تھا جو قارون کا ساتھی ہو اس کے ساتھ اس کی جگہ ٹھہرا رہے جو میرا ساتھی ہو جدا ہو جائے، سب لوگ قارون سے جدا ہو گئے اور سوا دو شخصوں کے کوئی اس کے ساتھ نہ رہا پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے زمین کو حکم دیا کہ انہیں پکڑ لے تو وہ گھٹنوں تک دھنس گئے پھر آپ نے یہی فرمایا تو کمر تک دھنس گئے آپ یہی فرماتے رہے حتی کہ وہ لوگ گردنوں تک دھنس گئے اب وہ بہت منّت و لجاجت کرتے تھے اور قارون آپ کو اللہ کی قسمیں اور رشتہ و قرابت کے واسطے دیتا تھا مگر آپ نے التفات نہ فرمایا یہاں تک کہ وہ بالکل دھنس گئے اور زمین برابر ہو گئی۔ قتادہ نے کہا کہ وہ قیامت تک دھنستے ہی چلے جائیں گے، بنی اسرائیل نے کہا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے قارون کے مکان اور اس کے خزائن و اموال کی وجہ سے اس کے لئے بددعا کی یہ سن کر اللہ تعالیٰ سے دعا کی تو اس کا مکان اور اس کے خزانے و اموال سب زمین میں دھنس گئے۔ (خزائن العرفان)

(615) وَعَنْ عبد الله بن مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مَنْ كَانَ فِيْ قَلْبِهِ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ مِنْ كِبْرٍ! فَقَالَ رَجُلٌ: اِنَّ الرَّجُلَ يُحِبُّ اَنْ يَكُوْنَ ثَوْبُهُ حَسَنًا، ونَعْلُهُ حَسَنَةً؛ قَالَ: "اِنَّ اللّٰهَ جَمِيْلٌ وَّيُحِبُّ الْجَمَالَ، الْكِبْرُ: بَطَرُ الْحَقِّ وَغَمْطُ النَّاسِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: وہ جنت میں داخل نہ ہوگا۔ جس کے دل میں ذرّے برابر تکبر ہوا تو ایک آدمی نے عرض کیا۔ کوئی آدمی اپنے کپڑے جوتوں کا خوبصورت ہونا پسند کرتا ہے۔ تو آپ نے فرمایا: یقیناً اللہ تعالیٰ صاحب جمال ہے اور خوبصورتی کو پسند فرماتا ہے۔ تکبر حق کا انکار اور لوگوں کی تحقیر ہے۔ (مسلم)

"بَطَرُ الْحَقِّ": دَفْعُهُ وَرَدُّهُ عَلٰى قَائِلِهِ، وَ"غَمْطُ النَّاسِ": احْتِقَارُهُمْ.

بَطَرُ الْحَقِّ: حق کو ٹالا اور بتانے والے پر لوٹا دینا۔ غَمْطُ النَّاسِ: لوگوں کو حقیر جاننا۔

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب تحریم الکبر وبیانہ، ج۱ص۶۵ رقم: ۲۷۵ الاداب للبیھقی، باب من احب ان یکون

ثوبه حسنا، ج۱ص۹۱، رقم: ۲۸۶، المستدرك للحاكم، كتاب الايمان، ج۱ص۷۸، رقم: ۶۹، المعجم الكبير للطبرانی، من اسمه عبدالله بن مسعود، ج۱۰ص۱۵۷، رقم: ۱۰۰۲۰، سنن ابوداؤد، باب ما جاء فی الكبر، ج۴ص۱۰۲، رقم: ۴۰۹۳)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

(دل میں ذرہ برابر تکبر ہو) اس کا مطلب ابھی عرض کیا گیا۔ خیال رہے کہ آگ میں کبر وغرور ہے خاک میں عجز و انکساری، دیکھ لو باغ کھیت خاک میں لگتے ہیں آگ میں نہیں لگتے، ایسے ہی ایمان وعرفان کا باغ خاک جیسے عاجز ومنکسر دل میں لگتے ہیں آگ جیسے متکبر دل میں نہیں لگتے ہیں۔

(اس کے کپڑے اچھے ہوں اس کا جوتا اچھا ہو) سائل سمجھا کہ شاید اچھا لباس پہننا بھی غرور میں داخل ہے کہ اس میں اپنی مالداری یا بڑائی کا اظہار ہے اس لیے اس نے یہ سوال کیا، نیز اکثر متکبرین اعلیٰ درجہ کا لباس پہنتے ہیں تو یہ عمدگی لباس متکبرین کی علامت ہے بہر حال سوال بالکل درست ہے۔

(جمال کو پسند فرماتا ہے) یعنی رب تعالیٰ ذات وصفات میں اچھا ہے، جمیل ہے مخلوق اس کی صفات کی مظہر ہے تو مسلمان کو چاہیے کہ اپنی عادات، صورت، لباس، اعمال اچھے رکھے تاکہ رب تعالیٰ کی صفت جمیل کا مظہر بنے، نیز اس لباس میں رب تعالیٰ کی نعمت کا اظہار ہے جو محبوب ہے، رب تعالیٰ فرماتا ہے: "وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّکَ فَحَدِّثْ" اسے تکبر سے کوئی تعلق نہیں۔

یعنی متکبر وہ ہے جو کسی معمولی انسان کی حق بات کو اس لیے جھٹلائے کہ یہ اس آدمی کے منہ سے نکلی ہے اور مساکین کو ذلیل سمجھے۔ (مراٰۃ المناجیح، ج۸، ص۷۵)

(616) وَعَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْاَكْوَعِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ رَجُلًا اَكَلَ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِشِمَالِهِ، فَقَالَ: "كُلْ بِيَمِيْنِكَ" قَالَ: لَا اَسْتَطِيْعُ! قَالَ: "لَا اسْتَطَعْتَ" مَا مَنَعَهُ اِلَّا الْكِبْرُ. قَالَ: فَمَا رَفَعَهَا اِلٰى فِيْهِ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت سلمہ بن الاکوع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے رسول اللہ ﷺ کے سامنے بائیں ہاتھ سے کھانا کھایا۔ آپ نے فرمایا: دائیں ہاتھ کے ساتھ کھا' تو وہ کہنے لگا مجھے اس کی طاقت نہیں ہے۔ فرمایا: تجھے طاقت نہ ہی ہو اسے تکبر نے روکا تھا۔ فرمایا کہ پھر وہ اپنے ہاتھ کو منہ تک نہ اٹھا سکا۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب آداب الطعام والشراب واحکامهما، ج۲ص۲۰۹، رقم: ۵۲۸۷، سنن الکبریٰ للبیهقی، باب الاكل والشرب باليمين، ج۷ص۲۷۷، رقم: ۱۵۰۰۷، صحیح ابن حبان، باب المعجزات، ج۲ص۲۱۱، رقم: ۶۵۱۳)

شرح حدیث: (غیب جاننے والے آقا صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم سمجھ گئے کہ یہ تکبُّر سے بول رہا ہے چُنانچہ) آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے فرمایا، لَا اسْتَطَعْتَ یعنی تجھے اِستِطاعت نہ ہو! (مطلب یہ کہ تیرا سیدھا ہاتھ کبھی نہ اُٹھے) اُس نے تکبُّر کی وَجہ سے سیدھے ہاتھ سے کھانا کھانے سے اِنکار کیا تھا لہٰذا پھر اُس کا سیدھا ہاتھ کبھی مُنہ کی طرف نہ

اُٹھ سکا۔ (یعنی اِسکا سیدھا ہاتھ بیکار ہوگیا)۔

قرآن کریم میں تکبر کی مذمت

اللہ عزوجل کا تکبر کے بارے میں فرمانِ عالیشان ہے:

(1) سَاَصْرِفُ عَنْ اٰیٰتِیَ الَّذِیْنَ یَتَکَبَّرُوْنَ فِی الْاَرْضِ بِغَیْرِ الْحَقِّ ؕ

ترجمۂ کنزالایمان: اور میں اپنی آیتوں سے انہیں پھیر دوں گا جو زمین میں ناحق اپنی بڑائی چاہتے ہیں۔ (پ9، الاعراف:146)

(2) وَاسْتَفْتَحُوْا وَخَابَ کُلُّ جَبَّارٍ عَنِیْدٍ ۝

ترجمۂ کنزالایمان: اور انہوں نے فیصلہ مانگا اور ہر سرکش ہٹ دھرم نامراد ہوا۔ (پ13، ابراھیم:15)

(3) کَذٰلِکَ یَطْبَعُ اللّٰہُ عَلٰی کُلِّ قَلْبِ مُتَکَبِّرٍ جَبَّارٍ ۝

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ یوں ہی مہر کر دیتا ہے متکبر سرکش کے سارے دل پر۔ (پ24، المؤمن:35)

(4) اِنَّہٗ لَا یُحِبُّ الْمُسْتَکْبِرِیْنَ ۝

ترجمۂ کنزالایمان: بے شک وہ مغروروں کو پسند نہیں فرماتا۔ (پ14، النحل:23)

(5) اِنَّ الَّذِیْنَ یَسْتَکْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِیْ سَیَدْخُلُوْنَ جَھَنَّمَ دٰخِرِیْنَ ۝

ترجمۂ کنزالایمان: بے شک وہ جو میری عبادت سے اونچے کھنچتے (تکبر کرتے) ہیں عنقریب جہنم میں جائیں گے ذلیل ہوکر۔ (پ24، المؤمن:60)

(617) وَعَنْ حَارِثَۃَ بْنِ وَھْبٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، یَقُوْلُ: "اَلَا اُخْبِرُکُمْ بِاَھْلِ النَّارِ: کُلُّ عُتُلٍّ جَوَّاظٍ مُّسْتَکْبِرٍ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ، وَتَقَدَّمَ شَرْحُہٗ فِیْ بَابِ ضَعَفَۃِ الْمُسْلِمِیْنَ۔

حضرت حارثہ بن وہب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: کیا میں تمہیں دوزخیوں کے بارے میں نہ بتاؤں۔ ہر سرکش بد اخلاق، متکبر۔ (متفق علیہ) اس کی شرح باب ضعفۃ المسلمین میں گزر چکی ہے۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب قول اللہ تعالی "عتل بعد ذلک زنیم" ج ۳ص ۱۵۹، رقم: ۴۹۱۸ صحیح مسلم، باب النار یدخلھا الجبارون والجنۃ یدخلھا الضعفاء، ج ۸ص ۱۵۴، رقم: ۷۳۶۶ سنن الکبری للبیھقی، باب بیان مکارم الاخلاق ومعالیھا، ج ۱۰ص ۱۹۴، رقم: ۲۰۵۹۴ سنن ترمذی، باب ما جاء ان اکثر اھل النار النساء، ج ۲ص ۷۱۴، رقم: ۲۶۰۵ سنن الکبری للنسائی، من سورۃ القلم، ج ۶ص ۴۹۷، رقم: ۱۱۶۱۵)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

عتل کے بہت معنی ہیں: سخت دل، بدزبان، جھگڑالو، یوں ہی جواظ کے بہت معنی ہیں: موٹا فربہ، بدکار، فاسق بخیل جو اپنا مال چھپائے دوسروں کے مال پر نظر رکھے۔ (مرقات) یہاں سارے معنی درست ہیں۔ (مرآۃ المناجیح، ج۶ص۷ ۹۲)

بوڑھے عابد کی شکل میں شیطان

امیر المؤمنین حضرتِ سیّدُنا عمر فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میں نمازِ جمعہ کے لئے نکلا تو مجھے ایک بوڑھے عابد کی شکل میں ابلیس ملا، اس نے مجھ سے پوچھا: اے عمر! کہاں کا ارادہ ہے؟ میں نے کہا: نماز کے لئے جارہا ہوں۔ کہنے لگا: نماز تو ہو چکی، اب آپ کی نمازِ جمعہ فوت ہوگئی ہے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اس کو پہچان لیا اور اسے گردن اور گدّی سے پکڑ کر کہا: تیرا ستیاناس ہو! کیا تو عابدوں اور زاہدوں کا سردار نہ تھا؟ تجھے ایک سجدے کا حکم دیا گیا مگر تُو نے انکار کیا، تکبر کیا، اور کافروں میں سے ہوا، اب قیامت تک تو اللہ عزَّ وَجَلَّ سے دور رہے گا۔ تو وہ کہنے لگا: اے عمر! ذرا خیال سے بول، کیا فرمانبرداری میرے بس میں ہے یا بدبختی میری مشیّت کے تحت ہے؟ میں نے عرش کے نیچے بہت سجدے کئے، یہاں تک کہ آسمان کا کوئی حصہ ایسا نہیں جس پر میں نے رکوع وسجود نہ کئے ہوں۔ اتنے قرب کے باوجود مجھے کہا گیا:

(2) قَالَ فَاخْرُجْ مِنْهَا فَإِنَّكَ رَجِيمٌ ۝ وَّإِنَّ عَلَيْكَ اللَّعْنَةَ إِلَىٰ يَوْمِ الدِّيْنِ ۝

ترجمۂ کنزالایمان: تو جنت سے نکل جا کہ تو مردود ہے۔ اور بے شک قیامت تک تجھ پر لعنت ہے۔

(پ14، الحجر:34-35)

(پھر کہنے لگا) اے عمر! کیا تمہیں یقین ہے کہ تم اللہ عزَّ وَجَلَّ کی خفیہ تدبیر سے امن میں ہو؟

(3) فَلَا يَأْمَنُ مَكْرَ اللهِ إِلَّا الْقَوْمُ الْخٰسِرُوْنَ ۝

ترجمۂ کنزالایمان: تو اللہ کی خفی تدبیر سے نڈر نہیں ہوتے مگر تباہی والے۔ (پ9، الاعراف:99)

تو میں نے اس سے کہا: میری نظروں سے اوجھل ہوجا! مجھے طاقت نہیں کہ (اس مسئلہ میں) تجھ سے کلام کروں۔

(اَلرَّوْضُ الْفَائِق فِی الْمَوَاعِظ وَالرَّقَائِق ص۱۵۶)

(618) وَعَنْ أَبِي سَعِيْدِنِ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "احْتَجَّتِ الْجَنَّةُ وَالنَّارُ، فَقَالَتِ النَّارُ: فِيَّ الْجَبَّارُوْنَ وَالْمُتَكَبِّرُوْنَ. وَقَالَتِ الْجَنَّةُ: فِيَّ ضُعَفَاءُ النَّاسِ وَمَسَاكِيْنُهُمْ، فَقَضَى اللهُ بَيْنَهُمَا: إِنَّكِ الْجَنَّةُ رَحْمَتِيْ أَرْحَمُ بِكِ مَنْ أَشَاءُ، وَإِنَّكِ النَّارُ عَذَابِيْ

حضرت ابو سعید خدری ﷺ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جنت اور دوزخ کا آپس میں جھگڑا ہوا۔ دوزخ نے کہا مجھ میں جبار (سرکش) اور متکبر ہیں جنت نے کہا مجھ میں کمزور اور مسکین ہیں۔ پس اللہ نے ان کے درمیان فیصلہ فرمایا کہ اے جنت! تو میری رحمت ہے میں تیری وجہ سے جس پر چاہوں رحم فرماؤں گا اور

أُعَذِّبُ بِكِ مَنْ اَشَاءُ، وَلِكِلَيْكُمَا عَلَيَّ مِلْؤُهَا رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔
اے دوزخ! تو میرا عذاب ہے تیری وجہ سے میں جس پر چاہوں گا عذاب کروں گا اور میں نے تم دونوں کو بھرنا ہے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب النار یدخلها الجبارون والجنة یدخلها الضعفاء، ج ۸ص ۱۵۰، رقم: ۷۳۵۱، سنن ترمذی، باب ما جاء فی احتجاج الجنة والنار، ج ۴ص ۶۹۴، رقم: ۲۵۶۱، مسند ابی یعلیٰ، مسند ابی سعید الخدری، ج ۲ص ۲۹۷، رقم: ۱۱۷۲، مسند امام احمد بن حنبل، مسند ابی سعید الخدری، ج ۳ص ۷۹، رقم: ۱۱۷۷۱)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یہاں قولی زبانی مناظرہ مراد ہے نہ کہ صرف حال کا اللہ نے ہر چیز میں حواس وشعور کلام پیدا فرمایا ہے وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِہٖ سب چیزیں نماز تسبیح ذکر کرتی ہیں۔ مولانا فرماتے ہیں شعر

نطق آب ونطق خاک ونطق گل ہست محسوس حواس اہل دل
فلسفی کو منکر حنا نہ است ازحواس اولیاء بیگانہ است

(دوزخ نے کہا) یعنی اے جنت میں تجھ سے اعلیٰ ہوں کہ مجھ میں اعلیٰ شاندار لوگ آ کر رہیں گے بادشاہ، وزراء، متکبرین مالدار کفار اور تو مجھ سے کمتر ہے کہ کمترین لوگ ضعفاء تجھ میں رہیں گے۔

(جنت نے کہا) دوزخ کے کہنے پر جنت نے بارگاہِ الٰہی میں یہ عرض کیا کہ مجھے کمزوروں کی جگہ کیوں بنایا گیا میں نے کیا قصور کیا تھا۔ خیال رہے کہ ضعفاء سے مراد بدن اور مال کے لحاظ سے کمزور لوگ ہیں۔ سقط اور غرۃ سے مراد ہے احوال و صفات کے لحاظ سے کمزور۔ سقط وہ جنہیں لوگ معتبر نہ سمجھیں ان کی طرف التفات نہ کریں۔ غرہ وہ جو دین میں مشغلہ رکھنے والے لوگ جنہیں دنیا کا تجربہ کم ہو کسی کو دھوکہ نہ دے سکیں بلکہ چالاک انہیں دھوکہ دے دیں، حدیث شریف میں ہے المؤمن غر کریم الکافر خب لئیم۔

(جنت! تو میری رحمت ہے) چونکہ جنت اللہ تعالیٰ کی رحمت کا مظہر ہے اور اللہ تعالیٰ کی رحمت اس کے غضب پر غالب ہے اس لیے پہلے اس سے خطاب فرمایا گیا یعنی جنہیں تو ضعیف سمجھتی ہے وہ درحقیقت کمزور نہیں وہ تو میرے رحم و کرم کا مرکز ہیں بڑے درجے والے ہیں۔

(اے دوزخ! تو میرا عذاب ہے) یعنی اے دوزخ تو میرا غضب وقہر کا مظہر ہے تجھ میں وہ لوگ رکھے جائیں گے جو اپنے شامت اعمال کی وجہ سے میرے غضب وقہر کے مستحق ہو گئے، تم دونوں ہی اچھی ہو کہ میرے صفات کا مظہر ہو۔ عذابی سے مراد ہے عذاب کی جگہ محل عذاب، عدل بھی میری صفت ہے فضل بھی۔

(میں نے تم دونوں کو بھرنا ہے) یعنی تم دونوں کا کمال اسی میں ہے کہ تم دونوں ہی بھر دی جاؤ، چنانچہ ہم تم میں سے کسی

میں جگہ خالی نہیں چھوڑیں گے دونوں کو بھر دیں گے۔

(یہاں مکمل حدیث کی شرح بیان کی جارہی ہے) شارحین نے رجل یعنی قدم کے بہت معنی کیے ہیں مگر بہتر یہ ہے کہ پاؤں بمعنی قدم ہی ہو اور اللہ کے قدم سے مراد وہ ہو جو وہ ہی جانے یہ فرمان عالی تشابہات سے ہے ورنہ اس گوشت و پوست کے ہاتھ پاؤں سے رب تعالیٰ پاک اور منزہ ہے۔

یعنی جب اللہ تعالیٰ آگ میں اپنا قدم قدرت رکھ دے گا تو آگ کا جوش ختم ہو جاوے گا اور زیادتی کا مطالبہ هَلْ مِنْ مَّزِيْدٍ بند ہو جاوے گا یہ قدم وہاں رہے گا نہیں بالکل نکال لیا جاوے گا۔

یعنی دوزخ بھرنے عذاب دینے کے لیے کوئی مخلوق پیدا نہیں کی جائے گی کیونکہ یہ ظلم ہے رب تعالیٰ ظلم سے پاک ہے۔ خیال رہے کہ ظلم سے دو معنی ہیں کسی کی چیز اس کی بغیر اجازت استعمال کرنا، دوسرے کسی کو بغیر قصور سزا دینا یہ کہہ کہ مَا تُجْزَوْنَ اِلَّا مَا کُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ پہلے معنی تو رب تعالیٰ کے لئے منصور نہیں کہ ہر چیز اللہ تعالیٰ کی مخلوق و مملوک ہے دوسرے معنی ظلم سے رب تعالیٰ پاک ہے اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ لہذا یہ حدیث اس کے خلاف نہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ تمام لوگوں کو دوزخ میں بھیج دے تو وہ ظالم نہیں، یہاں ظلم سے پہلے معنی مراد ہیں۔

خیال رہے کہ دوزخ صرف بدعقیدگی اور بدعملی سے ملے گی مگر جنت کسبی، وہبی، عطائی تین طرح ملے گی۔ اپنی نیکیوں سے جنت ملنا کسبی ہے، کسی نیک کے طفیل ملنا وہبی ہے جیسے مسلمان ماں باپ کے چھوٹے بچے مرے ہوئے یا دیوانہ مسلمان یا ہم جیسے گنہگار حضور کے طفیل، یہ قوم جو جنت بھرنے کے لیے پیدا کی گئی انہیں جنت عطائی ملے گی محض فضل الٰہی سے یہ مسئلہ یہاں سے حاصل ہوا۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۷ ص ۵۲۶)

(619) وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "لَا يَنْظُرُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اِلٰى مَنْ جَرَّ اِزَارَهٗ بَطَرًا" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی طرف نظر عنایت نہ فرمائے گا' جو اپنی چادر کو تکبر سے ٹخنوں کے نیچے گھسیٹتا ہوا چلے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب من جر ثوبه من الخيلاء، ج۷، ص۱۴۱، رقم: ۵۷۸۸، صحیح ابن حبان، کتاب اللباس وآدابه، ج۱۲، ص۲۶۳، رقم: ۵۴۴۷، موطأ امام مالك، باب ما جاء فی اسبال الرجل ثوبه، ج۲، ص۱۳۴۱، رقم: ۳۳۸۹، سنن ترمذی، باب ما جاء فی كراهية جر الازار، ج۳، ص۲۲۳، رقم: ۱۷۳۰، مسند ابی یعلیٰ، مسند عبدالله بن عمر، ج۱۰، ص۱۶۹، رقم: ۵۷۹۴)

حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

کپڑے میں تہبند، پاجامہ، قمیض، چادر سب ہی داخل ہیں ان میں سے جو بہت زیادہ نیچا ہو کر زمین پر گھسٹے اور ہو فخر یہ فیشن کے طور پر اس پر یہ وعید ہے ان جیسے فرمانوں میں نہ دیکھنے سے مراد ہوتا ہے مہربانی و کرم کی نظر نہ دیکھنا۔

(مرآۃ المناجیح، ج ۶ ص ۱۵۹)

نئے فیشن کی خرابیاں

قرآن کریم فرماتا ہے:

یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِی السِّلْمِ کَآفَّةً (پ2، البقرۃ:208)

اے ایمان والو! اسلام میں پورے پورے داخل ہو جاؤ۔

انسان کو قدرت نے دو قسم کے اعضاء دیئے ہیں ایک ظاہری دوسرے چھپے ہوئے ظاہری عُضو تو صورت چہرا آنکھ، ناک، کان وغیرہ ہیں اور چھپے ہوئے عضو دل، دماغ، جگر وغیرہ۔ مسلمان کامل ایمان والا جب ہو سکتا ہے کہ صورت میں بھی مسلمان ہو اور دل سے بھی یعنی اسلام کا اس پر ایسا رنگ چڑھے کہ صورت اور سیرت دونوں کو رنگ دے دل میں اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی اطاعت کا جذبہ موجیں مار رہا ہو اس میں ایمان کی شمع جل رہی ہو اور صورت ایسی ہو جو اللہ عزوجل! کے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کو پسند تھی یعنی مسلمان کی سی اگر دل میں ایمان ہے مگر صورت بھگوان داس کی سی تو سمجھ لو کہ اسلام میں پورے داخل نہ ہوئے سیرت بھی اچھی بناؤ اور صورت بھی۔ غور سے سنو! حضرت مغیرہ ابنِ شیبہ جو کہ اصحابی رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہ وسلم ہیں، ایک بار ان کی مونچھیں کچھ بڑھ گئی تھیں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہ وسلم نے فرمایا کہ اے مغیرہ! تمہاری مونچھیں بڑھ گئیں۔ کاٹ لو انہوں نے خیال کیا کہ گھر جا کر قینچی سے کاٹ دوں گا۔ مگر سرکاری فرمان ہوا کہ ہماری مسواک لو۔ اس پر بڑھے ہوئے بال رکھ کر چھری سے کاٹ دو۔ یعنی اتنی بھی مہلت نہ دی کہ گھر جا کر قینچی سے کاٹیں، نہیں یہاں ہی کاٹ دو جس سے معلوم ہوا کہ بڑی مونچھیں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہ وسلم کو ناپسند تھیں دنیا میں ہزاروں پیغمبر تشریف لائے مگر کسی نبی نے نہ داڑھی منڈائی اور نہ مونچھیں رکھائیں، لہٰذا داڑھی فطرت یعنی سنتِ انبیاء علیہم السلام ہے حدیث پاک میں ہے داڑھیاں بڑھاؤ اور مونچھیں پست کرو اور مشرکین کی مخالفت کرو۔ (صحیح مسلم، کتاب الطہارۃ، باب خصال الفطرۃ، الحدیث ۲۵۹، ص ۱۵۴)

اس کے علاوہ بہت سے نقلی دلیلیں دی جا سکتی ہیں۔ مگر ہمارے نئے تعلیم یافتہ لوگ نقلی دلائل کے مقابلے عقلی باتوں کو زیادہ مانتے ہیں گویا گلاب کے پھول کے مقابلے میں گینڈے کے پھول ان کو زیادہ پیارے ہیں اس لئے عقلی باتیں بھی عرض کرتا ہوں سنو! اسلامی شکل اور اسلامی لباس میں اتنے فائدے ہیں (۱) گورنمنٹ نے ہزاروں محکمے بنا دیئے ہیں، ریلوے، ڈاکخانہ، پولیس، فوج اور کچہری وغیرہ اور ہر محکمے کیلئے وردی علیحدہ علیحدہ مقرر کر دی کہ اگر لاکھوں آدمیوں میں کسی محکمہ کا آدمی کھڑا ہو تو صاف پہچان میں آ جاتا ہے، اگر کوئی سرکاری نوکر اپنی ڈیوٹی کے وقت اپنی وردی میں نہ ہو تو اس پر جرمانہ ہوتا ہے اگر بار بار کہنے پر نہ مانے تو برخاست کر دیا جاتا ہے اسی طرح ہم بھی محکمہ اسلام اور سلطنت مصطفوی اور حکومت الٰہیہ کے نوکر ہیں ہمارے لئے علیحدہ شکل مقرر کر دی کہ اگر لاکھوں کافروں کے بیچ میں کھڑے ہوں تو پہچان لئے جائیں کہ مصطفٰے علیہ السلام کا غلام وہ کھڑا ہے اگر ہم نے اپنی وردی چھوڑ دی تو ہم بھی سزا کے مستحق ہوں گے۔ (۲) قدرت

نے انسان کی ظاہری صورت اور دل میں ایسا رشتہ رکھا ہے کہ ہر ایک کا دوسرے پر اثر پڑتا ہے اگر آپ کا دل غمگین ہے تو چہرہ پر اداسی چھا جاتی ہے اور دیکھنے والا کہہ دیتا ہے کہ خیر تو ہے چہرہ کیوں اداس ہے دل میں خوشی ہے تو چہرہ بھی سرخ و سپید ہو جاتا ہے معلوم ہوا کہ دل کا اثر چہرہ پر ہوتا ہے اسی طرح اگر کسی کو دق (یعنی ٹی۔ بی) کی بیماری ہے تو حکیم کہتے ہیں کہ اس کو اچھی ہوا میں رکھو اچھے اور صاف کپڑے پہناؤ اس کو فلاں دوا کے پانی سے غسل دو کہے بیماری تو دل میں ہے یہ ظاہری جسم کا علاج کیوں ہو رہا ہے اسی لئے کہ اگر ظاہر اچھا ہوگا تو اندر بھی اچھا ہو جائے گا۔

تندرست آدمی کو چاہے کہ روزانہ غسل کرے صاف کپڑے پہنے صاف گھر میں رہے تو تندرست رہے گا۔ اسی طرح غذا کا اثر بھی دل پر پڑتا ہے۔ سوّر کھانا شریعت نے اسی لے حرام فرما دیا کہ اس سے بے غیرتی پیدا ہوتی ہے کیونکہ سوّر بے غیرت جانور ہے اور سوّر کھانے والی قومیں بھی بے غیرت ہوتی ہیں جس کا تجربہ ہو رہا ہے اگر چیتے یا شیر کی چربی کھائی جائے تو دل میں سختی اور بربریت پیدا ہوتی ہے چیتے اور شیر کی کھال پر بیٹھنا اسی لئے منع ہے کہ اس سے غرور پیدا ہوتا ہے، غرضیکہ ماننا پڑے گا کہ غذا اور لباس کا اثر دل پر ہوتا ہے تو اگر کافروں کی طرح لباس پہنا گیا یا کفار کی سی صورت بنائی گئی تو یقیناً دل میں کافروں سے محبت اور مسلمانوں سے نفرت پیدا ہو جاوے گی غرضیکہ یہ بیماری آخر میں مہلک ثابت ہوگی اس لئے حدیث پاک میں آیا ہے مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ جو کسی دوسری قوم سے مشابہت پیدا کرے وہ ان میں سے ہے۔

(المعجم الاوسط، الحدیث ۸۳۲۷، ج ۲، ص ۱۵۱)

خلاصہ یہ کہ مسلمانوں کی سی صورت بناؤ تا کہ مسلمانوں ہی کی طرح سیرت پیدا ہو۔ (۳) ہندوستان میں اکثر ہندو مسلم فساد ہوتا رہتا ہے اور بہت جگہ سننے میں آیا کہ فساد کی حالت میں بعض مسلمان مسلمانوں کے ہاتھوں مارے گئے کیونکہ پہچانے نہ گئے کہ یہ مسلمان ہیں یا ہندو چنانچہ تیسرے سال جو بریلی اور پیلی بھیت میں ہندو مسلم فساد ہوا اس جگہ سے خبریں کہ بہت سے مسلمانوں کو خود مسلمانوں نے ہندو سمجھ کر فنا کر دیا۔ یہ اس نئے فیشن کی برکتیں ہیں میرے ولی نعمت مرشد برحق حضرت صدر الافاضل مولانا محمد نعیم الدین صاحب قبلہ دام ظلہم نے فرمایا کہ ایک دفعہ ہم ریل میں سفر کر رہے تھے کہ ایک اسٹیشن سے ایک صاحب سوار ہوئے جو بظاہر ہندو معلوم ہوتے تھے گاڑی میں جگہ تنگ تھی ایک لالہ جی سے ان کا جگہ لینے کا جھگڑا ہو گیا۔ لالہ جی کے ساتھی زیادہ تھے اس لئے لالہ جی نے ان حضرت کو خوب پیٹا مسلمان مسافر بیچ بچاؤ میں زیادہ نہ پڑے کیونکہ سمجھتے تھے کہ ہندو آپس میں لڑ رہے ہیں ہمارا زیادہ زور دینا خلافِ مصلحت ہے۔ بے چارے شامت کے مارے پٹ کٹ کر ایک طرف کھڑے ہو گئے جب اگلے اسٹیشن پر اترے تو انہوں نے کہا السلام علیکم تب معلوم ہوا کہ یہ حضرت مسلمان ہیں تب ہم نے افسوس کیا اور ان سے عرض کیا کہ حضرت آپ کے فیشن نے آپ کو اس وقت پٹوایا۔

میں جب کبھی بازار وغیرہ جاتا ہوں تو سوچتا ہوں کہ سلام کیسے کروں معلوم نہیں کہ ہندو کون ہے اور مسلمان کون؟ بہت دفعہ کسی کو کہا اسلام علیکم انہوں نے فرمایا بندگی صاحب ہم شرمندہ ہو گئے۔ میرا ارادہ یہ ہوتا ہے کہ جہاں تک ہو سکے مسلمان

کی دکان سے چیز خریدوں مگر دوکاندار کی شکل ایسی ہوتی ہے کہ پہچان نہیں ہوتی کہ یہ کون ہیں اگر دوکان پر کوئی بورڈ لگا ہے جس کے نام سے معلوم ہوگیا کہ یہ مسلمان کی دوکان ہے تو خیر ورنہ بہت دشواری ہوتی ہے غرضیکہ مسلمانوں کو چاہے کہ شکل اورلباس میں کفار سے علیٰحدہ رہیں (۴) کسی کو نہیں معلوم کہ اس کی موت کہاں ہوگی۔ اگر ہم پردیس میں مر گئے جہاں ہمارا جان پہچان والا کوئی نہ ہو تو سخت مشکل درپیش ہوگی۔ لوگ پریشان ہوں گے کہ ان کو دفن کریں یا آگ میں جلادیں کیونکہ صورت سے پہچان نہ پڑے گی چنانچہ چند سال پیشتر علی گڑھ کے ایک صاحب کا ریل میں انتقال ہوگیا خبر ہونے پر رات میں نعش اتار لی گئی مگر اب یہ فکر ہوئی کہ یہ ہے کون؟ ہندو یا مسلمان اس کو سپردِ خاک کریں یا آگ میں ڈالیں آخر ان کا ختنہ دیکھا گیا تب پتہ لگا کہ یہ مسلمان ہیں خلاصہ یہ ہے کہ کفار کی سی شکل اور ان کا سا لباس زندگی میں بھی خطرناک ہے اور مرنے کے بعد بھی۔ (۵) زمین میں جب بیج بویا جاتا ہے تو اولاً ایک سیدھی سی شاخ ہی نکلتی ہے پھر آ کر ہر طرف پھیلتی ہے پھر اس میں پھل نکلتے ہیں اگر کوئی شخص اس کی چوطرف کی شاخوں اور پتوں کو کاٹ ڈالے تو پھل نہیں کھا سکتا۔ اسی طرح کلمہ طیبہ ایک بیج ہے جو مسلمان کے دل میں بویا گیا، پھر صورت اور ہاتھ پاؤں، آنکھ، ناک کی طرف اس درخت کی شاخیں چلیں کہ اس کلمہ نے مسلمان کی آنکھ کو غیر صورتوں سے علیٰحدہ کر دیا۔ ہاتھ کو حرام چیز کے چھونے سے روک دیا۔ صورت پر ایمانی آثار پیدا کر دیئے کان کو غیبت سننے اور زبان کو جھوٹ بولنے غیبت کرنے سے روکا جو شخص دل سے مسلمان تو ہو مگر کافروں کی سی صورت بنائے اپنے ہاتھ، پاؤں، زبان، آنکھ، ناک، کان کو حرام کاموں سے نہ روکے وہ اسی شخص کی طرح ہوگا جو آم کا بیج بودے اور اس کی تمام شاخیں وغیرہ کاٹ ڈالے جس طرح وہ بیوقوف پھل سے محروم رہے گا اسی طرح یہ مسلمان اسلام کے پھلوں سے محروم رہے گا (۶) پکا رنگ وہ ہوتا ہے جو کسی پانی یا دھوبی سے نہ چھوٹے اور کچا رنگ وہ جو چھوٹ جائے۔ تو اے مسلمانو! تم اللہ عزوجل! کے رنگ میں رنگ ہوئے ہو۔

صِبْغَةَ اللّٰهِ ۚ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً ۫

ترجمہ کنزالایمان: ہم نے اللہ کی رینی (رنگائی) لی اور اللہ سے بہتر کس کی رینی (رنگائی)؟ (پ1، البقرہ138)

گر تم کفار کو دیکھ کر اپنے رنگ کو کھو بیٹھے تو جان لو کہ تمہارا رنگ کچا تھا۔ اگر پکا رنگ ہوتا تو اوروں کو رنگ آتے۔

(اسلامی زندگی ص ۸۴۔۸۷)

(620) وَعَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "ثَلَاثَةٌ لَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ، وَلَا يُزَكِّيْهِمْ، وَلَا يَنْظُرُ اِلَيْهِمْ، وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ: شَيْخٌ زَانٍ، وَّمَلِكٌ كَذَّابٌ، وَّعَائِلٌ مُّسْتَكْبِرٌ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تین آدمی ہیں کہ ان سے اللہ قیامت کے دن نہ کلام فرمائے گا نہ انہیں ستھرا کرے گا اور نہ ہی ان کی طرف نظر رحمت فرمائے گا۔ اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔ بوڑھا زناکار، جھوٹا بادشاہ اور متکبر فقیر۔ (مسلم)

"اَلْعَائِلُ": اَلْفَقِيْرُ. عَائِلٌ محتاج فقیر کو کہتے ہیں۔

تخریج حدیث: (صحيح مسلم، باب بيان غلظ تحريم اسبال الازار والمن بالعطية، ج1ص72، رقم: 309، السنن الكبرى للبيهقي، باب ما على السلطان من القيام، ج8ص161، رقم: 17084، مسند امام احمد بن حنبل، مسند ابی هريرة رضی الله عنه، ج2ص480، رقم: 10222، سنن الكبرى للنسائي، باب عقوبة الزاني الشيب، ج4ص269، رقم: 7138، مسند ابی يعلى، مسند ابی هريرة رضی الله عنه، ج11ص59، رقم: 6196)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

ان تین قسم کے لوگوں سے کرم ومحبت کا کلام نہ کرے گا غضب وقہر کا کلام کرے گا لہذا حدیث واضح ہے یا یہ مطلب ہے کہ قیامت کے اول وقت جب عدل الٰہی کا ظہور ہوگا تب ان سے کلام نہ کرے گا یا مطلقًا بلا واسطہ کلام نہ کرے گا بواسطہ فرشتوں کے کرے گا۔ (مرقات)

یعنی ان کے گناہ معاف نہ کرے گا یا ان کی صفائی لوگوں پر ظاہر نہ کرے گا، تزکیہ کے یہ دونوں معنی ہی آتے ہیں۔ یعنی نظر رحمت نہ کرے گا نظر قہر کرے گا۔

(بوڑھا زناکار) اس لیے کہ زنا اگرچہ بہر حال برا ہے سخت گناہ ہے مگر بڈھا آدمی کرے تو بدترین گناہ ہے کہ اس کی شہوت قریبًا ختم ہوچکی ہے وہ مغلوب ومجبور نہیں جوان آدمی گویا معذور ہے۔ (مرقات)

(جھوٹا بادشاہ) کیونکہ بعض لوگ مجبورًا جھوٹ بولتے ہیں، بعض لوگ حاکم کے ڈر یا بادشاہ کے خوف سے جھوٹ بول دیتے ہیں، بعض لوگ تنگدستی سے تنگ آکر جھوٹ کے ذریعے روزی کماتے ہیں بادشاہ کو ان میں سے کوئی مجبوری نہیں وہ جھوٹ بولتا ہے تو بلا وجہ ہی بولتا ہے۔

(متکبر فقیر) حکومت والوں مال والوں کے پاس غرور تکبر کے اسباب موجود ہیں۔ اگر فقیر غرور کرے تو محض دلی خباثت کی وجہ سے ہی کرے گا اس لیے اسکا تکبر بدترین جرم ہے، بعض لوگ غریب ہوتے ہوئے معمولی نوکری معمولی کام نہیں کرتے زکوۃ وخیرات قبول نہیں کرتے، خود بھی بھوکے رہتے ہیں اور اپنے بال بچوں کو بھی بھوکا مارتے ہیں وہ بھی اس وعید میں داخل ہیں، بعض لوگ بہت غریب ہوتے ہیں مگر اپنی لڑکیوں لڑکوں کے لیے بڑے مالدار رشتے تلاش کرتے ہیں اس تلاش میں اولاد بوڑھی ہوجاتی ہے مگر شادی نہیں کرتے جس کے نتیجے بہت برے ظاہر ہوتے ہیں یہ سب اس فرمان عالی میں داخل ہیں۔ درود ہو اس حکیم مطلق محبوب کبریا صلی اللہ علیہ وسلم پر جو ہم پر ہمارے ماں باپ بلکہ خود ہم سے زیادہ مہربان ہیں۔ اللہ تعالٰی ان کی تعلیم پر عمل کرنے کی توفیق عنایت فرمائے، اس ایک کلمہ میں کیسی ہدایتیں ہیں۔

(مرآۃ المناجیح، ج6 ص930)

(621) وَعَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "قَالَ اللّٰهُ - عَزَّوَجَلَّ -: اَلْعِزُّ اِزَارِي،

انہی سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ عزوجل نے فرمایا: عزت میری ازار ہے۔ اور تکبر میری

وَالْكِبْرِيَاءُ رِدَائِي، فَمَنْ يُنَازِعُنِي فِي وَاحِدٍ مِّنْهُمَا فَقَدْ عَذَّبْتُهُ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

رداء ہے۔ان میں سے کوئی چیز جس نے مجھ سے چھیننے کی کوشش کی میں اس کو عذاب دوں گا۔(مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب تحریم الکبر، ج۸ص۳۵، رقم: ۶۸۴۶ الادب المفرد للبخاری، باب الکبر، ص۱۹۳، رقم: ۵۵۲ المعجم الصغیر، من اسمه جعفر، ج۱ص۲۰۷، رقم: ۳۳۱ مجمع الزوائد للھیثمی، باب ما جاء فی الکبر، ج۱ص۲۸۴، رقم: ۳۵۹ مسند ابوداؤد الطیالسی، احادیث الاغر ابومسلم عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنه، ص۳۱۳، رقم: ۲۳۸۷)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

کبر سے مراد ذاتی بڑائی ہے اور عظمت سے مراد صفاتی بڑائی۔ چادر اور تہبند فرمانا ہم کو سمجھانے کے لیے ہے کہ جیسے ایک چادر ایک تہبند دو آدمی نہیں پہن سکتے یوں ہی عظمت و کبریائی سوائے میرے دوسرے کے لیے نہیں ہو سکتی۔

اس طرح کہ اپنی ذات یا اپنی صفات کو بڑا سمجھے گا میرا مقابلہ کرے گا گویا میرا شریک بننا چاہے گا۔خدا کی پناہ! دنیا میں فراق و ہجران کی آگ میں، آخرت میں دوزخ کی آگ میں متکبرین کی یہی سزا ہے۔

(میں اس کو عذاب دوں گا) اسے دوزخ میں ایسے پھینک دوں گا جیسے مرا کتا روڑی کوڑے پر ذلت و حقارت کے ساتھ پھینکا جاتا ہے۔خیال رہے کہ کبریائی عظمت سے اعلیٰ و افضل ہے اس لیے کبریائی کی چادر اور عظمت کو تہبند فرمایا، چادر تہبند سے افضل ہوتی ہے۔تکبر یہ ہے کہ آدمی اپنے کو بڑا سمجھے، عظمت یہ ہے کہ لوگ اسے بڑا سمجھیں لہذا عظمت میں غیروں کے خیال کو دخل ہوا لہذا تکبر و کبریائی اعلیٰ ہے عظمت سے کہ کبریائی ذاتی ہے عظمت اضافی۔(مرقات) خیال رہے کہ اللہ تعالیٰ کے مقبول بندوں کی عزت و عظمت رب تعالیٰ کا عطیہ ہے، یہ رب تعالیٰ کی نعمت عاجلہ ہے۔(مرآۃ المناجیح، ج۶ص۶۳۱)

(622) وَعَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "بَيْنَمَا رَجُلٌ يَمْشِي فِي حُلَّةٍ تُعْجِبُهُ نَفْسُهُ، مُرَجِّلٌ رَأْسَهُ، يَخْتَالُ فِي مَشْيَتِهِ، اِذْ خَسَفَ اللّٰهُ بِهِ، فَهُوَ يَتَجَلْجَلُ فِي الْاَرْضِ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہ ایک آدمی جوڑا پہن کر چل رہا تھا اپنے کو اچھا محسوس کر رہا تھا سر پر کنگھا کیا ہوا چال میں اکڑ رہا تھا۔ اچانک اس کو اللہ تعالیٰ نے زمین میں دھنسا دیا تو وہ زمین میں قیامت تک دھنستا ہی رہے گا۔(متفق علیہ)

"مُرَجِّلٌ رَأْسَهُ": اَيْ مُمَشِّطُهُ. "يَتَجَلْجَلُ بِالْجِيْمَيْنِ: اَيْ يَغُوْصُ وَيَنْزِلُ.

مُرَجِّلٌ رَأْسَهُ: سر میں کنگھا کیا ہوا۔ يَتَجَلْجَلُ: دو جیموں کے ساتھ زمین میں دھنس رہا اور نیچے ہی جا رہا ہے۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب من جر ثوبه من الخیلاء، ج۷ص۱۳۱، رقم: ۵۷۸۹ صحیح مسلم، باب تحریم التبختر فی المشی مع اعجابه بثیابه، ج۶ص۱۴۸، رقم: ۵۵۸۶ سنن النسائی الکبری، باب التغلیظ فی جر الازار، ج۵ص۴۸۳، رقم: ۹۶۷۶ مسند امام احمد بن حنبل، مسند ابی ھریرۃ رضی اللہ عنه، ج۲ص۳۱۵، رقم: ۸۱۶۲ مصنف عبدالرزاق، باب اسبال الازار، ج۱۱ص۸۲،

رقم: ۱۹۹۸۳)

شرح حدیث: چلنے کے آداب

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا کہ:

وَلَاتَمْشِ فِی الْاَرْضِ مَرَحًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ ○ وَاقْصِدْ فِیْ مَشْیِكَ وَاغْضُضْ مِنْ صَوْتِكَ ؕ اِنَّ اَنْكَرَ الْاَصْوَاتِ لَصَوْتُ الْحَمِیْرِ ○

اور زمین پر اترا کر مت چلو کوئی اترا کر چلنے والا فخر کرنے والا اللہ کو پسند نہیں ہے اور درمیانی چال چلو (نہ بہت ہی آہستہ اور نہ بلاضرورت دوڑ کر) اور بات چیت میں اپنی آواز پست رکھو بے شک سب آوازوں میں بُری آواز گدھے کی آواز ہے۔ (پ21،لقمان:18)

دوسری آیت میں ارشاد فرمایا:

وَلَاتَمْشِ فِی الْاَرْضِ مَرَحًا ۚ اِنَّكَ لَنْ تَخْرِقَ الْاَرْضَ وَلَنْ تَبْلُغَ الْجِبَالَ طُوْلًا۔ (پ۱۵،بنی اسرائیل:۳۷)

یعنی تو زمین پر اترا کر مت چل بے شک تو ہرگز نہ تو زمین کو چیر ڈالے گا اور نہ تو بلندی میں پہاڑوں کو پہنچے گا۔

تیسری آیت میں فرمایا کہ

وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِیْنَ یَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا۔

یعنی رحمن کے بندے وہ ہیں جو زمین پر آہستہ چلتے ہیں۔ (پ19،الفرقان:63)

مسئلہ: چلنے میں اترا اترا کر چلنا یا اکڑ کر چلنا یا دائیں بائیں ملتے اور جھومتے ہوئے چلنا یا زمین پر پاؤں پٹک پٹک کر چلنا یا بلاضرورت دوڑتے ہوئے چلنا یا بلاضرورت ادھر ادھر دیکھتے ہوئے چلنا یا لوگوں کو دھکا دیتے ہوئے چلنا یہ سب اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہے اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کے خلاف ہے اس لئے شریعت میں اس قسم کی چال چلنا منع اور ناجائز ہے حدیث شریف میں ہے کہ ایک شخص دو چادریں اوڑھے ہوئے اترا اترا کر چل رہا تھا اور بہت گھمنڈ میں تھا تو اللہ تعالیٰ نے اس کو زمین میں دھنسا دیا اور وہ قیامت تک زمین میں دھنستا ہی جائیگا۔

(صحیح مسلم، کتاب اللباس والزینۃ، باب تحریم التبختر فی المشی...الخ، رقم ۲۰۸۸،ص۱۱۵۶)

ایک حدیث میں یہ بھی آیا ہے کہ چلنے میں جب تمہارے سامنے عورتیں آجائیں تو تم ان کے درمیان میں سے مت گزرو داہنے یا بائیں کا راستہ لے لو۔ (شعب الایمان، باب فی تحریم الفروج، رقم ۵۴۴۷، ج۴،ص۳۷۱)

مسئلہ: راستہ چھوڑ کر کسی کی زمین میں چلنے کا حق نہیں ہاں اگر وہاں راستہ نہیں ہے تو چل سکتا ہے مگر جب کہ زمین کا مالک منع کرے تو اب نہیں چل سکتا یہ حکم ایک شخص کے متعلق ہے اور جب بہت سے لوگ ہوں تو جب زمین کا مالک راضی نہ ہو نہیں چلنا چاہیے لیکن اگر راستہ میں پانی ہے اور اس کے کنارے کسی کی زمین ہے ایسی صورت میں اس زمین پر چل سکتا

ہے۔ (الفتاوی الھندیۃ، کتاب الکراہیۃ، الباب الثلاثون فی المتفرقات، ج۵، ص ۳۷۳)

بعض مرتبہ کھیت بویا ہوتا ہے ظاہر ہے کہ اس میں چلنا کاشت کار کے نقصان کا سبب ہے ایسی صورت میں ہرگز اس میں نہ چلنا چاہیے بلکہ بعض مرتبہ کاشت کار کھیت کے کنارے پر کانٹے رکھ دیتے ہیں یہ صاف اس کی دلیل ہے کہ اس کی جانب سے چلنے کی ممانعت ہے اس پر بھی بعض لوگ توجہ نہیں کرتے ان لوگوں کو جان لینا چاہیے کہ اس صورت میں چلنا منع ہے۔ (بہارشریعت، ج ۳، ح ۱۶، ص ۱۷)

(623) وَعَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْاَكْوَعِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَا يَزَالُ الرَّجُلُ يَذْهَبُ بِنَفْسِهٖ حَتّٰى يُكْتَبَ فِي الْجَبَّارِيْنَ، فَيُصِيبَهٗ مَا اَصَابَهُمْ" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: "حَدِيْثٌ حَسَنٌ".

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: آدمی تکبر کرتا رہتا ہے حتیٰ کہ سرکشوں میں لکھا جاتا ہے۔ تو اس کو وہی سزا ملے گی جو ان کو ملے گی۔ اسے امام ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن ہے۔

"يَذْهَبُ بِنَفْسِهٖ" اَيْ: يَرْتَفِعُ وَيَتَكَبَّرُ. يَذْهَبُ بِنَفْسِهٖ یعنی بڑا بنتا ہے اور تکبر کرتا ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ما جاء فی الکبر، ج۴ص ۳۶۲ رقم: ۲۰۰۰ المعجم الکبیر للطبرانی، من اسمه سلمة بن عمرو بن الاکوع، ج۷، ص۲۱ رقم: ۶۲۶۹ مسند الرویانی، احادیث ایاس بن سلمة عن ابیه، ج۲ص ۲۲۰ رقم: ۱۱۳۹ تحفة الاشراف، من اسمه ایاس بن سلمة، ج۴ص ۳۱ رقم: ۴۵۲۸)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اس کا نام متکبرین و جبارین کے دفتر میں لکھ دیا جاتا ہے۔ معلوم ہوا کہ رب کے دفتر الگ الگ ہیں۔ نیکوں کے صدہا دفتر بدوں کے ہزار ہا دفتر۔

جو دنیاوی اور اخروی عذاب و ذلت و رسوائی، فرعون، ہامان، قارون کو پہنچی ہے یا پہنچے گی وہ اسے بھی ملے گی انہیں قیامت والے اپنے پاؤں تلے روندیں گے۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۶ ص ۶۴۳)

میرے اس بندے کو جبارین میں لکھ دو

شہنشاہِ خوش خِصال، پیکرِ حُسن و جمال صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم کا فرمانِ عالیشان ہے: اللہ عزوجل متکبرین اور ناز و نخرے سے چلنے والوں کو ناپسند فرماتا ہے۔ (کنز العمال، کتاب الاخلاق، قسم الاقوال، الحدیث: ۷۷۲۷، ج ۳، ص ۲۱۰)

محبوبِ ربُّ العلمین، جنابِ صادق و امین عزوجل وصلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم کا فرمانِ عالیشان ہے: تکبر سے بچتے رہو کیونکہ بندہ تکبر کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے: میرے اس بندے کو جبارین میں لکھ دو۔

(الکامل فی ضعفاء الرجال، عثمان بن ابی العاتکہ، ج ۶، ص ۲۸۰)

خاتم المرسلین، رحمۃ للعٰلمین صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: بندہ اپنے آپ کو بڑا سمجھتا رہتا ہے یہاں تک کہ اسے جبارین میں لکھ دیا جاتا ہے پھر اسے وہی مصیبت پہنچتی ہے جو جبارین کو پہنچی تھی۔

(جامع الترمذی، ابواب البر والصلۃ، باب ماجاء فی الکبر، الحدیث: ۲۰۰۰، ص ۱۸۵۲)

تاجدارِ رسالت، شہنشاہِ نبوت صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: اگر تم کوئی گناہ نہ کرو تو پھر بھی مجھے ڈر ہے کہ تم اس سے بڑی چیز خود پسندی میں مبتلا نہ ہو جاؤ۔

(الترغیب والترھیب، کتاب الادب، باب الترغیب فی التواضع، الحدیث: ۴۴۹۰، ج ۳، ص ۴۴۲)

دو جہاں کے تاجور، سلطانِ بحر و بر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: قیامت کے دن متکبرین کو انسانی شکلوں میں چیونٹیوں کی مانند اٹھایا جائے گا، ہر جانب سے ان پر ذلت طاری ہوگی، انہیں جہنم کے بُولَس نامی قید خانے کی طرف ہانکا جائے گا اور بہت بڑی آگ انہیں اپنی لپیٹ میں لیکر ان پر غالب آجائے گی، انہیں طِيْنَةُ الْخَبَالِ یعنی جہنمیوں کی پیپ پلائی جائے گی۔ (جامع الترمذی، ابواب صفۃ القیامۃ، باب ماجاء فی شدۃ ۔۔۔۔۔۔ الخ، الحدیث: ۲۴۹۲، ص ۱۹۰۲)

سرکارِ والا تبار، بے کسوں کے مددگار صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: متکبرین کو قیامت کے دن چیونٹیاں بنا کر انسانی شکلوں میں اٹھایا جائے گا کہ ہر چھوٹی سے چھوٹی چیز ان پر غالب آجائے گی پھر انہیں جہنم کے ایک قید خانے کی طرف ہانکا جائے گا جسے بُولَس کہا جاتا ہے، وہاں آگوں کی آگ انہیں اپنی لپیٹ میں لے لے گی، انہیں طِيْنَةُ الْخَبَالِ یعنی جہنمیوں کی پیپ پلائی جائے گی۔

(المسند للامام احمد بن حنبل، مسند عبداللہ بن عمرو، الحدیث: ۶۶۸۹، ج ۲، ص ۵۹۶، بتغیر قلیل)

شفیعِ روزِ شمار، دو عالَم کے مالک و مختار باذنِ پروردگار عزوجل و صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: ظالم اور متکبر لوگ قیامت کے دن چیونٹیوں کی صورت میں اٹھائے جائیں گے، لوگ انہیں اللہ عزوجل کے معاملے کو ہلکا جاننے کی وجہ سے اپنے قدموں تلے روندتے ہوں گے۔ (تخریج احادیث الاحیاء، باب ۳۴۴۱، ج ۶، ص ۴۲)

73-بَابُ حُسْنِ الْخُلُقِ حسن اخلاق کا بیان

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: (وَاِنَّكَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِيْمٍ) (قلم: 4)

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: بے شک تو بڑے خلق پر ہے۔

شرح: حضرتِ صدرالافاضل سیّدنا مولینا محمد نعیم الدین مُرادآبادی علیہ رحمۃ اللہ الھادی خزائن العرفان میں اس کے تحت لکھتے ہیں:

حضرت اُمّ المومنین عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خُلق قرآن ہے۔ حدیث شریف میں ہے سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے مکارمِ اخلاق

محاسنِ افعال کی تکمیل و تتمیم کے لئے مبعوث فرمایا۔ (خزائن العرفان)

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (وَالْكَاظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ) (آل عمران: 134) اَلْاٰيَة۔ اور اللہ تعالیٰ ارشاد فرمایا: غصہ کو پی جانے والے اور لوگوں کو معاف کر دینے والے۔

شرح: غلام کو آزاد کر دیا

نواسہ رسول، جگر گوشہ بتول امامِ عالی مقام حضرتِ سیّدُنا حسین بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نہایت رحم دل، سخی، عبادت گزار، تقویٰ شعار اور عفوو درگزر کا پیکر تھے۔ایک دن آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ چند مہمانوں کے ساتھ کھانا تناول فرما رہے تھے، غلام گرم گرم شوربے کا پیالہ دستر خوان پر لاتے ہوئے رُعب سے کانپا جس کی وجہ سے شوربے کا پیالہ گر کر ٹوٹ گیا اور شوربہ آپ کے رخسار مبارک پر پڑ گیا۔آپ نے اس کی طرف نگاہ اٹھائی تو اس نے نہایت عجز و ادب سے عرض کیا: وَالْكَاظِمِيْنَ الْغَيْظَ (یعنی غصہ پینے والے (اللہ عَزَّوَجَلَّ کے محبوب ہیں)) آپ نے فرمایا: كَظَمْتُ غَيْظِي یعنی میں نے اپنا غصہ پی لیا۔غلام نے پھر کہا: وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ (یعنی لوگوں سے درگزر کرنے والے (اللہ عَزَّوَجَلَّ کے محبوب ہیں)) آپ نے فرمایا قَدْ عَفَوْتُ عَنْكَ یعنی میں نے تم کو معاف کر دیا۔غلام نے کہا: وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ (یعنی نیک لوگ اللہ کے محبوب ہیں) آپ نے فرمایا: اَنْتَ حُرٌّ لِوَجْهِ اللّٰهِ یعنی میں نے تجھے اللہ تعالیٰ کی رضا و خوشنودی کے لئے آزاد کر دیا۔

(روح البیان، ج ۲، ص ۹۵، تحت الآیۃ ۱۳۴، آل عمران)

(624) وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَحْسَنَ النَّاسِ خُلُقًا۔ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

حضرت انس ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سب لوگوں سے زیادہ اچھے اخلاق والے تھے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب الكنية للصبي وقبل ان يولد للرجل، ج۸ص۴۵، رقم: ۶۲۰۳، صحيح مسلم، باب جواز الجماعة في النافلة، ج۲ص۱۲۷، رقم: ۱۵۳۲، السنن الكبرى للبيهقي، باب الحلال يصيد صيدا في الحل، ج۵ص۲۰۳، رقم: ۱۰۲۸۶، الشمائل المحمدية للترمذي، باب ما جاء في خلق رسول الله صلى الله عليه وسلم، ص۳۸۷، رقم: ۳۴۰، سنن ابوداؤد، باب في الحلم واخلاق النبي، ج۴ص۳۹۲، رقم: ۴۷۷۵، مسند امام احمد بن حنبل، مسند انس بن مالك، ج۳ص۲۷۰، رقم: ۱۳۸۸۳)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

ناس سے مراد سارے ہی انسان ہیں خلق سے مراد برتاوا ہے۔ (مرقات) (مرآۃ المناجیح، ج ۸ ص ۶۱)

حسن اخلاق کی فضیلت

امیر المومنین حضرت سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا، بے شک بندہ حسن اخلاق کے ذریعے دن میں روزہ رکھنے اور رات میں قیام کرنے والوں کے درجے کو پالیتا ہے۔

اور اگر بندہ (سختی کرنے والا) لکھا جائے تو وہ اپنے ہی گھر والوں کے لئے ہلاکت ہوتا ہے۔

(طبرانی اوسط، ج ۴، ص ۳۶۹، رقم ۶۲۷۳)

حضرت سیدتنا عائشہ صدیقہ طیبہ طاہرہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں، نبی کریم صَلَّی اللہ تعالٰی علیہ وَالہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا، بندہ اپنے حسن اخلاق کی وجہ سے رات کو عبادت کرنے والے اور سخت گرمی میں کسی کو پانی پلانے والے کے درجے کو پالیتا ہے۔ (شعب الایمان، ج ۶، رقم ۷۹۹۸ تا ۸۰۰۰، ص ۲۳۷ بتغیر قلیل)

حضرت سیدنا ابو درداء رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ مدینے کے تاجور، رسولوں کے افسر صَلَّی اللہ تعالٰی علیہ وَالہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا، میزانِ عمل میں حسن اخلاق سے وزنی کوئی اور عمل نہیں۔ (الادب المفرد، باب حسن الخلق، ص ۹۱، رقم ۲۷۳)

حضرت سیدنا جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی رحمت صَلَّی اللہ تعالٰی علیہ وَالہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا، کیا میں تمہیں تم میں سب سے بہتر شخص کے بارے میں خبر نہ دوں؟ ہم عرض گزار ہوئے، کیوں نہیں۔ ارشاد فرمایا، وہ جو تم میں سے اچھے اخلاق والا ہے۔

حضرت سیدنا جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سید العالمین صَلَّی اللہ تعالٰی علیہ وَالہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا، بروزِ محشر تم میں میرے نزدیک سب سے زیادہ محبوب اور میری مجلس میں زیادہ قریب وہ لوگ ہوں گے جو تم میں اچھے اخلاق والے اور نرم خو ہوں، وہ لوگوں سے الفت رکھتے ہوں اور لوگ بھی ان سے محبت کرتے ہوں۔ اور قیامت کے دن تم میں سے میرے لیے سب سے زیادہ قابل نفرت اور میری مجلس میں مجھ سے زیادہ دُور وہ لوگ ہوں گے جو منہ بھر کر باتیں کرنے والے، باتیں بنا کر لوگوں کو مرغوب کرنے والے اور تکبر کرنے والے ہوں۔ (سنن الترمذی، کتاب البر والصلۃ، ج ۳، رقم ۲۰۲۵، ص ۴۰۹)

حضرت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سرور عالم صَلَّی اللہ تعالٰی علیہ وَالہٖ وَسَلَّم ارشاد فرماتے ہیں کہ اللہ عزوجل فرماتا ہے، میں نے انسان کو اپنے علم وقدرت سے پیدا کیا تو جس سے میں نے بھلائی کا ارادہ فرمایا تو اسے میں نے اچھا اخلاق عطا کیا اور جس سے میں نے برائی کا ارادہ کیا اُسکو بداخلاقی دی۔

حضرت سیدنا جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور پرنور صَلَّی اللہ تعالٰی علیہ وَالہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا، اسلام میں وہی شخص اچھا ہے جو لوگوں میں سے اخلاق کا اچھا ہے۔

(الترغیب والترہیب، کتاب الادب وغیرہ، باب الخلق الحسن، رقم ۲۷، ج ۳، ص ۲۷۵)

حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صَلَّی اللہ تعالٰی علیہ وَالہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا کہ مومنین میں کامل ترین ایمان والا وہ ہے جسکا اخلاق اچھا ہے۔ (الترغیب والترہیب، کتاب الادب، باب فی الخلق الحسن، رقم ۷، ج ۳، ص ۲۷۱)

حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سرور کونین صَلَّی اللہ تعالٰی علیہ وَالہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا، ایسا کوئی نہیں کہ جسکا اخلاق اور صورت اللہ عزوجل نے اچھی بنائی اور پھر اسے جہنم کی غذا بنائے۔

(شعب الایمان، باب فی حسن الخلق، رقم ۸۰۳۸، ج ۶، ص ۲۴۹)

حضرت سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وَالہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا، حسن اخلاق گناہوں کو اس طرح پگھلا دیتا ہے جس طرح دھوپ برف کو پگھلا دیتی ہے۔

(شعب الایمان، باب فی حسن الخلق، رقم ۸۰۳۶، ج ۶، ص ۲۴۷)

حضرت سیدنا اسامہ بن نزیک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے رسول اکرم صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وَالہٖ وَسَلَّم کی بارگاہ میں عرض کی، انسان کو سب سے اچھی چیز کون سی عطا فرمائی گئی؟ نبی اکرم صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وَالہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا، انسان کو حسن اخلاق سے زیادہ کوئی اچھی چیز عطا نہیں کی گئی۔

حضرت سیدنا ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ مجھے نبی اکرم صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وَالہٖ وَسَلَّم نے نصیحت فرمائی کہ جہاں بھی رہو اللہ عزوجل سے ڈرتے رہو اور گناہ سرزد ہونے کے بعد نیکی کر لیا کرو کہ یہ اُس کو مٹا دے گی اور لوگوں کا رب عزوجل اچھے اخلاق والے کے ساتھ ہے۔

(سنن الترمذی، کتاب البر والصلۃ، باب ماجاء فی معاشرۃ الناس، رقم ۱۹۹۴، ج ۳، ص ۳۹۷)

(625) وَعَنْهُ، قَالَ: مَا مَسِسْتُ دِيْبَاجًا وَّلَا حَرِيْرًا اَلْيَنَ مِنْ كَفِّ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَلَا شَمَمْتُ رَائِحَةً قَطُّ اَطْيَبَ مِنْ رَّائِحَةِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَلَقَدْ خَدَمْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَشْرَ سِنِيْنَ، فَمَا قَالَ لِيْ قَطُّ: اُفٍّ، وَّلَا قَالَ لِشَيْءٍ فَعَلْتُهُ: لِمَ فَعَلْتَهُ؟ وَلَا لِشَيْءٍ لَّمْ اَفْعَلْهُ: اَلَا فَعَلْتَ كَذَا؟ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

انہی سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کی ہتھیلی سے زیادہ نرم کسی موٹے یا باریک ریشم کو نہیں چھوا۔ اور رسول اللہ ﷺ کی خوشبو سے زیادہ عمدہ خوشبو کبھی نہ سونگھی۔ میں نے دس سال تک رسول اللہ ﷺ کی خدمت کی آپ نے مجھے کبھی بھی اف تک نہیں کہا۔ اور میں کچھ کر لیتا تو آپ یہ نہ فرماتے کیوں کیا اور میں کچھ نہ کرتا تو آپ یہ نہ فرماتے تو نے یہ کیوں نہ کیا۔ (متفق علیہ

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب ما یذکر من صوم النبی صلی اللہ علیہ وسلم وافطارہ، ج۳ص۳۹، رقم: ۱۹۷۳، صحیح مسلم، باب طیب رائحۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ج۷ص۸۱، رقم: ۶۲۰۰، سنن الدارمی، باب فی حسن النبی صلی اللہ علیہ وسلم ج۱ص۴۵، رقم: ۶۱، مسند امام احمد بن حنبل، مسند انس بن مالک، ج۳ص۲۲۷، رقم: ۱۳۳۹۸، مسند ابویعلی، مسند انس بن مالک، ج۶ص۱۲۸، رقم: ۳۴۰۰)

شرح حدیث: آپ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم سب کے لئے رحمت

علماء کرام فرماتے ہیں: آپ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم نے مؤمنین میں سے کسی کو برا بھلا نہیں کہا بلکہ اس کے لئے رحمت اور کفارہ کی دعا فرمائی۔ (صحیح مسلم، کتاب البر، باب من لعنہ النبی ۔۔۔۔۔ الخ، الحدیث ۶۶۱۹، ص ۱۱۳۲، مفہوما)

آپ صَلَّی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے کبھی کسی عورت یا خادم پر لعنت نہیں بھیجی۔

(صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب مباعدتہ للآثام ۔۔۔۔۔۔الخ، الحدیث ۶۰۵۰، ص ۱۰۸۸، مالعن بدلہ ماضرب)

ایک بار آپ صَلَّی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم جہاد کے موقع پر آپ صَلَّی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم سے عرض کی گئی: یارسول اللّٰہ عَزَّ وَجَلَّ وصَلَّی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم! اگر آپ ان پر لعنت بھیجیں؟ تو آپ نے ارشاد فرمایا: اِنَّمَا بُعِثْتُ رَحْمَةً وَلَمْ اُبْعَثْ لَعَّانًا ترجمہ: مجھے رحمت بنا کر بھیجا گیا ہے لعنت کرنے والا بنا کر نہیں بھیجا گیا۔

(صحیح مسلم، کتاب البر، باب النھی عن لعن الدواب وغیرھا، الحدیث ۶۶۱۳، ص ۱۱۳۱)

حضرت سیِّدُنا انس رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ نبیٔ برحق بنا کر بھیجا! آپ صَلَّی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے جس کام کو ناپسند فرمایا تو مجھے کبھی بھی نہیں فرمایا: تم نے ایسا کیوں کیا؟ اور جب کبھی آپ صَلَّی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کی ازواج مطہرات رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہن میں سے کسی نے مجھے ملامت کی تو آپ صَلَّی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے فرمایا: اسے کچھ نہ کہو (جو کچھ ہوا) یہی تقدیر میں لکھا تھا۔

(أخلاق النبی للاصبھانی، باب کرمہ وکثرۃ احتمالہ وکظمہ الغیظ ۔۔۔۔۔۔الخ، الحدیث ۴۱، ج ۱، ص ۴۳)

مزید فرماتے ہیں: جب بھی آپ صَلَّی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کو دو کاموں میں سے اختیار دیا گیا تو آپ صَلَّی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے آسان کام اختیار فرمایا لیکن اگر اس میں گناہ یا قطع رحم ہوتا تو آپ صَلَّی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم اس سے تمام لوگوں سے زیادہ دور ہوتے۔ (صحیح البخاری، کتاب المناقب، باب صفۃ النبی، الحدیث ۳۵۶۰، ص ۲۹۰، بدون قطعیۃ الرحم)

آپ صَلَّی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کے پاس جو بھی آزاد، غلام یا لونڈی آتی آپ صَلَّی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم اس کی حاجت پوری کرنے کے لئے اٹھ کھڑے ہوتے۔ (سنن النسائی، کتاب الجمعۃ، باب ما یستحب من تقصیر الخطبۃ، الحدیث ۱۴۱۵، ص ۲۱۸۰۔ سنن ابن ماجۃ، ابواب الزھد، باب البراءۃ من الکبر والتواضع، الحدیث ۴۱۷۷، ص ۲۷۳۱)

اللّٰہ عَزَّ وَجَلَّ نے آپ صَلَّی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کی تشریف آوری سے پہلے تورات شریف کی پہلی سطر میں ان اوصاف کے ساتھ آپ صَلَّی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کی صفت بیان کی، فرمایا: محمد صَلَّی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم اللّٰہ کے رسول، میرے پسندیدہ بندے ہیں، نہ سخت مزاج اور نہ سختی کرنے والے ہیں، نہ بازاروں میں چیخنے والے اور نہ برائی کا بدلہ برائی سے دینے والے۔ بلکہ درگزر کرتے اور معاف کرتے ہیں، ان کی ولادت مکۂ مکرمہ میں ہوگی اور مدینۂ منورہ کی طرف ہجرت کریں گے اور ان کی حکومت شام میں بھی ہوگی اور تہبند باندھیں گے، وہ اور ان کے صحابہ قرآن اور علم کے محافظ ہوں گے، وضو میں ہاتھ اور پاؤں دھوئیں گے۔

انجیل میں بھی اسی طرح آپ صَلَّی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کے اوصاف مذکور ہیں۔

آپ صَلَّی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کی عادت مبارکہ تھی کہ جس سے ملاقات ہوتی تو سلام میں پہل فرماتے۔

(شعب الایمان للبیھقی، باب فی حب النبی، فصل فی خلقہ وخلقہ، الحدیث ۱۴۳۰، ج ۲، ص ۱۵۵)

جب کوئی شخص کسی کام کے لئے آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کو ٹھہراتا تو آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم ٹھہرے رہتے یہاں تک کہ وہ پہلے چلا جاتا۔ (المعجم الکبیر، الحدیث ۴۱۴، ج ۲۲، ص ۱۵۸)

جب کوئی آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا ہاتھ پکڑتا تو جب تک وہ نہ چھوڑتا آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نہ چھوڑتے۔ (جامع الترمذی، ابواب صفۃ القیامۃ، باب تواضعۃ مع جلیسہ، الحدیث ۲۴۹۰، ص ۱۹۰۲)

آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم جب اپنے کسی صحابی سے ملاقات فرماتے تو مصافحہ کرنے میں پہل فرماتے پھر اس کا ہاتھ پکڑ کر انگلیوں میں انگلیاں ڈال لیتے اور خوب مضبوطی سے پکڑتے۔

(سنن ابی داود، کتاب الادب، باب فی المعانقۃ، الحدیث ۵۲۱۴، ص ۱۶۰۴۔ صحیح مسلم، کتاب صفات المنافقین، باب ابتداء الخلق وخلق آدم علیہ السلام، الحدیث ۷۰۵۴، ص ۱۱۶۴۔ معرفۃ علوم الحدیث للحاکم، ذکر النوع العاشر علوم الحدیث، ص ۳۳)

(626) وَعَنِ الصَّعْبِ بْنِ جَثَّامَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: اَهْدَيْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِمَارًا وَّحْشِيًّا، فَرَدَّهٗ عَلَيَّ. فَلَمَّا رَاٰى مَا فِيْ وَجْهِيْ، قَالَ: "اِنَّا لَمْ نَرُدَّهٗ عَلَيْكَ اِلَّا لِاَنَّا حُرُمٌ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت صعب بن جثامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو ایک نیل گائے تحفہ میں دی آپ نے وہ قبول نہ کی جب میرے چہرے پر آپ نے پریشانی دیکھی تو فرمایا ہم نے اس کو صرف اس لیے واپس کیا ہے کہ ہم حالت احرام میں ہیں۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب اذا اھدی للمحرم حمارا وحشیا حیا لم یقبل. ج۲ص۱۳، رقم: ۱۸۲۵. صحیح مسلم، باب تحریم الصید للمحرم. ج۴ص۱۳، رقم: ۲۹۰۲. السنن الکبری للبیھقی، باب المحرم لا یقبل ما یھدی له من الصید حیا. ج۵ص۱۹۱، رقم: ۱۰۲۱۳. المؤطا امام مالک، باب الحلال یذبح الصید او یصیدہ. ج۱ص۲۹۳، رقم: ۳۴۰. مسند امام احمد، بقیة حدیث الصعب بن جثامة. ج۴ص۷۱، رقم: ۱۶۷۱۱)

شرح حدیث: آتش پرست ہمسائے پر انفرادی کوشش

حضرت سیدنا احمد حرب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہمسایہ آتش پرست تھا۔ ایک مرتبہ وہ سفر میں تھا کہ اسے ڈاکوؤں نے لوٹ لیا۔ آپ اس کی غم خواری کے لئے اس کے یہاں تشریف لے گئے۔ وہ آپ کے ساتھ بڑے احترام سے پیش آیا۔ قحط سالی کا دور ہونے کی بناء پر اس نے سوچا شاید آپ کھانا کھانے آئے ہوں۔ چنانچہ اس نے کھانے کا انتظام کرنا چاہا لیکن آپ نے منع فرمادیا کہ میں محض تمہاری دل جوئی کے لئے آیا ہوں۔ اس نے عرض کی کہ، اگرچہ میرا مال لٹ گیا لیکن تین باتیں لائق شکر ہیں، پہلی: یہ کہ دوسروں نے میرا مال لوٹا، میں نے کسی کا مال غصب نہیں کیا، دوسری: یہ کہ اب بھی میرے پاس نصف دولت باقی ہے، تیسری: یہ کہ میرا مذہب سلامت ہے۔

یہ سن کر آپ نے اس سے پوچھا، تم آگ کی پوجا کیوں کرتے ہو؟ اس نے کہا، اس لئے کہ روزِ محشر جہنم کی آگ سے محفوظ رہ سکوں اور خدا عزوجل کا قرب بھی نصیب ہو جائے۔ آپ نے فرمایا، آگ کی حقیقت تو اتنی سی ہے کہ ایک چھوٹا سا بچہ بھی اس پر پانی ڈال دے تو بجھ جائے، علاوہ ازیں تم ستر سال سے اس کی پوجا کر رہے ہو لیکن اس نے آج تک تمہاری کیا رعایت کی ہے جس کی بنا پر تم قیامت میں اس سے بہتری کی امید لگائے بیٹھے ہو؟ آپ کی بات سے متاثر ہو کر اس نے عرض کی، اگر آپ میرے چار سوالوں کا جواب دے دیں تو میں اسلام قبول کر لوں گا، پہلا: یہ کہ خدا عزوجل نے مخلوق کیوں بنائی؟ دوسرا: تخلیق کرنے کے بعد اس کو رزق کیوں دیا؟ تیسرا: رزق دینے کے بعد موت سے دو چار کیوں کیا؟ چوتھا: مارنے کے بعد زندہ کرنے کی کیا حاجت ہے؟

آپ نے جواب دیا، مخلوق کو بنانے کا مقصد یہ ہے کہ خالق کی پہچان ہو سکے، رزق عطا کرنے میں حکمت یہ ہے کہ اس کی رزّاقی کا اندازہ کیا جا سکے، موت سے اس کی صفت جباری وقہاری کا اظہار مقصود ہے، بعدِ موت زندگی عطا کرنے میں حکمت یہ ہے کہ اس کی قدرت کو تسلیم کیا جائے۔ یہ کہہ کر آپ بہت دیر تک آگ میں ہاتھ ڈالے بیٹھے رہے لیکن آپ کے دست مبارک پر آگ نے کچھ اثر نہیں کیا۔ یہ دیکھ کر وہ آتش پرست فوراً مسلمان ہو گیا۔ (تذکرۃ الاولیاء، ج۱، صفحہ ۲۱۹)

(627) وَعَنِ النَّوَّاسِ بنِ سَمْعَانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: سَأَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْبِرِّ وَالْإِثْمِ، فَقَالَ: "الْبِرُّ: حُسْنُ الْخُلُقِ، وَالْإِثْمُ: مَا حَاكَ فِيْ صَدْرِكَ، وَكَرِهْتَ أَنْ يَّطَّلِعَ عَلَيْهِ النَّاسُ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے نیکی اور گناہ کے بارے میں دریافت کیا' تو آپ نے فرمایا: نیکی اچھا خلق ہے اور گناہ وہ ہے' جو تیرے سینے میں کھٹکے اور لوگوں کا اس پر مطلع ہونا تجھے ناپسند ہو۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب تفسیر البر والاثم، ج۸ص۷، رقم: ۶۶۸۱ السنن الکبرٰی للبیھقی، باب بیان مکارم الاخلاق ومعانیھا، ج۱۰ص۱۹۲، رقم: ۲۱۳۰۵ سنن ترمذی، باب ما جاء فی البر والاثم، ج۴ص۵۹۷، رقم: ۲۳۸۹ سنن الدارمی، باب فی البر والاثم، ج۲ص۳۱۵، رقم: ۲۷۸۹)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں

آپ صحابی ہیں، قبیلہ بنی کلب سے ہیں، بعض نے فرمایا کہ آپ انصاری ہیں، آخر میں شام میں قیام فرمایا۔ مرقات نے فرمایا کہ آپ اصحاب صفہ سے ہیں، اشعہ نے فرمایا کہ آپ کی والدہ کلابیہ سے حضور نے نکاح کیا اور طلاق دے دی اور کلابیہ عورت آپ کی والدہ ہی تھیں۔ (اشعہ)

(نیکی اور گناہ کے بارے میں دریافت کیا) یعنی نیکی اور گناہ کی پہچان کیا ہے مجھے کیسے پتہ لگے کہ یہ کام نیکی ہے اور یہ کام گناہ ہے مجھے ارشاد فرمائیں۔

(نیکی اچھا خلق ہے) اچھی عادت عام ہے مخلوق کے ساتھ برتاؤ اور خالق سے معاملات سب ہی کو شامل ہے نماز روزہ کی پابندی اچھی عادت ہے گناہوں سے بچنا اچھی عادت ہے وغیرہ۔

(لوگوں کا اس پر مطلع ہونا تجھے ناپسند ہو) یہ فرمان کامل مسلمانوں کے لیے ہے جیسے ہم کو مکھی ہضم نہیں ہوتی فوراً اقے ہو جاتی ہے یوں ہی صالحین کو گناہ ہضم نہیں ہوتا فوراً انہیں دلی قبض روحانی تکلیف محسوس ہوتی ہے عام لوگوں کا یہ حال نہیں۔ بعض تو گناہ پر خوش ہو کر اعلان کرتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم حکیم مطلق ہیں ہر شخص کو اس کے مطابق دواء عطا فرماتے ہیں، یوں ہی الناس سے مراد مقبول بندے ہیں۔ امام نووی نے حضرت وابعہ ابن معید اسدی سے روایت کی کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ نیکی اور گناہ کیا ہوتے ہیں فرمایا اپنے دل سے فتویٰ لیا کرو جسے تمہارا دل نیکی کہے وہ نیکی ہے جسے تمہارا دل گناہ کہے وہ گناہ ہے۔ (اربعین للنووی و مرقات) یعنی تمہارا دل جس پر ہمارا ہاتھ ہے ہر دل کا یہ حال نہیں۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۶ ص ۹۰۰)

(628) عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ: لَمْ يكن رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاحِشًا وَّلَا مُتَفَحِّشًا، وكان يَقُوْلُ: "اِنَّ مِنْ خِيَارِكُمْ اَحْسَنَكُمْ اَخْلَاقًا" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کبھی فحش کہنے والے نہ تھے۔ اور نہ ہی تکلف سے فحش کہنے والے تھے اور آپ فرمایا کرتے کہ تم میں سے بہتر وہ ہیں، جن کے اخلاق اچھے ہیں۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب صفة النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ج۲ص۴۸۹، رقم: ۳۵۵۹، صحیح مسلم، باب کثرة حیائہ صلی اللہ علیہ وسلم، ج۷ص۷۸، رقم: ۶۱۷۷، مسند البزار، مسند عبداللہ بن عمرو، ج۱ص۳۷۳، رقم: ۲۴۱۷، مصنف ابن ابی شیبة، باب ذکر فی حسن الخلق، ج۸ص۳۲۶، رقم: ۲۵۸۲۶، مشکوۃ المصابیح، باب الرفق والحیاء وحسن الخلق، الفصل الاول، ج۳ص۱۰۰، رقم: ۵۰۷۵)

شرح حدیث: آدابِ محبت

جاننا چاہیے! اللہ عَزَّ وَجَلَّ کے لئے ایک دوسرے سے محبت کرنا اور دینی بھائی چارہ افضل نیکی ہے اور یہ حُسنِ خلق کا ثمرہ ہے۔ اللہ عَزَّ وَجَلَّ کے لئے باہم محبت اور بھائی چارہ قابل تعریف ہے۔

حُسنِ اخلاق کے بارے میں اللہ عَزَّ وَجَلَّ کا فرمان عظیم الشان ہے:

وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ O

ترجمۂ کنزالایمان: اور بے شک تمہاری خُو بُو (خُلق) بڑی شان کی ہے۔ (پ29، القلم:4)

اُخوت اور الفت کے بارے میں اللہ عَزَّ وَجَلَّ کا فرمانِ عظمت نشان ہے:

فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖۤ اِخْوَانًا ۚ

ترجمۂ کنزالایمان: تو اس کے فضل سے تم آپس میں بھائی ہو گئے۔ (پ4، اٰل عمران:103)

اللہ عَزَّ وَجَلَّ نے ارشاد فرمایا:

وَاَلَّفَ بَیْنَ قُلُوْبِهِمْ ؕ لَوْ اَنْفَقْتَ مَا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا مَّاۤ اَلَّفْتَ بَیْنَ قُلُوْبِهِمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ اَلَّفَ بَیْنَهُمْ ؕ

ترجمۂ کنزالایمان: اگر تم زمین میں جو کچھ ہے سب خرچ کر دیتے ان کے دل نہ ملا سکتے لیکن اللہ نے ان کے دل ملا دیئے۔ (پ10، الانفال:63)

حضور نبیٔ پاک، صاحبِ لَوْلاک، سیّاحِ اَفلاک صَلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: تم میں سے وہ شخص مجلس میں میرے زیادہ قریب ہے جس کے اخلاق سب سے اچھے ہوں، جو اپنے پہلوؤں کو جھکا دیتے ہوں اور دوسروں سے محبت کرتے ہیں اور دوسرے ان سے محبت کرتے ہیں۔

(مکارم الاخلاق للطبرانی مع مکارم الاخلاق لابن ابی الدنیا، باب ماجاء فی حسن الخلق، الحدیث ۶ ص ۳۱۴)

نبیٔ مُکَرَّم، نُورِ مُجَسَّم، رسولِ اَکرم، شہنشاہِ بنی آدم صَلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عظمت نشان ہے: مؤمن محبت کرنے والا ہوتا ہے اور اس سے محبت کی جاتی ہے اور اس شخص میں کوئی بھلائی نہیں جو دوسروں سے محبت نہیں کرتا اور نہ اس سے محبت کی جاتی ہے۔ (المسند للامام احمد بن حنبل، حدیث ابی مالک سھل بن الساعدی، الحدیث ۲۲۹۰۳، ج۸، ص ۴۳۵، بتغیر)

نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صَلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ ہدایت نشان ہے: اللہ عَزَّ وَجَلَّ جس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے اسے اچھا دوست عطا کر دیتا ہے اگر یہ بھول جائے تو وہ اسے یاد دلاتا ہے اور اگر اسے یاد ہو تو وہ اس کی مدد کرتا ہے۔

(سنن ابی داود، کتاب الخراج، باب فی اتخاذ الوزیر، الحدیث ۲۹۳۲ ص ۱۴۴۲، مفھوماً)

سیّدُ المبلغین، رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِیْن صَلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمان رفعت نشان ہے: جو شخص اللہ عَزَّ وَجَلَّ کے لئے کسی کو بھائی بناتا ہے اللہ عَزَّ وَجَلَّ جنت میں اس کا ایک درجہ بلند کر دیتا ہے جس تک وہ کسی دوسرے عمل کے ذریعے نہیں پہنچ سکتا۔ (الموسوعۃ لابن ابی الدنیا، کتاب الاخوان، باب الرغبۃ فی الاخوان والحث علیھم، الحدیث ۲۶، ج۸، ص ۱۵۸، مفھوماً)

(629) وَعَنْ اَبِی الدَّرْدَاءِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "مَا مِنْ شَیْءٍ اَثْقَلُ فِیْ مِیْزَانِ الْعَبْدِ الْمُؤْمِنِ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ مِنْ حُسْنِ الْخُلُقِ، وَاِنَّ اللّٰهَ یُبْغِضُ الْفَاحِشَ الْبَذِیْءَ

حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن بندہ مومن کے (نیکیوں کے) ترازو میں خوش خلقی سے زیادہ وزن والا عمل کوئی نہ ہوگا۔ اور بے شک اللہ تعالٰی بے حیا زبان

رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: "حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ". دراز کو پسند نہیں فرماتا۔ اسے امام ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

"البَذِيُّ": هُوَ الَّذِيْ يَتَكَلَّمُ بِالْفُحْشِ وَرَدِيْءِ الْكَلَامِ۔ بذی: بے ہودہ اور ردی باتیں کرنے والا۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ما جاء فی حسن الخلق، ج٣ص٣٦٢ رقم: ٢٠٠٢ مسند الحمیدی، احادیث ابی الدرداء فی ابنه عنه، ص١٩٣ رقم: ٣٩٣ الادب المفرد للبخاری، باب الرفق، ص١٦٣ رقم: ٤٦٣ السنن الکبری للبیهقی، باب بیان مکارم الاخلاق ومعالیها، ج١٠ص١٩٣ رقم: ٢١٣١٩ التواضع والخمول لابن ابی الدنیا، ص١٨٥ رقم: ١٦٢ (دار الکتب العلمیه بیروت)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں

(ترازو میں خوش خلقی سے زیادہ وزن والا عمل کوئی نہ ہوگا) یا تو بعینہ اچھی عادت نیکیوں کے پلے میں رکھی جاوے گی کیونکہ قیامت میں ہر چیز کی شکل بھی ہوگی اس میں وزن وغیرہ بھی ہوگا، اچھی عادت کا ثواب، چونکہ اچھی عادت رب تعالیٰ کو بہت پسند ہے اس لیے اس میں وزن زیادہ ہے، وہاں وزن رضاء الٰہی سے ہوگا اخلاص کی عبادات وزنی ہوں گی ریا کی عبادات ہلکی کہ ریا کی عبادت سے رب ناراض ہے، اخلاص کی عبادت سے رب راضی، کافر کی عبادات میں کوئی وزن نہ ہوگا، رب تعالیٰ فرماتا ہے: فَلَا نُقِيْمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَزْنًا گناہوں میں وزن رب تعالیٰ کی ناراضی سے ہوگا جس قدر رب تعالیٰ کی ناراضی زیادہ اس قدر گناہ میں وزن زیادہ اللہ محفوظ رکھے۔

(بے شک اللہ تعالیٰ بے حیا زبان دراز کو پسند نہیں فرماتا) چونکہ رب تعالیٰ بد خلقی بدزبانی سے ناراض ہے لہذا وہ گناہوں کے پلے میں ہوں گے اور اس گناہ میں بہت بوجھ ہوگا۔ خیال رہے کہ حضور کے نیک اعمال میں اتنا وزن ہے کہ اسے کوئی ترازو تول سکتی ہی نہیں اسی لیے حضور کی نیکیاں تولی نہ جائیں گی جیسے ہماری ترازو سمندر کا پانی ہوا نہیں تول سکتی ایسے ہی قیامت کی ترازو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نیکیاں نہ تول سکے گی، جب ان کے نام میں اتنا وزن ہے کہ ہم جیسے گنہگاروں کے کروڑوں من کے گناہ ایک کلمہ محمدی سے ہلکے ہوجاویں گے کہ ہمارے کام ہلکے ہیں حضور کا نام بھاری ہے تو ان کے اعمال کیسے ہوں گے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ شعر

دل عبث خوف سے پند سا اڑا جاتا ہے
پلہ ہلکا سہی بھاری ہے بھروسہ تیرا

(مرآۃ المناجیح، ج٦ ص٩٠٧)

(630) وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: سُئِلَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ اَكْثَرِ مَا يُدْخِلُ النَّاسَ الْجَنَّةَ؟ قَالَ: "تَقْوَى اللهِ وَحُسْنُ

حضرت ابو ہریرہ ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا کہ لوگوں کے جنت میں داخلے کا سبب اکثر کیا ہوتا ہے تو آپ نے فرمایا: اللہ کا تقویٰ اور

الخُلُقِ"، وَسُئِلَ عَنْ اَكْثَرِ مَا يُدْخِلُ النَّاسَ النَّارَ، فَقَالَ: "اَلْفَمُ وَالْفَرْجُ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: "حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ".

خوش خلقی اور آپ ﷺ سے سوال کیا گیا لوگوں کے دوزخ میں داخل ہونے کا سبب اکثر کیا ہوتا ہے۔ فرمایا: منہ اور شرم گاہ۔ اسے امام ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ما جاء فی حسن الخلق، ج۴ص۳۶۳، رقم: ۲۰۰۴، الادب المفرد للبخاری، باب حسن الخلق اذا فقهوا، ص۱۱۰، رقم: ۲۹۴، سنن ابن ماجه، باب ذکر الذنوب، ج۲ص۱۴۱۸، رقم: ۴۲۴۶، صحیح ابن حبان، باب حسن الخلق، ج۲ص۲۲۴، رقم: ۴۷۶، مسند امام احمد، مسند ابی هریرة رضی الله عنه، ج۳ص۲۹۱، رقم: ۷۸۹۴)

شرح حدیث: خوش اخلاق، جوارِ رحمت میں ہوگا

حضرت سیِّدُنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے حبیب، حبیب لبیب عَزَّ وَجَلَّ وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: اللہ عَزَّ وَجَلَّ نے حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی کہ اے میرے خلیل! حُسنِ اخلاق سے پیش آؤ نیکوں میں داخل ہو جاؤ گے اور بے شک میں نے یہ بات لکھ دی ہے کہ جس نے اپنے اخلاق کو ستھرا کیا میں اُسے اپنے عرش کے سائے میں جگہ دوں گا، اور اپنے حظیرۃ القدس (یعنی جنت) سے سیراب کروں گا اور اپنے جوارِ رحمت کا قرب عطا فرماؤں گا۔ (المعجم الاوسط، الحدیث ۶۵۰۶، ج۵، ص۳۷)

لوگوں سے خندہ پیشانی سے ملنے کی فضیلت

حضرت سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور سرورِ کونین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی علیہ وَآلہٖ وَسلَّم نے ارشاد فرمایا، تم لوگوں کو اپنے اموال سے خوش نہیں کر سکتے لیکن تمہاری خندہ پیشانی اور خوش اخلاقی انہیں خوش کر سکتی ہیں۔

(شعب الایمان، ج۶، رقم ۸۰۵۴، ص ۲۴۵، مطبوعۃ دار الکتب العلمیۃ بیروت)

حضرت سیدنا ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ حضور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی علیہ وَآلہٖ وَسلَّم نے ارشاد فرمایا، تمہارا اپنے ڈول (برتن) سے دوسرے بھائی کا ڈول (برتن) بھرنا صدقہ ہے، تمہارا نیکی کا حکم کرنا اور برائی سے منع کرنا صدقہ ہے، تمہارا اپنے مسلمان بھائی کے لیے مسکرانا صدقہ ہے اور تمہارا کسی بھٹکے ہوئے کو راستہ دکھانا بھی صدقہ ہے۔

(سنن الترمذی، کتاب البر والصلۃ، باب ما جاء فی صنائع المعروف، رقم ۱۹۲۳، ج۳، ص ۳۸۴)

(631) وَعَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "اَكْمَلُ الْمُؤْمِنِيْنَ اِيْمَانًا اَحْسَنُهُمْ خُلُقًا، وَخِيَارُكُمْ خِيَارُكُمْ لِنِسَآئِهِمْ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: "حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ".

انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اہل ایمان میں زیادہ کامل ایمان والے وہ ہیں جن کے اخلاق اچھے ہوں۔ اور تم میں سے بہتر وہ ہیں جو اپنی بیویوں کے لیے بہتر ہوں۔ اسے امام ترمذی نے روایت

کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ما جاء فی حق المرأة علی زوجها، ج ۳ ص ۴۶۶، رقم: ۱۱۶۲، صحیح ابن حبان، باب معاشر الزوجین، ج ۹ ص ۴۸۳، رقم: ۴۱۷۶، اتحاف الخیرة المهرة للبوصیری، کتاب النکاح، باب عشرة النساء، ج ۴ ص ۶۵، رقم: ۳۱۸۰، الاداب للبیهقی، باب فی حسن الخلق وسلامة الصدر ولین الجانب، ج ۱ ص ۹۱، رقم: ۱۵۳، المستدرک للحاکم، کتاب الایمان، ج ۱ ص ۱، رقم: ۲)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں
خلق حسن وہ عادت ہے جس سے اللہ رسول بھی راضی رہیں اور مخلوق بھی، یہ ہے بہت مشکل مگر جسے یہ نصیب ہو جائے اس کے دونوں جہان سنبھل جاتے ہیں۔

(تم میں بہترین وہ ہے جو اپنی بیویوں سے بہترین ہو) کیونکہ بیوی صرف خاوند کی خاطر اپنے سارے میکے والوں کو چھوڑ دیتی ہے اگر خاوند بھی اس پر ظلم کرے تو وہ کس کی ہو کر رہے، کمزور پر مہربانی سنت الٰہیہ بھی ہے سنت رسول بھی۔

(مرآۃ المناجیح، ج ۵ ص ۱۸۴)

بہترین شوہر وہ ہے!

(۱) جو اپنی بیوی کے ساتھ نرمی خوش خلقی اور حسن سلوک کے ساتھ پیش آئے!
(۲) جو اپنی بیوی کے حقوق کو ادا کرنے میں کسی قسم کی غفلت اور کوتاہی نہ کرے!
(۳) جو اپنی بیوی کا اس طرح ہو کر رہے کہ کسی اجنبی عورت پر نگاہ نہ ڈالے۔
(۴) جو اپنی بیوی کو اپنے عیش و آرام میں برابر کا شریک سمجھے۔
(۵) جو اپنی بیوی پر کبھی ظلم اور کسی قسم کی بے جا زیادتی نہ کرے۔
(۶) جو اپنی بیوی کے تند مزاجی اور بد اخلاقی پر صبر کرے۔
(۷) جو اپنی بیوی کی خوبیوں پر نظر رکھے اور معمولی غلطیوں کو نظر انداز کرے۔
(۸) جو اپنی بیوی کی مصیبتوں، بیماریوں اور رنج و غم میں دل جوئی، تیمارداری اور وفاداری کا ثبوت دے۔
(۹) جو اپنی بیوی کو پردہ میں رکھ کر عزت و آبرو کی حفاظت کرے۔
(۱۰) جو اپنی بیوی کو دینداری کی تاکید کرتا رہے اور شریعت کی راہ پر چلائے۔
(۱۱) جو اپنی بیوی اور اہل و عیال کو کما کما کر رزق حلال کھلائے۔
(۱۲) جو اپنی بیوی کے میکا والوں اور اسکی سہیلیوں کے ساتھ بھی اچھا سلوک کرے۔
(۱۳) جو اپنی بیوی کو ذلت و رسوائی سے بچائے رکھے۔

(۱۴) جو اپنی بیوی کے اخراجات میں بخیلی اور کنجوسی نہ کرے۔

(۱۵) جو اپنی بیوی پر اسطرح کنٹرول رکھے کہ وہ کسی برائی کی طرف رخ بھی نہ کرسکے۔ (جنتی زیور ۸۴)

(632) وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا، قَالَتْ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُوْلُ: "اِنَّ الْمُؤْمِنَ لَيُدْرِكُ بِحُسْنِ خُلُقِهِ دَرَجَةَ الصَّائِمِ الْقَائِمِ رَوَاهُ اَبُوْ دَاوُدَ.

حضرت عائشہ صدیقہ ﷺ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا۔ ایمان دار اپنے حسن خلق کی وجہ سے ہمیشہ روزہ رکھنے والے اور قیام کرنے والے کا درجہ پالیتا ہے۔ (ابوداؤد)

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد، باب فی حسن الخلق، ج۴ص۴۰۰، رقم: ۴۸۰۰، صحیح ابن حبان، باب حسن الخلق، ج۲ص۲۲۸، رقم: ۴۸۰، مسند امام احمد، حدیث السیدۃ عائشۃ رضی اللہ عنہا، ج۶ص۱۳۳، رقم: ۲۵۰۵۷، مسند الحارث، باب فی حسن الخلق، ج۲ص۸۱۶، رقم: ۸۵۰ (مرکز خدمۃ السنۃ النبویۃ، المدینہ)، مجمع الزوائد، باب ما جاء فی حسن الخلق، ج۸ص۵۳، رقم: ۱۲۶۸۷)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

مؤمن سے مراد مؤمن کامل عالم و عامل ہے۔ (مرقات)

خوش خلق مسلمان کو خوش خلقی کی وجہ سے نفلی روزوں اور نفلی تہجد کا ثواب مل جاتا ہے کہ وہ علانیہ اور خفیہ اللہ کی مخلوق کو خوش رکھتا ہے، نفلی روزہ نماز کا فائدہ صرف اپنے کو ہوتا ہے مگر خوش خلقی کا فائدہ مخلوق اٹھاتی ہے لازم سے متعدی اچھی ہے۔

(مرآۃ المناجیح، ج۶ص۹۰۸)

اچھے اَخلاق کی برکتیں

اس باب میں اور بھی بہت سی احادیث مبارکہ مروی ہیں جن میں سے ایک یہ بھی ہے کہ، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: حسن اَخلاق دنیا اور آخرت کی بھلائیاں لے گیا۔

(المعجم الکبیر، الحدیث: ۴۱۱، ج ۲۳، ص ۲۲۲)

بعض احادیثِ مبارکہ کا مفہوم

☆ بندہ اچھے اخلاق سے روزہ دار اور عبادت گزار کا درجہ پالیتا ہے، نیز آخرت کے درجات اور جنت کے بالاخانوں کو پا لیتا ہے۔

☆ بداخلاقی ایسا گناہ ہے جس کی بخشش نہیں۔

☆ بندہ اس کی وجہ سے جہنم کے سب سے نچلے درجے میں پہنچ جاتا ہے۔
☆ اچھا اخلاق خطاؤں کو اس طرح پگھلا دیتا ہے جس طرح دھوپ برف کو پگھلا دیتی ہے۔
☆ خوش خُلقی (باعث) برکت ہے۔
☆ قیامت کے دن لوگوں میں نبی کریم صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم سے سب سے زیادہ قریب وہی ہوگا جس کا اخلاق سب سے اچھا ہوگا۔
☆ سب سے اچھا اخلاق شفیعِ روزِ شُمار، دو عالَم کے مالک ومختار، حبیبِ پروردگار صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم کا اخلاق ہے۔
☆ سب سے افضل مؤمن وہی ہے جس کا اخلاق سب سے اچھا ہے۔
☆ میزان میں رکھے جانے والے اعمال میں حسن اخلاق سب سے افضل اور وزنی ہوگا۔

(الزواجر عن اقتراف الکبائر ۲۶۸)

(633) وَعَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ الباهِلِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "اَنَا زَعِيْمٌ بِبَيْتٍ فِيْ رَبَضِ الْجَنَّةِ لِمَنْ تَرَكَ الْمِرَاءَ، وَاِنْ كَانَ مُحِقًّا، وَّبِبَيْتٍ فِيْ وَسَطِ الْجَنَّةِ لِمَنْ تَرَكَ الْكَذِبَ، وَاِنْ كَانَ مَازِحًا، وَّبِبَيْتٍ فِيْ اَعْلَى الْجَنَّةِ لِمَنْ حَسَّنَ خُلُقَهُ". حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ، رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ بِاِسْنَادٍ صَحِيْحٍ. "الزَّعِيْمُ": الضَّامِنُ.

حضرت ابوامامہ باہلی ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ میں جنت کے اطراف میں ایک گھر کا اس آدمی کے لیے ضامن ہوں جو حق پر ہونے کے باوجود جھگڑا چھوڑ دے اور جنت کے درمیان ایک گھر کا اس کے لیے ضامن ہوں جس نے مذاق میں بھی جھوٹ ترک کر دیا ہو۔ اور جنت کے اعلیٰ حصہ میں ایک گھر کا اس آدمی کے لیے ضامن ہوں جس کے اخلاق اچھے ہوں۔ یہ حدیث صحیح ہے اسے ابوداؤد نے اسناد صحیح کے ساتھ روایت کیا ہے۔ اَلزَّعِیْمُ: ضامن۔

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد، باب فی حسن الخلق، ج۴ص۳۰۰ رقم: ۴۸۰۲، الاداب للبیهقی، باب ترك المراء وان كان محقا، ج۱ص۱۹۰ رقم: ۳۲۲، المعجم الاوسط للطبرانی، من اسمه عبدالرحمن، ج۵ص۶۸ رقم: ۴۶۹۳، الكنی والاسماء للدولابی، من كنیة ابوالفضل، ج۱ص۴۸۳ رقم: ۱۱۶۳، مجمع الزوائد، باب ما جاء فی حسن الخلق، ج۸ص۵۰ رقم: ۱۲۶۷۹)

عظیم درجے اور بلند منزلیں

حضرتِ سیدنا اَنس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرتِ سیدتنا ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا، یارسول اللہ! کسی عورت نے دو شادیاں کیں پھر اس کا انتقال ہو گیا اور وہ اور اس کے دونوں شوہر جنت میں داخل ہو گئے تو وہ کس کی بیوی بنے گی، پہلے کی یا دوسرے کی؟ آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ ٖالہٖ وسلّم نے فرمایا کہ وہ ان دونوں میں سے اپنے ساتھ دنیا میں حسن اخلاق کے ساتھ پیش آنے والے کو اختیار کرے گی۔ پھر فرمایا اے ام حبیبہ! حسن اخلاق اپنے ساتھ دنیا و آخرت کی بھلائیاں لیکر چلا گیا۔ (المعجم الکبیر، رقم ۴۱۱، ج ۲۳، ص ۲۲۲)

حضرتِ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ تاجدارِ رسالت، شہنشاہِ نُبوت، مُخزنِ جودو سخاوت، پیکرِ عظمت و شرافت، مَحبوبِ رَبُّ العزت، محسنِ انسانیت صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ ٖالہٖ وسلّم نے فرمایا کہ اللہ عزوجل نے حضرتِ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی کہ اے میرے خلیل علیہ السلام! لوگوں سے حسنِ اخلاق سے پیش آؤ خواہ (سامنے والا) کافر ہی کیوں نہ ہو تو ابرار کے ٹھکانے میں داخل ہو جاؤ گے اور بے شک میں اچھے اخلاق والے کے بارے میں کہہ چکا ہوں کہ اسے اپنے عرش کے نیچے سائے میں جگہ دوں گا اور اسے اپنی جنت کے شربت سے سیراب کروں گا اور اپنے جوار رحمت میں جگہ عطا فرماؤں گا۔ (المعجم الاوسط، من اسمہ محمد، رقم ۶۵۰۶، ج ۵، ص ۳۷)

حضرتِ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ ٖالہٖ وسلّم نے فرمایا کہ بے شک اللہ عزوجل بندے کے اچھے اخلاق کے سبب اسے روزہ دار اور نمازی کے درجے پر پہنچا دیتا ہے۔ (المعجم الاوسط، من اسمہ علی، رقم ۳۹۸۰، ج ۳، ص ۹۴)

حضرتِ سیدنا اَنس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ سرکارِ والا تَبار، ہم بے کسوں کے مددگار، شفیعِ روزِ شُمار، دو عالَم کے مالک و مختار، حبیبِ پروردگار صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ ٖالہٖ وسلّم نے فرمایا کہ بیشک بندہ اپنے اچھے اخلاق کے سبب آخرت کے عظیم درجوں اور بلند منزلوں تک پہنچ جاتا ہے حالانکہ وہ عبادت میں کمزور ہوتا ہے اور بندہ اپنے برے اخلاق کے سبب جہنم کے سب سے نچلے درجے تک پہنچ جاتا ہے۔ (المعجم الکبیر، رقم ۷۵۴، ج ۱، ص ۲۶۰)

حضرتِ سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے آقائے مظلوم، سرورِ معصوم، حسنِ اخلاق کے پیکر، نبیوں کے تاجور، مَحبوبِ رَبِّ اکبر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ ٖالہٖ وسلّم کو فرماتے ہوئے سنا، بے شک سیدھا سادہ مسلمان اپنے اچھے اخلاق اور نفیس طبیعت کے سبب روزہ داروں اور اللہ عزوجل کی آیات پڑھتے ہوئے قیام کرنے والوں کا درجہ پالیتا ہے۔ (المسند للامام احمد حنبل، مسند عبداللہ بن عمرو، رقم ۶۶۵۹، ج ۲، ص ۵۹۱)

(634) وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "إِنَّ مِنْ أَحَبِّكُمْ إِلَيَّ، وَأَقْرَبِكُمْ مِنِّي مَجْلِسًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ، أَحَاسِنَكُمْ أَخْلَاقًا، وَإِنَّ أَبْغَضَكُمْ إِلَيَّ وَأَبْعَدَكُمْ مِنِّي يَوْمَ الْقِيَامَةِ، الثَّرْثَارُونَ وَالْمُتَشَدِّقُونَ وَالْمُتَفَيْهِقُونَ" قَالُوا: يَا رَسُولَ اللهِ، قَدْ عَلِمْنَا "الثَّرْثَارُونَ وَالْمُتَشَدِّقُونَ"، فَمَا الْمُتَفَيْهِقُونَ؟ قَالَ: "الْمُتَكَبِّرُونَ" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: "حَدِيثٌ حَسَنٌ".

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن تم میں سے میرے زیادہ پیارے اور زیادہ قریب وہ ہیں، جن کے اخلاق اچھے ہیں۔ اور قیامت کے دن تم میں سے مجھے سب سے زیادہ ناپسند اور مجھ سے زیادہ دور وہ ہیں جو بہت زیادہ باتیں کرنے والے (لاپرواہی سے) منہ پھاڑ کر بولنے والے اور تکبر سے منہ کھول کھول کر باتیں کرنے والے ہیں۔ صحابہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! باتونی اور بناوٹ والے لوگ ہم سمجھ گئے۔ مُتَفَيْهِقُوْنَ کیا ہیں فرمایا متکبر لوگ۔ اسے امام ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن ہے۔

"الثَّرْثَارُ": هُوَ كَثِيرُ الْكَلَامِ تَكَلُّفًا. وَ"الْمُتَشَدِّقُ": الْمُتَطَاوِلُ عَلَى النَّاسِ بِكَلَامِهِ، وَيَتَكَلَّمُ بِمِلْءِ فِيهِ تَفَاصُحًا وَتَعْظِيمًا لِكَلَامِهِ، وَ"الْمُتَفَيْهِقُ": أَصْلُهُ مِنَ الْفَهْقِ وَهُوَ الِامْتِلَاءُ، وَهُوَ الَّذِي يَمْلَأُ فَمَهُ بِالْكَلَامِ وَيَتَوَسَّعُ فِيهِ، وَيُغْرِبُ بِهِ تَكَبُّرًا وَارْتِفَاعًا، وَإِظْهَارًا لِلْفَضِيلَةِ عَلَى غَيْرِهِ.

اَلثَّرْثَارُ تکلف سے زیادہ باتیں کرنے والا۔ اَلْمُتَشَدِّقُ: لوگوں پہ اپنی گفتگو میں بلندی ظاہر کرنے والا جو اپنی فصاحت اور اپنے کلام کی عظمت ظاہر کرنے کے لیے منہ پھلا کر کے بولے۔ مُتَفَيْهِقٌ: اس کا اصل فَهْقٌ ہے اس کے معنی بھرنے کے ہیں۔ مراد وہ آدمی ہے جو منہ بھر کے بولتا ہے۔ منہ کھلا رکھتا ہے اور دوسروں پر اپنی فضیلت بلندی اور تکبر ظاہر کرنے کے لیے عجیب باتیں کرتا ہے۔

وَرَوَى التِّرْمِذِيُّ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ الْمُبَارَكِ رَحِمَهُ اللهُ فِي تَفْسِيرِ حُسْنِ الْخُلُقِ، قَالَ: "هُوَ طَلَاقَةُ الْوَجْهِ، وَبَذْلُ الْمَعْرُوفِ، وَكَفُّ الْأَذَى".

ترمذی نے ابن مبارک سے حسن خلق کی تفسیر میں بیان کیا کہ اس کا مطلب وہ کھلے چہرے سے ملنا نیکی کرنے والا ہونا اور اذیت سے رکنا ہے۔

(سنن ترمذی، باب ما جاء فی معالی الاخلاق، ج۳ص۳۷۰، رقم: ۲۰۱۸، جامع الاصول لابن اثیر، حرف الخاء الکتاب الاول فی الخلق، ج۳ص۶، رقم: ۱۹۷۸، جامع الاحادیث للسیوطی، ان المشددة مع الهمزة، ج۹ص۲۷۷، رقم: ۸۳۱۱)

شرح حدیث: بات چیت کرنے کی سنتیں اور آداب

(۱) سرکار مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم گفتگو اس طرح دلنشین انداز میں ٹھہر ٹھہر کر فرماتے کہ سننے والا آسانی سے یاد کر لیتا چنانچہ اُم المومنین حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم صاف صاف اور جدا جدا کلام فرماتے تھے، ہر سننے والا اس کو یاد کر لیتا تھا۔

(المسند للامام احمد بن حنبل، مسند عائشہ، الحدیث ۲۶۲۶۹، ج۱۰، ص ۱۱۵)

(۲) مسکرا کر اور خندہ پیشانی سے بات چیت کیجئے۔ چھوٹوں کے ساتھ مشفقانہ اور بڑوں کے ساتھ مؤدبانہ لہجہ رکھئے ان شاء اللہ عزوجل دونوں کے نزدیک آپ معزز رہیں گے۔

(۳) چلا چلا کر بات کرنا جیسا کہ آجکل بے تکلفی میں دوست آپس میں کرتے ہیں، معیوب ہے۔

(۴) دوران گفتگو ایک دوسرے کے ہاتھ پر تالی دینا ٹھیک نہیں کیونکہ تالی، سیٹی بجانا محض کھیل کود، تماشہ اور طریقہ کفار ہے۔ (تفسیر نعیمی، ج۹، ص ۵۴۹)

(۵) بات چیت کرتے وقت دوسرے کے سامنے بار بار ناک یا کان میں انگلی ڈالنا، تھوکتے رہنا اچھی بات نہیں۔ اس سے دوسروں کو گھن آتی ہے۔

(۶) جب تک دوسرا بات کر رہا ہو، اطمینان سے سنیں۔ اس کی بات کاٹ کر اپنی بات شروع نہ کر دیں۔

(۷) کوئی ہکلا کر بات کرتا ہو تو اس کی نقل نہ اُتاریں کہ اس سے اس کی دل آزاری ہو سکتی ہے۔

(۸) بات چیت کرتے ہوئے قہقہہ نہ لگائیں کہ سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم نے کبھی قہقہہ نہیں لگایا (قہقہہ یعنی اتنی آواز سے ہنسنا کہ دوسروں تک آواز پہنچے۔) (ماخوذ از مراۃ المناجیح، ج۶، ص ۴۰۲)

(۹) زیادہ باتیں کرنے اور بار بار قہقہہ لگانے سے وقار بھی مجروح ہوتا ہے۔

(۱۰) سرکار مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم کا فرمان عالیشان ہے: جب تم کسی دنیا سے بے رغبت شخص کو دیکھو اور اُسے کم گو پاؤ تو اس کے پاس ضرور بیٹھو کیونکہ اس پر حکمت کا نزول ہوتا ہے۔

(سنن ابن ماجہ، کتاب الزہد، باب الزہد فی الدنیا، الحدیث ۴۱۰۱، ج۴، ص ۱۲۲)

(۱۱) حدیثِ پاک میں ہے جو چپ رہا اس نے نجات پائی۔ (شعب الایمان، باب فی حفظ اللسان، فصل فی السکوت عما لایعنیہ، الحدیث ۴۹۸۳، ج۴، ص ۲۵۴، جامع الترمذی، کتاب صفۃ القیامۃ، باب (نمبر ۵) الحدیث ۲۵۰۹، ج۴، ص ۲۲۵)

(۱۲) کسی سے جب بات چیت کی جائے تو اس کا کوئی صحیح مقصد بھی ہونا چاہیے۔ اور ہمیشہ مخاطب کے ظرف اور اس کی نفسیات کے مطابق بات کی جائے۔ جیسا کہ کہا جاتا ہے، كَلِّمُوا النَّاسَ عَلٰی قَدْرِ عُقُوْلِهِمْ (یعنی لوگوں سے ان کی عقلوں کے مطابق کلام کرو۔) یعنی اس طرح کی باتیں نہ کی جائیں کہ دوسروں کی سمجھ میں نہ آئیں، الفاظ بھی سادہ

صاف صاف ہوں، مشکل ترین الفاظ بھی استعمال نہ کئے جائیں کہ اس طرح اگلے پر آپ کی علمیت کی دھاک تو بیٹھ جائے گی مگر مدعا خاک بھی سمجھ نہ آئے گا۔

(۱۳۰) اپنی زبان کو ہمیشہ بُری باتوں سے روکے رکھیں ۔حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں میں نے عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم نجات کیا ہے؟ فرمایا، اپنی زبان کو بری باتوں سے روک رکھو۔

(جامع الترمذی، کتاب الزہد، باب ماجاء فی حفظ اللسان، الحدیث ۲۴۱۴، ج ۴، ص ۱۸۲)

◆◆◆◆◆

شرح ریاض الصالحین

تالیف

امام محی الدین أبی زکریا بن شرف نووی رحمہ اللہ

۶۳۱ـ۶۸۶ھ

جلد دوم

مترجم:

ابوحمزہ مفتی ظفر جبار چشتی

شارح:

علامہ ابوالتراب محمد ناصر الدین ناصر المدنی عطاری

پروگریسو بکس